پارہ ۱۳

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر الامام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ اردو میں بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین و ایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب قبلہ مترجم فتاوی الہند یعنی ترجمۂ عالمگیری و عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

۱۹۲۴ء

اعلان حق تالیف و تصنیف اس کتاب کا بحق نولکشور پریس لکھنؤ محفوظ و محدود ہے

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت مناسب ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تا کہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمین ۱۲ ؎

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔ ۲ ؎

تفسیر سورۂ یوسف۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی۔ ۵ ؎

پنجسورہ مترجم۔ با ترجمۂ اُردو۔ ۳ ؎

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بمعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ؎

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ؎

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمّٰی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط ہے عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بجا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ لیبل بلا جلد۔ مجلد ؎

احادیث اُردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدمین بر حاشیہ المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو مین اس مرتبہ اسمائے ترجمہ رجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ؎

تحفۃ الاخیار۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ ؎

ترجمہ جامع ترمذی بحاشیہ المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں۔ ؎

ایضاً جلد دوم۔ حسب مراتب بالا۔ ؎

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات بحاشیہ المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ؎

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف۔ ؎

دلائل الخیرات۔ با ترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسمار حسنٰے معروف۔ ۶ ؎

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحییٰ۔ ۵ ؎

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمۂ اُردو درمختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدمین ؎

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ؎

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ؎

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان۔ ۱ ؎

ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ؎

کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اُردو ما لا بد منہ از مولوی محمد نور الدین۔ ۴ ؎

ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔ ۲ ؎

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔ ؎

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U47147

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ

اور مین نے اپنے نفس کی برات نہین کی بیشک نفس تو بہت ہی برائی کی راہ بتاتا ہے سوا ے اسکے جسپر رحم فرما دے

رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

میرا پروردگار بیشک میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے

جب یوسف علیہ السلام نے خیانت کی مذمت بیان کی وا فادہ فرمایا کہ خائنون کا بھلا نہین ہوتا تو اس سے عوام کا خیال جاتا ہو کہ یہ خودستائی اور اپنی تعریف ہو لہذا فرمایا۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي اور مین اپنے نفس کی برارت نہین کرتا ف اور اس بیان سے میری یہ غرض نہین ہو کہ اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کرون۔ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ بے شبہہ نفس تو سب سے بڑھ کر بدی کی راہ بجھانے ولگانے والا ہو پس ہر شخص اگر اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اسکے کہنے پر چلے تو وہ اسکو کثرت سے بہت بدی کی راہ لگاوے گا ہر شخص کا نفس بدکام کا حکم کرتا ہو۔ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي سوا ایسے شخص کے جسپر حق تعالے پروردگار عز وجل رحم فرما دے پس جسپر اللہ تعالیٰ رحم کرے اُسکو یا تو نفس مطمئن ملتا ہو کہ بدی کی راہ نہ بتلاوے جیسے انبیاے معصومین علیہم السلام اور یا نفس کی فرمایش سے جو گناہ و بُرائی ہو اللہ تعالیٰ ہدایت خاص کے ساتھ معصوم ومحفوظ کر دیتا ہو اسطرح کہ وہ نفس کو مقہور کرتا اور موافق حکم شرع کے کام کرتا ہو۔ پھر چونکہ زلیخا سے مراودت واقع ہوئی تھی لہذا آخر مین استغفار کیا إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ بیشک میرا رب بڑا غفور رحیم ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس قول کو ماوردی رح نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہو اور شیخ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا اور اسکی تائید و تصحیح مین ایک مستقل کتاب علحدہ لکھی ہو مترجم کہتا ہو کہ سراج وغیرہ نے لیعلم کی ضمیر درصورتیکہ یہ زلیخا کا کلام ہو وے حضرت یوسف کیطرف راجع کی یعنی مین نے اسکی پاکیزگی وبرارت کا اقرار اسکی غیبت مین کر دیا اس غرض سے کہ وہ جان لیوے کہ مین نے پیٹھ پیچھے جبکہ وہ قیدخانہ مین ہو اسکی خیانت نہین کی اور قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین سے تاکید ہو کہ پہلے مین نے خیانت کی تو راہ نہ پائی اور آخر فضیحت ہوئی اور اُس نے سچائی کا برتاؤ کیا تو قید مین اسکی برارت اور رہائی ہوئی۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر یہ عورت کا کلام ہو تو بیشبہہ ضرور ہوگا کہ قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور قولہ ان ربی غفور رحیم۔ یہ سب ایمان صحیح و توحید الٰہی کے نتائج سے ہین کیونکہ کید و خیانت اہل کفر کے ساتھ مختص ہو جبکہ انہون نے عہد ازل و میثاق الٰہی مین خیانت کی اور یہ سب سے بڑی خیانت ہو اور نفس کا تزکیہ نہ کرنا محض ایمان ہو بخلاف کفر کے کہ وہان اتباع ہوی کے سوا کوئی بات نہین ہو اور غفران الٰہی کی التجا کافر کی شان نہین ہو حالانکہ عورت اسوقت تک کفر پر ثابت تھی تو یہ مواعظ بلیغہ اس کی طرف سے مستبعد ہین پس مترجم کو تقویت قول مذکور کی مستقل تائید تصنیف شیخ ابن تیمیہ رح نے کی ہو کوئی قوی دلیل نہین ظاہر ہوئی پس اقوی میرے نزدیک قول اول ہو لا رخلاصہ اسکا سراج و معالم و بیضاوی و تفسیر کبیر سے اسطرح ہو کہ جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ کے حضور مین سب عورتون نے مع زلیخا کے تمہارے پاک و بے لوث ہونے کی گواہی دی ہو تب یوسف نے کہا۔ ذالک۔ یہ میرا قید مین ثابت قدم رہنا اور بادشاہ کے بلانے پر نہ جانا لیعلم انی لم اخنہ بالغیب۔ اس مقصد سے تھا کہ وہ جان لیوے میرے پیٹھ پیچھے یعنی بادشاہ یا عزیز مصر کہ پھر گز مین نے اسکی کوئی خیانت نہین کی کیونکہ مین قید مین پڑا ہون اور عورتین مع زلیخا کے بے کھٹکے مین تو انکی گواہی و زلیخا کا اقرار خوب ظاہر کرتا ہو کہ مین پاک ہون اسکے گھر یا غیرون مین کسی سے مین نے بدی نہین کی ہو۔ اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہو کہ یہ یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہو۔ امام بغوی نے کہا کہ ایک آدمی کی گفتگو دوسرے سے ملانے مین کوئی

حرج نہیں جب کوئی قرینہ ہر ایک کی شناخت پر موجود ہوا اور اسکی دوسری مثال یہ آیات ہیں قال اللہ تعالیٰ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوہا وجعلوا اعزۃ اہلہا اذلۃ یہانتک بلقیس کا کلام ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا- وکذلک یفعلون- اسی طرح قولہ تعالیٰ ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ- یہ دعا کرنے والے کا کلام ہے اور آگے اللہ تعالیٰ نے کہا ان اللہ لایخلف المیعاد- پس ایسے ہی یہاں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ قرینہ قوی وہ ہے جسکا ادہر میں نے اشارہ کیا ہے- پھر قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین میں یہدی یعنی لیسدد و یتمم ہے یعنی خائن کے مکر کو اللہ تعالیٰ راست و مفید نہیں کرتا بلکہ آخر خائن فضیحت و رسوا ہوتا ہے پس مقصود یہ بھی ہے کہ میں خائن نہ تھا ورنہ اس ورطہ سے مجھے نجات نہوتی اور عورتیں مکار تھیں کہ خود رسوا ہوئیں- اور حشویہ کہتے ہیں کہ جب یوسفؑ نے یہ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ نہ اسوقت جب قصد کر کے عورت کا ازاربند کھولا تھا تو اس وقت یوسفؑ نے کہا وما ابرئ نفسی الخ- امام رازی رحمہ نے کہا کہ ان لوگوں نے بہت سی خبیث روایات بنائی ہیں یہ بھی انھیں روایتوں میں سے ہے اور یہ روایت کسی معتبر کتاب میں مذکور نہیں ہے تا کہ بعض نے اسکو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب نسبت کیا و لیکن ان لوگوں نے یہ قصد کیا کہ کوشش کر کے ظاہر قرآن میں تحریف معنوی پیدا کریں مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایسے اہل تحقیق علماء و صادقین پیدا کیے جنھوں نے خبیث لوگوں کے اقوال رد کر دیے اور قرآن مجید کو پاک و ظاہر رکھا آیا نہیں دیکھتے کہ ایسی خیانت نعوذ باللہ اگر ہوتی تو قولہ لم اخنہ بالغیب محض دروغ ہوتا حالانکہ کسی دیندار عاقل کی جانب ایسا خیال نہیں ہو سکتا تو کیسے ایک نبی مرسل کی طرف روا ہوگا جو پاکیزہ خاندان نبوت میں سے ہے بلکہ یہ آیت تو نہایت پاکیزگی یوسفؑ پر قطعی دلیل ہے اور فرقہ حشویہ بدبختی اپنی طرف سے اہتمام کر کے کفر اختیار کرتے ہیں اور جن عورتوں کے ساتھ خود معاملہ تھا وہ کہتی ہیں کہ حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء- اور مترجم کہتا ہے کہ روایت ابن عباس کو شیخ ابن کثیر نے ابن جریر سے اسطرح نقل کیا قال ابن جریر حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع عن اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما جمع الملک النسوۃ فسألہن ہل راودتن یوسف عن نفسہ قلن حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء قالت امرأۃ العزیز الآن حصحص الحق الآیۃ قال یوسف ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب فقال جبرئیل ولا یوم ہممت بہا فقال وما ابرئ نفسی الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس روایت کے جید ہیں اور لکھا ہے کہ ایسا ہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ابن ابی الہذیل و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ ان تابعین کے قول سے یہ مراد ہے کہ انھوں نے بھی قولہ ذلک لیعلم کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا ہے نہ کلام زلیخا بدین دلیل کہ مراد بیان اقوال ہے نہ تحقیق معانی اور سابق میں مترجم نے لکھدیا کہ اعتماد انھیں کتابوں پر ہے جو مسند اولیٰ ہوں اور تاویل انھیں روایات پر ہے جنمیں کوئی علت نہو اور مدار اعتقاد کا خصوصاً ایسے مقامات میں انھیں نصوص پر ہے جو وحی جلی یا خفی ہوں اور یہاں قرآن مجید وحی جلی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہر طرح پاکیزگی ظاہر ہے اور ایک بڑا گروہ مفسرین کا بھی قول کے موافق تفسیر کرتا ہے اور وحی خفی یعنی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی پاکیزگی ظاہر ہونے کے لیے قید میں ثابت قدم رہے- اور یہ روایت جب قرآن یا حدیث سے نہیں ہے تو ضرور وہ اسرائیل سے لی گئی ہے پس جسپر کچھ اعتماد نہیں ہو سکتا ہے- اور توضیح اسکی یہ ہے کہ کوئی نقص کسی پیغمبر کی جانب منسوب کرنا کفر ہے تو جب کوئی دلیل منصوص نہیں ہے تو اہل کتاب یہود وغیرہ کے قول سے روا نہیں ہے کہ منسوب کیا جاوے لہذا صحیح وہی تفسیر ہے جو اول مذکور ہوئی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب- پھر جاننا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں حسن ادب کو ہر حال میں مرعی رکھا اور اپنی برأت کے بعد کہا کہ ما ابرئ نفسی یعنی یہ جو میں نے کہا کہ میں خائن نہیں ہوں اور میں نے کسی قسم کی بدی کا قصد نہیں کیا اور میں پاک ہوں تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھپر اپنا پورا فضل فرمایا اور مجھے پاک کر دیا اور یہ غرض نہیں ہے کہ میرے نفس میں یہ خوبی ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ لاتزکوا انفسکم- اپنے نفوس کی پاکیزگی مت بیان کرو کیونکہ ان النفس لامارۃ بالسوء نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہے و لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ فرماتا ہے- الا ما رحم ربی- وہی محفوظ رہتا ہے جسپر اللہ تعالیٰ رحم فرماوے- ان ربی غفور رحیم میرا رب غفور رحیم ہے انسان اپنی ذات سے بدی کا خواستگار ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نہایت بخشنے والا ہے کہ اس کی ذاتی شرارت

خارج کر بدنام کرتے ہیں جیسے یہ فرقہ ہے ۱۲ م

مواخذہ نہین فرماتا بلکہ بخشدیتا ہے اور نہایت رحم والا ہو کہ علاوہ اسکے اسپر رحمت فرماتا ہو۔ یہان ایک نکتہ یہ بھی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آدمی اپنی ذاتی جبلت سے مغفرت خالق عز وجل کا محتاج ہو کیونکہ آدمی یہی نفس منقوش ہو جسکا ذاتی اقتضا بدی ہو لیکن عصمت و حفظ الٰہی تو یہ رحمت از جانب حق تعالیٰ ہو جو انبیا علیہم السلام کے لیے بالکلیہ ہو اور عوام امت کے لیے درجہ بدرجہ خاص خاص طور پر ہو لہذا جہان کسی پیغمبر نے مغفرت چاہی ہے وہ اس بات پر ہرگز دلیل نہین ہوسکتا کہ اُس سے کوئی فعل گناہ سرزد ہوا ہو بلکہ بنظر نفس و خلقت ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اور احادیث صحیحہ مین وارد ہو کہ سب سے افضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دن مین بہت مرتبہ استغفار کرتے تھے اور حاشا کہ کوئی جاہل گمان کرے کہ استغفار بمقابلہ معصیت تھا کیونکہ یہ گمان باطنی کفر ہو ف فی العرائس جب یوسف ع نے کہا کہ انی لم اخنہ بالغیب۔ تو باطن مین زبان اسرار سے یہ آواز سُنی کہ اسوقت بھی نہین جب بحکم قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا۔ قصد کیا تھا۔ اہل تفسیر نے لکھا کہ جبرئیل ع نے انسے ایسا کہا غرضکہ یہ آواز سنکر دعوے نفس سے عذر کیا بقولہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ پس پہلا مقولہ تو ابتداے حال کے خبر تھی اور وہان انکی جبلت وہی جبلت نبوت مقدسہ تھی جسپر کوئی تہمت نہ تھی پھر درمیان مین لطیفہ آلہیہ سے امتحان و ابتلا مین پھنسے اور رسم امر بر قدر سابق نے غلبہ کیا پس جو عذر ذکر کیا وہ اسی لطیفہ کی خبر تھی۔ واضح کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء مین تحقیقات شریف ہین اسطرح کہ یہ نفس کیا چیز ہو جو بدی پر بشارت آمادہ کرتی ہو پس یہ معلوم ہو کہ وہ شیطان نہین ہو اور ظاہر ہو کہ قلب نہین ہو اور نہ فرشتہ ہو اور نہ عقل ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جو عین خارجی ہو پس بعض لوگ تو اسی نفس کو ہوے کہتے ہین یعنی خواہش و شہوات اور بعضے لوگ اسکو طبیعت کہتے ہین اور بعضے بشریت کہتے ہین مگر بشریت کے جو خواہش و میلان بجانب شہوات ہو اسکو نفس نام رکھتے ہین اور یہ اقوال میرے نزدیک سب علم کے رسوم مین سے ہو فقط صورت کی بحث ہو اور میرا ارادہ یہان تحقیق کا ہو تو حقیقت اشیا کا عالم فی الواقع اللہ تعالیٰ خالق عز وجل ہو مگر جہانتک ادراک پر انعام ہوا ہو وہ کچھ ظاہر کرتا ہو تو نفس درحقیقت وجود قہر قدم ہو کہ فعل مین اسکا ظہور ہوتا ہو اول یعنی عالم صفات سے عالم فعل مین ظہور قہر قدم کا وہی نفس کی حقیقت ہو اور کہا کہ سر مخلوق انسانیہ کی طبیعت کو قہریات کے قبول پر حرکت دیتا اور مستعد کرتا ہے قہریات سے مراد وہ امور آلہیہ ہین جنکا انجام آخر مین غضب و عذاب آلہی کی طرف ہے جس سے حجاب طاری ہوتا ہے اول خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ممنوعات سے آدمی و جن کو آگاہ فرمادیا اور دنیاوی زینت و اس کارگاہ کا ایک فریب گاہ ناپائدار ہونا ظاہر کردیا اور یہ بھی منصوص فرمایا کہ جملہ اشیاے دنیا محض مزین تبرزمین امتحانی ہین اور انجام معصیت و فریب کا اور عہد آلہی مین خیانت کا یہ ہو کہ عذاب دائمی مین گرفتار ہوا اور موت کا زمانہ بے وقت معین اور بہت قریب ہو پھر باوجود اس علم کے لوگ انھین چیزون کو قبول کرتے ہین اور ایسے حرکات کرتے ہین جنکا انجام غضب الٰہی و عذاب ہو تو یہ امر تحقیق طلب ہو کہ کون چیز انسان مین ہو جو جان بوجھ کر اسکو اس عذاب مین گرفتار ہونے پر آمادہ کرتی ہو وہ عقل نہین ہوسکتی کیونکہ عقل ہی تو جوہر نفیس ہو جو رضاے حق عز وجل پر آمادہ کرتی ہو علے ہذا فرشتہ نہین اور وہ شیطان نہین جو انسان سے علحدہ ہے اور نہ اور کوئی عین خارج ہو بلکہ وہ قہر قدم کا وجود ہو جو عالم فعل مین ظاہر ہوا۔ قدم نے فرمایا کہ جو صادر قہر سے ہوا وہ نفس ہو یعنی قہر سے عالم فعل مین صادر ہوکر نفس نام رکھا گیا اور ہم اصل کی طرف رجوع کرتے ہین تو قہر ایک ازلی دائمی صفت ہو جو طبیعت بشری کو شہوات کی تلاش پر جنبش دیتی ہو پس کسی کو یہ مجال نہوگی کہ اسکے قبضہ سے نکل جاوے مگر وہی جسپر لطف آلہی نے قبضہ کرلیا ہو یعنی قولہ الا ما رحم ربی کیونکہ یہ صفت تمام ذوات پر غالب ہے اور وہ صفت آلہی سبحانہ تعالیٰ ہو اور وہ نفس النفس ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات موصوف بصفۃ القہر ہو اور اُسکے قہر نے تمام حوادث و ممکنات و مخلوقات کو اپنی تحت مین مغلوب کرلیا ہو پھر وہ کون ہو جو دعوے کرسکے کہ مین اپنے آپ کو سلطان قہر کے قبضہ سے نکال لونگا پس قولہ وما ابرئ نفسی یعنی مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا ہون کا اسپر قہر آلہی تعالیٰ کا قبضہ نہین ہو بلکہ ضرور وہ قہر کے قبضہ مین مقہور رہی۔ اور نیز اشارہ ہو کہ مین بری نہین کرتا النفس النفس کو قہر و قبضہ سے کیونکہ النفس النفس

بمقتضا سے قہر حکم کرتا ہو اور مقتضا سے قہر وہی مقتضا سے امتحان ہو اور مقتضا سے امتحان وہی مقتضا سے ملامت ہو یہ سب علم کا طریقہ ہو قول مقتضا سے ملامت سے یہان اصطلاح نفتہ مراد ہو یعنی جسپر استحقاق عذاب ہو پس اشارت ہو کہ امتحان مین پورا ہونا ممکن نہین ہو تو منا نفتہ ہلاکت ہے اور عفو و مغفرت نجات ہے۔ پھر کہا کہ قولہ الا ما رحم ربی یعنی سوا سے اس شخص کے جسکو حق تعالے نے اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے محفوظ کر دیا۔ اور اس سے اشارہ اپنی ذات کی طرف لیا کہ حق عزوجل نے اپنی رحمت سے مجھکو بھی اپنے قہر یعنی امتحان سے بچا لیا۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی مین اس امتحان کی طرف اشارہ کیا جو زلیخا کے معاملات مین واقع ہوا اور یہ مرتبہ ایسے شخص کا ہے جو سر القہر سے عارف ہوا اور سر الخطاب و سر امتحان و سر النفس و غلبہ ربوبیت سے دانا و بہدایت حق عزوجل سرفراز ہو وقد قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور مترجم کہتا ہو کہ اس قول مین نفس کے معنی اس تحقیقات کے موافق لینے مین جو الہی شیخ نے ذکر فرائی ہے اشکال ہو کیونکہ نفس اس تحقیق پر ظہور قہر قدم ہو اور غایت اس سے اصل صفت کی معرفت ہو تو رب کی معرفت مین نازل ہو اور ظاہر ایہان حقیقت ذات انسانی مراد ہو اور شاید کہ صفات مین ذات کے کلیہ پر معرفت تامہ حاصل ہو واللہ تعالی اعلم۔ اور شیخ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ عارف حقیقت نفس تھے تو آپکے کلام حکمت مین اشارت موجود ہو کہ آپ نے اصل سے پناہ مانگی حیث قال اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک یعنی مین پناہ مانگتا ہون تیری رضا کے ساتھ تیری خشم سے اور تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے۔ اور آپ نے ہمکو آگاہ فرمادیا کہ حق تعالے عزوجل نفس النفس ہو چنانچہ اسی حدیث مین فرمایا واعوذ بک منک۔ ہم تجھی سے تیرے ساتھ پناہ مانگتے ہین یعنی قہر و لطف و سخط و غضب سب تیری صفات ہین تو ہم لوگ تیری پناہ مین تجھی سے سلامتی چاہتے ہین۔ پھر شیخ رح نے کہا کہ جس نے چاہا کہ اپنے نفس کی پاکیزگی حاصل کرے اس نے ربوبیت کے ساتھ جھگڑا مچایا کیونکہ نفس اصل قدر سابق ہو بنا بر جریان امتحان کے۔ تو نہین دیکھتا کہ واسطی رح فرماتے ہین کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ مسئلہ جو شیخ رح نے ذکر کیا بہت مشکل ہو اور اصل اشکال عوام کی عقل کے موافق ہو ورنہ اہل الحق کے نزدیک بہت صاف و واضح ہو پس اول تو مین کلام شیخ کی توضیح کرتا ہون پھر ان احادیث و نصوص کی طرف اشارہ کرتا ہون جہان سے استدلال ہو پس شیخ کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص اپنے نفس کو پاک نہین کر سکتا مگر اسی قدر کہ اسکے حق مین پاک ہونا خود مقدر ہو کیونکہ جب نفس ظہور قہر ازل ہو تو ازل مین ہر شخص کے حق مین دنیاوی امتحان و ابتلا کی حالت گذر چکی پس اس سے وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو مقدر ہو چکا ہو تو اسکا ارادہ کرنا لغو اور مہمل ہوگا یہی معنی ہین کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرنا چاہا اس نے ربوبیت سے منازعت کی یعنی نفس کو سعادت یا شقاوت کی حالت پر لانا کسی دوسرے کے اختیار مین نہین ہو سوا سے خالق عزوجل کے اسی واسطے فرمایا فلا تزکوا انفسکم یعنی لے لوگو تم اپنے نفس کی پاکیزگی مت بیان کرو۔ وجہ یہی ہو کہ نفس تو باختیار الہی ایک حالت پر مقدر ہو چکا پس دوران قضا مین جس طرح اللہ تعالی نے چاہا اسی حد تک سعادت اسکو حاصل ہوگی پس تمہارا خود کچھ بھی اختیار نہوا تو تم کس بات پر خود ستائی کرتے ہو اور یہین سے واضح ہو گیا وہ جو شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اپنے نفس کا ملامت کرنے والا مشرک ہو کیونکہ نفس کی خوبی اسکے اختیار مین نہی اور ملامت اختیار کے ساتھ دائر ہو کیونکہ جب نفس اسی قدر پاک ہوگا جس قدر اسکے حق مین مقدر ہو تو وہ اس سے زیادہ بے اختیار ہو پس جب ملامت کی تو اسکے لیے اختیار ثابت کیا حالانکہ وہ ارادۂ الہی ہو پس گویا اسکے لیے صفت الہیہ ثابت کی اور یہ شرک ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مراد اس سے نتیجہ ہے یعنی جس نتیجہ پر نفس کا انجام ہوا اسپر قابل ملامت نہین ہو کیونکہ یہ تقدیر الہی ہو اور اگر ملامت سے مراد یہ ہو کہ فہم و عقل کی راہ مین ایسی کیون خطا کی جس سے مستحق عذاب ہوا تو یہ دوسرے معنی ہین اور اسی پر عذاب و ثواب کا مناط بیان کیا گیا ہو علی معنی قولہ فلا تلومونی ولوموا انفسکم۔ اور بعدم اختیار پر مدح و ذم تحسب سمجھ غیر معقول ہو وقد قال تعالی یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ پھر نصوص و آیات و احادیث اسکے واسطے صریح ہین اور یہ مسئلہ جبر نہین ہو جیسا کہ ظاہرین وہم ہوتا ہو بلکہ ان دونون مین بڑا فرق ہو جیسے تقدیر و تدبیر مین کوئی منافات نہین ہو مگر عوام انمین فرق نہین کرتے مین کیونکہ جو شخص ہاتھ سے لقمہ نہ اٹھاوے حتی کہ مرجاوے

اسپر ملامت کیجاویگی یا کوٹھے پر سے کود پڑے سیڑھی کی راہ چھوڑ دے اس زعم پر کہ موت یا چوٹ مقدر ہوگی تو مریگا ورنہ کچھ نہوگا تو حرام موت مرا اگرچہ اسکی
موت اسوقت مقدر تھی ایسے ہی یہاں بھی نفس تقدیر و علم الٰہی کی راہ سے ملامت کرنا شرک ہے اور اس راہ سے کہ علم الٰہی کا حال اسکو کیونکر معلوم ہوا جس سے
اُسنے آڑ پکڑی کیونکہ تقدیر علم الٰہی ہے اور اسکا مدعی خود مشرک و کافر ہے پس جبکہ یہ زعم دیکھا جاوے اسکے آثار سے استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ دوزخی ہے وقال
علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن جو ہونے والا ہے قلم اسکو لکھ چکا اور عجیب تر یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضہ کا یہ حال تھا کہ انمین سے پوچھنے والا پوچھتا کہ یا رسول اللہ یہ امر جو حالت
دوران مین ہے مبنی بر آئندہ ہے یا ہو چکا اور آپ نے جواب مین ارشاد کیا کہ ہو چکا۔ حالانکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علما بعلم محض غافل ہین جنکی نظر ایسے غوامض
تدارک تک قریب بھی نہین پہونچتی ہے اور صحیح مین ہے کہ ہر ایک پر وہ آسان و میسر کر دیا گیا جسکے لیے وہ مخلوق ہوا ہے اور قال تعالیٰ ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم
قلوب لا یفقہون بہا الآیہ۔ وقال تعالیٰ فمنہم شقی وسعید۔ اور عجب ہے کہ جو لوگ اختیار پر مدار رکھتے ہین عقول کو کسی کے قبضہ قدرت مین مجبور دیکھنے سے اندھے ہین اور
ہمتن تدبیر ہو کر مراد سے محروم رہتے ہین پھر بھی ہوشیار نہین ہوتے ہین ہر طرف اس ہم ہم پر کہ یہ دار ثواب و عذاب کا جبر کی حالت مین کیونکر ہوگا حالانکہ جبر کے جو معنی سمجھتے ہین اس سے
یہاں زمین و آسمان کا تفاوت ہے اور امر الٰہی عزوجل کو اپنی کوتاہ عقل مین تصور خیال کرتے ہین بدین معنی کہ ہر حکمت الٰہیہ و جملہ احکام الٰہی کو اسی طور پر ماننے کے
قابل سمجھتے ہین جس طور پر انکی عقل شاہد ہو حالانکہ یہ نہین دیکھتے کہ عقل منجملہ مخلوقات حقیر کے جلال الٰہی کے سامنے متحیر و مسخر ہے اسکو یہ تاب کہاں سے آگئی کہ
تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو جاوے پھر یہ سوال کیون پیدا ہے کہ پھر وہ عذاب کیون فرماویگا اور ثواب کیونکر دیگا یہ تو بعینہ ایسا ہی سوال ہے کہ پھر اس نے مخلوق کو
اس فضا سے مصور مین کیون پیدا کیا اور اندھیرا کیون کر دیا کہ چراغ کی ضرورت ہوا اور اناج کی پیدائش و غذا پر کیون مدار زندگی رکھی اور زمین اس شکل کی
کیون بنائی اور ایک ہی کیون پیدا کی اور چاند گھر گھر کیون نہ دیا اور انکے مزخرفات خیالات کچھ کار آمد نہین ہین بلکہ مشرک ہو کر دار البوار جہنم اختیار کرتے
ہین پس صریح ایمان یہ ہے کہ ہر ایک نفس کو اسکے اسباب عقل و حواس دیے جنکو عبادت حق عزوجل مین لگانے سے شکر ادا ہو کر راہ معرفت کشادہ ہوتی ہے
اور نتیجہ ہر ایک کو اسکے مقدر کا ملتا ہے وقال تعالیٰ وکان امر اللہ قدرا مقدورا اور کسی نفس کو کبھی و نتیجہ نہین ہے اور شیخ نے دوسرا قول شیخ واسطی رحمہ اللہ کا ذکر کیا کہ آپنے
یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کی جانب سے کسی نیکی مین قصور دیکھا اسنے شرک کیا کیونکہ جس نے اپنے نفس کی طرف سے کوتاہی کرنا چاہا اُسنے حق عزوجل کی تقدیر
قضا سے انکار کیا اور جس نے اپنے نفس کو اسکے امور مین سے کسی بات مین ملامت کی تو اُس نے شرک کیا کیونکہ اس نے اپنے نفس کی جانب ایسا حصہ بھی منسوب
کیا جو کہ اسکے واسطے ہرگز مقدر نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ لیکن یہ تحقیق قابل صد آفرین ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا فانہ اقام منہ الادب علی ساحۃ الکبریاء جل عظمتہ
شیخ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ قولہ ما ابرئ نفسی یعنی مین بذات خود اپنے نفس کی پاکیزگی نہین بیان کرتا ہا بذات حق اسکی پاکیزگی بیان کرتا ہون مترجم کہتا ہے
کہ یہ صحیح ہے یعنی نفس جس پاکیزہ حالت پر ہے اسکا انجام ہوا یہ سب تقدیر الٰہی عزوجل واقع ہوا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو پاک کیا پس نفس کی پاکیزگی
و اسکا بدی سے بری و دور ہونا بذات خالق عزوجل صحیح ہے جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا حق کا شکر ہے اور خود اپنے اختیار سے نہین ہے تو اپنے نفس کا تزکیہ اور
عیوب سے بری ہونا اپنی ذات سے نہین بیان ہو سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء یہ جملہ بہت تاکیدات سے مملو ہے جس سے معلوم
ہوا کہ اکثر اوقات نفس کی جانب سے جو احکام ہوتے ہین سب شر الٰہی ہین جنکا انجام آتش ہوگا اور اکثر مثل کل کے ہے اور خود کل ہونا بھی محتمل غالب ہے
اسی واسطے شیخ نے ذکر کیا کہ شیخ ابو حفص رحمہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو دوام اوقات مین متہم نہ رکھا اور جملہ احوال مین اسکی مخالفت نہ کی اور جو بات
اسکو ناگوار ہے اسکی طرف نہ کھینچا اور ہمیشہ اس سے تقاضا نہ کام نہ لیا تو وہ اپنے نفس کی طرف سے دھوکہ مین پڑا مترجم کہتا ہے کہ جب نفس بدی کا حکم کرتا ہے تو جب
کبھی جس حال مین ہو کسی بات کی خواہش کرے اگرچہ بظاہر وہ عبادت معلوم ہوتی ضرور ہے کہ کوئی نفس پر اعتماد نہ کرے تاکہ تہمت رکھے کہ ضرور اس نے اپنی کسی
بدی کی خواہش کی ہے کیونکہ وہ تو بدی پر حکم کرتا رہتا ہے پس اس کام کو کتاب الٰہی و سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق کرے اور جو

علاوہ فقہ و مسائل ہین وہان سے ڈھونڈھے اگر طاعت ہونا معلوم ہوجاوے تو پھر اپنی نیت و حالت پر نظر کرے کہ خلوص ہے یا ریا وغیرہ جو قبائح کہ فعل و نیت سے
متعلق ہین سب پر نظر ڈالے پھر اگر نیت بھی صادق ہو تو انجام کے خدشات و مآل کار پر نظر کرے کیونکہ بہت سے کام ایسے ہین کہ بعض شخص کی نسبت ان کا
انجام خراب ہوتا ہے پس جب انجام بھی نیک نظر آوے تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور جان لیوے کہ یہ نفس کا فریب ہے پس اس سے مخالفت کرے پھر
مخالفت کے بعد جو فعل برخلاف ہے اور نفس کو ناگوار ہے اسپر آمادہ ہووے اور وہ کام اس سے لیوے تاکہ پورا ثواب حاصل ہوجاوے پھر شیخ ابو حفص رح نے
اپنا قول یون فرمایا کہ اور جس کسی نے نفس کے کامون مین سے کسی کام مین یا اسکے احکام مین سے کسی حکم کو اچھی نگاہ سے دیکھا تو اس نے اپنی جان کو
ہلاک و تباہ کر دیا بھلا کسی عاقل کو روا ہے کہ اپنے نفس کی خواہش پر راضی ہو حالانکہ کریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق
بن ابراہیم تو فرماتے ہین کہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء اور یہ عاقل کون ہے کہ اسکا نفس ایسا ہو گیا کہ اسکو بھلائی کی راہ بتلاتا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ
اسکا فریب بہت باریک ہے وہ تجکو طاعت پر آمادہ کریگا اور اسمین سیر سے بیے بدی چھپی ہوئی رکھدیگا۔ قال المترجم یہ مسئلہ علماے باطن کے نزدیک نہایت
دشوار ہے یعنی بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر نفس طاعت و عبادت و نیک کام پر آمادہ کرتا ہے حالانکہ اسمین برائی پوشیدہ ہوتی ہے کیونکہ مدار کام کا نیت پر ہے
اور نیت وہ صحیح ہے جو کہ خالص ہو اور خلوص کا پہچاننا پھر نفس کی طرف سے ہوگا اور عقل ہنوز مغشوش ہے تو قریب ہے نفس اسکو خلوص کا دھوکا دیگا حالانکہ
عقل صرف مین ایک بڑا میل خود پسندی وغیرہ کا شامل نظر آتا ہے اسیواسطے اہل قلوب کی خدمت و صحبت مثل اکسیر کے عزیز سمجھی گئی ہے فافہم واللہ
تعالے اعلم بالصواب۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نفس کو پیدا کیا اور طبیعت اسکی جہل رکھی ہے اور ہوی کو اسکے واسطے سب چیزون
سے زیادہ قریب کر دیا ہے اور ہوی یعنی خواہش کو ایک ایسا دروازہ کر دیا ہے کہ جو مخلوق اس مین داخل ہوگی ہلاک و تباہ ہوجاتا ہے۔ اور سہل رح نے کہا کہ
نفس امارہ وہی شہوت ہے اور نفس مطمئنہ وہ نفس معرفت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفس کی دو قسم ہین ایک امارہ اور دوم مطمئنہ و لیکن یہ
ایک تحقیق پر مبنی ہے اور کلام الٰہی مین بھی ان دونون کا ذکر ہے اور فرق شاید مثل انسان شقی و سعید کے ہے واللہ تعالے اعلم اور زیادہ تفصیل احیاء الغزالی رح سے
تلاش کرنا چاہیے شیخ ابو حفص رح نے فرمایا کہ نفس تو بالکل تاریکی ہے اور اسکا چراغ سر باطن ہے اور اس چراغ کا نور توفیق الٰہی ہے پس جس شخص کے ساتھ
توفیق یار نہو تو وہ بالکل تاریکی مین رہیگا کہ بالکل تاریک ہوگا۔ قال المترجم کہ تاریکی مثال قرآن مجید مین اندھیرے سے صریح ہے سہل رح نے فرمایا کہ
قولہ لامارة بالسوء یہ موضع طبع ہے اور قولہ الا ما رحم ربی یہ مقام عصمت ہے۔ مترجم کہتا ہے شاید مراد یہ ہے کہ نفس جب کہ بمقتضاے طبیعت ہو تو بدی کا کثرت سے
حکم کرتی ہے اور جب وہ معصوم بعصمت الٰہیہ ہو خواہ اسکو ہدایت ربانیہ سے تعبیر کیا جاوے تو وہ مطمئنہ ہے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ نفس سراپا ظلمت
ہے اور چراغ اسکا سر باطن ہے تو جسکے پاس سر پاکیزہ نہو وہ ہمیشہ تاریکی مین ہے۔ قال المترجم لفظ سر ایک اصطلاح خاص ہے جیسے عشق اور معنے اسکے سواے عارف
کے کوئی نہین سمجھ سکتا ہے اور ایسا ہی وقات قلب القلب وغیرہ الفاظ بولتے ہین اور یہ سب الفاظ اسرار ہین سے ۵ بس قصہ سیمرغ و قصہ ہدہد۔ کسے رسد کہ شناسا
منطق الطیر است۔ ورنہ ہم لوگون کو اہل الحق کے کلام سے سواے قصص و امثال کے کوئی حصہ حاصل نہین ہے اور ظاہر اسکا سواے اسکے نہین کہ توفیق الٰہی
تاریکی نفس سے بچکر چراغ ہدایت اس مناہی سے شاہراہ اتباع و ادب کی طرف واصل فرماوے تو ہر مقام پر اسکا مقصود مشاہدہ ہوجاوے واللہ تعالیٰ
ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ شیخ استاد رح نے فرمایا کہ قولہ ما ابرئ نفسی اس اعتذار کا بیان ہے جو امر الٰہی مین قصور واقع ہوا اور پوری طاعت خدمت
نہین ہوسکی پس اس عذر سے غفران الٰہی کے مستحق ہوئے اسی واسطے قولہ ان ربی غفور رحیم پر تمام کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شان عظمت و کبریائی کے لائق
عبادت اہل تحقیق کے نزدیک ناممکن ہے اور نص اسپر قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ما عبدناک حق عبادتک الحدیث ہے اور وجہ اسکی یہ بیان کرتے ہین کہ عبادت
لائق معبود کے اسوقت ہوسکتی ہے کہ معبود کی عظمت سے کامل آگاہی ہو اور اسکے لائق سامان بہم پہونچے تو ظاہر ہے کہ حقیقت صفات الٰہیہ تعالی اللہ علوا کبیرا

کسی بشر یا کسی مخلوق سے ممکن نہین تو ذات کا کیا ذکر ہو پھر اگر قدیم ہونا معلوم کیا تو حادث سے لائق قدیم کے کیا چیز میسر ہو سکتی ہو اسی واسطے حمد الٰہی وہی ہے جو خود اپنی حمد فرمائی ہو و قال صلے اللہ علیہ وسلم انت کما اثنیت علی نفسک الحدیث پس جہان سید الرسل و خیر الخلائق یہ فرما دے وہان کسی مخلوق کی کیا مجال ہو کہ زبان ہلا وے تو تقصیر عبادت ہر فرد بشر سے ضروری متحقق ہو۔ واضح ہو کہ آیات کے مقاطع بمناسبات حکمت ہین اور کوئی ہم انکے اسرار سے واقف نہین ہو سکتا مگر جسکو حکمت ربانی سے فیض ملا ہو۔ القصہ جب بادشاہ کو طہارت و کمالات یوسفی ظاہر ہوئے تو اس نے طمع کی کہ ایسے ستودہ صفات آدمی سے بالمشافہہ مکالمہ سے فیضیاب ہو لہذا اُس نے حکم بھیجا کما قال تعالےٰ عز و جل۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

اور کہنے لگا بادشاہ کہ اسکو میرے پاس لے آؤ مین اسکو خاص اپنے واسطے کر لونگا پھر جب اس سے باتین کین تو بادشاہ بولا کہ آج کے روز تو ہمارے نزدیک معزز و قدم د

أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي

امانت دار ہو یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر مین بیشک حفاظت کرنے والا ہوشیار ہون اور یون ہی ہم نے یوسف کو مضبوط قدم کر دیا

الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ

زمین مین کہ اسمین جگہ لیتا جہان اسکا جی چاہتا ہم اپنی رحمت پہونچا دیتے ہین جسکو چاہتے ہین اور جو نیک کام کرنے ہین انکا ثواب ضائع نہین کرتے ہین اور بیشک

الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

آخرت کا ثواب بہت اچھا ہے اُن آدمیون کے واسطے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری پر قائم رہے ہین

وَقَالَ الْمَلِكُ اور بادشاہ نے کہا۔ بعضے کہتے ہین کہ مراد وزیر یعنی عزیز ہے جسکو چھوٹا بادشاہ کہتے تھے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ نہین کیونکہ یوسف تو اسکے واسطے پہلے سے خالص تھے اور وہ انکو خراج مصر پر مقرر نہین کر سکتا تھا اور نہ اُسنے خواب دیکھا تھا اور پھر اعادہ لفظ ملک کا فقط اسوجہ سے ہوا کہ درمیانی زلیخا وغیرہ کے کلمات آگئے ہین پس صحیح یہ ہو کہ فرعون مصر جو سب پر بادشاہ تھا جسکا نام ریان بن الولید بیان ہوا ہو اُس نے کہا ائْتُونِي بِهِ اسکو قید خانہ سے میرے پاس لاؤ۔ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي مین اسکو اپنے واسطے خالص کرونگا یعنی ایسے عمدہ شخص کو وزیر عزیز وغیرہ کسی کی شرکت مین نہ رکھونگا بلکہ خالص اپنے واسطے کر لونگا پھر اُس پر کسی کو دست درازی کا اختیار نہ ہوگا مسئلہ بادشاہ اسلام کو اختیار نہین ہو کہ رعایا مین سے کسی کے غلام مملوک کو اپنے واسطے مخصوص کرے اور یہ اس بادشاہ کا واقعہ بیان فرما دیا اور در حقیقت حضرت یوسف علیہ السلام عزیز کے مملوک نہ تھے یا ہون تو اختصاص کے طور پر لینا بھی انکا دستور ہوگا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قصہ مین ہو کہ فارس سے نکلکر شام مین نصرانی ہوئے پھر ایک راہب نے انکو مدینہ طیبہ کی راہ بتلائی کہ وہان پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا پس مدینہ کو آئے اور بعد ظہور آفتاب نبوت کے راہب نے جو نشانات بتلائے تھے انکی آزمائش کر کے مسلمان ہوئے اور جلیل القدر صحابہ مین شمار ہین رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین اور اس درمیان مین دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور حضرت استاد شیخ محقق نے مجھے جواب دیا کہ وہ زمانہ فترت تھا اور یہود پر جہاد بھی نہین ہوا تھا پس زمانہ فترت کا برتاؤ اسیطرح جائز ہوتا ہو جیسے جورو اور مرد کا زمانہ کفر کا نکاح بعد اسلام کے برقرار رکھا جاتا ہو پس قبضہ مالکانہ جائز رکھا گیا حتی کہ مالک کو عوض دیکر حضرت سلمان رضہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس نظیر پر ممکن ہو کہ عزیز مصر کا خرید و قبضہ روا ہو اور انکے دستور کے موافق بادشاہ نے کہا کہ اسکو لاؤ مین اسکو اپنے واسطے خالص کرونگا اور احتمال ہو کہ اسکو اپنا خاص مقرب لوگون مین سے بناؤنگا پھر ابن جریر وغیرہ مین لایا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ ایلچی قید خانہ مین حضرت یوسف کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپکو بادشاہ نے طلب کیا ہو آپ قید خانہ کا لباس اُتارین اور یہ لباس پہنین۔ آپ نے قبول کیا اور غسل کر کے لباس فاخرہ پہنکر

ع ۸

خوشبو سے آراستہ ہوکر چلنے کا قصد کیا اور قید خانہ والون کو وداع فرمایا۔ قید خانہ والے سب کریمانہ اخلاق کے مطیع تھے دعائین دینے لگے اور آپ نے
بھی اُنکے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار انپر نیکون کے دل مہربان کر اور قید خانہ سے نکلکر دروازہ پر لکھا کہ یہ مکان امتحان خانہ ہے زندون کا مقبرہ
ہے غم و الم کی کوٹھری ہے دوستون کے تجربہ کا اور دشمنون کے مضحکہ کا مقام ہے۔ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا کہ دعا کرو اسطرح
کہ اللھم اجعل لی من عندک فرجا و مخرجا وارزقنی من حیث لا احتسب۔ اے پروردگار اپنے پاس سے میرے لیے کشایش و رہائی دیدے اور ایسی
جگہ سے مجھے رزق دے جہان میرا خیال بھی نہین ہے۔ تو اللہ تعالے نے قبول فرما کر اسطرح انکو رہائی و منزلت عطا فرمائی۔ وہان سے روانہ ہوکر بادشاہ
کے دربار مین آئے۔ روایت ہے کہ یہ دعا پڑھی۔ اللھم انی اسالک بخیرک من خیرہ واعوذ بعزتک وقدرتک من شرہ۔ اے رب میرے مین تیری بھلائی کو
چاہتا ہون اُس شخص کے پاس سے اور تیری عزت و قدرت کے ساتھ پناہ ڈھونڈھتا ہون اُس کے شر سے۔ پھر عربی و عبرانی زبانون مین اسکو
سلام کیا حالانکہ بادشاہ سواے ان دونون زبانون کے ستر زبان بولتا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اسکو ہر زبان مین جواب دیا۔ روایت ہے کہ اپنے
سامنے بہت مہربانی سے بٹھلایا اور دیکھا کہ ایک تیس برس کا نوجوان ہے تو تعجب سے کہا کہ بڑے بڑے ساحر و کاہن میرے خواب کی تعبیر مین عاجز
ہین اور یہ لڑکا جانتا ہے حضرت یوسف کو خاندان عزت و شرف و فضل و سعادت سے دیکھکر تعظیم و تکریم کی اور چاہا کہ اپنے خواب کی تعبیر بالمشافہ سُنے
چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بہت اچھے طریقہ سے واضح مکمل تعبیر بیان کی فَلَمَّا كَلَّمَهُ پس جب اُس سے کلام کیا یعنی یوسف علیہ السلام نے بادشاہ
سے یا بادشاہ نے حضرت یوسف سے گفتگو کی اور صدق و راست گفتاری و عقل و دانائی ظاہر ہوئی قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ
بادشاہ بولا کہ آج کے روز سے تو ہمارے نزدیک مکین و امین ہے یعنی قرب منزلت والا اور امانت دار ہے۔ یہ جملہ حالت و قرائن سے اسکو ظاہر
ہوا جب کہ زلیخا و زنان مصر کے معاملہ مین اسکو نہایت احتیاط سے راستی ظاہر ہو چکی تھی اور خود اس نے اچھی فراست سے دریافت کر لیا پس
تاج مکلل بجواہر پہنایا اور گھوڑا اپنے خاصہ گھوڑون مین سے پورے ساز سے آراستہ دیا اور ایک تخت دراز جڑاؤ بیٹھنے کے لیے مہیا کر دیا۔ روایت ہے
کہ تعبیر خواب سنکر تدبیر پوچھی کہ پھر کیا انتظام کرنا چاہیے تو آپ نے راے دی کہ ان سات برس مین نہایت کثرت سے زراعت کرکے بہت بڑے بڑے
مکانات و کھتے تیار کرا کے بھر دینا چاہیے تاکہ ایام قحط مین بہت کار آمد ہون خصوص اسطرح کہ پردیس سے لوگ خریدنے آوین تو ہم اُن کے ہاتھ
فروخت کرین پس خزانہ معمور ہو جائیگا تو بادشاہ نے کہا کہ راے بہت اچھی ہے لیکن اس کام کا متکفل کون شخص ہوگا تو قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ
الْاَرْضِ یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر یعنی ملک مصر کی ساری پیداوار پر جو بادشاہ کی طرف سے ہوگی مجھے اسکی پرداخت
و حساب کتاب پر مقرر کر دے۔ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ مین بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہون یعنی ہر ایک خزانہ کی حفاظت اور حساب
کتاب اور جسطرح پر خرچ ہونا چاہیے اس مین مجھے اچھی مہارت ہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ شیبہ بن نعامہ نے کہا کہ جو کچھ تو مجھے ودیعت کریگا
مین اس کی خوب حفاظت کرونگا اور ایام قحط کا علم مجھے خوب ہے کذا رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ اور کہا کہ خزائن سے مراد وہی اناج کے انبار ہین جو ایام
قحط کے لیے جمع کیے گئے جو اہرام مصر کے نام سے مشہور تھے پس حفاظت و علم سے انکو خرچ کرنے کا اقرار کیا۔ وفی المعالم وغیرہ خزائن سے خراج مصر مراد
ہے بہرحال ارض سے فقط اکناف مصر مقصود ہے اور ابن عباس رض نے روایت کی کہ اگر حضرت یوسف خود امارت کا سوال نہ کرتے تو اسی وقت
بادشاہ انکو مقرر کر دیتا ولیکن درخواست پر ایک سال تاخیر کے بعد مقرر کیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ عجائب قدرت الٰہیہ مین سے ہے دیکھو کہ قید خانہ سے
نکلنے مین ڈھیل ڈالی تو نہایت عمدہ طریقہ سے اصرار کے ساتھ بلوایا اور جب اس درخواست مین جلدی کی تو اللہ تعالے نے خواہش پوری ہونے مین ایک سال
تاخیر کی اور کہا کہ یہ مین ارشاد ہے کہ انسان کو بالکلیہ امور اللہ تعالے پر تفویض کرنا نہایت بہتر ہے اور امام رازی رح نے تحت قولہ فلبث فی السجن بضع سنین ذکر کیا

کہ مجھے ابتدائے عمر سے آخر تک جو تجربہ ہوا یہ ہے کہ جب آدمی نے کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسرے پر اعتماد کیا تو بھی اسکی محنت وبال کا سبب ہوجاتا ہے اور کچھ نہ کچھ نقصان پہونچتا ہے اور جب اُس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا اور کسی مخلوق سے رجوع نہ کیا تو نہایت عمدہ طریقہ سے اسکی مراد حاصل ہوجاتی ہے اور یہ تجربہ مجھکو ابتدائے عمر سے اسوقت تک کہ قریب ستاؤن برس کے میری عمر ہے برابر ہوتا رہا یہاں تک کہ اب میرا دل مضبوط جم گیا کہ آدمی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے کسی چیز پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ریان بن الولید بادشاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کی وزارت پر مقرر کیا بجائے عزیز مصر کے جس نے انکو خریدا تھا یعنی عزیز کو معزول کیا اور بادشاہ حضرت یوسف کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا یہی مجاہد کا قول ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت یوسفؑ نے درخواست کی کہ اجعلنی علی خزائن الارض تو بادشاہ نے قبول کیا اور کہا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا پس روایت کرتے ہیں کہ اطفیر کے بجائے مقرر کیا اور اطفیر کو معزول کیا۔ وکذالک مکنّا اور یوں ہی ہم نے منزلت دی یا مضبوط قائم کیا۔ لیوسف یوسف کو فی الارض زمین مصر میں یتبوأ منہا حیث یشاء جگہ لیتے تھے اس میں جہاں چاہتے تھے یعنی بعد ضیق قید خانہ و محنت و تکلیف کے اسقدر فراخی و وسعت دیدی۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ تصرف کرتے تھے اس میں جس طرح چاہتے تھے یسراجؒ میں لایا کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ جب روز درخواست سے ایک سال ختم ہوا تو بادشاہ نے بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مہر انکی انگلی میں پہنائی اور تلوار بندھوائی اور تخت پر بٹھلا کر تمام کام تفویض کر دیے لیکن حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تخت سے میں آپ کی سلطنت کو استحکام دونگا اور مہر سے تدبیر و انتظام سلطنت رکھونگا اور رہا تاج تو یہ میرے باپ دادا کا لباس نہیں ہے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام سلطنت میں ڈھنڈورا کر دیا گیا کہ حضرت یوسف نائب السلطنۃ ہیں اور انکو دربار عام میں بٹھانے کا حکم دیا پس چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلے اور بادشاہوں نے انکی تعظیم کے لیے گردنیں جھکائیں اور بادشاہ اپنی محلسرا میں داخل ہوگیا تمام کام حضرت یوسفؑ کے حوالہ کر دیا۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ جیسے بیان کیا گیا ہے کہ اطفیر انہیں راتوں میں مر گیا (بعض نے دن روز بیان کیے ہیں) مگر کیا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ فضیل بن عیاض نے لکھا کہ عزیز کی جورو یعنی زلیخا ایک روز حضرت یوسفؑ کے راستہ پر کھڑی ہوئی جب آپکی سواری اِدھر سے گذری تو اُسنے آواز دی کہ سب تعریف ایک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو ہے جسنے غلاموں کو بسبب طاعت کے بادشاہ کر دیا اور بادشاہوں کو بوجہ معصیت کے غلام بنا دیا۔ اور معالم و سراج میں لایا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ ابن زیدؒ نے بیان فرمایا کہ یوسفؑ کی ذات سے مصر میں عدل قائم ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بادشاہ و بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور آپ نے قحط کے سات برسوں میں سے پہلے برس تو اناج بعوض روپیہ و اشرفی کے اہل مصر کے ہاتھ بیچا پھر دوسرے سال بعوض موتی و جواہرات کے پھر تیسرے سال بعوض جانور چوپاؤں کے پھر چوتھے سال بعوض لونڈی غلاموں کے پھر پانچویں سال بعوض زمین و گھر بار کے پھر چھٹے سال بعوض انکی اولاد کے پھر ساتویں سال انکی جانوں کے عوض بیچا یہانتک کہ ملک مصر میں کوئی مرد و عورت آزاد نہ رہے سب کے سب غلام ہوگئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایسا زمانہ نہیں دیکھا جیسا کہ اس بادشاہ کے زمانہ میں ہے کہ تمام لوگ اسکے لونڈی غلام ہیں یہ نہایت دبدبہ و انتظام کی سلطنت ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو حکم دیا کہ منادی کر دی جاوے کہ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد ہو اور ہر ایک کے مال و اسباب انکو پھیر دیے اور کسی کے ہاتھ ایک اونٹ بھر سے زیادہ طعام نہ بیچتے تھے تاکہ باقیوں پر تنگی نہ ہو جاوے یہ خلاصہ روایات معالم و کشاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ہماری شریعت میں کوئی شخص اپنی اولاد یا اپنی ذات کو فروخت نہیں کر سکتا اور مرد آزاد یا عورت آزادہ کی بیع بالکل باطل ہے اور مجھے کوئی دلیل ایسی نہ ملی جس سے معلوم ہو کہ اگلی امتوں میں یہ جائز تھا ہاں بس تورات میں البتہ بیع مذکور ہے اور شاید کہ اس سے غرض صرف یہ ہو کہ تمام رعایا اپنے بادشاہ کے حکم کی مثل لونڈی غلام کے فرمانبردار ہو جاویں اور تمام خزانہ بادشاہی اسطرح معمور ہو جاوے کہ نہایت حسن تدبیر سے انھیں بندگان خدا کے آرام و آسائش میں صرف کیا جاوے اور جو لوگ کہ بہ سالت سے

شان یوسف علیہ السلام میں ملوکیت کا عیب لگاتے تھے اُن کی زبانیں بند ہوجاویں کہ آنحضرت علیہ السلام زبردستی بیچے گئے اور یہ لوگ اپنی ذاتی
رضامندی سے فروخت ہوئے پھر اُنپر ایک احسان یہ رہا کہ خود اُنکو آزاد کردیا اور دوسرا احسان یہ ہوا کہ انکی اولاد مال و متاع واپس کردیے اور
یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اسراف و فضول خرچی نہ کرنے پاویں بلکہ نہایت کفایت سے خرچ اٹھاویں خصوصاً جبکہ اولادی چیز انکو فروخت کرنی پڑیگی
اور یہ نہایت عمدہ سلطنت کی تدبیر تھی پس درحقیقت اس سے بیع ہونا یا اسکا جواز نہیں نکلتا ہو حالانکہ احکام کے استدلال کے لیے نص قطعی ہونی چاہیے
اور ایسی روایات اہل قصص کی ہیں جنکا یہ مرتبہ نہیں ہے کہ انسے احکام میں استدلال کیا جاوے جیسے تاریخی حالات و روایات ہوا کرتی ہیں
اسی قدر انکا مرتبہ ہے اسی واسطے امام رازی رحمہ نے اس قصہ میں جابجا تنبیہ کردی کہ سوائے نصوص قرآنی یا احادیث صحیحہ کے باقی روایات
اس قصہ کی کچھ قطعی نہیں معلوم ہیں اور نہ ہمارا مطلب انپر موقوف ہی بلکہ ہم ان روایتوں کے بعد یہی کہتے ہیں کہ ایسا قصہ بیان کیا گیا ہے اور
حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف کا زمانہ اسلام یا ہمارے زمانہ سے بہت دراز ہزار دن برس
گذرے تو تحقیقی روایات کا جو طریقہ مقرر ہے کہ بیان کرنے والا انسان بتاوے کہ اس نے کس شخص کی زبان سے سنا ہو اور پھر اُس نے کس سے سنا تھا
یہان تک یہ سلسلہ ایک ایسے شخص پر ختم ہو جس نے یہ بیان کیا کہ میں نے بچشم خود دیکھا اور پھر چونکہ اس سلسلہ میں راوی ہوں سب کے حال سے
ہم واقف ہوں کہ ان میں یہ لوگ اپنے زمانہ میں ثقہ متقی تھے جیسے مثلاً امام محمد ابو حنیفہ نے ابن شہاب زہری سے اُنہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہ سے روایت کی تو
یہ سب لوگ معروف ثقہ ہیں یا ایسی کوئی کتاب ہو جس کی نسبت ہر صدی والے لاکھوں آدمی یہ بیان کریں کہ ہمارے وقت میں اسی طرح تھی
جیسی اب ہے وہ ہاتھوں ہاتھ برابر چلی آئی ہو پس یہان تو ان میں سے کوئی بات نہیں ہے پھر سوائے ایک زبانی قصہ کے جیسے رستم و اسفندیار کی
لڑائی کے اور کچھ تحقیق نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یہی حال اس زمانہ میں تاریخوں کا ہے پس جب کوئی فرقہ تاریخوں پر اعتماد کرکے خلاف شریعت احکام نکالتا
ہے تو اپنی جہالت سے وہ تحقیقی روایات اور روائی قصہ میں فرق نہیں کرتا پس گمراہ ہوکر دوسروں کو بہکاتا ہے نعوذ باللہ من الجہل والضلال یہان
انسان کے بیع کا مسئلہ صاف صاف بیان کر دیا جاوے تاکہ کوئی دھوکا نہ کھاوے واضح ہو کہ اصلی پیدائش میں آدمی سب آزاد تھے اور سب
اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق جانتے تھے اور یہ سب اسکے بندے تھے اور بندہ و غلام ایک معنی میں ہیں اسی واسطے حدیث میں منع آیا ہے کہ کوئی اپنی مملوک کو
غلام یا لونڈی نہ کہے تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لونڈی غلام ہو بلکہ چھوکرا چھوکری کہو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک زمانہ کے بعد لوگوں
نے بت پرستی اختیار کی اور یہان تک اس کا زور ہوا کہ آج کے زمانہ میں لوگ خود مشاہدہ کرتے ہیں تو جب بتوں کی پرستش کرنے لگے تو ان کو معبود
بنایا اور خود عبد یعنی بندے بنگئے اور یہ نہایت ناپاک ذلیل پن اختیار کیا کہ آدمی جو سب سے معزز و مکرم تھا اس نے اپنے آپ کو خوار یہان تک
بنایا کہ پتھر وغیرہ کی ایک صورت کا غلام و لونڈی بنگیا اور پتھر وغیرہ جو چیزیں انسان کے آرام دینے کے کام کی تھیں انکو اپنا معبود بنالیا۔ جب
انہوں نے خود اپنا یہ حال کیا اور خالق جل شانہ سے منہ موڑا اور شرک و کفر میں غوطے کھائے اور روئے زمین پر شرک و کفر و فساد پھیلایا تو حق تعالیٰ
نے انبیاء و رسول بھیجے اور ان کو ہر طرح سمجھایا ہدایت و آیات دین دیں ہر طرح فہمائش کی یہان تک کہ حکم دیا کہ جو کوئی ان میں سے پھر سیدھی راہ پر
آجاوے تو اس کو اُسی اعزاز و اکرام سے اپنا بھائی بناؤ اور وہ مثل تمہارے معزز و مکرم ہے۔ باوجود اس انعام و فضل کے تھوڑے نکلے جو راہ پر آئے
اور ہزاروں لاکھوں وہی ظلم پر دلی و درختوں و دریاؤں و چاند سورج و آگ وغیرہ و بتوں و دیوتوں کے بندے بنے رہے آخر انبیاء کو ان پر جہاد کا
حکم دیا اور پھر بھی یہ کہ فتح کے بعد جو کوئی راہ راست پر آجاوے اسکو اپنا بھائی بنا کر رکھو۔ اور جو کوئی تمہارے قبضہ میں آکر پھر بھی اللہ تعالیٰ کو
معبود نہ مانتا اور وہی اپنے ہاتھ سے تراشے پتھر کا بندہ بنا رہنے پر اصرار کرے اسکو قتل کردو کیونکہ فساد پھیلانا اچھا نہیں ہے اس کے دیکھا دیکھی لاکھوں

گمراہ ہوجاوینگے چنانچہ حضرت موسیٰ و حضرت یوشع و سلیمان وغیرہ علیہم السلام پر یہی حکم رہا پھر حضرت سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت
مین ایک رحمت خاص یہ فرمائی کہ جو نہ مانے بعد فتح کے اسکو قتل مت کرو یعنی گویا خاص رحمت سے وعدہ فرمایا کہ ہم یا تو اسکو کسی وقت ہدایت
دیدینگے یا اسکی شرارت کو قوت نہ دینگے اور شیطان اسکی معاونت سے کچھ قابو نہ پاویگا۔ ولیکن یہ حکم برابر رہا کہ اگر صلح و فہمائش سے راہ راست پر نہ آوے
تو لڑائی سے اسکو تابع کرو اور اپنا مملوک بناؤ کیونکہ جب وہ بذات خود اپنی خوشی سے پتھر و کنکر و آگ و سورج کا بندہ بنگیا تھا تو اب تمہارا زیردست
مملوک رہنا اس سے بہت بہتر ہے کیونکہ اول تو تم معزز و مکرم آدمی ہو اور اُسکا معبود دانا ہوا پتھر وغیرہ ہے دوم اس حقیر چیز کا تو یہ شخص بندہ بنگیا تھا
اور تم تو اس سے فقط یہ چاہتے ہو کہ تمہاری فرمانبرداری کرے اور تم خود نہایت بیزار ہوجاؤ اگر تم کو وہ خدا بناوے کیونکہ تم خوب یقین جانتے ہو کہ
خالق عزوجل وحدہ لاشریک سب کا معبود و پیدا کرنے والا خدا ہے اور سوم یہ شخص اس حقیر چیز معبود کے واسطے اپنا مال و متاع نذر چڑھاتا اور
شیاطین کو کھلاتا اور بیرحمی سے بکروں و بھیڑوں جانوروں کی گردنیں مارتا اور ناچ کود و شور و فساد پھیلاتا اور ناحق مال ضائع کرتا لوگوں کے
اخلاق و عادات بگاڑتا تھا اور اب تمہارے پیشہ صنعت کرکے جو مال و متاع لاویگا اس سے تم کھاؤگے اور بیفکری سے اللہ تعالے کی طاعت و عبادت
کروگے لوگوں مین علم و تعلیم پھیلاؤگے اور بیکسوں محتاجوں مفلسوں کی خبرگیری کروگے لوگوں مین عدل و انصاف کی راہ جاری کروگے تو ضرور ہوا کہ
وہ تمہارا زیردست کردیا جاوے جسمین تمہارے حق مین اسقدر فائدے ہین اور خود اُسکے حق مین بھی نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اول تو تمہارے اخلاق
و عادات دیکھکر وہ علم و حکمت سے شائستہ ہوگا۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جو شخص اپنی باندی کو دین کا علم و ادب سکھلا کر بعد ایمان کے آزاد کرکے پھر اسکی
خوشی کیساتھ اُس سے نکاح کرے تو اسکو دونا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرماویگا۔ اور دوم یہ کہ جو کمالاویگا یا تمہارے پاس ہوگا پھر اُسکا کھانا فرض ہے۔
حدیث صحیح مین ہے کہ جن لوگون کو اللہ تعالے نے تمہارے زیردست کردیا ہے وہ تمہارے بھائی ہین تو جو تم کھاؤ اس مین سے اسکو بھی کھلاؤ۔ چنانچہ بہت
متقدمین اپنے برابر ساتھ کھلاتے و پہناتے اور سوار کرلیتے تھے۔ اور سوم یہ کہ جو لاویگا اس مین سے تمہارے برابر یا اچھا کپڑا پہننے مین یہ مال خرچ کیا جاویگا
یہ حکم حدیث صحیح مین مذکور اور متقدمین کا اسپر عمل رہا ہے تو یہ نہوگا کہ ناحق اپنے بت یا دیوتا یا پیر یا کالی کے خوف کے مارے اس مال کو ضائع کرکے چلا آوے
اور خود تکلیف مین پڑا رہے اور علاوہ یہ کہ اسکے اموال کے منافع سے غریبوں کی دستگیری و نیکوں کی تعلیم مین خرچ سے ثواب مین اسکا حصہ ہوگا۔ چہارم
ان گناہوں سے بچیگا جو اسکی خود مختاری سے لوگوں مین فساد پھیلانے سے پیدا ہوتے تھے۔ ان سب سے بڑھکر پانچواں نفع یہ ہے کہ اسکا دل جو نہایت
تاریکی و پتھروں سے بدتر خواری مین پڑا تھا اب رفتہ رفتہ خالق جل شانہ کی پاک عظمت سے بھریگا اور اس کبریائی کے آثار سے وہ اپنے نفس کو ایسا
ذلیل و خوار نہین کریگا۔ جب یہ بات معلوم ہوچکی تو اب ہم کہتے ہین کہ جب وہ ایمان لایا اور راہ راست پر چلگیا تو لائق یہی ہے کہ اسکا آقا اسکو آزاد کردے اور
کچھ مال و متاع اسکو دیدے کہ وہ تجارت کرکے اوقات بسر کرے جیسا کہ قرآن پاک مین حکم ہے کہ اس شرط سے کہ تم انمین نیکی کے ڈھنگ پاؤ دیکھ لو ولیکن کثرت
سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ پھر انھین خیالات باطلہ کی طرف پھر جاتا ہے یا آقا کو اپنی ضرورت کی لحاظ سے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ جس طور پر ہے وہ ایک گھر کے کنبہ
والوں مین سے شمار کیا جاتا ہے کوئی اسکو تکلیف نہین دیجاتی ہے چنانچہ صحیح حدیث مین حکم ہے کہ مملوک کو ایسا کام کرنے کا حکم مت دو جسمین وہ تھکین ہو ورنہ تم خود
اُسکے ساتھ شرکت کرکے بوجھ بٹاؤ پس اسوجہ سے کبھی آزاد نہین ہوتا اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکا چال چلن ٹھیک نہین ہے تو آزاد نہین کیا جاتا ہے۔ تو یہ ان کا
حال ہے جو مسلمان ہوگئے اور جو کافر رہا انکے ساتھ کبھی سب مرتا ذلیل کا رہیگا سوائے اس بات کے کہ کافر چھوکری سے جبکہ وہ یہود یا نصرانیہ نہووے
نکاح نہین ہوسکتا ہے پس کافر مملوک سے جو اولاد ہوئی وہ بھی مملوک رہی لیکن حرام ہے کہ انکا اللہ غیر بچہ کبھی فروخت کرکے جدا کیا جاوے اب یہان مسئلہ کی
تفصیل اس طرح ہوئی کہ مملوک چھوکرا یا چھوکری دو قسم کے ہین ایک جو مشرک باقی رہین۔ دوم وہ جو مسلمان ہوجاوین یا مشرک مین پھر دو قسم ہین ایک

وہ جو یہودی یا نصرانی ہوں یعنی کسی آسمانی کتاب کا اقرار کریں تو ایسی چھوکری اپنے آقا کی مملوک ہے اور بدون نکاح کے آقا اسکو اپنی بیوی بنا سکتا ہے
اور جو اولاد اُس سے پیدا ہو وہ مملوک نہوگی بلکہ باپ کی طرح آزاد ہوگی لیکن باپ کے مرتے ہی اسکی ماں آزاد ہو جائیگی وہ کبھی اپنی ماں کا مالک
نہیں ہوسکتا ہے۔ اسیطرح جو چھوکری مسلمان ہوگئی ہو اس کا حکم بھی اسی طرح پر ہے۔ قسم دوم مشرک مملوک جو کتابی نہو بلکہ بت پرست یا آتش پرست
وغیرہ ہو تو آقا کو حلال نہیں کہ اسکو جورو بناوے بلکہ کسی مشرک چھوکرے سے اُس کا نکاح کر دے لیکن اگر اُس سے خدمت لے تو خود کھانا کپڑا ضرور دیا
دیوے اور اگر خدمت کرے تو چھوکرے کا آقا دیگا اور اگر کسی آزاد سے نکاح کر دیا ہے تو آزاد دیویگا۔ پھر جو اولاد پیدا ہو وہ چھوکری کے آقا کی مملوک
ہوگی یہی کھانا کپڑا اٹھاوے پھر اگرچہ مؤنث اولاد بھی مسلمان ہو جاوے تو آقا کو روا ہوگا کہ اسکو بی بی بناوے۔ اب رہے وہ لوگ جن کا ملک
بعد لڑائی کے فتح کیا مگر انکو رعیت کی طور پر بسایا تو وے آزاد رہے انکی جان و مال آزاد ہیں پہلے نہیں ہو سکتا کہ انکو کسی زمانہ کے بعد مملوک بناوے
اور انکی اولاد آزاد ہے انکا بیچنا و مول لینا جائز نہیں ہے اسی واسطے ہندوستان میں جو لوگ ایسی چھوکریاں خریدتے تھے جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ
فلاں شخص کی اولاد میں تو یہ بیع باطل ہے اور بعضے علما کو شبہہ ہوا کہ جائز ہے اس وجہ سے کہ ہندوستان بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور صلح سے نہیں فتح ہوا ہے
اور اسی فتوی پر ایک مدت تک عمل رہا پھر آخر میں شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ناجائز ہونا شرع سے ثابت کیا۔ اس صورت میں جن لوگون
کی اولاد پہلے فتوے پر ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے فتوے کے موافق بیع ہی جائز نہیں ہے صرف بطور پرورش انکا پالنا متحقق ہوا ورنہ وے آزاد
ہیں۔ اب رہا کلام یہاں ایک صورت میں اور وہ اکثر عرب و عجم کے بلاد اسلام میں واقع ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر مسلمان عورتیں چھوکریاں یا غلام
حبشی ہوں یا دوسرے ہوں لوگ فروخت کرتے ہیں اور خریدنے والے انکو خرید لیتے ہیں تو جب تک یہ ثابت نہو کہ ظلم کی راہ سے کہیں سے گرفتار کرکے
لائے ہیں ظاہری حکم میں جواز کا فتوے دیا گیا ہے اور بعضے محققین نے براہ دیانت و تقوی کے اس شبہہ کی وجہ سے منع کیا ہے کہ بردہ فروش انکو ظلم سے
بہکا لاتے ہیں پس احتیاط اچھی ہے اور ظاہری صورت میں جواز اس وجہ سے ہوا کہ ایک شخص کے قبضہ میں فروخت ہونے کے لیے موجود ہیں اور یہ
ممکن ہے کہ یہ لوگ خود مسلمان ہو گئے ہوں مگر آزاد نہ کیے گئے ہوں کیونکہ مملوک سارے یا مسلمان چھوکرا چھوکری کی اولاد ہوں جو خود مملوک رہے تو کوئی وجہ اس
امر کی پائی نہیں جاتی کہ بلا دلیل کے انکو آزاد قرار دیا جاوے پھر واضح ہو کہ جو اصل اوپر مذکور ہوئی اُسکے موافق جہاں کہیں مملوک مسلمان ہو گیا
اور معلوم ہوا کہ اس نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا اور اسی کی عبادت پر قائم ہے اور اپنے ذاتی جوہر اور اکرام کو جو اللہ تعالی نے آدمی کو دیا ہے اس نے محفوظ
کرلیا اور دیگر مخلوقات جو آدمی سے حقیر و ادنی کے منافع و راحت کے لیے ہیں ان کا بندہ نہیں بنایا جاتا ہے تو اب ہر مسلمان دیندار پر واجب ہے کہ انکو
اپنے مثل آزادی دیدے اور نہایت دلی محبت کے ساتھ ان کی مددگاری دہا جاوے کیونکہ اب انپر کوئی الزام نہیں رہا اور نہ انکی ذات
سے ظلم و نا انصافی و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے اور نہ اس کا ڈر ہے کہ وہ دوسرے آدمیوں کو یا دوسری چیزوں جانور آگ وغیرہ کا بندہ بنانے پر مجبور کرینگے
یا خالق عز وجل کی عبادت کرنے والوں کو ستاوینگے یا بندگان حق تعالی کو ذلیل و خوار کرینگے یا انکی روزی و معاش میں تنگی کرکے اُن کو پریشان
کرینگے کوئی الزام نہیں ہے سوائے ایک الزام کے کہ انہوں نے راہ راست پر آنے میں بہت سے اشقیا اللہ تعالی کے بندوں کا وقت ضائع کیا حتی کہ وہ
عبادت و طاعت و تعلیم و تحصیل علم سے انکو ان لوگوں کی عداوت فکر لگی رہی یہ درد سر کہاں تک تھا آخر زمانہ آخر تلوار سے لڑائی کی تب یہ زیر ہوکر ماننے اور
بڑی خونریزی کے بعد راہ راست پر آئے و لیکن حسن خلق و کمال آدمیت کی راہ سے اُنکے درگزر کرکے احسان کرنا چاہیے واللہ تعالی اعلم بالصواب
والیہ المرجع والمآب۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے اپنے بندوں کو سبیت کے دنیا میں اس طرح معزز و مکرم کر دیا کہ گویا بادشاہ
مصر وہی تھے۔ اب یہاں دو باتیں ہیں ایک تو کنوئیں میں ڈالے جانے اور کھانے و فروخت ہونے و قید ہونے وغیرہ کی مصیبتیں اٹھانا اور

دوسرے ان سختیون اور مصیبتون پر یہ توحید جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین واسپر راضی ہونا ۔ اور مین نے جو کہا کہ یہ جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین یہ بالکل صحیح ہے
اگرچہ اس زمانہ کے بہت لوگ جو اپنے آپکو بڑا ذی علم و مہذب جانتے ہین اس سے بالکل منکر ہین اور سوائے نادانی کی باتون کے عقلی دلیل کوئی نہین
رکھتے ہین تو مین کہتا ہون کہ یہان یہ سوال ہے کہ زید پر عمرو نے جو سختی کی کیا اللہ تعالےٰ نے جو دونون کا خالق ہے وہ اس سے آگاہ ہے یا نہین ہے ۔ اگر
تم کہو کہ وہ کیا جانے تو نعوذ باللہ تم نے خالق کو جاہل بنایا اور یہ بالکل غلط ہے جو خالق و معبود ہے اُسکا علم و اسکی قدرت سب مخلوق کو گھیرے ہوئے
ہے اور جس نے اپنا خالق و اپنا معبود ایسا جاہل بنایا وہ خود سخت جاہل ہے بھلا اُسکے عبادت کرنے اور دعا مانگنے کی اُسکو کیا خبر ہوگی ۔ غرضکہ یہ
سوائے دیوانہ جاہل احمق کے کوئی نہ کہیگا ۔ تو صحیح یہ ہوا کہ خالق عزوجل جانتا ہے اب بتلاؤ کہ اُسکا ارادہ کیا ہوا یا یہ کہ ایسا ہو یا نہو پس اگر یہ ارادہ ہو کہ ایسا
نہونے پاوے تو عمرو کی کیا مجال ہے کہ اُسکو سختی پہونچا دے اور اگر اسکی کسی حکمت سے یہ ہو کہ ایسا ہو تو عمرو سے ضرور ہوگا اب رہا یہ کہ وہ راضی ہے یا نہین
تو وہ راضی نہین ہے چنانچہ ہم راضی نہین ہین کہ اپنے بچہ کو مارین مگر مارنے کا ارادہ اُس کی بُری حرکت پر ضرور ہے اور اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین ہمکو حکمت
دریافت نہین ہو سکتی کہ یہ کیون ہوا اس لیے کہ اسکی حکمت سے تمام جہان بے انتہا ہر ہر ذرہ اپنے اپنے موقع پر بے انتہا رہنا فع کے ساتھ قائم ہے تو اسقدر
بے انتہا سمجھ ہماری نہین ہے کہ اُسکی حکمت کا ایک ذرہ بھی ہم احاطہ کرلین وہ خالق ہے ہم اور ہماری سمجھ اُس کی حکمت کی بنائی ہوئی ہین تو اسکا خیال
بھی حماقت کا داغ ہے پس اب صحیح معلوم ہوگیا کہ یہ سختی بارادہ حق عزوجل تھی ۔ اب عالم دیندار یہ یقین کرکے راضی ہوگا کہ اس سختی کو بسر و چشم قبول
کرون کہ وہ میرے خالق عزوجل کے ارادہ سے ہے ۔ پس دو باتین ہوگئین ایک سختی اُٹھانا حالانکہ دوسرے لوگ راحت مین ہین ۔ دوم اسپر
رضامندی ۔ پس دونون کے عوض بڑا ثواب ہے اور رضامندی پر نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ثواب ہے ۔ اب جانو کہ اللہ تعالےٰ نے یہان صرف
دنیاوی بدن کی سختی کے عوض اُن کو دنیاوی نعمت یہ عطا فرمائی کہ بادشاہ مصر کے وزیر اعظم خود مختار ہوئے اور نعمت اس وجہ سے تھی کہ اسمین بھی
ثواب عظیم تھا ایک تو عدل قائم کرنے کا اور دوم ایمان کے ساتھ دولت تبلیغ رسالت کا ۔ حدیث مین ہے کہ اگر ایک آدمی تیرے ہاتھ پر ایمان سے
مشرف ہو تو تجھے سُرخ اونٹون سے بہتر نعمت ہے ۔ جیسے بولتے ہین کہ اکسیر سے بڑھکر یا دنیا و مافیہا سے بڑھکر ہے ۔ یہان تو بادشاہ ایمان سے مشرف
ہوا مگر باوجود بادشاہت کے اُس کا یہ مرتبہ نہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس نعمت مین حاصل ہوا یہ محض فضل آلہی ہے کہ پوری
نعمت کے سب رکن اپنے اپنے موقع پر پیوستہ ہون لہذا فرمایا ۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ حصہ دیتے ہین ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے
ہین ۔ اللہ تعالےٰ خالق عزوجل خود مختار ہے جس مخلوق کو چاہے جو کچھ عطا فرماوے اور چونکہ علیم و حکیم ہے لہذا ہم سب ایمان سے یقین کرتے ہین
کہ عین حکمت کے ساتھ ہے ۔ اس نعمت کو رحمت قرار دیا کیونکہ عدل ایک ساعت کا ثواب ایک حج مبرور کے برابر مذکور ہے اور ایک شخص کا ایمان
لانا سُرخ اونٹون سے بہتر ہے ۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اور ہم ضائع نہین فرماتے نیکی کرنے والون کا ثواب ۔ رازی رحمہ نے کہا کہ ثواب
ضائع کرنا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی کو اتنی مزدوری دینے کی طاقت نہین ہے یا کسی وجہ سے عاجز ہے یا بُخل کی وجہ سے نہین دینا چاہتا
یا بادشاہ کو خبر ہی نہین کہ فلان کارپرداز نے کیا کام کیا تو بیچارے کی مزدوری ضائع ہوجاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی جناب پاک مین یہ سب ممتنع ہے
نہ وہ عاجز ہے نہ وہ بخیل ہے نہ وہ نادان ہے ایک چیونٹی کی جنبش ایک پہاڑ کی کھوہ مین اندھیری رات مین اُسکے علم کے سامنے حاضر ہے اور مترجم نے قولہ وما
تسقط من ورقة الا يعلمها الآية کی تحت مین تفصیل کی ہے حالانکہ ہر تفصیل و توضیح و عبارت و اشارت حضرت باری تعالیٰ شانہ کی صفات پاک مین عاجز
ہین وہ خالق یہ مخلوق وہ قدیم یہ حادث له الحمد فی الاولی والآخرة سبحانه وتعالى عما يشركون ۔ پھر حق تعالیٰ نے تصدیق فرمائی دوسری بات پر جو اوپر مذکور
ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر محنت کے وقت راضی رہے تو فرمایا ۔ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۔ اور

آخرت کا ثواب نہایت عمدہ ہے ان بندوں کے لیے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے پس حضرت یوسف علیہ السلام ایمان لائے ایسے کہ نبی مرسل ہوئے اور حق تعالے نے اُن کے تقوے پر شہادت دیدی اور آیت کو عام طریقہ پر بیان فرمایا جس سے ہر ایک بندہ اپنے پاک معبود کی درگاہ عالی متعالی سے امیدوار ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام خاص طور پر اس میں داخل ہیں پس گویا یوں سمجھو کہ اللہ تعالے نے نہایت قلیل حصہ انکو دنیا میں یہ سلطنت و ثروت دیدی جسکو خاص سلطنت کی راہ سے تعریف نہیں فرمایا بلکہ بوجہ اس کے کہ آرام و آسایش سے ذخیرہ آخرت حاصل کرنے کا پورا موقع اسکے ذریعہ سے حاصل ہو گیا پھر عظیم لائق تعریف ثواب جمیل وہ ہے جو مومن متقی سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے آخرت میں رکھا ہے حتی کہ اس کے شوق میں آنحضرت علیہ السلام نے دنیا سے وفات و آخرت سے لحوق کی دعا مانگی چنانچہ آخر قصہ میں انشاء اللہ تعالے آویگا واضح ہو کہ زمانہ قحط میں آنحضرت علیہ السلام خود بھوکے رہتے اور بیان فرمایا کہ اس لیے تاکہ بھوکوں کی تکلیف بھول نہ جاؤں اور بادشاہ کے باورچی کو حکم دیدیا کہ دوپہر تک تاخیر کرکے بادشاہ کا کھانا تیار کیا کرے تاکہ اسکو بھوکوں کی تکلیف کا مزہ یاد رہے امام بغوی رحمہ نے کہا کہ یہیں سے یہ رسم شروع ہوئی کہ بادشاہوں کا کھانا دوپہر کے وقت دسترخوان پر آتا ہے اب یہاں دو مقام باقی رہے اول تو بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانہائے زمین کا متولی کردے یہ درخواست امارت ہے جو منع ہے. دوم کہا کہ میں حفیظ علیم ہوں حالانکہ انشاء اللہ تعالے کہنا چاہیئے تھا علاوہ اسکے خود اپنی تعریف فرمائی اور اللہ تعالے نے تزکیہ نفس سے منع فرمایا ہے. مقام اول کی توضیح یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں عبد الرحمن بن سمرہ کو امیر ہونے کی درخواست سے منع فرمایا ہے اور یہ توجیہ بھی حدیث میں ہے کہ خود درخواست کرنے سے حقیقت و ذمہ داری کا بار اپنے اوپر آتا ہے اور فرشتہ مددگار نہیں ہوتا تو ٹھیک کام نہیں بنتا ہے اور جب بغیر درخواست کے امارت دیجاتی ہے تو فرشتہ سے مدد دیجاتی ہے جو اسکو ٹھیک راہ پر رکھتا ہے پس امام رازی وغیرہ نے جواب دیا کہ آپ پر خلق کے امور میں تصرف کرنا واجب تھا کیونکہ رسول برحق تھے علاوہ ازیں انکو قحط واقع ہونے کا علم تھا جسکا انتظام بھی بتدبیر تائید ملکی ہوتا علاوہ بریں خلق کو نفع پہونچانا امر لائق اہتمام ہے پس جس طریقہ سے ممکن ہو اسکو پورا کرنا چاہیئے اور مترجم کہتا ہے کہ مصر میں عدل جاری نہ تھا اور بادشاہت کا مستقل کرنا حکمت الٰہیہ میں جاری نہ تھا اور انتظام مذکور میں استمالت بجانب توحید اور مولائے دعوت خلق نہایت عمدہ طریقہ سے حاصل تھی تو دفع جور و اقامت عدل واجب ہے مع امور مذکورہ بالا کے اور امارت کی درخواست سے ممانعت اسوقت ہے کہ اس کام کے لائق اور لوگ موجود ہوں بخلاف اس موقع کے کہ سوائے آپ کے کوئی بھی نہ تھا جو شرع الٰہی قائم کرے اور واضح ہو کہ مصر میں عدل قائم نہ ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ لوگوں پر ظلم و تکالیف ہوتی تھیں بلکہ یہ غرض ہے کہ جو قانون حق عز و جل نے انبیاء پر نازل فرمایا ہے اسکے موافق تصرف باہمی تو عدل ہے اور سوائے اس طریقہ کے کسی قانون پر ہو خلاف عدل ہے اور یہ ظلم تو اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ ہوں اور یہ ظلم ایسا ہے جس سے سلطنت تباہ ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ جان و مال محفوظ ہیں لیکن سیاست و خراج و دنیا و لینا صرف اپنی خواہش و مصلحت کے مطابق ہے جس میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ مستحق زائد کو کم ملا اور کم کو زائد ملا اور کوئی محروم رہا اور کوئی مالا مال ہو مثلاً بادشاہ نے جنگل کی گھاس اور دریا کا پانی فروخت کیا تو ممکن ہے کہ لوگوں پر ایسی تکلیف نہ ہو پہنچے جس سے وہ بھوکوں مر جاویں لیکن ظالم ہے اور جیسے نمک محفوظ کر لیا اور اسکو فروخت کیا حالانکہ یہ چیزیں قانون شرع میں عموماً مباح ہیں اور جنگل کی لکڑی عموماً مباح ہے مگر بادشاہ کبھی اپنی ذاتی خواہش و نفع سے قانون پر اسکو روکتا ہے تو یہ دوسرے معنی میں ظلم ہے پھر سوال ہوا کہ کیوں صبر نہ کیا اور بادشاہ کافر سے منصب کی درخواست کی جواب یہ کہ جو کام انپر واجب تھا اسمیں صبر کا موقع نہ تھا اور جس منصب کی درخواست کی وہ واجب کے لیے گویا ضروری تھا اسلئے اگر کوئی مرد متقی انگریزوں سے درخواست کرے کہ مسلمانوں کے قضایا بطور شرع اسلام فیصل ہوں اور وہی قاضی بنایا جاوے تو جائز ہے اگر کہا جاوے کہ اول ہی اول

خزائن کیون حفاظت مین چاہی حالانکہ اس سے تہمت کا اندیشہ ہی اور مواقع تہمت سے پرہیز کرنا واجب ہی۔ جواب یہ ہی کہ بادشاہ نے اول اقرار کیا کہ آپ امین ہین اور زیادہ ظلم انھین اموال مین تھا اور پورا عدل قائم کرنا اور دین حق کی تعلیم کا وسیلہ اسی سے ممکن تھا جیسا کہ مصرح بیان گزرا اور یہ سب اسپر واجب بالذات تھا اور مظنہ تہمت مرتفع تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ خزائن سے غرض وہ اہرام تھے جن مین غلات جمع کیے جاتے تھے کہ ایام قحط مین کام آوین پس ان مین ایسی وجہ سے تصرف ہوا کہ عدل کے حساب اور حسن تدبیر کے ساتھ ہر ایک کو بقدر استحقاق پہونچے اور تنگی کسی غریب پر نہو بخلاف متولی وقت کے جسکو امرا کی رعایت تھی اور غربا پر ظلم و تنگی تھی۔ اقول اگر جملہ خزائن مراد ہون جب بھی یہی جواب صحیح ہی کیونکہ بیت المال و خراجات تمام رعایا و عامہ آدمیان کا حق ہے اور بادشاہ و امرا کا مال ذاتی نہین ہی یہان سے صاف ظاہر ہے کہ جو بادشاہ وسلاطین خراج لیکر خزائن کو مالامال کرتے ہین اور رعایا و برایا تکلیف و سختی سے بسر کرتے ہین وہ سب ظالم و غاصب ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ انی حفیظ علیم سے اپنی تعریف کی حالانکہ اپنی تعریف منع ہے۔ تو جواب شیخ ابن کثیر رح کا اور دوسرون کا یہ ہی کہ جب کسی شخص کا حال مخفی ہو تو بوجہ ضرورت کے اُس کو اصلی کیفیت سے آگاہ کرنے کے لیے جائز ہے اور یہان صریح ظاہر ہی کہ خزائن کا ظلم شدید دور کرنے کے لیے اپنا حال بیان کر دیا اور بادشاہ اگرچہ دین کے علوم مین انکو کامل جانتا تھا لیکن اس کام مین اُنکا حفیظ و علیم ہونا معلوم نہ تھا۔ رازی رح نے کہا کہ قولہ تعالیٰ فلا تزکوا انفسکم مین مراد یہ ہی کہ جو شخص نفس کے حال سے آگاہ نہو وہ تزکیہ بیان نہ کرے بخلاف اس معاملہ کے کہ رسالت و نبوت کا شغل تزکیہ نفس ہی تو جان بوجھ کر سچ بات بیان کرنا منع نہین ہی بدلیل قولہ تعالیٰ ہو اعلم بمن اتقی یعنی اللہ تعالیٰ اہل تقوی کو جانتا ہی پس نبوت و رسالت دلیل تھی کہ جو تقویٰ سے بیان کیا وہ صحیح و موافق علم الٰہی ہی یا قول سواے پیغمبر کے اور کوئی نہین ایسا کہہ سکتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حفیظ و علیم انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا۔ تو امام رازی وغیرہ نے کہا کہ اگر یون کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مین ایسا ہون تو شاید بادشاہ کو جو اُس وقت تک ایمانی کیفیت سے سرفراز نہ تھا یہ شبہہ ہوتا کہ انکو شک ہی لہذا کلام کو مرسل کر دیا اور مراد یہی رکھی اور مترجم کہتا ہی کہ غالبا یہ سوال وارد نہین ہی کیونکہ مقصود بیان حال ہی نہ بیان فعل اور بغیر انشاء اللہ تعالیٰ فعل کا دعوے ممنوع ہی پس اگر کہتے کہ مین حفاظت رکھونگا اور علم سے خرچ کرونگا اور حساب و کتاب رکھونگا تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا ضرور تھا۔ علاوہ اسکے یہ یہان ظاہر نہین ہوتا کہ انھون نے درواقع انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا بلکہ بادشاہ سے نہین کہا تھا اور مترجم کہتا ہی کہ جسقدر سوالات یہان پیش آتے ہین سب پیغمبر سے ہرگز اس وجہ سے مرتفع ہین کہ پیغمبر علیہ السلام کا فعل مبنی بر وحی و اجازت الٰہی ہی تو بعد اسکے مدار اسکا حکمت الٰہیہ پر رہا اور کوئی سوال وارد نہوگا۔ پھر اس قصہ مین بیان ہے کہ جب بادشاہ نے قطفیر یا اطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس کی جگہ وزیر کیا اور بادشاہ و بہت سے لوگ اسلام لائے اور اسی درمیان مین عزیز مر گیا تو بادشاہ نے عزیز کی جورو سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا مین کہتا ہون کہ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ زلیخا بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر جب وہ آپ کے گھر مین رخصت ہو کر آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُس سے بہتر نہین ہے جو تو چاہتی تھی اُس نے عرض کیا کہ مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ اصلی حال یہ تھا کہ مین دولت و نعمت مین آسودہ و عیش و عشرت مین ڈوبی ہوئی نوجوان عورت تھی اور میرا ساتھی عورتون کے پاس نہ جاتا تھا یعنی عنین تھا اور تم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کچھ جمال و خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہر عورت تمسے بے صبری کرتی ہے تو مجھے ہر وقت کے ساتھ مین کیونکر بے صبری نہوتی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ آپ نے اس کو کنواری پایا اور اُس سے آپ کے دو فرزند نرینہ یعنے افراثیم و میشا پیدا ہوے پھر افراثیم کے نون بیٹا اور رحمہ بیٹی ہوئی اور یہی رحمہ حضرت ایوب کی بیوی تھی رحمہم اللہ تعالیٰ اور نون سے یوشع پیدا ہوئے جو پیغمبر ہوئے ہین۔ یہان ایک لطیفہ ہے کہ زلیخا رحمہا اللہ تعالیٰ جو عنین کی بیوی تھی ایک مرد عنین کے حوالہ ہوئی اور دولت و نعمت سے کچھ بھی تو حکمت الٰہیہ تھا پھر عشق یوسفی نے یہ غلبہ کیا کہ کسی مرد کی جانب اسکی توجہ نہ رہی اور آخرکار با کبرہ اپنے شاہزادہ کا

جلیل القدر پیغمبر کے سپرد ہوئی یوں ہی پاک مردوں کے لیے پاک بیویاں ہوتی ہیں. ف فی العرائس قولہ وقال الملک ائتونی بہ استخلصہ لنفسی۔
حقیقت میں اپنی ذات کے واسطے خالص کرنا اس موعظت حقہ سے ثابت ہوا جس سے اُس نے معرفت حق و طریق نجات کی ہدایت پائی کہ عذاب
آلٰہی سے خلاص ہوا اور خالص محبت سے خلوص محبت آلٰہی پر فائز ہوا اور جو اوہام و ظنون اُس کے قلب پر محیط تھے جنہوں نے اسکے نفس کو
ظلمت کدہ بنا دیا تھا اور مغلوب شیطان کر دیا تھا وہ اس دوست خالص کی مدد سے دور ہو گئے اور قلب اس کا بادشاہ حقیقی کا تختگاہ ہو گیا
ابن عطا رح نے کہا کہ بادشاہ کیونکر حضرت یوسف ؑ کو اپنے واسطے خالص کرتا کیونکہ اُس کو تو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخلصین میں کر لیا تھا۔ اقول
ولیکن اس محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بھی اُنکے پیچھے پیچھے درگاہ کبریائی تک اس اخلاص سے پہونچا اور نفس کے واسطے استخلاص کا نتیجہ یہ ہوا
جو اُسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ یہاں سے استفادہ کرنا چاہیے کہ اہل الحق کی محبت اپنے نفس کے لیے موجب نجات نفس ہے لیکن جب ہی کہ
اہل الحق کے فرمان واجب الاذعان پر عمل کرے جہاں تک ممکن ہو اور خبردار کہ جہال نے جو رہبانیت کا طریقہ اکابر علماء سے روایت کیا ہے
جیسے ایک ٹانگ پر رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرنا اور نفس سے سردی محسوس کی تو بھیگی چادر رات بھر اوڑھے دیوار پر بیٹھنا اور مانند اسکے تو یہ سب
اتہام ہیں صرف صحیح اقتدا رہ ہے جو سنت کا طریقہ پر ہو وے اور شیخ رحمہ اللہ نے بہت مقامات پر اسکی سخت تاکید فرمائی ہے بخلاف اکثر علماء ظاہر یہ
کے جو احادیث و آیات میں تاویلات کرتے ہیں اور انکی سمجھ میں نہیں آتا کہ حرام کھانے والا کیونکر اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے پس اہل الحق کہتے ہیں کہ
خالص یقین کے ساتھ قائم رہو تو یہی لوگ بزرگی حاصل ہونے کے واسطے اس کے لیے نمونہ ہیں۔ قولہ فلما کلّمہ کلام زبان بزبان ہے اور کلام
اسرار با سرار ہے۔ وہ خوش گفتار ہے کہ ضمائر کے اسرار غیب سے اور اسرار غیب الغیب سے اور جو متعلق بصفائی عقول ہے اور جس سے حیات
قلوب ہے اور جو بیان وصف صفات ربانیہ ہے اور جو بیان شاہراہ مستقیم ہے بزبان فصیح و وضیح ادا کرے جس سے ارض باطن پر عرش الرحمٰن کے انوار سے
ہزار آفتاب مثل ذرہ کے ناپید ہو جاویں ۔ مگر اہل معنے بلکے درانند: ہنوز از سر پردہ پا ننگرند: کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست: و گر ہفت دریاست
یک قطرہ نیست: آخر جذب خواطر سے بادشاہ کے دل پر نقش محبت نے اثر کیا۔ قولہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ ذی مکانت و امانت تو در حقیقت
سلطان حقیقی کے نزدیک تھے تو کسی اور کے نزدیک مکانت و امانت کی قدر اُنکی خاطر عالی مناظر پر کیا اثر کرتی اور تمکین و استوار پائے ثبات
ان کا شاہراہ رسالت پر بفوت حق عزوجل تھا اور امانت عظمٰی ان کے سپرد تھی پس کوئی شخص نہیں کہ اس امانت سے خالی نہ ہو ولیکن
سوائے قلیل اہل التقاء کے سبھوں نے خیانت کی اور آنحضرت علیہ السلام نے بحکم اشارت قولہ انی لم اخنہ بالغیب۔ اس امانت عامہ کے ساتھ
عظیم امانت نبوت میں کچھ خیانت نہیں فرمائی اسیواسطے صحیح حدیث میں ہرقل بادشاہ روم کا استدلال تیرے واسطے عبرت ہے کہ اس نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں استدلال کیا کہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص امور آلٰہیہ میں امین ہو اور محقرات دنیاویہ میں خیانت کرے
پس بحکم یومنون بالغیب۔ جسب حالت امتحان و حجاب میں استقامت و تمکین سے کوئی خیانت نہ کی تو لاجرم حق عزوجل نے ظاہر و باطن
ان میں یہ صفت عیان فرمائی چنانچہ بادشاہ نے صورت سے تصدیق کی اور یہ فراست اسی سلامت قلب کا اثر ہے جس سے آخر وہ جنتی بنب امن مقام
امن و سلامت میں پہونچا اللہم اہدنا بالایدی المتین انت ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اسکو نظر آیا کہ شاہد صدق مخبر از صدق بصدق ہے تو وہ مکین امین
کہنے پر بے اختیار ہوا۔ قال الشبلی رح کلام یوسفی رح سے اسرار کے انوار سے قلب مخاطب پر تمکن نفس و اطلاع اسرار امانت کا ظہور ہوا اس نے آیات آلٰہی کو
بلاد آلٰہی میں دیکھکر تنظیم و تکریم کی شیخ رح نے کہا کہ صفت تامہ ہے جز قلیل اسکو منکشف ہو الہذا یوسف علیہ السلام نے اسکو آگاہ کیا کہ قولہ اجعلنی
علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ تجھے معلوم ہو کہ قلوب کی مثال زمین سے ہے کہ قولہ والبلد الطیب یخرج نباتہ الآیۃ وقولہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ فی

الحدیث فانبتت الکلا والعشب الکثیر ومنہا قیعان لا تمسک الماء ولا تنبت الکلا۔ پس وہ قلوب نہایت پاکیزہ ہو جاوینگے جنکا محافظ باغبان قدرت کا
وکیل ہو کہ وہ حفیظ وعلیم ہوگا۔ سو کہ سالک بے خبر ہو در راہ ورسم منزلہا۔ اور یہ دنیا سوائے مزرعۂ آخرت کے کچھ نہیں ہے ربنا لاتجعلنا من المغضوب
علیہم ولا من الضالین واللہم اجعلنا من الذین انعمت علیہم من اتباع النبیین والشہداء والصالحین وانت ذو الفضل العظیم وانت ارحم الراحمین
شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمیں آگاہ فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام راسخ نبوت کے مقام تمکین پر تھا اور اُسکو ملک دنیا میں تصرف کی قدرت
اسطرح دی گئی تھی کہ اس تصرف کی حالت میں مشاہدہ الٰہی وملک آخرت سے کسی وقت وحالت میں غافل نہ ہووے اور ہر شخص کو یہ قدرت
نہیں ہوتی کہ ملک دنیا میں بغیر اپنے خسارہ کے تصرف کر سکے سوائے اس شخص کے جو مانند حضرت یوسف علیہ السلام کے مؤید بتائید ربانی ہو
اور یہ تائید ایک ہدایت خاصہ تھی کہ اپنے انفاس کو یاد الٰہی کے ساتھ محافظت رکھتے تھے اور قلب کو فکر کے ساتھ اور نفس کو وسواس سے بچا لیے
اور سب مقامات ذکر کو غیر حق سے محفوظ رکھتے و لہذا جب تک اسکے چوک جانے کا احتمال تھا چند سال اور قید خانہ میں رہے جب مکمل کامل
ہوئے تو مسند ارشاد پر تخت نشین ہوئے۔ اقول ذکر الٰہی ہر سانس میں عوام کو زبانی میسر ہے اور خواص کو جسطرح حاصل ہے اسکو زبان ادا نہیں
کر سکتی ہے اور یہیں سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قولہ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ میں کیا اسرار ہیں۔ اور ہر شخص جو دنیا میں کسی ایک شخص کے اوپر
حاکم ہو بقدر اپنے ثواب کے لیاقت حفظ وعلم پیدا کرے وحدیث صحیح میں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الحدیث بیان ہے کہ شوہر وجورو تک
راعی وحاکم در رعیت ہیں اور ہر ایک کے لیے اپنی حکومت کے وتیرہ میں ثواب جمیل ہے ولیکن حفاظت وعلم لازم ہے اسی واسطے دنیا کے تعلقات
زائد بڑھانے میں خطرہ بھی ہے فافہم۔ شیخ رح نے کہا کہ وہ حفظ باتباع طریقہ سنت ہے کہ آداب ذات الٰہی وصفات الٰہی کی یاد میں ملحوظ ہوں اور عبادات
بروجہ سنت ہوں نہ وہ طریقہ جو رہبانیت کہا تاہے کہ بحکم حدیث ان لنفسک علیک حقا ولزوجک علیک حقا ولضیفک علیک حقا الحدیث یعنی
تجھپر تیرے نفس کا حق ہے اور شوہر پر جورو کا یا جورو پر شوہر کا ہے اور مہمان کا بتوافق وہانداری معمولی ہو غرضکہ تجاوز یا افراط وتفریط منع ہے اور بندوں
کے حقوق کی حفظ بطریق شرع ہیں فافہم۔ شیخ رح نے کہا کہ حفیظ علیم سے کہ نور تفسیر میں ہے نبوت ان امور کا حفیظ ہو جو مقدور وراثت علم الٰہی لوگوں پر
واقع ہوں اور جو غیب کہ قلوب پر جاری ہوں وخزائن الارض سے اشارت علمائے ربانیہ یعنی اولیاء وصدیقین کے قلوب ہیں واسطی رحمۃ اللہ
نے کہا کہ مدح النفس قبیح ہے الا اسوقت کہ اسکی اجازت ہو۔ اقول اسمیں اشارہ ہے کہ جا بجا اور جو یہاں واقع ہوئے ہیں سب باجازت الٰہی تھے تو کوئی
سوال واقع نہیں ہو سکتا جیسا کہ مترجم نے اپنی عقیدہ سے سابق میں لکھا تھا اور یہاں تائید ایک بزرگ کے قول سے حاصل ہو گئی حالانکہ میرے
نزدیک یہ امر بہا تائید کے قابل تبدیل ہے کیونکہ قیاس عوام بانبیاء باطل ہے بعض نے کہا کہ خزائن الارض مردان خدا ہیں تو مدعا کلمۂ نبوت ملحوظ رہنا
چاہیے یعنی ایسے غیبیات ان لوگوں پر جاری نہیں ہو سکتے کہ بغیر ملحوظ انبیاء کی درخواست در اصل حق تو ہے یہیں جو کچھ ظاہر وپوشیدہ کرتے ہیں سب
انبیاء پر کشوف ہوگا۔ اقول چنانچہ خود کہا کہ لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نباتکما بتاویلہ قبل ان یاتیکما الآیہ خود قول انا کلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ اور
دوسروں کا قیاس ثبوت پر نہیں ہو سکتا۔ الشیخ الہندی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے روئے زمین پر ایسے ہیں کہ انپر خلل جاری ہوتا ہے اور
اگر یہ نہ ہو تو بیکار ہو جاوینگے اور یہاں یہ ہے کہ انکا علم اس درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ وہ مجہول کا علم حاصل کرتے ہیں حالانکہ کتاب وسنت میں اسکی
تفصیل نہیں ہے ولیکن جو ان سے عاقل ہیں وہ کتاب وسنت سے اسکو نکال لیتے ہیں۔ اقول مراد یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ہر چند علمائے
ظاہرین نے ایک بڑا زبردست علامہ کوشش کی ہے تا اسکو کہیں کتاب قرآن وحدیث سنت میں نظیر آوے اور کبھی اسکا استخراج ممکن نہ ہو ولیکن علمائے
ربانیہ کا علم اس حد تک پہونچا کہ انکو خود اس مسئلہ کا علم الٰہی حاصل ہو گیا چونکہ قرآن مجید اسقدر جامع ہے کہ علم اولین وآخرین اسمیں موجود ہے کر

فہم حاصل ہونا چاہیے تو عالم ربانی عوام کے اظہار کے لیے اسکو قرآن سے اپنی نیک سمجھ کے ذریعہ سے استنباط کر لیتے ہیں وقد ذکرنا فی قولہ ولکن
کونوا ربانیین الآیۃ وفی قولہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ وفی قولہ ومن یوت الحکمۃ الآیۃ تفصیلا لذلک ۔ اور ابتداے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں قرآن
پاک کا جامع ہونا اور تفسیر قولہ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیۃ میں تحقیق گذری اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ
وجہہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ فہم یعطی الرجل فی القرآن یعنی میرے پاس کوئی وہ علم حدیث کا نہیں ہے جو خاص آنحضرت صلعم
نے ہمیں لوگوں اہلبیت کو بتایا ہو جیسا کہ سائل اپنی نادانی سے سمجھتا ہے ہاں ایک فہم البتہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں بندے کو
عطا فرماتا ہے تو وہ اس سمجھ کے ذریعہ سے اس کتاب میں سے جو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ ہے وہ بات سمجھ لیتا ہے جسکو عوام کہیں نہیں دیکھتے
اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کر اس کو بتلا دی تھی یا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص علم غیب
جانتا ہے حالانکہ یہ دونوں جہالت ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس وقت میں اسلام کے علماے ربانی کہاں ہیں افسوس وہ لوگ کیا ہوئے کہ جب
قرآن مجید کا معجزہ ہونا استدلال سے دیکھا جاتا ہے بڑا معجزہ اسکا عوام لوگ نظم وعبارت سے متعلق کرتے ہیں کیونکہ وہ خود ظاہر سے سمجھا ور نہیں
گذشتہ ہیں حالانکہ علماے ربانیہ کی آنکھوں سے یہ بڑا معجزہ نظر آتا تھا کہ جو وقائع آیندہ قیامت تک ہونگے وہ سب اسمیں درج ہیں ولیکن آنکھیں
نہیں ہیں جو اسکی طرح نظر آوے اور اگر بیان کرنے والے بیان کرتے تو بمقتضاے حکمت الٰہیہ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں مدارس وحکومت تھی جو انکو کافر
ٹھہرا کر خود ہلاک ہوتے اور فائدہ نہ ہوتا کیونکہ تقادیر الٰہیہ ضرور جاری ہونگی ان میں تدبیر نہیں ہو سکتی جب یہ معلوم ہوا تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ
علوم شریعت حاصل کر کے عمل کریں اور انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ انکو یہ علم عطا فرماوے وفیما اخرجہ بعض اصحاب السنن والمسانید جو کوئی سیکھے پر
عمل کرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ محض فضل سے ایک علم عطا فرماتا ہے جو وہ نہ سیکھ سکتا اور نہ جان سکتا تھا پھر آیت قد بینا میں ایک انکشاف اور ہوا ہے
اور اسکو بڑی نعمت نہیں تصور کیا گیا بلکہ جو کشف متعلق امور فانیہ ہے جیسے جو اس سال وقائع ہونگے یا جو فلان شخص پر گذریگا اسکو ائمہ اکابر نے در زمرہ
خرافات لکھا ہے اور جو اس میں سے متعلق بکشف ملکوت ہے مانند قولہ فی حدیث اسماء رضہ کہ میزان قائم دیکھتا ہون اور زمین بنور رب تبارک ولعلہ
روشن ہو گئی اور مانند قولہ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیۃ کہ یہ محمود ہے والاحسن منہا ماتعلق بجلال اللہ وعظمتہ او بجمال اللہ وقدرتہ
ذلک خیر واحسن تاویلا والسلام ۔ بعض شیخ نے لکھا کہ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ۔ اس میں اشارہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن و
جمال ولطف وکمال سے قلوب بندگان حق میں برا محبت جگہ پائی اور انکی ہیبت سب قلوب میں بیٹھ گئی اور جہان مشیت متعلق ہوئی بیٹھ جاتی
تھی لقولہ نتبوا منہا حیث نشاء ۔ مکانت یوسف کی اضافت اپنی جانب فرمائی کہ ہم نے اسکو ایسا کر دیا اور کسی حادثہ یا تدبیر کی جانب نہیں فرمائی جسمین
اشارہ ہے کہ سابقہ تقدیر اسکی رسالت کے ساتھ یون جاری ہوئی تھی ۔ قال المترجم اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قبول فرماتا ہے
یعنی وہ وقت آتا ہے کہ ازلی قبولیت کا اظہار ہو تو منادی ندا فرماتا ہے کہ ہم نے اسکو قبول کیا تم سب اس سے محبت کرو پس تمام قلوب اہل زمین اس سے محبت
کرتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ وہم نہو کہ مقبول بندے بہت گذرے کہ کسی سے اتفاق نہیں کیا تو جواب یہ ہے کہ حدیث میں قلوب کا ذکر ہوا اور وہ فقط
اہل ایمان سے مخصوص ہیں اور کفار ومنافقین ومشرک اگرچہ ظاہر میں اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیرو یعنی یہودی کہیں یا حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا پیرو یعنی نصرانی کہیں یا حضرت افضل الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو یعنی مسلمان کہیں انکے اندر دل یعنی قلب نہیں ہوتا
بدین معنی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قلوبھم ہواء ۔ یا بدین معنی کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ تو انکی محبت کچھ نہوگی اور تحقیق یاد رکھنا چاہیے فافہم بعضون نے کہا کہ یوسف
علیہ السلام پر جو فضل اپنی جانب سے مکانت وسعت دینے کا فرمایا ہے یہ ازلی اختیار ہے اور اسمین کوئی استحقاق طاعت وغیرہ کا نہیں ہوتا ہے

کیونکہ اسوقت فعلیت کا وجود ہی نہ تھا بلکہ علم الٰہی و حکمت بالغہ خود مختاری ہے اسی واسطے نبوت و رسالت و ولایت و علم محض فضل حق عزوجل ہے و لقد
قال تعالٰے نصیب برحمتنا من نشاء خاصۃ رحمت انبیاء و اولیاء کے واسطے کشف مشاہدہ ہوا اور انکو انکی ذات کی معرفت دیدیا جس سے صفات
باری تعالٰے کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یا اسطرح کہ انپر راہ معرفت آسان کردی اور یہ اسطرح کہ مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر اسکو موقوف نہ کیا
اور یہ بہت بڑی رحمت و کامل منت ہے۔ اور یہ اسطرح کہ قلوب عارفین سے خواہش کسی امر کی ہو یا اقتضائے خودی دور کردی اُن کی خواہش وہی
رہی جو انکے مولی عزّ سلطانہ کی خواہش ہے اسواسطے کہ جب تک ذرہ برابر اپنی خواہش رہتی ہے تب تک محل نفس امارہ باقی ہے۔ قال المترجم
ہمین سے یہ عقدہ حل ہوگیا کہ جو خواہشین حضرت یوسف علیہ السلام سے بظاہر معلوم ہوتی ہین کہ امارت و حفظ خزائن کی درخواست کی وہ
سب بارادات آلٰہیہ ہین ان مین سے کچھ بھی اپنی خواہش نہین ہے اسی واسطے جو سوالات ظاہر تفاسیر مین مذکور ہین وہ عوام کے سمجھانے کے لیے
تکلفات ہین ورنہ جو شخص حقیقت سے آگاہ ہے اسکے نزدیک کوئی سوال ہی وارد نہین ہوتا بلکہ اسکی فکر ان مقامات مین آثار قدرت و تدبیر
الٰہیہ کے لطائف اشارات مین جولان ہوکر عارف بصفات پاک تعالت و تقدست ہوجاتی ہے جبکہ فضل الٰہی شامل حال ہو واللہ سبحانہ تعالٰے
اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ مین کچھ خیال کرسکتا ہون نہین نہین جب عزت سرمدیہ و جلال اقدس و جمال ازل کو آدمی کے لیے کشف فرمایا تو کیا امکان ہے
کہ مشاہدات انکی وسعت ہو یہ طاقت انکو کہان سے آئی اور کیونکر حدوثیت کے ساتھ قدیم کے ظہور مین بقا ہے اللہ اللہ تعالٰے اللہ علواً کبیراً۔ تمام
اکوان و حدثان اول بداہتہ ظہور سطوات عزت و تجلی جلالت مین متلاشی و فانی ہوجاوینگے پس مشاہدہ و بقا اسکی بقا ہے لیکن اس ضعف کو اپنے
عفو فرمایا اور رحمت سے انکی حدوثیت کو بقا سے قدم سے موید کرکے انکو وہ کچھ دکھلایا کہ فرشتہ بھی اُس سے محروم ہین کیونکہ ازل ہی مین انکو ہم قولہ
اصطفی آدم و نوحا الآیہ۔ قولہ و انہم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔ و قولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ اس کرامت کے واسطے برگزیدہ و اختیار فرمایا تھا پس کشف
جمال و منزلت وصال سے سرفراز کیا۔ اور انکے قلوب مین اسرار قدم بودیعت رکھے پس معنی قولہ کذلک مکنا لیوسف یعنی ہم نے اپنی عنایت
و کرم و رحمت اتم سے یوسف کو اپنی قولیت کے مراتب رفیعہ پر سرفراز کیا جہان سبب کا سلسلہ منقطع ہے اور تدبیر محض بیکار ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اعمال محض بیکار ہین جیسا اکثر جاہل مقلدین و اہل ہوس نے ایسا گمان کیا ہے پس کس قدر آیات حسنہ کثیرہ
ہین جن مین انسان کو اعمال رفیعہ پر عمل کرنے کی تاکید ہے اور کس قدر احادیث صحیحہ ہین کہ انمین اتباع فرائض و واجبات و فضائل عبادات و
عادات و عظائم اخلاق کی سخت تاکید و مبالغہ ہے اور کس قدر اخبار و آثار صحیحہ ہین جن سے حضرت سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا مع جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان اعمال کی قوت کا عامل ہونا مروی ہے اور کس قدر حکایات صالحین ہین جنہون نے ریاضت و مجاہدہ مین قدم
استوار کیا ہے اور کس قدر متواتر طور سے ثابت ہے کہ فائز و سائر ہے کہ اسکا انکار کرنا محض جہالت ہے شیخ نے خود کہا کہ آگے حق جاننا بیان فرماتا ہے کہ باوجود
جلالت شان و قدر عزت کے شکر گزار کو ہی رعایت نہین فرماتا جو صدق نیت سے طاعات کی راہ چلتے ہین تا کہ اعمال کے احوال
سے درجہ پر فائز ہون بقولہ و لا نضیع اجر المحسنین اب جاننا چاہیئے کہ اہل احسان یعنی سب سے اعلی درجہ والون کا ثواب یہ ہے کہ انکو کشف
جمال قدم سے سرفراز کیا اور انکا احسان کی حالت مین عمل یہ ہے کہ تمام صدق نیت سے مشارق ابد سے صبح ازل کا طلوع چاہتے ہین اور اسرار
کی نگاہین اسطرف لگی ہوئی ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جبرئیل نے احسان کو پوچھا تھا اسکے جواب مین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان
تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالٰے کی عبادت اسطرح کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا
تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ احسان یوسف علیہ السلام یہ تھا کہ جوانی میں اللہ تعالٰے کی رضا مندی چاہتے تھے۔ مترجم کہتا ہے

کہ اہل التفسیر نے قولہ فلبث فی السجن بضع سنین کی تفسیر مین روایت لکھی کہ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ عز وجل کی طرف سے
یہ شکایت پہونچائی کہ مین نے کنوئین سے نجات دی اور عزیز مصر کی نظر مین کرم رکھا اور حسنین وجیان فضل رکھے تم نے ساقی سے کس خیال
پر رہائی کی درخواست چاہی لہذا اب چند برس تم اور قید مین رہو تو آپ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل میرا پروردگار عز وجل بعد اسکے مجھ سے راضی
ہے انھون نے عرض کیا کہ ہان تو کہا کہ پھر مجھے رنج نہین ہے غرضکہ رعایت رضاے آلہی حاصل کرنے مین سرگرم تھے شیخ نے کہا کہ یہ مراقبہ
ورضاجوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت واس کی جانب سے عصمت ورحمت تھی کیونکہ گناہ سے معصوم ہونا مقربون باصطفائیہ ازلیہ سے ورنہ جسکے
حق مین ایسا نہو وہ کیونکر معصوم رہ سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ ذکم نہ کرنا کہ عصمت فقط زنا سے متعلق ہے حتی کہ بعض کافر کبھی زنا نہین کرتا اگر اس سے
بڑھکر حق عز وجل سے منہ موڑکر دنیا کو معبود بنالیتا ہے پس عصمت جملہ گناہون سے ہے شیخ نے کہا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ بدی کرنے والون
کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے بندون سے اسکی پاک صفات ووحدانیت ظاہر کرتے تھے تاکہ وے اسکی اطاعت کرین اور شیخ
نے لکھا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ جمال یوسفی کو قحط ومصیبت زدہ لوگون پر ظاہر کرتے کہ ایسے دیدار پر زندہ رہتے تھے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ
قولہ نصیب برحمتنا من نشاء ان آیات کے اول وآخر مین تفصیل ہے پس جس نے اس آیت کے اول وآخر مین تفصیل نہ کی تو اسپر قرآن کی آیات مین
التباس واشکال رہیگا پس اول تو علماء کے لیے ہے اور آخر جاہلون کے لیے ہے پس رحمت آلہی سے لیاقت احسان حاصل کی اور رحمت ہی سے
ہدایت پائی اور رحمت ہی سے احکام وآیات قرآن قدیم کی حکمت سمجھ مین آئی وقد قال تعالیٰ الرحمن علم القرآن شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ
نصیب برحمتنا یعنی اپنے فضل سے ہم جسکو چاہتے ہین اپنی معرفت کی راہ دیدیتے ہین۔ اقول یعنی رحمت سے یوسف علیہ السلام کو برگزیدہ پیغمبر کیا
اور روحی الہام سے قلب کا دروازہ جو عام خلق پر بسند ودر رہتا ہے کھولدیا جس سے معرفت حاصل ہوئی تو ہر لذت وخواہش دور ہوگئی اور ہر تکلیف
عین راحت ہوگئی یہانتک کہ درجہ احسان نبوت پر متمکن ہوئے کما قال تعالیٰ وکذلک مکنا لیوسف الآیہ پس یہ سب کرامت نتیجہ رحمت ہے جس سے معرفت
عطا ہوئی تھی کہ جو انکے حق مین عصمت ہوگئی اور جو صبر محنت مین شہد کی خوشگواری دیتی رہی پس شیخ ابن عطاء نے یہ اشارہ بیان کیا ہے واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعلم بعض مشائخ نے کہا کہ محسن وہ ہے کہ جسقدر احسان حق عز وجل کے ہین سب کو حق تقدس وجل کی طرف سے محض احسان و
فضل خیال کرے۔ قال المترجم یہانتک سوال کا بیان تمام ہوا اب مین کہتا ہون کہ امام رازی نے آخری دونون آیات سے حشویہ کا رد کیا جو
کہتے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی آپکا قصد بجانب زلیخا کیا تھا اور قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا کے معنے اپنے مطلب کے موافق بناتے ہین اور
قولہ لم اخنہ بالغیب کے وقت جب جبرئیل نے قصد یاد دلایا تو وما ابرئ نفسی الآیہ سے استدراک کیا۔ خلاصہ کلام رازی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہادت فرماتا
ہے کہ یوسف بندہ مخلص تھا جس سے ہر طرح کی بدی وفحش دور کردیا گیا تھا بحکم قولہ لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین اور وہ
متقین ومحسنین مین سے تھا مگر جاہل حشوی کہتا ہے کہ وہ مذنبین کاذبین سے تھے یہ خود حشوی کی جہالت ہے کہ باوجود شہادت آلہی کے ایسے گناہ کا مرتکب
ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون نے یوسف زلیخا کا قصہ لکھا ہے انھون نے بھی افراط وتفریط ہر طرح کی روایات بھردی ہین جنکا کچھ اعتبار نہین ہے الدقوہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام اسطرح سلطنت پر قائم ہوئے اور ارکان دولت ووزراء وامراء وماتحت بادشاہون نے انکی اطاعت مین گردن
جھکائی جیسا کہ شیخ مفسر سیوطی رح نے لکھا ہے تو آنحضرت نے سات سال اوائل مین کثرت سے اناج کے پیداوار کا اہتمام کیا اور اسکو نہایت حفاظت سے
رکھا اور اہل مصر کو بقدر ضرورت خرچ کرنے کو ملا اس قدر کہ جسے بہت کثیر غلہ کا انبار ہوگیا جو سات سالہ سال کے لیے ایک ملک کے آدمیون کو کافی ہو اور
یہ برکت حضرت یوسف کی تھی جنکو اللہ تعالیٰ نے قبل وقوع قحط کے آگاہ فرمادیا تھا بخلاف دوسرے ملکون کے کہ وہان پہلے سے علم نہ تھا تو پہلے سے کچھ غلہ اکٹھا

نہ تھا اسی وجہ سے آپ کی برکت علاوہ مصر کے اور ملکون تک بھی پہونچی چنانچہ جب بلائے قحط و اسکی سختی پے در پے شروع ہوئی تو اُس نے ملکون کو گھیر لیا یہانتک کہ بلاد شام و سرزمین کنعان تک جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مع اولاد باقیہ کے مسکن تھا پہونچ گئی اور بادشاہ مصر کی فیاضی و برکت کا شہرہ سنکر دور دور سے لوگون نے مصر کا قصد کیا اور حضرت یوسف ؑ ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیتے تھے اگرچہ وہ سردار و حاکم ہو پس حضرت یعقوب ؑ نے بھی اپنی اولاد کو مصر بھیجا لیکن حضرت یوسف ؑ کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا قال تعالےٰ

وَجَاۤءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ

اور آئے یوسف کے بھائی سو یوسف کے سامنے گئے تو یوسف نے انکو پہچان لیا — مگر انھون نے اسکو نہ پہچانا — اور جب انکا سامان تیار کر دیا — تو کہا

ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ

کہ میرے پاس لانا اپنے بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے — بھلا تم نہیں دیکھتے ہو کہ مین تو بھر پور تول دیتا ہون — اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون — پھر اگر

تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ○ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ○ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ

میرے پاس اسکو نہ لائے تو میرے پاس تمھارے لیے اناج نہیں ہے اور میرے نزدیک نہ آنا — بولے کہ ہم ضرور اسکے باپ کو اسکے لیے پھسلا دینگے اور ہم ضرور ایسا کرینگے — اور یوسف نے اپنے غلامون کو

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

کہا کہ انکا سرمایہ انکے کجاؤن مین رکھ دو — امید ہے کہ اسے اسکو پہچانینگے — جب لوٹ کر پہونچینگے اپنے لوگون مین — امید ہے کہ پھر واپس آوینگے

وَجَاۤءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ اور آئے بھائی یوسف ؑ کے مراد انسے دس بھائی وہ ہین جو سواے حضرت یوسف ؑ کی والدہ کے دوسری جوروؤن سے حضرت یعقوب کی اولاد تھے بدلیل آنکہ حضرت یوسف نے انسے اپنے حقیقی بھائی کو طلب کیا ہے۔ سراج مین کہا کہ یہ لوگ عربات مین قریب سرزمین فلسطین کے رہتے تھے اور انکے والد خود حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کو اناج خریدنے آئے کیونکہ وہان بھی قحط پڑا ہوا تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام غلات کو جمع کر کے معاوضہ سے فروخت کرنا شروع کیا تھا اور بادشاہ مع لشکر سپاہ ایک وقت دوپہر کو کھاتے تھے اور اس طریقہ سے ایک تو سالہاے قحط مین یہ اناج اہل مصر کو بلکہ اسکے علاوہ دیگر ملکون کے بندگان خدا کو کافی ہوگیا اور خزانہ شاہی بھی جو اہل مصر کے واسطے رفاہ عام تھا معمور ہوگیا اور دوسرے یہ فائدہ ہوا کہ کوئی شخص اسراف نہین کرسکتا تھا جبکہ سرمایہ کے عوض اناج ملتا تھا اور شیخ رح نے لکھا کہ بعض مفسرین نے جو روایت لکھی ہے کہ سال اول مین بعوض درم و دینار کے اور سال دوم مین بعوض جواہرات و سال سوم بعوض فلان چیز و سال چہارم بعوض چیزین و سنہا حتی کہ بعوض اولاد و انکے نفوس کے بیچا تو یہ دیلون کی روایات مین سے ہے ہم اسکی حقیقت سے واقف نہین ہین قال المترجم بحمد اللہ کہ مین نے سابق مین اسطرح کلام کر کے فراغت پائی ہے اور وہان کچھ توجیہ تاویل لطیف مع مسائل ذکر کر دیے ہین فتذکر اور لکھا کہ حضرت یوسف ؑ کے بعد حضرت یعقوب ؑ کو بنیامین سب سے زیادہ پیارا تھا اسکو حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقیون کو مصر واسطے اناج کے روانہ کیا پس یہی ہے قول اللہ تعالیٰ یعنی یوسف کے بھائی آئے فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ پس داخل ہوئے یوسف کے سامنے شاید آنحضرت لوگون کو اپنی حضوری مین باریاب فرماتے تھے اور ممکن ہے کہ بعلم نبوت انکے واسطے خاص حکم دیا ہو یا پر دیسیون کے واسطے حکم ہو۔ فَعَرَفَهُمْ پس یوسف علیہ السلام نے انکو پہچان لیا۔ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ حالانکہ وے اُس سے منکر تھے یعنی انجان تھے۔ قال الامام اول تو انھون نے صغر سنی مین چھوڑا تھا جبکہ سیارہ کے ہاتھ بیچا تو معلوم نہ تھا کہ وہ کہان لیگیا اور دوم یہ کہ اس حالت مین آپ تخت سلطنت پر دبدبہ و شوکت شاہی کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور فروخت کی شان غلامون کی تھی تو کہان غلامی اور کہان بادشاہی انکو اسکا گمان بھی

نہ تھا سراج مین مذکور کیا گیا اسوجہ سے کہ آپ نے حاجبون کو حکم دیا تھا کہ انکو دور کھڑا کرو اور درمیانی مترجم کے ذریعہ سے انسے گفتگو کرتے تھے۔ اور
اسوجہ سے کہ انھون نے بچہ چھوڑا تھا اور اب تن و توش و داڑھی مونچھ کی حالت مین دیکھکر نہ پہچانا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اسوقت سے اس
دم تک چالیس برس گذرے تھے۔ قال المترجم وفیہ نظر واللہ اعلم۔ عطا رحمہ نے کہا کہ اسوجہ سے نہ پہچانا کہ آنحضرت بلباس بادشاہ مصر آراستہ
تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام اپنے چہرہ پر نقاب رکھتے تھے تاکہ مصر کی عورتین فتنہ مین نہ پڑین تو یہی وجہ
نہ پہچاننے کے لیے کافی ہے۔ یہان تعلیم ہے کہ پردیسی مسافر کا اکرام چاہیے اور بادشاہ کو بذات خود تفقد احوال لازم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عامل
کسی ملک پر مقرر فرماتے اُس سے معاہدہ لیتے تھے کہ حاجب و دربان مثل جابر بادشاہون کے نہ رکھے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ اور جب
پورا کر دیا ان کا سامان۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ تو انسے کہا کہ لے آؤ تم سب ایک بھائی کو جو تمھارے باپ کی طرف سے بھائی ہو
یعنی ماں ایک نہو بلکہ باپ ایک ہو ایسا اپنا ایک بھائی لے آؤ۔ اور آئندہ ان کو وعدہ نیکی سے آمادگی دلائی اور نہ لانے پر دھمکی بھی دی چنانچہ
فرمایا۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ کیا تم اس بات کو نہین دیکھتے ہو کہ مین ناپ پوری پوری بلا خسارہ دہی کے دیتا ہون۔ ایک بات وَأَنَا
خَيْرُ الْمُنزِلِينَ اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون اپنے مہمانون کی خاطر مدارات اچھی طرح کرتا ہون۔ اور آنحضرت نے ان لوگون کو بہت
آرام و آسایش کے ساتھ اتارا تھا اور اچھی طرح مہمانداری کی تھی یہ دوسری بات تھی جس سے انکو بھائی کے ساتھ لانے پر آمادہ کیا۔ پھر دھمکایا
فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي پس اگر تم نہ لائے اسکو تو ایک یہ ہوگا کہ نہین اناج میرے پاس تمھارے لیے۔ دوم یہ ہوگا کہ
وَلَا تَقْرَبُونِ اور میرے پاس مت آنا۔ امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی سامنے
ہوئے تو اسطرح انسے باتین شروع کین جیسے کوئی انجان ہوتا ہے حالانکہ دیکھتے ہی انکو پہچان لیا تھا پس کہا کہ تم میرے ملک مین کیون آئے ہو وہ
بولے کہ اے عزیز ہمکو قحط کی مصیبت پہونچی تو ہم اناج کی امید پر آئے ہین۔ فرمایا کہ شاید تم جاسوس ہو ہمارے ملک کا اندرونی بھید لینے آئے ہو۔ بولے
معاذ اللہ ہم جاسوس نہین ہین۔ فرمایا کہ پھر کون لوگ ہو۔ بولے کہ ہم کنعان کے رہنے والے ہین ہمارا باپ اللہ تعالے کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام ہے
فرمایا کہ تمھارے سوا اسکی اور بھی اولاد ہے۔ بولے کہ ہم بارہ تھے ہم مین سب سے چھوٹا بھائی جنگل کو گیا اور وہان ہلاک ہوا اسکو باپ بہت
پیار کرتا تھا اب اس کا سگا بھائی رہ گیا اُس کو باپ نے اُس کی نشانی غم غلط کرنے کو روک لیا ہے پس حکم کیا کہ انکو اکرام و آرام سے اتارو اور پھر
انکا جہاز پورا کر دیا اور سوتیلا ایک باپ کی طرف سے بھائی لانے کو ترغیب و تہدید کی اور انھون نے وعدہ کیا۔ اور سدی رحمہ نے یہ بھی ذکر کیا کہ
آنحضرت علیہ السلام نے ان لوگون سے رہن لے لیا اور بعض نے کہا کہ ایک بھائی شمعون کو لے لیا تھا۔ امام رحمہ نے کہا کہ اس مین تامل ہے۔
مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رحمہ نے بھی اس مین اعتراض کیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ پیغمبر صدیق کی شان نہین ہے کہ باوجود آگاہ ہونے کے انپر
جاسوس ہونے کا اتہام رکھے۔ مترجم اس کا جواب دیتا ہے کہ نہین جاسوس ہونے کا اتہام نہین دیا بلکہ توریہ کے طور پر سچ بات کہی کہ تم جاسوس
تو نہین ہو لیکن جو امر واقع مین نہین ہے اُس کا نفی کرنا سوائے اس کی اصلی کیفیت کے سب طرح درست ہے حتی کہ تم جن تو نہین ہو اور تم فرشتہ نہین ہو
اور غرض سلام معرفت تھی جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے شب ہجرت انسے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کون ہے تو
آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپایا اور کہا کہ رجل یہدینی السبیل ایک آدمی مجھے راہ بتلاتا ہے یہ بات سچ تھی مگر کافر جاہل سمجھا کہ کوئی راہ بتلانے
ساتھ ہے اور مراد آپ کی راہ آخرت کا ہادی تھا اور اگر اعلان عیب ہوتا تو یہ عیب ہوگا کہ باوجود علم کے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ دوم یہ اعتراض کہ رہن
لے لیا تو لانے کے وقت عہد و پیمان و ترغیب و ترہیب کی ضرورت نہ تھی۔ ہم اس صورت مین انکا سرمایہ انکی رحال مین رکھنے کا تاکہ واپس آوین

کیا فائدہ ہے۔ چنانچہ ہم انکا وعدہ کہ باپ سے ہم اوسکی درخواست کرینگے اور کمال کوشش کرینگے نہ آنکہ ہم ضرور لا دینگے۔ پھر انھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام
سے فقط یہی کہا تھا کہ کیل روک دیا گیا ہے نہ آنکہ ہم مین سے فلان شخص رہن لیا گیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ سب سے اقوی وجہ اعتراض میرے
نزدیک یہ ہے کہ رہن ایک امر مشروع بمقابلہ حق واجب بطریق وثاقت ہے اور وہ مال متقوم ہووے جس سے فی الجملہ حق اصل کا حصول
کسی وجہ سے ممکن ہو اور یہان شمعون مرد آزاد تھے نہ مال مملوک اور رکن رہن یعنی عوض حق واجب کے بالکل سرے سے منتفی ہے کیونکہ بھائی کا
لانا انپر واجب نہ تھا تو رہن کیا معنے ہین اور کیونکر پیغمبر برحق ایسے ظالمانہ احکام کو جاری کرسکتا تھا۔ یہ تو ظالم بادشاہون کے طریقہ مین سے
ہوسکتا ہے پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت حضرت سدی رح کو یہودیون وغیرہ سے ملی ہے جو روایت کردی اور سراج مین معالم وغیرہ سے لایا
گیا قولہ لما جہزہم بجہازہم۔ لغت مین جہاز وہ اسباب ومتاع جو کہین منتقل کرلیجانے کے لیے مہیا کیا جاوے جیسے سامان سفر جو ایک شہر سے دوسرے
شہر کو لیجاوین اور وہ بھی جہاز ہے جو دختر کو اُسکا باپ دیتا ہے اقول جہزہم بجہازہم مین دلالت ہے کہ علاوہ گون اناج کے انکو زادراہ سفر بھی دیا تھا۔
پھر ذکر کیا کہ دس بھائی ٹھہرا ایک کو ایک اونٹ اناج دیا اور زیادہ دینے سے انکار کیا کیونکہ اسوقت عام انصاف کے خلاف تھا تو انھون نے کہا کہ ہے
عزیز ہمارا باپ بوڑھا شیخ ہے اور بوجہ ہلاکت ہمارے صغیر بھائی کے محزون رہتا ہے اور روتے روتے نابینا ہوگیا ہے اور صغیر کا ایک ان سے جو بھائی
ہو وہی اسکا مونس اور اسکی خدمت مین ہے تو ان دونون کے لیے بھی ہمکو دو اونٹ چاہیے ہین جب انھون نے کہا تو حضرت یوسف نے کہا کہ تم لوگ
ایک جماعت کثیر ہو اسکے باوجود وہ بھائی تمہارے باپ کو زیادہ پیارا ہے ظاہر ہے وہ بہت شکیل عقیل ہے مین دیکھنا چاہتا ہون مترجم کہتا ہے کہ شاید
قصہ یون ہوئی جب انھون نے دو اونٹ اناج زیادہ مانگا تو اس بھائی کو تصدیق کے لیے طلب کیا ہو اور کچھ ضرور نہین کہ وہ زیادہ شکیل وعقیل ہے
یا اور الفاظ زائد کیے جاوین بلکہ خیال اصحاب ارکان باپ وبھائی کے لیے زائد اناج کی درخواست ہو پس باپ کو بوجہ عذر نابینائی کے معذور رکھا اور بھائی کو
طلب کیا اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین قولہ باخ لکم من ابیکم کہنے کی مناسبت معقول نہین ہے بلکہ اخ لکم من ابیکم درست ہے یعنی اس بھائی کو جو
باپ کی طرف سے ہے لاؤ۔ اور باخ لکم مین یعنی ہے کہ اپنا ایک ایسا بھائی لاؤ جو تمھارے باپ کی طرف سے تمھارا بھائی ہو تو کرخی وغیرہ نے اسکا جواب
یہ دیا کہ اپنی طرف سے معرفت اسکو اونپر ظاہر نہ کیا اور ایسے طور پر کہا کہ گویا انکو معلوم نہین ہے اور امام رازی کا اسپر بھی اعتراض اول وارد ہوگا اور
وہی جواب ہے جو مذکور ہوا اور مترجم کے نزدیک حق یہ ہے کہ تمام امور جو حضرت یوسف علیہ السلام سے اس قصہ مین واقع ہوئے سب الہیہ ہین کہ عاقل
آدمی بخوبی جانتا ہے کہ آدمی سے موقع والاتفاقات وبات حیثیت وحالت وکیفیت ایسی واقع ہوتی ہے جس سے یہ صورت پیدا ہوجاوے جو یہان مذکور
ہے اور جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا وہ بوحی الٰہی عزوجل تھا پس ان تکلفات کی کچھ ضرورت ہی نہین ہے اور علماے تابعین وائمہ
متقدمین مین سے اس قصہ مین زائد روایات کا اختیار کرنا حق بیکار ہے کیونکہ انکو یہ روایات کچھ حدیث سے ملی نہین کیونکہ حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی اور آپ سے زائد قصہ دراز مروی نہین ہے تو پھر صحابی یا تابعی کو تفصیل سواے یہودیون کے بیان کے اور سلسلہ
سند سے نہین معلوم ہوسکتی ہے اور یہودیون کی روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہین پھر بے ضرورت انکا تتبع کرنا اسرار وحقائق علوم سے باز رکھتا ہے
اب مترجم کہتا ہے کہ اس بیان مین جو علوم پاکیزہ ہین وہ یہ ہین۔ قولہ جاء اخوۃ یوسف۔ اول یہ کہ نسب کا تعلق گوشت پوست سے ہے اور ایمان کا تعلق
روح باقی سے ہے پس برادران یوسف نے یوسف کو قتل کرنیکا قصد کیا اور آخر کنوین مین ڈالدیا اور آخر فروخت کردیا پس باوجود اسقدر انقطاع کے
انکا بھائی ہونا منقطع نہین ہوا چنانچہ حق تعالیٰ نے انکو بھائی قرار دیا مسئلہ اگر قتل کرڈالے تو قاتل اپنے مقتول کی میراث نہ پاویگا پس جبکہ جانی نسب
مین بالقطع نہین ہوتا تو ایمانی محبت ورشتہ نہ چاہیے کہ بھائی سے قطع کیا جاوے حالانکہ یقینی ہے کہ مومن سب آپس مین بھائی ہین اور یہ امر قرآن کی

آیت سے ثابت ہوا اور حدیث مین ہو کہ تین روز سے زیادہ باہم رنج رکھنا نہ چاہیے اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ ان دونون سے مغفرت
اُٹھا لیتا ہو اور بعض روایات مین برکت۔ اور حدیث مین ہو کہ جو ابتدا کرکے بول اُٹھے اور اصلاح کرلے تمام بزرگی اسی کو ہو جیسے صحیح مین رنج
پیدا کرنے والون کے حق مین کہا کہ جو پہل کرے اُسی پر گناہ ہو جب تک کہ دوسرا اس سے بڑھ نہ جاوے۔ اور تمام مسلمانون پر واجب ہے کہ
جہان تک جس طرح استطاعت رکھتے ہون دونون مین صلح کرادین۔ اور صحیح حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ کا سایہ قیامت مین سات آدمیون
پر ہوگا ان سات آدمیون مین سے دو شخص وہ بیان کیے جو ایمان کی راہ سے باہم محبت کرتے تھے اسی حال پر زندہ رہے اور اسی پر مرگئے علماء
نے کہا ہو کہ بھائی کو بھائی سے ترک تعلق نہ کرنا چاہیے اگرچہ ایک گناہ کرنے لگے جب تک کہ شرک کی حد تک نہ پہونچے مسئلہ ناتا کاٹنا حرام و
کبیرہ گناہ ہو۔ واضح ہو کہ جس پیٹ سے ایک ناتے کے لوگ پیدا ہین وہ رحم کہلاتا ہو تو حدیث مین ہو کہ رحم اپنے پروردگار کے عرش سے لٹکا ہوا
دعا کرتا ہو کہ اے رب میرے جو مجھکو جوڑے تو اسکو جوڑ دے اور جو مجھکو کاٹے اسکو کاٹ دے مسئلہ غیر باپ کو اپنا باپ بتانا حرام ہو۔ حدیث
صحیح مین اُسکی ممانعت آئی ہو لہذا جو لوگ کہ شیخ نہین ہین یعنی صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سے کسی کی اولاد نہین ہین یا سید نہین
ہین اگر اپنے آپ کو شیخ یا سید کہتے ہین تو ہر روز حرام کے مرتکب ہین حالانکہ یہ دنیا مین بھی فضیحت ہو اور آخرت مین گناہ اور سب بے لذت ہو۔ صحیح
حدیث مین حقوق برادرانہ مین سے بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر شفقت۔ معاملات مین فریب نہ کرنا خیر خواہی۔ زندگی مین سلام سے ابتدا کرنا آبرو کی
نگہداشت کرنا غیبت نہ کرنا برائیون سے چشم پوشی کرنا چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا جبکہ وہ الحمد للہ کہے نصیحت سے معاونت کرنا مرنے پر اُسکے جنازہ کی مشایعت بجا لانا
کرنا بالجملہ حقوق جسقدر آدمی پر روزانہ طرح طرح کے برتاؤ سے پیش آتے ہین اسی قدر ملحوظ ہین اور اصل یہ ہو کہ ہر طرح سے نیکخواہی کا ارادہ ہو حتیٰ کہ اگر
حاکم و سلطان نے کسی مجرم کو گناہ پر سزا دی تو یہ بھی اُسکی ذات کی اور باقیون کی خیر خواہی ہو۔ قولہ قد خلوا علیہ۔ اوپر مذکور ہوا کہ حاکم عادل کو اسی طرح
باریاب کرنا چاہیے۔ مہمان کا تین روز حق ہو اور اکثر علماء کے نزدیک واجبی حق ہو اور صحیح حدیث مین ہو کہ تیسرے مہمان کا تحفہ حق ہو۔ وفی الحدیث من کان
یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ البخاری وغیرہ یعنی جو شخص ایمان لایا ہو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر اسکو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے مقصود
یہ کہ مہمان کا اکرام از آثار ایمان مین سے ہو ہر ایک اس دنیا مین مہمان ہو بلکہ مسافر راہ گیر ہو اور یہ سفر سانس کے قدمون سے طے ہوتا چلا جاتا ہے پھر
اکرام کی تفصیل دراز ہو از انجملہ جو کچھ میسر ہو خندہ پیشانی و خوشی سے پیش کرے گویا اُسکے آنے سے نہایت خوش ہوا۔ ساتھ کھانے مین شریک ہو۔ ہر
ایک چیز مین خوشی ظاہر کرے اُسکے سامنے کسی گھر والے و خادم پر ناراض نہو۔ لیکن جو تکلف اس زمانہ مین ہوتا ہو کہ قرض و ادھار سے خاص طور پر
انتظام کرتے ہین یہ سب وساوس نفس و ہوا وہوس و تسویلات شیطان مین کہ نیکی برباد اور گناہ لازم کرکے بسا اوقات مہمان کے آنے سے دل مین کبیدہ ہوکر اسکو
بار گران خیال کرتے ہین اور اس پر کیا موقوف ہے جملہ معاملات نکاح اور تجہیز و تکفین و دیگر اختراعی رسوم مین محض دنیا کی شرم و ناموری ہوتی ہوس
نفس کی مداخلت سے گمراہ و دونون جہان خراب ہین اللھم اہدنا الصراط المستقیم پس یوسف علیہ السلام نے بھائیون کی طرف تکالیف و مصیبتون
کا خیال نہ کیا اور یہ نہ دیکھا کہ انھون نے بھر پور برادرانہ حقوق کو جو اُنپر دو طرح واجب تھے کسقدر ضایع کیا بلکہ کمال خلق حسن کے ساتھ عفو
کیا اور اپنی طرف سے اُن کے حقوق کا پاس کرکے اُن کی تکریم و مہمانداری ادا کی اور حسن اتفاق سے اُنکا ایک حق مہمانی کا اسوقت بڑھ گیا
تھا۔ قولہ وانا خیر المنزلین۔ یہ تعریف اپنی بطریق فخر نہین ہے کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی مین آدم
کی اولاد مین سب کا سردار ہون اور کچھ فخر سے نہین کہتا ہون یعنی صرف آگاہ کردینا منظور ہے ایسے ہی مقصود اُن کو اُبھارنا تھا ایک سچی
بات ذکر کردی اور گویا یہ وعدہ دیا کہ مین تم سب کی مہمانی قبول کرونگا۔ اس مقام پر وحی کی اصلی کیفیت ظاہر نہین ہو اور بہر حال ہم کو غیر

واجب ہے کہ اللہ تعالے پر بھروسا کرین لیکن اس طرح کہ جو اس سے جو امور اللہ تعالے نے متعلق فرمائے ہین جن کو آدمی تدبیر کرتا ہے اس کو کام مین لاوے - پس یہان دو حال سے خالی نہین یا تو ان کو وحی سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھائی و باپ سب آ جاوینگے یا نہ معلوم ہوا - اگر معلوم ہوا تو بھی اسقدر تدبیر اس دار امتحان مین منجملہ طاعات ہے کیونکہ پیغمبر کا کوئی فعل ہو کسی وقت رائگان نہین ہوتا - یعنی ضرور اسپر بوجہ خلوص نیت کے ثواب ہوتا ہے اور اگر معلوم نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو تدبیر پر عمل خود ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم الغیب خاص صفت حضرت باری تعالے عز و جل ہے اور خصوص جو امور آدمی کے حق مین واقع ہونے والے ہوتے ہین ان قدر کے تقدیر کا علم اسوقت اس کی نظر سے پردہ مین ہوتا ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ کربلا مین بعض محققین نے ذکر فرمایا ہے اور صحیح حدیث حذیفہ رض در باب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ و دیگر فتن جو صحیح بخاری مین ہے اہل علم کے لیے محل تفکر ہے اور جو واقعہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوا کہ صورت تدبیر اس مین ظاہر تھی باوجود حدیث صحیح یابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر کے اور حدیث راہب شامی جس سے بیت المقدس مین حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے سوالات فرمائے اور جب آپنے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین الفاظ وہم کہے تو اس کا سر ہلا کر فرمایا یا دفراہ یا دفراہ یعنی اوگند ہے اوگند ہے دیکھ تو کیا زبان سے نکالتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین میرا مطلب یہ نہین ہے کہ چہارم خلیفہ بذات خود کسی خون مین متہم ہونگے بلکہ یہ غرض ہے کہ ایسے وقت خلیفہ ہونگے کہ تلوارین خون مین بھری ہون گی اور راوی نے کہا کہ اللہ تعالے حضرت علی پر رحم فرماوے اور تیسرے خلیفہ کے ذکر کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ عثمان پر اللہ تعالے رحم فرماوے پس صحیح ہے کہ آپ سب واقعہ خوب جانتے تھے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ غیر معلوم ہو باوجود اسکے خلافت کو مشورہ پر چھوڑا اور بعد مشاورت وفات الفاروق کے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرار پائی اور بعض نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسوقت یہ بھی کہا کہ خدعت ورب الکعبۃ یعنی قسم رب کعبہ کی مین دھوکے مین پڑ گیا اور جماعت انصار رضی اللہ عنہم نے بظاہر نظر اختلاف کیا لیکن بباطن نظر واقف تھے اور تو نے دیکھا کہ ایک شخص نے راستہ مین ایک خوبصورت عورت کو دیکھکر بد نظری سے دیکھا جس سے قلب پر ہیجان شہوت کا اثر پہونچا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے حسن اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے خطاب کیا کہ یہ کیا حال ہے کہ تم مین سے بعضے لوگ میرے پاس آتے ہین حالانکہ اُن کی آنکھون نے زنا کیا ہے آیندہ وہ اللہ تعالے سے شرم کرین یا ورنہ مین درّے ماروں گا - اُس نے بھی تو بہ کیے بعد اُسی مجلس مین پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی وحی اُترتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن یہ فراست ہے اور البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کو قطعی جانتے تھے بدلیل اشارات احادیث صحیح کہ جنمین بشارت شہادت تھی لیکن ایام محاصرہ مین اہل بلوہ کو کر سے کر فہمائش کی اور برابر انکو سمجھاتے تھے کہ تم ایسا مت کرو حالانکہ قضاے مقدر مین کوئی تدبیر کارگر نہین ہے پس اہل علم و عقلا سے ربانیہ اللہ تعالے کے کارخانہ امتحان دنیا مین ادب کی رعایت رکھتے ہین اور عوام صحابہ رضی اللہ عنہم اس درجہ و منزلت پر تھے کہ تم سے مین ایسے ایک صحابی کی نسبت جو تم کو معروف نہین ہے انکا نام اس زمانہ والون مین مشہور نہین ہے تاکہ مترجم کے نام لینے سے کوئی ان کو مثل حضرات خلفا سے راشدین کے پہچان جاوے پس موت کے بعد دفن ہونے سے پہلے لوگون سے کلام کرنا پھر بدستور مردہ دفن ہونا ذکر کرے - خلاصہ یہ کہ اہل حق و بزرگان خاص کا قیاس نہین ہو سکتا ہے انکے علم کا اندازہ نہوگا - اب یہان حکمت بیان نہوئی کہ بھائی کو طلب کیا اور باپ کو نہین بلایا تو کہنے والا کہیگا کہ باپ کی نسبت انھون نے نابینا ہو جانے کا عذر کیا تھا لیکن اہل عقل کے نزدیک اس مین کوئی مشکل نہ تھی کہ اسقدر اولاد اپنے باپ کو حفاظت سے لاوین اور جیسے باپ کی مکان پر پرداخت کرتے تھے ایک بھائی کرے - اور سب سے زیادہ

مشکل جو مترجم ان گفتگو کرنے والون پر پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انکو معلوم تھا کہ باپ کی میری مفارقت مین یہ نوبت ہوئی اور میرا
سگا بھائی بنیامین اُن کے واسطے مونس و یادگار ہے تو عمداً اس اہتمام سے اُس کو بلوا کر کیون جدا کر دیا جس سے غم والم مین زیادتی ہو گئی اب
اسکا جواب دینے مین تکلفات کا برتاؤ ہوگا اور واضح ہونا چاہیے کہ مرد دیندار ایسے سوال و جواب مین اوقات ضائع نکرے بلکہ ان مقامات
و اشارات کو سمجھکر خاصان حق عز وجل کی اقتدا کرے جنکے افعال مین نفس امارہ کا لگاؤ نہین تھا اور نہ کرتے تھے کچھ کام مگر وہی جسکی
اجازت حاصل ہو فافہم واللہ تعالے ہو الہادی الی السبیل الرشاد - قولہ سنراود عنہ اباہ الآیۃ - اہل تقوی کا یہی شیوہ ہے کہ ہر کام مین جناب
حق عز وجل و حکم شرع کا لحاظ رکھین چنانچہ عزیز مصر کی خاطر کو عزیز نہ کیا اور ہرگز باوجود ترغیب و تہدید کے وعدہ نہ دیا کہ ہم ایسا کرینگے بلکہ
مراودت کا وعدہ کیا جو پورا ہونا ظاہر تھا بعض روایات مین ہے کہ مومن کا وعدہ جیسے ہتھیلی کا گرفت کر لینا یعنی قبضے مین لینا یقینی پورا ہونے کے معنی مین ہوتا ہے
وقال تعالے ان العہد کان مسئولا اور وعدہ پورا کرنا صفات ایمان مین سے ہے لہذا منافق کی علامت فرمائی کہ امانت مین خیانت کرے اور جھگڑے
مین فسق و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے مترجم کہتا ہے کہ جھگڑے مین فجور کرے نہایت عمدہ کلام ہے حتی کہ جسقدر حرکات ایسے حالات مین سچائی
سے خلاف صادر ہوتے ہین سب اسمین مندرج ہین مثلاً کسی سے زبانی جھگڑا کیا تو اسکو دشنام و سخت سخت الفاظ کہیگا - اور اگر نالش واقع ہوئی
خواہ خود مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ خواہش کریگا کہ جو مین چاہتا ہون یہ ثابت ہو جاوے اگرچہ حق ویسے نہو کیونکہ فی الجملہ خسارت ہے پس جھوٹ
بولیگا اور قسم کھاویگا اور جھوٹی گواہی اور مانند اس کے جو اور حرام و فجور ہین سب اس سے امر زد ہونگے بخلاف مومن کے چنانچہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک مومن و ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے مومن سے گواہ طلب کیا اُس نے کہا کہ میرے پاس
گواہ نہین ہین تو آپ نے کہا کہ یہودی سے قسم لے سکتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یہ تو فاجر ہے قسم کھا جاوےگا آپ نے فرمایا کہ پھر اسکے سوا تیرے لیے
کوئی راہ نہین ہے پس اُس نے سچا حق چھوڑا اور خسارہ آسان ہو گیا کسی فجور پر راضی نہوئے - الغرض برادران یوسف علیہ السلام نے وعدہ
لانے کا نہ کیا بلکہ کوشش کرنے کا وعدہ کیا پس متقی آدمی کو چاہیے کہ دنیا مین کسی شخص کی رعایت سے خواہ بادشاہ ہی کیون نہو سچی بات سے تجاوز
نکرے - ف - فی العرائس قولہ تعالے وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفہم الآیۃ بھائیون کا نہ پہچاننا حضرت یوسف کو تاثیر حقیقت مین اسوجہ
سے واقع ہوا کہ چہرہ یوسفی علیہ السلام مین جو تجلی حق ظاہر تھی اُسکے دیکھنے سے بھائیون کی آنکھین حجاب مین کر دی گئی تھین وہ اس نور تجلی کو
نہین دیکھتے تھے جیسا کہ انھون نے جرم سے پہلے دیکھا تھا پس یہ نہ دیکھنا اس جرم کی جزا تھا کہ حق تعالے نے دیدار انوار سے انکی آنکھون پر پردہ
کر دیا پس جب یہ نور نظر نہ آیا تو انجان ہو گئے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ارواح کا اشارہ اسطرح ہے کہ ازل مین جنمین باہم تعارف ہوا
ان مین یہان تعارف ہے اور جن مین وہان تخالف ہوا ان مین یہان بھی ہے پھر جسم ظاہری گویا پردہ روح ہے جس سے اہل بصیرت مثل
آئینہ کے عکس دیکھتے ہین - اب مین کہتا ہون کہ جو کچھ شیخ رح نے بیان کیا اسی بنا پر اشارہ فرمایا ہے واللہ تعالے اعلم - بعض نے کہا کہ سابق مین جدا
کیے عوض بیچا اور اللہ تعالے نے انکو حضرت یوسف کی طرف حاجتمند بنایا - استاد رح نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سابق بھائی کی وجہ سے
اللہ تعالے نے انپر حجاب کر دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا یہی حال گناہون کا ہوتا ہے کہ جب آدمی حق تعالے کی نافرمانی کرتا ہے تو
اسپر حجاب طاری ہوتا ہے جس سے اُسکے کان تو خطاب الٰہی کو نہین سنتے اور آنکھین آثار قدرت کو نہین دیکھتی ہین پھر دل اندر ہی اندر جھوٹ
اور نفس کی تاریکی مین مشغول ہوتا ہے پس اُسکی معرفت کے درمیان حجاب طاری ہو جاتا ہے اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے کبریائی کا
ظہور ہو - قولہ تعالے فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون یہان ایک نکتہ ہے کہ قلب یعقوب علیہ السلام مین کچھ التفات بجانب اسباب

شائبہ تھا تو چاہا کہ درجہ عالیہ پورا ہو جاوے کہ قلب معرفت بارگاہ قدم کو حدوث سے بالکل علیحدہ جانے اور یہی اثر تمام معارف میں پھیلے حتی کہ
سرباطن مشاہدہ جمال رحمٰن میں جملہ حدثان سے مجرد ہو خواہ وہ یوسف ہوں یا کوئی اور ہو پس آہستہ آہستہ لطف کے ساتھ علائق سے خارج کیا
تاکہ بارگاہ کبریا میں حدوث کا غبار نہ رہے اسی واسطے اول یوسف کو پھر بنیامین کو اُن سے علیحدہ کیا اور مخلص بندہ یوسف علیہ السلام کو یہ راز
منکشف تھا لیکن غیرت الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے خوف کیا کہ بنیامین بھی ہلاک کیا جاوے اور درد پر درد بڑھایا جاوے لہٰذا یوسف علیہ السلام نے
برعایت حق والد بزرگوار بہت کوشش کی کہ قبل ہلاک کیے جانے کے بنیامین علیحدہ کر دیے جاویں یہاں تک کہ بھائیوں سے کہا کہ فان لم تاتونی بہ فلا
کیل لکم عندی ولا تقربون۔ حالانکہ احسان کے مقابلہ میں عوض چاہنا بزرگوں کا قاعدہ نہیں ہے۔ اور اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے
راستہ میں جو کوئی معرفت کا عہد پورا نہ کرے اسپر وصال کی راہیں تنگ کر دیجاتی ہیں بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ حضرت
خالق عز وجل نے جو کچھ بندے سے چاہا ہے یعنی حق تعالیٰ تو ہر امر و عبادت سب سے پاک ہے لیکن اسکے احکام بندگی کے ہیں جو انکو بجا لاوے
وہی اسکا بندہ ہے اور جو خلاف کرے اُسکو مردود کرے شیطان کے ساتھ بلکہ بندۂ شیطان کر دے تو جو احکام عبودیت جاری فرمائے ہیں جو بندہ
انمیں اپنی خواہش کو دخل دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسپر اپنا رزق تنگ کر دیتا ہے اور مقام قرب سے اسکو محروم رکھتا ہے۔ استاد رح نے یہاں ایک لطیفہ بیان
فرمایا کہ جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو بنظر محبت یوسف دیکھا تو غیرت محبت نے اس شرکت کو منظور نہ کیا اور بنیامین کو سامنے سے
دور کر کے پورا غم و اندوہ حضرت یوسف پر کیا اور اشارہ الی التفکر فی قولہ ولا اسفیٰ علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ اور واضح ہو
کہ عام لوگ لفظ محبت سے بہت تنزلی کو لیتے ہیں کہ محبت و عشق کو اسی نفسانی کیفیت پر محمول کرتے ہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے
اور اگر زیادہ بلند نظر دوڑائی تو مجنوں و فرہاد کی محبت یاد آئی حالانکہ یہاں فرق زمین و آسمان کا ہے اور فرق سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ جو عشق فرہاد و
مجنوں میں تھا یا جیسی کیفیت ان شہوت پرست لوگوں میں ہوتی ہے اس سے ہزار یا درجہ جوش زیادہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ جو محبت و عشق کے معنے
سمجھے ہیں اور باہم اس لفظ کو جیسا بولتا ہے لیکن اہل حق کی بولی میں یہ لفظ دوسری زبان کا لفظ سمجھنا چاہیے کیونکہ عشق کی ماہیت خود وہ لوگ
نہیں جانتے ہیں تو ہم لوگ کیا سمجھینگے یہاں تک کہ بعض اکابر نے کہا کہ عشق ذات باری تعالیٰ ہے اور حکایت ہے کہ ایک ذرہ کا ستر ہزارواں حصہ
ہزاروں میں تقسیم ہوا تو ہر ایک ولی کامل ہو گیا۔ مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اسقدر کہا کہ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گر دلیلت باید از وے رو متاب
یعنی کوئی حقیقت دلنشین بیان نہ کر سکے۔ ان عوام کو فہمائش کر دی کہ ع عشق آن نبود کہ در مردم بود۔ این فساد از خوردن گندم بود
اپنے آدمیوں کا عشق وہ عشق نہیں ہے جو اہل اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوتا ہے بلکہ یہ تو گیہوں کھانے کا جوش ہے [illegible] کہ سچ فرمایا
دیکھو انکا علاج یہ ہے کہ [illegible] کہ کئی دن بدن سے کم کر دیا جاوے اور شہوت کے اسباب زائل ہو جاویں فافہم۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام
نے انکی ترغیب و تحریص دی کہ برادر پدری کو لاویں۔ پھر شاید یہ خیال کیا کہ غریب آدمی ہیں اگر انکے پاس خرچ مہیا نہ ہوئی یا [illegible]
آنا اسوجہ سے موقوف کر دینگے لہٰذا وقال لفتیٰنہ کہا اپنے غلاموں یا نوکروں و خادموں سے جو اونٹوں کا بار لادتے تھے کہ اجعلوا
بضاعتہم فی رحالہم یعنی رکھدو ان کی بضاعت کو یعنی جو نقد یہ لائے تھے ان کے کجاووں میں۔ یعنی اونٹ پر اناج کو لادو اور نوکروں
یعنی نقد جو انھوں نے دام ادا کیے تھے وہی اسی میں رکھدو [illegible] اور کہا کہ جو بیان اور تھے۔ لعلہم یعرفونہا اذا
انقلبوا الی اہلہم شاید یہ لوگ اسکو پہچانینگے جب اپنے لوگوں میں واپس پہنچینگے یعنی وہاں پہنچکر پالان اور گونیں کھولینگے تو
پہچانینگے لعلہم یرجعون امید کہ لوٹ کر آتے ہیں پاس آویں یعنی بنیامین کو ساتھ لاویں۔ واضح ہو کہ شیخ حافظ و دیگر مفسرین نے

نے مختلف اقوال اس توجیہ کے لکھے ہیں کہ اپنی بضاعات کیون واپس کردین پس سراج سے ہین ان اقوال کو نقل کرتا ہون اول یہ کہ چاہا کہ سختی وقحط کے وقت یہ مال اُنکے واسطے آسانی کا سبب ظاہر ہو جاوے ۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین لعلهم یعرفونها اذا انقلبوا الی اهلهم لعلهم یرجعون سبب مذکور ہے اور شاید یہ سبب اپنے غلامون وخادمون پر ظاہر کر دیا ہو یا نہ ظاہر کیا ہو بہر حال قائل کا قول بدین معنی شاید صحیح ہو کہ اصلی غرض کے ضمن مین دیگر نیات واغراض ہوتے ہین ۔ اور اگر کہا جاوے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ظاہر مین واپس کرتے تو جواب دیا کہ چورون کے خوف سے کون مین رکھوا دیے دوم یہ کہ چاہا کہ اپنے باپ کو ظاہر کرے کہ مصر کے بادشاہ نے انکا اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع بھائی کے طلب کیا ہے تو اسپر بھیجنا گران نہ گذرے ۔ سوم یہ کہ معلوم ہو جاوے کہ انکے بھائی کو انکے ساتھ کسی ظلم وایذا کی غرض سے طلب نہین کرتا ہے اور نہ دام مین بڑھانا مقصود ہے ۔ چہارم یہ کہ ایسے طور پر انکے ساتھ احسان کرنا چاہا جس سے انکو کوئی عیب ومنت لاحق نہ ہو ورنہ ظاہر واپس کرنے کو شاید منظور نہ کرتے ۔ پنجم فراء نے کہا کہ جب اپنی بضاعت اپنے مال مین دیکھینگے تو دل مین گمان کرینگے کہ ہم نے بھولے سے رکھ لی ہے چونکہ وہ خود انبیاء اور اولاد انبیاء تھے تو ضرور واپس ہو کر سبب دریافت کرکے مالک اسکے مالک کو واپس کردینگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ توجیہ باوجود تطویل کے بیکار ہے اسواسطے کہ دستور کے موافق کہا جاوے الا دنا غلمان مملکت کا کام تھا اور سہو کا خیال اسقدر متعدد افراد مین مستبعد ہے علاوہ اسکے جب آگے خود موجود ہے کہ اُنھون نے مکان پر کھولکر بضاعت پائی تو کہا ما نبغی ہذہ بضاعتنا ردت الینا ونمیر اهلنا ونحفظ اخانا ونزداد کیل بعیر ۔ پس جیسا یہان مذکور ہے کہ لعلهم یعرفونها ۔ وہی واقع ہوا ۔ ششم یہ کہ انھون نے چاہا کہ اپنے باپ کے واسطے آسانی کرین کیونکہ قحط کا زمانہ تھا ۔ ہفتم یہ کہ ایسی شدت کے وقت اپنے باپ وبھائیون سے دام لینا سخت کمینہ پن ہے ۔ ہشتم یہ کہ خوف ہوا کہ شاید ان کے باپ کے پاس اور مال نہ ہو جسکو لیکر دوبارہ بھائی کے ساتھ آوین اس لیے واپس کر دیا یہی شیخ سیوطی کا مختار ہے اور یہی صواب ہے آیت مین منصوص ہے نہم آنکہ جب انھون نے اسباب کھولا تو جانا کہ یہ کرم وسخاوت ہے پس دوبارہ معاملہ کرنے مین حرص ہو ۔ مترجم کہتا ہے کہ ان وجوہ مین سے صرف وجہ ہشتم اور بعض حصہ وجہ نہم صحیح ہے اور اسی طرح منصوص کے ساتھ بعض فوائد مخلوط کو بیضاوی نے اختیار کیا ہے ۔ اور مجھے معلوم نہوا کہ اس مقام کی تفسیر مین کیون اسقدر پریشان اقوال ہین باوجودیکہ سبب تو آیت مین منصوص ہے ۔ ایسا ذکر یہان پر البتہ تھی کہ بضاعات واپس کرنے مین علاوہ وجہ منصوص کے دیگر فوائد ضمنی کیا ہین تو بعض اقوال مین اسکا تذکرہ البتہ ہے ۔

القصہ ان تمہ الطاف سے انکو رخصت کیا ۔ قال تعالیٰ

فَلَمَّا رَجَعُوٓا إِلَىٰٓ أَبِيهِمْ قَالُوا۟ يَٰٓأَبَانَا مُنِعَ مِنَّا ٱلْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَآ أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝

پھر جب لوٹکر پہونچے اپنے باپ کے پاس تو بولے کہ اے ہمارے باپ منع کر دیا گیا ہم سے کیل سو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہمارا بھائی کہ ہم کیل لا وین اور ضرور ہم اسکے حافظ ہین

قَالَ هَلْ ءَامَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَآ أَمِنتُكُمْ عَلَىٰٓ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَٱللَّهُ خَيْرٌ حَٰفِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ۝

فرمایا کہ بھلا کیا تمھاری امانت قبول کر ون اسپر مگر ویسی ہی جیسی تمھاری امانت قبول کی تھی اسکے بھائی پر اس سے پہلے سو اللہ تعالیٰ اچھا حافظ ہے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنیوالا ہے

وَلَمَّا فَتَحُوا۟ مَتَٰعَهُمْ وَجَدُوا۟ بِضَٰعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا۟ يَٰٓأَبَانَا مَا نَبْغِى ۖ هَٰذِهِۦ

اور جب ان لوگون نے اپنے اسباب کھولے تو پائی اپنی پونجی جو پھیر دی گئی تھی انکو بولے کہ اے ہمارے باپ ہم کیا چاہتے ہین یہ ہماری

بِضَٰعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ۝

پونجی ہے جو ہم کو پھیر دی گئی ہے اور ہم غلہ لا دینگے اپنے عیال کے لیے اور نگہبانی کرینگے اپنے بھائی کی اور بڑھا لا دینگے ایکبار اونٹ اناج یہ کیل آسان ہو گیا جب

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَأْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا اسکو تمھارے ساتھ یہانتک کہ تم دیدو عہد مضبوط اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسبات کا کہ تم ضرور اسکو میرے پاس لاؤگے مگر یہ کہ تم ہی کو کوئی بات گھیر لیوے پس جب انھون نے دیدیا اسکو اپنا عہد تو

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسبات پر جو ہم کہتے ہیں وکیل یعنی شاہد ہے اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو تم نہ گھسنا شہر مین ایک دروازے سے اور گھسنا اندر کئی علٰحدہ علٰحدہ دروازے سے

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور نہیں مین تمسے ٹال سکتا ہوں اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی بھی چیز حکم کسی کا نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی پر چاہیے کہ بھروسا کرین بھروسا کرنے والے

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا - پھر جب واپس گئے یوسف کے بھائی اِلٰٓى اَبِيْهِمْ اپنے باپ کی طرف - اور وہان پہونچے تو روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے سب حال بیان کیا کہ بادشاہ بہت نیک سیرت عادل ہے اس نے ہمکو پردیسی جانکر بلایا اور اکرام سے اُتارا اور آپ کی نبوت کی تعظیم کی اور ہماری مہمانداری کی ولیکن وہ کسی کو ایکبارگی بہت اناج نہین دیتا ہے صرف ایک ایک اونٹ بھر کے دیتا ہے جب خرچ ہوجاوے تو پھر درخواست کر کے لانا چاہیے - حضرت یعقوب نے کہا کہ ابکی مرتبہ تم اُس سے میرا سلام کہنا اور بیان کرنا کہ ہمارا باپ جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے تمھارے اس احسان کے عوض تمھارے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ کوئی برائی کی نہ رکھے ہمیشہ تمکو خیر وخوبی کے ساتھ رکھے - تب انھون نے آیندہ کا حال ذکر کیا اور - قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ کہنے لگے کہ اے والد بزرگوار ہم سے کیل روک دیا گیا ہے یعنی آیندہ کے لیے بادشاہ نے روکا ہے کہ جب تک اپنے ایک بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہو نہ لاؤگے تب تک کیل نہ ملیگا - کیل اگرچہ بمعنے مصدر یعنے ناپنا اور بمعنے ناپ وپیمانہ ہے مگر مراد بول چال مین کیل یعنے اناج کا پیمانہ جسقدر کہ ناپ دیا گیا تھا - پس درخواست کی اور کہا فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا تو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہمارے بھائی کو یعنے اپنے اُس بیٹے کو اور پیار وشفقت ظاہر کرنے کو کہا کہ ہمارے بھائی کو کیونکہ بھائی کے ساتھ بھائی کہین دغا کرتے ہین اور صیغہ امر فارسل کا جواب چاہیے کیونکہ امر کا صیغہ جب غایت سے ہوتا ہے وہی جواب کہلاتا ہے تو یہان اس کہنے سے کہ ہمارے ساتھ بھیج مقصود یہ ہے کہ نَكْتَلْ ہم کیل لاوین یعنے کیل سے ممانعت تو اسی امر پر موقوف ہے تو جب ہم لیجاوینگے تو کیل کا حکم جاری رہیگا اور حمزہ وکسائی کی قرأۃ مین یکتل بیاء ہے یعنے وہ کیل لاوے اور بعض نحویین نے اسپر وہم کیا کہ خالی اُس کا لانا منع نہ تھا - اور یہ اس بنا پر ہے کہ بعض روایت قصہ مین ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کا حصہ اونٹ مانگا تھا تو بادشاہ نے دینے سے انکار کیا اور جب انھون نے بوڑھے باپ کی خدمت گزاری مین رہنے سے نہ آنے کا عذر کیا تو دیا اور آیندہ سے منع کر دیا ولیکن یہ وہم ہے کیونکہ آیندہ نزد اوکیل بعیر سے زیادتی جدیدہ ثابت ہے صحیح وہ ہے جو قرآن مجید مین صریح منصوص ہے کہ سب کا کیل روک دیا تھا بقولہ فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی - اور اسمین تاویل کرنا حرکت واہی ہے اور نحاسؒ نے جواب دیا کہ قرأۃ یکتل بیاء بھی صحیحہ متواترہ ہے اور وہم کی ضرورت نہین ہے کیونکہ معنے یہ ہین کہ ہمکو کیل دینے سے ممانعت ہوئی ہے بھائی کے جانے پر موقوف ہے اسکو بھیجیے کہ کیل لاوے اپنے لیے اور ہمارے لیے سب کے لیے اور یہ غرض نہین ہے کہ خالی اپنے لیے لاوے پھر چونکہ آنحضرتؑ کو شفقت سے زیادہ خیال تھا تو انھون نے تصریح کر دی کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم اس کے محافظ ہین - کوئی برائی اُسکو نہ پہونچنے دینگے مسئلہ جائز ہے کہ آدمی اہل وعیال وغیرہ کے لیے اپنے تئین محافظ کہے ولیکن ساتھ ہی دل مین نیت رہے کہ اصلی حفاظت اللہ تعالیٰ کی ہے ہم اُس کی مشیت پر محافظ ہین - واضح ہو کہ چشم وگوش وقوت وہوش سے نگہبانی یہ عطائے حق عزوجل ہی کی طرف سے حفاظت ہے اس واسطے کہ جو آدمی خود اندھا بولا اپاہج بہرا ہو اُس کی حفاظت معتبر نہین ہوتی ہے سوال یہان انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہین کہا حالانکہ قوی قول یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت پیغمبر تھے اپیغمبری کی استعداد تھی تحکم قولہ تعالیٰ

دیکھو نوامن ابدہ۔ قوا صا محین۔ یہ نظیر ہے قول یوسف علیہ السلام کی یعنی انی حفیظ علیم پس ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کی نیت ساتھ
ہی رہے جیسا کہ مترجم نے اشارہ کیا ہے اور بعض متاخرین نے بعض مسائل فقہیہ کے استدلال سے حنفیہ اصول کے موافق زبان سے ہونا شرط
خیال کیا ہے جیسے ذبح کے وقت تسمیہ نیت مین ہونا معتبر نہین رکھا جبکہ نسیان نہو۔ تو مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین جواب یہ ہے کہ حافظون
صیغہ صفت استمراری ہے بالفعل کسی فعل کا لفظ نہین کہا یعنے ہم حفاظت کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ پس استثنا مخصوص بفعل ہے جیسا کہ
قولہ انی حفیظ علیم مین مترجم نے توجیہ کر دی ہے۔ اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگون نے زبان سے شرط ہونا حنفیہ کا اصول بیان
کیا ہے انکو التباس واقع ہوا بلکہ حنفیہ وعامہ علما متفق ہین کہ نیت مین ہونا کافی ہے اور جن مسائل سے ان متاخرین کو وہم ہوا اسکا مدار
متعلق بقضا ہے اور صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے اپنی جورو کو طلاق دی پھر اسکو چھوڑا نہین تو اُسنے محکمہ قضا مین دعوے کیا تو زید نے
قاضی سے کہا کہ مجھپر اس کا چھوڑنا واجب نہین کیونکہ مین نے نیت مین استثنا کیا ہے تو قاضی اُسکو تسلیم نہ کریگا کیونکہ نیت کا اعتبار نہوگا۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ قاضی کو بلکہ خود اسکی جورو کو اسکا علم نہین ہو سکتا اور احتمال باقی ہے کہ اس نے فسق اختیار کیا ہو تو حدود شرع کی
حفاظت مین اسکا اعتبار نہوگا اور ایسی صورتون مین زبان سے بلکہ گواہون سے جبکہ عورت عمداً انکار کرے ثبوت شرط ہوگا بخلاف ایسی صورت کے
جسمین ہم کلام کرتے ہین کیونکہ وہان تو اللہ تعالےٰ علیم وخبیر کی درگاہ مین ادب مقصود ہے کہ اُسنے اپنی قوت کا دعوے نہین کیا بلکہ نظر یہی تھی
کہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت وقوت سے مین حفیظ ہون تو نیت سے حق تعا خوب آگاہ ہے پس نیت مین ہونا بالکل کافی ہے۔ مسئلہ کیل یہان اناج ورزق
ہوا ور رزق کا متکفل اللہ تعالےٰ ہے مگر تدبیر کرنا اس دنیا کے عالم مین ادب کا اختیار بامتحان حق عزوجل ہے دیکھو انھون نے یہ نہ کہا کہ رزق ملنا ہوگا کسی طرح ملجاویگا
یا بادشاہ خواہ مخواہ دیگا چاہو بھائی کو لیجاؤ یا نہ لیجاؤ نہین بلکہ اسکی تدبیر کی اور اسقدر اہتمام کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مساعدت فرمائی اور یہ دیکھا
کہ اور کوئی تدبیر نہین ہے اور کوئی چارہ نظر نہین آتا سوائے اسکے کہ لڑکا بھیجا جاوے مگر جب انھون نے شفقت کی لفظون کا اظہار کیا اور یہ بھی
کہا کہ انا لہ لحافظون تو انکو وہ یاد آیا جو یوسف علیہ السلام کے لیجاتے وقت انا لہ لحافظون۔ کہا تھا پس جواب دیا اور قال هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ
فرمایا کہ کیا قبول کرون تم سے امانت اس بنیامین پر آیندہ کے لیے۔ اِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ مگر ویسے ہی جیسے کہ قبول کی تھی مین نے تم سے امین و محافظ
ہونا عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ اسکے بھائی ایک ماں والے یوسف پر اس زمانہ سے پہلے وقت مین یعنی جب کہا تھا کہ ارسل معنا غدا یرتع ویلعب
وانا لہ لحافظون۔ خلاصہ یہ ہے کہ انکی محافظت پر اعتماد کرنے کو اس مرتبہ رد کر دیا کہ پہلے تمہاری حفاظت مین دیا اور تم نے کچھ بھی واپس نہ دیا تو کیا
اب ویسی ہی حفاظت مین دون نہین اب تمہاری حفاظت مین نہ دونگا بلکہ فَاللَّهُ خَيْرٌ حِفْظًا اللہ تعالےٰ بہت اچھا حافظ ہے بعض قرأۃ مین خیر حافظ
اور بعض مین خیر الحافظین آیا ہے ولیکن متواترہ نہین ہے پس پڑھنی نہ چاہئین ہان خیر حفظا بصیغہ مصدر البتہ متواترہ ہے الحاصل اب مین اسی کے حفظ پر
دونگا اور تمہاری شفقت ورحمت بھی کچھ معتبر نہین ہے۔ آمین بھی اللہ تعالےٰ پر اعتماد ہے وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور وہ سب رحم والون سے بڑا رحم کرنے
والا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ مکرر مصائب مجھپر پسند نہ فرماوے سبحان اللہ تعالےٰ کیا شان ہے کہ جب اسپر اعتماد فرمایا تو اُس نے ایک کے ساتھ
دوسرا بھی واپس دیا۔ اور رحمت درحقیقت صفت خالق عزوجل ہے اور حدیث مین ہے کہ حق عزوجل نے شفقت ورحمت کے سو حصہ مین سے
ایک حصہ اسوقت ظاہر فرمایا اسی مین سے تمام مخلوقات ابتدا سے انتہا تک سب مین مقسوم ہے اور ننانوے حصہ حق تعالےٰ روز قیامت کو اپنے بندون
کے لیے ظہور فرماویگا۔ اللھم اغفرلی اللھم ارحمنی وانت ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ اپنے بندون کے لیے ظاہر کریگا تو اُسوقت اُسکا بندہ بننا چاہیے پس
بعض کی بہت تخصیص فرمائی جیسے قولہ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید وقولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ وقولہ نعم العبد انہ اواب۔ اور عموماً مجمل رکھا بقولہ ان

عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو مردود کردیا اور فرمایا کہ میرے بندون پر تجھے تسلط نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ عموماً مومنین و اولیاء الٰہی
سوائے پیغمبرون کے معصوم نہیں ہیں بلکہ گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر بحکم قولہ لم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ اور قولہ تذکروا فاذا ہم مبصرون
بہت جلد توبہ و ندامت سے پھر جاتے ہیں حالانکہ یہ بوجہ شیطان کے وسواس و غفلت کے ہوتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ تسلط سے مراد یہ ہے کہ قلب پر
چھا جاوے اور وہ کافرون و مشرکون و منافقون میں ہوتا ہے لہذا یہ وقت ہے کہ بندگان الٰہی بچانے کی کوشش کیجاوے اور ایمان و اسکی خوبیان
اور مکارم اخلاق و محاسن اوصاف و تقدیس باری تعالے دیکھو محض ظنون و اوہام پر اعتراضات چھوڑو کیونکہ یہ تم نے کسطرح جانا کہ ہمارا
اعتراض سچ ہے جبکہ تم اپنے مخالف سے کہتے ہو کہ تمہارا اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ شیطان توہر وقت کوشش کرتا ہے کہ لغزش ہو اور تم
تو خود اسکو جگہ دیتے ہو اور سچائی کی نگاہ سے غور کرنے پر نیست ہی نہیں ہے تو شیطان کو مسلط کر لیا گیا حالانکہ حق کا تسلط ہونا تو شیطان کے
بالکل ہوائے زیادہ مخفی وسوسہ سے بچنا دشوار تھا وہ تو بھائیون میں عداوت ڈالدے اور بیرحمی کرنے کو نگا دلین اچھا دکھلاوے روایت
ہے کہ ایک تمیمی سردار اقرع بن حابس نے اپنی اولاد کی کثیر تعداد بیان کرکے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا اور مراد یہ تھی
کہ آپ حسنین علیہما السلام کو پیار کرتے ہین آپ نے ذکر فرمایا کہ بعض قلب پتھر سے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ چونکہ راجپوت قوم کی طرح عرب کا لڑکیون
کو قتل کرنا معروف تھا ان میں سے ایک نے خود اپنا واقعہ کہ اپنی لڑکی کو بیرحمی سے اس نے قتل کیا تھا بیان کیا تو آنحضرت صلعم آبدیدہ ہوگئے۔
حدیث میں ہے کہ رحم کرو زمین والون پر تم پر آسمان والا رحم فرماویگا۔ فکتہ۔ سو حصہ رحم میں سے ایک حصہ کا ظہور ہے اور باوجود اسکے صحیح ہوا کہ
رحمت الٰہی اسکے غضب پر سبقت رکھتی ہے تو گنہگار جنکا ایمان صحیح موجود ہو اپنے رب سے امیدوار رہیں وہو ارحم الراحمین۔ القصہ اسوقت تک لڑکون نے
گونین نہیں کھولی تھین پہلے سے یہ گفتگو ہوتی رہی۔ ولما فتحوا متاعہم۔ پھر جب انھون نے اپنی متاع کھولی یعنی گونین جنمین متاع اناج تھی
کھولیں۔ وجدوا بضاعتہم۔ تو پائی اپنی پونجی۔ اگرچہ اب انکی نہ تھی مگر۔ ردت الیہم۔ انکو واپس کردی گئی یعنی وہی بضاعت انہون واپس دیکھی جو
اناج خریدنے پر دے آئے تھے۔ اور بوجہ اکرام بادشاہ کے اور دیگر قرائن صحیحہ کے انکو یقین ہوگیا کہ بادشاہ نے ہماری بضاعات خاص قصد کرکے
ہمکو واپس کردی ہیں کچھ غلطی نہیں ہے بعض قراءۃ میں ردت بکسر اول ہے جب یہ دیکھا تو۔ قالوا یا ابانا۔ کہنے لگے کہ اے ہمارے شفیق رحیم
باپ۔ ما نبغی۔ وہ کیا چیز ہے کہ جو ہم اس سے بڑھ کر چاہیں کہ بادشاہ نے ہمارا اکرام کیا اور اچھی مہمانداری سے ٹھہرایا اور ہمارے ہاتھ اناج
فروخت کیا اور پھر ہمارے دام ہمکو پھیر دیئے ہیں۔ علی ہذا ما نبغی میں ما استفہام انکاری ہے اور اگر ما نافیہ ہو تو معنے یہ ہیں کہ ہم اس سے سوائے احسان نہیں
چاہتے ہیں۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ نبغی بمعنی نطلب ہو یعنی خواہش کرنا چاہتا اور احتمال ہے کہ بغی سے ہو یعنی حد سے بڑھ جانا تو غرض یہ کہ ہم آپ
سے حد سے بڑھ کر اسکے احسان و خوبی کے بارہ میں گفتگو نہ کرینگے یعنی اب اور زیادہ بات نہ کرینگے اور مقصود یہ کہ یہ بضاعت ہی دلیل کافی آپ کے
سامنے موجود ہے اب ہماری گفتگو زائد کی کچھ حاجت نہیں ہے اور ایک قراءۃ میں تبغی بتا خطاب ہے یعنی اے پدر آپ کیا چاہتے ہیں۔ یہ سب بیضاوی
و معالم و سراج وغیرہ سے لکھا گیا اور بعض محشین نے کہا کہ ما نافیہ کی صورت میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم آپ سے طلب نہیں کرتے ہیں
یعنی ہم کو دوبارہ وہان جانے کے لیے مال کی خواہش نہیں ہم آپ سے نہیں مانگتے ہیں۔ ہذہ بضاعتنا۔ یہ ہماری بضاعت ہے۔
یہی کافی ہو لیکن مترجم کے نزدیک بعض محققین کا قول پسند ہے کہ وجہ اول اقوی اور دوم قوی ہے اور سوم کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔
حاصل یہ کہ اے پدر بزرگوار ہم اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں کہ ایسا کیا اور یہ دیکھئے ہماری بضاعت ہے جو ردت الینا ہمکو پھیر دی گئی ہے پس
آپ یقین کرینگے کہ ہمارا قول صادق ہے آپ ہمکو مع بھائی کے واپس جانے کی اجازت دیجئے کچھ فکر کی ضرورت نہیں ہے اسی بضاعت سے ہم اپنا سامان

کرینگے وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا اور اپنے اہل وعیال کے لیے میر یعنی اناج لاوینگے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور آمد ورفت میں اپنے بھائی کی نگہبانی رکھینگے۔ اسوقت میں نگہبانی کے معنے یہ تھے کہ خصوص کسی مصیبت میں اسکی گرفتاری نہ چاہیں بخلاف حفاظت حضرت یوسفؑ کے کہ وہ صغیر وخرد سال تھے۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قولہ اِلَّا اَنْ یُّحَاطَ بِکُمْ سے اشارہ کردیا ہے کہ عموماً یہ خود اپنی حفاظت کرسکتا ہے جب تک کہ خاص طریقہ سے کسی مصیبت میں گرفتار نہو وے اور انکی بھی یہی مراد ہے کہ ہر طرح کی مخافت چور راہزنوں وغیرہ سے ہم ایک جماعت ہوکر تنہائی سے محفوظ رکھینگے۔ وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ اور بڑھا لینگے ایک اونٹ کیل یعنی بھائی کے حق کا ایک اونٹ اور ملیگا۔ یہ کلام صریح ہے کہ پچھلے انکو دنیا میں اور والد یعقوب علیہ السلام کا حصہ نہیں لاتا تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے زعم کیا ہے بلکہ اب یہ زیادتی ہوگی۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے تفسیر بعیر کی گدھا نقل کی اور کہا کہ بعض لغات میں گدھے کو بعیر کہتے ہیں ولیکن اس تکلف کی ضرورت کیا ہے اور شاید صحیح ہوا ہو کہ وہ لوگ خچر یا گدھے لیگئے تھے پھر مجھے تامل ہے کہ وہ صحت جس روایت سے ہے اسکا اعتبار قرآن مجید سے کیونکر بڑھ گیا اسلیے کہ کیل حمار یہاں نہیں اگر صاف کیل بعیر منصوص ہے تو بعض لغات کی بنا پر تکلف مریلا ضرورت ہے میرے نزدیک تو ایسی روایات کی تنقید وتحقیق چاہیے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر چونکہ بالفعل اہل وعیال کے لیے اناج لائے تھے تو اسکی نسبت کہا کہ ذٰلِکَ یہ جو ہم لاتے ہیں کَیْلٌ یَّسِیْرٌ کیل خفیف ہے اسمیں کچھ کفایت نظر نہیں آتی ہے لہذا کیل کے واسطے کر رجانا چاہیے اور بعض نے کہا کہ بعدہ یعنی یہ کہ زیادہ کیل بعیر سے ایک اونٹ جو زیادتی ہمکو ملیگی ایک آسان وخفیف چیز ہے بادشاہ کو دریغ نہوگا مترجم کہتا ہے کہ یہ تو مقرری بات تھی کہ ہر ایک کو ایک اونٹ دیا جاوے اسمیں بادشاہ کے دریغ کرنے کا تذکرہ بے موقع ہوگا لہذا اولیٰ وہی معنی اول ہیں اور ممکن ہے کہ اس اناج کے حاصل ہونے کی کیفیت کو آسان قرار دیا کیونکہ اناج ملا اور اکرام ومہمانداری ہوئی اور بضاعت واپس دیگئی تو یہ محاورہ مثل اردو کے بول چال کے ہوگا کہ یہ تو بہت سستا اناج ہے۔ غایت یہ کہ سستے کو یسیر فرمایا تو یہ بعید نہیں ہے اور نکتہ واللہ اعلم یہ ہے کہ ارزانی در واقع جاری نہ تھی بلکہ آسانی تھی لہذا یسیر کا اطلاق کیا اور یہ توجیہ اگر صحیح ہو تو نہایت عمدہ ہے ولیکن ان مفسرین میں سے کسی نے نہیں لکھی ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور شیخ حافظؒ نے ظاہراً حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کلام ہے اور معنے یہ ہیں کہ یہ کیل بعیر ایک خفیف چیز ہے اسکے مقابلہ میں فرزند کو خطرہ میں ڈالنا برداشت نہیں ہوسکتا اور بیضاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو ضعیف کیا اور شدید تکلف سے خالی نہیں ہے بلکہ جواب حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے یہ ہے۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا اسکو تمہارے ساتھ میں یعنی جبکہ میں نے تمہاری حرکت دربارہ یوسف علیہ السلام کے دیکھ لی ہے۔ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ یہاں تک کہ دو تم ایسی چیز مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے جس پر مجھے اعتماد اور وثوق ہو یعنی عہد وقسم کے ساتھ کہ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖ ضرور تم اسکو میرے پاس لے آؤگے اِلَّا اَنْ یُّحَاطَ بِکُمْ باستثنا ایسی صورت کے کہ تمپر احاطہ کیا جاوے یعنی مغلوب ہوجاؤ کہ اسکو نہ لاسکو یا یہ مراد ہے کہ تم سب ہلاک ہوجاؤ اور حاصل یہ کہ اگر مصیبت ہو تو اسوقت عذر لائق ہوگا کہ تم بھی اس میں شامل ہو نہ فقط وہی تنہا مبتلا ہوجاوے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ استثناء مفرغ از اعم الاحوال والتقادیر ہے یعنی قسم کھاؤ کہ ضرور تم اسکو ہر حال وہر صورت میں لے آؤگے باستثنا ایک صورت کے کہ تمپر احاطہ ہوجاوے یعنے مجبور ومغلوب ہوجاؤ یا تم سب گھر جاؤ جس میں وہ گھر سے۔ بعض علماء نے کہا کہ اول تو اللہ تعالےٰ پر بھروسا کیا تھا پھر رخصت کرتے وقت ان عہد وپیمان کی طرف مائل ہوئے اگرچہ حفظ الٰہی کا اعتماد ترک نہ کیا لیکن خیلے توجہ اس جانب بھی ہوئی اسی واسطے تھوڑی تاخیر سے ملے۔ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پھر جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا عہد دیا۔ قَالَ تو یعقوبؑ نے فرمایا۔ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ اللہ تعالےٰ ہمارے قول پر مطلع ورقیب ہے۔ یہ زیادہ تاکید کردی یعنی ہم اللہ تعالےٰ کو شاہد وحاضر ناظر کرکے کہتے ہیں۔ پھر چلتے وقت انکو

تدبیر و احتیاط کی نصیحت کی اور وَقَالَ کہا کہ يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ مت داخل ہونا یعنی شہر مصر میں ایک
ہی دروازہ سے وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا متفرق دروازوں سے مفسرین بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ صاحب
جمال و ذی وجاہت تھے اور مصر میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ان پردیسیوں پر بادشاہ کا لطف زیادہ ہے پس خوف کیا کہ اگر ایک ہی جماعت
داخل ہوں تو لوگ نظر بد لگاویں پہلی مرتبہ انکو یہ نصیحت شاید اسوجہ سے نہ کی کہ اسوقت یہ لوگ انجان تھے کسی کو انکی طرف اسقدر خیال
نہ تھا۔ یا شاید بنیامین پر اسقدر شفقت اس کا باعث ہوئی ہو۔ اور بیضاوی رحنے کہا کہ نفس کے آثار میں ایک نظر بد ہے اور حدیث صحیح میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کی دعا میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں اللهم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان و ہامة
ومن عین لامة یعنی اللہ تعالے سے خود پناہ مانگی یا حسنین علیہما السلام کے واسطے پناہ مانگی ہر شیطان سے اور ہامة یعنی سانپ بچھو وغیرہ ہلاک کرنے
والے زہروں سے اور عین لامة یعنے نظر بد سے۔ قال المترجم علماے اہل السنة متفق ہیں کہ نظر بد سچ ہے اور اس کا انکار محض جہالت ہے اور
صحیح مسلم میں ایک گورے خوبصورت صحابی کو ایک دوسرے شخص نے دیکھکر کہا کہ کیسی اچھی خوبصورتی ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس
کلمہ کو سنکر برا مانا اور کہا کہ کیا تجھے یہ کہنا نہ آتا تھا کہ ما شاء اللہ یعنے اللہ تعالے کی قدرت عجیب ہے کہ جسطرح اس نے چاہا پیدا کر دیا پھر جب
وہ شخص گئے تو فوراً راہ میں انکو سخت بخار آیا جس سے چہرہ زرد پڑگیا جب آنحضرت علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ نے نظر لگانے والے کو
بلایا اور بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک پانی میں اس کے ناخن سب اور دیگر مقامات سے ڈبو کر اور دھو کر اس کے سر کے پیچھے اُتار کر نظر والے پر
ڈالا اور نظر لگانے والے کو منہ پھیرے ہوئے چلے جانے کا حکم کیا پس مرد بیمار اچھا ہو گیا بحکم اللہ تعالے۔ اور تفصیل سے یہ قصہ سفر السعادت میں
بھی مذکور ہے اور آثار میں صحیح روایت کی علما تابعین میں ایک بزرگ ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ان میں ایک شخص بدنظر میں معروف تھا
اور اکثر اونٹوں کی خوش رفتاری پر نظر لگاتا لوگوں نے اس نے عرض کیا کہ آپ بھی اپنے اونٹ کی حفاظت فرماویں آپ نے کہا کہ میرے اونٹ کو
نظر نہیں لگا سکتا ہے۔ یہ خبر اسکو بھی دی گئی جب منزل پر اترے اور لوگ کاموں میں مصروف ہوئے اور بزرگ موصوف قضاے حاجات کے لیے
گئے تو وہ موذی جس سے مسلمانوں کی جان و مال کو اسقدر خطرہ تھا آیا اور اُس نے آپ کے اونٹ پر بدنظر جمائی حتی کہ اونٹ گر گیا اور لوٹنے لگا
وہ وہاں سے چلا گیا۔ جب آپ واپس ہوئے تو دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے کہتے تھے آپ نے وضو کیا اور اونٹ پر دعا پڑھکر پھونکی ادھر
تو اونٹ اٹھا اور اُدھر اُس موذی کی آنکھیں نکل پڑیں اور ہمیشہ کے لیے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ یہ بھی سفر السعادت میں مفصل مع
دعا کے نقل کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ صدق ایمان و پاکیزگی اور پرہیزگاری کو جناب باری تعالے میں دعا و التجا کا دخل زیادہ ہے
لیکن پھر بھی جو شخص مضطر حالت میں دعا کرتا ہے اللہ تعالے اُس کی دعا کو قبول فرماتا ہے خصوصاً مظلوم کہ اگرچہ کافر ہو دعا قبول کیجاتی ہے
اور سب تدابیر ظاہر احکام کی پابندی ہے اور جو کچھ اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوتا ہے لہذا حضرت یعقوب نے کہا۔ وَمَا
اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اور میں بے پروا نہیں کر سکتا تم سے اللہ تعالے کی جانب سے کوئی چیز یعنے میں ثبوت و تدبیر سے یہ اختیار نہیں
رکھتا کہ جو امر کہ اللہ تعالے نے تمہارے حق میں چاہا اس میں سے کچھ پھیر سکے اور دونوں کیونکہ احتیاط کرنے سے مقدر ہٹا نہیں سکتے۔ اِنِ الْحُكْمُ
اِلَّا لِلّٰهِ حکم نہیں ہے مگر اللہ تعالے کے واسطے پس اگر اُسنے مقدر کیا انکو کوئی بار دینا تو لا محالہ پہونچیگا اور یہ تدبیر کچھ نفع نہ دیگی۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
اُسی پر میں نے توکل کیا۔ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہیے کہ توکل کرنے والے بھروسا کریں۔ یہ مقام صریح ہے کہ تدبیر کرنا توکل
کے منافی نہیں ہوتا ہے بلکہ توکل تو نیک نیت ہو کر اللہ تعالی ہی پر آگرنے والا ہے اور تدبیر پر نظر نہیں رکھتا ہے پس جس شخص نے تدبیر سے گریز کیا اُس کو بھی وہی پہنچیگا

جو اللہ تعالےٰ نے مقدر کیا ہی لیکن گناہ کی سزا ابھی دیجاویگی کہ اُسنے عالم اسباب مین حق تعالےٰ کے طریقۂ امتحان کی پابندی چھوڑ دی اور صریح احادیث صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہین کہ جو شخص دنیا مین نیک کام کرتا ہی اور مخلوق کو راحت و آرام پہونچاتا ہی اور حق تعالےٰ کی عبادت کرتا ہی اگر وہ اپنی نیکیون کے عوض مین بڑا حصہ دنیا کی آسائش طلب کرے تو اُسکو یہین ملیگا و لیکن اکثر نیکوکار اپنا ثواب آخرت مین چاہتے ہین اسپر بھی اللہ تعالےٰ فضل سے انکو دنیا مین بھی وسعت دیتا ہی اور آخرت مین بھی انکا پورا ثواب ہی ۔ واضح ہو کہ شیطان اور جو چیزین گروہ کہ اسکے ساتھ لاحق ہین جیسے ہوام سانپ بچھوا ور نظر بد وغیرہ انسے مومنین کو زیادہ پریشانی رہتی ہی بہ نسبت کافرون و منافقون کے کیونکہ کافرون و منافقون سے شیطان کو خوشی ہے تو انکے آزار کی راہ ڈھونڈھنے کی اُسکو ضرورت نہین ہی پس اگر شیطان قدرت پاتا تو کوئی کافر بیمار نہونے دیتا تاکہ وقت مصیبت مین وہ اللہ تعالےٰ کیطرف رجوع نہ کرے پس اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک قادر قدیم ہی مومنین کو اُسی پر توکل کرنا چاہیے اور استواری مین انکے لیے ثواب عظیم ہے ۔ واضح ہو کہ یہ کلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے دو بڑی احتیاط و فائدے کو متضمن ہے اول جب چشم بد سے پرہیز کا ذکر کیا تو ایک حق بات بیان کی و لیکن عام فہم مین یہ وہم ہوا کہ پرہیز و تدبیر سے مقدر تبدیل ہوجاتا ہی تو اُسکو قطعی دفع کیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شیٔ ۔ اور یہ جو بیان کیا کہ چشم بد ٹھیک ہی تو یہ بھی مقدر ہے حتی کہ جہان مقدر نہو کچھ اثر نہوگا اور یہ ہماری شرع مین بھی وارد ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق ۔ کہ چشم بد ٹھیک ہی اور امام احمد کی ایک روایت مین یہ زیادہ ہی کہ یحضرہا الشیطان وحسد ابن آدم یعنی بد نظر کے ساتھ شیطان و حسد آدمی کا ملا ہوا ہوتا ہی اور امام مسلم کی صحیح مین ایک روایت اسطرح ہی کہ العین حق ولو کان شیٔ سابق القدر لسبقہ العین ۔ یعنے چشم بد ٹھیک ہی اور اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ قدر سے سبقت لیجاتی تو چشم بد ہی سبقت کرتی اور ایک روایت مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ چشم بد داخل کردیتی ہی اونٹ کو ہانڈی مین اور آدمی کو قبر مین یعنی اس کمبخت کے اثر سے اونٹ مرجاتا ہی جسکو اُسکے مالک مرتا دیکھکر حلال کرکے پکاتے ہین اور آدمی مرجاتا ہی تو اسکو دفن کردیتے ہین ۔ یہان سے معلوم ہوا کہ جو حلال جانور چشم بد سے ہلاکت کو پہونچتا نظر آوے اسکو ذبح کرکے کھانے مین کوئی ضرر نہین ہی واللہ اعلم ۔ ایک روایت مین آنحضرت صلعم حضرات حسنین کو تعوذ فرماتے انی اعیذکما یا اعوذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وہامۃ وعین لامۃ ۔ اور فرماتے کہ یہی حضرت ابراہیم بھی اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ پڑھتے تھے یہ روایت صحاح و سنن مین ہی ۔ عبادہ بن الصامت رضہ سے روایت ہی کہ مین چڑھتے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کو گیا تو مین نے دیکھا کہ آپ پر بیماری کی تکلیف شدید ہی پھر آخر دن مین گیا تو مین نے آپ پر افاقہ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور رقیہ پڑھا کہ بسم اللہ ارقیک من کل شیٔ یؤذیک من کل عین وحاسد اللہ یشفیک ۔ پس مجھے افاقہ ہوگیا اور یہ دعا صحیح وغیرہ مین ہی کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دن پڑھی ہی ۔ ایک روایت مین ہی کہ حضرت جعفر بن ابی طالب جو جہاد روم مین شہید ہوئے تھے انکی اولاد گورے گورے بچے تھے تو اسما رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ انکو بہت جلد نظر بد لگتی ہے تو کیا مین انکے لیے رقیہ کرون بد نظر دور کرنے کے لیے تو آپ نے کہا کہ ہان ۔ ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت ام المومنین ام سلمہ رضہ کے گھر گئے وہان ایک بچہ بیمار تھا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو نظر لگ گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کے لیے رقیہ کیون نہین کرتے ہو یعنی جھاڑ پھونک سے نظر اُتار دو ۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نظر لگانے والے کو حکم کرتے کہ وضو کرے پھر اسی پانی سے اس کو نہلاتے جسکو اس کی نظر لگی تھی اور تفصیل سے یہ طریقہ صحیح مسلم مین آیا ہی یہ اسوقت ہی کہ نظر لگانے والا معلوم ہو اور اس زمانہ مین ایسے نیک لوگ نہین ہین جو اقرار کرین کہ ہماری نظر لگی ہی بلکہ عوض فساد کا احتمال ہی اسواسطے سوائے اسکے رقیہ وغیرہ سے علاج کرنا چاہیے اور بعض روایات مذکورہ مین دلالت ہی کہ نظر کبھی ایسے شخص کی لگ جاتی ہے جسکو حسد

وغیرہ نہو مگر شیطان ضرور حاضر ہوتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس مقام پر جمہور مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ مراد نظر بد سے پرہیز تھا اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے اور کثرت سے احادیث صحیحہ و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم صریح نصوص ہیں ولیکن جماعت معتزلہ میں سے بعضوں نے بلا حجت عقلی یا نقلی کے محض وہم پر بعید جانکر انکار کیا حالانکہ کچھ بھی بعید نہیں ہے اسواسطے کہ نظر کے آثار آدمیوں میں کسقدر مختلف وجود ہیں کہ بعض کی نظر سے ہیبت اور بعض سے دلیری و خفت اور بعض سے محبت اور بعض سے عداوت طاری ہوتی ہے پھر جب اسکے ساتھ بعض دلائل طبیعیات ملائے جاویں تو آثار دیگر پر استدلال قائم ہوتا ہے اور اس زمانہ میں تو مسمریزم کا ظہور آنکھوں سے معائنہ موجود ہے اور تعجب ہے کہ معتزلہ تو گئے گذرے اسوقت کے بعضے سفیہ عقل جو مہذب ہونے کے مدعی ہیں شیطانی حرکات مسمریزم وغیرہ کو بنظر وقعت دیکھینگے اور اسلامی علوم پر تحقیر کی نگاہ ڈالینگے مگر یہ لوگ محض جاہل ہیں انکا مبلغ علم یہ ہے کہ ان میں سے مدعی ذکاوت دعوے کرتا ہے کہ خط کی تعریف غلط ہے یا دسویں شکل اقلیدس کیونکہ بنظر تعریف کے خط نقاط سے مرکب ہے پھر کیا ضرور ہے کہ خط کے نصف کرنے میں نقطہ پر مساوات واقع ہووے۔ اہل العلم مجھے معاف فرماوینگے کہ اس مدعی کے مہمل اعتراض کا سمجھنا میری عبارت سے مشکل ہو گیا مگر میرا مقصود یہ ہے کہ جو شخص خط کو نقاط سے مرکب خیال کرے اور عدم مقدار کی ترکیب سے خط مقدار بناوے اُس کی بیوقوفی میں کیا شک ہے۔ اسکو اتنا بھی نہیں معلوم کہ جسم جوہری کے ساتھ کم عرضی سے ان رسوم میں بحث ہے پھر یہی لوگ ہیں جو ان مدارک میں گفتگو کرنے کے لیے مہذب قرار دیے جاتے ہیں پس تجھے لازم ہے کہ شرائع اسلام پر مضبوطی اختیار کر اور متقدمین اہل تقوی کی شان میں تعظیم کا گمان قوی کر اور سنت طریقہ پر قائم رہ والسلام بالجملہ ابو علی جبائی و ابو ہاشم وغیرہ بعض معتزلہ نے اپنی ہوسات کے موافق نظر بد سے انکار کیا مگر بلا دلیل و حجت کے جیسا کہ انکا دستور ہے کہ آیات و نصوص سے اپنی رائے کو مخالف دیکھکر انکار کرتے ہیں اور بیہودہ روش تو زمخشری کی ہے کہ کشاف میں جہاں دلیل شرعی کے مقابلہ میں کوئی قوت نہیں پاتا تو ائمہ اہل تقوی و علماء سنت پر زبان درازیاں کرتا ہے اللہ تعالے اس سے تجاوز کرے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ سے مستفاد ہے کہ جاننا چاہیے کہ آدمی کو حکم کیا گیا ہے کہ اس عالم میں جو اسباب معتبر ہیں انکے موافق کاربند ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ نتیجہ وہی نکلیگا جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اور پرہیز و تدبیر سے امر مقدر ٹل نہیں سکتا اور اگر پرہیز و تدبیر نہ کریگا تو خلاف حکم عمل کر کے عصیان و نافرمانی میں مبتلا ہوگا مثلاً زہر کھانے و مضر غذائیں کھانے سے پرہیز کرے ورنہ حرام موت مریگا اور اگر باوجود پرہیز کے عام وبا میں ہلاک ہوا تو مقدر سے مرا اور ثواب پاویگا پھر یہ پرہیز و حذر بقدر امکان اس طریقہ سے ہو جو شرع نے مقرر کیا ہے اور حواس کا استعمال شاہد ہے حتی کہ کسی بت کے سامنے التجا کرنے میں بچاؤ کا دفعیہ شرک و معصیت ہے پرہیز نہیں ہے ان بعض اسباب مخفی ہیں شارع نے آگاہ کر دیا ہے جیسے عموماً خواص مستقل نہیں ہیں اگرچہ سائر عالم کے نزدیک انکے صحیح ہونے میں کچھ تامل نہیں اسی میں سے نظر بد کا اثر ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے خوف اسکو آگاہ کر دیا پھر چونکہ نتیجہ کی نظر مقدر پر منحصر ہے تو قولہ ما اغنی عنکم من اللہ من شیء سے یہ اعتقاد راسخ کر دیا فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاللہ خیر حافظا وہو ارحم الراحمین یعقوب علیہ السلام نے آئینہ امتحان میں دیکھا کہ بنیامین بغیر اختیار کے اُنسے جدا کیا جاویگا پس اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف نظر رکھی اور اسی سے حفظ و عنایت و رعایت کے خواستگار ہوئے کسی مخلوق سے اعتماد نہ کیا۔ اور اشارہ اس میں یہ ہے کہ بنیامین کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھی واپس دیوے یعنی وہی دونوں کا حافظ ہے اول وجہ اشارہ یہاں دقیق ہے اور مبنی اس امر پر ہے کہ ابتلاء میں تعبیر خواب سے انکو موقع ملا کہ بھائیوں کے قول کی تکذیب کی اور جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام جدا کیے گئے زندہ ہیں اور اب احساس کیا کہ بنیامین کی جدائی سے آسانی ہوگی یعنی دونوں یکجا ملا کے چھوڑونگا اور تصدیق اسکی قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا سے ظاہر ہے اور ارحم الراحمین سے اشارہ ہے کہ [illegible]

خوشبو سے پیراہن یوسفی پہنچا وے اور نظر گم شدہ پھیر لا وے۔ مترجم کہتا ہے کہ قمیص سے بینائی واپس آجانے مین زمخشری وغیرہ اہل ہوا وہوس
کی رائے گم ہو جاتی ہے کہ اس مین کیا تاثیر دی گئی اور جب یہان حق تعالے کی طرف سے اظہار قدرت ہے تو نظر چشم مین کیون آنکھین چوندھیاتی
ہین فافہم۔ بعض نے کہا کہ اول حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکے حفظ کا تجربہ کر کے گم کیا اس مرتبہ حافظ حقیقی کے سپرد کر کے دونون کو پالیا
قولہ ولما فتحوا متاعھم الآیۃ۔ بعض نے ذکر کیا کہ منجملہ حسن واخلاق کے تھا کہ ظاہر مین انکی متاع انکو واپس نہ دین بلکہ خفیہ واپس دین تا کہ روبرو
بار منت سے پست وشرمندہ نہون۔ اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کی متاع کے لیے خزائن مین مصرف خراج وغیرہ کا ٹھکانا نہ پایا بلکہ
مصرف فقرا ومساکین کے خزانہ مین جگہ دیکھی یعنے بحسب شرع حق تو وہ مال دربردہ انھین کو واپس دیا۔ اقول حدیث مین سات قسم
کے لوگ جو سایۂ حق عزوجل مین ہونگے ایک وہ بھی ہے جس نے اللہ تعالے کی راہ مین اسطرح دیا کہ بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی۔ قال الشیخ رح
اور اسکے اشارات مین سے دقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل کی معرفت سے جو کچھ اولین وآخرین نے پایا وہ دیدار اکبر کے وقت ایک ذرہ
سے کمتر ہوگا تو اپنی کبریائی سے محتاجین کو ان کی متاع حقیر واپس فرماویگا اور فضل ورحمت سے انکی دستگیری کریگا کیونکہ وہ تعالے جل شانہ ہر
کسی کے ادراک سے پاک ہے کوئی اسکی صفات پاک وا اسرار سے مطلع نہین ہوسکتا اور ہر معرفت راجع بخلق ہے پس جملہ عبودیت انھین کو واپس
ملیگی کیونکہ وہ اس کی کبریائی کے لائق نہین ہے پھر اپنے فضل وکرم سے انکو تونگر فرماویگا۔ اور دلیل صریح اسپر قولہ علیہ السلام لم ینج احدکم عملہ قالوا ولا
انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی تفسیر مکرر مقامات سابقہ مین گذر چکی ہے۔ بعض نے کہا کہ خلق
کے جملہ اعمال وافعال سب انھین کو واپس دیے جاتے ہین جو انھون نے اپنی ذات کے لیے کیے ہین پھر جو کرامات انکو پہونچینگی وہ اکرام وفضل ہے نہ
مزدوری ہے ان سب کا حکم قولہ یؤت کل ذی فضل فضلہ ہر ایک شخص جانثار عبودیت قابل عنایت ہے اگرچہ تو اوسکو ہر ذی فضل کو پہونچتا ہے۔ واللہ اعلم۔ قولہ فلما
اتوہ موثقھم قال اللہ علی ما نقول وکیل۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے کو شاہد کرنا صدق پر صحیح ہے اور عظمت کبریائی کی نگہداشت سب سے اعلی ولیکن اگر
کذب ہو تو کفر ہے اور عارف مطلع اسرار بھی کاذب سے ایسی شہادت لیکر اسکو کافر نہ بناویگا اسیواسطے علما نے کہا ہے کہ اللہ تعالے کو شاہد نہ کہے۔ شیخ رح نے کہا
کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندون کی نیت دربارہ بنیامین کے سچی دیکھی کہ درحقیقت یہی چاہتے ہین کہ حفاظت کرین اور واپس لاوین اور
ہنوز نبوت صدیقیت واقعہ آئندہ بھی دیکھی کہ مقدر کے دفعیہ سے یہ لوگ عاجز ہونگے تو اللہ تعالے کو مطلع غیب قرار دیا یعنی وہ ہمارے تمہارے ارادہ
پر منحصر نہین ہے بلکہ حق تعالے مختار ہے جو وہ چاہیگا وہی واقع ہوگا پس وہی وکیل ہے کہ تم لوگون کی نیت کو پورا کرکے وکالت فرماوے اور حفاظت
سے واپس عطا کرے۔ بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکی حفظ پر قضیہ سابقہ کی وجہ سے اعتماد نہ کیا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ ہنوز انکے عہد
میثاق کا محل یعنی حواس معلول ہے کہ کبھی اپنے نفس کی رائے پر جھک جاتے ہین لہذا اللہ تعالے کی حفظ وکالت پر سپرد کیا اور انکے قول پر اللہ تعالے کے
وکیل کرنے سے اصلی غرض یہ ہے کہ وہ محافظت فرماوے کہ تمکو تمہاری خواہش ورائے پر نہ چھوڑے اور تمہارے دلون کو کجی کی راہ نہ پڑ جانے سے بچا لیوے
پھر انکو علم وعقل کے اسباب سمجھائے اور انکے استعمال کا طریقہ بتلایا اس امید پر کہ بظاہر تقدیر مین کوئی خفی امر ایسا مقدر ہوگا اس علم سے محو واثبات مقدور
ہو کما فی قولہ تعالی یمحو اللہ ما یشاء ویثبت الآیۃ۔ تو کہا کہ قولہ یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء کی تفسیر
مین مذاہب واقوال سابق مین گذر چکے اور جمہور سلف وخلف سے یہی متواتر ہے کہ جملہ امور سابق ازل مین مقدر ہو چکے ہین اور یہی مذہب اہل السنۃ
والجماعت کا ہے اور صریح نصوص سے یہی ثابت ہے اور متاخرین مین شیخ شوکانی وغیرہ نے جو تحقیق لکھی میرے نزدیک اسکا حاصل بھی یہی ہے
ولیکن اسکے بعض متبعین نے فہم مین کچھ اضطراب وتزلزل اٹھایا واللہ یغفرلی ولہ۔ ہان اسقدر مجھے قطعی نصیحت کرنا منظور ہے کہ عوام مین یہ الجھن نہ کیا جاوے

اور خواص اس مین خوض نه کرین کیونکه تقدیر کا بھید خاص حکمت الٰہیه ہو و حکمت و علم صفت الٰہی ہو اور جب صفت الٰہی سبحانه تعالی فہم و ادراک سے باہر ہو تو کیونکر اسکے علم کا احاطه ممکن ہوگا پھر کیونکر تقدیر کا بھید سمجھ مین آویگا لہذا جسطرح که ذات و صفات باری تعالے پر ایمان و تصدیق کے سوائے چون و چرا کے واسطے مجال نہین ہو اسی طرح تقدیر کا علم بھی قطعی ایمان بالغیب ہو جو اسپر ایمان نه لاوے کافر ہو جائیگا۔ نعوذ باللہ من وساوس الشیطان شیخ رح نے کہا که چشم بد سے خوف کرکے یه طریقه بتلایا لیکن جسطرح مقربین کا دستور ہو که خالص توحید مین ادب کا لحاظ رکھتے ہین حضرت پیغمبر برحق یعقوب علیه السلام نے بھی ساتھ ہی غیرت قدم کا خوف کیا که مقدور کے مقابله مین بے ادبی شمار نه ہو اور انتظار کرنا چاہیے سابق رضا کا غضب پر کما قال سبقت رحمتی علی غضبی۔ لہذا طریقه علم استعمال کرنے کے بعد ہی فوراً استدراک کر دیا بقوله وما اغنی عنکم من اللہ من شی۔ یعنی میری تدبیر و عقل و علم و احتیاط کسی کو کچھ مجال نہین ہو که جو امر تمہارے حق مین سابق ہوا ہو اسکو تم سے دور رکھے حتی که اگر مقدر ہو چکا که تم کو کسی قسم کا مکروہ امر پیش آویگا تو میری اس تدبیر سے کچھ نہوگا وہ ضرور تم کو پیش آویگا پس مین اسی مقدور پر راضی ہون جو اللہ تعالے نے اپنے پسند و اختیار سے مقدر فرمایا ہو اور اس کی تصدیق ہو قوله ان الحکم الا للہ جو اس نے چاہا وہی ہوگا جسطرح چاہا اسیطرح ہوگا آخر اپنے واسطے کسی طرح کے پرہیز کرنے و استعمال عقل و علم کی قوت ہو سب سے بریت کی بقوله علیه توکلت و علیه فلیتوکل المتوکلون۔ [illegible] حقیقت یه ہو که تقدیر دیکھکر تدبیر دور کرے مترجم کہتا ہو که مراد یه ہو که قلب کی نظر جس وقت تقدیر کی جانب ہو تو یه خیال نه کرے که اس تدبیر کا نتیجه ضرور واقع ہوگا بلکه تدبیر و اسکا نتیجه دونون قلب سے محو ہو دن۔ اور یه مراد نہین ہو که تدبیر نه کرے اس لیے که یہان خود جسکا قول ہو اُس نے تدبیر کا استعمال کیا ہو اور یه بھی مراد نہین ہو که تقدیر دیکھنے کے وقت پھر تدبیر نه کرے سوا اسکے که تقدیر کا علم حق سبحانه تعالی کو ہو اُس سے وہی واقف ہو سکتا ہو جسکو آگاہ فرما دیا ہو۔ پھر بھی اسپر تدبیر یعنی حواس و عقل کا عالم اسباب مین کام مین لگانا لازم ہو کیا نہین دیکھتے که آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم خوب جانتے تھے که اسلام تمام جہان مین پھیل جاویگا حتی که برابر قریش و یہود و نصاری کو سمجھایا که دین توحید عنقریب ایسا آفتاب سے تمام جہان کو روشن کردیگا تم میری اتباع کرو اور صحابه رضی اللہ عنہم کو غزوہ خندق کی سخت مصیبت و تکلیف کے وقت بشارت دی که تم روم کے اور فارس کے مالک ہو جاؤگے اور یه وہ اقوال ہین که مومنین و کفار سب ان معجزات کا اقرار کرتے ہین پھر دیکھو که کسطرح برابر تعلیم و تلقین و جہاد مین حسن تدبیر کو کام مین لاتے اور سکھاتے یه ہم کہتے ہین افعال جو تم تدبیر کہتے ہو وہ ایمان والے کی عبادات مین جیسا که مین نے مقدمه فتاوے ہندیه مین تحقیق و تفصیل سے لکھدیا اور قوله ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة الآیه کی تفسیر مین لکھا ہو حتی که جو کوئی اسکی تفسیر سمجھ گیا اُس نے تمام دین سمجھ لیا پس مومن کا ہر فعل ثواب ہو تو تدبیر ثواب ہو پھر تدبیر نه کرنا ثواب و عبادات سے چھوڑ رہنا ہوگا اور جو ایمان نه لایا اسکی تدبیر و جمله حرکات و افعال سب باطل ہین تو اسکا چھوڑ رہنا اور نه چھوڑنا دونون خراب ہین صرف چھوڑ رہنے سے وہ دنیا مین بھی خراب ہوگا اور نه چھوڑ رہنے سے فقط دین مین خراب رہا اور دنیا مین نتیجه وہی نکلیگا جو مقدر ہو ہاں اور اسکے شیخ نے جو کہا که تقدیر دیکھکر تدبیر سے باز رہنا اگر اسکے یه معنے ہون جو مذکور ہوئے تو تقدیر دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی واسطے کہا گیا که تقدیر سے لڑنا بے ادبی ہو جیسے یه کہنا که ہم جنتی ہین تو جنت پاوینگے نماز و روزہ سے کچھ فائدہ نہین ہو حالانکه یه بے ادبی و جہالت ہے کیا تو نہین دیکھتا که قریش کو ایمان لانے کی تکلیف دی گئی حالانکه ابولہب و ابوجہل و انکے مانند وہ ہین که قوله انذرتہم ام لم تنذرہم لایؤمنون۔ وہ کبھی ایمان لانے والے نه تھے لیکن فقد یه بھید انہین [illegible] رکھا گیا فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب شیخ نے کہا که آیت مین اشارہ باطن ہے۔ اقول یعنی تمام کلام باری تعالے جو بظاہر قصه موسی و فرعون معلوم ہوتا ہو قلب و نفس و شیطان کا بیان دلیه سے اور جو قصه یوسف معلوم ہوتا ہو یعنی قلب و اسکے دشمنون و مصائب آلام کا ہجوم و آخر وصول بدرجه تمکین اور تقرب بارگاہ رب العالمین اور بادشاہت دار آخرت ہو لیکن ایسے طور پر قدرتی کلام قادر مطلق کا ہو که سرکی آنکھون والا اپنی استعداد کے موافق سمجھکر ملاحت و اعجاز پاتے ہین

پیدا کرتا ہی اور حواس باطن کی آنکھوں والا نفس وشیطان کے وساوس جو باطن کو خراب کرتے ہیں انکو راہ پر لاکر اخلاق کریمہ سے آراستہ ہوتا ہے
اور قلب کی آنکھوں والا اسرار معانی صفات ومعرفت نفس سے تقرب کے درجہ پر فائز ہوتا ہے واللہ تعالے ولی التوفیق جب یہ بات سمجھ مین
آگئی تو تجھے پروا نہین ہے کہ نفس کو مجادلہ پر آمادہ کرے اور نفس تجھ کو عزہ مین ڈالے کہ علم وہی ہے جو ہم عالم علامہ منطقی ہوکر جانتے ہین۔ اللہ
اللہ فوق کل ذی علم علیم برکات سے محروم نہ رہنا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ اشارہ شیخ رح نے یہ ذکر کیا کہ قول حضرت یعقوب یا بنی
لا تدخلوا من باب واحد تا آخر آیات تعلیم سر باطنی ہے کہ جب تم نے اپنی حقیر بضاعت لیکر درگاہ بادشاہ حقیقی کا قصد کیا اور چاہا کہ عبادت
کے سرمایہ سے نفاست روح مشاہدہ پاک حاصل کرین اور تم نے قلوب وارواح وعقول واسرار سے راہ حق عز وجل طے کرنا چاہا تو تم کو نہ
چاہیے کہ ایک ہی دروازہ سے قصد کرو یعنی صفات نفس مین سے ایک ہی صفت کو جناب باری تعالے کی قبولیت کے واسطے مقصور نہ کرو
مثلاً صفت رحم یا علم یا کرم کسی ایک پر اقتصار مت کرو ظاہر ہے کہ نفس ان مین سے ایک ہی صفت سے پاکیزہ نہ ہوجائیگا حتی کہ جو شخص تارک
صوم وصلوٰۃ وبخیل ہو وہ عالم ہونے سے کچھ مستفید نہ ہوگا جب تک کہ جملہ صفات نفس کو درجہ اعتدال وآراستگی پر نہ لاوے تو تم کو چاہیے کہ
صفات باری تعالے عز اسمہ کی راہین اختیار کرو والمومنون کنفس واحدۃ تاکہ تم حاسد یعنی دشمن شیطان کی نظرون سے محفوظ رہو اور صفات
پاک کی معرفت سے درجہ توحید پر فائز ہو کیونکہ جس نے اسکو ایک صفت سے پہچانا تو اس نے جملہ صفات کمالیہ واوصاف قدم وازل سے نہ پہچانا
اقول بلکہ ایک صفت سے ایسا شخص پہچان ہی نہین سکتا ہی کیونکہ معرفت دینا فعل خالق عز وجل ہی نہ اختیار مخلوق لقولہ تعالے ما کان لنفس ان
تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ نظیر اسکی یہ ہی کہ ایک کتاب جسکو یاد ہو وہ عالم والا نہین ہی اور جو چیانی پکا سکتا ہو وہ باورچی
نہین ہی اور مانند اسکے بہت نظائر ہین یون ہی عارف جملہ آداب شرع پر عامل ہوکر باطن کا محافظ ہوتا ہی اور تکلیف اٹھاتا ہی کیونکہ ہر طرف سے وہ اپنے
آپ کو قید مین رکھتا ہی کہ شیطانی خطرات اور فراخی خواہشات نفس کی جانب سے نہ آنے پاوین یہانتک کہ ایک عرصہ مین اسکو قید سے رہائی ہوجاتی
ہی پھر نفس اسکا امارہ نہین بلکہ مطمئنہ ہی اور شیطان بوجہ ذکر قلب کے دور بھاگتا ہی اور صحیح ہو کہ جس قلب مین یاد حق نہو وہان شیطان دخل کرتا ہی
پھر جب یاد آئی تو ہٹ جاتا ہی بسبب جم کہتا ہی کہ دخل شیطان کا خلاصہ یہ ہی کہ جہان یاد حق عز وجل ہو وہان نہین ٹھہر سکتا ہی پھر واضح رہے کہ حق
عز وجل جن صفات کمال واوصاف جلال وکبریائی وعظمت سے وحدہ لا شریک ہی اسطرح اسپر ایمان ہو تو ایسے شخص کا یہ حال ہوگا کہ جب ہی
غافل ہوا فوراً شیطان نے دخل کیا پھر یاد آئی اور وہ بھاگا۔ انہین غفلت کی اوقات مین وہ تمام سرمایہ چرالیجاتا ہی ؎ گر نہ موش دزد در انبان
ماست ☆ گندم اعمال چہل سالہ کجاست ☆ اور رہا وہ شخص جو اللہ تعالے کا اقرار کرتا ہے مگر اسطرح کہ حضرت عیسیٰ اسکا اکلوتا بیٹا ہی یا عزیر اسکا بیٹا ہے
اور مانند اسکے نعوذ باللہ تعالے وہ عیوب جن سے پاک پروردگار تعالے پاک ہی تو اس نے کبھی اللہ تعالے کو یاد نہین کیا بلکہ اپنے زعم مین ایک
خدا بنایا جسکا بیٹا ہو اور یہ حضرت خالق رازق جل شانہ پر کبھی نعوذ باللہ تعالے صادق نہین تو کبھی اس نے اللہ تعالے کو نہ جانا کما افصح عنہ
قولہ تعالے قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الآیۃ دیکھو کیسے یہود ونصاریٰ کو صاف کہدیا کہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لائے ہین پس انکے دل سے کسی وقت
اسکا قابو دور نہین ہوتا ہے۔ پھر مومن کو بہت تاکید قید مین رہنا اسواسطے ہی کہ اللہ تعالے نے صاف فرمادیا کہ وہ ایسی راہون سے آتا ہی کہ تم نہین دیکھ
سکتے ہو تو اسکے ہر راہ بند کرکے ہر طرف سے مقید بیٹھتا ہی اور جملہ راہین اسکی نفس کے وسیع میدان مین ہوکر آتی ہین اور خواہش کے گویا راستہ مین ولقد
قال الدنیا سجن المومن۔ اور فرمایا زین للناس حب الشہوات یہین سے کہا گیا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ ولقد قال حفت الجنۃ بالمکارہ اور خلاصہ
اس قید کا نہایت آسان مختصر قلعہ شرع ہی کہ ظاہر وباطن اسکی محافظت کرے ولیکن افسوس ہی کہ اس زمانہ مین خواص علماء کی یہ کیفیت ہی کہ ظاہری

۴۱ کھیر فاکی سنت اکرو ایت ہے ۱۲ سید جعفر علی مصحح

صورت بتانا اور ظاہری اعمال کو شرع سمجھتے ہین تو عوام کا کیا ذکر ہے ولقد قال علیہ السلام لا یؤمن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ یعنی تم مین
سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ اسکی خواہش تابع اس چیز کے ہوجاوے جو مین لایا ہون یعنی خواہش کو قرآن وحدیث کے تابع کردے اللہم
اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پھر شیخ رح نے لکھا کہ امام جعفر رح نے کہا کہ اول کلام مین حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسے طور پر کہا
گویا کچھ سہو طاری ہے کہ اعتماد انکے حیلے وقوت پر نسیان ہوا اور اس سے کہ قضاء آلہی تدبیر پر غالب ہوتی ہے چنانچہ کہا کہ لا تدخلوا من باب واحد
پھر جلد استدراک کیا بمساعدت توفیق بقولہ ما اغنی عنکم من اللہ الآیہ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ جو کوئی اپنی ذات سے کچھ دور نہ کرسکے وہ غیر سے
کیا ٹال سکتا ہے اور جو اپنی ذات کے واسطے کفایت نہ کرسکے وہ غیر کے واسطے کیا کافی ہوگا اقول یعنی قولہ ما اغنی عنکم کے متعلق ابن عطاء رح نے
اشارہ کیا کہ بیٹون سے قضاء مقدر کب ٹال سکتے تھے خود اپنے اوپر جو کچھ بیتا اسکو کب ٹال سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق عز وجل تمام مخلوقات مین
تنہا وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر۔ تصرف وتدبیر فرماتا ہے کما قال تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ پس وہی
خاص بندون کو بزرگی وقرب ومنزلت عطا فرماتا ہے اور وہی انکو وحی ومشاہدات سے سرفراز کرتا ہے اور وہی انکے اوپر خاص انعام فرماتا ہے
اور جب وے ایک اشارہ سے ایک سلطنت کا تختہ لوٹ دیتے ہین تو وہی کرتا ہے اور جب ایک لشکر جرار کو ایک مٹھی خاک سے تباہ کرتے ہین تو وہی کرتا ہے
الا تری الیہ قولہ تعالی ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور اسی کو مولوی روم نے نظم کیا بقولہ ۔ اولیاء راست قدرت از الٰہ ؛ تیر جستہ باز گرداند ز راہ یعنی
ظہور آثار قدرت کے واسطے انھین خالص بندون کی ذات سرفراز ہوتی ہے مگر یہ قطعی یاد رہے کہ انکی خود خواہش کچھ بھی نہین ہوتی ہے یعنی انکی کمال تو یہی
دیا گیا کہ خواہش جو راستہ شیطان کا تھا بالکل مسدود کردیا گیا پس وہان فقط خواہش حق عز وجل ہوتی ہے حتی کہ سرور کائنات مفخر موجودات سید انبیاء
ورسل صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وعلیہم اجمعین نے واقعہ بدر مین مٹھی خاک سے فوج جرار کو تباہ کردیا اور احد مین اس کی خواہش نہ کی یہان تک کہ دندان
مبارک شہید ہوا اور زخم اٹھایا پس خود نہ وہ کسی سے بلا دور کرنے کی خواہش کرین نہ دور ہوتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراق یوسف کا یہ
صدمہ اٹھایا اگر خواہش کہان تھی اور یہ مقام عوام کی سمجھ سے دور ہے مگر آنکہ اللہ تعالے جس بندے کو ٹھیک سمجھ دیدیتا ہے واللہ تعالے ولی التوفیق شیخ
حسین رح نے کہا کہ سچا توکل یہ ہے کہ اسباب کو اس عالم سبب مین استعمال کرے اسطرح کہ اختیار ترک کرے مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ حواس
وعقل جنکو اللہ تعالے نے اسطرح پیدا کیا ہے کہ وہ خود ہی ہر کام کے لیے راہ وطریقہ بتلاتے ہین ان مین انسان کا کچھ اختیار نہین ہے اور دوسرے نفس کے
حواس دوسرا راستہ اسی مقصد کے لیے بتلاتے ہین بلکہ خود کبھی آدمی کے حواس دو تین طریقہ بتلاتے ہین تو آدمی کو چاہیے کہ حواس کے موافق
اسطرح کام کرے جیسے سامان اللہ تعالے نے مہیا کردیے ہین اور یون نہ کرے کہ مجھے ایسا ہونا مختار وپسند ہے نا کہ یون اس سے یہ فائدہ حاصل کرے گا
کیونکہ یہ اختیار کرنا کبھی وبال ہوجاتا ہے مثال اسکی اسی قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام کا قول کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ یعنی جس کی
طرف یہ عورتین مجھے بلاتی ہین اس سے مجھے قیدخانہ پسند ہے مین اسکو اختیار کرتا ہون حالانکہ شاید دوسرے انبیاء یا سرور انبیاء علیہم السلام کے نزدیک
یہ ہوتا کہ اے رب میرے مین تجھ سے سلامتی چاہتا ہون جس مین تیری رضامندی ہو یعنی جہان کہین جسطرح ہو مجھے تیری رضامندی منظور
ہے۔ اور شاید کہ یہ مراد ہو کہ سبب کو استعمال کرے اسطرح کہ مخلوقات آلہی حواس واعضاء وغیرہ بحکم آلہی اسکے پیدا کیے ہوئے عالم مین اسکی مشیت
کے راستہ پر اسی کی قوت سے چلتے ہین تاکہ نتیجہ وہ پیدا ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے پس درحقیقت تو ہر کافر ومسلم ومومن کے ساتھ یہی جاری ہے
خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے سوائے اسکے کہ توکل فعل بندہ ہے تو اس مین اسکی نیت پر مدار ہوا واللہ تعالے اعلم۔ واسطی رح نے کہا کہ توکل صبر کرنا ان
تجلیون پر جو امتحان ومشقت کے بادلون سے چکا چوند ڈالین۔ اقول شاید کہ توکل کے ساتھ استقامت وثبات وقرار وشرع کی پابندی و

رضا لازم وملزوم ہین پس ایک مرد جسپر حقوق عیال واجب ہین جہان سے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے آسان فرماوے رزق تلاش کرے اور انھین کی کفایت یا آسانی کے قدر کوشش اٹھاوے نہ زائد کہ وہ حرص ہے پس شرع کے حقوق کی نیت سے یہ کام کرے اسی قدر کہ شرع اجازت دے اور جو حاصل ہو اس کو شکر واحسان کے ساتھ رضامند ہوکر لیوے فافہم۔ استاد رح نے کہا کہ قولہ ادخلوا من ابواب متفرقۃ ۔ سے شاید یہ مراد ہوکہ ان مین سے کسی کی نظر یوسف پر پڑے اگر دوسرے نے نہ دیکھا مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اس فرض پر ہوگا کہ یوسف مصر مین ہین اور مجموعہ کی صورت مین یہ زیادہ مفید ہو کہ ایک نہ پہچانے دوسرا پہچانے یا مترجم نہین سمجھا کہ تو کیسے محتمل ان یکون ارادہ تفرقھم فی الدخول لعل واحدا منھم یقع بصرہ علی یوسف ان لم یرہ الآخر انتہی بلفظہ کے کیا معنے ہین۔ اور شاید کہ اصل مین یہ ماخوذ اس قول سے ہے جو ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت یعقوب ؑ کو یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام عنقریب ان دروازون مین سے کسی مین بھائیون سے ملاقی ہونگے کذا ذکرہ الامام ابن کثیر۔ اور بعض نے امام نخعی رح سے یون ذکر کیا کہ انکو معلوم تھا کہ بادشاہ مصر میرا بیٹا یوسف ہے تو چاہا کہ متفرق دروازہ سے جانے مین نبیامین سے تنہائی مین ملاقی ہو۔ اور ظاہر روایت بالا سے مراد یہی ہے اور کہا کہ حضرت یعقوب ؑ کو اجازت نہ تھی کہ اس بھید کو ظاہر کرین مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کو اکثر باتین ایسی معلوم ہوتی ہین جنکے ظاہر کرنے کی اجازت نہین ہوتی ہے خواہ قطعاً چھپانے کی تاکید ہوتی ہے یا صریح بیان کی اجازت نہین ہوتی ہے اور باوجود اسکے ظاہری برتاؤ انکا ایسا ہوتا ہے گویا بالکل واقف نہین ہین۔ ایسی بات ہے کہ مجھے اسکی تصدیق مین شبہہ نہین ہے اور اسی قبیل سے قصہ خلافت تھا جس سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہی تھی حتیٰ کہ صحیح کی روایت مین سب خلفاء کا حال بیان کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ بھی کہا کہ لا اراکم فاعلین یعنی نہین دیکھتا کہ تم ایسا کروگے یعنی حضرت علی کو خلیفہ کرنا مجھے معلوم نہین ہوتا اور یہ اظہار امر واقعی تھا اور مشہور تھا کہ انکی خلافت مین بسبب اسکے کہ فساد وجھگڑا اقتضا رہے لہٰذا اول دوسرے خلیفہ ہون کہ اسلام پھیل جاوے۔ اور اشارہ سے دوسری حدیث مین کہ امامت سے ابوبکر کا ہٹانا اسکے کہ حضرت سرور عالم کی جگہ کھڑے ہون اور سفارش کی گئی کہ دوسرے کو حکم دیا جاوے تو فرمایا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابابکر یعنی اللہ تعالےٰ عزوجل مع مومنون کے انکار فرماتا ہے ہر کسی کی امامت سے سوائے ابوبکر ؓ کے اور جیسے ابو ہریرہ ؓ نے کہا کہ لقطع ہذا البلعوم یعنی اگر مین ان علوم کو بیان کرون تو میرا نرخرہ کاٹا جاوے اور جیسے حضرت حذیفہ ؓ نے خلافت حضرت عثمان وفتنہ کا حال بطور راز کے کنایہ سے بیان کیا اور جیسے حضرت عمر ؓ بعد اپنے خلافت کا حال جانتے تھے مگر مشورہ پر چھوڑی اور جب یہ اصل ممہد ہوگئی تو اس سے بہت سے مدارک جس سے عوام متردد ہوتے ہین منحل ہوگئے اور واضح ہوکہ جو کچھ وقائع اس قصہ مین حضرت یوسف ؑ ویعقوب ؑ سے واقع ہوئے وہ باعلام واجازت الٰہی تعالےٰ تھے ولیکن استعمال انمین ظاہری تدابیر وطریقہ نظام عالم کا ہوا ہے جزم بہ فی الکشاف ایضاً اور قول یعقوب ؑ اعلم من اللہ مالا تعلمون۔ اور قولہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف الآیہ۔ وقولہ لاجد ریح یوسف الآیہ سب اسکے واسطے شواہد صحیح واشارات قویہ ہین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم۔ القصہ اسطرح عہد ومیثاق لیکر بناچاری بنیامین ؑ کو انکے ساتھ مصر کو روانہ کیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ

اور جب داخل ہوئے شہر مین اسطریق سے کہ جیسا انکو انکے باپ نے حکم کیا تھا تو نہ تھا یہ طریق کہ دفع کرتا انسے اللہ تعالےٰ کیطرف سے کسی چیز کو ولیکن ایک حاجت تھی یعقوب کے جی مین جسکو

قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اسنے پورا کیا اور بیشک وہ جاننے والا تھا کیونکہ ہمنے اسکو سکھلایا تھا ولیکن بہتیرے لوگ ہین کہ نہین جانتے ہین۔

ع ۸

آں حضرت یعقوب ؑ کے دس بھائی جو پہلے گئے تھے اور اب کی مرتبہ بنیامین ؑ گیارھوین ہمیشہ روانہ ہوکر مصر پہونچے اور اس شہر تک جہان حضرت

یوسف تھے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب سب داخل ہوئے مِنْ حَیْثُ اَمَرَھُمْ اَبُوْھُمْ اس حیثیت سے یا اس طریق سے کہ جسکا انکو انکے باپ
نے حکم دیا تھا یعنی شہر میں متفرق دروازوں سے داخل ہوں ایک ہی دروازہ سے نہ جاویں اسی طریقہ سے وہ متفرق دروازوں سے
داخل ہوئے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مَا کَانَ ۔ نہ تھا یہ طریقہ تدبیر کا کہ یُغْنِیْ عَنْھُمْ بے پروا کرے اُنسے یعنی دفع کرے انکے اوپر
سے مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اللہ تعالے کی جانب سے کسی چیز کو یعنی اللہ تعالے نے جو امر ان کے حق میں مقدر کیا تھا اور جو کہ وہ بات انکو پہونچنا
تقدیر میں جاری ہوچکے تھے ان میں سے کچھ بھی اس طریقہ سے انسے دور نہو سکتے تھے ۔ اِلَّا حَاجَۃً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ لیکن یہ ایک
حاجت تھی یعنی شفقت و رحمت تھی یعقوب کے جی میں قَضٰھَا کہ جسکو اس نے پورا کیا یعنی وصیت و تاکید کردی سو یہ بات پوری کردی
گئی کہ وہ متفرق دروازوں سے داخل ہوئے اس میں کوئی خلل نہیں پڑا اگر اس سے کوئی مقدرات ان سے دور نہ ہوئی حتی کہ چوری کا
الزام ان کی نسبت لگایا گیا اور بنیامین کی رحل میں صاع پائے جانے سے وہ پکڑ کر لیے گئے اور یعقوبؑ پر دونی مصیبت بڑھ گئی اور
سب بیٹے اس واقعہ سے اندوہناک ہوئے اور بڑا بیٹا وہیں پڑا رہا اور خود حضرت یعقوبؑ نے کہدیا تھا کہ مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ پس
تدبیر سے تقدیر کچھ بھی دفع نہ ہوئی اور نہ آنحضرتؑ نے اس کا قصد کیا تھا بلکہ علم قضا و قدر و علم اسباب دنیا و حکم پابندی طریقہ عالم اسباب سے
انھوں نے انکو صاف کہدیا تھا۔ لہذا اللہ تعالے نے فرمایا ۔ وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والا تھا ۔ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ اس چیز کا جو
ہم نے اُس کو سکھلادی۔ خواہ وحی سے یا استدلال آثار سے اسی وجہ سے اس نے کہدیا تھا کہ مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ الخ اور اپنی تدبیر پر کچھ غرہ نہیں کیا یا
یہ معنی ہیں کہ وہ بیشک علم والا تھا بسبب اسکے کہ ہم نے اسکو تعلیم کردیا تھا خواہ بطریق وحی یا بطریق استدلال وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لیکن بہتیرے
آدمی یعنی مشرک و کافر لوگ ۔ لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ہیں یا تقدیر کا بھید یا تدبیر پر مغرور ہوتے ہیں۔ یا اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں اس بھید کو
کہ یعقوبؑ جانتا تھا جو اس نے عالم اسباب میں حکم و ارادہ الٰہی کی پابندی کی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ اکثر الناس لا یعلمون ۔ یعنی جو ہم نے تعلیم کیا
اس سے علم نہیں پاتے کیونکہ فطرت سلیمہ پیدائشی کو شہوت پرستی و بیہودہ [illegible] سے بگاڑ کر [illegible] و شہوات دنیا کی طرف میل کرکے
خراب کردیتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھید تو بہت سے مسلمان نہیں جانتے ہیں [illegible] اسلام توحید و اعتقاد [illegible] صفات باری تعالے سے
اور اس سے غافل ہیں بلکہ یہ بھید بہت سے قرآن و حدیث پڑھے ہوئے نہیں سمجھتے ہیں [illegible] غرض ان کی ان علوم سے ہوس دنیا و دنیاوی
ناموری ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی نسبت تاکید و علم زائل ہوجانے سے تخویف فرمائی تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ ہم پڑھینگے اور اپنی اولاد کو پڑھاوینگے ضائع نہ ہوگا تو فرمایا کہ ارے [illegible] تو تجھے اہل مدینہ سے فقیہ جانتا تھا کیا یہود و نصاریٰ نہ
تھے جنکے پاس توریت و انجیل تھی پھر انکو کچھ نفع دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ افسوس کہ [illegible] اسلام [illegible] کیفیت ہوگئی علماء فقط الفاظ کی طرف متوجہ ہوگئے
اور [illegible] انھوں نے باطن نفس کے عیوب سے غفلت کی تو اللہ تعالے نے انکو [illegible] علم و حکمت و اصلی فقہ سے محروم کردیا۔ ایک نہایت
مثال یہ دیکھو کہ اتفاق فرض اور خیر خواہی فرض اور دلوں میں نفاق باہم حرام اور ادنی گناہ [illegible] کو اسلام سے خارج کرنا حرام [illegible]
آمین بالجہر و رفع یدین پر [illegible] پیدا کرتا [illegible] فساد ہوا اسی طرح علما تقوی [illegible] اپنا شعار [illegible] اور توحید [illegible] ایک شرک [illegible]
بزرگ بندوں کی طرف نسبت کرکے مقلدان نے انکو [illegible] اور اسلام خالص توحید کا نور [illegible] لکن امر اللہ قدرا مقدورا [illegible]
یہی ایک احسن القصص تمام مدارج کے لیے کافی ہے و فی العرائس قولہ وانہ لذو علم لما علمناہ الآیہ حق سبحانہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام
نے جو وصیت اپنی اولاد کو فرمائی تھی کہ اس تدبیر سے ابواب متفرقہ سے داخل ہوں اور یہ بھی کہدیا تھا کہ میں مقدور الٰہی تم پر سے کسی تدبیر سے دور

نہیں کرسکتا ہوں تو یہ ہمارے نور سے دیکھ کر کہا تھا اور وہ امور قدرت سے عالم اور استعمال شریعت وعقل پر مامور تھے کہ حق عز وجل کے حکم کے آگے اپنے
نفس کو محتاج وعاجز رکھتے تھے لہذا اللہ تعالے نے اسکا وصف فرمایا کہ وہ ذی علم تھا اور یہ علم اس کا اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ ہماری تعلیم سے تھا
یعنی علم لدنی تھا جیسے خضر علیہ السلام کو فرمایا کہ علمناہ من لدنا علما۔ پھر علم لدنی دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول ظاہر الغیب دوم باطن الغیب۔ پس
ظاہر الغیب تو علم ہے دقائق معاملات کا اور دقائق حالات ومقامات وکرامات وفراسات کا۔ اور اس قسم میں عقل وقلب کے دخل کی گنجائش
ہے۔ اور باطن الغیب چار طرح کا ہوتا ہے اول طرح علوم باطن افعال اور یہ حکمت معرفت ہے اور دوسری طرح علم صفات اور یہ معرفت خاصہ ہے
تیسری طرح علم ذات اور یہ توحید وتجرید وتفرید ہے چوتھی طرح علم اسرار قدم اور یہ علم فنا وبقا ہے اور یہیں انوار قدر کے سر باطن پر منکشف
ہوتے ہیں پس علم بطون افعال وصفات میں روح کو مجال ہے اور علم ذات میں سر باطن کو مجال ہے۔ اب رہا علم دقائق معاملات سے صفائی وقت
پیدا ہوتی ہے اور علم مقامات سے صحت ارادہ ولذت محبت پیدا ہوتی ہے اور علم حالات سے شوق وعشق پیدا ہوتا ہے اور علم کرامات وفراسات سے
طمانینت نفس اماره کے سبب یاد حق کی اور سکون قلب کا بوجہ نور الیقین کے پیدا ہوتا ہے اور علم بطون افعال سے قدرت میں حیرت اور لطائف الفت
پیدا ہوتی ہے اور علم صفات سے انس اور جذبہ جمال وخود رفتگی نشان جلال پیدا ہوتی ہے اور علم ذات سے ازل میں محویت اور ابد میں ہوشیاری
پیدا ہوتی ہے۔ اور علم اسرار قدم سے علم مجہول وحکمت مجہولہ پر وقوف پیدا ہوتا ہے اور اس کی مقتضی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت بیہوشی
اور دوم حالت افاقہ وبیداری پس حالت بیہوشی تو مقتضی ہے کہ اس علم کا عالم اس حالت میں کچھ بھید اسی علم مجہول کی زبان سے ظاہر کرے
اور یہ دلائق ازلیہ کا غلبہ ہے اور بیداری کی حالت مقتضی ہے کہ گونگا خاموش ہو اور بھید کو لئے میں پوری احتیاط کرے یعنی غیر سے چھپا وے اور یہ
سب ہم نے ذکر کیا دو چیزوں کا مکاشفہ ومشاہدہ سے تعلق ہے پس جب عالم عارف پر ابتداے کشف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور شہود میں شہود
کے انوار چمکتے ہیں تو اسکا سر باطن ہوا وصفات سے واقف ہوتا ہے اور سر السر اسکا ہوا ور ذات سے مطلع ہوتا ہے پس سر باطن کو ہر صفت سے حق کی
جانب سے بجانب حق ایک خاص راستہ معلوم ہوتا ہے اور ہر صفت کے راستہ سے جو ذوق ملتا ہے وہ دوسری صفت کے ذوق سے جدا ہوتا ہے
اور سر السر کو دیدار ذات سے راہ بجانب ذات حاصل ہوتی ہے اور ایک خاص ذوق جو صفات کے ذوقوں سے علیحدہ ہے حاصل ہوتا ہے
پس عالم عارف مع معلومات ومعروف کے خلق ربوبیت میں باقی ہوتا ہے وہی عالم ربانی ہے کما فی قولہ تعالے کونوا ربانیین جیسا کہ سابق میں
بیان ہوا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ علوم پانچ طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ علم جو دنیا حاصل کرنے کے لائق ہے اول تجارت وحرفت وصناعت و
ریل وکلین وغیرہ سب اسی قسم میں داخل ہیں۔ دوم وہ علم جو سلاطین کی خدمت کے لائق ہوتا ہے۔ اول آئین وقوانین وانتظام مدن وسیاسات
انہیں داخل ہیں، سوم وہ علم جو زینت ہوتا ہے۔ اول منطق وفلسفہ الٰہیہ ذیادہ جو عالم جو دنیا چاہتا ہے اس میں شامل ہے چہارم وہ علم جس سے زہد و
عبادت ومجاہدہ میں وساوس وخطرات شیطان ونفس سے حفظ ہو۔ اول نیک عالم عامل جو بنظر ثواب آخرت ہو اسی میں داخل ہے پنجم وہ علم جو آزادی کا
وانقطاع کے لائق ہو اور یہی سب سے اشرف واعلیٰ ہے اور یہی عالم ربانی ہوتا ہے اور مراد آزادی سے یہ ہے کہ ہر شخص نفس کی خواہشوں واسکی مقتضیات
میں علائق جسمانی سے قید میں اس سے آزاد ہو کر خالص بندہ حق عز وجل ہو جاوے۔ شیخ یوسف بن آمین رحمہ نے کہا کہ علوم میں سے وہ علم سب سے
اشرف ہے جسکو بندہ اپنے مولی تبارک وتعالے سے بلا واسطہ حاصل کرے جیسے حضرت یعقوب کی نسبت فرمایا ہے ولیکن اس میں اغترارات واخطار بہت ہیں
اول یہی بسا اوقات آدمی کو کوئی علم حاصل ہوا جسکو اس نے اللہ تعالی کی طرف سے سمجھا ولیکن محض خطرہ نفس یا القاء شیطان ہے پس مغرور ہو کر فریب
میں تباہ ہو گیا پس یہاں خطرہ بہت ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ نے کہا کہ بسا اوقات مجھ کو علوم کشف ہوتے ہیں مگر میں کسی کو قبول

نہیں کرنا جب تک کہ کتاب و سنت دو گواہ اُسپر گواہی نہ دیں۔ یہ قول شیخ کا دلیل ہے کہ کتاب و سنت میں جملہ علوم ہیں و لیکن انکا حاصل ہونا بغیر بصیرت و ہدایت و صفائے قلب کے ممکن نہیں ہے اور یہی صحیح ہے آیا یہ نہیں دیکھتے کہ ابتدائی عالم ہے گو اگرچہ ابھی فارغ التحصیل ہوا ہو بہت سے مدارک و اشارات نہیں سوجھتے حتی کہ وہ کسی متقدمین عالم کے بیان سے سمجھکر تعجب کرتا ہے کہ بیشک صحیح ہے۔ مجھے نہیں سوجھتا تھا اور جو اسکو سوجھتا ہے وہ ایام تحصیل کے طالب علم کو نہیں سوجھتا لہذا ہر وقت محتاج ہو کر طالب رہو اور مغرور ہو کر شیطان کے پنجہ میں تباہ مت ہو واللہ تعالے ولی التوفیق القصہ

شہر میں موافق وصیت یعقوبؑ داخل ہوئے

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اور جب داخل ہوئے سب کے سب یوسف کے پاس تو اس نے جگہ دی نیچے پاس اپنے بھائی کو کہا کہ میں تو تیرا بھائی ہوں پس تو اندوہناک مت ہو بسبب ان حرکتوں کے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب داخل ہوئے گیارھوں آدمی یعنی دس بھائی اور گیارھواں بھائی بنیامین سب کے سب داخل ہوئے عَلٰى يُوْسُفَ حضرت یوسفؑ کے پاس دخل علیہ اسکے پاس داخل ہوا الظریق محاورہ ہے کہ دخل کے ساتھ علی حرف لاتے ہیں سراج و معالم وغیرہ میں ہے کہ بھائیوں نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی پدری ہے ہم بموجب ارشاد کے ساتھ لائے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم نے نیک کام کیا اور میں اسکے عوض تمہارا شکریہ عنقریب ادا کرونگا۔ پھر انکو اعزاز و اکرام سے اُتارا اور انکی دعوت اپنے ساتھ کھانے میں کی اور چونکہ تمہارا برتن ایک ایک کے لیے اچھا نہیں ہے لہذا ہر دو آدمی کو اپنی اپنی سپر پر ساتھ بیٹھکر کھانا تو یہ سب بھائی دو دو آدمی بیٹھ گئے اور بنیامین اکیلے رہے پس انکو افسوس ہوا کہ اگر میرا سگا بھائی یوسف ہوتا تو میں اسکے ساتھ بیٹھتا پس بادشاہ نے کہا کہ تم تنہا مت رہو تم میرے ساتھ بیٹھو اور بہ اثر شفقت سے اپنے ساتھ کھلاتے رہے اور رات میں ہر دو آدمیوں کے واسطے ایک مکان دیا اور بنیامین کے لیے کھانے کے وقت کا واقعہ ذکر کرکے اپنے ساتھ لیا۔ اللہ تعالے نے کہا اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی اپنی جانب اپنے بھائی کو یعنی اپنے ساتھ کر لیا یا ملا لیا۔ اور مہمانوں میں سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں رات میں پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے کہا کہ بنیامین۔ فرمایا کہ بنیامین کے کیا معنے ہیں کہا کہ ماں جبکی ماں مرگئی ہو۔ تو میری ماں نے بچہ چھوڑ کر انتقال کیا تھا اور سب حال اپنے بھائی کا بیان کیا اور یہی وجہ ظاہر کی کہ یہ لوگ مجھ سے بے مہری کرتے ہیں اور باہم زیادہ متفق ہیں اور اگر میرا بھائی سگا ہوتا تو وہ مجھ سے الفت کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ضبط نہ کیا اور نقاب اخفاء سے ظاہر ہو کر گلے لگا لیا اور فرمایا کہ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ میں ہوں تیرا بھائی یوسف فَلَا تَبْتَىٕسْ پس تو غمگین مت ہو۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بسبب ان حرکات کے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ ظاہر ان ایام کی سرد مہری و ایک طرح کی کشمکش کا اشارہ کیا۔ یا انکے سابقہ اعمال و افعال کا تذکرہ کیا اور کرم ذاتی سے اس سے چشم پوشی کا اشارہ کیا یا وجہ اس انعام و فضل کے جو اللہ تعالے نے کیا تھا بعض نے کہا کہ ابھی انسے صرف یہی کہا تھا کہ میں بجائے تیرے یوسف کے تیرا بھائی ہوں لیکن مجھے وجہ معلوم نہ ہوئی صحیح وہی ہے جو شیخ ابن کثیر وغیرہ جماعت نے لکھا کہ ظاہر کر دیا تھا کہ میں یوسف ہوں اور اپنے پاس رکھ لینے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور تاکید بھی کر دی کہ کسی سے اطلاع نہ دیوے مترجم کہتا ہے کہ وحی الٰہی تعالے سے انکو اظہار و نام کا اور والد و عیال کے بلانے کا ابھی حکم نہ ملا تھا اور اللہ تعالے کی حکمت اس میں وہ ہے جسکو وہ خوب جانتا ہے۔ فی العرائس قولہ ولما دخلوا علی یوسف الآیۃ یوسف علیہ السلام خوف ہوا کہ اچانک بنیامین کو اطلاع دینے سے شادی مرگ کا خوف ہے لہذا بتدریج اطلاع دینے کے لیے انکو اپنے میں ملا لیا اور انمیں بھی

ہوا کہ ہر ایک نے اپنے پیارے بھائی کو اپنے ساتھ کر لیا اور بنیامین تنہا رہ گئے تو انکو فراق یوسف و غم والم تنہائی کی قدر ظاہر ہوئی پس اپنے ساتھ کرنے سے فی الجملہ ان کی وحشت کم ہوئی مگر خیال ہوا کہ یہی چند روزہ ہے پھر انکشاف حال سے سرور مزید ہوا۔ مسافر آدمی کی تنہائی ایک روز قبر میں ضرور ہے اور اعمال حسنہ بصورت یوسف جب اس کے انیس ہوں تو قدر خوشی کا اندازہ کرنا چاہیے فافہم۔ شیخ استاد رح نے کہا حدیث محبت کی اقسام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کو دیدار یوسفؑ کا اشتیاق ہوا تو برسوں حزن و غم میں پڑے رہے اور یوسفؑ کو دیدار بنیامین کا شوق ہوا تو بہت جلد انکو نصیب کیا گیا یہی حال ہے بعض سے رفق و نرمی کا برتاؤ ہے اور بعض مبتلاے بلا رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چشم یعقوبؑ کو فراق بنیامین سے پریشانی ہوئی تو چشم یوسف کو راحت ہوئی پھر شیخ استادؒ نے کہا کہ یہی حال آفتاب کا دیکھو کہ ایک قوم سے غروب ہوتا ہے اور دوسری قوم پر طلوع کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رح کے نزدیک زمین بشکل مدور ہے ورنہ اسکی کیا صورت ہوگی کہ آفتاب ایک قوم سے غروب ہو اور دوسری پر طلوع کرے فافہم۔ القصہ جب بنیامین کو اس راز سے آگاہ کر دیا تو انکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر سے آگاہ کیا اور ظاہر اوحی والہام سے اسکا پورا ہونا معلوم ہوا ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ جن مکانوں میں انکو اتارا تھا ہر ایک کے پاس ضرورت و آسایش کے سامان ہم پہونچا دیے ہونگے اسطرح کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز چرانا چاہے تو ممکن ہو اسی واسطے سقایہ بنیامین کی رحل میں چوری کی صورت پر محمول ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آگے بیان فرمایا بقولہ عزوجل

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

پھر جب تیار کر دیا انکا سامان تو رکھ دیا سقایہ اپنے بھائی کے رحل میں پھر پکارا پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

کہنے لگے اور انکی طرف متوجہ ہوگئے تھے کہ تم کیا کھویا ڈھونڈھتے ہو بولے ہم ڈھونڈھتے ہیں بادشاہ کا صواع اور جو کوئی اسکو لاوے اسکے لیے ایک اونٹ اناج ہے

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝

اور میں اسکا ذمہ دار ہوں بولے قسم اللہ تعالیٰ کی تم جانتے ہو کہ ہم نہیں آئے اسواسطے کہ زمین مصر میں فساد کریں اور ہم چور نہیں تھے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ علما نے کہا کہ یہاں فاء تعقیب کا لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھائی کے حاصل ہونے کے بعد ان لوگوں کا زیادہ ٹھہرانا مقصود نہ تھا بخلاف سابق کے کہ اسوقت تحقیق حال کی غرض تھی لہذا اس مرتبہ جلدی سے سامان کر دیا اور بھائی سے یہ تدبیر بتلا دی کہ پیمانہ تیرے کجاوہ میں رکھدیا جاویگا جس سے تجھپر چوری کا الزام عائد ہو چونکہ کوئی ضرر پہونچانا مقصود نہ تھا لہذا خود یہ پیمانہ بنیامین کے کجاوہ میں سب سے پوشیدہ رکھدیا بقولہ تعالیٰ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کی رحل میں اور قافلہ مع بنیامین کے روانہ ہوگیا کہتے ہیں کہ آبادی سے باہر نکلا تھا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر پکارا ایک پکارنے والے نے کہ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ یعنی تمنے ہمارا ایک مال چرایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اکثروں کے قول میں سقایہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا کہ سونے کا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ اس میں پانی پیا جاتا ہے ولیکن اسوقت اناج کی عزت سے اس سے ناپا جاتا تھا یہ قول ابن عباسؓ کا اور مجاہد و قتادہ و ضحاک و عبد الرحمٰن بن زید کا ہے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ صواع الملک چاندی کا تھا اس سے پانی پیتے تھے اور جتنا تھا جتنا عرب میں کوک ہوتا ہے اور حضرت عباسؓ کے پاس اسلام سے پہلے ایسا ہی پیالہ تھا یسرلج میں لایا کرے ابن عباسؓ نے کہا کہ زبرجد کا تھا اور ابن اسحٰق نے تاریخ میں کہا کہ چاندی کا تھا اور ایک نے کہا کہ چاندی کا مرصع بجواہر تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کٹورے کو پیمانہ بنا دیا تھا تاکہ پیمانہ مختلف کر کے خیانت نہ کیا وے

اور خود اس سے پانی پیا کرتے تھے۔ رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ بات بعید ہے کہ بادشاہ کے کٹورے کو کیال بنایا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ
میرے نزدیک بادشاہ نے منجملہ اسباب ثروت وعزت کے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا ہوگا مگر آپ چاندی کے استعمال سے کراہت کر کے
اس کام مین لاتے ہونگے اور اگر بنظر عدل پانی پینے کے برتن کو کیال کیا جاوے تاکہ خیانت کو راہ نہو جائز ہے کچھ بعید نہین ہے اور حضرت
یوسف پیغمبر کی بادشاہت کو دنیاوی سلطنت پر قیاس نہ کرنا چاہیے اور شاید کہ بادشاہ نے بعد ایمان کے اسکو ترک کر دیا ہو جو اس کام مین لایا گیا
ہو۔ اور بعض نے بوجہ ظاہری استبعاد کے کہا کہ وہ جانورون کے پلانے کا تھا اور رازی نے کہا کہ اتنا گران قیمت جانورون کے لیے بھی بعید
ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک۔ اور رازی رح نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ صاع ایک چیز تھی جسکی کچھ قیمت تھی مگر نہ اس حد تک جو
اہل روایات قصہ نے ذکر کی ہے مترجم کہتا ہے اصلی بات تو اللہ تعالیٰ جانے لیکن کم قیمت چیز کے لیے اتنا اہتمام بھی بعید ہے اور بادشاہ کی طرف نسبت
کرنا بھی مضحکہ ہے اور لکھا کہ سقایہ وصاع ایک ہی ہے مین کہتا ہون کہ صاع اگر درحقیقت پیمانہ ہی تھا تو اسکو سقایہ کیون کہا گیا ہے تو بعضون نے
اسی خیال سے کہدیا کہ اسمین جانورون کو پانی پلایا جاتا تھا مگر مترجم کے نزدیک یہ البتہ مستبعد ہے کہ اسکو صواع الملک کہکر بادشاہ کیجانب نسبت کیا جاوے
واضح ہو کہ زجاج رح نے کہا کہ صواع بعینہ صاع ہے اسکو مذکر و مؤنث دونون طرح بولتے ہین اور یہی سقایہ ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جس سے
پیا جاوے وہ صواع ہے اور بعض نے کہا کہ جس سے ناپا جاوے وہ صواع ہے اور یہ لفظ مفرد ہے اور جمع اسکی اصوع ہے اور کبھی صواع بھی جمع بولتے ہین اور
صیعان بھی جمع لاتے ہین اور یہان آٹھ قرأتین ہین از انجملہ صوع وصیاع وصاع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے صواع کو یہان جمع سمجھکر توجیہات
رکیکہ بیان کین مثلاً کئی صاع کے برابر پیمانہ تھا اسوجہ سے صواع نام ہوا [illegible] دوسری قرأت صاع کی موجود ہے تو اسی پر حمل کرنا موافق
باصول تفسیر ہے علاوہ برین سقایہ اتنا بڑا نہین ہوسکتا اور شاید کہ دور شراب کے لیے ہو لیکن بادشاہ کی مجلس والون کے لیے ہوگا نہ خاص بادشاہ کے
لیے بہرحال اصلی مقصود یہ ہے کہ سقایہ اور صواع ایک چیز ہے اور وہ کسی قدر بیش قیمت تھا۔ اب رہا بیان دو باتون کا اول یہ کہ بنیامین کی رحل مین
کس نے رکھا۔ اور اس طریقہ سے انکو سارقین کہنا روا تھا یا نہین۔ اور عیر کے کیا معنے ہین جاننا چاہیے کہ عیر کے معنے یہان قافلہ۔ اور ابو الہیثم نے کہا کہ
اونٹ و گدھا و خچر جس پر لاد و سواری ہو وہ عیر ہے اور کہا کہ جس نے فقط اونٹ سے خصوصیت سمجھی اسکا قول باطل ہے مین کہتا ہون کہ لاد و سواری مین
ٹٹو بھی داخل ہونگے اور شاید خاص گھوڑے نہون اور فرا نے کہا کہ اونٹ تھے اور مجاہد سے روایت ہے کہ گدھے تھے مترجم کہتا ہے کہ ایسے جانور تھے
کہ عیر بولنا صحیح ہے زیادہ بحث بیکار ہے اور مراد یہان اصحاب العیر ہین جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ یا خیل اللہ ارکبی یعنی اللہ تعالیٰ کے خیل سوار روانہ ہو جاؤ حالانکہ
خیل یعنی گھوڑون سے انکے سوار مراد ہین۔ اب مقام اول مین کلام اسطرح ہے کہ ظاہر نص قرآنی تو یہ ہے کہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ خود حضرت یوسف
نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھا تھا۔ اور یہ امر ایسا ہے کہ اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہ نہین ہے اور بھائی نے باوجود علم کے اسکو منع [illegible] نہ کیا تو
یہ باجازت خاص تھا [illegible] الزام نہین [illegible]
تو [illegible]
[illegible]
کہنا جائز تھا یا نہین [illegible]
آنحضرت [illegible]
دیا یا اول [illegible]

نسبت کیجاوے جو ظاہر حال مین تیرسا اوپر عائد ہو اور درحقیقت تو اس سے بری ہو۔ بنیامین نے رضامندی ظاہر کی تو اسپر یہ گناہ نہوا۔ اقول منادی نے
سب کو سارق کہا ہی تو شاید بیاجازت آنحضرت نہو۔ دوم جواب یہ کہ انکو سارقین کہا اور یہ صاف نہین کہا کہ کس چیز کے سارق ہو اور غرض یہ کہ چوری
سے تم نے باپ سے خفیہ یوسف کو بیچ ڈالا پس بطور تعریض کے یہ لفظ کہا اقول اس صورت مین سارق سے اصطلاحی چور کے معنے نہین لیے بلکہ خفیہ
چوری چوری حرکت کرنے والے مراد لیے کیونکہ حضرت یوسفؑ مال نہ تھے جنکا چرانا متحقق ہو علاوہ اسکے باپ کے پاس سے چرا کر نہ لائے تھے سوم یہ
کہ منادی نے بطریق استفہام انکو چور کہا تو یہ کذب یا بہتان نہین ہی رازیؒ نے کہا کہ اقرب بظاہر حال یہ ہی کہ ان لوگون نے اپنی طرف سے ان
لوگون کو چور کہا ہی مترجم کہتا ہی کہ درحقیقت تو اہل علم کے نزدیک یہان کوئی تردد نہین ہی لیکن عوام کو جنکی حقائق تک نظر نہین اور نہ انکو ایسا بعید
ظاہر کرنا علمار ربانی جائز رکھتے ہین لہذا ان اوہام کو حل کرنا ایسے طریقہ سے کہ عوام کی سمجھ مین آجاوے مناسب ہی تو مترجم ان علمار کے اقوال و
انکے اشارات سے استنباط کرکے ملخص لکھے دیتا ہے جہان تک کہ اسکی نظر کام کرتی ہی اور تحقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی اور اسکی تعلیم سے علمائے ربانی کو ہی واضح
ہو کہ سقایہ آنحضرتؑ نے باجازت و رضامندی و مشورت خاص کے بدون کسی کی اطلاع کے بنیامین کے کجاوہ اور بار مین رکھدیا پھر جب قافلہ روانہ
ہوا کچھ دور گیا ہوگا کہ یہان کارپردازان انبارخانہ کی خود خبرگیری سے یا آنحضرتؑ کے اشارہ سے صواع کی تلاش ہوئی۔ یہ لوگ تلاش کرکے آخر
اسی بات پر جمے کہ قافلہ والون کی حرکت ہی وہ لوگ غریب ہین اور یہ صواع بیش قیمت ہی انھون نے لالچ مین اسکو چرایا ہی خواہ سب نے مشورہ سے یا ان مین
سے بعض نے کہ باہمی رفاقت بلکہ قرابت سے سبھی کی جانب احتمال ہوا اور ممکن ہی کہ اسی حیلہ کی وجہ سے آنحضرتؑ نے اپنا سقایہ خاص کر ان لوگون نے
احتمال ہونے کے لیے دیدیا ہو پس روانگی کے پیچھے کارپردازون کا افسر مع چند آدمیون کے دوڑ آیا اور شاید آنحضرتؑ نے کہا ہو کہ انھین قافلہ والون مین
سے کسی کے پاس ہوگا اور نہین ہی کہ خود آدمی بھیجکر آواز دلوائی ہو پس منادی نے جا کر آواز دی کہ ٹھہر والے قافلہ والو تم چور ہو یعنی چور معلوم ہوتے ہو
کیونکہ اسکو کسی طرف احتمال نہ رہا تھا سوائے انکی جانب کے اور قرآن مجید مین کوئی حرف ایسا نہین ہی جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرتؑ کے حکم سے منادی
نے انکو پکارا اور یہ الفاظ کہے ہین بلکہ صرف یہ ہی کہ آنحضرتؑ نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھدیا پھر مذکور نہین کہ قافلہ اس سے کتنی دیر بعد روانہ ہوا اور
کب تلاش کرنے والون کو اطلاع ہوئی بلکہ قولہ ثم اذن موذن۔ مذکور ہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ رحل مین رکھدینے کے بعد کسی وقت پکارنے کا واقعہ
ہوا ہی اور روانگی قافلہ یہان قرینہ سے سمجھا جاتا ہی حتی کہ بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ قافلہ ایک منزل نکل گیا تھا اور نظم جواہر قرآنی سے یہی ثابت نہین
ہوتا کہ روانہ ہو گیا تھا بلکہ احتمال ہی کہ شاید قافلہ کی صورت مجتمع ہوگئی ہو اور مقام فرود سے علیحدہ ہو پس منادی نے جب انھین پر شبہہ قوی کرلیا تو ان کو
اسطرح پکار کر کہا کہ تم چور ہو اور یہ بول چال ہی شاید یہ مراد ہو کہ تمھین اس برتن کے چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ ہنوز تحقیقات نہین ہوئی تھی معالم و سراج
وغیرہ مین لایا کہ منادی نے قریب پہونچکر ملامت کرنی شروع کی کہ تم نے تو بادشاہ کی توجہ سے تمھاری بہت خدمت و مدارات کی اور تمھارے سامان
ولداوے کو درست کردیا اور تمھاری وہ خاطر کی جو اورون کی نہین کرتے تھے۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کہنے لگے یہ قافلہ والے
درحالیکہ متوجہ ہوگئے تھے پکارنے والے واسکے ساتھیون کیطرف کہ تم نے کیا گم کیا جسکو ڈھونڈھتے ہو۔ کیا چیز گم ہی جسکے چرانے کا ہماری جانب احتمال ہی یعنی
اور انکی طرف متوجہ ہونے سے شاید یہ مراد ہو کہ ٹھہر کر انکی طرف منھ کیا اور شاید کہ مڑ کر انکی جانب آنے لگے یہی مناسب و ٹھیک معلوم ہوتا ہی پس
جب آدمیون سے انھون نے دریافت کیا تو قَالُوْا موذن وانکے ساتھیون نے کہا کہ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ صواع بادشاہی ہم سے گم ہوا اسکی
ہم تلاش کرتے ہین۔ بادشاہ کی جانب صواع کی نسبت کرنے سے اپنا اضطراب و تلاش کا اہتمام ظاہر کیا اور ہر طرح سے ملجانے کی کوشش کی چنانچہ
قافلہ والون سے کہا کہ۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو کوئی اس صواع یعنی سقایہ کو لاوے حِمْلُ بَعِيْرٍ اسکے لیے ایک اونٹ بھر اناج ہی

یعنی جو کوئی اسکو تلاش کرکے یا جسکے پاس ہو اسکو دیدے تو اسکو ایک اونٹ بھر اناج دیا جاویگا جیسے ان لوگون کو وعدہ دیا کرتے ہین جنپر چوری کا احتمال ہوتا ہی۔ اور غالبًا یہ وعدہ اسوجہ سے دیا ہو کہ احتمال ہی کہ ان لوگون نے اسکو کہین رکھدیا یا کسی کے حوالہ کر دیا یا ضائع کرنے کی غرض سے کہین پھینک دیا ہو اور شاید کہ وعدہ دینا باجازت بادشاہی ہو یا اس سردار نے بخوف اپنی ذمہ داری کے اپنے پاس سے یہ تاوان اٹھانا منظور کیا ہو اور اول کا قرینہ یہ ہے کہ اسنے کہا کہ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ اور مین اس اونٹ بھر اناج ملنے کا زعیم یعنی کفیل ہون جو لاوے اس کو مین ادا کرونگا پس ممکن ہی کہ مثل خیالات عام کے اسنے خود وعدہ کیا اور خود ہی اسکے پورا ہونے کا ذمہ دار ہوا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ شاید اس نے صواع کی نسبت اپنی ذمہ داری کا ذکر کیا اور ضمیر بہٖ راجع بصواع ہو یعنے حال یہ ہی کہ مین اس صواع کی ضمانت مین ماخوذ ہون اسی واسطے موذن کا لفظ واحد تھا پھر علیہم وقالوا کے ضمائر جمع ہین بشمول ان لوگون کے جو سردار مذکور کے ساتھ تھے پھر ضمانت کرنے مین اسکو تنہا کر دیا کیونکہ سردار اس کا ضامن ہی اور شاید کہ یہ ٹھیک شرع پر گفتگو ہو لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ اس قول مین دلیل ہی کہ کام کا جعل دینا اور جعل کی ضمانت کرنا کام پورا ہونے سے پہلے جائز ہی مترجم کہتا ہی کہ مطلب یہ ہی کہ ضمانت تو حق واجبی کی ہوتی ہی اور ہنوز کام پورا نہین تو جعل واجب نہین ہوا تو ضمانت نہونی چاہیے ولیکن یہان بعض نے ثابت ہوا کہ جائز ہی سراج مین لایا کہ مجاہد نے کہا کہ یہ زعیم وہی ہی جسنے آواز دی تھی اور زعیم کے معنے کفیل ہین اور لکھا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ کفالت اگلی شرع مین جائز تھی اور معالم وغیرہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ الزعیم غارم یعنی جو کوئی کفالت کرلے وہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہی مسئلہ جو بات سابق امتون مین مشروع تھی جب ہماری شرع مین اسکا مقرر رکھنا وارد ہو تو کیا وہ ہمارے واسطے شرع ہی کی یا نہوگی تو سراج مین لکھا کہ اس مین اختلاف ہی اور قوی یہ ہی کہ ہماری شرع نہوگی مترجم کہتا ہی کہ یہ سہو ہی اور صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جو بات کہ اگلی امت مین شرع تھی اگر ہماری شرع مین اسکو مقرر رکھا گیا تو ہمارے واسطے بسبب تقریر شارع کے خواہ وہی شرع ہی جیسا کہ بعض کا قول ہی یا جدید مستقل طور پر شرع ہی جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہی اور مثال اسکی قصاص ہاتھ پانون دانت کان آنکھ ناک ہی کیونکہ نص اسپر قولہ تعالیٰ کتبنا علی بنی اسرائیل ان النفس بالنفس الایۃ ہی اور دلالت آیت اور صحاح احادیث سے یہ مقرر رہی تو ہماری شرع بھی یہی ہی اور اگر ہماری شرع مین اسکی تقریر نہ کی گئی تو اسمین اختلاف ہی اور راجح یہی ہی کہ وہ ہمارے واسطے شرع نہوگی۔ یہان تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک سوال مذکور ہی کہ یہ کفالت کیونکر صحیح ہوگی حالانکہ چور سزا کا مستحق ہی نہ اس عوض کا اور جواب دیا گیا کہ وے لوگ درحقیقت چور نہ تھے بلکہ یہ صورت گم شدہ چیز کے واپس لانے کی ہی تو جعل کے مستحق ہوئے یا جواب یہ ہے کہ ایسی کفالت اسوقت مین جائز ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ کچھ نہین ہی اور صحیح جواب یہ ہی کہ اسنے یہ نہین کہا کہ چور اگر واپس دیوے تو اسکو اسقدر انعام دیا جائیگا بلکہ اسنے یہ کہا کہ جو کوئی اسکو لا دیوے تو یہ شخص گم شدہ چیز کا لا دینے والا ہوا چنانچہ جب ایسے شخص سے وعدہ کرتے ہین جسپر چوری کا احتمال ہی تو اسکو چوری کی حیثیت سے انعام دینے کا وعدہ نہین ہوتا ہی اسی واسطے جب چور پر چوری ثابت ہو جاوے تو کچھ نہین پاتا ہی اور یہ اور زیادہ بعید ہی کہ اسوقت مین ایسی کفالت چور کے حق مین جائز ہو اور یہ گفتگو جس عرف پر مبنی ہے وہ ابتک شائع ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب القصہ منادی انکو ساتھ لیے ہوئے شہر مین واپس آیا اور تحقیقات کے لیے بادشاہی حضوری مین پیش کیا اور اہل قافلہ نے جواب مین ان لوگون سے کہا کہ قَالُوْا تَاللّٰهِ اَقبَلُوْا عَلَيْهِمْ قسم اللہ تعالیٰ کی بیشک تم جان چکے ہو بسبب تجربہ ہماری امانت و دیانت کے و بقرائن احوال کہ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ ہم نہین آئے ہین اس غرض سے کہ فساد پھیلاوین زمین مین یعنی ملک مصر مین۔ بلکہ فقط تنگی قحط کی وجہ سے صلاحیت کے ساتھ اناج لینے کو آئے ہین۔ اور جو تم نے ہم کو سارقین کہا یعنی یہ جیسے ہمارے واسطے ایک وصف مذموم کی طرح ثابت کر دیا اور کہا کہ تم سارقین ہو تو وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم کبھی چور نہ تھے تو یہ وصف تو اسی کے واسطے ہو سکتا ہے جسکی یہ عادت ہو گئی ہو حالانکہ ہمنے ایک مرتبہ بھی چوری نہین کی ہے بعض نے روایت کی کہ انھون نے مصر مین داخل

ہوتے وقت اپنے جانورون کے منہ مین توبڑے دیدیے تھے تاکہ کسی کے کھیتی مین منہ نہ ڈالین بعض نے کہا کہ بضاعت جو انکے رحال مین رکھ دی گئی تھی
واپس کر دی بعض نے کہا کہ مشہور تھے کہ ناحق یا صدقہ کوئی چیز نہین لیتے ہین. رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ روایات معلوم نہین کس قسم کی ہین اور صدقہ
کی حرمت فقط مخصوص بسرور عالم سید اولاد آدم محمد مصطفٰے اور آپ کی آل طاہرین کیواسطے ہے چنانچہ توریت وغیرہ مین آپکی یہ پہچان مذکور ہے پس
روایت کا بے اعتبار ہونا اس سے ظاہر ہے اور مقصود ایسے کلام سے تاکید برائت ہوا کرتی ہے ف فی العرائس قوله فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في رحل
اخيه شیخ نے اس آیت کی اشارات مین سے بعض لطائف کا ذکر کیا کہ حق تعالے نے اپنے لطف سے برادران یوسفؑ پر بھی اس واقعہ مین بعضی ایسی باتین
طاری کر دین جس سے کسی قدر وہ ظلم انپر سے کم ہو جسکے وہ تفریق یوسفؑ کیوقت مرتکب ہوئے تھے یعنی وہ بھی اس واقعہ مین چور بنائے گئے اور خفیف
ہوئے پھر اس بات مین یوسفؑ بھی بھائیون کے ساتھ شریک کیے گئے کہ باپ سے ایک اولاد جدا کر دین کیونکہ بدون کسی اطلاع کے بنیامین کو گرفتار
کر کے رکھ لیا اور مترجم کہتا ہے کہ شاید بنیامین بھی باختیار خود شریک ہوئے کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ انکی جدائی سے حضرتؑ کو ملال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ
اسوقت مین جبکہ بنیامین پاس آگیا تھا کیا وجہ ہوئی کہ اس راز سے حضرت یعقوبؑ کو آگاہ نہ کیا تاکہ انکو لمحہ بھر بھی ملال نہ ہوتا بلکہ نہایت خوشی ہوتی پھر مترجم
کہتا ہے کہ حکمت بالغہ الٰہیہ کے اسرار ایسے نہین ہین کہ عوام انکو ادراک کر سکین اور بعضے حالات سے خواص بشر بھی محجوب ہو جاتے ہین جیسے قصہ خضر وموسیٰ
سے ہے کہ موسیٰ باہمہ نور نظر [illegible] شار ازان محجوب تو بھی ہے پس مراد کیا کوئی شخص اس مقام پر غلطی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ عقوق والدین ایذا ہے وقد قال
رسول الله صلعم من الكبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين فلما اسلموا يوسف عن كنعان وذا ابا هم ايذاء عظيما فيه ولما سلب يوسف بنيامين عنه آذاه مع قدرته
على تعريفه بالوصال فهذا العقوق ایسا کلام کہ یہان نکلی ہے اور اخلاص کے لیے عقربہ [illegible] ہے حق عزوجل نے پیدا فرمائے ہین وقد قال تعالى ان من ازواجكم
واولادكم عدوا لكم الآية اور سلیم فطرت وعرفان نظر محض رضائے حق عزوجل ہے اور بندہ مسلم محض وحی الٰہی سے کام کرتا ہے اور یہ کہان ہے اتباع شریعت اپنے نفوس کے
رذائل اخلاق سے پاکیزہ کرتے ہین اور ان دونون کے درمیان مفتاد [illegible] راہ ہے اور یہ تو وہ وقت ہے کہ حق عزوجل نے تمہین تمکو الارض کر دیے ہین اور
دنیا انکے واسطے سہل و آسان کر دی گئی ہے اور انمین کوئی نہین کہ جسکو نورانی عقل [illegible] لیکن اہل توحید ایسی گنتی کے ہین والسلام شیخ نے کہا
کہ یہان ایک لطیف اشارہ اور ہے کہ اللہ تعالے نے جسکو ازل مین اپنی محبت ومعرفت ومشاہدہ کے لیے پسند کیا اور خطاب ارواح مین اسکو قبولیت
جواب سے سرفراز کیا ہے اسپر دو جہان کی ملامت آسان کر دی ہے اور مراد ملامت سے یہان یہ ہے کہ اتباع حق تعالے مین دنیا سے بیگانہ و مجنون وحقیر و فقیر وغیرہ
بہت سے الفاظ اسکی نسبت مستعمل ہوتے ہین اور مراد انکی تحریک کا شیطان ہے بزبان انسان ہوتا ہے وہ ایسی ملامت کو بخوشی خاطر نہین لاتا بلکہ برضائے حق عزوجل
برداشت کرتا ہے کیونکہ ان لوگون مین خاطر کی خوشی خلاف اخلاص ہے پس دیکھو کہ آدم کو برگزیدہ کیا پھر تحمل امانت مین انکو ظلوم جہول قرار دیا اور کس
خوشی کے ساتھ یہ خطاب [illegible] برداشت ہوا پھر اسکی خواہش کہ درخت کا پھل کھائے پہ جوڑ دیا اور اُسنے کھایا تب بقوله عصى آدم ربه فغوى کا خطاب دیا اور
یہ درحقیقت اکرام ہے چنانچہ فرعون کے لیے اسکا انسان دنیا مین انا ربکم الاعلی سے مشہور ومعروف کر دیا اور یہ قہر وذلت ہے چنانچہ کیسی خواری سے ہلاک کیا۔
دیکھو یوسف نے بنیامین کو کشف جمال وصال سے اپنے ساتھ منضم کیا پھر سارق کے خطاب سے اپنے ساتھ باقی رکھا۔ قوله ايتها العير انكم لسارقون یعنی
امانت مین سرقہ کیا اور حقوق اُخوت کو ضائع اور باپ و بھائی کے ساتھ جو کیا تو اُسکے بعد امانت ضائع ہوئی تو ظاہر ہے کہ انمین ادنے اتنا تو پہنچنا
چاہیے کیونکہ جنہے حقوق خالق مین خیانت کی اسکا دیانت مخلوق کا دعوی غیر مسلم ہے جعفر نے کہا کہ لسارقون پر متنبہ کیا ان وقائع سابقہ کی سے جو
درباره یوسف انسے سرزد ہوئے یعنی جو تم نے اپنے باپ سے درباره یوسف کیا ہے وہ خیانت الٰہیہ ہے کہ تم سارق ہو [illegible] ہوئے بعض نے کہا کہ جنہے حقوق الٰہ
مین خیانت کی کہ درجہ عقوق تک اسے فعل پہونچایا علی بن موسیٰ الرضا عن ابيه عن جعفر الصادق کہ جنہے اپنے نفس کو اپنے رب سے چرایا وہ قیامت تک ایسا ہی

کہا پکارا جائیگا اور پھر چور کی سزا ہاتھ کاٹا جانا الیسی انقطاع ہمیں اسکے حق میں لازم ہی اور وصل سکا پیارے رہیگا اور اصحاب یمین اصحاب جنت ہیں
اور اصحاب شمال اہل النار ہیں اور جو شخص کہ وصال کے لائق نہو وہ جو نیکی کرے گناہ ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ معرفت بہت نفیس ہی کہ جسنے ایمان ترک کیا واسکی
ہر نیکی معصیت ہی اور جو قانون بحکم الٰہی نہو وہ ظلم ہی۔ اُستاد رح نے کہا کہ بنیامین نے جو آرزوے وصال پائی اسکے مقابلہ میں ہر ملامت انکو خوشگوار
آئی اور ہر ملامت ایک ساز بدالبحر ہی جسکو مثل دنیا کے فنا روجود اور پھر بحکوئی آب بحر ہی کہ ہر ملامت کا وجود اس میں معدوم اور جواہر وصال موجود
والسلام۔ القصہ جب پکارنے والے واسکے ساتھیون نے انکو ہر طرح کا وعدہ دیا اور کفالت کی مگر انھون نے کوئی اقرار نہ کیا اور تہدید و ملامت کی
اور انکی طرف سے کوئی جواب نہ ملا سوائے اسکے کہ تم خود جانتے ہو کہ ہم اہل صلاح و تقویٰ ہیں اور ہم سارق و مفسدین نہیں ہیں تو انھون نے فیصلہ چاہا کما قال تعالیٰ

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ط

بولے پھر کیا سزا ہی اسکی اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ میں پائے جاوے وہی اسکے بدلہ میں

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ

ہم یہی سزا دیتے ہیں گنہگارون کو پھر شروع کیا یوسف نے انکی خرجیان دیکھنی پہلے بھائی کی خرجی سے پیچھے وہ باسن نکالا خرجی سے اپنے

اَخِيْهِ ط كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ط مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط نَرْفَعُ

بھائی کی یون داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ط وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

درجے بلند کرتے ہیں جسکو چاہیں اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبردار

قَالُوْا منادی واسکے ساتھی بولے کہ۔ فَمَا جَزَآؤُهٗ تو کیا سزا ہوگی اس کی یعنی چور کی یا چوری کی۔ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ اگر تم جھوٹے
نکلو یہ تہدید ہی کہ دیدو تو انعام پاؤگے اور اگر نہ دوگے اور جھوٹ ثابت ہوا تو سزا پاؤگے اور انھیں سے پوچھا کہ کیا سزا ہوگی قَالُوْا۔ کہنے لگے
جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ کہ سزا اسکی وہ شخص ہے جسکے رحل میں پایا جاوے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔
یون ہی ہم ظالمون کو سزا دیتے ہیں یعنی ہمارا طریقہ سزا کا یہ ہی کہ چور کو اسکے حوالہ کرتے ہیں جسکا مال چرایا وہ اُس سے ایک سال تک غلامی
کی خدمت لیتا ہی۔ اس سے اپنی شریعت کی سختی بھی چور کے حق میں بیان کردی اور دلیری سے اظہار کیا کہ ہم اُس سے بری ہیں۔ الغرض جب
منادی واسکے ساتھیون کو وہ صاع نہ ملا اور وے مجبور ہوے تو مقدمہ بادشاہ کی حضور میں پیش کیا حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ تفتیش کیا جاوے
فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ پس حکم دیا کہ ان لوگون کو کھولو جو سوائے بنیامین کے دوسرون کی تھین پس ہر ایک گون کی تفتیش
کی اور اسپر کہتے گئے کہ یہ بری ہی یہانتک کہ گیارہون گون حضرت بنیامین کی کھولی ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ پھر نکالا اسقایہ کو یا صاع کو اپنے
بھائی کی گون سے پہلے انکی تسلی واطمینان کر لینے سے یہ انتظام تھا کہ کوئی شبہ پیدا نہو اور منادی نے یہ کام موذن کا قرار دیا یعنی موذن نے وہین تفتیش
شروع کردی پھر صاع کو ڈھونڈھ نکالا حضرت یوسفؑ کے بھائی کی گون میں سے ولیکن اول اولی ہی کیونکہ یہ مقدمہ بحکم حاکم ہونا چاہیے القصہ جب بنیامین کے
باروان میں سے صاع برآمد ہوا تو بھائیون نے شرم وحیا سے سر نیچے کر لیے اور بنیامین کو ملامت کرنی شروع کی آخر جو سزا انھون نے اقرار کی تھی وہ
انپر لازم کی گئی اور بنیامین انسے لے لیے گئے۔ اور یہ حسن توفیق الٰہی تھی کہ جو مراد یوسفؑ کی تھی وہ اس تدبیر سے خود بخود پوری ہوگئی اور بعضے
تقدیرین کیسی ہی ہوتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا وہی تدبیر کا نتیجہ نکلتا چلا آتا ہی حتی کہ خلاف و برعکس تدبیر کے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہو قال تعالیٰ

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ یون ہی تدبیر وحیلہ کو ہمنے یوسف کیواسطے پورا کردیا۔ اور کید کا لفظ مخلوق اپنے افعال وحرکات مین مکر وحیلہ کے معنے مین استعمال کرتے ہین کیونکہ ان مین خود مختاری نہین ہے تو وہ لوگ جس سے کید وحیلہ کرتے ہین اسکو ایسی حرکات مین ڈالتے ہین کہ انجام کو وہ ایسے امر مکروہ مین پڑجاتا ہے جس سے نکلنا دشوار ہوپا اور حق تعالے عز وجل قادر مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو اس کا فعل ہر حال مین یکسان ہے حتی کہ مثلاً زید کو پیدا کیا اور وہ بڑا ہوا تو مفلسی وتنگی وتکلیف مین بسر کرنے لگا تو وہ کہے حق تعالے نے میرے ساتھ کید وحیلہ کیا ولیکن محض غلط ہو اسی طرح یہان جو نتیجہ یوسفؑ کی تدبیر کا نکلا وہ اللہ تعالے کے پورا کردینے سے ہوا اور یہ دلیل ہے کہ مخلوق کے جملہ افعال اللہ تعالے کی مخلوق ہین لیکن اعرابی رہ نے کہا کہ کید کے معنے تدبیر کرنا خواہ کسی حق بات کی ہو یا باطل مقصد کی ہو اور یہان حضرت یوسفؑ نے جو تدبیر کی وہ مقصود حق کی تھی اور اصل اس تدبیر مین فقط دو باتین تھین ایک تو صاع کو بھائی کے رحال مین رکھدیا اور دوم چور کی سزا انکے اقرار سے قرار دی اور چونکہ سارق کا الزام ان لوگون پر ہوا کیونکہ انکی رحال پر برأت لکھدی اور بنیامین پر یہ الزام رکھا جسنے خود رضامندی کرلی تھی تو کوئی معصیت نہین ہے اور سراج وغیرہ مین لایا کہ کید مخلوق کی جانب سے حیلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالے کیطرف سے تدبیر حق ہوتی ہے پس کید سے مراد یہان یہ ہے کہ اللہ تع نے یوسفؑ کے دل مین یہ تدبیر ڈالی اور برادران یوسفؑ کے دل مین یہ اقرار کہ جسکی رحل مین یہ صاع پایا جاوے اسکو یہ سزا دیجاوے کہ وہ گرفتار کرکے غلام بنایا جاوے پس جو مراد حضرت یوسفؑ کی تھی کہ ابھی یہ معاملہ ظاہر نہو کر بنیامین میرے پاس رہے بدون ایسے امر کے کہ خواہ مخواہ بغیر حیلہ ان لانے والون سے لے لیا جاوے۔ اور اسمین یہ بھی دلیل ہے کہ بغیر کسی غیر کا حق ضائع کرنے کے آدمی کو روا ہے کہ حیلہ کرے اور جیسے حقوق شرع مین حیلہ جائز ہے ان حقوق مین بھی جائز ہے جو آدمی کے اورون پر ہون بغیر اسکے کہ اورون کے حقوق ضائع ہون یا انپر ظلم واقع ہو۔ واضح ہو کہ چوری کی سزا شریعت ابراہیم مین یہ تھی جو برادران یوسفؑ نے بیان کی اور بادشاہ مصر کے قانون مین یہ سزا تھی کہ چور کو بید سے مارا جاوے اور جو چیز چرائی تھی اسکی دو چند قیمت تاوان بھرے پس اگر برادران یوسفؑ یہ اقرار اپنے اوپر لازم نکرتے جب منادی وغیرہ نے پوچھا تھا کہ اچھا اگر تم جھوٹے نکلو گے تو تمھاری کیا سزا ہے تو بادشاہ مصر کے قانون پر آنحضرت بنیامین کو نہین لے سکتے تھے کما قال تعالے۔ مَا كَانَ۔ نہ تھے یوسفؑ کہ۔ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ لے لیتے اپنے بھائی کو۔ فِي دِينِ الْمَلِكِ بادشاہ مصر کے دین مین یعنی اس کے قانون کے موافق کیونکہ دین برتاؤ کو کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ کما تدین تدان جیسے تو کرے ویسا پاوے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے عز وجل بالکل تمام مخلوق کا مالک ہے جو چاہے کرے یہان فرمایا کہ یوسفؑ نہین لے سکتا تھا اسکو دین ملک پر۔ تو جواب یہ کہ ہان یوسفؑ کو اختیار نہ تھا کیونکہ انپر شریعت کی پابندی لازم تھی اور اللہ تعالے مالک خالق ہے وہ جسطرح چاہے کرے اسپر کوئی شریعت تو ہو نہین سکتی اسواسطے اُسنے اپنی ذات پاک کا استثنا فرمایا بقولہ۔ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔ لیکن اس صورت مین لے سکتا تھا کہ اللہ تع چاہے یعنی اللہ تعالے وحی سے اجازت فرماتا تو ہر طرح لے سکتے تھے بعض نے کہا کہ یہ استثنا منقطع ہے لیکن اللہ تع کی مشیت تھی کہ سوائے دین بادشاہ مصر کے دوسرے دین یعنی شرع آل یعقوبؑ پر اسکو لیا اور یہ حیلہ علم الہامی وتعلیمی سے انکو حاصل ہوا تھا قال تع۔ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ۔ بلند کردیتے ہین ہم درجات جسکے ہم چاہتے ہین یعنی علم سے بندون کے درجات بلند ہوتے ہین تو جسکو ہم چاہتے ہین اسکو علم معرفت دیتے ہین۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ اور ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو شرف علم سے ہوتا ہے اور مال ایک فانی چیز ہے اور علم باقی ہے جو زائل نہین ہوتا اور مال سے تن کی پرورش ہے اور علم سے روح کی پس جو فرق کہ تن اور روح مین ہے وہی مال وعلم مین ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ برادران یوسفؑ بھی علم والے تھے چنانچہ مسئلہ سزائے سارق انہون نے شروع بیان کیا ولیکن یوسفؑ ان سے بڑھکر عالم تھے اسی واسطے ان سب سے انکی بزرگی زائد تھی اور معلوم ہوا کہ ایک درجہ نہین بلکہ بدرجات انکی بزرگی بڑھی ہوئی تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر عالم کے اوپر عالم ہوتا ہے یہانتک کہ انتہا اللہ تع پر ہوتی ہے

پس وہی سب مخلوق پر عالم ہے اور اسی کے علم سے مخلوق کا علم مخلوق ہے اور مترجم نے سابق تفصیل سے توضیح کر دی ہے کہ علم الٰہی کا قیاس ہمارے علوم پر نہیں ہے پس جو بات کہ علم الٰہی تعالیٰ سے ہمارے کو ظاہر ہو جیسے نصوص قرآنی و احادیث رسول اللہ صلعم تو وہ علوم قطعیہ ہیں اگر بندے کی سمجھ میں نہ آویں تو قطعی اسکی سمجھ کا قصور ہے اور ما سوا ان علوم کے تفاضل جاری ہے۔ ابن الانباری رح نے کہا کہ عالم پر واجب ہے کہ اپنے نفس کو جہالت کی طرف منسوب کرتا رہے اور رب عز و جل کے علم کے سامنے عاجز و ذلیل بنا رہے اور ہمیشہ خوض کرے کہ علوم حاصل ہوں اور بڑا درجہ اپنے حق میں نہ سمجھے کیونکہ عالم کوئی نہیں جس سے بڑھ کر عالم نہو کیونکہ مخلوق الٰہی سبحانہ تعالیٰ حصر سے خارج ہے اور سعید بن جبیر رح سے روایت ہے کہ ہم لوگ ابن عباس رض کے پاس حاضر تھے انہوں نے عجیب نکتہ بیان کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ سبحان اللہ فوق کل ذی علم علیم۔ تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ یہ اُس سے زیادہ علم والا ہوتا ہے اور اس سے وہ زیادہ علم والا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب عالموں سے بالا تر ہے۔ کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر ایسا ہی عکرمہ رح نے کہا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ہر ذی علم پر علیم ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پر منتہی ہے اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف عود کریگا اور اسی سے علما نے سیکھا ہے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو تمہاری اسطرح نہ اٹھا دیگا کہ سینوں سے سلب کر لے بلکہ علما کو وفات دیگا پس علم اٹھا لیگا پس جب کوئی عالم نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بناوینگے جو انکو فتوے دینگے یعنی ایسے حکم بناوینگے کہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل اسلام کی حالت پر افسوس کا زمانہ ہے کہ امانت عظمی ضائع کی گئی اور لوگوں نے ایسے آدمیوں کو اپنا عالم بنایا جو شریعت سے ناواقف ہیں اسرار شریعت سے واقف ہونے کا ذکر نہیں اور بالکل انکی مشابہت علماء یہود کے مانند ہے یا ایسے درویش اپنے سردار بنائے جو راہب نصاریٰ کے مثل ہیں اور توحید واس کے انوار سے بالکل محروم ہو گئے اللھم اہدنا الصراط القویم وانت الہادی انت ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالیٰ کذلک کدنا لیوسف. اللہ تعالیٰ سبحانہ جب کسی کو نبوت کے لیے خاص فرماتا ہے یا کسی متبع نبوت کو ولایت کے لیے مخصوص کرتا ہے تو صفات پاک کے انوار سے اسکو لباس بتدریج عطا فرماتا ہے اور حالات و اطوار میں اسکو ایک صفت کے نور سے شرف دیتا ہے اور منجملہ صفات کے کید ازل دیکر ابد ہے پس قلب یوسف ع کو کید سے نور دیا اور یوسف ع نے بدیدار کید ازلی ایسا کیا اور یہ اسطرح کہ خاص معاملات میں لطیف صنعت و متین حقائق قدرت و حکمت سے آگاہی دیدی پس معنے قولہ کدنا لیوسف اے پہنچوا دیا ہمنے اُسکو امور نبوت و ولایت کی منزلتیں اسطرح کہ صفات حکمت و قدرت و صنعت اسپر کشف فرمائیں و لہذا اختلاف فہم عوام کے انہوں نے اسوقت راز سے آگاہ نہ کیا جس سے بجاے خوشی کے حضرت یعقوب ع حزن و ملال میں مبتلا ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع لائے اور کسی سے دلبستگی و تعلق نہ رہا۔ ابن عطا رح نے کہا کہ کدنا لیوسف ہم نے یوسف ع کے واسطے یہانتک کید فرمایا یعنے اُسکے وقائع عام لوگوں و اُسکے بھائیوں کی نظروں و انکی تدبیروں میں انکے زعم کے موافق یہ نتیجہ دیتے تھے کہ وہ دور ہوا اور کہیں غلامی کی محنت میں خوار رہیگا اور زلیخا کے خیال میں وہ قید محنت سے تنگ ہو کر ملتجی و مطیع ہوگا اور میرے بارہ میں لوگوں کے خیالات برأت کے ہونگے اور یوسف ع کے بارہ میں عیب کے ہونگے لیکن سب لوگ اصلی حکمت الٰہیہ سے واقف نہوے کہ کس طریقہ سے اپنے پیغمبر کو کمالات تعلیم فرمائے اور اسکے باپ کو علو منزلت اس صبر میں دیدی اور کہاں سے کہاں اُسکو پہونچایا حتے کہ سب زعم کرنے والوں کے خیالات باطل نکلے اور وہ خود اسی حال میں گرفتار ہوئے جو یوسف ع کے بارہ میں خیال کر چکے تھے پس یہ کید ازلی ہے یعنے ایسی پیچیدہ حکمت سے نتیجہ پیدا کیا ہے ظاہر ہوا جیسے کوئی مخلوق مکر و کید کرتا ہے یہانتک کہ یوسف ع محل عزت سلطنت میں متمکن ہو گیا اور جعفر رح نے کہا کدنا لیوسف یعنے اسپر اس کے باپ دادا کے برکات ظاہر کر دیے اسطرح کہ ہمنے اُسکو وقت مصیبت میں معصوم رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ بالاجماع و بالاتفاق علماء توحید اس مقام پر بتدبیر لطیف و دقائق حکمت کے معنے لیتے ہیں اور اسی پر جزم و یقین رکھتے ہیں اور یہی معنے عامہ علماء اسلام جانتے ہیں اور یہ تاویل نہیں بلکہ تحقیق ہے۔ قولہ نرفع درجات من نشاء الآیۃ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ افعال یوسف ع بمشاہدہ انوار صفات

تھے اور اعلیٰ تر مشاہدہ وکشف الذات ہی پس درجات عارفین وموحدین کے اسطرح کشوف ذات وصفات سے بلند ہوتے ہین حتیٰ کہ اہل التوحید کا درجہ عوام سے بے انتہا بالاتر ہے اور اہل ولایت مین سے ہر ایک کا درجہ دوسرے سے جدا ہی جیسے لوگون کی صورتین جُدا جُدا ہین حالانکہ وہی اعضا سب لوگون مین موجود ہین پس اہل توحید کو ہر صفت کی دیدار سے ایک علم پر دوسرا علم منکشف ہوتا ہی اور دیدار ذات سے صفات کے علم سے بالاتر علم حاصل ہوتا ہے پس جیسے ذات وصفات کے واسطے نہایات نہین ہین اور یہ مقام عوام کے عقول کے تحیر کا ہی ایسے ہی اولیاء اللہ تعالیٰ کے واسطے نہایات نہین ہی پس ارواح قدسی کو بحر قدم سے جواہر حکمت حاصل ہوتے ہین اور اسی طرف اشارہ ہی بقولہ قد علم کل اناس مشربھم پس علم مرید بالاے بندگی ہی اور مرید سے بالا علم محب ہی اور محب سے بالا علم عارف ہے اور عارف سے بالاتر علم موحد ہی اور ان سے بالاتر اسکا علم ہے جو فانی بذات و باقی بصفات ہے اقول شاید وہ ایک شخص ایک زمانہ مین ہوتا ہی اور وہی خاص سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پابند ہوتا ہی بعض نے کہا کہ رفع درجات من نشاء یعنی علم واستقامت سے بعض نے کہا کہ کشف ومشاہدہ سے بعض نے کہا کہ سچی فراست سے بعض نے کہا کہ معرفت وتوحید سے اور بعض نے کہا کہ دعاء کی قبولیت سے بعض نے کہا کہ النفس کے کید ومکر پر واقف کردینے سے بعض نے کہا کہ توفیق وعصمت سے شیخ جنیدؒ نے کہا کہ اسکی نظر سے دونون جہان ساقط کرکے مرتبہ مقام وحال پر پہونچا کر تاکہ بلا علت کے خالص بندہ ہوجاوے شیخ حسینؒ نے کہا کہ ارباب حقائق وہ لوگ ہین کہ دونون جہان انکی نظرون سے ساقط ہون اور کسی حال مین خفی وجلی شرک نہ کرین اور حق تعالیٰ عزوجل سے فرد وحدہ لاشریک لہٗ کا ادب رکھین ظاہر وباطن اور کلام الٰہی انکے کانون مین حضرت خالق عزوجل سے سامع ہو بعض نے کہا کہ ہر معرفت والے سے بالاتر دوسری معرفت ہی یہان تک کہ خالص حق عزوجل کے سوائے معرفت بھی گم ہو بعض نے کہا کہ مخلوق کا علم بھی خالق عزوجل کا مخلوق ہی اور اس نے ہر خلق کو ظاہر کی طرح باطن مین باطنی صفت علم سے ممتاز فرمایا ہی اور علم حق عزوجل مع خالق ہی وہی ظاہر وباطن اور غیب کا عالم ہی اور اسکے علم کو مخلوق کے علم سے کچھ مشابہت نہین ہی۔ ابن الفرجی رحؒ نے کہا کہ علوم بمقدار طبیعت وتعلیم مین یہانتک کہ جو شخص اپنے رب تبارک تعالیٰ سے علم لدنی حاصل کرتا ہی وہ عالم ربانی ہی

القصہ جب بنیامین لے لیے گیے تو اسکے بعد یہ حال ہوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

قَالُوٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا

کہنے لگے اگر اسنے چرایا تو چوری کی ہی ایک اسکے بھائی نے بھی پہلے تب چھپا رکھا یوسف نے اپنے جی مین اور انکو نہ جتایا

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا

کہ تم اور بدتر ہو اس درجہ مین اور اللہ خوب جانتا ہی جو تم بتاتے ہو کہنے لگے اے عزیز اُسکا ایک باپ ہی بوڑھا

كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک کو ہم مین سے اسکی جگہ ہم دیکھتے ہین تو ہی احسان کرنے والا بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر جس پاس پائی

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ ع

اپنی چیز تب تو ہم بے انصاف ہوے

پہلے تو برادران یوسف کمال وثوق سے کہتے تھے کہ جسکے پاس صاع برآمد ہو اُس کو چوری کی سزا مین گرفتار کرلو اور جب بنیامین کی رحل مین نکلا اور شرمندہ ہوے تو بنیامین کو ملامت وطعنہ کرنے کے بعد بادشاہ سے اپنی برأت واس پر عیب ثابت کرنے کے طور پر غصہ مین زبان درازی کی۔ قالوا کہنے لگے کہ ان یسرق۔ اگر یہ شخص چوری کرے تو۔ فقد سرق اخ لہ من قبل بیشک چوری کی تھی اس کے

ایک بھائی نے اس سے پہلے زمانہ مین۔ یعنے یہ اور اس کا بھائی یکسان ہین اور ہم لوگ الگ ہین ولیکن قولہ ان یسرق بطور جزم ویقین کے
نہین ہے کیونکہ ان کو ابھی تک یقین نہ تھا۔ بخلاف قولہ فقد سرق اخ لہ اس کو بطریق تحقیق کے بیان کیا اور مراد اس سے یوسف علیہ السلام
ہین۔ سعید بن جبیرؓ سے قتادہ نے روایت کی کہ یوسفؑ نے اپنے نانا کا ایک بت چوری سے لیکر اپنے قابو مین لاکر ٹکڑے کرکے گھورے پر
ڈال دیا تھا۔ محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابی نجیح سے اس نے مجاہدرحمہ سے روایت کی کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام
پر آئی یہ تھی کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ایک بیٹی حضرت یعقوبؑ کی بہن تھی اور وہ یعقوبؑ سے بڑی تھی اور حضرت اسحٰق کی پیٹی یعنی کمر کا
پٹکا اسی کے پاس تھا اور دستور یہ تھا کہ اولاد مین سے جو بڑا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اُسکے پاس رہے وہ جو چاہے کرے کوئی اُسکے ساتھ منازعت
نہین کرسکتا تھا اور یعقوب علیہ السلام سے جب یوسفؑ پیدا ہوا تو اس کو اسی بہن نے جو یوسفؑ کی پھوپھی تھی اپنی گود مین پرورش کیا اور
سب سے زیادہ یوسف کو پیار کرتی تھی جب کھانے پینے لگے تو یعقوبؑ کا دل بیچین ہوا اور اپنی بڑی بہن کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے بہن
مجھے یوسفؑ کی جُدائی مین تکلیف ہے آپ مجھے سپرد کرین تاکہ مین ایکدم اپنی نظرون سے جُدا نہ کرون انکو یہ امر کسی طرح منظور نہ تھا اگر کسی بہانہ سے
اسوقت ساتھ نہ کیا پھر جب یعقوب چلنے لگے تو وہی منطقہ اسحٰق لیکر یوسفؑ کے کپڑون کی تہ مین لپیٹ دیا اور پھر پٹکا تلاش کیا آخر لوگون نے تلاش
کے بعد یوسفؑ کے کپڑون مین پایا پس یعقوبؑ کو اس سے اطلاع ہوئی اور بہن نے کہا کہ یہ میرے واسطے مسلم ہے تو کہا کہ اچھا اس صورت مین مجھے کچھ
اختیار نہین ہے آخر جب تک وہ جیتی رہین اپنے پاس سے جُدا نہ کیا پس بنیامین کے معاملہ مین برادران یوسفؑ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے
یونہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہ قصہ مجاہدرحمہ سے ذکر کیا ہے اور مجاہدرحمہ کے کلام مین اشارہ ہے کہ انھون نے اہل کتاب یہود یا نصاریٰ سے یہ قصہ
اسطرح سُنا ہے ولیکن اس مین مترجم کو کئی وجہ سے تامل ہے اول یہ کہ پھوپھی نے جب پٹکا اسطرح انکی کمر مین باندھا تو اسوقت بالغ نہ تھے کہ چوری کا
الزام انپر عاید ہوتا اگرچہ بظاہر ہو تو کیونکر اس حیلہ سے یہ حکم نابالغ پر لگایا گیا کہ پھوپھی اُس کی حقدار ہوگئی دوم یہ کہ یہ حق صرف ایک سال
تک کے لیے ہوتا تھا تو زندگی بھر کا استحقاق کیونکر ہوا اور شاید بات یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے اس طریقہ سے خیال کیا کہ بہن کی الفت شدید ہے
اور وہ علاوہ نسبی قرابت کے محبت سے زائد اپنا استحقاق کسی حکم سے ثابت کرنا چاہتی ہے تو بنظر رعایت اُنکے واسطے یہ امر مسلم رکھا اور بعضون نے جو
یہان تحقیقی الزام کے طور پر ذکر کیا وہ غصہ کی حالت مین ہے سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ایک مرغی پکڑ کر ایک فقیر کو دیدی تھی
اور مجاہدرحمہ سے یہ روایت ذکر کی کہ مرغی کا انڈا چرا کر فقیر کو دیدیا تھا۔ اور وہبؒ نے کہا کہ فقیرون کے واسطے دسترخوان سے کھانا چھپا کر دیتے
تھے۔ شیخ ابن الانباری رحمہ نے کہا کہ ان سب باتون مین سے کسی مین سرقہ نہین ہے لیکن غصہ مین اسکو سرقہ قرار دیکر عار دلایا۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ سب افعال محمود ہین انکو یہ کہنا کچھ بھی نہین ہے لہذا میرے نزدیک قول ان علماء کا بہتر ہے جو کہتے ہین کہ یہ محض کذب تھا جیسا کہ قرطبی نے زجاج
سے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے ولیکن کسی شخص کا نام نہین لیا تو گویا یہ معنے ہونگے کہ اگر اس نے چوری کی تو نئی بات اسکی طرف سے نہین ہے بلکہ اسکا
بھائی اور بھی آدمی گذرا جس نے چوری کی یعنی جو شخص مفسد و بیباک و فاسق ہوا اس نے چوری کرنے مین کچھ خوف و شرم نکی اور یہ دوسری
ماں سے ہے اور ہم لوگ ایسے نہین ہین۔ امام رازی رحمہ نے کہا کہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاسد جب کوئی فعل اپنی حسد پر کرتا ہے تو اس کے
قلب پر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے محسود کی طرف سے آتش مشتعل کردیتا ہے دیکھو ایک مدت گذری اور ابھی تک حسد نہین گیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت
یوسف علیہ السلام اور عدل و حکومت دیکھو کہ اپنے منھ پر یہ کلمہ سُن لیا۔ فَاَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ پس مخفی کرلیا اسکو یعنی کلمہ الزامی وبہتان کو
یوسف علیہ السلام سلطان عادل نے اپنے جی مین۔ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور اسکو انپر ظاہر نہ کیا۔ قَالَ اپنے جی مین کہا کہ اَنْتُمْ شَرٌّ

مَکَانًا تم شر ہو از راہ مکان کے یعنی اعلی شرارت کی منزلت پر ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالے خوب جانتا ہے جس
چیز کے ساتھ تم وصف کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہین ہے جیسا تم کہتے ہو۔ اوران لوگون کو زیادہ شر اس واسطے کہا کہ جو افعال خود کیے تھے
وہ زیادہ مذموم تھے بہ نسبت چوری کے جسکی نسبت بنیامین و اُس کے بھائی کی طرف لگاتے تھے اور حاصل یہ کہ اس الزام پر تم اُس کی بدی
ظاہری کرتے ہو اور اپنی بد افعالیان نہین دیکھتے ہو اور یہ مراد نہین ہے کہ یہ اور اسکا بھائی درحقیقت چور تھے اور تم ان سے بڑھکر ہو بلکہ
انکے بیان پر الزام دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس مقام پر بالاتفاق قول نفسی کو قال سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اظہار نہین کیا تھا جب یہ بات معلوم
ہوئی تو مین کہتا ہون قرأۃ الفاتحۃ خلف الامام کے مسئلہ مین قرأۃ خفیہ وحی مین مثل قول کے صحیح ہے جیسا کہ مترجم نے قولہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا
لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ کی تفسیر مین ذکر کیا ہے اور ایسے ہی قال آمین کا استدلال اسطرح کہ قول بآواز ہو ضعیف ہے فافہم پھر معالم وغیرہ مین یہان
اہل قصہ و اخبار کی روایت سراج مین اسطرح نقل کی کہ جب یوسف علیہ السلام نے بنیامین کی رحل سے وہ صاع نکالا تو اسکو انگلی کی ضرب
سے جھنکارا اور کان سے قریب کر کے کہا کہ یہ میرا صاع مجھے آگاہ کرتا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے ایک باپ کے اولاد پھر دس تم مین سے اسکو دھوکے اور
فریب سے باپ سے لیکر جنگل مین جا کر ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کر آئے پس بنیامین نے کہا کہ اے بادشاہ تیرا صاع تجھے بتلاتا ہے کہ اسکو میری رحل مین
کس نے رکھدیا پس دوبارہ جھنکار کر کان سے لگایا اور کہا کہ وہ غصہ مین ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے لیجانے والے کو کیا پوچھتے ہو جسکے پاس تھا اسی کے پاس سے نکلا پس
یہ سنکر روبیل کو بہت غصہ آیا اور سب بھائی اُسکے ساتھ غصہ ہو گئے اور اولاد یعقوب کا یہ حال تھا کہ غصہ کے وقت انکا مقابلہ نہو سکتا تھا خصوصًا
روبیل کی آواز ایسی سخت و کرخت ہو جاتی تھی کہ حاملہ اسکی آواز سنکر خوف سے بچہ دہ ہو جاتی تھی اور اُسکا پیٹ گر جاتا تھا اور باوجود اس کے جو
کوئی اولاد یعقوب سے اس کو چھوتا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا اور سب بھائیون مین قوی و شدید تھا۔ اُس نے بھائیون سے کہا کہ مصر مین کسقدر بازار
ہین بولے کہ دس بازار ہین تو کہا کہ تم لوگ ایک ایک بازار پر حملہ کرو اور مین بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہون اور یا وہ بنیامین کو رہا کرے پس یوسف کے پاس آکر
کہا کہ بنیامین کو مجھے واپس دے ورنہ مین ایک آواز سے مصر کی حاملہ عورتون کو ضرر پہونچاؤنگا اور غصہ سے اُسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے پس یوسف
نے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا کہ اسکو چھو لے اُس نے پیچھے سے چھوا تو غصہ جاتا رہا پس اس نے ساتھیون سے کہا کہ تم مین سے کس نے مجھے چھوا ہے
انھون نے کہا کسی نے نہین تو کہا کہ یہان آل یعقوب کا تخم ہے اور اہل سیر و اخبار نے لکھا کہ اسکو دوبارہ غصہ آیا اور وہی الف زنی کی تو یوسف
علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اُسکو اپنی لات ماری اور گردن پکڑ کر زمین پر ڈالدیا اور کہا کہ اے گروہ عبرانیین تمکو یہ زعم ہے کہ یہان تم سے مقابلہ نہین ہو سکتا۔
جب یہ نوبت پہونچی تو آپس مین مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے آخر یہ رائے قرار پائی کہ بنیامین کے بجائے ہم مین سے کوئی قید ہو پس اسکی خوشامد کی۔
مترجم کہتا ہے کہ ان قصون کو اقوام یہود نے روایت کیا ہے اور جیسے اُن کے اقوال و تاریخین ہین بہ اعتبار انکے اسیطرح ان قصون کی اصلیت کا حال اللہ تعالیٰ
جانتا ہے اسی واسطے اہل تحقیق نے تفاسیر مین ان قصون کو درج نہین کیا اور جو ظاہر امر تھا وہی لکھا کہ جب بنیامین کی رحل سے صواع برآمد ہوا
اور بموافق اقرار اہل قافلہ کے بادشاہ نے اُسکو لیلیا تو ان لوگون نے بنظر عہد و پیمان کے اور بخیال ظاہری حالت والد بزرگوار کے کہ سخت
حزن و ملال ہو گا یہ رائے قرار دی کہ بادشاہ سے منت و سماجت کرین پس بادشاہ کے پاس گئے۔ قَالُوْا یٰٓاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اور کہنے لگے
کہ اے عزیز۔ یہ حضرت یوسف کو خطاب کیا جو بجاے وزیر اعظم عزیز کے تھے اور معلوم ہو چکا کہ یہ لقب وزیر اعظم کا ہوتا تھا اور اسکا بھی
کہتے تھے پس مہربان کرنے کی گفتگو مین کہا کہ اے بادشاہ۔ اِنَّ لَہٗٓ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا یقین فرمایئے کہ اس کا باپ ہے بوڑھا
ضعیف یعنے لائق ترحم ہے وہ اس کو اپنے گم شدہ فرزند کی نشانی سمجھکر اس سے مانوس رہتا ہے اور اسکی جدائی کی مصیبت نہین اٹھا سکتا ہے

فَخُذْ اَحَدَنَا مَکَانَہٗ پس اس کو رہا کردے اور ہم میں سے ایک کو بجاے اس کے لے لے۔ اور یہ تیرا بڑا احسان ہوگا۔ اِنَّا نَرٰىكَ
مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم تجھے احسان کرنے والوں میں سے یقین جانتے ہیں۔ قَالَ جواب دیا کہ مَعَاذَ اللّٰهِ میں اللہ تعالےٰ سے پوری
پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ اَنْ نَّاْخُذَ میں گرفتار کروں کسی دوسرے کو۔ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ۔ سواے
اُس کے جسکے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔ یوں نہ کہا کہ جس نے چرایا ہے کیونکہ نہ اُس نے اُسوقت چرایا اور نہ کبھی پہلے چوری کی تو چور نہیں
کہہ سکتے تھے بلکہ یہ کہا کہ جسکے پاس متاع پائی۔ کیونکہ ایک کا گناہ کوئی دوسرا نہیں اٹھاتا ہے اور جن لوگوں نے زعم کیا کہ امام حسین علیہ السلام
ہمارے گناہ کا کفارہ ہوگئے یا نصرانیوں نے زعم کیا کہ عیسیٰ ہماری بدافعالیوں کا کفارہ ہوگئے ہیں یہ محض خام خیالی ہے البتہ شفاعت سے
بزرگوں کی اللہ تعالےٰ بخشتا ہے اور وہ چاہے تو ایک کے گناہ دوسرے پر ڈالے پھر جو گناہگار ہے وہ جہنم میں عذاب پاوے القصہ
دوسرے کو ماخوذ کرنے سے انکار کیا بدیں دلیل کہ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ہم ایسی بات کرنے سے ظالم ہوں گے یعنے تمہارے اعتقاد کے بموجب
ہم ظالم ٹھہرینگے تو تم کیونکر ہم سے ایسی بات چاہتے ہو جو تمہارے نزدیک ظلم و گناہ ہے بیضاوی رحمہ نے مانند زمخشری کے کہا کہ مراد اصلی
حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی سے یہ حکم دیا کہ جسکے پاس صاع نکلے اُس کو گرفتار کروں جسکی حکمت وہی
خوب جانتا ہے پس اگر میں بجاے اسکے دوسرے کو گرفتار کروں تو میں ظالم ٹھہرونگا بسبب مخالفت حکم الٰہی تعالےٰ کے مترجم کہتا ہے کہ یہ
تحقیق صحیح و صواب ہے کہ جو افعال اس قصہ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے واقع ہوئے سب باتباع وحی الٰہی سبحانہ تعالےٰ تھا اور اُس پر
اشارہ اول قصہ میں خود منصوص ہے بقولہ واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ہذا وہم لایشعرون یعنی زمانہ عدم شعور ان لوگوں کے اول بار آمد سے شروع ہوا ہے اور
پہلے معلوم ہوا کہ درخواست امارت بقولہ اجعلنی علی خزائن الارض بھی بوحی الٰہی واقع ہوئی ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق تو اپنے علم و معرفت سے اس امر کا
کسی طرح انکار ہی نہیں کر سکتے ہیں اور تردد کا باعث توفقط یہ ہے کہ ظاہر نظر والوں کو یہ مقامات کیونکر سمجھائے جاویں کیونکہ انکے فہم القرآن حواس سے
تجاوز نہیں کرتے ہیں اور ابن عادل رحمہ نے لباب میں کہا کہ شاید اللہ تعالےٰ نے یوسف کو اس امر کا حکم دیا تھا تاکہ یعقوب علیہ السلام پر مشقت
بڑھے اور یوسف ؑ کو بھی مراعات سے جو دربارہ رہائی بنیامین ہو منع کردیا تھا جیسے خضر علیہ السلام کو ایک طفل کے قتل کا حکم کیا تھا ان میں یہ حکمت تھی کیا فی
رہیگا تو کفر و طغیان سے والدین کو حیران کریگا انتہی۔ اور رازی وغیرہ نے اول تو یہ سوال نقل کیا کہ یہ واقعہ صراحۃً سب کا ظاہری طرح چوری کا
عیب لگاتا تھا اور ابتدا اسکی قولہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ ہوئی ہے اور اسی ظاہری بنیاد پر قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا ہے اگرچہ اس میں ان
لوگوں کے ساتھ کوئی انکے حق کی اضاعت نہ ہوتا ہم عوام کی نظر میں حکمت سے باہر اور شان نبوت کے لائق نہیں ہے اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ
والد علیہ السلام کو اپنے مقام سے آگاہ نہ فرمایا بلکہ بھائیوں کی زبانی بنیامین کو منگوا کر اس حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا باوجودیکہ اپنی جدائی سے باپ کا غم و
الم جانتے تھے اسپر اور زیادہ بڑھایا۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق الٰہی سبحانہ میں نے سابق میں اسی قصہ میں ان مدارج کی تنبیہ کردی ہے جیسا کہ رازی رحمہ نے یہاں
یہ سوال ذکر کیا اگرچہ عبارت و طرز تقریر جدا تھا میں نے اپنی پسند کی عبارت میں خلاصہ سوال کا لیا ہے پھر رازی نے اور دوسروں نے متفرق جوابات طرح
طرح سے نقل کیے اور سب سے زیادہ اچھا جواب یہ قرار دیا کہ یہ فعل بحکم الٰہی ہے کہ یعقوب کا تعلق خاطر کسی غیر سے نہ رہے اور کامل صبر سے درجہ بڑھکر درجۂ
باپ دادا تک پہونچے اور اللہ تعالےٰ کے اسرار میں جنکو مخلوق کے افہام نہیں پہنچتے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تصرف فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ درجہ
خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ باپ دادا اقارب سب کو چھوڑ دیا بقولہ تعالےٰ فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ اور حکم الٰہی آتے ہی ہاجرہ اور اپنے
فرزند حضرت اسمٰعیل کو جو اسوقت دودھ پیتے تھے شام سے لاکر ریگستان میں خانہ کعبہ کے پاس بے زاد و نفقہ و پانی کے چھوڑ دیا اور کچھ پرواہ نہ کی جیسا

کہ صحیح حدیث مین منصوص ہو اور آب زمزم اللہ تعالیٰ نے اس ریگ مین پیدا کر دیا اور فرزند کی قربانی اللہ تعالیٰ کے واسطے کرنے پر عزم جزم کر لیا
پس یہ عدم تعلق بمخلوق ہو اور محض خلوص بخالق ہو اور یہی درجہ خلت ہے اور اپنی جان کو آگ مین ڈالا بدون کسی اضطراب کے اور بدون ملائکہ
کے طرف کسی خواہش ظاہر کرنے کے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یؤمن احدکم
حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یعنی تم مین سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ مین اسکو زیادہ محبوب ہو جاؤن اُسکے
باپ و اولاد و تمام آدمیون سے۔ والحدیث مشہور فی الصحاح اور حدیث مین فضائل ابوبکر مین ہو کہ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا
ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ اور حق تعالیٰ عزوجل نے فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیہ پس مدار ایمان اتباع نفس باحکام الٰہی ہے اور
خلت انقطاع محض از غیر حق عزوجل ہی اب عوام کو یہان یہ وہم ہوگا کہ پھر حضرت یعقوبؑ کو اسقدر تعلق خاطر حضرت یوسف و بنیامینؑ سے تو
عوام مومنین سے بھی زیادہ ہو حالانکہ پیغمبر تھے جنکے ساتھ عوام کی کچھ نسبت نہین ہو اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و وقائع کا عالم خوب
عیان دیکھیگا کہ جان و مال و کل اولاد سب کو راہ حق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فدا کرتے تھے ادنی یہ ہو کہ ابو الدحداح اعرج کی بی بی نے آنحضرت
صلعم کی سلامتی پر اپنے خاوند وجوان بیٹون کی شہادت پر کچھ ملال نہ کیا اور انکو احد مین دفن کیا۔ یہ ایک صحابیہ عورت تھی پھر تیرا گمان اکابر رجال صحابہ
رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیونکر ہو پس مومنین کا یہ حال تو یعقوبؑ کا وہ حال کیونکر ہوگا اہل الحق جانتے ہین کہ تعلق خاطر انکو منظر ظہور و شہود تھا ولیکن اسمین
شہود ذات و توحید صرف سے نقصان ہو پس حکمت الٰہیہ کی اتباع مین حضرت یوسفؑ نے بنیامینؑ کو بھی جدا کر لیا اور یہین سے مرد عارف اس بات پر یقین
نہین کر سکتا کہ برادران یوسف درجہ صلاح سے ساقط تھے اور لاحق بدرجہ عوام اہل فسق وفجور و کاذبین تھے جیسا کہ بعضے تفسیر لکھنے والون نے زعم کیا از انجملہ
زمخشری معتزلی ہو اور بعضے اہلسنت بھی جنکی اتباع کرکے ہمارے زمانہ کا مولف فتح البیان عفی لہ ورحمہ اللہ تعالیٰ بھی زبان درازی کرتا ہو اللہ تعالیٰ عفو فرمادے
اور بخشدے۔ اور تجھے قصہ خضر وموسیٰ علیہما السلام نص قرآنی سے معلوم ہو اور تو نے وہان دیکھا کہ کیسی مخفی حکمتین ان افعال مین مندرج تھین جو خضر
علیہ السلام سے بحکم الٰہی تعالیٰ سرزد ہوئے حتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آئے پھر اگر باخبار الٰہی وباحادیث رسالت پناہی ہمکو ان افعال
کی نیکی وخوبی معلوم نہوئی تو خیال کیا جاتا ہو کہ مولف فتح البیان کی طرح لوگ وہان خضر علیہ السلام کی تکفیر کرتے ولیکن جب معلوم ہو گیا تو اس سے
معرفت حاصل کرنا چاہیے اور ایسے افعال سے جہان احتمال حکمت الٰہیہ کا ہو کوئی استدلال مذمت کا نچاہیے یہین دیکھتے کہ کس حکمت الٰہیہ سے
برادران یوسفؑ نے انکو نہ پہچانا اور باوجود اسقدر قرب مسافت کے یوسفؑ آفتاب کی طرح تخت مصر پر جلوہ افروز اور دور نزدیک مشہور ہو رہا تھا
یعقوب علیہ السلام پر مخفی ہو گیا اور اس سے زیادہ یہ کہ پیراہن یوسف کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے مشام جان مین مصر سے پہونچی اور کنعان کے
کنوئین سے کوئی خوشبو نہ آئی اور تو نے کیا سمجھا جیسا کہ یعقوبؑ نے فرمایا ہو کہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون اور بنیامینؑ کو بھیجتے وقت کسقدر اشارات
فرمائے ہین اور راز الٰہی سبحانہ تعالیٰ کسقدر ظاہری اقوال وافعال مین مخفی رکھا گیا ہو مترجم خیال کرتا ہو کہ اگر اسکو سمجھ ہے تو اہل اشارہ واہل الحق کا
ایک اشارہ اسکو کافی ہے اور اسقدر تطویل ان لوگون کی بہت زیادہ ہو بہر حال مترجم کو اسقدر یقین تو ضرور کرنا چاہیے کہ یہان اسرار صحیحہ ہین اور
معاملہ صادقہ ہے اور اوہام شیطانی کو کچھ دخل نہین اور نہ دینا چاہیے واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ ف فی العرائس قولہ
ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل الآیہ سرقہ کی یہان نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف ہوئی۔ ولیکن سرقہ کے اقسام مین فرق ہو مترجم
کہتا ہے کہ یہان ایک اصول ٹھیک لینا چاہیے ورنہ اشارات شیخ سمجھ مین نہ آوینگے وہ یہ ہے کہ علما کے نزدیک جو ذکر کلام باری تعالیٰ مین ہو وہ حقیقت
پر محمول ہے اور قصص کا لباس مخلوط انہین ہے پس شیخ نے کہا کہ نسبت سرقہ یوسف علیہ السلام کی جانب بھی ہے گر معنے دونون جگہ پر مختلفہ

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ج فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ

اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور پہلے اس سے جو تم نے تفریط کی تھی یوسف کے بارہ میں سو ہرگز میں علیحدہ نہ ہونگا اس زمین سے یہاں تک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا حکم فرماوے

اللّٰهُ لِيْ ج وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ج وَمَا

اللہ تعالیٰ میرے لیے اور وہ سب حکم کرنے والوں سے بہتر ہے تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہیں

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ

شاہد ہوئے ہم مگر اسکے جو ہم نے جانا اور ہم نہ تھے غیب کے نگہبان اور دریافت کرلے اس گاؤں سے جسمیں ہم سب تھے اور اس قافلہ سے جسمیں

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ط وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

ہم سب آئے تھے اور ہم سب لوگ بیشبہہ سچے ہیں

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ میں وتا را استفعال مبالغہ ہے پھر جب مایوس ہوئے برادران یوسف مِنْهُ یوسف سے کہ وہ درخواست رہائی بنیامین قبول نہ کریگا خَلَصُوْا اپنا گروہ علیحدہ و تنہا ہو گئے۔ نَجِيًّا درحالیکہ باہم مشورہ کرتے تھے نجی واحد آیا جمع نہیں ہوا اسلیے کہ دراصل مصدر ہے جسمیں مفرد و جمع کا حال یکسان ہے اور جمع اسکی انجیۃ آتی ہے حاصل یہ کہ سب لوگ مایوس ہو کر یوسف سے جدا ہوئے اور جس قریہ میں اناج وغیرہ لادا گیا تھا یا دارالسلطنت سے قریب گاؤں میں اکیلے ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا اس نے جو ان سب میں بڑا تھا بیضاوی رح نے کہا کہ سن میں بڑا روبیل تھا اور یہی معالم اور سراج وغیرہ میں مذکور ہے اور کہا کہ یا عقل و رائے میں بڑائی مراد ہے تو وہ شمعون تھا اور بعض نے کہا کہ یہودا تھا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسی نے بھائیوں کو قتل یوسف سے روکا تھا اور اس کی رائے درباره یوسف علیہ السلام اچھی تھی پس معنے یہ ہونگے انمیں سے بڑے عقلمند نے کہا۔ اور یہودیوں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قائل روبیل ہے اور وہ سن میں بڑا تھا تو یہ معنے ہونگے کہ انمیں سے عمر کے بڑے بھائی نے کہا کہ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ۔ اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تمہارے باپ نے لے لیا تھا تم سے عہد اللہ تعالیٰ کی جانب سے یعنی ایسا عہد کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت مضبوط فرض اور اس کے نام سے نہایت تاکیدی بندش ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ اور یہ کہ اس سے پہلے جو تم نے تقصیر کی تھی درباره یوسف کے۔ یعنے تم خوب جانتے ہو کہ ایک تو تم نے زمانہ ہوا کہ جب یوسف کے بارہ میں ایک سخت جرم کیا جس سے باپ کو ایسا صدمہ پہونچا جسکا گمان نہ تھا اور دوسرے اب عہد و پیمان کے ساتھ تم بنیامین کو لائے کہ واپس لاوینگے وہ بھی وفا نہیں ہوتا ہے اس سے باپ کو اور زیادہ صدمہ ہوگا۔ اب بھلا کس منھ سے باپ کے سامنے جاؤں اور کیونکر اس کا صدمہ دیکھوں۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ پس میں نہیں جدا ہونگا اس زمین مصر سے یہاں تک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یعنی ہم کو اس تقصیر میں معذور فرماوے اور بلاوے۔ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالیٰ میرے حق میں کچھ حکم فرماوے بیضاوی اور سراج و معالم وغیرہ میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے کہ میں یہاں سے نکلوں یا حکم کرے بھائی بنیامین کی رہائی کا یا حکم کرے اہل مصر سے لڑائی کا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے کیونکہ اس کا جو حکم ہے وہ سب حق ہے کیونکہ اس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنی مخلوق میں تصرف کرے اسپر کچھ اعتراض نہیں ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ روایت کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے بنیامین کی رہائی میں کلام کیا پس روبیل نے غصہ ہو کر کہا کہ اے عزیز قسم ہے خدا کی کہ یا تو ہمارے بھائی کو چھوڑ دے یا میں ایسی سخت آواز دیتا ہوں کہ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جاوینگے اور اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے حتی کہ کپڑے سے باہر نکل آئے

پس یوسفؑ نے اپنے فرزند صغیر سے کہا کہ اسکے پہلو مین جاکر اسکو چھولے اور اولاد یعقوب جب غضبناک ہوتی اور دوسرا انکو چھو لیتا تو غصہ ٹھنڈا ہوجاتا اسی سے روبیل نے کہا کہ یہان تخم نسل یعقوب مین سے کوئی ہے مترجم کہتا ہے کہ سابق مین یہ قصہ طویل عبارت مین مذکور ہوا اور مترجم نے تنبیہ کردی کہ یہ اسرائیلیون کی روایات ہین جو یہود سے لی گئی ہین ہم ان کی تصدیق نہین کرسکتے ہین واللہ اعلم اور ظاہر یہ ہے کہ قریش مین سے اشرف بنو ہاشم مین یہ ایک خاص خصلت تھی کہ غصہ مین اگر پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیا جاوے تو غصہ فرو ہوجاتا تھا حتے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ حال معروف اور مکرر تجربہ کیا گیا ہے لہذا یہود نے اُن کے مقابلہ مین اسکو بنا لیا ہے جیسا کہ نصارے نے جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنایا تو یہود نے بھی عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی بہتان باندھا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ رہا اہل تفسیر نے جو تکلف کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے نکلنے کا یا بھائی کی رہائی یا جہاد کا حکم کرے تو تقریر ایک مستبعد طریقہ ہے کیونکہ جہاد اسوقت تک نہ تھا وہ بعد ہلاک فرعون کے حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ملک شام و بیت المقدس مین آباد ہونے اور توحید پھیلانے کے وقت فرض ہوا ہے علاوہ اسکے فقط انبیاءؑ کی رہائی کے واسطے جہاد بعید ہے کیونکہ جہاد کا مشروع ہونا کلمۃ اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کے واسطے مخصوص ہے اور بھائی کی رہائی کی توجیہ بھی سخت تکلیف ہے کیونکہ یحکم اللہ لی کہا یعنی میرے واسطے حکم فرماوے پس یہ تکلف ہوگا کہ میرے واسطے حکم کرے کہ میرا بھائی رہا ہوکر مجھے دیا جاوے۔ کیونکہ خلاف محاورہ ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے واسطے یہان سے نکلنے کا حکم کرے تو یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے لیکن اسپر وحی نہین آتی تھی اگرچہ یہ قول اختیار کیا جاوے کہ وہ پیغمبر تھے پس صواب مترجم کے نزدیک یہ ہے کہ بڑے بھائی نے سب بھائیون کے مجمع مین اس واقعہ کا مادہ بیان کیا اور سابق واقعہ یوسفؑ کی تفسیر بیان کی اور غضبناک ہوکر کہا کہ اب مین یہان سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ یا تو والد بزرگوار معذور فرماکر خود مجھکو حاضر ہونے کی اجازت دے یا اللہ تعالیٰ اسپر وحی فرماوے جس سے ہماری مجبوری ثابت ہو خلاصہ یہ کہ والد اپنی رائے سے رحیم مہربان ہوکر اجازت دے یا بوحی الٰہی حکم فرماوے۔ اس معاملہ مین ایک لطیف حکمت الٰہیہ یہ بھی ہے کہ آئندہ انکی خطائیہ درباره یوسفؑ کے بخشے جانے کے آثار طاری ہونے اور ان کو سابق ولاحق پر سخت ندامت طاری ہوئی حتے کہ روبیل نے باپ کو منہ دکھلانے سے انکار کیا اور یہین بے یار و مددگار اس قحط مین گھر چھوڑ کر پڑا رہنا اختیار کیا اور باقی بھائیون سے کہا کہ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ تم لوگ واپس جاؤ اپنے باپ کے پاس۔ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ پس کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ یعنے ظاہر حال جو ہم نے مشاہدہ کیا اس سے ہم کہتے ہین کہ اس نے چوری کی۔ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ اور ہم نے نہین شہادت دی اس پر مگر اس چیز کے ساتھ جو ہم نے جانی یعنی ہم نے دیکھا کہ صواع الملک اس کی وعاء سے نکالا گیا تو ہم یہی جان سکتے ہین کہ اس نے چرایا ہوگا ورنہ باطن مین ممکن ہے کہ کسی طور پر اسکی وعاء مین آگیا ہو۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ اور ہم کچھ غیب کے حافظ نہین ہین۔ اور شاید کہ قولہ ما شہدنا الخ کے یہ معنے ہون کہ ہم نہین شاہد ہوئے تھے اسپر مگر بقدر اسکے جو ہم کو علم ہے تو ہمکو حفاظت کا عہد دینے کے وقت یہ نہین معلوم ہوا تھا کہ وہ چوری کریگا یا ایسی عجیب بلا مین گرفتار ہوگا کہ ہمارے اختیار سے باہر ہو جاوے اور ہم اس بلا مین اسکے ساتھ دینے مین معذور ہوجاوین اسی واسطے ہم نے قولہ الا ان یحاط بکم پر اقرار واثق کرلیا تھا کہ اگر کوئی بلا آویگی تو ہم سب بھی شریک ہونگے پھر تصدیق کی راہ ظاہر کی کہ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا۔ اور دریافت فرمالے اس قریہ سے جسمین ہم تھے یعنی جس شہر مین یہ واقعہ ہوا خواہ وہ دار السلطنت کا شہر ہو یا اس سے قریب کوئی گاؤن تھا جہان اناج کا انبار خانہ تھا یا وہ گاؤن جس مین منادی سے اور اُن سے گفتگو ہوئی جبکہ صواع کو وعاء سے نکالنے والا وہی منادی ہو۔ بہرحال تصدیق کے لیے کہا کہ جس قریہ مین ہم تھے اُس سے دریافت کرلے۔ وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔ اور اس قافلہ سے جس مین ہم ساتھ ہوکر مصر مین

نہ تھا۔ لہذا کہا گیا کہ اگر کوئی شخص پٹھان مشہور ہو تو اُسکو پٹھان کہنا جائز ہے حتی کہ اگر حقیقت مین وہ پٹھان نہین ہے تو کہنے والا گنہگار نہوگا مترجم
کہتا ہے کہ اس زمانہ مین لوگون کی زبان کا عام طور پر اعتبار نہ رہا اسوجہ سے کہ جہل بہت کثرت سے پھیل گیا اور زبان کے گناہون سے عام طور
پر بیباکی ہے تو اب احتیاط واجب ہے پس اگر کسی شخص کے حق مین بھلائی ہو تو روا ہے اور اگر برائی ہو تو وہ بات کہے جو نیک پرہیزگارون مین معروف
ہو مسئلہ جس شخص سے کوئی گناہ مشاہدہ کیا ہو اس کو فاسق و فاجر کہنا روا نہین ہے اور برادری کا انقطاع نہ کرے اور بدعت دو قسم کی ہے
ایک بدعت اعتقاد مین جیسے رافضی وخارجی تو ان لوگون سے محبت واختلاط قطعی ترک کرے۔ دوم بدعت اعمال مین تو انسے انقطاع
روا نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آثار واحادیث مین انقطاع پایا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ جھڑکی کا انقطاع ہے جیسے عام فسق وفجور کی نسبت
حکم ہے کہ فاسق کو علیحدہ کرو کہ توبہ کرے اور یہ آسان تدبیر تھی کیونکہ ایسا بدعتی فاسق کے حکم مین ہے ولیکن اس زمانہ مین فاسقون کا مجمع بڑا ہے تو
علیحدگی سے سوائے ضرر کے کچھ لاحق نہوگا اسواسطے ملانا بہتر ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلعم منافقون تک کو ملاتے تھے اور ایسے لوگون کو دیتے جن کی
طرف سے فسق وفجور کا احتمال ہوتا اور متقی وثابت قدم کو ترک کرتے تھے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب مسئلہ جو شخص توحید کو چھوڑ کر شرک
کرے جیسے قبرون کی پرستش اور مشرکانہ اعتقادات تو اُنکو فہمائش کرنا اور اعتقاد توحید اُنکے دل مین مضبوط کرنا اور جہالت کو مٹانا واجب ہے
ولیکن اس کے واسطے یہ نہ کرے کہ بزرگون کی توہین کرے کیونکہ اس مین فتنہ ہوا اور ذاتی قصداً اہانت کا گناہ ہے مسئلہ ایمان والا اگر کوئی خبر
دیوے تو اسکی نسبت جھوٹ ہونے کی بدگمانی بلا دلیل دل مین لانا نہ چاہیے ولیکن تحقیق کے لیے دریافت کرنا کچھ مضائقہ نہین ہے اور کہا گیا کہ
عادل کی تصدیق کر لینا جائز ہے اور ظاہری عدالت کافی ہے لیکن فاسق کی خبر کی تصدیق نہ کرنا چاہیے بلکہ تفتیش کرے لقولہ تعالیٰ اذا جاءکم فاسق
بنبا فتبینوا۔ اور یہ حکم ایسی باتون مین ہے جنکے ماننے سے عبادات مین کوئی حکم آتا ہے ورنہ معاملات مین تصدیق دلی پر مدار ہے حتی کہ اگر کافر ملازم نے بازار سے
جہان ذبح کیا ہوا گوشت بکتا ہے مول لا دیا تو تصدیق کر لینا روا ہے اور ان مسائل کی پوری تحقیق وتفصیل کو فقہ کی کتاب القضاء اور کتاب
الکراہت سے تلاش کرنا چاہیے مسئلہ ضرورت کے وقت سچا حال بیان کرنے کی نیت سے اپنی تعریف کرنا جائز ہے لقولہ انا لصادقون ہم سچے
لوگ ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ قولہ واسئل القریۃ مین مفسرین نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ تم پیغمبر ہو اس گاؤن سے پوچھو وہ تم کو جواب دیگا
لیکن مترجم کے نزدیک ضعیف قول ہے اسواسطے کہ پیغمبر کو یہ چیزین اسی وقت جواب دیسکتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ان مین گویائی پیدا کر دے اور
یہ معجزہ ہوتا ہے پس ہر وقت ایسا نہین ہو سکتا بلکہ حق یہ ہے کہ پیغمبر خود ایسی خواہش ہی نہ کریگا مگر اسی وقت کہ اللہ تعالیٰ چاہے جیسے تمام نیک
بندون حتی کہ اولیاء کا بھی یہی حال ہے اسی واسطے جو لوگ حماقت سے کہتے ہین کہ فلان ولی کی خوشامد کرین وہ ایسی دعا کردیگا کہ محض جو
ہے وہ ہرگز کچھ نہ کریگا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے اس کے دل مین ڈالے اور زبان سے کہلا دے اسی واسطے خواہ یہ کہے یا نہین وقت پر وہی
ہی ہوگا البتہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندون کی خدمت خالص نیت سے ثواب عظیم ہے بعض مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ واسئل اہل القریۃ
یعنی مضاف محذوف ہے تو گاؤن کے لوگون سے دریافت کر لے اور یہ مجاز زبان عربیہ مین مشہور ہے مترجم کہتا ہے کہ اردو وغیرہ مین بھی کہتے ہین کہ
اس گاؤن سے یہ حال معلوم ہو جائیگا لیکن بعض نے اعتراض کیا کہ سیبویہ امام نحوی نے کہا کہ یون کہنا نہین جائز ہے کہ کلم ہندا ہندہ سے بات کر
حالانکہ تیری غرض یہ ہو کہ اسکے گھر والون سے بات کر۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہان اضافت الناس ہے کیونکہ ہندہ سے بات کرنا خود ممکن ہے بخلاف قریہ کے اور
حافظ ابن القیم نے بدائع مین کہا کہ اکلت الشاۃ مین نے بکری کھائی اور اسکے مانند کلام مین کہا کہ الشاۃ یعنی بکری کا گوشت بتقدیر مضاف متعین ہے
اور واسئل القریۃ اس قسم مین سے نہین ہے کیونکہ قریہ یان لوگون کو بھی کہتے ہین جو ایک جگہ مجتمع ہو کر رہتے ہین اور اُس مقام کو بھی بولتے ہین جس مین کچھ

یکجائی کی حیثیت سے رہتے ہوں جیسے کاس وہ پیالہ جس میں شراب موجود ہو اور خوان جس دسترخوان پر کھانا موجود ہو اور کہا کہ قریہ کا
استعمال زیادہ ہے تو انھوں نے اسکو سیاق کلام کے اعتماد پر کبھی رہنے والوں کے معنے میں استعمال کیا اور کبھی مقام سکونت کے ارادہ پر استعمال
کیا اور وہاں التباس نہونا شرط استعمال ہے پس یہاں مجاز و حذف کچھ نہیں ہے اور باوجود ظہور کے یہ بات اہل علم پر مخفی رہی ہذا خلاصہ
تحقیقہ مترجم کہتا ہے کہ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ واسئال القریۃ کے بلا مجاز و حذف کے خود معنے یہ ہیں کہ لوگوں سے جہاں ہم تھے پوچھ لیجیے
فافہم۔ ف فی العرائس قولہ ان ابنک سرق۔ دیکھو حضرت ذوالعظمۃ والکبریاء القادر القیوم وحدہ لاشریک جسکے ساتھ کسی چیز کو اسکی ذات
پاک و صفات عالیہ مقدسہ کا ذکر کیا ہے اس کے افعال و مقدرات میں کچھ بھی شرکت ممکن نہیں ہے وہی ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہا وہ کیا
کسی کی مجال نہیں کہ کچھ سوال کرے اور سوال کیونکر کرے کسی کی تاب نہیں کہ اسکے علم و حکمت کا ایک ذرہ بھی سمجھ سکے تو اس نے اپنے خاص
بندہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام پر اسطرح رحمت فرمائی کہ اس کی محبت دو پارہ جگر یوسفؑ و بنیامینؑ جدا کر دیے حالانکہ ہماری شریعت
میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی جانور تک کا دودھ پیتا بچہ جدا کر کے بیچنا حرام ہے اور یہاں یوسفؑ پر بیع کا داغ دیا اور بنیامینؑ پر سرقہ کا
اور ہم میں سے کوئی سمجھے تو پس اسی قدر کہ بلا و مشقت فراق بڑھا دی اور یہ لطیفہ ہے کہ فضل الٰہی سے بارہ اولاد میں سے صرف ایک
کے فراق پر یہ درد و اندوہ تھا پھر دوسرے کے فراق پر یہ زیادتی پھر اسکے اسرار سوائے اس کے جسکو اپنے فضل سے عرفان دیا ہو اور کوئی
شخص کیا سمجھ سکتا ہے بھلا جسکی عقل کی یہ کیفیت ہے کہ جو دنیا صرف خوار چیز اور چند لمحہ کی بے اعتبار ہے ہمہ تن اسی کی آرائش میں گرفتار ہے اور
جس کی یہ مثال کہ سفر میں ایک سرائے میں اترا اور تمام مال و اسباب اور جو کچھ سرمایہ اسکے پاس تھا سب اس میں ایک جھونپڑی بنانے
میں صرف کیا اور دل میں خیالات کہ اگر ہم کو عروج پر دیکھینگے اور ہماری قوم کے لوگ اس میں ٹھہرینگے ایک دن اسطرح گزرا دوسرے
دن کوچ کیا اور پھر کبھی سرائے کی جھونپڑی خواب میں بھی نظر نہ آئی تو ایسے بیوقوف کو تو خیال کر سکتا ہے کہ وہ اسرار آسمان و روح و ملائکہ و
عجائب و قدرت و حکمت الٰہیہ و اپنے انجام کار و آخرت کو سمجھ سکتا ہے اس کی بعینہ یہ مثل ہے کہ ایک پہاڑی جنگلی آدمی سے فلسفہ یا
اقلیدس یا جبر و مقابلہ یا بلاغت زبان کا ایک نکتہ بیان کیا اور بہت زور دیا اس نے سب سنا اور قہقہہ مار کر دیوانہ دیوانہ کہتا ہوا چلدیا۔
شیخ رح نے کہا کہ دو جگر پارہ یعقوبؑ جدا کر کے درد و بلا بڑھا دی اور ایک پر بیع و غلامی کا داغ اور دوسرے پر سرقہ و چوری کا نشان کر دیا
چنانچہ بھائیوں نے کہا کہ ان ابنک سرق یا اور در حقیقت نفیس جواہر کا پیمانہ شرافت یوسفؑ تھا جو بنیامینؑ نے ان سب کے درمیان سے اچک لیا
کچھ شک نہیں کہ بندہ خاص کے مقابلہ میں تمام جواہرات ملک و دنیا کے فانی محض ہیچ ہیں ان لوگوں نے اس الزام میں بھی غم اٹھایا اور جب ادبار
و زوال میں گرفتار تھے تو جو حرکت کرتے اُسپر وبال ہو جاتی تھی۔ حضرت جعفر رح نے کہا کہ کوئی سمجھتا ہو کہ پیغمبر کے بیٹے جو پیغمبر ہیں یہ الفاظ کسطرح جائز ہوا۔
علما کے نزدیک یہ مقام مشکلات قرآن میں سے ہے اور اسی کی مثل قصہ داؤد میں ہے کہ خصمان بغی بعضنا علی بعض اور وہ دونوں خصم نہ تھے اور
نہ انھوں نے بغاوت کی تھی شیخ نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سچ کہا کہ قرآن مجید میں بہت سے متشابہات ہیں جنکے معنے حضرت حق جل
کے علم پاک میں ہیں اور اُنکی الہام سے ان بندوں پر منکشف ہوتے ہیں جنکا قدم مسند علم پر راسخ ہو کما قال تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔
مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کلام معجز فرمایا ہے اور اسکو ایسا اسکا حقیقت و امثال و عبرت و مجاز و خبر و قصص سے
انکو اسی طور پر بیان فرمایا جسطرح واقع ہوئے پس براہ ظاہر انکے قصہ کو انہیں الفاظ و اقوال و افعال سے ذکر فرمایا جو انھوں نے کہا و کیا ہے اور حقیقت
میں بھی فرمایا حق ہے کیونکہ واقعہ بھی ایک حقیقت کی اشارت سے خالی نہوگا اور وہی باطن علوم میں ہیں مغز حقیقت کا علم پیغمبر معصوم کو اتا ہے یا اس کی تعلیم

ہے بدین معنی کہ بندگان علما کسی وقت پر اس فیض سے کرامت ومنزلت عالیہ پاوینگے اور اسوقت انکے معانی سے سرفراز ہوجاوینگے ہان اسوقت اسقدر روقوف ہوسکتا ہے جسکا تحمل ممکن ہو مثلاً سوال موسی علیہ السلام دیدار باری تعالے کا ایک علم سے تہا نہ جہالت سے جیسا کہ گمراہ جہال خیال کرتے ہین مگر مغز ومعنی اس سوال کے انکو اسوجہ سے عطا نہوئے کہ اسکا تحمل اسوقت ممکن نہتا ہان ایک وقت پر ممکن ہوگا چنانچہ حدیث صحیحین ہے کہ انکم سترون ربکم الحدیث ولیکن موسی علیہ السلام کو تجلی عنایت ہوئی جس سے بیہوش ہوکر گرپڑے اور اگر عنایت الٰہی باقی نہ رہتی تو مثل طور کے جلکر فنا ہوجاتے اور یہ احتراق انکے سوزش نہین ہے بلکہ سوزش حسن ازل ہے شیخ رحنے کہا کہ سرقہ یوسف ۱۲ اپنے حسن سے قلوب خلق تہا اور یہ بنظر استحفاظ نظام تدبیر آلٰہیہ ہے چنانچہ جن قومون کو محض سراے فانی آراستہ کرنیکو دی گئی ہے انکو اس لطافت سے بالکل بے بہرہ کردیا گیا اور یہ وہم نہو کہ اکثر ان مین سے سوزش محبت سے افیون کہا کر اور زہر پیکر اور بندوق سے اپنے آپکو ہلاک کرڈالتے ہین کیونکہ یہ تو غلبہ نجاست ہے فی الحال آتش جہنم مین جلائے جانیکی استعداد قوی بغلبہ شہوات پیدا کرتے ہین اور انکو حسن ازل نظر نہین آتا بلکہ بحکم قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ وہ تزمین نظر آتی ہے جسکی رسی شیطان کے ہاتہ مین دیگئی ہے پس یہ حال اسکا ہے جسکو شیطان نے ایسی قوی پہندے مین پہانسا کہ عقل وحواس سب مسلوب ہوگئے اور عشق باری تعالے مین حواس کی نورانیت ولطافت اسقدر بڑہ جاتی ہے کہ فانیات وجسمانی لذات ودنیاے دنی واسکے ضروری انتظامات سب سے وہ متنفر ہوکر مفرد ومجرد ہوجاتا ہے حتی کہ اگر ایک گانون بہر اسی طرح کا ہوجاوے تو وہان جملہ معاش کے طریقہ معطل ہوجاوین ہان آخرت کی بستی ہوجاوے اور شاید کہ ملائکہ انکی کارپردازی کرین واللہ تعالے سبحانہ اعلم شیخ نے کہا کہ اسیطرح قولہ انکم لسارقون صحیح ہے کیونکہ انہون نے عہد وامانت کو نظام قضا سے اور یوسف کو اپنے والد سے سرقہ کیا یعنی خیانت سے عہد توڑا اور یوسف کو جدا کرکے فروخت کیا اور صدق سے سرقہ کرکے کذب مین قمیص خون آلودہ دی اور بے خبر بہیڑیون پر خیانت سے الزام لگایا کیونکہ بہائیون ایک امت ہین اور قولہ ان ابنک سرق صحیح ہے کہ خفیہ یوسف کو پایا اور ان مین سے کسی کو نہ بتلایا پس حقوق روحانی انکے بہی مستحق فیض یوسفی تہے کر اخفاے بنیامین سے یہ محروم رہے۔ اقول یہ نظیر اسکی ہے کہ جنت مین ہر کافر کا مقام موجود ہے مگر نہ ملیگا یون ہی ہر معصیر بلکہ بندہ صالح کے ساتہہ ہر مخلوق کا حصہ موجود ہے مگر لیاقت نہین ہے شیخ نے کہا کہ علاوہ اسکے صاع مذکور انکی متاع مین انکے علم سے رکہا گیا تہا اور باوجود اسکے مقصد مین انہون نے اخفا کیا پس کلام الٰہی ہر موقع پر صدق وراست ہے باوجودیکہ اصل قصہ مین اہل قصہ کی حالت کسی عنوان پر ہو اسکو کلام معجز نظام الٰہی مین بجہت صدق موجود ہے پس حقیقت وہ صدق ہے اور مجاز انکا قصہ ہے اور تصدیق اسکی قولہ تم وما شہدنا الا بما علمنا یعنی بحسب الظاہر وقولہ وما کنا للغیب حافظین یعنی ان اسرار کو ہم نہین جانتے جو دونون بہائیون کے درمیان خفیہ جاری ہوئے ہین۔ القصہ جب بڑے بہائی نے بعہد مذکور کے راستہ قائم کی اور بہائیون سے پیغام لیکر روانہ کیا تو یہ لوگ روانہ ہوکر حضرت یعقوبؑ کی خدمت مین آئے اور حال کہا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا

یعقوب نے کہا بلکہ آراستہ کردیا تمہارے لیے تمہارے نفوس نے کوئی بات — پس اب صبر جمیل خوب ہے — قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ — میرے پاس لاوے — ان کو — سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَى عَلَى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ

بیشک وہ دانا — حکمت والا ہے — اور منہ موڑ لیا انسے — اور کہا کہ ہاے افسوس — یوسف پر — اور سپید ہوگئین اسکی دونون آنکھین

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ

بسبب غم کے — سو وہ گہٹا ہوا تہا — کہنے لگے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی برابر تو — یاد کرتا ہے — یوسف کو — یہانتک کہ ہوجاویگا مرنے کے قریب — یا ہوجاویگا

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مردوں میں سے — فرمایا کہ میں تو اپنی — پراگندگی — اور اندوہ کا اپنے اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں اللہ کیطرف سے وہ امر جسکو تم نہیں جانتے ہو

حضرت یعقوب نے سب سُنا اور قَالَ جواب میں کہا کہ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا بلکہ سنوار دکھایا تم کو تمھارے نفوس نے کوئی امر یعنی بظاہر اسکی گفتگو سے اعراض کیا اور کہا بلکہ تمھارے نفس ایسے ہیں کہ وہ جو بات تم کو زینت کرکے دکھلاتے ہیں وہ تم پسند کرتے ہو۔ اور کلام میں لطف یہ ہے کہ لفظ بل محتمل اضراب ہے جیسا کہ ظاہر میں بیان ہوا اور محتمل ترقی ہے یعنی یہ تمھاری گفتگو کا نتیجہ ہے بلکہ تمھارے نفوس کا بھی دخل ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس سے ہوشیار رہے اور ہر کام پر جسکا ارادہ ہو غور کرے کہ یہ نفس نے تسویل کی ہے یا صحیح ہے پس قرآن وحدیث و آثار سے موافق پاوے تو عمل کرے ورنہ اس کام کا انجام خراب ہوگا۔ اور بعض مرتبہ قرآن وحدیث سے موافقت پاتا ہے مگر اس آدمی کی حالت سے موافقت نہیں ہوتی تو لاچار اسکے واسطے اپنے نفس کی رائے پر اعتماد کرتا ہے اور انجام ٹھیک نہیں ہوتا اور یہ نہایت باریک فریب نفس کا ہے اس سے وہی علما بچتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت فرمائی ہے مثلاً ایک مرد عیالدار عبادت میں بسر کرتا تھا اور اپنی صغیر اولاد کے لیے رزق قلیل تلاش کرلاتا تھا اس نے جہاد کے لیے قصد کیا تو جہاد کرنا عمدہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے مگر موقع جنگ پر دیر ہوئی حتی کہ اُس نے خواہش کی کہ جلدی ہوتی تو میں واپس جاتا اور اپنے عیال کے لیے رزق لیجاتا پس یہ خیالات اسکے انجام میں مضر ہوئے اور اس کی مثالیں جو شخص متقی ہونا چاہے اور کچھ عرصہ تک نفس کی تسویلات کا خیال رکھے وہ واقعات تحقیقی میں بہت کثرت سے پاویگا پس اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہم بندوں کو ہمارے نفوس کی تسویلات سے اور شیطان کے اغوا و تسلط سے بچاوے اور ہمکو شاہراہ مستقیم پر ثبات و استقامت کرامت فرماوے وہ سب چیز پر قادر غالب قوی علیم حکیم ہے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ مثل واقعہ یوسف کے خیال کرکے تہمت رکھا کیونکہ بادشاہ مصر پابند شریعت ابراہیم علیہ السلام نہ تھا جو چور کو بعوض چوری کے ماخوذ کرلے بغیر انکے خود ان لوگوں نے اپنے نفس کی تسویل سے یہ راہ بتلائی ہے پس انکے نفوس کی تسویل یہ ہوئی کہ خلاف قانون بادشاہ مصر کے اسکو شریعت ابراہیم کا فتویٰ دیکر گرفتار کرادیا اور شاید یہ بھی گمان ہوکہ چوری کا الزام اسپر قائم ہونے میں تسویل نفس مساعدت کی ہوا دراول اظہر ہے اور وضع واقع ہوا چونکہ یعقوب علیہ السلام کے دل میں گمان ہوا اسلیے کہا انھیں کے نفس نے جوش میں آکر یہ سزا املائی کہ جزاءہ من وجد فی رحلہ فھو جزاءہ کذلک نجزی الظلمین تو صحیح ہے کہ یہ سزا تجویز کردیناخالی رحال میں پائے جانے پر بدون اسکے کہ چوری متحقق ہوا انکے نفس کی تسویل ہے اگرچہ انکی نیت یہ نہ تھی کہ بنیامین کو یہ سزا دیجاوے اور تقاضائے عقل یہ تھا کہ اگر کوئی چوری کرے اور ثابت ہوجاوے خواص شہادت و دلیل سے جسمیں شبہہ نہ ہو تو اسکی سزا ہم لوگ یہ دیتے ہیں تو اس صورت میں بنیامین کے گرفتار ہونے کی کوئی راہ نہ ہوتی کیونکہ شبہہ موجود ہوتا کہ شاید کسی اور نے اسکے رحل میں رکھدیا ہو یا غلطی سے ناپنے والوں نے رکھا ہو جنکو یاد نہیں رہا اور باوجود اسکے وہ مال مخزن تھا جسکو بنیامین نے مقام حرز محفوظ سے نکال لیا اور اسکو نکالا تو گواہ کون ہے بہرحال اسکی تقینہ انکے نفس کی تسویل سے سرزد ہوا اور یہ صحیح ہوا خیال یعقوب علیہ السلام کا کہ تمھارے نفس نے ایک امر تسویل سے بنایا۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ تو اب میری کذا اسکا اور فصبر جمیل احسن یعنی میرا فعل صبر جمیل ہے یا صبر کرنا صبر جمیل خوب ہے صبر جمیل کے معنے ابتدا سورہ میں گذرے اور وہاں میں نے اسکی حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخر ٹکڑا اس غرض سے نقل کیا کہ حضرت صدیقہ نے آخر میں صبر جمیل اپنا فعل ظاہر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رد نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صبر جمیل تھا اور آپ لطیف الاطلاع کے بہت روشن اور تمکین خوبی یافتن ہی آدمی سے شاید وہ شکایت نہیں کی اور نہ کوئی کلمہ خلاف شریعت زبان سے نکالا اور نہ افک

میں خوض کرنے والوں میں سے کسی سے خاموشی کی التجا کی اور نہ اُنکے حق میں زبان درازی فرمائی اس سے صبر جمیل کے معنی وہی ظاہر ہوئے جو بیان
حضرت یعقوبؑ کے فعل سے ظاہر ہیں کہ آپ نے ان بیٹوں میں سے کسی کی شکایت نہ کی اور نہ انکی جانب کوئی التجا کی اور نہ لوگوں سے کوئی استعانت وفریاد
کی اور نہ خود پریشان ہو کر داد وش کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر چھوڑا اگرچہ بہت روئے اور دونوں مرتبہ یہی ہوا پھر اسکے بعد کہا کہ عَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا قریب ہے یا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ لاوے میرے پاس انکو سب یعنی صیغہ جمع جو کم سے کم تین فرد ہوتے ہیں سب کو
مجھ سے ملاوے اور وہ یوسف و بنیامین اور تیسرا بڑا بیٹا ہے جو وہیں رہ گیا تھا شرم سے نہیں آیا۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس کی یہی نیت تھی کہ اگر
کوئی قابو ملا تو بنیامین کو خفیہ یہاں سے نکال لیجاوینگا سوال یہ ہے کہ یہ کلام آنحضرت علیہ السلام نے کیونکر کہا تو علامہ بیضاوی وابن کثیر رحمہما اللہ
تعالیٰ نے اسکو بالکل ذکر نہیں کیا اور باقی تفاسیر میں مجھے یہ گفتگو نظر آئی ہے اور خلاصہ جواب یہ مذکور ہے کہ بطریق حسن الظن کے کہا یا بطریق فراست
کے کہا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہاں تو تین باتیں پائی گئیں۔ اول تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکو معلوم ہوا کہ یوسف زندہ اور خود مختار موجود ہیں دوم
سب مجموعہ ملینگے کیونکہ موافق اصل کے جمیعًا تاکید ان سب کے آنے کی بصورت اجتماعی ہے جیہ یاتینی بہم سے شک تھی کہ شاید ایک بعد دوسرے کے
آجاویں تو جمیعًا سے ظاہر کر دیا کہ مجموع ملجاوینگے پس اسکو اس معنے پر محمول کرنا کہ کوئی باقی نہ رہیگا خلاف اصل ہے تو معلوم ہوا کہ یہی جانا کہ سب
مجموع ملینگے سوم یہ کہ عسی اللہ کہ قریب زمانہ پر اعلام کیا پس حسن الظن کے طور پر ایسا مور تحقیقی کا گمان غیر مرضی ہے ہاں فراست کے طور پر ملہم ہے لیکن یہ
گفتگو کہ فراست کیا چیز ہے تو حدیث صحیح میں ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے یعنی فراست دیکھنا بنور الٰہی ظاہر
ہوئے اس سے زیادہ بحث کرنا مترجم کی لیاقت نہیں ہاں مثال البتہ ذکر کرتا ہوں کہ ایک شخص نے ایک عورت اجنبیہ پر راستہ میں بدنظر ڈالی اور مکرر
نظر سے دل پر اثر ہوا اسی وقت وہ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی خدمت میں آیا تو آپ نے عام خطاب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے
کہ تم میں سے بعض آدمی میرے پاس آتا ہے جسکی آنکھوں نے زنا کیا اور دل شہر کیا ہے آئندہ پرہیز کرے ورنہ میں درے ماروں گا وہ شخص دل میں
نہایت نادم اور ہراسان ہوا اور ایک وقت اُسنے پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی آتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں
ولیکن فراست ہے پس دیکھو کہ مومن کی فراست ایک نور ہے اور یہاں تو حضرت ذی النورین دو نور سے مشرف تھے گویا اسی وجہ سے فراست پر درے
مارنے کا حکم جاری کرنے کی تہدید کی۔ لطیفہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ خلافت حضرت صدیق اکبر و
فاروق اعظم نہایت مستحکم تھی اور خلافت ذی النورین اور آپ کی متزلزل تو فرمایا کہ ان دونوں کی خلافت کے رکن عثمان اور میں تھا اور عثمان
و میری خلافت کے رکن تم جیسے لوگ ہیں سچ فرمایا اللّٰہم غفرانک یہی حال ہے کہ سابق زمانہ میں اہل توحید ایسے تھے کہ سوائے حق تعالیٰ جل شانہ کے
کسی شخص و کسی چیز کی بابت ذرہ برابر شرک نہ دیکھتے تھے اور اب ہم ایسے لوگ ہیں کہ ظاہر و باطن ہر لحظہ شرک میں مبتلا ہیں اور ظاہر شریعت پر کوئی حاکم
نہیں اور نہ وہ بظاہر حکم لگاتا کہ ہم لوگ منافق ہیں ولیکن اللہ تعالیٰ عز وجل سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ زبان سے کلمہ
پڑھتے ہیں اور دل میں الیقین نہیں حتیٰ کہ انکے دل ذرا دیکھیں تو خود اقرار کریں کہ حاکم وقت اگر سزا کا کوئی ڈر نہ کرے تو الیقین سے گشتہ کر جاویں
اور احکام الٰہی عز وجل پر کچھ خوف نہیں ہے علماء وہ تھے کہ انکی نورانیت و توحید اور مخلوق پر شفقت کا کیا کہنا ہے اور اب ہم لوگ مخلوق کی خوشنودی
چاہتے ہیں اور خالق عز وجل کی ناخوشی سے خوف کے ارسے مرنے کے بجاے منافقانہ بےپروائی ہے اسی واسطے دین کھو کر دنیا میں خوار ہیں
الٰہی ہدایت فرماوے الٰہی بخشش سے اللّٰہم تب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے نور الٰہی تعالیٰ سے نہایت
ادب سے امیدواری کی لفظ سے یہ التجا کی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ سے ملادیگا کیونکہ انکو علم اسرار قدرت مع علم نبوت عطا ہوا تھا

اور انقطاع تعلق شہود ہو چکا لہٰذا ختم کیا بقولہ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بیشک وہی علیم و حکیم ہے۔ ادب کی مراعات کی اور لوگون کا وہم
دور کیا کہ شاید کوئی گمراہ ہو جاوے اور یہ سمجھے کہ انکو علم غیب ہو تو نہایت تاکید سے علیم ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے منحصر کر دیا اور حکیم مین
اشارہ ہے کہ یہ فراق جو لطائف حکمت سے واقع ہوئے حکمت الٰہیہ و رحمت کاملہ ہے جو کچھ اس نے فرمایا سب علم و حکمت کے ساتھ کیا ہے۔ وَتَوَلّٰی
عَنْهُمْ اور منھ موڑ لیا اُن لوگون سے یعنی زیادہ التفات نہ کیا بلکہ جو کچھ کہنا تھا مختصر بیان کر کے ان لوگون کی طرف سے منھ پھیر لیا اور جناب
باری تعالیٰ مین رجوع لائے۔ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اور کہا کہ اے اندوہ سخت یوسف پر۔ اسف نہایت سخت اندر ہی اندر
غم و اندوہ کو کہتے ہین جو کسی چیز کے فراق مین ہو پس یوسف کے فراق پر سخت حزن و اندوہ کو پکارا گویا کہا کہ فراق یوسف مین اے اندوہ شدید
تو حاضر ہو کہ تیرا وقت ہے جیسے جاہل کافر لوگ یا ویلاہ کہا کرتے ہین اور دل کا تعلق جہنم سے ہے کہ جہالت سے جہنمی ہی کو پکارتا ہے اگر وہم
ہو کہ یہ تو اظہار جزع ہے کہ اندوہ کو پکارا تو جواب یہ ہے کہ یہ جو مذکور ہوا یہ گویا اصلی لغت کی تحقیق سے متعلق ہے پھر استعمال اسکا دوسرے
معنون مین ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ الآیۃ۔ حالانکہ ویل سے انکی مراد
وہ معنی نہین ہین جو کافر آدمی مراد لیا کرتا ہے جسکی غرض صدمہ کے وقت پیٹنا اور جزع فزع کرنا ہوتی ہے یا کافرہ عورت کو سننے کے وقت جہالت
کے معنی دل مین لاتی ہے بوجہ اسکے کہ وہ ایمان و اس کی نیت سے غافل ہے اسی طرح حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے لغوی معنی نہین
لیے بلکہ لوگون سے منھ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور عرض کی کہ اے رب مصیبت مجھ پر درد و اندوہ شدید آیا یوسف کے فراق مین
اور دلیل اسپر کہ یہ جناب باری مین رجوع ہے نہ لوگون کو سنانے یا غفلت مین نالہ و فریاد کرنے کا شیوہ ہے وہ حدیث ہے جو طبرانی رحمہ نے
روایت کی کہ اگلی امتون مین سے کسی امت کو کلمہ استرجاع اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ نہین دیا گیا کہ وقت مصیبت کے کہتے سوائے امت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے تو نہین دیکھتا کہ یعقوب نے یہ کلمہ نہین کہا بلکہ کہا یا اسفی علی یوسف مترجم کہتا ہے کہ سراج مین اسی طرح لکھا کہ طبرانی نے یہ
حدیث روایت کی۔ اور ظاہر احادیث کا لفظ الطریق عموم اثر کو لکھا و ترجمہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قال عبد الرزاق انبانا الثوری عن سفیان
العصفری عن سعید بن جبیر قال لم یعط احد غیر ہذہ الامۃ الاسترجاع الا تسمعون الی قول یعقوب علیہ السلام یا اسفی علی یوسف یعنے سعید
بن جبیر رضی اللہ عنہ جو تابعین مین سے ہین اور حجاج ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور قصہ عجیب عبرتناک ہے انھون نے کہا کہ استرجاع
سوائے اس امت کے کسی اور کو نہین دیا گیا کیا تم کان نہین دھرتے ہو قول یعقوب کی طرف کہ کہا یا اسفی علی یوسف۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ
الْحُزْنِ اور سپید ہو گئین اُس کی دونون آنکھین بسبب اندوہ کے فَهُوَ كَظِيْمٌ پس وہ اندر ہی اندر گھٹے ہوئے چپ تھے یعنی کسی مخلوق کی
طرف کچھ شکایت نہ کرتے اور چپ خاموش تھے جیسے کاظم الغیظ اندر ہی اندر غصہ پی جاتا ہے یہ معنی قتادہ رح وغیرہ نے بیان کیے ہین اور ضحاک وغیرہ
نے کہا کہ کظیم بمعنی کئیب و حزین یعنی درماندہ محزون۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ کظیم اندوہ سے بھرا ہوا کچھ باہر نہ نکلا یہ فعیل بمعنی مفعول ہے جیسے قولہ وہو مکظوم
اور محاورہ یہ ماخوذ از کظم السقاء ہے جبکہ مشک بھر کر منھ باندھ دیا جاوے۔ اور کہا کہ یا فعیل بمعنی فاعل جیسے قولہ والکاظمین الغیظ۔ تو ماخوذ ہے کظم البعیر جرتہ
جبکہ اونٹ پاگر کو نگل جاوے۔ پھر بیاض عینین مین دو قول ہین ایک یہ کہ چھ برس نابینا ہو گئے یہ مقاتل سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ کثرت اشکون
سے سپیدی طاری تھی اور یہ قول صحیح نہین ہے کیونکہ قمیص یوسف سے دوبارہ بینائی آئی ہے پس صواب یہی ہے کہ آنکھین بدستور تھین مگر بینائی کی قوت
زائل ہو کر سپید ہو گئی تھین اور واللہ اعلم یہ شاید بطفہ عینیہ یا نقبۃ النور مین پانی اُتر آنے و کھر جانے سے ہوتا ہے ولیکن جہان حکمت حق عز و جل اظہار
معجزات ظاہر ہوتی ہے ایسی توجیہ کی کچھ ضرورت نہین ہے پھر یہان سوال ہوا کہ حضرت یعقوب نے فقط یوسف پر اسف و تاسف کیا اور باقی دونون

بیٹون پر تاسف نہ کیا تو بیضاوی ہو وکشاف وانکی اتباع سراج وغیرہ مین لکھا کہ ایک یہ وجہ تھی کہ آنحضرت علیہ السلام ان دونون کے زندہ ہونے پر یقین رکھتے تھے بخلاف یوسف کے اسوجہ سے فقط یوسف پر تاسف کیا مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ توجیہ پیچ ہو اسواسطے کہ ابھی خود کہہ چکے ہین کہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا یہ توجیہ تا یوسف پر علیہ ہے اور یہ قول کہ فوت احسن الظن تھا استبعاد ہو اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ اصلی لال فراق یوسف تھا اسی کے پیچھے یہ دونون رنج ہوگئے تو گویا اصلی زخم پر اور زخم لگا پس تازہ ہوکر اندوہ شدید تک پہونچا مین کہتا ہون کہ وجہ تو یہی ہو کہ اصل اس حکمت مین فراق یوسف علیہ السلام تھا ورنہ سوائے اس کے باقی بیٹون سے اندوہ اسقدر بدنہ تاسف کم نہو الیس یہ مقام اہل علم وادراک کے لیے محل فکر ہو۔ اب یہان یہ سوال ہے کہ رونا اور تاسف آیا جائز ہو تو بیضاوی نے اور اسکی اتباع مین ایک جماعت نے لکھا کہ اس مین دلیل ہو کہ تفجیع اور مصیبت کے وقت رونا اور تاسف کرنا جائز ہوا اور کہا کہ شاید ایسے اوقات داخل تکلیف نہین ہین یعنی بندہ کو ایسے وقت بے اختیاری مین کوئی اختیاری فعل پر قائم رہنے کی تکلیف عبودیت نہین دی گئی ہو کیونکہ مصیبتون کے وقت بہت کم آدمی اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو یعنی بے اختیار ہوجاتا ہوا اور یہی بے اختیاری رافع تکلیف ہو اور لکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے وقت آنکھون مین آنسو بھر لائے۔ ابن عوف رض نے کہا کہ آپ یا رسول اللہ فرمایا کہ اے ابن عوف یہ رحمت ہو اور فرمایا کہ دل محزون ہوتا ہوتا ہو اور آنکھین آنسو بھر لاتی ہین اور ہم کوئی بات نہین کہتے مگر وہی جس سے ہمارا رب خوش ہو اور ہم تیری جدائی پر اے ابراہیم بیشک غمگین ہین رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہو کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی مرنے لگی تو انھون نے اپنے والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ دوسری مرتبہ کے اصرار پر گئے اسکا دم ٹوٹتا تھا تو رونے لگے پس بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ روتے ہین فرمایا کہ یہ رونا شفقت ہو رواہ البخاری۔ اور فرزند ابراہیم کے لیے بشارت دی کہ جنت مین اُسکے لیے دودھ پلانے والی ہو رواہ البخاری اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ لوگون پر مشتبہ ہوگیا ہو۔ اور جو کچھ میرے نزدیک آیات واحادیث واقوال علماء سے ہو وہ یہ ہو کہ جزع وفزع کافر کا اضطراب قلب ہو جس سے اس کو بدحواسی کی نوبت پہونچتی ہو کیونکہ وہ آخرت کا قائل نہین ہو اور اس سے قلب کی صلاحیت مین اور حق تعالے کے ارادہ ومرضی مین انکا نشار اضی ہوتی ہو اور یہ بہر حال مین حرام ومنع ہو خواہ روئے یا نہ روئے کیونکہ کفر تو بہر حال مین بُرا ہو اور اسی کے آثار سے ہو پیٹنا اور بیان کرنا اسیواسطے حدیث ہو کہ النیاحۃ من عمل الجاہلیۃ۔ اور دستور تھا کہ بلکہ اور تنہا تنہا ماتم کرتی تھین عورتین گریبان پھاڑتین اور منہ نوچتی اور بال نوچتی اور پچھاڑین کھاتی اور مرثیہ وبین پڑھتی تھین اور ماتم کرتی تھین اور پاس پڑوس کی عورتین اور عزیز اقارب سب رونے مین شرکت کرنے کو باری باری سے جاتی تھین۔ اب اس مسئلہ مین خوض دو طرح پر منحصر ہوا ایک تو اس اصول پر کہ کفر وجہالت کی مشابہت حرام ہو اور دوم جو اثر دل پر واعتقاد پر خلاف رضا سے حق عز وجل ہو وہ حرام ہو باقی جائز ہو۔ تو مین کہتا ہون کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودیہ عورت پر اسکے لوگون کو روتے دیکھکر فرمایا کہ وہ تو اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہو اور یہان اسپر لوگ روتے ہین اسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا ہو اور ایک حدیث مین آیا کہ کافر پر جب اُسکے لوگ ایسا اور ایسا تعریفا کہکر روتے ہین تو وہ اسی پر عذاب کیا جاتا ہو کہ تو ایسا تھا اور تو ایسا تھا حالانکہ وہ کافر تھا پس نوحہ وبیان کرنا اور گریبان پھاڑنا اور رونے مین شرکت کرنا اور مانند اسکے افعال قبیحہ حرام ہین اور بخاری رح نے کہا کہ اگر کسی شخص کا دستور ہو کہ رونے وماتم مین شریک ہوتا ہو یا اپنی جورو وعیال کو اجازت دیتا ہو تو اُسکے مرنے پر جیسے اس فعل پر ماخوذ ہوگا ویسے ہی جب یہ لوگ اسپر روئینگے تب پکڑا جاویگا۔ اور جو عورتین کہ بیان کرتی ہین یا ایسی حرکتین کرتی ہین جو رضا سے حق پر راضی ہونے کی دلیل نہین ہین تو وہ منع کیا وہین چنانچہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ فرماتی ہین کہ جب ابو سلمہ یعنے انکے شوہر مرے تو قصد کیا کہ ایسا رونا روؤن جو لوگون مین یادگار رہے اور ایک عورت انکی شریک

ہونے کو آئی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگئے اور فرمایا کہ ارے تو چاہتی ہے کہ جس گھر سے اللہ تعالے نے شیطان کو نکالا ہے تو اسمین پھر اسکو داخل کرے پس مین باز رہی۔ رواہ مسلم اور ام المؤمنین سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا تھا کہ جو کوئی وقت مصیبت کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اسکو اول سے بہتر ملتا ہے پس مین نے وفات ابو سلمہ پر یہ کلمہ کہا اور ثواب کی امید وار رہی کیونکہ مجھے خیال تھا کہ بھلے ابو سلمہ سے بہتر کون ملیگا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالے نے اپنا حبیب خاص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیا۔ والحدیث فی الصحیح۔ الغرض ام سلمہ رض کو ایسے رونے سے منع فرمایا اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہو کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر پہونچی ا اور ساتھ ہی زید بن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوئے تھے تو آپ مسجد مین بیٹھے اور آپپر حزن وملال ظاہر تھا پس آپ سے ایک نے جعفر رض کی عورتون کا رونا بیان کیا آپنے منع کرایا پھر دوبارہ بیان کیا آپ نے منع کرایا پھر تیسری بار اُسنے کہا کہ وہ نہین مانتی ہین تو فرمایا کہ انکی منھون مین خاک بھر دے رواہ اصحاب الصحاح پس یہ رونا بھی آپ کو علم نبوت سے معلوم ہوگیا کہ خلاف رضا سے دلی ہے جیسے علم نبوت سے یہ امر معلوم ہوگیا تھا کہ سرداران لشکر جعفر رض و ابن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوگئے اور خالد نے بغیر سرداری کے نشان اُٹھا لیا اور اُسکو اللہ تعالے نے فتح دی اور کفار مخذول وخوار ومنہزم ہوئے اور حضرت عمر رض کی شہادت کے وقت صہیب رض روتے آئے اور کہتے کہ اے بھائی اے ہمارے سردار بھائی پس عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حالت زخم مین فرمایا کہ اے صہیب مجھپر روتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اسکے لوگون کے رونے سے عذاب ہوتا ہے یعنی میرے بعد بھی نہ رونا اور جہالت کا رونا مت رو۔ اور اسی قسم سے ہے حدیث انس رض کہ ایک عورت اپنے بچہ پر روتی تھی یعنی ایسا ہی رونا جسمین مشیت وارادہ آلہی سے ناراضی اور قلب مین جزع وفزع جس سے تہ و بالا ہوجاوے پس آپ نے فرمایا کہ اے عورت تقویٰ کر اللہ تعالے سے اور صبر کر اس نے کہا کہ اے شخص تجھکو میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے جب آپ چلے گئے تو کسی نے اُس سے کہا کہ اے عورت یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ سنکر اُس پر خود مثل موت کے غم طاری ہوا اور دوڑی آئی دیکھا کہ دروازہ پر دربان نہین ہین وہ اندر آئی اور عذر کیا کہ مین نے نہین پہچانا اور اب مین صبر کرتی ہون تو آپ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اللہ تعالے اول صدمہ کے وقت عطا فرماتا ہو رواہ اصحاب الصحاح یعنی صبر کا وہ وقت تھا جب صدمہ پہونچا تھا تو اسوقت جب رضاے آلہی پر رضامندی ول پر طاری ہوئی اور نفس مغلوب کیا گیا تو اللہ تعالے کی رضامندی ومحبت پائی گئی اور اب تو نفس خود تھک کر بیٹھ رہا اور انس رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی مصیبت پر ہوتا ہو اور جب اللہ تعالے کسی قوم کو محبوب رکھتا ہو تو انکو مصیبت مین مبتلا کرتا ہو پس جو اسمین سے راضی ہوا اُسکے واسطے رضاے حق عزوجل ہو اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے حق تعالے کی ناراضی ہو رواہ الترمذی اور دیگر احادیث صحیحہ مین نوحہ کرنے والیون اور گریبان پھاڑنے منھ نوچنے بال گھسوٹنے والیون پر لعنت مذکور ہو پس یہ رونا اور یہ طریقہ مجموعہ اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ سب حرام ہین اور ہا رونا وہ کہ جو حزن قلب پر ہو اور فراق چند روزہ پر ہو باوجود یقین اس بات کے کہ آخرت برحق ہے اور باوجود یقین اس بات کے جو اللہ تعالے نے کیا اُس کی رضامندی ہمارے سر آنکھون پر ہے اور قلب اپنے حال پر اللہ تعالے کی محبت پر قائم ہے اور جو ہوا اُسکو عقل وقلب سے بنظر رضامندی دیکھتا ہو اور حزن وملال اسکا مثل اس مضغہ لحم وپارہ گوشت کا ہو تو اس مین اگر کوئی ہو کہ اسکو خوشی ہو تو وہ بڑا ثواب پاویگا اور کوئی ہو کہ محزون ہو کر بدہ رجاوے تو درجہ دوم اور کوئی ہو کہ زبان سے استرجاع کرے اور آنکھون سے آنسو بہاوے تو بھی مضائقہ نہین اور ثواب صبر عظیم اسکو ملیگا بالفضل اللہ سبحانہ تعالے اور اسی قسم سے ہے حدیث ابو ہریرہ رض کہ خاندان رسول اللہ صلعم مین سے کسی کا انتقال ہوا پس عورتین رونے لگین پس عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر انکو منع وجھڑکنا شروع کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے عمر انکو پڑا رہنے دو چھوڑ دو کیونکہ آنکھ آنسو بھر لاتی ہو اور قلب کو صدمہ پہونچا ہو اور زمانہ قریب ہے۔ رواہ النسائی اور

لـه خبر پہونچی تا قول اس سے پہلے آپ نے لوگون کو ان سب کی شہادت سے آگاہ کردیا تھا اور کہدیا تھا کہ خالد بن ولید ان سرداران لشکر کے شہید ہونے کے بعد اپنی راے سے سردار ہوگیا اور اللہ تعالے نے اسکو فتح دی ہے اور کفار روم نے فاش شکست کھائی ہے ۱۲ م۔

حدیث عائشہ رضؓ کہ آنحضرت صلعم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا درحالیکہ وہ مردہ پڑے تھے اور آپ کی آنکھوں کے اندر آنسو بھر آکے ڈبڈباتے تھے
رواہ الترمذی وابوداؤد پس حاصل یہ کہ جسقدر یقین وایمان مضبوط ہوتا ہے اسی قدر تقدیر ومشیت الٰہی پر رضامندی پوری واطمینان ہوتا ہے
کہ کچھ دن بعد آخرت میں ہم سے ملاقات ہوگی گران دونوں کے فراق کا صدمہ اور دیگر جسمانی خیالات پر شفقت ہوتی ہے اور یہی ہے حدیث آنحضرت
صلعم کہ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی رواہ فی الصحیح یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور
ہر ایک چیز اس کے نزدیک میعاد مقرر ہے پس اس یقین پر اسکو کوئی اضطراب وجزع نہیں ہوتا اور یہ امر تم کو مشوش نہ کرے کہ دونوں باتیں
کیونکر جمع ہوتی ہیں تو مثال دیکھو کہ آدمی پھوڑا چیرنے اور تلخ دوا پینے پر حکیم سے راضی ہوتا ہے لیکن اسکو تکلیف ودرد معلوم ہوتا ہے پس مومن کو
صرف چندروزہ فراق کا صدمہ ہوتا ہے جیسے کوئی پردیس جاتا ہے یا لڑکی اپنی ماں کے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو فراق کا صدمہ ہوتا ہے وقد
قال علیہ السلام انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم غمگین ہیں حالانکہ جنت میں لیجائی یقینی تھی اور خود آگاہ فرمایا کہ
جنت میں وہ پرورش پاتا ہے اس کی دائی ہے پس حاصل یہ ہے کہ کبھی بظاہر صورت بندہ صابر سے وہ بات پائی جاتی ہے جسکو عوام اپنے اوپر قیاس
کرتے ہیں حالانکہ نیات میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے اور یہاں چیز میں معتبر ہے جہاں آخری جزو اعتبار کا افعال قلوب میں سے ہے آیا تم نہیں دیکھتے
کہ نماز کی شکل ایک منافق کی اور ایک مخلص کی یکساں ہے حالانکہ کتنا بڑا فرق بلکہ ذات میں اختلاف ہے اور اسی کے نظائر میں یہاں گریہ وبکا ہے اسی طرح شدت
مرض میں دلیر وشجاع کافر اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہے کیونکہ اسوجہ سے کہ اسکو رفیق اعلیٰ کا اشتیاق ہے بلکہ تکلیف سے جیسے قزمان مدنی نے کیا تھا۔ بالجملہ شفقت
وحسن نیت کی قسم سے ہے حدیث انس رضی اللہ عنہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احتضار کا وقت آیا تو آپ پر کرب شدید ہوا پس حضرت سیدۃ النساء
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واکرباہ اباہ۔ ہائے میرے باپ کو کسقدر کرب شدید ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لخت جگر آج کے سوا تیرے
باپ پر کبھی کرب نہ ہوگا پھر جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا روئیں اور کہا کہ یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من الجنۃ الفردوس ماواہ یا
ابتاہ الیٰ جبرئیل ننعاہ یعنی اے میرے باپ تم نے اپنے پروردگار کا بلانا قبول کر لیا اے میرے باپ تمہارا ٹھکانا تو جنت الفردوس ہے اے میرے
باپ جبرئیل سے تمہاری تعزیت ہے پھر جب آپ دفن ہوئے تو کہا کہ اے انس کیسے تم لوگوں کے جی کو گوارا ہوا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
مٹی ڈالدی مترجم کہتا ہے کہ یا والہ نیر سے ظلم ہے میرے قلم کے جاکہ جگر سے یہ کیا نکل رہا ہے اللہم توفنی مومنا متبعا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اے
اہل ایمان آگاہ رہو کہ حدیث صحیح میں حضرت سرور عالم نبی کریم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے لیے
سب سے زیادہ مصیبت میرا رحلت کرنا ہے اس سے زیادہ انپر کوئی مصیبت نہ ہوگی رواہ الائمۃ فی الصحاح آہ آہ جانہا سے ما فدائے خاک پائے تو باد کوئی
شبہ نہیں کہ ہم لوگوں کو ایسی مصیبت نہیں پہنچی جو خود اس زمانہ میں ہے ارحمنا یا ارحم الراحمین اور انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں جماعت انصار
رضی اللہ عنہم کا رونا درباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں شدت ہوئی تھی اسی معنی میں مروی ہے یہاں چند احادیث وفوائد مختصر استطرادا
لکھدیتا ہوں اول آنکہ اکثر لوگ آسانی سے موت کو اچھا سمجھتے ہیں اور یہ باطل ہے صحیح یہ ہے کہ اس سے کچھ بھی استدلال نہیں ہوتا بلکہ سختی سے موت کفارہ
گناہ وہی موت انبیاء علیہم السلام ہے۔ دوم آنکہ دم نکل جانا عبید بن خالد السلمی کی حدیث میں ہے کہ کافر کے لیے مصیبت وعذاب ہے اور مومن
کے لیے رحمت ہے۔ رواہ ابوداؤد بیضاوی جو کوئی ایمان پر مرا ہر حال میں اچھا ہے اور جو کافر ہو یا نام کا مسلمان ہو دل میں نہ ہو وہ ہر حال میں برا ہے سوم
حدیث ابوہریرہ رضؓ برابر مومن مرد اور مومنہ عورت کی جان ومال واولاد پر بلا نازل ہوتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے پاکیزہ حال پر ملتا ہے کہ اسپر کوئی
گناہ نہیں ہوتا رواہ مالک والترمذی۔ حدیث جابر رضؓ جب عاقبت میں دنیا کے ایمان والے جو بلاؤں میں مبتلا رہے تھے انکو ثواب عطا ہوگا تو جو

لوگ سلامتی سے رہے وہ تمنا کرینگے کہ کاش ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی۔ رواہ الترمذی۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ کافر و منافق دنیا میں آرام
سے رہتا ہے یہان تک کہ صنوبر کے درخت کی طرح یکبارگی برباد ہوتا ہے۔ اب میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ
الصلوٰۃ والسلام کو باطن میں جو اجر جزیل و ثواب جمیل ہوا اسکا مترجم ضعیف کیونکر تاڑ کر سکتا ہے اور ظاہر میں دیکھو کہ آنکھیں جاتی رہیں پس حضرت
ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہے کہ میں نے جسکی دونوں پیاریاں یعنے آنکھیں
لے لیں اور اس نے صبر و ثواب کی نیت کی تو اس کے لیے میں کسی ثواب پر راضی نہیں ہوں سواے جنت کے یعنی اسکو قطعی ثواب جنت ہے۔
رواہ البخاری والترمذی وصححہ۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ جب بندہ مومن کا کوئی صفی یعنی پیارا اہل زمین
سے اللہ تعالے لے لیتا ہے اور وہ صبر و ثواب کی نیت رکھتا ہے تو سواے جنت کے اس کے لیے دیگر ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔ رواہ النسائی
اور صحیحین میں ہے کہ نہیں پہونچتا مومن کو کوئی تعب و درد و مرض اور غم حتی کہ فکر و تشویش مگر آنکہ اللہ تعالے اُسکے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ اور دیکھو
کہ پہلے ایک اولاد کا فراق ہوا پھر دو کا اور ساتھ ہی تین کا فراق ہوا اور تین اولاد کی موت کا ثواب جنت ہے تو گویا اس کرامت سے بھی سرفراز کیا
اور فراق ایک مدت غیر معلوم کا بمنزلہ موت ہے کیونکہ موت بھی اہل ایمان کے نزدیک ایک فراق غیر معلوم ہے اور حدیث ابی سعید رضی اللہ
عنہ میں آنحضرت صلعم نے عورتوں کو جو وعظ سنایا اسمیں ہے کہ جس عورت نے تین نابالغ اولاد پہلے بھیجی ہوں وے ضرور اسکے واسطے آتش دوزخ سے
روک ہو جاوینگے پس ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر دو ہوں تو فرمایا کہ اگر دو ہوں تو بھی یہی ہے۔ رواہ البخاری ومسلم اور حدیث
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا اسمیں عورتوں و مردوں سب کے لیے یہ بشارت ہے اور ایک روایت میں ایک فرزند
کے حق میں بھی یہ بشارت ہے اور اسمیں مذکور ہے کہ فتمسہ النار الا تحلۃ القسم یعنی آگ اسکو نہ چھووے گی مگر قسم پوری ہونے کو۔ اور اس لفظ کے معنے میں
صاحب تیسیر سے سہو ہوا کہ اُس نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ نہایت خفیف چھووے گی جیسے قسم کھانے والے کی قسم پوری ہو جاتی ہے۔ اور صواب یہ
ہے کہ آگ بالکل نہیں چھووے گی ولیکن قسم رب تبارک تعالیٰ کی یعنی قولہ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا۔ پوری ہو جاویگی یعنی دوزخ کی
راہ سے سب کا گذر ہوگا اور اس سے یہ لازم نہیں کہ آگ چھو جاوے کیونکہ دار الآخرہ حیوان ہے حتی کہ حدیث میں ہے کہ جہنم کہیگی اے بندہ مومن جلد
چلے جاؤ کہ تمہارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے۔ فالحاصل ان المراد بالقسم ما فی الآیۃ وتحلۃ ہذہ الیمین بالایراد فیہا لا بالمس والاستثناء منقطع فافہم
اور واضح ہو کہ صغیر اولاد کے جنازہ پر دعا میں فرط مذکور و معروف ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں دو فرط مذکور ہیں اور مراد وہی ہے
جو مذکور ہوئی ولیکن اسمیں یہ بشارت زائد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے کہا کہ یا حضرت جسکا ایک فرط ہو تو فرمایا کہ اے موفقہ وہ بھی جسکا ایک فرط ہو
پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکی اُمت میں سے جسکا فرط ہی نہو یعنی اولاد ہی نہو تو فرمایا کہ میں اپنی اُمت کا فرط ہوں انکو مجھ سے بڑھکر کوئی
مصیبت نہ پہونچیگی۔ رواہ الترمذی یعنی میری وفات ہر وقت ہر زمانہ میں میری اُمت کے لیے ایسا سخت اندوہ ہے کہ انکی آل اولاد کسی کے مرنے کی
مصیبت انکو اتنی بڑی نہ پہونچیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ بہت صحیح فرمایا اسواسطے کہ ایمان نہیں جسکو آپ اسکی جان و اولاد وغیرہ تمام جہان سے پیارے
نہوں فافہم واللہ تعالیٰ ہو الکریم المتفضل الکبیر المتعال المفضل بالبشارۃ وہو العلیم الحکیم سمرقندی نے کہا کہ شرف انسان بزبان و چشم و دل ہے اور حضرت یعقوب کی
نسبت ان تینوں کا غم میں مستغرق ہونا بیان کیا تو یہ شدت غم کی پوری تصویر ہے۔ القصہ جب آنحضرت علیہ السلام نے اسطرح یوسف کو یاد کر کے
غم شدید اٹھایا تو عیال و اولاد جو حاضر تھی غمناک ہوئی اور۔ قالوا۔ انہوں نے آنحضرت سے کہا۔ تاللہ۔ قسم اللہ تعالیٰ کی۔ تفتؤ۔ لا تفتؤا سے
لا تزال۔ تو برابر ہمیشہ۔ تذکر یوسف۔ یاد کرتا ہے یوسف کو جسکو گم کیا ہے اسکو یاد کر کے۔ حتی الی ان۔ تکون حرضا۔ یہان تک کہ تو ہو جاوے

مرنے کے قریب۔ اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ یا تو ہو جاوے مرجانے والون مین سے یعنی مردہ ہو جاوے ولیکن ادب سے دوسری طرح یہ مضمون ادا کیا۔ سوال ہوا کہ انھون نے قسم سے یہ بات کیونکر بیان کی۔ جواب دیا گیا کہ انھون نے ظاہر حالت دیکھکر قسم کھائی ہے مترجم کہتا ہے کہ قسم قطعی چیز پر کھانا چاہیے یا جسکا الیقین سما جاوے اگرچہ واقع مین نہو پس اگر انھون نے برابر یوسف کو یاد کرنا قسم سے بیان کیا تو یہ لغو قسم مین سے ہو اور بات صحیح ہے اور اگر انھون نے نتیجہ پر قسم کھائی کہ قریب المرگ یا ہلاک ہو جاوے تو یہ یقین ان کے دل مین سما گیا تھا مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً قریب ہلاک ہونا تو واقعی تھا اور مردہ ہو جانا احتمالی اور قسم مین کسی بات پر انحصار نہین ہے تو کوئی سوال وارد نہین ہوتا ہے۔ سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ موجود بیٹون نے کہا اور بعض کے نزدیک گھر والے پوتے پروتے وغیرہ نے کہا ہے۔ تو آنحضرت علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ کہا کہ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّيۡ مین تو شکوہ کرتا ہون اپنی پریشانی کا۔ وَحُزۡنِيۡۤ اور اپنے اندوہ و غم کا۔ اِلَى اللّٰهِ فقط اللہ تعالےٰ کی درگاہ مین یعنی میرا شکوہ کسی غیر سے نہین ہے بلکہ اللہ تعالےٰ سے ہے۔ دیکھو انھون نے رونے دھونے اور غم کرنے سے روکا تھا اور آپ نے یہ اقرار نہ کیا کہ مین نہ کرونگا یا مجھے ایسا صدمہ نہوگا یا مانا اس کے بلکہ یہ جواب دیا کہ مین فقط اللہ تعالےٰ سے شکوہ کرتا ہون تو مراد یہ ہے کہ میرا اندوہ جب اللہ تعالےٰ کی جانب ہے تو وہ علیم حکیم ہے وہی فرماویگا جو اس کی رحمت و کبریائی کے لائق ہے اور میرا ثواب باطل نہوگا پھر اسکا اندیشہ نہ کرنا چاہیے اور اس سے زیادہ انکی تسکین کردی بقولہ۔ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ اور مین جانتا ہون اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو تم نہین جانتے ہو۔ یعنے مجھے ان معاملات الٰہی مین سے جو کچھ معلوم ہے وہ تم کو نہین معلوم ہے پس تم میرے فعل کو اپنے فعل پر قیاس مت کرو۔ خوب کہا ہے کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر یعنی پاک لوگون کا قیاس اپنے اوپر مت کر اگرچہ لکھنے مین شیر کی و شیر کی ایک صورت ہے حالانکہ جانور شیر ببر درندہ حرام ہے اور شیر دودھ پاک و نفیس ہے اور حقیقت ذاتی مین کتنا بڑا فرق ہے۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ مین اللہ تعالےٰ کی رحمت و صنعت جانتا ہون اور یہ کہ دعا کرنے والے کو نا امید نہین کرتا اور ملتجی کو نہین چھوڑتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اگرچہ خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر تامل ہے اسلیے کہ یہ باتین تو وہ لوگ بھی جانتے ہونگے علاوہ اس کے دعا کرنا اور التجا کرنا ایسی گریہ و زاری کو مستوجب نہین کہ جسکی انھون نے شکایت کی تھی۔ اور سراج وغیرہ مین یہان عام خیالات سے کہ اسرائیلی روایات لکھین از انجملہ یہ کہ ملک الموت کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تم نے یوسف کی روح قبض کی تو انھون نے کہا کہ نہین اور مصر کی جانب اشارہ کیا کہ وہان تلاش کرو اور از انجملہ یہ کہ جب بیٹون نے بادشاہ کی صفات و حالات ذکر کیے تو سمجھے کہ وہ یوسف ہوگا اور کافرون مین ایسا آدمی ہونا بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ اقرب وہ قول بیضاوی رح ہے کہ مجھے حکمت الٰہیہ سے وہ علم ہے جو تمکو نہین ہے پس میرا فعل اس حکمت پر مبنی ہے اور وہ بھی اولیٰ ہے جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون یعنی خواب یوسف اور اللہ تعالیٰ ضرور اسکو سچ ظاہر کریگا۔ اور عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مین جانتا ہون کہ خواب یوسف سچ ہے اور مین اسکے لیے سجدہ کرونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین اشارت ہے کہ میری گریہ و زاری اپنے رب کی جانب بعض حکمت پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ قال بل سولت لکم انفسکم امرا یہ یعقوب علیہ السلام کا جواب ہے اس مین رمز و اشارہ سے حقیقت کا اشارہ کیا یعنی سرقہ تو نہین ہے جو صداع چرانا تم گمان کرتے ہو اور یہ فعل انبیاء نہین ہے بلکہ سرقہ اسرار یوسف ہین جو کامن غیب کی واردات سے اسکو آگاہ کیے ہین۔ قولہ فصبر جمیل اشارہ ہے کہ مین یوسف کو عیاناً ہین کو مجالس انس مین دیکھتا ہون اور صبر کرتا ہون یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکو مجھ تک پہنچا دیوے اور صبر جمیل کے معنے یہان یہ ہین کہ یہ بھید پوشیدہ رکھونگا اور زیادہ خوشی و فرحت کو پی جاؤنگا تاکہ تقدیر کا بھید ظاہر نہو اور ربوبیت کا معاملہ پردہ مین رہے اور یہ مرتبہ ہین انبیاء علیہم السلام کا ہے اور

انکو اس خبر سے زمانہ وصال قریب ہونے کا علم ہوا بدلیل قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا یہ امید دیدار و وصال کو متیقن ہے۔ قولہ انہ ہو العلیم الحکیم۔ اسکے
معنے یہ ہین کہ جو مین کرتا ہون وہ جانتا ہے اور اس نے اپنے علم و حکمت سے میرا فراق دور ہونے کا حکم دیدیا ہے۔ اور نیز صبر جمیل یہان بلا پر بلا کا
برداشت کرنا اسطرح کہ معارضہ چھوڑکر بلا ڈالنے والے پر نظر رہے۔ اور نیز صبر جمیل دلیری ہے تلخی بلا کو بتدریج برداشت کرین اور شکوہ
نکرین۔ اور نیز صبر جمیل وہ ہے جو بقوت الٰہیہ ہو کما قال تعالے واصبر وما صبرک الا باللہ۔ اور جنید رح نے کہا کہ ابتدا و انتہا ایکحال پر ہو کہ دل دکھی اور آہ و شکوہ
نہو۔ بعض نے کہا کہ صبر جمیل وہ ہے جسمین اظہار شکوہ نہو اور بلا محسوس نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ درجہ تمکین و فنا ہے کہ بلا و خوشی کچھ احساس نہو تو صبر کی
صورت اسمین تقدیر ہے وہان جمیل و غیر جمیل سب یکسان ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور اشارہ جو قولہ بل سولت لکم انفسکم امرا مین ذکر کیا وہ شیخ کے
اشارات مین سے ہے اور مترجم کی سمجھ مین حقیقت اسی قدر آئی جو اس نے سابق مین ذکر کی ہے کہ انکے نفوس نے بیجا تسویل کرکے ایسے کہا یا کہ جسکی
رحل مین صواع ملے وہی پکڑا جاوے اور کوئی قید سرقہ وغیرہ کی نہ لگائی پس یہ تجویز تسویل نفس تھی جس نے بنیامین کو گرفتار کرایا اور یہی قید
تقدیر ہے جسکا بیان قولہ کذلک کدنا لیوسف اور اسکے نظائر مانند قولہ مکروا و مکر اللہ الآیہ مین ہے پس مکر الٰہی یہ ہے کہ یہ لوگ جو اختیار و قہر الٰہی سے غافل
ہین اور اپنے آپ کو مختار سمجھکر اپنی مرضی و مراد کا حاصل کرنا چاہتے ہین وہ اپنی حرکات سے خلاف مراد مین گرفتار ہوتے ہین اور وہی ہوتا ہے جو
اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اور یہی کید فرمایا ہے جسکو لوگ سمجھتے نہین ہین فافہم فانہ دقیق۔ شیخ نے کہا کہ جب مخلوق کی بے حقیقت باتون سے دل تنگ ہوئے
تو اللہ تعالے کی طرف مناجات مین گئے قال تعالیٰ وتولی عنہم وقال یا اسفی علی یوسف۔ یہ درد و اندوہ یوسف پر درحقیقت نہ تھا بلکہ رب یوسف
پر تھا جسکی تجلی آئینہ یوسف سے انکو حاصل ہوئی تھی اور جب شہود غائب کردیا گیا تو فراق مین اسقدر روئے لیکن بھید مخفی کرنے کو یوسف کا نام
لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بظاہر اگرچہ عارف کے واسطے متعین نہین لیکن تجلی اتم مخلوقات مین سے ایک افضل پر ختم ہوئی اور وہ اسوقت مین یوسف علیہ السلام
تھے اور جملہ انبیاء اپنے وقت مین مظہر اتم ہین اور ہر نبی کے لیے دوسرا نبی مظہر اتم ہے اور آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سب کیواسطے مظہر اتم ہین
الغرض یہی وجہ تھی کہ اورون سے تسکین نہ پاتے تھے اور شاید کہ حکمت ربانیہ ان کے حق مین شہود صرف کی مقتضی ہوئی لہذا بنیامین کو جو
شفیق یوسف تھے جدا کردیا واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اورون سے منہ پھیرنا اسوجہ سے تھا کہ وہ دیدار جو یوسف مین تھا ان مین نظر
نہ آیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اس مقام پر بیان کو دستہ طول دیا ہے ناچار مین اختصار کرتا ہون۔ قولہ وابیضت عیناہ من الحزن جب حبیب
نظر نہ آیا تو بینائی نے اپنی نظر اورون پر ڈالنے سے چھپائی۔ چونکہ صبر جمیل کا دعویٰ کیا تو انکو عاجز کرکے اپنی طرف شکوہ پر مجبور کیا اسی واسطے بعض
مشائخ نے کہا کہ جنے صبر کرنے پر ہمت کی اس نے دلیری کی اور جسنے شکر کیا اپنا فائدہ دیکھا اور جسنے ذکر کیا مفتری ہے کہان آپکی ذات ارحم الراحمین اور
کہان بشر واسکے تحقیق۔ شیخ نے کہا کہ دو غائب کیے اور دین چھوڑے پھر شکوہ کیا اور صبر جمیل کا دعویٰ۔ ابن عطا رح نے کہا کہ یوسف سے مل کر
روئے اور کہا کہ وہ فراق کا اور یہ وصال کا ہے۔ شیخ ابو سعید القرشی نے کہا کہ غیرت حق عز و جل نے غیر کی نظر پر آنکھین قبض کرلین کہ جب تک
نہ دیکھیگا واپس نہ پاویگا۔ شیخ نے کہا کہ رونے سے یعقوب ع کی بینائی جاتی رہی اور آدم و داؤد کی باقی رہی تو فرق یہ کہ اس بینائی کو جمال حق سے
انقطاع ہوا اور مقام عشق درجہ خاص ہے پس بینائی بھی اسی کے ساتھ گئی جسکو دیکھا تھا کہ دوسرے کو نہ دیکھے اور واپس آنے کی جگہ لیبی
سے تھی اور داؤد و آدم علیہما السلام کا رونا توبہ و ندامت کا تھا جو مقام ابتدا ہے دیکھو کہ یونس و شعیب علیہما السلام کی بینائی جاتی رہی وہ
بشوق الٰہی عز و جل روتے تھے اور دیکھا کہ حدیث مین ہے کہ شعیب روئے روتے اندھے ہوگئے تو بینائی واپس کردی پھر اندھے ہوئے پھر واپس کردی پھر وحی
فرمائی کہ جنت چاہتا ہے تو یہ لے اور اگر دوزخ سے ڈرتا ہے تو تجھے نجات ہے عرض کیا کہ نہین تجھے چاہتا ہون فرمایا کہ اچھا میرا نبی کلیم دس سال تیری خدمت

کریگا۔ اسی طرح یونس کے قصہ مین بھی مروی ہے۔ اور جو رونا کہ بغم و حزن ہو آنکھ کو مضر ہوتا ہے اور جو بہ شوق و محبت ہو نور بڑھاتا ہے اور شاید
یعقوب ع کی بینائی جانا بعیر تقدم ہو کہ غیر کے واسطے روئے اگرچہ وہ آئینہ و مشہود اور ایک واسطہ تھا اور انکو اندھا نہ کہا بلکہ فرمایا آنکھین
سپید ہو گئین اور یہ ایک حجاب تھا کہ عالم پر نظر نہو۔ شیخ ابو علی الدقاق رح نے کہا کہ درحقیقت اندھے نہین ہوئے تھے بلکہ ایک پردہ دیدیا
گیا تھا۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ آدم و داؤد بخوف الٰہی روئے تھے تو انکی بینائی محفوظ رکھی گئی اور یعقوب ع بسبب جدائی فرزند کے
روئے تو سزا دی گئی۔ اور بھی شیخ قرشی رح کا قول ہے کہ غم کے رونے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور شوق کی گریہ سے بینائی مین رونق آتی ہے
اور کہا کہ نظیر وہ شخص جو غم سے بھرا ہوا ہو۔ واضح ہو کہ لطائف صنعت اجسام پر یہ ہے کہ جذب اثر کا خواص اس سے ظاہر ہوتا ہے پس اگر
بدنظر قوی خیال سے ہو جو اکثر مرد خبیث تیز نظر زرد رنگ خاموش شخص مین ہوتی ہے تو زائل کر دیتی جس چیز پر پڑتی ہے اللھم اعوذ بک اور اگر نظر
باخذ الطاف دریائے رحمت الٰہیہ ہو تو نور نظر و فرحت و سرور عطا ہوتا ہے واللہ تعالیٰ علی کل شیٔ قدیر۔ ابن عطا رح نے کہا کہ گریہ سے اندوہ نکالنا چاہا مگر
لذت سے پلکر گھونٹ لیا تو آنسو جم گئے اور آنکھین سپید ہو گئین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ایک کیفیت نفسانی کی طرف اشارہ ہے جو شخص اس کیفیت سے کچھ
واقف ہے سمجھیگا ورنہ مشکل ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ میرا مجرب ایک لطیفہ اس مقام پر یہ ہے کہ جو نظر از جانب عشق انسانی ہو تو اسکا درد و عذاب نہایت
سخت ہوتا ہے کیونکہ انسان مین کثافت ہے بخلاف محبت حق عز و جل کے کہ وہان راحت جنت مقابلہ نہین کر سکتی ہے پس چونکہ یعقوب علیہ السلام
ایک سخت درد و محبت مین تھے اسکو پی گئے کیونکہ مقام شکوے و شناعت ہے اور اگر یہ نہوتا تو عالم مین افشا بہت ہوتا اسی واسطے انکو کظیم
مین متمکن قرار دیکر بطور وصف ذکر فرمایا۔ اور چونکہ کثرت سے آہ و نالہ کا ضبط کیا تو روح ناطقہ سے جو راستہ نور باصرہ کو تھا وہ جل گیا کیونکہ روح
ناطقہ سے باصرہ کو نور نہایت تنگ شریان دماغ سے آتا ہے جب اسکو احتراق ہوا تو راستہ بند ہو گیا اس سے آنکھین سپید ہو گئین جب
لوگون نے انکا یہ حال دیکھا تو اپنی رائے پر اپنے نقل سے بطریق شفقت انکار کیا۔ الا انکی شفقت انکی سمجھ کے اندازہ پر تھی کما قال تعالیٰ قالوا
تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا الآیہ۔ ولیکن عشق مین عاشق کا اپنا فنا ہونا بھی آسان ہوتا ہے اور وہ کیونکر محبوب کی یاد سے
غافل ہو سکتا ہے جسنے اسکے قلب کو تمام و کمال احاطہ کر لیا ہے بلکہ اسکے تمام وجود کو اپنے نام سے بھر لیا ہے اور خوف ہلاک کیا ہو گا جبکہ اس ہلاک
سے ہمین بقا ہے قال تعالیٰ بل احیاء عند ربھم الآیہ۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ تفتؤا تذکر یوسف ای لا تزال تذکر یعنی برابر علی الدوام
ہر دم تو یوسف کو یاد کرتا ہے پس کوئی بتلاوے کہ رب یوسف کو کس وقت یاد کرتے تھے۔ مترجم کہتا ہے تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ یوسف کی یاد کرنے
سے وہ مطلب نہین ہے جو عوام خیال کرین بلکہ یوسف کے پیرایہ مین رب یوسف کو یاد کرتے تھے اور یہ خاص لوگون کا طریقہ ہے فافھم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور
کلمی شیخ قرشی رح نے بیان کیا کہ ہر مشتاق برابر اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے اس حد تک کہ لوگ اس طریقہ پر اسکو عار دلاتے ہین پس یا تو مرتا ہے تب مراد
پاتا ہے یا جیتے جی قرب محبوب مین پہونچ جاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی جو خواہش ہے وہ اسکا مطلوب ہے پس اگر خواہش شدید ہو تو طالب عاشق
اور مطلوب محبوب کہلاتا ہے پس اگر مطلوب یا محبوب باقی و بہتر ہو تو مستحسن ہے اور اگر فانی و ہالک ہو تو طالب و مطلوب دونون خراب ہین۔ اور مرکر
وہی طالب مراد پاتا ہے جسکا مطلوب باقی ہو فافھم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہانتک یاد کرو کہ لوگ تم کو
مجنون کہین۔ اور صحاح مین ہے کہ بہتیرے پریشان بال گرد آلودہ اگر کسی کے دروازہ جاوے تو اسکو للکار دے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا
معزز و مکرم ہے کہ اگر کسی بات کے ہو جانے پر قسم کھا لے تو اللہ تعالیٰ اسکو پورا کر دے حضرت انس بن النضر ایک جلیل القدر صحابی ہین جو انس بن
مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انہون نے کہا تھا کہ لا یا رسول اللہ واللہ لا تکسر ثنیۃ الربیع یعنی ربیع دختر نضر کی دوسری دختر کے

دانت اگلے توڑ دیئے تھے اور دعوے کے وقت ہر چند مخاصمین سے کہا گیا کہ ارش پر راضی ہو جاویں نہ مانے پس ربیع کے والد حضرت انس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑ دینگے نہیں یا رسول اللہ قسم اللہ تعالیٰ کی آپ نہیں توڑینگے دانت ربیع کے۔ آپ نے فرمایا کہ اے انس کتاب الٰہی میں قصاص منصوص ہے پس مخاصم لوگ ارش پر راضی ہوگئے اور قصاص چھوڑ دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا لیویں تو اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا ہے رواہ البخاری والحدیث من ثلاثیاتہ شیخ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عشق میں ہلاک لذیذ ہے تو خوف کیا ہوگا مترجم کہتا ہے کہ بعض نے حدیث روایت کی کہ عاشق عفیف اگر مر جاوے تو شہید ہوگا قلت قالوا موضوع ولعلہ من کلام بعض الصوفیۃ واللہ اعلم ومایشہد علیہ من القصۃ ذکرنا ہا فی تفسیر قولہ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان الآیہ۔ قولہ قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ یعنی اسرار موارد حق کا معاملہ میرا حق عزوجل کے ساتھ ہے جس نے بلا و قہر دیا اس نے قوت دی اور آسمان و زمین و عامہ انسان اسکو نہیں اٹھا سکتے پس تم سے بیان نہیں ہو سکتا ولہذا قال واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف شکوہ سے غرض یہ ہے کہ اس سے اسی کی طرف شکوہ ہے اور یہ بمانند قولہ علیہ السلام اعوذ بمعافاتک من عقوبتک۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ حزن یعقوب کا یوسف پر نہ تھا بلکہ فراق یوسف پر جو صدمہ ہوا تھا وہ قلب سے کشف ہوتا تھا۔ اور شیخ نے کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بشارت ہوئی ہو کہ عنقریب ان اولاد گمشدہ کو پہونچا دیگا بدلیل کلام ما بعد جو واسطے تجسس وتلاش کے ہے اقول کلام الٰہی تعالیٰ سے یقینی خوشی ہوگی نہ یا اسفی علی یوسف۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے علم حقیقت جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے ہو تمہارا علم استدلالی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل اضطرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اقول یہ قول ظاہر تفاسیر میں بھی مذکور ہے ولیکن میرے نزدیک وے لوگ بھی اسکو جانتے ہونگے۔ القصہ انکو جواب دیا کہ میرا شکوہ اللہ تعالیٰ سے ہے اور میرے علم کو تم نہیں جانتے ہو پھر فرمایا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ

اے میرے بیٹو جاؤ اور کھوج لگاؤ یوسف اور اسکے بھائی کا اور نا امید مت ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے شبہہ نہیں نا امید ہوتے ہیں

رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مگر ایسی قوم جو اس سے منکر ہوتے ہیں

اس آیت میں صاف اشارہ کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے تم اسکا کھوج لگاؤ تو ظاہر قولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ سے بھی علم مراد ہوگا چنانچہ اسکے بعد یہی کہا کہ یٰبنی اے میرے بیٹو جن لوگوں نے پہلے ملامت کی تھی کہ یوسف کی یاد میں ہلاک یا مرنے کے قریب ہو جاؤ گے اور بعضوں نے وہاں احتمال کیا تھا کہ کہنے والے اور گھر والے ہونگے شاید اسوجہ سے کہ حضرت یعقوب نے کہا کہ ما لا تعلمون پس اگر پیغمبر تھے تو بدون علم کیونکر ہوگا حالانکہ اصلی نبوت تو بعد وقت کو تھی اور یہ اگر پیغمبر تھے تو اتباع تھے اور بر تقدیر علم اسراری کے ممکن ہے کہ انکو باوجود پیغمبری کے یہ علم نہ دیا گیا ہو پس کچھ تکلیف کی ضرورت نہیں ہے اور انھیں بیٹوں کو یہاں خطاب کیا کہ اے میرے بیٹو اذْهَبُوْا جاؤ۔ ظاہر تیسری مرتبہ اناج کے لیے جانے کی بھی ضرورت تھی پس اسی میں انسے کہا کہ جاؤ۔ فَتَحَسَّسُوْا تفحص و تلاش کرو مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ یوسف سے و اسکے بھائی سے تجسس بجاء حطی و بہر دو میں حملہ کسی چیز کو حواس سے پانے کی خواہش کرنا اور ابن کثیر نے کہا کہ نیک بات کی تلاش میں تحسس کہتے ہیں۔ اور بری بات میں تجسس بجیم بولتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر جن لوگوں نے قولہ علیہ السلام لا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا الحدیث میں تحسس بحاء حطی خیال کیا ہے مناسب نہوگا کیونکہ مقصود امور معاصی سے

احتراز ہی اللهم الا ان یراد المنع عن النقوض فیما یاتیه اخوة المؤمن من الخیر لما یقتضی ذلک الی الشر الا انسان بحیث یشار الیه بالانامل فلیتامل۔ الفقیر
انکو حکم دیا کہ جاکر یوسف و اُسکے بھائی کی اسطرح تلاش کرو کہ تمہین کچھ حواس سے احساس ہو مثلاً آنکھون سے دیکھکر پہچانو یا کانون سے سنو
پھر مترجم کہتا ہے کہ یہان اہل التفسیر نے یہ نہین لکھا کہ فقط یوسف و اسکے بھائی بنیامین کی خصوصیت کیون فرمائی حالانکہ بڑا بیٹا بھی ترک وطن
کرچکا تھا اور اگر کہا جاوے کہ اسکی اقامت مصر مین معلوم تھی تو بنیامین کی بھی قید معلوم تھی اور رہا تحسس و تفحص تو ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام
کے واسطے درحقیقت تھا اسی ذیل مین بنیامین کو بھی شامل کردیا ورنہ بنیامین کے واسطے تفحص کی ضرورت نہ تھی پس جواب اسکا کسی طور سے
ممکن ہے اول آنکہ اصل اسف و اندوہ انکو یوسف پر تھا لہذا اسکا تحسس مقدم کیا اور دوبارہ صدمہ فراق بنیامین کا تھا انکو یوسف کے
ساتھ شامل کردیا اور چونکہ بڑے بیٹے کی بہ نسبت بنیامین کی حالت زیادہ اہتمام و تدبیر کو مقتضی تھی اس لیے بنیامین کی طرف توجہ دلائی کہ کسی
حیلہ و تدبیر سے اگر کسی لانیکی فکر کرو بخلاف بڑے بیٹے کے کہ اسکا لانا اول تو مشکل نہ تھا دوم ان بھائیون کو خود ہی اسکا خیال زیادہ تھا سوم وہ
خود چلے آسکتے تھے اور مترجم کے نزدیک یہ بیان اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ کا ہے و لیکن راز کو مخفی رکھا اور کہا کہ جاکر اب غور سے تحسس کرو یعنے حواس
سے ادراک کرنے کی کوشش کرو اب تک تمپر پہچان سے پردہ کردیا گیا تھا اب جاکر یوسف کو پہچانو اور اسکے ساتھ ہی بنیامین ہے اور یہ مدارک ادراک
لطیف سے فکر صحیح کے قابل ہین بحکم قولہ تعالے یتفکرون فی خلق السموات والارض الآیہ خلاصہ یہ کہ اول حکمت آلہیہ مقتضی ہوئی کہ یوسف علیہ السلام
حضرت یعقوب سے جدا کیے جاوین اور اسوقت آنحضرت علیہ السلام نے اشارات مین گفتگو کی کہ تمہارا لیجانا مجھے غمگین کرتا ہے اور خوف ہے کہ بھیڑیا کھا
جاوے اور ادھر قہریات نے بھائیون کے حق مین بجاے تکونوا من بعدہ قوما صالحین کے انکو برخلاف کردیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ادھر
یہ امتحانات و وقائع و تعلیم و عروج ہوا اور اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام پر امر کروہ و محنت سے یہ فضل و انعام ہوتا رہا اور فراق کے صدمات پورے
ہونے تھے کہ بنیامین کو بھی ایک خاص حکم سے حضرت یوسفؑ نے جدا کرلیا اور حکمت بالغہ آلہیہ سے ان بزرگون کا علم تعلیم الٰہی جانتا تھا اس نے
چاہا ہوتا رہا اور عوام اپنے اپنے خیالات مین متفرق رہے و لیکن انھین کے ہاتھون انکی تدبیر بخالف انکی مراد کے حسب مشیت حق جلشانہ ہوتی
رہی اور اسی کو کید فرمایا قولہ کذالک کدنا لیوسف۔ پھر جب کرم و فضل الٰہی سے دونون پیغمبرون کے مراتب پورے ہوئے اور حضرت خلاق
علیم حکیم نے سب کو اپنے ارادۂ قدیم کے موافق پاک کرکے مجتمع کرنا چاہا تو پیغمبر علیہ السلام نے بھائیون کو جو ندامت مین غرق اور باپ کی تکلیف دہی سے
سخت شرمندہ ہوچکے تھے آگاہ کردیا کہ تم اپنے خیالات کے پابند ہوا ور مین علم الٰہی عز و جل سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اسی واسطے ابتک
وقت مین نہ کنعان کے کنوین مین تلاش کیا اور نہ کسی سے استمداد چاہی جب وقت آیا تو کہا کہ اب جاکر یوسف و اسکے بھائی کو حواس سے پہچانو کہ اب
تمہارے حواس کا پردہ دور ہونے کے قریب ہے مگر تحسس سے نہ خود احساس سے اور چونکہ اُنہون نے خطا مین کی تھین پہلے اسے انکو تنبیہ کے ساتھ تعلیم کردیا۔
ولا تایئسوا مت یاس و نا امیدی کرو من روح اللہ۔ اللہ تعالے کی رحمت سے یعنی اللہ تعالے کے فضل سے قالہ قتادہ رح یا اللہ تعالے
کی کشائش سے قالہ ابن زید۔ اور ایک عقیدہ ایمانی پر تنبیہ کردی کہ انہ بیشک بات یہ ہے کہ لا ییئس من روح اللہ نہین نا امید
ہین اللہ تعالے کی رحمت سے۔ الا القوم الکافرون۔ مگر وہی قوم جو کافر ہین۔ ان لوگون کو تنبیہ کردی کہ اللہ تعالے کی رحمت سے کوئی
مایوس نہین مگر جس نے کفر کیا وہ مایوس ہے تو یہ دو طرح سے ہے ایک تو اسطرح کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالے تمام گناہ بخشدیتا ہے لقولہ
تعالے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا حتی کہ اگر کوئی بندہ سراسر گناہ بنجاوے تو بھی وہ مغفرت آلہیہ کا مستحق ہے اور حدیث صحیح
مین ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے دوسری مخلوق اور پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور جب باد سے توبہ و استغفار کرتے تو انکو بخشدیتا۔ رواہ فی الصحاح

اسکے معنے یہ ہین کہ اگر تمکو بھی اللہ تعالے مثل فرشتون کے مخلوق فرماتا کہ تم گناہ نہ کرتے تو دوسری اور مخلوق پیدا کرتا جنکی بحاجت و گڑگڑاہٹ سے
خوش ہو کر انکو بخشتا کیونکہ مغفرت کرنا اُسکی صفت پاک ہے اسکا ظہور ضرور گنہگارون کو پیدا کریگا اور یہ مقام بھی عوام آدمیون پر جنکے دل مثل
جانورون کے ہے سمجھ مین مثل مسئلہ تقدیر کے مشکل ہوگیا ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ یہودی ونصرانی نہین سمجھتے ہین اور اپنے آپکو خود مختار بتلاتے ہین
اور دیکھیے کہ ہم اتنا پوچھتے ہین کہ اللہ تعالے جس نے تمام آسمان وزمین و دریا و پہاڑ و سارا جہان وعجائب وغرائب پیدا فرمائے ہین اور ہر طرح
کی سردی گرمی بیماری وتندرستی کہ جس سے آدمی عاجز ہے پیدا فرمائی ہین اور اگر ایک پھول بلکہ پتی ٹوٹ جاوے تو کسی سے جہان بھر مین
ممکن نہین ہے بھلا بتلاؤ کہ وہ جاہل تو نہین ہے ضرور کہوگے نعوذ باللہ تعالے وہ علیم حکیم ہے وہ ہرگز جاہل نہین ہے جہل تو بڑا عیب ہے اور اللہ تعالے
پر عیب لگانا کفر ہے ایسا اعتقاد کافر کا ہوگا ہمارے خالق ذوالجلال کی شان مین جہالت کبھی صادق نہین ہوسکتی ہے جو کوئی ایسا خیال کرے وہ
جاہل بلکہ کافر ہوگا۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ بھلا اس سال کیا کیا روز ہوگا تمام جہان مین ہر ہر شہر مین ہر ہر گانون مین ہر ہر پہاڑ مین ہر دریا و سمندر مین
کون مریگا کون پیدا ہوگا ہر گھر مین کیا کیا ہوگا ہر روز اور ہر گھنٹہ و ہر منٹ مین تو جواب مین کہو کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی نہین جان سکتا ہے کس کی مجال
ہے کہ اسکو جانے وہی عالم الغیب ہے وہی جانتا ہے تم نے سچ کہا اللہ تعالی تمکو ایمان پر ثابت قدم رکھے اب بتلاؤ کہ جو کچھ جس صورت سے اور جس ہیئات سے
واقع ہونا اللہ تعالے کے علم مین ہے اسی طور سے واقع ہوگا. بھلا اور طور سے کیسے ہوسکتا ہے اگر اور طور سے ہو تو اللہ تعالی کا علم غلط ہو جاوے تو ضرور اُسی
طور سے ہوگا جیسے علم الٰہی مین ہے پس اب ہم تم ٹھیک راہ پر ہین اب سنو کہ ہم اسی کو تقدیر کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے علم مین ہے کہ زید پیدا ہوگا اور اسطرح پرورش
پاویگا اور ایسا عالم ہوگا یا ایسا کریگا اتنا رزق پاویگا اور جو گناہ کریگا وہ بھی اللہ تعالے کے علم مین ہے پس اسکے علم سے خلاف کچھ نہین ہوسکتا ہے
والسلام تو جو کوئی اللہ تعالے کو اپنا رب مانتا ہے وحدہ لاشریک جانتا ہے اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور رحمت پاویگا یعنی جنت مین داخل ہوگا اور
جس نے اللہ تعالے کو اسطرح نہ مانا تو وہ مایوس ہے اور دوسری طرح مایوسی کافر کی یہ ہے کہ وہ بتون ومخلوقات کے ذریعہ سے کشایش چاہتا
ہے اور تم جانتے ہو کہ انکو کچھ بھی قدرت نہین تو وہ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس ہوا جو حقیقت مین قادر ہے اور غیرون کی طرف منتظر ہوا جنکو کچھ
اختیار ہی نہین ہے اس تمام بیان کا مبنی یہ ہے کہ یہ کلام حقیقت واقعیہ کا بیان ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہو کیونکہ تم
جانتے ہو مسبب الاسباب قادر قیوم ہے ایسے طور سے دیتا ہے جہان گمان نہو کیونکہ اسباب بھی اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہین اور تاثیر اسی کی قدرت مین مسخر ہے
پس تم مومن ہو تو مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مایوس تو اللہ تعالے کی رحمت سے فقط کافر قوم ہین اور اسی طرف ظاہر کلام بیضاوی راجع ہے
کہا کہ اللہ تعالے کی ذات وصفات کا عارف کسی حال مین ناامید نہین ہوسکتا اور بعضے علما نے اسکو کافرون کا فعل بیان کیا چنانچہ سراج
مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ کافرون سے مراد وہ ہین کہ جو کفر مین ڈوبے ہوئے ہین اور لکھا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مومن اپنے پروردگار کی
طرف سے بھلائی پر ہے کہ مصیبت کے وقت اس سے امیدوار ہے اور آسایش کے وقت اُسکی حمد کرتا ہے اور کافر اسکے برخلاف ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین
ہے کہ مومن کا حال کیا اچھا ہے کہ ہر صورت مین اسکو ثواب ہے مصیبت مین صبر کیا ثواب پایا اور آرام مین شکر کیا ثواب پایا مترجم کہتا ہے کہ یہاں جو کچھ
تو تفسیر سابق سے کوئی خلاف نہین ہے پھر سراج مین کبیر وغیرہ کا استدلال لایا کہ اللہ تعالے کی رحمت سے یاس ہونے کی فقط یہی صورت ہے کہ
کافر نے اعتقاد کیا کہ سب عالم کا پیدا کرنے والا پوری قدرت نہین رکھتا یا سب باتون کو نہین جانتا ہے یا وہ کچھ بخیل ہے اور ان مین سے ہر ایک بات
کفر ہے تو جب یاس انھین تینون مین سے کسی بات سے ہوتا ہے اور ہر ایک کفر ہے تو معلوم ہوا کہ یاس وہی ہوگا جو کافر ہے مترجم کے نزدیک
اصح وہی تفسیر اول ہے اور دلیل اسپر قولہ تعالے اخذناہم بغتۃ فاذاہم مبلسون۔ اور قولہ فاذاہم یقنطون۔ اور نظیر اسکی دوسری آیت مین بلفظ من رحمۃ

رحمۃ الا الضالون۔ اور اس کی تفسیر گذر چکی اور محتمل ہے کہ کلام سراج بھی اسی طرف راجع کیا جاوے اور حاصل یہ کہ کافر جب اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان ہی نہیں رکھتا تو اس کی رحمت کا بھی امیدوار نہیں اور جو لوگ نام کو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعوے کرتے ہیں اور مشرک ہیں تو وے اسی گمان کے پابند ہیں اور پھر بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک سے امیدوار نہیں بلکہ اپنے خیالی شریک سے امیدوار ہیں پھر بھی انکو رحمت سے مایوسی ہے اور واضح ہو کہ رحمت کا اطلاق کبھی دنیاے فانیہ کی چیزوں پر مثل رزق وغیرہ کے ہوتا ہے تو اس میں کل مخلوق شریک ہے اور کافر بوجہ عدم ایمان کے اللہ تعالیٰ سے اس بات میں مایوس ہے کما ذکرہ فی السراج اور کبھی رحمت کا اطلاق آخرت و نعماے باقیہ پر ہوتا ہے اور اس سے کافر بوجہ کفر کے مایوس ہے کما ذکرا اولا فافہم۔ واضح ہو کہ رحمت الٰہی اوسع ہے اور سوائے اسکے جو اس رحمت پر ایمان نہ لایا اور کوئی محروم نہیں ہے حدیث ابوہریرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی صحیحین۔ دنیا میں سو جز وکا ایک جز اسوقت ظہور ہوا اور ننانوے بروز قیامت ظاہر ہوگی یہ حدیث سابق میں گذری اور صحیح احادیث دربارۂ رحمت و ثواب جمیل بہت ہیں اور صحیح ہوا کہ رحمت اسی کے دل سے نکالی جاتی ہے جو شقی یعنی دوزخی ہو اور حدیث میں منع ہے کہ سواری کے جانور پر ہر وقت آسانی و سختی کی راہ میں سوار ہو بلکہ ایسی دوری میں سوار ہوئے جہاں اسکو جانا مشکل ہو ورنہ پیروں جاوے۔ حدیث میں ہے کہ جو لوگ رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انپر رحم فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی لوگوں پر رحم نہیں کرتا اسپر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا ہے۔ صحیح میں ابوہریرہؓ سے ہے کہ رحمت کسی کے دل سے نہیں کھینچی جاتی مگر اسی کے دل سے جو دوزخی ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جسکا تر جگر ہو یعنی جاندار جانور ہو اسپر رحم کرنے میں ثواب ہے الغرض حضرت علیہ السلام نے بیٹوں سے تاکید کی کہ رحمت سے مایوس مت ہو اور یوسف علیہ السلام و اُن کے بھائی کو ڈھونڈھو پس یہ لوگ روانہ ہوئے اور اناج کے لیے بھی کچھ خفیف بضاعت لیے گئے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انکو کامیاب فرمایا جیسا کہ حق تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ

پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے یوسف کے پاس بولے اے عزیز پہنچا ہم کو اور ہمارے لوگوں کو قحط اور لائے ہیں ہم بضاعت ناکارہ سو پورا دیجیے

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ○ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ

ہمارے پیمانہ اور تصدق کر دے ہم پر بیشک اللہ تعالیٰ بدلا دیتا ہے صدقہ دینے والوں کو فرمایا بھلا تم نے جانا کہ جو تم نے کیا تھا

بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ○ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا

یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ جبکہ تم ناسمجھ تھے بولے کیا تو ہی یوسف ہے فرمایا کہ میں یوسف ہوں اور یہ میرا

أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○ قَالُوا

بھائی ہے ضرور ہم پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا بیشک جو تقویٰ کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا ثواب نیکوکاروں کا بولے

تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ○ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ

قسم اللہ تعالیٰ کی بیشک چھانٹ لیا تجھکو اللہ تعالیٰ نے ہم سب سے اور ہم لوگ بیشک خطاکار تھے فرمایا کہ کچھ ملامت نہیں تم پر آج کے روز بخشے اللہ تعالیٰ

لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا

تم کو اور وہ ارحم الراحمین ہے لیجاؤ تم میری یہ قمیص سو ڈالو اسکو چہرہ پر میرے باپ کے چلا آوے دیکھتا

وَأْتُوْنِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝

اور لے آؤ تم لوگ میرے پاس اپنے اہل عیال کو سب کو

ان آیات میں حق تعالیٰ نے برادران کا یوسف کو پہچاننا اور حسد و عداوت سے پاک ہو کر اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور مغفرت سے سرفراز ہونا بیان فرمایا اور یہ سامان اسطرح ہوا کہ جب یہ لوگ بتلاش یوسف موافق ارشاد والد بزرگوار کے روانہ ہوئے تو بحکم آنکہ طالب صادق کو مطلوب ملجاتا ہے مراد پائی اور قصہ دلالت کرتا ہے کہ اس مرتبہ وے لوگ والد بزرگوار کی فرمانبرداری پر مستقیم ہو گئے تھے اور سابق حرکت سے جو ایذا انکے والد بزرگوار کو پہونچی تھی اسپر متاسف و شرمندہ تھے اور نیت صادقہ سے تلاش یوسف و بنیامین کو روانہ ہوئے ولیکن اناج لینے کے وسیلہ سے بنیامین کا تجسس شروع کیا اور شاید کہ یوسف کی نسبت تو یہاں انکو گمان بھی نہ تھا۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ پھر جب داخل ہوئے عزیز مصر کے پاس یہی یوسف علیہ السلام تھے مگر وے تو عزیز مصر جانتے تھے۔ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ بولے کہ اے عزیز یہ کلمہ بطریق فریاد اور رحم دلانے کے زبان سے نکالا اور شکستہ حالی و پریشانی اپنی بامید ترحم بیان کی مَسَّنَا چھو گیا ہم کو یعنی پہونچ گیا اور اسکا ضرر ہم کو لاحق ہو گیا وَاَهْلَنَا اور چھو گیا ہمارے اہل و عیال کو۔ الضُّرُّ قحط۔ شاید کہ یہ تکلف اسوجہ سے ہو کہ اول مرتبہ بنیامین کی نسبت سرقہ سے ان کو اکرام بادشاہی سے ناامیدی ہوئی بلکہ طعام نہ ملنے کا خیال ہو پس ترحم دلایا کہ ہم قحط زدہ اور مصیبت میں ہیں۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ اور ہم لائے ہیں پونجی ناقص یا تو درحقیقت نقصان تھا جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہے کہ کھوٹے درم یا چمڑا وغیرہ تھا یا بطریق انکسار کے اسکو حقیر بضاعت قرار دیا و ثعلب نے کہا کہ بضاعت مزجاۃ یعنی قلیل اور یہی حسن سے مروی ہے فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پس پوری دیجیے ہمکو ناپ یعنی جیسے پہلے اکرام فرمایا ہے اس مرتبہ بھی ہمکو باوجود بضاعت مزجاۃ کے پیمانہ ایفا کر دے اور چونکہ اسمیں استحقاق سے زیادت ہوئی لہذا کہا وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اور تصدق کر دے ہمپر یعنی صدقہ دیجیے اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو اچھا بدلا دیتا ہے اہل تفسیر نے کہا کہ یوں نہیں کہا کہ تجھکو ثواب دیگا کیونکہ اُسکو مومن نہیں جانتے تھے اقول یہ تکلف ہے بلکہ تجھکو کہنے سے ایک ادب کے طریق پر خصوصیت معلوم ہوتی ہے جسمیں احتمال ہے کہ اسکے حق میں منفی ہو بخلاف اس عام حکم بیان کرنے کے کہ یہ بلیغ ہے اور اسمیں تحریض زیادہ ہے جیسا کہ نراک من المحسنین اور انا لا نضیع اجر المحسنین و اجر المصلحین وغیرہ میں ہے اور یہاں ایمان کی ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ انھوں نے جزا بیان کی اور جزا نیک بدلا ہوتا ہے اور کافر کو بسبب اسکے دنیا اختیار کرنے کے دنیا ہی میں نیک بدلا ملجاتا ہے اور مومن کو آخرت کا عظیم ثواب ملتا ہے اور فضل کے طور پر دنیا میں بقدر احتیاج ملجاتا ہے اور صحیح ہے کہ نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی ہے سوال صدقہ مانگنا تو دلیل ہے کہ انکے باپ پیغمبر پر صدقہ حلال تھا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمیں اختلاف ہے کہ صدقہ کی حرمت فقط ہمارے پیغمبر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے یا سب انبیاء پر ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ آیت دلیل ہے کہ دیگر انبیاء پر صدقہ حرام نہ تھا اور سفیان بن عیینہ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کما ذکرہ فی المعالم وغیرہا علاوہ اسکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کتب سابقہ میں یہ مذکور تھی کہ انپر صدقہ حرام ہوگا تو ضروری ہے کہ آپ کے ساتھ مخصوص ہو اور بیضاوی نے ذکر کیا یہ امر مقطوع ہے اسمیں کچھ اختلاف کی وسعت نہیں ہے بعض نے کہا کہ تصدق علینا سے مراد صدقہ مالی نہیں ہے بلکہ بنیامین کو طلب کیا اور یہ تفسیر محض رائے سے ہے نقل یا لغت کچھ اسپر شاہد نہیں اور تاویل بغیر ضرورت تحریف ہوتی ہے واضح ہو کہ صدقہ ایسے دینے کو کہتے ہیں جسمیں ثواب کی نیت رکھی جاوے لہذا جو کوئی تمام مال بانٹ دے اور ثواب کی نیت نہو تو صدقہ نہوگا مسئلہ صدقہ دیکر واپس لینا حرام ہے حتی کہ بعینہ اسکو فقیر سے مول لینا بھی مکروہ کہا گیا ہے بدلیل آنکہ حضرت عمر رض نے گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا پھر اس کو مول لے لینا چاہا تو

آنحضرت صلعم نے منع کیا کہ اپنے صدقہ دیے ہوئے مین عود نہ کرے کما فی البخاری مسئلہ صدقہ کا ثواب جس دوسرے زندہ و مردہ کو چاہے
ہبہ کرے اللہ تعالے کی عنایت سے اسکو پہونچ جاتا ہے اور اس مین اہل السنہ سب کا اتفاق ہے اور یہ اجماع فقط مالی صدقہ مین ہے اور
حدیث مین شکر کے صدقہ بھی آئے ہین جیسے راہ سے کنکر ہٹا دینا کہ کسی کو چوٹ نہ لگے اور بھائی مسلمان سے بخندہ پیشانی ملنا اور مانند اسکے
اور حدیث مین ہے کہ کسی حقیر چیز کے صدقہ کو حقیر مت سمجھو اور اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ ایک ٹکڑے چھوارے کے عوض ہو۔ باب
بیان ان امور کا لحاظ ضرور ہے کہ نیت خالص کے ساتھ جہان تک ممکن ہے اپنی حیات مین خواہ مال سے ہو یا عمل سے ہو صدقات کا
ذخیرہ جمع کرے اور اگر کسی مردہ کو ثواب پہونچانا ہو تو جہان تک ممکن ہو کوئی مال صدقہ کرکے ثواب پہونچاوے اسطرح کہ کوئی واقف
نہو لیکن اس زمانہ مین اپنی نیت کو سنبھالکر علانیہ صدقہ دینا اس نیت سے کہ اور لوگ بھی ایسا کرین دونا ثواب ہے پس مالی صدقہ کا ثواب
تو بالاجماع مردہ کو پہونچتا ہے پھر اگر ممکن نہو تو دعاے مغفرت اسکے لیے سب لوگ کرین اور اسکے بعد کچھ قرآن مجید کی تلاوت و ختم و تسبیح و درود کا ثواب
پہونچاوے یہ فقط ایک بڑے گروہ حنفیہ کے نزدیک پہونچتا ہے اور چھوٹا گروہ حنفیہ مین سے قائل نہین جیسے شافعیہ مین سے بعض قائل ہین اور بہت
نہین قائل ہین اسی واسطے جو لوگ سوم و چہلم مین برادری کا کھانا کھلا کر مال برباد کرتے ہین اور انہین کبھی یہ نیت کہ اگر نہ کیا تو بڑی ناموسی ہوگی
بالکل شیطان کا فریب ہے جو مردہ بیچارون کو ان زندون کے ہاتھ سے ثواب نہین پہونچنے دیتا ہے اور سیکڑون روپیہ تو فضول مین گیا اور مردے
کے واسطے فقط قرآن مجید پڑھوا دیا جو سب سے کم مرتبہ ہے لیے بندگان خدا وہ بات کرو جسپر تمام علماے حنفیہ و دیگر مذاہب کے علما سب متفق
ہین اور اسکا ثواب یقینی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور معلوم ہو چکا کہ صدقہ کا بدلا کبھی ضایع نہین ہوتا خواہ کافر صدقہ دے یا مومن فرق یہ ہے کہ
کافر کے صدقہ کا بدلا اسکو دنیا مین ملجاتا ہے اور مومن کو ثواب عظیم آخرت مین اور نیک بدلا دنیا مین ملتا ہے جیسا وہی دیمسرکج وغیرہ مین لایا کہ اگر کوئی
پوچھے کہ حضرت یعقوب نے انکو حکم دیا تھا کہ یوسف کا تجسس کرین پھر وے لوگ شکوہ کیون کرنے لگے تو جواب دیا گیا کہ تجسس و پتہ لگانے والا ہر
طریقہ سے اپنی مراد ڈھونڈتا ہے اور یہان انہون نے اپنی عاجزی و تنگدستی و سخت محتاجی سے عزیز مصر کا دل نرم کیا اور تدبیر نکالی کہ اگر وہ
مہربان ہوا تو ہم اس سے مطلب بیان کرینگے اور اگر نہین تو خاموش رہینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت کے لیے جائز طور پر حیلہ کرنا مباح ہے۔
ابن اسحٰق نے ذکر کیا کہ مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ جب برادران یوسف نے اسقدر اپنی عاجزی و پریشانی بیان کی تو حضرت یوسف ع کے
آنسو بھر آئے اور ضبط نہو سکا اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ اقول یعنی حضرت حق عز و جل کی طرف سے اجازت ملی کہ اب ظاہر کیا جاوے
چنانچہ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ فرمایا کہ بھلا تم نے جان لی زشتی و برائی اس فعل کی جو کیا تم نے یوسف ع کے
ساتھ اور اُس کے بھائی کے ساتھ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ اُس زمانہ مین کہ تم جاہل تھے یعنی ایسے اقرار کرایا کہ تم نے اپنی جہالت کے وقت مین
جو فعل یوسف و اُس کے بھائی سے کیے اب تم نے اُس کی زشتی معلوم کر لی۔ اور زمانہ جہالت کا ذکر انکا ایک عذر بیان کیا اپنی طرف
سے یعنی تم سے نادانی مین دونون کی نسبت برائی سرزد ہوئی تاکہ سخت شرمندہ نہون اور ایک عذر بھی پاجاوین جسکا خود اقرار فرمایا
اور بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی رہائی کے بارہ مین ایک خط عزیز مصر کے نام تحریر کیا تھا اور ان بھائیون
نے زبانی انکے درد و اندوہ اور دائمی حزن و گریہ سے نابینا ہونا سب بیان کیا تھا اسپر حضرت یوسف ع سے ضبط نہو سکا اور ظاہر فرمادیا اور امام رازی رح
نے کہا کہ واللہ تعالیٰ اعلم کہ ان مین سے کسقدر صحیح ہو اور مترجم کہتا ہے کہ قصہ کا شغل ہے کہ بعض امین سے صحیح ہو مین کہتا ہون کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ کا
اندوہ و شدید مین نابینا ہوجانا معلوم ہوا تھا اور اتنے ہی کہ انتظار کرنا بھی امر الٰہی تھا اور جب برادران یوسف اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور باپ کے

حکم کی تعمیل مین مستعد ہوئے تو اب امید ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اظہار کا حکم دیا اسی واسطے انسے اقرار لیا کہ جو فعل تم نے کیا اس کی قباحت سے واقف ہوگئے بعض علمار نے کہا کہ جاہلون کہنا اسوجہ سے تھا کہ جب انھون نے حضرت یوسف کے ساتھ کیا جو کیا اسوقت لڑکپن کی عمر پر تھے ولیکن دوسرون نے اس مین کلام کیا دو وجہ سے اول یہ کہ اسوقت انکا لڑکپن نہ تھا اور دوم برادران یوسف کے ساتھ قطعاً تو عمری نہ تھی اور کہا کہ بنیامین کے ساتھ برائی سے شاید یہ مراد ہے کہ جب صواع اسکی رحل سے نکلا تو کہنے لگے کہ راحیل کی اولاد کی طرف سے برابر ہمپر مصیبت ہی آتی رہی یا شاید یہ کہ دعوت مین اسکو تنہا چھوڑا اور دل شکستہ کرنے کی باتین سرزد ہوئین چنانچہ یوسف نے انکو اپنے ساتھ ملاکر اپنے آپ کو ظاہر کردیا اور کہا تھا کہ ان لوگون کے فعل پر غمگین مت ہو اور مترجم کہتا ہے کہ شاید جاہل کہنا بطریق تحقیق ہی یعنی حقوق نفس سے جاہل ہوکر تم نے یہ افعال کیے اس لیے کہ جس سے کوئی امر قبیح سرزد ہو وہ بمقتضاے جہالت ہی چنانچہ قولہ عز و جل من عمل منکم سوءًا بجہالۃٍ مین مصرح ہی واضح ہو کہ علمار کے اقوال سابق مین مختلف مذکور ہوئے ہین کہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی کیا وجہ تھی۔ ایک جماعت نے چالیس برس کا زمانہ گزرنے و ہیأت و وضع مین اختلاف ہونے کی وجہ بیان کی اور بعض نے کہا کہ خود زبانی انسے قریب سے گفتگو نہین فرمائی اور بعض مشائخ نے کہا کہ معرفت نبوت ایک نعمت ہی جس سے انپر حجاب دیدیا گیا تھا ولیکن اسپر یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ کفار قریش تو محمد مصطفیٰ صلعم سرور انبیار کو جانتے تھے اور جواب یہ ہوسکتا ہی کہ کفار کچھ مومن نہ تھے بخلاف برادران یوسف کے اور مترجم نے زعم کیا کہ شاید چہرہ پر بخوف فتنہ زنان مصر کے نقاب رکھتے ہون۔ اور ایسی ہی کچھ وجہ بنیامین کے ساتھ بھی اس مرتبہ رکھی گئی تھی کہ اسکو بھی شاید نہین پہچانا تقاضی جسنے کہا کہ اس مرتبہ آنحضرت نے انکے جواب مین بغیر ترجمان کے خود کلام فرمایا پس انھون نے جواب دیا اور قالوا کہنے لگے کہ ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ آیا آپ تو یوسف ہین۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ فرمایا کہ مین یوسف ہون اور بڑھایا کہ۔ وَهٰذَاۤ اَخِيْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہی یعنی ایک مان سے بھی جیسے تم لوگ فقط باپ کی طرف سے بھائی ہو۔ شاید انھون نے بنیامین کو بھی نہین پہچانا تھا۔ تو تصدیق و تحقیق کے لیے اسپر ظاہر کردیا اور ابن عباس رضہ نے تمہید بناسب کردی کہ۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بیشک اللہ تعالےٰ نے ہم دونون پر احسان کیا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی نیکیان ہمارے واسطے جمع فرمائین اور بعض نے کہا کہ یعنی ہم دونون کو بعد جدائی کے یکجا کردیا اور قول اول اچھا ہی کہ ہرطرح کے انعام الٰہی کا احسان مانا اور پھر عام نصیحت ملی ہوئی تنبیہ کردی کہ۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ بیشک جو شخص کہ تقوی کرتا ہی یعنی بچتا و پرہیز کرتا ہی۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ زنا سے مجاہد نے کہا کہ ہرطرح کی معصیت سے جس مین زنا شامل ہے۔ وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ بغیر جور و یا کسی عورت کے ضبط پر صبر کرتا ہی اور مجاہد رح نے کہا کہ قیدخانہ پر صبر کرتا ہی اور اولیٰ یہ ہی کہ احکام الٰہی تعالےٰ کی پابندی مین جو مشقت نفس پر ہوتی ہے اسپر صبر کرتا ہو تو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اے لا یضیع اجرہ۔ اللہ تعالےٰ رائگان نہین کرتا نیک بدلا نیکی کرنے والون کا۔ معلوم ہوا کہ نیک کام کے عوض بدلا و ثواب کچھ استحقاق نہین بلکہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہی کیونکہ جو فعل اس سے سرزد ہوا وہ اللہ تعالےٰ کے مخلوق ہاتھ پاؤن وغیرہ اور اس کی ہدایت سے ہوا اگر نہ ہوتا تو ان چیزون کی ناشکری بھی ہوتی تو یہ شکرانہ ہوگیا اب زیادہ ثواب احسان و منت ہی پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ لوگ نیکی پر مستعد ہون اور ظاہر کردیا کہ تقوے و صبر کرنے سے آدمی محسنین مین سے ہوجاتا ہی پس خلاصہ یہ ہی کہ ایمان تو تصدیق و یقین ہے اس کے بعد جو احکام بجالانے کے مین انکی مشقت نفس کو بہت معلوم ہوتی ہی تو اسپر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہنا اور جو احکام ممانعت کے ہین انسے بچا رہے تو درجہ محسنین کا پاوے اور آیت مین اشارہ ہی کہ نیک کامون کے کرنے سے بد کامون کا چھوڑنا و تقوے رکھنا مقدم ہے لیکن جاننا چاہیے کہ یہ فقط نوافل طاعات مین ہی کیونکہ فرض و واجب کا ترک کرنا بھی معصیت ہی پس حاصل یہ ہوا کہ

بعد از حصول ولایۃ مصر حضرت یوسف و بنیامین علیہما السلام ۱۲

دو شخص ایسے ہین کہ ایک تو فرض و واجب ادا کرتا ہے نوافل نہین پڑھتا مگر معاصی سے بچا رہتا ہے اور دوسرا ہے کہ فرائض و واجبات ادا کر کے
تہجد و نوافل بہت پڑھتا ہے لیکن بعض معاصی بھی کرتا ہے تو انمین اول اچھا ہے اور متقی وہ ہے جو ان احکام کا پابند ہو جو قولہ والمقیمین الصلوٰۃ
والمؤتون الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی البأساء والضراء الآیہ مین مذکور ہین۔ واضح ہو کہ عبادت الٰہی عز وجل جیسے نماز و روزہ
مثلاً ادا کرنے اور شراب و زنا و قمار و رشوت وغیرہ سے بچنے مین ہے ایسے ہی ظاہر و باطن کے کل کامون مین عبادت و ثواب ہے حتی کہ اپنی جورو
سے قربت کرنے مین بھی ثواب ہے جبکہ نیت نیک ہو تو ثواب جاننا چاہیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا
تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا ہے تو وہ تجھے دیکھتا ہے کما فی الصحاح تو اس سے بیان ہے کہ ہر حال مین ظاہر و باطن یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ
تجھے دیکھتا ہے۔ مدارک مین بعض آیات کی تحت مین اور مترجم نے تحت قولہ لنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین۔ بیان کیا ہے کہ اصل ایمان والے
کے لیے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حضور و شہود کے ساتھ کام کرے پس یہ شخص صالح ہوگا۔ اور اسی سے تجھکو احسان کے معنے جو حدیث مین آئے ہین
ظاہر ہوئے۔ اور یہین سے تجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ قولہ حین یستغشون ثیابہم یعلم ما یکن صدورہم وما یعلنون مین حالت جماع و قضائے حاجت کے
وقت شرم سے پردہ کرنا مذموم و مستنکر قرار دیا کیونکہ ایسے اخفا سے مختفی ہو جانے کا خیال خلاف ایمان و معرفت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن کا
علیم و خبیر و بصیر یقین رکھنا چاہیے فافہم فانہ دقیق۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے متنبہ کیا کہ متقی و صابر کو ثواب جمیل ملتا ہے تو برادران
آنحضرت نے علم و معرفت و ہدایت الٰہی سے اسکو تسلیم کیا اور قسم سے تصدیق کی اور۔ قَالُوْا کہنے لگے۔ تَاللّٰہِ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی لَقَدْ اٰثَرَکَ
اللّٰہُ عَلَیْنَا بیشک تجھکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا ہم پر یعنی علم تقوی و نبوت و حسن ظاہری و باطنی و بادشاہت دنیا و آخرت کے لیے بعض نے
اس آیت سے دلیل نکالی کہ نبوت سب سے بڑا منصب ہے اسکے سامنے باقی صفتین سب کالعدم ہوتی ہین پس اگر یہ لوگ بھی نبی ہوتے تو ایسا
نہ کہتے۔ ولیکن اس استدلال مین خدشہ ہے اس وجہ سے کہ اصلی نبوت حضرت یعقوب علیہ السلام کو تھی پھر اصلی نبوت حضرت یوسف کو
ہوئی اور باقی جو انبیاء ایک وقت مین چالیس پچاس تک ہوتے تھے وہ اتباع ہوتے تھے اسی واسطے مروی ہے کہ میری امت کے علما مثل
انبیاء بنی اسرائیل کے ہین یعنی میرے بعد پیغمبر کوئی نہوگا بلکہ علما بکثرت سے ہر وقت ہادی و ناصح موجود ہونگے واللہ اعلم لیکن اس سے
یہ لازم نہین کہ انکے نبی ہونے کا اعتقاد قطعی کیا جاوے اس لیے کہ یہان قطعی دلیل چاہیے ہے اور امام غزالی رح نے احیاء مین اور بعض دیگر نے
اپنی تالیفات مین انکی نبوت کا قول لکھا ہے اور امام رازی و اسکی تبعیت مین صاحب سراج وغیرہ نے اس سے انکار کا رجحان کیا ہے واللہ تعالیٰ
اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور اہل الحق بدلیل قولہ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ اسکو بعید نہین کہا جاتا کہ وہ
انبیاء کے درجہ پر خواہ ابتدا گر یا آخر مین فائز ہوئے ہون کیونکہ اسکی تفسیر مروی ہے کہ یہ سب صالحین کے درجہ ہین اور عالم ربانی جانتا ہے کہ جو سانس
اسکی بغیر یاد حق گذری اسکا خسارہ نفس پر بہت کچھ عائد ہوا جسکی قدر آخرت مین ظاہر ہوگی پس یہ نفس پر ظلم ہے اگرچہ عوام کی راہ سے ترک فرائض
و واجبات یا ارتکاب محرمات و مکروہات سے یہ ظلم دور ہے فلیتامل فانہ دقیق۔ القصہ انھون نے بقسم تصدیق کی کہ بیشک تجھکو اللہ تعالیٰ نے ہم
سب مین سے برگزیدہ کیا۔ وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم ضرور خطا کار تھے یعنی جو تدبیر ہم نے سوچی کہ تجھکو دور کر سکتے ہین یا سبب
کی منظور نظر ہو کر صالحین ہو جاوین کما ذکر فی قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ تو اسمین ہم خطا کار ٹھہرے اور جو ہم نے تیرے ساتھ کیا
وہ ہماری خطا تھی۔ تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان لوگون کی نیت یہ ہو کہ میراث نبوت جو توجہ والد بزرگوار پیغمبر کے یوسف کو ملتی نظر آتی ہے
اگر اسکو ہم دور کردین تو ہمارے واسطے ہو جاوے اور اصل خطا اسمین یہ تھی کہ نبوت تو اصطفاء حق عز وجل ہے کسی کے اختیار سے نہین ملتی ہے

آیت مین صاف دلیل ہی کہ ولی ہونا بھی اصطفائیت ازلی ہی جیسے عالم ہونا کسی شخص کے اختیار مین نہین ہی اور نہ کسی درویش کے اختیار مین نہین کہ اپنے فرزند کو یا جسکو چاہے بجاے اپنے خلیفہ یعنی ولی کردے اور اس مین میراث نہین ہو سکتی ہی اور یہ جو عوام جہال مین مشہور ہی کہ فلان ولی نے اپنی وفات کے وقت فلان کو سب دیدیا جاہلانہ وہم ہی۔ دیکھو حضرت ابراہیم کی میراث باپ نے کچھ نہ پائی حتی کہ دور رکھی دائمی رہا اور لوط علیہ السلام نے پائی اور آنحضرت صلعم کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور انھون نے اپنے بیٹون کو نہین بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا پھر حضرت فاروق کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی صالح تھے مگر انکو نہ ملی۔ علی ہذا اہل ایمان اس مقام کی فقہ سے بہدایت آلہی تعالے اچھی طرح سمجھ رکھتے ہین۔ القصہ برادران یوسف نے انکی فضیلت و اپنی خطا کا اعتراف کیا اور مکارم اخلاق نبوت ہین سے ہی کہ باوجود ہر طرح قدرت کے نہ بھائیون سے کچھ بدلا لیا اور نہ انکو ملامت کی اور پہلے جو مذکور ہوا کہ ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ الآیہ وہ ملامت کے قصد سے نہین ہی بلکہ انکو خوب متنبہ کردیا تاکہ بارگاہ کبریائی مین اپنی جہالت سے توبہ کرین کیونکہ قولہ من عمل منکم سوءً بجہالۃ کے بعد ہی علم ہوتے ہی توبہ کرے تو قبول ہوتی ہی پس وہ جہالت دراز ہوئی یہانتک کہ اب انکو علم پر تنبیہ کی کہ آگاہ ہوتے ہی توبہ کرین اسی واسطے انھون نے اپنی خطاکاری کا اقرار کر لیا اور دلیل اسبات پر کہ وہ قول فقط تنبیہ تھا اور ملامت کا قصد نہ تھا اگلی آیت ہی یعنی قولہ۔ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرمایا کہ نہین ملامت وجھڑکی ہی تمپر آج کے روز جب آج ہی نہین تو آیندہ کیا ہوگی یہ اپنی طرف سے معافی ہی لیکن ادب آلہی نگاہ رکھا اور اپنی طرف سے مغفرت کو نہ کہا اور چونکہ اسمین اللہ تعالی کی نافرمانی بھی تھی تو اللہ تعالی کی مغفرت کی دعا مانگی اور کہا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ بخشدیوے اللہ تعالی تمکو یعنی جس خطا کا تم اسوقت اقرار کرتے ہو اور موت سے پہلے تم نے اپنے نفس کو مذموم ومضمحل کرکے اقرار کیا ہی اسکو اللہ تعالے بخشدے اور لکم صلہ مغفرت آتا ہی یقال غفر لہ وغفر لی ربی اور فائدہ ہی کہ مغفرت کی منفعت بندہ ہی کیواسطے ہی پس اللہ تعالے بندہ کی طاعت سے جیسا مستغنی ہی ویسا ہی اسکی معصیت سے بے پروا ہی بلکہ ہر ایک کا نفع یا ضرر بندہ ہی کی طرف راجع ہے سوال ہی کہ دعا بفعل ماضی آتی ہی پس غفر اللہ لکم کی جگہ یغفر اللہ بصیغہ مستقبل کیون فرمایا۔ تو بعض نے کہا کہ اسمین انکو راہ بتلائی کہ خلاص کے ساتھ توبہ کرین اور امید دلائی بقولہ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور اللہ تعالے جسکے سوا کوئی معبود نہین ہی وہ رحم کرنے والون سے بڑھکر رحم والا ہی مترجم کہتا ہی کہ ان لوگون کی خطا مین تین تعلق ہین ایک تو خود حضرت یوسف پر کا ظلم ہوا۔ دوم والد بزرگوار جنکو سخت تکلیف پہونچی سوم نافرمانی حق عزوجل کی پس اپنا حق معاف کیا اور جناب باری تعالے مین مغفرت کی دعا مانگی ولیکن بصیغہ مضارع تاکہ والد بزرگوار کا ادب باقی رہے کہ وہ اپنی نبوت کے سایہ مین قطعی مغفرت کی دعا کرین اسی واسطے ان بیٹون نے انسے استغفار کی درخواست کی ہی چنانچہ آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالے۔ یہان تین مقام مین اول آنکہ توبہ برادران یوسف کی مذکور نہین۔ تو واضح ہو کہ حقیقت توبہ کی درگاہ باری تعالے مین رجوع ہی ندامت کے ساتھ اس عزم پر کہ یہ قبیح مجسے ہرگز صادر ہونے کے لائق نہ تھا پس انھون نے ٹیڑھی راہ سے مڑکر سیدھی راہ کا قسم وتاکیدات سے اقرار کیا اور صدق سے ندامت ظاہر ہی اور اہل الحق نے کہا کہ ظہور صفت قہر سے بندہ عصیان مین سرگردان ہوجاتا ہی پھر صفت رحمت کے ظہور سے جہالت زائل و نورانیت سے راہ راست نظر آنے لگتی ہی تو اپنی کجروی پر نادم وپشیمان ہوجاتا ہی اسیواسطے توبہ درحقیقت ظہور رحمت آلہی ہی اور جب یہ بات ہی تو اللہ تعالے نے فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الآیہ حتی کہ قرآن پاک مین توبہ کرنا ہر جگہ اللہ کی طرف سے مخصوص ہی پس صریح ہی کہ فتاب علیہ انہ ہو التواب۔ کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے نے اسپر ہدایت کے ساتھ رحمت فرمائی اور معلوم ہوچکا کہ ہادی وہی رب تبارک تعالی ہی پس جب اس نے برحمت ہدایت فرمائی تو بندہ رجوع لایا یہان سے

عالم ربانی سمجھتا ہے کہ باوجود توبہ کے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگا کرے اور نادم رہے یہانتک کہ حق عز وجل اپنے کرم سے انکو اُسکے نامۂ اعمال سے محو فرماوے۔ حدیث میں ہے کہ گرمیوں کی دوپہر دن میں مسافر غافل سو گیا اونٹ گم ہوا اُس نے ڈھونڈھا نہ پایا پھر مایوس اسی پیڑ کے نیچے واپس آیا تو دیکھا کہ اونٹ وہاں آ گیا وہ کسقدر خوش ہوگا تو بندہ کی توبہ کرنے سے اللہ جلشانہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کے مانند ہو جاتا ہے جسپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے گناہ کو جان بوجھکر توبہ نہ کرے اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ قہر میں گرفتار ہے اور جسکو ہوش آیا اور گناہ کو دیکھا اپنی موت یاد آئی اور نادم ہو کر اُس نے توبہ کر لی تو وہ ایمان رکھتا ہے اگرچہ جہالت سے اور شیطان کے بار بار اسکے دل پر اندھیاری ڈالکر گناہ کے غار میں ڈھکیلنے سے ستر بار دن میں گناہ کرے۔ اور خوب جان لو کہ جس گناہ میں دوسرے کا حق جان یا مال کا نہ لگا ہو جیسے شراب پینا وہ آسان ہے بہ نسبت رشوت و جوا و چوری وغیرہ کے جنمیں دوسرے مظلوم بندے کا کچھ حق تباہ کیا گیا ہو لیکن جو شخص ایسے حقوق سے زیر بار ہو گیا ہو وہ توبہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ مظلوم کی نظر سے پردہ اٹھا کر نہایت نفیس نعمتیں دکھلائیگا کہ یہ تیرے لیے ہیں مگر جبکہ تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کر دے وہ فوراً معاف کر دیگا بلکہ احسان مانیگا پس اگر بندۂ ظالم کو سچی ندامت ہوئی تو مایوس نہ ہو توبہ کرے اور مغفرت کے لائق بجا وے اللہ تعالیٰ کریم و رحیم ہے حدیث صحیح میں اگلی امت کا قصہ ہے جسکا مختصر یہ ہے کہ ایک شخص نے ننانوے خون کیے اور نادم ہو کر ایک عالم سے توبہ پوچھی اُس نے مایوس کر دیا کہ بھلا تیری کیا توبہ اس نے مایوس ہو کر اُس کو بھی قتل کر ڈالا پھر دوسرے نے اُس کو ایک دوسرے شہر کے بڑے عالم کے پاس پتہ دیا وہ چلا راہ میں مر گیا اور بیچ راہ میں مرا تھا مگر ایک بالشت دوسرے شہر کے طرف قریب تھا تو رحمت الٰہی سے حکم ہوا کہ اسکو رحمت کے فرشتے لیویں اور عذاب کے فرشتے لینے نہ پائیں (تنبیہ) واضح ہو کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ابھی نہیں پھر توبہ کر لینگے وہ سمجھ لے کہ اسکے دل پر شیطان حد سے زیادہ قابو کیے ہوئے ہے اور ڈرے کہ وہ قہر کے اندھیرے میں دھنستا چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اسقدر ہزاروں کوس نیچے غار میں سے اچھلونگا اس کو کیا معلوم کہ ہمیشہ سے چٹ پٹ دم نکل جائیگا اور کیا یہ جان بوجھکر قہر کے ساتھ جرأت کرنا ہے۔ فوراً توبہ کرے بہت ڈرے کہ آخر یہ سب لذت فنا و شیطان دشمن کا ساتھی بنا ہے۔ توبہ کی فضیلت و توبہ کرنے والے آدمی کی نیکی و اچھا چال چلن جنتی ہونے کی علامات بہت کثرت سے حدیثوں میں آئی ہیں اور یہ دعوے محض خواب ہے کہ ہم کبھی گناہ نہ کرینگے یہ نہیں گناہ کرو گے لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے بنکر رہو۔ یہ وہم نہ کرو کہ ابھی نہیں پھر توبہ کر لینگے جسکے بعد کبھی گناہ نہ کرینگے کیونکہ گناہ کرنا تو ضرور ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان جب مردود کیا گیا تو اس نے پروردگار جلشانہ کی عزت و قہر کی قسم کھائی کہ میں آدمیوں کو گناہ و طرح طرح کی نافرمانیوں میں پھنساؤنگا کہ وہ بھی میری طرح مردود ہونگے اور تیرے بندے نہ رہینگے تو ارحم الراحمین تبارک و تعالیٰ نے اپنی عزت و رحمت کی قسم فرمائی کہ میں برابر انکو بخشونگا جب تک مجھ سے توبہ مانگینگے۔ اب جو کوئی توبہ نہیں کرتا اور اُسکو کسی زمانہ پر اٹھا رکھتا ہے وہ البتہ شیطان کا بندہ بنا جاتا ہے کہ توبہ ہی نہیں کرتا اللھم رب اجعلنا من التوابین واجعلنا من المتطہرین۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو ملامت تک نہ کی۔ تو واضح ہو کہ انبیا علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے کہ جو کوئی اُنکے ساتھ برائی کر چکا اُسکو قابو کے وقت معاف کرتے ہیں اور ترس کھاتے ہیں کہ یہ شخص اسوقت قہر میں گرفتار تھا اور ہم اسوقت نہایت عظیم رحمت میں اُسکے ہاتھوں سے سرفراز تھے تو اس نیکی کا شکر ادا ہوا اب بدلا لینے میں عیب ہے اور جان بوجھکر وہ عظیم رحمت اپنے ہاتھوں سے پھیر دینا ٹھہرا۔ حدیث میں ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ جس شخص نے تجھ سے ملاپ چھوڑا تو اس سے مل جس نے تجھپر ظلم کیا یعنی تیرا کوئی کسیطرح کا حق نگاہ نہ رکھا یا ضائع کیا تو اسکو عفو کر دے اور جس نے تیرے ساتھ بدی کی ہو اُسکے ساتھ تو احسان کر۔ دیکھو اول مرتبہ حضرت یوسفؑ کی ظاہری

خوبصورتی سے بڑھکر انکی روح باطن کا حسن بڑھا ہوا تھا جب بھائیون کو پہچان گئے تو کیسی مہربانی سے اناج بھر دیا اور آخر مین کیسے بھائیون
نے اقرار کیا کہ آپ کو اللہ تعالے نے ہم سب مین سے بزرگ کر لیا۔ اور ہم بیشک بلا شبہہ خاطی وجاہل تھے پھر دیکھو کیسی انکے لیے مغفرت کی دعا فرمائی
پس عارف کے نزدیک تو ایسے برتاؤ مین روحانی خوشی ولذت ہے لیکن عوام جنکا نفس انپر غالب ہوتا ہے گویا کمھار پر گدھا سوار ہے تو اسکو علماء
رحمہم اللہ تعالے نے آہستگی سے فہمائش کی ہے اور انکی باطنی بدصورتی کی تصویر انکو نہ دکھلائی بلکہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ سوار ہون اور جانور
نفس انکے قابو مین رہے تاکہ سیدھے جنت کی راہ چلے جاوین ورنہ جب تک نفس سوار اور یہ خود جانور بنے رہینگے تو وہ کبھی اپنے گھر کی راہ نہ پاویگا
بلکہ جہنم مین لیجاویگا کیونکہ شیطان اسکو رنگ برنگ کی نمایش دکھلا کر جہنم کو بلانے لیے جاتا ہے اللہم لا تکلنا الی انفسنا فنہلک واہدنا قبل
ذلک انت ارحم الراحمین تیسرا مقام یہ ہے کہ ارحم الراحمین جو اللہ تعالے عز وجل کی تعریف فرمائی تو جاننا چاہیے کہ بندہ عارف جانتا ہے کہ
رحمت حقیقت مین صفت الٰہی جل شانہ ہے اور حدیث صحیح سابق گذری کہ سو حصہ رحمت مین سے ایک حصہ کا دنیا مین ظہور ہے جس سے ان اپنی اولاد پر
اور جانور اپنے بچون پر رحمت وشفقت کرتے ہین اور یہان فانی چیزون پر سایہ ہے اس سایہ کا یہ حال ہے کہ مادر مہربان اپنی اولاد کو آگ مین ڈالنے پر
کبھی راضی نہوگی تو اب قیاس کرو کہ اللہ تعالے حقیقی ذات وصفات کا سب تبارک و تعالے کسقدر رحمت وکرم رکھتا ہے اب سمجھ دیکھو کہ کسی مخلوق کو خالق سے کچھ
مناسبت نہوگی مگر جب تک دین کی سمجھ نہو تب تک اسطرح سمجھایا کہ دنیا مین جتنی مخلوق نظر آتی ہے سب کی رحمت وشفقت وپیار وترس ملا کر سب سے بڑھکر
اللہ تعالے کو سمجھو سبحان اللہ یہ کلام معجزہ ہے کہ سچی بات فرمائی جسکو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ گیا اور جو بندے کہ اولیاء ہین یعنی نہایت عقیل ہین وے خوب سمجھے
اور جان رکھو کہ اصلی اعتقاد یہی ہے کہ اللہ تعالے کی ذات کا کوئی مشابہ نہین اور اس کی صفات کی بھی مثل نہین ہے وہ وحدہ لاشریک بےمثل وبے مانند ہے حدیث
مین دعا کا طریقہ اسطرح ہے کہ پہلے توبہ واستغفار کرے اور دعا ایسی صفات کے ساتھ مانگے جو رحمت وکرم کے ہین یعنی مثلاً یون نہ کہے کہ اے قہار اے جبار
ہم کو بخشدے بلکہ یون کہے کہ اے ارحم الراحمین اے کریم اے غفور رحیم ہم کو بخشدے۔ اور مانند اسکے پھر پہلے یون نہین کہتے ہین کہ ارحم الراحمین تجھے بخشدے
وہ غفور کریم ہے کیونکہ مغفرت کو ذات پاک اللہ عز اسمہ کی طرف نسبت کرنا ظاہر ادب ہے تاکہ معلوم ہو کہ بخشنے والا ایک وحدہ لاشریک ہمارا خالق مالک
ہے اور حدیث صحیح مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان فرمایا کہ بندہ نے گناہ کیا پس استغفار کیا کہ
اللہم اغفرلی ذنبی۔ اے اللہ میرے مجھے میرے گناہ کو بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا کہ اسکا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا
ہے اور گناہ پر گرفتار کرتا ہے پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور التجا لایا کہ اے رب میرے میرا گناہ مجھے بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے
گناہ کیا اور جانا کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا اور گناہ پر مواخذہ فرماتا ہے الحدیث اس مین چار مرتبہ کے بعد فرمایا کہ جو چاہے مین نے
تجھے بخشدیا۔ اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح مین اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالے
بندہ کی چارمرتبہ عاجزی والتجا کے بعد کمال رحمت سے جو کوئی گناہ کرے پھر مغفرت چاہے تو رب کریم بخشدیتا ہے ولیکن اسے لوگو شرک سے بچو
اور جان رکھو کہ مغفرت پاک باری تعالے جل جلالہ کی عظمت وکبریائی مین دوسرا شریک نہ بناؤ ورنہ وہ دوسرا کون ہے جو تمکو بخشیگا وہ تو خود
اپنی مغفرت اپنے پروردگار سے چاہیگا اور ہمارا سب کا پروردگار ہی مانگ رہا ہے۔ دیکھو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہے کہ حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہے کہ اے فرزند آدم جب تک تو مجھ سے دعا کرے اور امیدوار رہیگا مین تجھے بخشتا
رہونگا چاہے جو گناہ تجھ پر ہوا ور مین کچھ پروا نہین کرتا۔ اے فرزند آدم اگر تیرے گناہ آسمان تک پہونچ گئے ہون پھر تو مجھ سے مغفرت مانگے مین
تجھے بخشدونگا اور مجھے کچھ پرواہ نہین۔ اے فرزند آدم اگر تو میرے پاس تمام زمین بھر کے گناہ ساتھ لادے لایا پس تو مجھ سے ملا اس حال سے

کہ تو نے میرے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کیا تھا تو مین تجھے تمام زمین بھر مغفرت دونگا۔ رواہ الترمذی۔ پس شرک مت کرو اور گناہ تو ضرور
کروگے چنانچہ صحیح مسلم مین ابوہریرہ کی روایت سے ہو کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمکو
لیجاتا اور دوسری قوم دنیا مین لاتا جو گناہ کرکے مغفرت مانگتے پس انکی بخشش فرماتا۔ اہل حق جانتے ہین کہ صفت پاک غفور رحیم کا ظہور ضرور
ہو۔ مگر یہ سمجھو کہ جو شرک کرے وہ اللہ تعالیٰ عز وجل کا بندہ نہ رہا تو اس کا استغفار کبھی کچھ شمار مین نہ رہا اگر آنکہ شرک سے توبہ کرلے اب اسوقت
جو بڑا فتنہ شیطان کا ہو وہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندون کی طرف سے لوگون کے دل مین طرح طرح کے اعتقادات ڈالے ہین کہ وے
چاہین اولاد دیدین وے چاہین مار ڈالین وے چاہین جلاوین۔ ارے لوگو وے تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہین اگر تم تو اللہ تعالیٰ کی
جناب مین شرک کیے جاتے ہو۔ رازق و زندگی موت دینے والا اولاد دینے والا تمہارے ہر فعل کا پیدا کرنے والا وہی پاک معبود ہو دوسرا
نہین ہوسکتا حتی کہ دیکھو کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ارے ظالم گنہگار تجھے واللہ تعالیٰ نہ بخشیگا تو یہ شخص مشرک ہوگیا اس نے خیال نہ کیا کہ اسکا رب
جاننے مین بھی اُسکے مثل بندہ رب ہوں مجھے کیا معلوم بخشیگا یا نہین۔ اب ذرا دین کی سمجھ سے سمجھو اور ایسی ہی صفات باری تعالیٰ مین احتیاط
رکھو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو اسرائیل مین دو آدمی تھے جنمین بھائی بندی تھی پس انمین ایک
گنہگار تھا اور دوسرا عبادت مین سرگرم تھا جب وہ گناہ کرنے والے سے ملتا تو کہتا بس کر کرچہ ایک روز اسکو بڑے گناہ مین دیکھا تو
کہا کہ بس کر اُس نے کہا کہ مجھے میرے پروردگار پر چھوڑدے کیا تو مجھپر نگہبان بناکر بھیجا گیا ہو اُس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعالیٰ نہین بخشیگا یون فرمایا
تھا کہ اس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعالیٰ جنت مین داخل نکریگا پھر اللہ تعالیٰ نے دونون کی روحین قبض فرمائین جب دونون آخرت مین
جمع ہوئے تو رب العالمین نے اس عابد سے فرمایا کہ کیا تو اس چیز پر قادر تھا جو میرے قبضہ مین ہو یعنی مغفرت یا جنت یعنی تو نے کیونکر مجھپر یہ
حکم لگایا اور گنہگار سے فرمایا کہ اٹھ اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو اور عابد کیواسطے حکم دیا کہ اسکو دوزخ کو لیجاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ
نے کہا کہ واللہ اس نے ایسی بات زبان سے نکالی کہ اس ذرا سی بات نے اسکی دنیا و آخرت برباد کردی۔ رواہ ابوداؤد۔ مترجم کہتا ہو کہ اس حدیث
مین سچ فرمایا کہ جو خاموش رہا چھوٹ گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ کلمہ صفت غفار کی جناب مین شرک تھا ایسے ہی ہم لوگ ہر ایسی بات سے بچنے کی
توفیق مانگین جس سے اسکی جناب مین شرک ہوتا ہو اے رب ہمارے ہمکو شرک و کفر و نفاق سے نجات فرما دے اے رب ہمارے ہم کو اپنا
بندہ رکھیو اللہم اغفرلنا انت ارحم الراحمین۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکے لیے دعاے مغفرت فرمائی اور کوئی ملامت نہ کی اور
امام فراء نے و بغوی وغیرہ نے نقل کیا کہ آنحضرت علیہ السلام انکو صبح و شام اپنے ساتھ دعوت مین بلاتے تھے تو انھون نے عرض کیا کہ ہم
نہایت شرمندہ و خفیف ہوتے ہین بسبب اس حرکت کے جو ہم سے آپکی شان مین سرزد ہوئی ہو تو کرم ذاتی سے انکو کہلا بھیجا کہ نہین بلکہ مین
تمہاری وجہ سے معظم ہوتا ہون اس لیے کہ اہل مصر مجھکو پہلی نگاہ سے دیکھتے ہین اور کہتے ہین کہ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہو کہ ایک غلام جو کچھ
مال کو فروخت ہوا تھا آج بادشاہ ہو پس مین تمہاری وجہ سے مشرف ہوا اور اب انکی آنکھون مین کھلا کہ یہ شخص اسطرح مظلوم تھا اور یہ
اولاد ابراہیم خلیل اللہ و اسحاق کا پوتا اور یعقوب کا بیٹا ہو۔ واضح ہو کہ سب بھائیون نے آپکو کنوئین مین ڈالا اور بشریت کا غم و ہراس کچھ
طاری ہوا تو اسوقت حضرت خالق عز وجل نے انپر وحی فرمائی تھی کہ لتنبئنہم بامرہم ہذا وہم لا یشعرون۔ تو وہ تمام تیرا الٰہی اسوقت پورا ہوا اور یہ
تاویل اس کلام وحی کی تھی جبکا تم وگمان بھی اسوقت نتھا اور اس سے سمجھ لو معلوم ہوسکتا ہو کہ جو انعام و اکرام آخرت کا حق جل جلالہ نے قرآن پاک
مین بیان فرمایا ہو اسکی واقعی تاویل آدمی کے وہم مین نہین آسکتی ہو الغرض کمال اخلاق و کرم ذاتی و حسن صفائی سے انکا بلا عذر مغفرت و اکرام کے

تمام اولین وآخرین کو جمع کرکے مقادیر ازل سے آگاہ فرماویگا اور ہر ایک کے عذر کے بعد انکو عفو فرماویگا کہ تم نے انھین مقادیر کے موافق اعمال کیے جو تمہارے حق مین جاری ہوچکی تھین اور تم اس کو کیونکر دفع کرسکتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مین یہان یہ اعتراض ہے کہ اسمین اہل شرک وکفر ونفاق سب شریک ہین کیونکہ انھون نے بھی جو کچھ کیا ہے سب تقدیر ازل ہے پس انکی بھی مغفرت لازم آتی ہے حالانکہ یہ صریح نصوص کے خلاف ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ نہین یہ نہین لازم آتا ہے اور تحقیق مقام یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالے نے جس شخص وجس چیز کو جسواسطے پیدا کیا وہی اسکی جبلت وطینت ہے اور ہر ایک اپنی اپنی طبیعت پر خوش ہے ولیکن ایک کو دوسرے کی مرغوب سے نفرت ہے اور سابق مین شیخ محی الدین عربی رحمہ اللہ کی تحقیق گذر چکی کہ اہل جہنم کے طبائع کی موافقت اسی سے ہے جیسے نجاست کا کیڑا اگر موری سے نکالکر گلاب مین ڈالا جاوے تو مرجاوے کیونکہ طبیعت جبلی موافق نہین بلکہ مضاد ہے پس اگر نفیس مزاج سے وہ عذر کرے کہ مجھے معاف کرو تمہارا یہ کرم میرے خلاف مزاج ہے تو عاقل کو سماعت کرنا چاہیے اسی طرح ہر ایک کافر ومشرک کا آخری عذر مسموع ہوگا اور اس سے درگذر کیجاویگی ولیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ جنت مین داخل ہوگا کیونکہ قبولیت عذر بربناے مقادیر ازل ہے اور تقدیر ازلی مین اسکے لیے جہنم کی طینت قرار پائی ہے پس یہ عذر قبول ہوگا کہ تجھکو طینت جنت بدل لینے کا اختیار نہ تھا پس ہر ایک اپنے اپنے محل ومقام پر جاویگا اور اس سے یہ بھی لازم نہین آتا کہ عذاب مرتفع ہوجاویگا کیونکہ نجاست کا کیڑا اپنی غذا ومقام وغیرہ سے عذاب مین گرفتار ہے اسیطرح اسکو حالت ہوگی کہ جس حال پر اہل جنت ہین اسکے موافق نہین ہے اور شاید اسی وجہ سے وہ لوگ اہل جنت سے انکار رزق مانگینگے کیونکہ دنیاوی پردہ مین اشتراک ایک عجیب قدرت سے رہا ہے حالانکہ وہان فیصلہ اور ہر ایک کا اصلی مرجع ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ قولہ یغفر اللہ لکم الآیہ اظہار حیا کے بعد عفو وکرم مقدم فرمایا۔ شیخ جعفر نے کہا کہ پیغمبر کو عیب بیان جو تم نے کیا وہ سابقہ تقدیر سے پیشتر لکھا تھا تم کو نہ عذر اسکو کرتے مین کہتا ہون کہ شاید مراد اس سے یہ ہے کہ دونون جہت سے وقت عفو وکرم کا ہے اور یہ مرلہ نہین ہے کہ ہم تم سب محض مجبور ہین تو اس صورت مین یوسف علیہ السلام کی طرف سے کرم بھی نہین کیونکہ وے ایسا کرنے پر مجبور ہین اور جواب وہی ہے جو اہل السنۃ کا قول ہے کہ یہان نہ جبر ہے نہ اختیار ہے یعنی کوئی شخص مثل پتھر کے مجبور نہین اور کوئی شخص مثل حق تعالے کے قادر نہین ہے پس فرقہ جبریہ ومعتزلہ وغیرہ سب خارج از حد اعتدال ہین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اپنی طرف سے وہ لغزش یاد کی جو قید خانہ لیجانے اور اذکرنی عند ربک وغیرہ سے ہوئی یعنی کیونکر تمکو ملامت کیجاوے تمہارے افعال پر اور جو خود کیا اس سے فراموشی کیجاوے۔ شیخ شاہ کرمانی رح نے کہا کہ جو شخص مخلوق کی طرف نظر حق عز وجل سے دیکھتا ہے تو وہ انسے مخاصمت وجھگڑا نہین کرتا ہے اور جو انکو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تو ناحق انسے مخاصمات وجھگڑا کرکے اپنی اوقات ضائع کرتا ہے۔ شیخ ابو بکر رح نے کہا کہ کرم کی شرط یہ ہے کہ جب قابو پاوے تو عفو کردے بدلا نلیوے اور جو کوئی عذر کرے اسکا عذر قبول کرلے۔ اقول بعض ائمہ سلف مثل شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے اقوال ہین کہ جو کوئی عذر قبول نہ کرے وہ گدھے کے مثل ہے۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے اول ہی مرتبہ انسے تجاوز کرکے مغفرت مانگی اور یہ اسوجہ سے کہ انکو عتاب کے لائق نہین دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے تاخیر کی اسوجہ سے کہ بسبب زیادت محبت کے ان کو عتاب کیا تاکہ اثر اس کا باقی رہے۔ اور کہا کہ جب مخاطبات سے فارغ ہوئے تو وصال والد بزرگوار مین اہتمام کیا اور یہ کرم ہے کہ پہلے بھائیون سے کلام کیا تاکہ بیٹا باپ سے شادی مرگ کا معاملہ نہو اور وہ تو بنظر باطن دیکھتے ہی رہے قولہ اذہبوا بقمیصی ہذا قمیص بھیجنے کی حکمتون مین سے ایک یہ ہے کہ بیٹا باپ وصال سے مدہوش نہون پس تدریج رہی اور قمیص سے نور عود کرنے کا خیال تھا بخلاف دیدار کے کہ اس سے فرط شوق وہیجان سے نور فنا ہوجانے کا احتمال تھا اور کہا قمیص لباس جنت تھا پس قرب لباطاعت سے متعلق مرغوب رہا۔ اور نیز قمیص ہی

علامت ہلاکت بیان ہوئی تھی تو صحیح سالم قمیص سے اطمینان کیا کہ وہ صحیح سالم ہیں۔ قولہ واتونی باہلکم اجمعین خود باپ کے پاس حاضر
نہوئے کیونکہ عدل و انصاف مخلوق مرعی تھا اور بارگاہ حق عزوجل میں طالب کی سعی انصاف ہے اور اسی سے شوق میں تزاید ہے۔
قال المترجم پہلے معلوم ہو چکا کہ یہ جملہ معاملات بوحی الٰہی ہونا ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس حضرت یوسف علیہ السلام نے باپ کی بینائی کے لیے قمیص بھیجی اور
بھائیوں کو مع اہل و عیال کے بلایا کہ فارغ البال باپ کی خدمت کریں ثم قال تعالیٰ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ○ قَالُوا تَاللَّهِ

اور جب جدا ہوا قافلہ تو یہاں انکے باپ نے کہا کہ میں پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر تم مجھے بڑھاپے کے خلل حواس نہ کہو لوگ بولے کہ واللہ

إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ○ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ قَالَ

آپ تو اپنے پرانے عشق میں بیشک ہو رہے ہیں پھر جب پہونچ گیا خوشخبری لانے والا تو اسنے قمیص ڈالدی یعقوب کے چہرہ پر پس وہ دوبارہ بینا ہو گیا فرمایا کہ

أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا

بھلا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو بیٹے بولے اے ہمارے باپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا کریے کہ ہم بیشک

خَاطِئِينَ ○ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○

خطاوار تھے فرمایا کہ ہاں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت چاہونگا وہ بیشک بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم والا ہے

ولما فصلت العیر اور جب جدا ہوا قافلہ یعنی آبادی شہر سے باہر ہوا جس میں سب بھائی تھے جو قمیص لیکر کنعان جاتے تھے تاکہ
باپ کی آنکھیں روشن ہوں اور والدین یوسف اور اپنے اہل و عیال سمیت مصر کو آویں۔ قال ابوہم تو ہنوز فاصلہ اتنی فرسخ
پر تھا کہ یہاں انکے باپ حضرت یعقوب نے کہا ان لوگوں سے جو یہاں پوتے ناتی و عورتیں و عیال موجود تھے کہ انی لاجد ریح
یوسف میں تو ضرور یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ خواہ قمیص سے پہونچی یا خود حضرت یوسف کے تن مبارک سے پہونچی ہو علما نے کہا کہ
خوشی کے وقت ہر مشکل بات آسان ہوتی ہے اور مصیبت کے ایام میں ہر آسان بھی مشکل ہوتا ہے دیکھو کہ جب تک حکم حق عزوجل نہ تھا تو
باوجود قافلوں کے آمد و رفت کے بلکہ ودھر تمہاری قافلہ کے آمد و رفت کے کچھ بھی پتہ نہ پہونچا بلکہ کنعان کے کوئیں سے ذرا دور خوشبو نہ آئی اور
مصر سے پیراہن کی خوشبو سونگھی ہے۔ اور ریح الصبا آج یہ خوشبو لائی اور ہزاروں بار ہوا تھی تب کیوں کبھی خوشبو نہ لی ہے روایت ہے کہ ریح الصبا
نے جناب باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں بشیر پہونچنے سے پہلے خوشبو پہونچا دوں پس اجازت دی گئی۔ صبا کے خواص میں جن کا
اسرار عارف باللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے نصرت دی گئی مجھکو صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد دبور سے رواہ
فی الصحاح۔ اور حدیث میں ہے کہ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لنفحات ربکم یعنی تمہارے ایام دہر میں تمہارے رب کی خوشبودار
صبا کے جھونکے ہیں تو تم ان کے سامنے پڑو۔ اس مقام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خوشبو فقط حضرت یعقوب کو محسوس ہوئی اور پاس
والوں میں سے کسی کو محسوس نہ ہوئی۔ پس آدمی کو صلاحیت و تقویٰ سے اپنے کو لائق بنانا چاہیے اور یہی مراد حدیث بالا میں تعرض سے
ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس قمیص سے جنت کی خوشبو آئی کہ حضرت یعقوب کو پہونچی تو آپ نے پہچانا کہ وہی قمیص ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس
تکلف سے کیا مطلب ہے کیونکہ جس ایمان والے کو تمیز بھی ہے جب وہ یقین کریگا کہ اتنی دور سے فقط یعقوب کو پہونچی تو یقین کرے گا کہ یہ
اسرار الٰہی عزوجل بلاشبہ و بیشک صحیح ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے عبدالرزاق کی روایت سے ابن عباس رضہ سے ذکر کیا کہ جب قافلہ جدا ہوا

تو ہوا چلی اور اس نے قمیص یوسف کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہونچائی پس آپ نے آٹھ روز کی راہ سے خوشبو پائی حسن و ابن جریج نے کہا کہ درمیان میں اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں منصوص ہے بقولہ تعالے ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ الآیہ و قولہ غدوہا شہر ورواحہا شہر الآیہ۔ اور مترجم کو اسوقت کے نیچرل یعنی قدرتی جہال سے سخت تعجب ہے کہ ان مقامات میں کسقدر انکے شیطان بہکا کر گمراہ کرتا ہے حالانکہ زمین کے بارہ میں خود قائل ہیں یعنی زمین بشکل گیند تمام پانی و مٹی کا مجموعہ گرد آفتاب کے گردش کرتی ہے حالانکہ پانی ایک بہنے والی چیز ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پانی بہکر مثل باران کے نہیں گرجاتا اور مٹی علیحدہ پارہ پارہ نہیں ہوجاتی ہے اور جب آفتاب کی کشش و خاصیت کو مانتے ہیں تو انکو اللہ تعالے کی قدرت کا اقرار کرتے ہوئے کیون شرم آتی ہے۔ اس سے علاوہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے کہ کھاری و میٹھا سمندر جہان جہان ملے ہیں دونون علیحدہ ہیں دونون کا اتصال ایک خط ہے وہان چارہ نہیں کہ یہ جاہل لوگ ضرور اقرار کرتے ہین کہ اللہ تعالے کی عجیب قدرت ہے کہ یہ دونون پانی نہیں ملتے ہیں وقد قال تعالے وبینہما برزخ لایبغیان ایسی ایسی قدرتیں دیکھکر پھر کسطرح اندھے ہوکر کلام الٰہی سے انکار کرتے ہیں پس پاک ہے وہ اللہ تعالے جس نے پیدا کیا اور عجیب قدرت دکھلائی اور جسکو چاہا مومن پیدا کیا اور جسکو چاہا کافر بنایا ہے۔ الغرض عجیب قدرت الٰہیہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو اس دوری سے خوشبو پہونچی اور انھون نے اپنے پاس کے پوتے ناتیون وغیرہ سے کہا کہ میں یوسف کی خوشبو پاتا ہون۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھے فند کی طرف منسوب نہ کرو۔ مجاہد نے کہا کہ بڑھاپے سے عقل و حواس میں تغیر آجاتا ہے وہ فند ہے اور ابوعبیدہ نے کہا کہ سفاہت۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہل و بیوقوفی۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ ضعف رائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بڑھاپے کی بیوقوفی ورائے کا ضعف تم نہ سمجھو تو یہ تحقیق ہے کہ میں اس کی خوشبو پاتا ہون کشاف میں کہا کہ عورت کو مفندہ نہیں کہتے بلکہ مرد کو مفند کہتے ہیں اس واسطے کہ عورت کی جوانی میں کچھ رائے نہ تھی جو اب بڑھاپے میں مفندہ ہوجاوے۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ جب کسی فرزند کو کچھ حکم دے تو چاہیے کہ یون کہے کہ اچھا ہوتا اگر تم ایسا کرتے تاکہ اگر نہ کرے تو نافرمانی کے قہر میں نہ پڑ جاوے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسی بات جب فرمائی کہ انکے حواس و عقل سے باہر تھی تو پہلے سے بنظر شفقت فرما دیا اگر تم مجھے فند کی جانب منسوب نہ کرو یعنی اگر یون نہ کہو کہ انکو بڑھاپے سے اختلال حواس ہوگیا ہے تو مانوگے۔ ولیکن ان کے زعم میں تھا کہ یوسف علیہ السلام مدت ہوئی کہ ہلاک ہوگئے تو انھون نے اسی یقین پر قسم سے اسی پر جسم کیا۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ تعالے کی آپ اپنے پرانے ضلال میں ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ضلال سے غلطی مراد ہے یعنی اگلی غلطی میں پڑے ہو۔ قتادہ نے کہا کہ یوسف کی محبت میں کہ بھولتے نہیں اور تم کو تسلی نہیں ہوتی ہے اور کہا کہ ان لوگون نے بیہودہ کلمہ اپنے بزرگ پیغمبر خدا علیہ السلام کو کہا جو اُن کو نہیں کہنا چاہیے تھا۔ ضلال دراصل عرب میں عشق کو بولتے ہین جیسے فارسی میں دیوانہ وغیرہ الفاظ مستعمل ہیں اور مراد ان کی یہ تھی کہ وہی پہلے عشق میں مبتلا ہو اُسی سے یہ باتیں کہتے ہو۔ وفی البیضاوی یعنی جیسے تم قدیم سے ٹھیک راہ سے ہٹ گئے ہو بسبب اسکے کہ یوسف سے محبت میں افراط کرتے اور کثرت سے اس کا ذکر کرتے اور دوبارہ اُس کی ملاقات کے متوقع ہو۔ یہ تقریر بلاشبہہ بے ادبی ہے اور اگر صرف یہ مراد ہو کہ آپ قدیمی افراط محبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں تو اسقدر افراط بے ادبی میں نہوگا اور یہ بطریق اصول حنفیہ اقرب ہے کیونکہ ضلال کے معنے راہ صواب سے ہٹ جانا اور افراط محبت سے ضلال دونون حقیقت و مجاز کا اجتماع ہے فافہم۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اسکو صحیح نہ جانا اور افراط محبت پر محمول کیا۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ پھر جب بشارت دینے والا آپہونچا۔ مجاہد و سدی رح نے کہا کہ وہ یہودا تھے جو یہ کہہ کر

قمیص لائے تھے کہ جیسے میں نے خون آلودہ قمیص لیجا کر باپ کو غم میں مبتلا کیا تھا ویسی ہی میں یہ قمیص خوشخبری اور صحت بینائی کی لیجا کر
خوش وخرم کرونگا اور کہتے ہیں کہ قافلہ والوں نے انکو تیزی کے ساتھ کچھ پہلے روانہ کر دیا تھا پس جب وہ پہلے آپہونچے اَلْقٰىهُ عَلٰى
وَجْهِهٖ اس قمیص کو باپ کے چہرہ پر ڈالا جسطرح کہ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا پس لوٹ کر بینا ہوگئے
یعنی دوبارہ بینائی لوٹ آئی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ خوشی کے سبب سے قوت کو جوش ہوا پس بینائی درست ہوگئی اور یہ توجیہ
بسبب اتباع کشاف معتزلی کے ہے جس نے ابیضت عیناہ میں تاویل کی کہ آنسوؤں کی ڈبڈباہٹ سے سپیدی چھا جاتی تھی ورنہ
بینائی نہیں گئی تھی اور یہ کلام خود کاذب ہے کیونکہ ارتداد بصارت اس میں کچھ نہو گا بلکہ گویا آنسو بند ہوگئے۔ اور جس شخص نے یقین کیا
کہ اللہ تعالے کی قدرت سے ریح الصبا نے فقد الیعقوب کو یوسف کی خوشبو پہونچائی اُس کی قدرت سے بینائی بھی لوٹ آئی۔ بعض
محققین نے کہا کہ قوت بدن کی وجہ سے بینائی کا عود کرنا معقول نہیں ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ یہ ایک معجزہ حضرت یوسف کی طرف
سے تھا یہی صحیح ہے اور اس صورت میں قمیص جنت ہو یا نہ ہو جیسے خوشبو سے یوسف بامر الٰہی عزوجل پہونچی ویسے ہی قمیص ڈالنے سے بینائی
لوٹ آئی اور یہ فعل خود بینائی کا نہیں ہوسکتا بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے نے بینا کر دیا جیسے بولتے ہیں کہ پودا بڑھ گیا حالانکہ اللہ تعالے نے اس کو
بڑھا دیا پس جب بینا ہوگئے اور انکو حیات یوسف و ثروت و مکنت کی خوشخبری دی گئی تو دل باغ باغ ہوگیا اور اسوقت لوگوں سے کہا کہ۔ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ لَّكُمْ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں جانتا ہوں اللہ تعالے کی طرف سے وہ بات جو تم نہیں جانتے ہو۔ یہ بات یا تو
بیٹوں سے کہی کہ جب انھوں نے کہا تھا کہ یوسف کی یاد میں قریب مرگ یا ہلاک ہوجاؤگے تو کہا تھا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو اور
یا یہ بات ان لوگوں سے کہی جنھوں نے خوشبوئے یوسف پہونچنے پر ضلال قدیم کا وہم کیا تھا۔ واضح ہو کہ یہ علم جو اللہ تعالے کی طرف سے بیان کیا
یا تو وحی سے تھا یا بطریق الہام و خواب تھا یا کشف نبوت تھا پس اگر وحی تھا تو اعتقاد کا بھی حکم ہوگا اور یہ بطریق اسطرح ہوگیا اور اگر الہام یا خواب تھا
تو یہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حق میں وحی کے حکم میں ہے اور اگر کشف نبوت تھا تو بہت سے علوم منکشف ہوتے ہیں جنکو بندگان خاص اپنے
ہی قلب میں مخفی رکھتے ہیں اور انکشاف خود اختیاری چیز نہیں ہے بلکہ وہ کبھی بفضل باری تعالے ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب لکھا
کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے مصر سے بوئے پیراہن سونگھی تو کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ لیا تھا تو جواب دیا کہ
ہم لوگوں کا حال بجلی کی چمک ہے جب چمکی دیکھ لیا اور جب نہیں تو کچھ نہیں۔ اور بہرحال میں نیک بندے حضور باری تعالے میں حاضر رہتے
ہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ یاد یوسف علیہ السلام انکے حق میں کسی وہم کرنے والے کے خیال کے موافق نہ تھی بلکہ وہ یاد حق تعالے تھی ورنہ کیونکر
ایک پیغمبر برحق کی نسبت تیرا یہ گمان ہے کہ وہ تمام عمر ایک مخلوق کی یاد میں رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کشف کے لیے کوشش کرتا ہے
وہ شکل جوگی کے دور پڑا ہے اور قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ پانی پتی اور مولانا تراب علی کاکوروی اور دیگر اکابر نے تصریح کردی کہ کشف قلبی
سوائے صفات حق تعالے کے دیگر امور عالم میں ایک نقص ہے خصوص دنیاوی معاملات میں النقص ہے اور جو کوئی شریعت کی راہ پر ظاہر و باطن کے
خطرات و عجب و غرور و ریا وغیرہ سے پاک ہوکر قائم و مستقیم ہو وہ اولیاء ہے اس شخص سے جسکا قدم طریقہ سنت سنیہ حضرت سید دوعالم صلی اللہ
علیہ وسلم سے ہٹا ہوا گرچہ بہت سے کشف و کرامات رکھتا ہو اور دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکمل و اعلی تھے اور سب کے سب ولایت کے ایسے
درجہ پر پہونچے کہ قیامت تک کوئی ولی نہیں پہونچ سکتا مگر انکو کشف و کرامات کی کچھ بھی تلاش نہ تھی پس استقامت اختیار کرو اللہ تعالے ہم سب کو
توفیق عطا فرماوے آمین یا ارحم الراحمین پھر جس شخص نے کشف سے انکار کیا وہ جاہل ہے تو نہیں دیکھتا کہ حضرت فاروق اکبر عمر رضی اللہ عنہ نے

جمعہ کے روز مدینہ کی مسجد نبوی مین کیونکر سرزمین نہاوند کے سردار لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ یا ساریۃ الجبل الجبل۔ یہ کشف نہ تھا تو کیا تھا اور ساریہ رضی اللہ عنہ وتمام لشکر نے وہان آواز سنی پھر یہ کرامت نہ تھی تو کیا تھا اور ایسی مشہور روایت سے انکار کرنا الحاد نہین تو اور کیا ہوگا واضح ہو کہ اگر علم یعقوب علیہ السلام زندہ ہونے یوسف کا اور انسے ملاقات ہونے کا بکشف نبوت تھا تو اسکو من اللہ کہنا دو باتون سے ہے اول تو بیان ہو چکی کہ کشف از جانب حق عز وجل ہوتا ہے اور دوم یہ کہ کوئی علم ایسا جاننا جو کروڑون آدمیون بلکہ تمام عالم کو معلوم ہو یہ غیب دانی نہین ہے پس تنبیہ رکھی کہ مین اسکو اللہ تعالے ہی کی طرف سے جانتا ہون اور واضح ہو کہ آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز مین ہون یا نہون جنت ودوزخ اور موسے علیہ السلام کو طواف خانہ کعبہ کے لیے وادی مین اترتے اور مانند اسکے دیکھتے تھے چنانچہ صحاح احادیث شاہد ہین پس اہل علم واہل ایمان کو چاہیے کہ راہ راست پر مستقیم رہین نہ انکار کرین اور نہ کسی بندہ کے حق مین غیب دانی کا اعتقاد کرکے مشرک بنین اور نہ کسی کی نسبت یہ اعتقاد کرین کہ وہ جو چاہے جان سکتا ہے دیکھو کہ یعقوب پیغمبر کو حضرت یوسف کی خبر چاہ کنعان کی نہوئی اور بہت سی روایات اس مضمون کی مثبت صریح احادیث صحاح مین موجود ہین پس حاصل اس سب کا یہ ہے کہ نیکون کی طرف نیک گمان رکھو اور شریعت پر قائم رہو اور نیک کی پہچان بھی اسی طریقہ پر کرو والسلام۔ القصہ اسوقت لوگون کو اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کو اپنی رائے پر خفت وندامت ہوئی جو انکو ضلال کی طرف نسبت کرتے تھے اور جان گئے کہ انکے افعال سب راہ صواب وطریقہ نبوت پر تھے سراج مین لایا کہ سہیلی رحمہ نے کہا کہ جو شخص بشارت لایا تھا اسکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک دعا سکھلائی جسکو بواسطہ اسحاق علیہ السلام کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے تھے اور اسکا ترجمہ عربی مین یون مذکور ہے یا لطیفا فوق کل لطیف الطف فی اموری کلہا کما احب وارضنی فی دنیای وآخرتی اسکا ترجمہ اردو مین یہ ہے کہ اے لطف فرمانے والے جو کوئی لطیف خیال کیا جاتا ہے تو سب سے بالاتر ہے تو مجھ بندے کے سب کامون مین لطف فرما جیسے مجھے پسند ہو اور مجھے اسپر راضی کر دے میری دنیا ہو یا آخرت ہو۔ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشارت لانے والے سے پوچھا کہ تو نے یوسف کو کس حال مین چھوڑا اس نے کہا کہ مصر کا بادشاہ ہو۔ فرمایا کہ بادشاہت لیکر مین کیا کرون یہ بتلا کہ حاکم مصر تو کافر ہے یوسف کس دین پر ہے اس نے عرض کیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم ہین پس خوشی مین اللہ تعالے کی تعریف کی اور کہا کہ اب نعمت پوری ہوئی مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ ہے جو پہلے فرمایا تھا کہ ویتم نعمتہ علیک کما اتمہا علی ابویک الآیہ کیونکہ ہفت اقلیم کی سلطنت بدون ایمان کے عذاب وذلت ہے اور ایمان کیساتھ گدائی بادشاہت سے بہتر ہے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ عقل کی آنکھ سے آخرت کی سلطنت دیکھین کہ دنیا مین کون ایسا شخص ہے جو آخرت کا بادشاہ ہے اور دنیا مین کون بادشاہ یا بادشاہون کا بادشاہ کہلاتا ہے جو اسی حال پر مرنے سے نہایت ذلت وخواری سے روسیاہ جہنم مین دنیا کے کتے سے بدتر ہوگا تو انکو نعمت ایمان کی قدر ہو دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے باوجود خوشی کے علم نہ چھوڑا اور پوچھا کہ وہ کس دین پر ہے جب معلوم ہوا کہ اسلام پر ہے تو خوشی پوری ہوئی۔ تب بیٹون نے عرض کیا قالوا یا ابانا یعنی التجا کرنے لگے کہ اے ہمارے باپ۔ جو اولاد کے حق مین سب سے زیادہ شفیق ہوتا ہے استغفر لنا ذنوبنا ہمارے واسطے مغفرت کی درخواست فرما دے ہمارے گناہون کی۔ یعنی اللہ تعالے سے ہمارے گناہون کی بخشش مانگیے۔ انا کنا خاطئین ہم لوگ بیشک خطاوار تھے۔ باپ سے عفو کی درخواست شفقت کی امید پر کی اور اس وجہ سے بھی کہ بندہ کو عفو کرنے سے جیسا ہی تجارت ہے کہ حق تعالے بھی عفو فرما دے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالے سے عفو کی درخواست جب فرما دینگے کہ خود عفو کرین اور اس وجہ سے کہ زیادہ اہتمام اور خود دعا کا مقام اللہ تعالے کا بخشنا تھا۔ اور اپنی خطا کا اقرار صریح کر دیا جس سے مغفرت الٰہی کی زیادہ امید ہے۔ حدیث مین ہے کہ بندہ نے جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیا پھر توبہ کی تو اللہ تعالے

اسکی توبہ قبول فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی زندگی مین اعتراف گناہ مستوجب مغفرت ہے۔ پھر اگر مثل زنا وغیرہ کے سرزد ہوا ہو تو اعلان نہ کرے اور خفیہ جناب باری تعالے مین توبہ کرے اُس کے سامنے جیسے خفیہ اقرار ویسے علانیہ اقرار یکسان ہے۔ اور جیسا گناہ کہ برادران یوسف علیہ السلام کا تھا وہ اسی قابل تھا کہ اُنھون نے اقرار کرکے مغفرت مانگنے کی درخواست اپنے باپ پیغمبر برحق سے کی قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ جواب مین فرمایا کہ عنقریب مین تمھارے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگونگا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بیشک وہی غفور رحیم ہو۔ کلام مین ضمیر ہوتے تاکید کا مفاد انکی تسکین ہو اور میرے نزدیک اسمین ایک نکتہ یہ بھی ہو کہ میرا عفو کرنا و یوسف کا عفو کرنا درحقیقت ظاہری ہو اور بخشنے والا وہی رب تبارک و تعالی ہو اور یہ معنی صحیح حدیث یعنی فانہ لایغفر الذنوب الا انت مین زیادہ صریح ہین پس ضمیر مذکور حصر کے لیے ہوگی ولیکن اسی معنی مین جو حدیث مذکور کے معنی ہین یعنی احکام مین مشہور یہ ہو کہ مظلوم عفو کرے چنانچہ اس مقام پر بھی شعبی کا قول کہا گیا ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالفعل استغفار نہ کیا بلکہ عنقریب کا وعدہ کیا تو شاید اسوجہ سے کہ انکو یہ معلوم نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے عفو کر دیا ہو حالانکہ مظلوم کا عفو کرنا شرط ہو پس پیغمبر سے ایسا فعل جان بوجھکر نہین ہوسکتا تھا جسمین جہالت کے معنے ہون بعض نے کہا کہ فی الحال انکے لیے استغفار کیا تھا اور اس کلام سے وعدہ کیا کہ آیندہ بھی استغفار کرتا رہونگا مین کہتا ہون کہ اسکا شاہد وہ قول ہو جو وہب بن منبہ سے مروی ہو کہ کچھ اوپر بیس برس تک انکے لیے ہر شب جمعہ کو استغفار کرتے رہے۔ اور مین کہتا ہون کہ اس قول پر ظاہر ہوتا ہو کہ آنحضرت کو استغفار کا کچھ جواب نہین ملا۔ لیکن بعض نے کہا کہ آخری رات مین سحر کے وقت نماز پڑھکر دعا مانگی کہ اے میرے رب بخشدے جو مین نے یوسف پر جزع و فزع کیا اور صبر کم کیا اور میری اولاد کو بھی جنھون نے یوسف ع کے ساتھ برا کیا پس اللہ تعالے نے وحی بھیجی کہ مین نے تجھے اور ان سب کو بخشدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مین تو صبر جمیل منصوص ہے پس اگر روایت صحیح ہو تو انکا جزع و فزع اپنی طرف منسوب کرنا بارگاہ کبریائی کی عظمت وجلال کے سامنے ادب و انکسار و عاجزی ہو اور ممکن ہو کہ باوجود اس جواب ملنے کے بھی استغفار کرتے رہے ہون جیسے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین ما تقدم و ما تاخر سب کچھ معاف ہوگیا تھا مگر دن مین سو مرتبہ یا ستر مرتبہ استغفار کرتے اور پوچھنے والون سے کہا کہ اگرچہ حق تعالے نے معاف کیا مگر شکر نہ ادا کرون۔ یعنی یہ شکر یہ ہے۔ قال الحافظ ابن مسعود رضہ اور ابراہیم تیمی و عمرو بن قیس و ابن جریج وغیرہم نے کہا کہ سوف استغفر سے ان کو سحر کے وقت تک اسیا وار کیا ابن جریر رح نے اپنے اسناد سے محارب بن دثار سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب اول سحر کے وقت مسجد مین تشریف لایا کرتے اور سنتے کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ بندے کو تو نے بلایا یعنی ایمان لانے کو تو مین نے بدل و جان قبول کیا اور مجھ کو تو نے بندگی کے حکم دیے یعنی اپنی محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پس مین نے بسر و چشم فرمانبرداری کی یعنی کچھ انکار نہ کیا اور یہ وقت سحر کا ہے سو تو مجھے بخشدے۔ محارب نے کہا کہ حضرت عمر رضہ نے اس آواز کی طرف کان لگائے تو آخر معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود کے گھر سے آتی ہے پھر حضرت عبد اللہ رضہ سے یہ حال پوچھا تو انھون نے کہا کہ ان سحر کی خصوصیت اس وجہ سے کرتا ہون کہ یعقوب نے اپنی اولاد کی مغفرت کے لیے سحر کا انتظار فرمایا تھا۔ اور ابن جریر رح نے ابن عباس رض سے آنحضرت صلعم کا قول روایت کیا کہ شب جمعہ تک تاخیر کی۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ شاید راوی کا وہم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا اور ظاہر ابن عباس کا قول ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہو کہ بعض علما نے کہا کہ جس رات کے روز یہ گفتگو ہوئی تو تاخیر فرمائی وقت سحر تک جو اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی اور واللہ اعلم دوسری حج مین ابن عباس کا قول بیان کیا کہ استغفار کے لیے شب جمعہ تک تاخیر کی مترجم کہتا ہے کہ شاید انبیاء سابقین کو روز جمعہ کے فضائل معلوم ہون اور بوجہ حکمت ربانیہ کے انکو اظہار و مشروع کرنے کا حکم نہو تب البتہ

یعقوب علیہ السلام نے شب جمعہ تک تاخیر کی یہانتک کہ در واقع شب جمعہ و روز جمعہ نہایت متبرک ہین گر عموماً ظاہر نہین کیا کیونکہ حدیث
صحیح مین ہی کہ ہفتہ مین ایک روز عبادت کا یہود و نصاریٰ نے سنیچر و اسکے بعد اتوار لیا پس جمعہ نہ پایا اور تم لوگون کو اللہ تعالےٰ نے اپنی
ہدایت سے بتلایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ روز مع برکات کے اسی امت مرحومہ کے واسطے ذخیرہ رہا جیسے خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ
وسلم کو ان کے لیے غیب مین مکنون فرمایا تھا اور اگلون کے لیے ایک روز معین کر لینا ان کی پسند پر چھوڑا تھا پس انھون نے
غلطی کر کے اپنی پسند سے سنیچر کا روز مقرر کر لیا اور نصرانیون نے اتوار مقرر کیا اور چونکہ علوم اسرار قلبی و لطائف روحانی سے واقف
نہ تھے لہذا اپنی پسند پر جم گئے یہ غلطی تھی انکو چاہیے تھا کہ یہ درخواست کرتے کہ جو حضرت کبریا ذو الجلال والاکرام کو پسند ہو وہ ہم کو
پسند ہو لیکن مقدر نہ تھا۔ اس سے یہ لازم نہین کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کو بھی نہ معلوم ہو لہذا انھون نے دائمی کوشش عبادت مین روز جمعہ
اپنے علم مین رکھا اور ظاہر شرع کا تقرر لوگون پر تھا تو جو انکی پسند پر حق تعالےٰ نے مشروع کر دیا اس شرع پر بھی قائم رہے اور یہ توجیہ مین نے اس
واسطے لکھی کہ روز جمعہ اس امت کے خصائص سے ہی تو یعقوب علیہ السلام کی امت پر بھی ظاہر نہوگا اگرچہ سنیچر کی شرعیت توریت سے ہوئی اور
اسکا زمانہ حضرت موسیٰ سے بہت پہلے ہی فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور واضح ہو کہ اگر یعقوب علیہ السلام نے کسی خاص وقت تک جو قبولیت دعا
کے اوقات مین سے ہے تاخیر کی ہو تو اصلی مقصود وقت سحر ہوگا اور اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی جیسے کہ عبداللہ بن مسعود رضہ کے کلام
سے ظاہر ہوتا ہی کہ یعقوب علیہ السلام کے وقت سحر تک تاخیر کرنے سے سحر کا وقت قبولیت ہونا معلوم ہوا لیکن حضرت عبداللہ رضہ کو اس دلیل
سے بڑھ کر نص قرآنی کی دلیل معلوم تھی یعنی قولہ تعالےٰ وبالاسحار ہم یستغفرون یعنی اوقات سحر مین وے لوگ اپنے رب سے استغفار کرتے ہین۔
سعدی رضہ نے خوب کہا ہے۔ ورس گشتہ از انکہ شب زندہ اند۔ سحر گہ خروشان کہ وامانده اند۔ پس تمام رات جد و جہد سے طالب رہے
اور سحر کے وقت رو رو کر استغفار کیا کہ بندہ ناچیز کو اپنی کوشش سے حصول مطلوب کی جرأت کرنا جو غایت شوق مین واقع ہوا ایک خطائے
عظیم ہی اے رب بخشدے اور ہم تیرے ہی ذوالظل کے سایہ مین اپنی مراد ملنے کی آرزو کرتے ہین پھر دن گذرا اور رات نے خلوت کا پردہ ڈالا
اور جذب شوق راہی ہوا سبحان اللہ یہ زندگی کیسی پاکیزہ ہی حیوۃ طیبہ سے حق عز وجل اپنے اولیاء کو زندہ رکھتا ہی اور باوجود اس عبادت کے
سحر کے وقت استغفار کرتے ہین۔ القصہ روایت ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحر کو انکے لیے استغفار کیا اور رحمت الٰہی سے سرفراز ہوئے
واللہ اعلم۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ یوسف ع کا عفو کرنا معلوم ہونے تک تاخیر کی اور لکھا کہ اس کی تائید اس روایت سے معلوم
ہوتی ہے کہ مصر مین پہنچکر حضرت یعقوب علیہ السلام قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا و استغفار کرنے لگے اور انکے پیچھے یوسف علیہ السلام آمین
کہتے جاتے یعنی اے رب ہمارے قبول کر لے اور یہ دسون بھائی ان دونون کے پیچھے بہت عاجزی و گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھڑے
کانپتے کھڑے رہا تاکہ جبرئیل ع نے آکر بشارت دی کہ حق عز وجل نے تیری دعا تیری اولاد کے حق مین قبول کی اور ان کے عہد پر
ان کے پیغمبر سے بعد نبوت کا میثاق دیدیا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ان لوگون کی نبوت کی دلیل ہی اور جو کچھ ان سے
پہلے صادر ہوا وہ نبی ہونے کے زمانہ سے پہلے واقع ہوا ہی مین کہتا ہون کہ ظاہر مختار علامہ بیضاوی رح یہ ہی کہ زمانہ نبوت سے پہلے نبی معصوم
نہین ہوتا بلکہ اس سے خطا سرزد ہونا ممکن ہی اور مین کہتا ہون کہ پیغمبر کی عصمت کا مسئلہ صرف اسوجہ سے علماء کے درمیان ایک اصل
کلامی مانند دیگر اصول کلامیہ کے قائم ہوئی کہ جو فرقے اپنے نفس کی تاویل و خطرات شیطان کی تسویل مین حقیقت سے کنارہ کر کے خود گمراہ و دوسرون کو گمراہ
کرتے تھے اس کا ضرر دین اسلام سے دور کرنے اور انہین کی سمجھ کے موافق انکو گمراہی سے روکنے کے لیے علم کلام نکالا اگرچہ انجام یہ ہوا کہ اہل السنہ کی حقیقت سے

غافل ہوکر اپنی حقیقت کی آزمائش انھین نو ایجاد اصول پر رکھنے لگے حالانکہ انکے لیے بے چون وچرا کلام اللہ مجید و احادیث صحیحہ پر ایمان
مین دیکھو کہ بہت سے مفسرین نے برادران یوسف کی نبوت مین اپنی اوہام وظنون پر بحث کی اور بعضے زبان درازی کرنے لگے حالانکہ
حدیث کے موافق ان کو خاموشی چاہیے تھی اور کلام الٰہی سے بھی یہان سکوت لازم وقد قال تعالیٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ہم کو
کیا بحث کیا اصول معلوم کہ کہان رسالت کا محل کس قاعدہ پر ہوتا ہے اور حکمت ربانیہ کا احاطہ کہان سے ممکن ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام
بے شبہ پیغمبر معدود مین تھے جنھون نے قبطی کو قتل کر ڈالا اور کہا فغفر لی ربی وجعلنی من المرسلین۔ اور کہا کہ انہ من عمل الشیطان اور خضر علیہ السلام
مین اگر نبوت نہو تو بھی صالح ہونے کی حالت مین ایک طفل کو قتل کر ڈالا جسکی نسبت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اور باوجود نبوت کے
سمجھ مین نہ آیا تو انبیاء و اولیاء بلکہ عوام کے افعال و اعمال پر کوئی قطعی حکم لگانا محض جہالت ہے یہ شیوہ گمراہ فرقون کا ہے اور ہم کسی کو جیسے جنتی
و دوزخی نہین کہہ سکتے ویسے ہی نہین جانتے کہ شخص جنتی بوجہ نبوت کے ہے یا بوجہ ولایت یا بوجہ عام ایمان کے یا بوجہ خاص مغفرت کے یا یہ
دوزخی ہے پس حاصل یہ ہے کہ اس مقام پر بلا دلیل انکو جیسے پیغمبر یقینی نہین کہہ سکتے ویسے طعنہ و تشنیع نہین کر سکتے بلکہ طعنہ سے پیغمبر گمان کرنا بہتر ہے فافہم واللہ
اللہ اعلم بالصواب۔ ف۔ اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ ولما فصلت العیر الخ جب قافلہ مصر سے نکلا تو نسیم صبا کا جھونکا آیا اور قمیص سے خوشبو اڑا کر یعقوب
علیہ السلام کی ناک مین پہونچائی اور چونکہ یہ احساس باطنی سے متعلق نہین بلکہ عضو ظاہری یعنی ناک مین خوشبو آئی تھی تو اسی واسطے کہا کہ انی
لاجد ریح یوسف مین یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہون۔ و تحقیق قریب سے خوشبو پائی کیونکہ ہر سانس مین خوشبو سے یوسف کو ڈھونڈھتے تھے اور یہی
حال ہر ایک شیفتہ بندہ کا ہے جو ہر ایک تعلق غیر سے آزاد ہوکر گھر مین بیٹھا ہو یا جنگل مین ہو جاتا ہو یا سفر مین ہو کام مین ہو بیکار ہو ہر دم وہ اسی قسم
کے شوق مین راہ اپنے مالک کی دیکھا کرتا ہے جو ازل کے باغ فیض سے چلتی ہے تاکہ کوئی خوشبو روح کو کثافت تعلقات سے پاک کر دے۔ مترجم
کہتا ہے حدیث شریف مین اس خوشبو کا اشارہ ہے حیث قال ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الحدیث جیسا کہ شیخ نے بھی اس حدیث کو اس مقام اپنا
طوالت کی تقریر مین درج کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قافلہ رات سے بانتہا عادت مسافرون کے منزل مقصود کو
رخصت ہوا ہوگا کیونکہ نسیم صبا کا وقت وہی وقت سحر ہے۔ اور اکابر اولیاء اللہ کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ نسیم صبا سے ان نفحات کے ساتھ تعلق ہے
ولیکن یہ ضرور نہین ہے کہ ہر بد بو دار اور کہر وہ ہوا جیسے سواسے راہ ہون وغیرہ ان مین سے اوسکا کبھی نہین ملی اور یہان سے معلوم
ہوا کہ حدیث مین بھی نظم بلیغ سے اس کا پورا اشارہ ہے کہ وہ برابر چلتی ہے لیکن انھین کو ملتی ہے جو اسکی راہ مین منتظر ہے اور آیت سے صریح معلوم
ہوا کہ سواے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی نے نہ پائی۔ چہ خوش گفتہ است سعدی کس ندید است مشک ختن و نافہ چین آنچہ من از نسیم
ابرباد صبای ختن میبینم پس اشتیاق نفحہ الٰہی تبارک و تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کو بشهود وجود یوسف علیہ السلام تھا واللہ تعالیٰ اعلم فافہم وقال
الشیخ فی ہذہ الاشارات بالہوائی مخاطبا یا طریق الصبا اخلص الی نحوہا فان الصبا ریح اذا ما تنسمت علی النفس محزون تجلت ہمومہا اور کہا کہ
میری بیان اس معاملہ نازک و اسرار الٰہیہ پر قربان کہ اس سے روح درد والون کو ایک عجیب خوشبو سے مشک ہے زبان ہوتی ہے اور قمیص النیا سے
سے شہود و قدم مثل آفتاب کے نمایان ہے اور زبان بیان دوستی کا دوران سے سلام علیٰ تلک المعاہد انہا شریعۃ ورادی ہم شمال
فقد بہرہ الرضی من سوالکن الرضا بتولت ببرق او لطیف خیال اور نہایت شوق سے غیرت کے ساتھ زبان روح پر پردہ دل مین
یہ التماس پنہان ہے نسیم الصبا بلغ سلامی الیہم بدار فی لقضاک بالبیت علیہم و قل لہم انی وان کنت نازحا فروحی و قلبی حاضران
لدیہم قولہ لولا ان تفندون آنحضرت نے بیان کیا تھا کہ بیدار عشق مین اکثر قدم نہین پہنچا اور کبھی خود اس راہ سے جھکے ہوئے ہین لوٹا جاتا

اپنی راہ سے خلاف راہ والے مسافر کو بھٹکا ہوا سمجھینگے اور یہ سمجھنا بغیر اجازت کے سوءادب ہو کر قہر کا باعث ہوگا تو فی الجملہ اجازت دیدی اور
آخر انھون نے کہا کہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم اپنی محبت قدیمہ پر ہو اقول قدیم عشق باری تعالے ہے پس ازل کی راہ مستقیم درحقیقت تھے
لیکن جو کوئی پہونچا نہین وہ منکر ہو۔ قال الشیخ بعض نے کہا کہ نسیم صبا نے جناب الٰہی مین بشارت پہونچانے کی درخواست کر کے اجازت
پائی اور یہ بشارت چونکہ رحمت حق تعالے تھی لہذا نسیم صبا اس رحمت کو لیے ہوئے سب سے مقدم آئی۔ اقول صبا کوئی پتا نہین اڑاتی بدون
اجازت مولا سے اعلی جلشانہ پس اہل تفکر کے لیے اشارہ کر کے چھوڑ دیا فتفکر وفی الحدیث ما معناہ ان الریح لفعل بالابدان کالفعل بالاشجار و
الحدیث فی الصحیح وقال علیہ السلام نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور۔ اور شیخ رح نے کہا کہ جو ایمان والا اپنے ایمان ویقین مین کامل اور
پائدار ہو کر راہ استقامت پر مضبوط ہو جاتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ سابقہ تقدیر ازل سے جو اس کے حق مین سرفرازی ہو چکی ہو اسرار
باطن مین نسیم روح سے بشارت پاتا ہے۔ قال المترجم بدلیل قولہ تعالے لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا الآیہ وبدلیل قولہ ان الذین آمنوا ثم استقاموا
تتنزل علیہم الملائکۃ الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہو کہ جن عالمون کو اپنی شان مین شک نہو وہ اپنے آپ کو اس آیت سے امتحان کرین کہ اس کے
مصداق ہین یا نہین پھر اگر نہون تو عذر وبیکار ہے اور گریہ وزاری جناب باری تعالے مین درکار ہو وہ پاک پروردگار رحیم وغفار ہو اللہم استر عیوبنا
واغفر ذنوبنا واجعلنا من عبادک المؤمنین۔ بعض نے کہا کہ جہان یوسف کو محبس مین ڈالا تھا وہ مقام یعقوب علیہ السلام سے ایک مرحلہ سے بھی
کم دور تھا مگر حال کچھ نہ کھلا کیونکہ زمانہ محنت وبلا کا تھا پھر جب وقت امتحان ٹل گیا اور ایام فرحت وسرور کے آئے تو اتنی فرسخ سے مصر سے
کنعان مین خوشبو سونگھی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ احباب کو احباب کی خوشبو نسیم صبا لاتی ہو ورنہ اغیار کی سمجھ مین یہ بات نہین آتی کہ ہوا کیا خوشبو لاتی
ہو پھر شیخ نے جواب مین بزرگ پیغمبر کے ساتھ بے ادبی کی وجہ ذکر کی جیساکہ سابق مین قتادہ رح وسدی رح کا قول ابن کثیر رح کی تفسیر سے نقل ہوا ہے
اور لکھا الٰہی اکثر اوقات نسیم صبا خوشبوے حبیب بحبیب پہونچاتی تھی مگر کبھی اجازت کا حکم نہین لاتی تھی اقول حیات وبال ہو کر خوشبوے وصال
مین تڑپ کے کہا وقولہ یااسفی علی یوسف نالہ وہائے وہو ہے اور خوشبو پر جان دینا وصال ہو وقال علیہ السلام من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ
اور روایت ہو کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے ملک الموت خوشبو دار چیز لائے سونگھی وجان سپرد کی فافہم واللہ تعالے اعلم اور شیخ نے اشارہ
قولہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم مین لکھا کہ سر باطن وادی عظمت وجلال مین حیران سرگردان اور روح بیابان ازل مین پریشان اور
عقول عجائب قدرت مین پریشان اور قلب شوق عشق ومحبت مین بحالت ہیجان ہر جانب سے جلوہ دیدار ہے آنکھ درکار ہو نہ گوشت کا اس سے
اندھا کہ مانند قولہ ابیضت عیناہ۔ ہو تو عارف اسرار ہو ع چشم بند وگوش بند ولب ببند۔ گر ایسے شخص کے اخبار وآثار سے دنیا مین واقفکار نہین
اور اسوقت مفید فائدہ کا انتظار ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے مثل دلیل صدق وارد ہوگا قال تعالے فلما ان جاء البشیر الآیہ۔ اس مین
اشارت ہے کہ بندہ فرمانبردار کہ طاعت خالق عزوجل مین گریہ ونالہ کرکے اواہ وحلیم بنکر مجنون دکھا کہلا کر آنکھون سے ہاتھ دھو ڈالتا
ہو تو نسیم قرب جنت سے دیدۂ دل روشن ہوتے ہین جن کے سامنے اس آنکھ کی اصلیت نہین ہے۔ اور لکھا کہ یوسف محل تجلی حق عزوجل تھے
اور چشم وگوشت ظاہری پردہ لباس باطن ہے پس قمیص چہرہ پر ڈالنے سے نور بصر نے عود کیا پس جو کوئی اس مرتبہ تمکنت پر باستقامت
ہو تو یہی ظہور معجزات ہوگا اقول حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض ادنی معجزہ کا مین اوپر ذکر کر چکا کہ نکلا ہوا ڈھیلا آنکھ کا لب لگا کر
انگشت مبارک سے خانۂ چشم مین بٹھلا دیا تو اس صحابی کی روشنی کبھی زائل نہوئی۔ شیخ نے کہا کہ قمیص چہرہ پر ڈالنا التباس تھا اور یہ پردہ شہود سے
نہ عیان وجود ہان عشق اسکو محتمل ہو ورنہ توحید صرف اسکو محتمل نہین اور مقامات وحالات عشق عین توحید مین اور احادیث صحیحہ مین ہے کہ باران کا

قطرہ آنحضرت صلعم اپنے بدن پر لیتے اور کہتے کہ انہ حدیث عہد بربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ خیالات عامہ اپنے گوشت پوست وہر ایک چیز پر اسی قیاس
و تخمین سے ہین اور کبھی کسی چیز کی ماہیت معلوم نہ ہوئی ولیکن دعوے ہے کہ سب جانتے ہین اور بخارات سے ابر اور سردی سے اولا وغیرہ جملہ
مرئیات انھین کو دکان بے خرد کے لیے تعلیم کا مکتب ہے بحکم قولہ تعالیٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم الآیہ مگر کبھی علم حاصل نہ کیا اور جو حاصل کیا
وہ اسی چکر مین رہا سعدی زین معانی ہیچ و انا در جہان آگاہ نیست شیخ نے لکھا کہ سفیان رحمہ نے فرمایا کہ جب بشیر نے بشارت پہونچائی تو فرمایا کہ
تونے یوسف کو کس دین پر چھوڑا ہے بولا کہ دین اسلام پر فرمایا کہ ہان اب میرے رب کی نعمت پوری ہوئی۔ جب بیٹون نے باپ کا معجزہ
اور یوسف کی جزالت قدر اس قمیص سے دیکھی اور اپنی خطا بمقابلہ تقدیر ایزدی کے پہچانی تو نہایت الحاح و عجز سے درخواست کی بقولہ
قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا الآیہ یعنی جو خطا ہم سے آپ کے حقوق و فرائض مین ہوئی اور جو کچھ نافرمانی و ایذا رسانی صادر ہوئی اور
ہم نے آپ کے نور فراست کو نہین پہچانا اور بمقابلہ تقدیر ایزدی کے تدبیر سے شرف منزلت سے یوسف کو مٹانا چاہا اور اس مین جو حسد و
اضاعت حق برادر مضمر ہے ان سب سے ہمارے لیے استغفار فرمایئے اور ازین جملہ یہ بھی بہت افسوس کے قابل ہم سے وقوع مین آیا کہ
طلب حق مین اوقات مصروف نہ کی بلکہ نفس و ہوے کی متابعت کی جو تمام فسادات کی بنیاد ہے و قولہ انا کنا خاطئین اصل خطا جہل از
تدبیر الٰہی عز وجل ہے کیونکہ وہی عالم و تمام اپنی مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ معرفت
نہایت لطیف ہے کہ حق عز وجل جب مدبر مخلوقات ہے تو آدمی پر فرض ہے کہ اپنی تدبیر کو ایک تغییر تدبیر الٰہیہ سمجھے اور یقین کرے کہ اس تدبیر سے انجام
وہی ہوگا جو قادر قاہر کی مشیت ہے لہذا برعکس انتظام کرنا اپنی قوت و طاقت کا دعوے مشرکانہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم پس اسی کے
غلبہ و حکمت پر انجام ہوگا اور بعض نے خیال کیا کہ اسکی تدبیر کے ساتھ ہماری تدبیر کی ضرورت نہین ہے اس لیے توکل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لیے تمام تدبیر و
کوشش سے یک لخت کنارہ کیا ولیکن محققین علماء نے کہا کہ یہ خیال بھی عدم معرفت سے ہے یعنی ہمارے افعال و کوشش کوئی جز ساتھ تدبیر الٰہیہ
کے نہین ہے بلکہ عین تدبیر الٰہی ہے کیونکہ افعال بندگان مخلوق باری تعالیٰ ہین اور اتباع نظام امتحان مشیت الٰہی عز وجل مین آداب عظیم ہے
کیونکہ ظاہر حواس و عقل سے یہ حکم ہے کہ پابند طریق اسباب ہون اور وہ کون ہے جو مطلق تدبیر نہین کرتا حتی کہ جن بعض نے خیال مذکور قائم
کیا وہ کیا چلنے مین کنوان و گڑھا نہین دیکھتے اور کیا کوٹھے سے بغیر زینہ تلاش کیے کود پڑتے ہین اور کیا سونے سے بدن کو آرام نہین دیتے
اور کھانے سے تن کی تندرستی نہین قائم کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے زیادہ تدبیر کو خلاف توکل خیال کرتے ہین بلکہ صواب اقوام یہ تھا کہ
مثل محققین کے یہ سب افعال بھی تغییر قدرت و تابع تدبیر و حکمت الٰہی پہچانے جاتے کیونکہ یہی حق ہے شیخ نے لکھا کہ بعض کا قول ہے کہ خطا یہ
تھی کہ غلطی سے نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو باوجود امتحانات کے محفوظ فرماتا ہے۔ قولہ قال سوف استغفر لکم ربی الآیہ حضرت یعقوب
علیہ السلام پیغمبر عارف تھے کہ اوقات قبولیت و صفات رحمت و مغفرت و لطف وغیرہ سے واقف تھے پس جو وقت نسیم صبا کے چلنے کا ہے
اور جس وقت انکو بشارت ہوئی تھی اسکا انتظار کیا اور منجملہ نشان قبولیت توبہ یہ ہے کہ دل محبت ملے ہوئے خوف سے لرزان ہو اور اشتیاق
مین مضطرب اور سینہ جوش مین آنسو بہاوے اور آنکھ فرط محبت سے اسکو چوس جاوے اور دلون پر انوار تجلی مغفرت تابان ہون۔ اور
ارواح کو جوش سے ہواے ملکوت مین اڑ جانے کا شوق ہو۔ زبان ثنا و تمنا مین خوش و شادان ہو اور دل اسکے ساتھ کافی اداے بعضے سے
قصور پر لرزان اور ادراک عین بعضے سے باطنی زبان کے ساتھ ادا کرنے پر فرحان ہو یعنی وہ وقت ہے جسکے لائق اسی کی ثنا ہے۔ اور اکثر یہ وقت اسحار کا
ہے جب بندگان نیکوکار اپنے بسترون و خوابگاہون سے پہلو علیحدہ کرکے ہوشیار اور طلوع شمس تک بیدار ہوتے ہین اقول استدلال یہ ہے بقولہ تعم

وبالاسحارهم یستغفرون۔ اور بقوله تعالے تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا وطمعا الآیہ۔ اور حدیث ہے کہ اللہ تعالے ہر رات آسمان دنیا
پر تجلی فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے مین قبول فرماؤن اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے کہ بخشدون۔ اور صحیح ہوا کہ آخری رات کا تیسرا حصہ ہے
اور صحیح ہوا کہ کسی قدر ڈلیہ مین سے ہو۔ اور صحیح ہوا کہ جو کوئی اول نماز صبح سے فارغ ہوکر مصلے پر تا طلوع آفتاب تسبیح مین رہے گویا تمام رات
بیدار رہا۔ اور جو کوئی اول رات بہت دیر تک بیدار رہا اور آخر رات اگرچہ بعد تہجد کے سویا کہ صبح کی نماز گئی تو اُس نے بُرا کیا بعض مشائخ نے کہا
کہ جناب باری تعالے کی اجازت کا انتظار کیا تاکہ مثل نوح کے نہو کہ بیٹے کے حق مین دعا قبول نہوئی۔ پھر شیخ نے ابن عطاء وغیرہ وعلماے
تفسیر سے مطابق تفاسیر سابقہ کے اقوال ذکر کیے جنکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے۔ القصہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو فضل ورحمت آلہی
تعالے سے بشارت پہونچی تو اس خوشی کا قیاس کیونکر ہوسکتا ہے البتہ علماء ربانی کا گمان معقول ہوگا کہ مثل اہل دنیا کے انکو گوشت پوست سے
اولاد کی محبت کی بنیاد پر خوشی نہوگی کیونکہ علاوہ یوسف علیہ السلام کے فضل آلہی تعالے سے بہت اولاد زندہ موجود تھی بلکہ بوجہ شہود خاص
کے جو دیگر اولاد سے حاصل نہوتا تھا اور نہ اس مین کچھ ولادت کا تعلق ہے پس خوشی بھی اللہ تعالے کے واسطے تھی اور اس سے زیادہ خوشی
قیام یوسف علیہ السلام بمقام نبوت اور دنیاوی نظر سے بھی بمقام سلطنت کی تھی اور اس سے زیادہ یہ کہ وصال و دیدار کے لیے سامان سفر مہیا
اور آنکھون کی بینائی کا اعادہ کیا گیا تھا معالم وبیضاوی وسراج وغیرہ مین لکھا روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سو راحلہ سامان کثیر
بھیجا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام وتمام اہل وعیال کو آرام تمام سے لے آوے پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے فی الفور اس دیار آبا واجداد کو
ترک کرکے مع تمام اہل وعیال کے مصر کا قصد کیا اور یہان کسی متنفس کو نہین چھوڑا کیونکہ زمین وجائداد سے خاندان نبوت کو تعلق نہ تھا تو چھوڑنا
ضائع کرنا ہے اور روایت ہے کہ سب عورتین ومرد بال بچے ملاکر بہتر آدمی تھے پس سب مصر کو روانہ ہوگئے وقال تعالے

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۝ وَرَفَعَ

پھر جب یہ سب داخل ہوئے یوسف پاس تو اُسنے ٹھکانا دیا اپنی طرف اپنے والدین کو اور کہا کہ داخل ہو مصر مین اگر چاہا اللہ نے درحالیکہ بخوف ہو اور اونچا بٹھلایا

أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ج وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ ز قَدْ

اپنے والدین کو تخت پر اور وے سب گر پڑے اسکے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور کہا کہ اے میرے باپ یہ انجام کار نکلا میرے اس خواب کا جو مین نے پہلے دیکھا تھا بیشک

جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ط وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ

اسکو کردیا میرے رب نے سچا اور اسنے احسان کیا میرے ساتھ جب اسنے مجھے نکالا قیدخانہ سے اور لایا تم کو گاؤن سے اور بعد اسکے کہ کھڑ پیچ ڈالدی تھی

الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ط إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ط إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

شیطان نے میرے اور میرے بھائیون کے بیچ مین بیشک میرا رب لطف سے پورا کرنے والا ہے جو چاہے وہی سب جاننے والا وہی بڑا حکمت والا ہے

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کی دار السلطنت کے قریب پہونچے تو یوسف علیہ السلام نے آپ کے استقبال کے لیے
باہر سب آرام کا سامان کیا تھا اور بادشاہ سے اطلاع دی جب قریب آجانے کی خبر پہونچی تو حضرت یوسف علیہ السلام استقبال
کے لیے شہر سے باہر نکلے اور بادشاہ نے امراء دولت اور ارکان سلطنت کو حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کو جاوین
اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ خود بھی استقبال کو نکلا تھا اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے اقول اس وجہ سے کہ
بادشاہ ایمان لایا تھا اور اسکو علو منصب نبوت سے آگاہی ہوگئی تھی پس ناممکن تھا کہ وہ ایسے پیغمبر علیہ السلام کا استقبال ایک جلیل پیغمبر کے ساتھ

ہوکر نکرتا بسراج مین لایا کہ بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مع چار ہزار ارکین سلطنت و امرا و سرداران لشکر و خیل و حشم کے باہر آیا اور گرد اگرد وہ اہل مصر اس عظیم الشان استقبال کے لیے خود چلے جاتے تھے جب دور سے نظر آنے لگے تو یعقوب علیہ السلام پاپیادہ ہوگئے اور یہودا پر تکیہ دیکر آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے تحبیر مین اور قرطبی وغیرہ نے لکھا کہ اسوقت انکی عمر ایک سو تین سال کی تھی اور ایک سو ساٹھ پر انتقال کیا۔ الغرض بڑھاپے سے یہودا پر ٹیک دیے تھے جب خیل و حشم نظر پڑا تو یہودا سے پوچھا کہ یہ فرعون مصر ہے اُس زمانہ مین بادشاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور یہ لفظ اسوقت تک کچھ مکروہ نہ تھا کیونکہ کسی فرعون نے خدائی کا دعوٰے نہ کیا تھا بلکہ یہ فرعون تو بفضل الٰہی مسلمان تھا پس یہودا نے کہا کہ نہین بلکہ آپ کے بیٹے یوسف ہین اور سراج مین لایا کہ جب پاس آگئے تو یوسف نے بڑھ کر سلام کرنا چاہا مگر جبرئیل علیہ السلام نے روکا یہان تک کہ خود یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ السلام علیک یا مذہب الاحزان یعنی عبرانی زبان مین سلام کیا اور دعا دی اور کہا کہ اے درد و غم دور کرنے والے سلامت رہ اور نوری رح نے کہا کہ دونون نے مل کر معانقہ کیا اور روئے تو یوسف نے کہا کہ اے پدر آپ میرے فراق مین اسقدر روئے کہ آنکھین سپید ہوگئین آپ تو جانتے تھے کہ قیامت مین ہم سب جمع ہوجاوینگے فرمایا کہ اے جان پدر سچ ہے ولیکن مجھے بڑا خوف یہ تھا کہ بے ضمیر جسکے ہاتھ پڑے وہ اپنے دین پر نہ کرے تو مین کبھی ملاونگا۔ قال تعالی۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ پھر جب یہ سب کنبہ یوسف پاس داخل ہوئے۔ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے باپ وماں کو۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ ملالیا اپنے ساتھ باپ وماں کو۔ وَقَالَ۔ اور بولا کہ ادْخُلُوا مِصْرَ۔ داخل ہو تم سب اس شہر مصر مین۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ اگر اللہ تعالے نے چاہا۔ اٰمِنِيْنَ۔ درحالیکہ تم امن مین ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان چند مقام ہین اول یہ کہ بادشاہ وغیرہ کا استقبال وملاقات اکثر روایات مین مذکور ہے اور ظاہر اُن سے معمولی ملاقات ومصافحہ ودعا دیکر رخصت کیا ہو واللہ اعلم ولیکن ہم اس سے زیادہ بحث نہین کرتے کیونکہ قرآن مین مذکور نہین تو ہم اپنے نفس کی تہذیب کا اس سے کوئی نتیجہ نہین نکال سکتے ہین۔ دوم اس نظم جواہر قرآنی سے ظاہر ہے کہ اہل دنیا کی طرح یہ ملاقات نہوئی بلکہ یوسف علیہ السلام کسی جگہ تھے سر راہ نہ تھے پس وہان یہ سب انکے پاس داخل ہوئے اور ممکن ہے کہ خیمہ سے باہر استقبال ومعانقہ ومصافحہ ودعا وسلام کے بعد بادشاہ وغیرہ کو رخصت کرکے یوسف خیمہ مین اُن سب کے ساتھ داخل ہوئے ہون مسئلہ اگر امیر یا بادشاہ وغیرہ شہر مین داخل ہوا اور کوئی مرد جو اسقدر صالح وپرہیزگار معروف تھا جن کی گواہی محکمہ قاضی مین بوجہ عادل ہونے کے قبول ہوتی تھی وہ اس جلوس دیکھنے کو گیا تو فتاوے مین مذکور ہے کہ اس کی عدالت ساقط ہوجائیگی لیکن اگر اُسکا جانا اسواسطے ہو کہ دنیاوی مال ومتاع وآرائش جس سے یہ لوگ دھوکے مین پڑے ہین اس سے عبرت حاصل کرے تو یہ حکم نہین ہے دیکھو فتاوے ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب القضاء۔ فائدہ لا بیا مثل یوسف علیہ السلام کے اگر امور عدل وغیرہ مین مصروف ہو تو باپ خود اُسکے پاس جاوے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہر چیز مین بہت کم تکلف کرتے تھے یعنی مثلاً کھانا تو غرض اس سے بھوک روک دینا اچھی ہضم کی چیز سے اور کپڑا بدن ڈھانک لینا سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ پس سلائی کی تراش وخراش وغیرہ امور اور زبان کے انواع لذات سے پرہیز کرتے تھے یا مثلاً خاص نشست دسترخوان وموزون برتن اور ایسے امور جن سے شیطان تمام وقت لیجاوے اور محنت زیادہ پڑے اجتناب لازم ہے۔ واضح ہو کہ باپ کے ادب مین شرعی طریقہ سے اچھے الفاظ واچھا برتاؤ اور ہر طرح کی خدمت سے آرام دینا واکرام ومنزلت کرنا بہت ثواب کی بات ہے ومستحسن ہے پس ہم قولہ آوٰی الیہ ابویہ اپنی طرف جگہ دی یا ملالیا اُس سے انکا امتیاز واعزاز بحق ادب مراد ہے اور شاید یہ کیا ہو کہ اپنی مسند انکے لیے خالی کردی ہو۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالے

عبداللہ بن مبارک کے لیے جگہ خالی کرتے تھے مسئلہ ملاقات کو آنے والا اپنے اخلاق سے بغیر اجازت صاحب خانہ کے اس کی مسند پر نہ بیٹھے اور دل میں بُرا نہ مانے اگر وہ جگہ نہ چھوڑے اور بغیر اجازت کے امام نہ بنجاوے۔ چہارم ابویہ۔ باپ و ماں کو کہتے ہیں اگرچہ اب باپ اور اس کا تثنیہ ابویہ ہوا اور ماں کو ام کہتے ہیں مگر تثنیہ کرنے میں باپ کے اعزاز سے اُسی کے لفظ کو تثنیہ کر دیا جیسے والد باپ اور والدہ ماں ہے تو والدین نہیں بلکہ والدین ماں باپ کو کہتے ہیں اب جاننا چاہیے کہ یہاں مفسرین میں اختلاف ہے کہ ماں حقیقی تھیں یا خالہ تھی پس بیضاوی رح نے یقین کیا کہ خالہ تھی اور اس کو بمنزلہ ماں کے قرار دیا جیسے چچا کو باپ قرار دیتے ہیں کما فی قولہ آلہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل واسحاق۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام تو حضرت یوسف ع کے چچا تھے مگر بحکم حدیث کہ چچا بھی باپ کے صنو ہے باپ قرار دیا یون ہی خالہ ان کی صنو ہے وہ ماں قرار دی گئی اور یعقوب ع نے بعد وفات ان کی والدہ کے اُس کی بہن سے نکاح کیا تھا اور بکھا کہ باپ کی جورو بھی ماں کہلاتی ہے۔ شاید یہ اشارہ کیا کہ خالہ نہ ہو تو باپ کی جورو ان کی سوتیلی ماں ہو سکتی ہے۔ اور معالم و سراج میں ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ یوسف کی خالہ تھی جسکا نام لیّا تھا اور انکی والدہ انکے چھوٹے بھائی بنیامین کے پیدا ہونے میں مر گئی تھی اور حفناوی رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے قوی یہ ہے کہ لیّا تو پہلے مر چکی پھر یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی والدہ راحیل سے نکاح کیا ہے پس اس صورت میں شاید کوئی تیسری بہن ہو جس سے یعقوب علیہ السلام نے دونوں کی وفات کے بعد نکاح کیا ہو اور یہی خالہ اسوقت ہو مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رح نے اسی وجہ سے نام نہیں لیا کہ تاریخی قصوں میں تو لیّا کا انتقال راحیل سے بھی پہلے ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ مثل یہود کے ہاتھوں کے دیگر تاریخوں کے اس درجہ پر نہیں ہیں کہ اتنا اعتماد انپر کیا جاوے اور کچھ یہود پر موقوف نہیں اس زمانہ میں تو ہر قوم کا یہی حال تھا ذرا دیکھو ایرانی تاریخوں کو کس بیہودگی سے بھری ہوئی ہیں کہ بالکل پتہ نہیں چلتا ہے پھر کچھ اٹکل سے کسی بات کو قرین قیاس کر لیا جاتا ہے تو یہ خلاف عقل ہے کہ اس سے یقینی بات کو متغیر کیا جاوے۔ اور ظاہر اس مقام پر خالہ کی تاویل بوجہ اسی قرینہ کے ہوئی کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ صحت کو پہونچے تو بہت سے مسائل میں اس سے استدلال ہوگا جیسے پرورش کا حق صغیر بچہ کا جبکہ والدہ فوت ہو تو ماں کی بہن سگی خالہ کو ملیگا کیونکہ وہ بمنزلہ ماں کے ہے اور یہ مسئلہ حدیث سے خود ثابت ہے۔ بالجملہ ایک قول یہ ہے کہ وہ ماں نہ تھی بلکہ خالہ تھی خواہ لیّا ہو یا اور کوئی ہو۔ دوسرا قول جو معالم میں ذکر کیا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ یعقوب ع کے ساتھ مصر میں آئیں۔ اقول جیسے اس عجیب قدرت کے واقعہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی دوبارہ عود کر آئی ویسے ذرا بھی استبعاد نہیں ہو سکتا کہ مردہ کی زندگی دوبارہ ہوئی ہو اور یہ ایک معجزہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیا گیا تھا حتیٰ کہ بڑے بڑے فلسفی حکماء یونان عاجز آگئے اور معجزہ سے یہی مقصود ہوتا ہے ولیکن اسکے واسطے ثبوت نقلی چاہیے اور مفاد اسکا تو یہ ہے کہ جو خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا باوجود انتقال والدہ کے دوبارہ حیات سے پورا ہوا جس کا احسان و شکر یہ حضرت یوسف ع نے ادا کیا ہے پس کہا گیا کہ یہ قول حضرت قتادہ رح کا ہے جو مشہور تابعی فقیہ ربانی ہیں اور سفیان بن عیینہ کا ہے جو فقیہ عالم ہیں۔ علامہ خازن نے کہا کہ اعتماد تو اسی پہلے قول پر ہے یعنی باپ و خالہ کو ابوین کہا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سدی رح و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ یہ دونوں یوسف کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام وانکی خالہ تھے اور سگی ماں انکی بہت دن ہوئے کہ مر چکی تھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا ضعف تو پہلے معلوم ہو چکا پھر اسپر اعتماد کچھ قوی بات نہیں ہے تیسرا قول اور وہی صحیح و صواب ہے یہ ہے کہ انکی ماں زندہ تھیں اور وہی آئیں تھیں ابن کثیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق رح و ابن جریر نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے باپ و ماں دونوں زندہ تھے اور ابن جریر رح نے

کہا کہ کوئی دلیل نہین پائی جاتی جس سے اعتماد ہو کہ یوسف ؑ کی والدہ مرچکی تھین اور ظاہر قرآن مجید بھی اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ آن کی ماں
زندہ تھین اقول بان تاویل ہو سکتی ہے کہ خالہ کو بھی ماں بولتے ہین مگر تاویل کرنا جب ہی جائز ہے کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ معنی یہان
یہ ہین اور دلیل یہان روایت سے چاہیے جسپر نقلی طریقہ سے اعتماد ہو سکے اور ظاہر ہے کہ ہزارون برس کے زمانہ کے بعد ثقہ لوگون کی
روایت اسی طرح مل سکتی ہے کہ کتاب متواتر طریقہ سے ثقہ لوگون کے ہاتھون سے پہونچی اور اس کے نسخہ برابر اس کثرت سے پھیل جاوین
جنمین کچھ فرق و تغیر نہو حالانکہ یہودی قوم جس نے توریت مین تحریف کردی خصوص حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے
تا ایندم اور نفس کتاب کو اس کوشش سے اتفاق کرکے بدلا کہ سوا ئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی پیغمبر کی بشارت توریت سے نہ نکلے
تو تواریخ کا کیا ذکر ہو اور احکام مین خواہش کے موافق ہر طرح گنجائش نکلے تو بھلا ایسے لوگون کا کیا اعتبار ہو پھر انکی روایت کی وجہ سے جسمین قوی
احتمال ہو کہ غیر محفوظ کردی گئی کیونکر تاویل ظاہر کی جائز ہو سکتی ہو پس صواب یہی قول محمد بن اسحاق کا ہو جسکی ابن جریر رحنے تائید کی۔ ابن کثیر رحنے
فرمایا کہ یہ قول جسکی ابن جریر نے تصحیح کی یہی صحیح ہو اور اسی پر سیاق کلام دلالت کرتا ہو مین کہتا ہون کہ قرآن مجید مین جو ظاہر مذکور ہے اُسکی تاویل قطعاً
ناجائز ہو کیونکہ خواب مین شمس و قمر کا سجدہ کرنا اپنے والدین کو دیکھا تھا تو یہان والد و خالہ کا سجدہ نہوگا اور وہ تعلق معنوی ہے نہ لفظی اور یہان اطلاق
خالہ پر لفظی ہوا جاتا ہو فلیتامل فیہ القصہ والدین کو یعنی اپنے باپ و اپنی ماں کو معززامتیاز سے جگہ دی اور سب سے خطاب کیا کما قال تعالےٰ قال
ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیون اور جملہ عزیزوا قارب سے کہا کہ تم سب لوگ مصر مین
داخل ہو درحالیکہ تم سب لوگ انشاء اللہ تعا امن کے ساتھ ہو بعض نے کہا کہ انشاء اللہ فقط داخل ہونے سے متعلق ہو یعنی انشاء اللہ تعا داخل ہو
ایسا داخل ہونا جو امن کی کیفیت رکھتا ہو یہ بیضاوی کا قول ہو اور سراج مین کہا کہ شرط فقط امن کے متعلق ہو اور دخول کے متعلق نہین ہے اور
صواب قول بیضاوی ہو اس لیے کہ آمنین حال ہو داخل ہونے والون کا پس داخل ہونا بدون مشیت ہو اور امن پر مشیت کا اطلاق غیر معقول ہو اور
اسی سے ظاہر ہوا کہ جو بعض نے کہا کہ دونون کے ساتھ متعلق ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہو ضعیف ہو اور مراد امن سے یہ ہو کہ قحط وغیرہ سے کے
مصائب و تکالیف سے مامون اور ہر ایسے امور سے جنکو مکروہ رکھتے تھے بے خوف داخل ہو اور یہ بطریق دعاء کے ہو اور سراج وغیرہ مین کہا
کہ پہلے یہ لوگ فرعون مصر سے خوف رکھتے تھے اور بغیر امن لیے نہین جاتے تھے اور مین کہتا ہون کہ کئی مرتبہ اناج لینے آئے تھے پس ظاہر یہ ہے
کہ داخل ہونے وقت بطور نیک فال کے کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ مصر مین قحط وغیرہ مکروہات سے مامون حالت مین داخل ہو یعنے داخل
ہونے سے برابر تم پر امن رہے ۔ یہ لوگ سب بہتر تھے اور مسروق رحنے کہا کہ بہتر تھے اور روایت ہے کہ بروز عاشورا داخل ہوئے
اور اُن کی اولاد و احفاد مین ایمان و استقامت بتوحید کے ساتھ چار سو برس مین اس قدر کثرت ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
وہ بھی عاشورا کے روز چھ لاکھ پانچ سو کچھ اوپر ستر صرف مردان دلیر جنگ آور نکلے اور بوڑھے و بچے و عورتین علاوہ بہت کثرت سے
تھین ۔ اور قرطبی رحنے کہا کہ بوڑھے و بچون وغیرہ کی تعداد بارہ لاکھ زائد تھی پس ایمان و امن و برکت ان مین بہت ہوئی کیونکہ بقول
سدی وغیرہ یوسف ؑ و موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو برس کا فرق ہے ۔ اور شاید یہ برکت اس انشاء اللہ تعالےٰ کہنے کی ہوئی اور
بیشک یہ لوگ امن کے ساتھ امانت ایمان سے محفوظ رہے اگرچہ سوا ئے ظالمین کے ایک زمانہ کے بعد بنی اسرائیل کو اس فرعون سے
جس پر موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے دنیاوی مصائب پہونچے ۔ اور واضح ہو کہ مصر اس مقام پر غیر منصرف ہے کیونکہ مراد نکرہ
شہر نہیں بلکہ خاص نام علم ہے جو اب بھی مصر کہلاتا ہے اور شاید دار السلطنت مراد ہو اور اس کو مصر کہتے ہون ۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین دس جگہ مصر کو زمین کے نام سے ذکر فرمایا ہو یعنی گویا یہی کل زمین ہے یہ اس کی تعریف ہو اور
مقریزی نے خطاط مین کہا کہ قرآن مجید مین مصر کا ذکر کچھ اوپر بیس جگہ ہے خواہ صریحاً یا اشارۃً۔ اور مقریزی نے چند احادیث مصر کی
فضیلت مین ذکر کی ہین اور شیخ مفسر سیوطی نے بھی حسن المحاضرہ مین مصر و قاہرہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہو مین کہتا ہون کہ ایک حدیث
صحیح مین دریائے نیل کو جنت کی نہرون سے شمار فرمایا ہو اور یہی ایک بات اسکی فضیلت مین کافی ہو اور خود اس مین معزز مکرم پیغمبر
یوسف و موسیٰ و ہارون کا نشو و نما و قیام دار اطاعت کا مقام رہا ہو۔ بالجملہ ایسے شہر یعنی داخل ہونے کے لیے ان سب لوگون سے کہا۔
وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ اور اونچا بٹھلایا اپنی ماں و باپ کو۔ عَلَی الۡعَرۡشِ تخت پر۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ عرش سریر یعنے عرش کے لغوی معنے
تخت کے ہین اور رفع کے معنے بلندی پر منتقل کرنا ہیں ظاہر یہ ہے کہ خود شاہانہ تخت پر بیٹھتے تھے تو والدین کی تکریم مین دونون کو بھی اپنے ساتھ
تخت پر بٹھلایا اور شاید کہ مخصوص انھین دونون کو تخت پر بٹھلایا ہو اور اول اظہر ہے کہ تخت پر ساتھ بٹھلایا۔ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا اور
گر پڑے یہ سب لوگ مع والدین کے اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے۔ خر در جو سجدہ کرتے ہوئے ہو وہ اس طرح ہوگا کہ پیشانی زمین پر رکھی جاوے
اب یہان دو مقام ہین اول یہ مشکل نظر آتا ہے کہ پہلے تو مذکور ہے کہ آویٰ الیه ابویه۔ اپنی طرف والدین کو جگہ دی پھر کہا کہ ادخلوا مصر اسکے
بعد رفع ابویه علی العرش ہو چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین کی سمجھ مین یہان مشکل پیش آئی پس بعض نے تو کہا کہ عبارت مین مقدم
و موخر ہے اور دراصل یون ہے کہ اول اُن سے کہا کہ مصر مین داخل ہو پھر اُن کو اپنے پاس جگہ دی پھر والدین کو تخت پر چڑھایا۔ ابن جریر رح
نے اس کو رد کر دیا اور بیشک یہ رد کرنے کے قابل ہے پھر ابن جریر رح نے خود وہ قول اختیار کیا جو سدی رح سے روایت کیا کہ یوسفؑ نے
والدین کو اپنے پاس جگہ دی اس وقت کہ استقبال کے لیے اُٹھکر اُنسے ملے تھے پھر جب شہر کے ناکہ پر پہونچے تو انسے کہا کہ ادخلوا مصر ان شاء اللہ
آمنین۔ پھر یہان تخت پر بٹھلایا۔ شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح کے قول کے یہ معنے سمجھے کہ قولہ آویٰ الیه ابویه مین ایواء فقط استقبال کا
معانقہ ہے لہذا اعتراض کیا کہ اس قول مین بھی تامل ہو اس لیے کہ ایواء کسی فرودگاہ مین ہونا ضرور ہے نہ خالی استقبال کی حالت مین
معانقہ سے ایواء ہو سکے۔ بدلیل آنکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و آویٰ الیه اخاه۔ اور بدلیل حدیث من آوی محدثا۔ پھر اختیار کیا کہ ان
لوگون کے داخل ہونے کے بعد اور اپنے پاس جگہ دینے کے بعد اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر۔ اور یہان داخل ہونے سے مراد سکونت ہے یعنے
تم جو مصر مین داخل ہوئے ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ آمنین داخل ہو یعنی امن و عافیت سے رہنا نصیب ہو کہ کوئی سختی قحط و غیرہ کی نہ
پہونچے اقول جگہ دینا اپنی جانب یہی تخت پر بٹھلانا ہو اور یہ تاویل بھی مستحسن و پسندیدہ ہے اور ادخلوا مصر حکم داخل ہونے کا نہین ہو
کیونکہ بعد داخل ہونے کے اُن سے کہا بلکہ مجازاً سکونت سے تعبیر ہے اور یہ مجاز معروف ہے اور شاید استقبال کے وقت معمولی لوازم
کے ساتھ لیتے آئے پھر جب بال بچہ وغیرہ سب اپنے اُترنے کے مکانون مین آرام سے اُتر لیے تو والدین اور سب بھائی اس مکان مین گئے
جہان حضرت یوسفؑ تھے پس آپ نے اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر یعنی مصر مین داخل ہوئے ہو تو داخل ہوا امن کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ
یعنی مامون رہو۔ اور مین کہتا ہون کہ بیضاوی و دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ استقبال کے وقت شہر کے باہر خیمہ وغیرہ استادہ کیے تھے
یا شہر سے کچھ دور کسی دوسری آبادی تک استقبال کیا جہان مقام فرودہ منزل سکونت موجود تھی پس وہان صرف والدین کو اپنے پاس
جگہ دی پھر وہان سے روانہ ہونے کے وقت کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ چلو مصر مین امن کے ساتھ داخل ہو پھر یہان لاکر والدین کو تخت پر بلند کیا
اور سب اس کے واسطے سجدہ مین گئے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جو تفسیر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمائی ہو وہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔ واللہ اعلم

اسوجہ سے کہ اس میں کسی زائد تکلف استقبال وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے اور جسقدر کلام آلہی میں مذکور ہے اُسی قدر کافی وافی ہے بخلاف دیگر مفسرین کے قول کے کہ اس میں استقبال وباہر کسی مقام پر اول بار واقع ہونے کے لیے تکلف ہے علاوہ اس کے کلام بروجہ بلیغ ومناسبت تامہ بماسبق ہے۔ حاصل اسکا یہ ہو کہ حضرت یعقوب مع اہل وعیال کے کنعان سے روانہ ہوکر مصر میں داخل ہوئے اور جو مکانات اُن کے لیے سکونت کے متعین ہو چکے ہوں سب امین ٹھہرے یا آتے ہی فوراً یوسف علیہ السلام کے پاس والدین مع بھائیوں کے داخل ہوئے پس آپ نے والدین کو کمال اعزاز سے یہ کہتے ہوئے کہ مصر میں داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے پاس جگہ دی اور تخت پر چڑھایا پس یہ لوگ ان کی تکریم وتحیت کے لیے سجدہ میں گرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ وعبارتہ کذا قال لہم بعد ما دخلوا علیہ واواہم الیہ ادخلوا مصر معناہ اسکنوا مصر انشاء اللہ آمنین اے مما کنتم فیہ من الجہد والقحط۔ اور لکھا کہ روایت کی گئی ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے قدوم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر پر سے قحط کے باقی سال دور کر دیے جیسے آنحضرت صلعم کی نافرمانی سے سبب آپ کے بددعا کرنے کے کہ (قریش پر سات سال کا قحط مثل ہفت سالہ قحط یوسفی کے طاری ہووے) قریش پر قحط طاری ہوا پھر جب انھوں نے ابوسفیان کے ذریعہ سے الحاح وعاجزی کی اور سرکشی چھوڑی تو آپ کی دعا سے باقی سال قحط کے مرتفع ہو گئے میں کہتا ہوں کہ روایت میں صحت ظاہر نہیں ہوتی ہو اسوجہ سے یہ زمانہ قحط کا وہ ہو جسکی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دیدی تھی کہ ایسا ہوگا اور یہ واقعہ کا خواب تھا پس اگر مرتفع ہوتا بھی مقدر ہوتا تو تعبیر میں کہا جاتا علاوہ اسکے تعبیر غلط ہو جاویگی کہ آٹھواں سال فراخی کا بیان ہوا حالانکہ قبل اسکے مرتفع ہو گیا پس روایت موضوع ہو اور قریش پر سے قحط کا رفع ہونا صحیح ہو اور یہاں ہفت سالہ واقعہ تھا پس واقع ہوا صرف اسی قدر تھا جسقدر رہوا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ مقام یہ ہو کہ قولہ خروا لہ سجدا کے معنے کیا ہیں پس اسمین اقوال ہیں۔ اول آنکہ لہ کی ضمیر مجرور راجع بجناب حق سبحانہ تعالیٰ ہو یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کیا پس یہ سجدہ شکر کی نعمتوں عظیمہ کا ہو ایک تو یوسف علیہ السلام کا اس عروج کے ساتھ ملنا اور دوسری بلاد قحط سے نجات اور تیسرے خود بواسطہ اپنے فرزند کے ایمان کے ساتھ تخت پر بیٹھے اور بھائیوں نے اس سے کمال خوشی حاصل کی۔ بسراج میں کہا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ معنے یہ ہیں کہ منہ کے بل گرے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ میں پس یہ سجدہ شکر ہوا اور سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنی پہلے والدین کو یوسف علیہ السلام نے تخت پر بلند کیا پھر وے اللہ تعالیٰ کے لیے شکر بجا لانے کو سجدہ میں گرے اور اگر انکا سجدہ کرنا یوسف کو ہوتا تو تخت پر چڑھنے سے پہلے کرتے کیونکہ اسمین تکریم زیادہ ہے۔ یہ تاویل کلام مابعد کے مطابق نہیں ہو یعنی قولہ وقال یوسف نے کہا کہ یا ابت اے میرے باپ۔ اور نہ مطابق ان کو اسوجہ سے نہ کیا کہ عالم العلم نبوت وتعبیر خواب صرف والد تھے تو انھیں سے کہا کہ اے میرے باپ۔ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ یہ تاویل ہے میرے خواب کی جو پہلے دیکھا تھا۔ ومعنی تاویل کے مایؤل الیہ الامر یعنی وہ حالت جس پر انجام کار ہو پس خواب کا رجوع اس حالت پر تھا کہ مجھے میرے باپ وماں شمس وقمر نے اور گیارہ ستارے گیارہ بھائیوں نے سجدہ کیا۔ پس اگر ان سب کا سجدہ واسطے اللہ تعالیٰ کے ہو تو موافقت نہ ہوگی۔ قول دوم آنکہ لہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر بعض نے کہا کہ معنے لاجلہ یعنی یوسف کے ازدیاد مرتبہ کے واسطے سجدہ کیا پس سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو ہوگا اور مقصد اسکا یوسف کے لیے ہوگا کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور اس قول پر پہلا اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ خواب میں بھی۔ لی ساجدین ہے جسکے معنے لاجلی ساجدین ہو سکتے ہیں یعنی میں نے شمس وقمر وگیارہ ستاروں کو میری مراد ومطلب کے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ رازی رحمہ نے کبیر میں کہا کہ میرے نزدیک یہی تاویل

مستعبن ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کی عقل و دین سے بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہون کہ انکے والدین انکے لیے سجدہ کرین باوجودیکہ
انکا حق ولادت انپر عظیم تھا اور دونون بوڑھے تھے اور والد کامل نبی و علم نبوت سے سرفراز تھے۔ اور بعض دیگر نے کہا کہ لہ کی ضمیر
اگرچہ یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر جیسے کہ سجدہ کا صلہ لام آتا ہے پس انھون نے یوسف کو قبلہ بناکر اللہ تعالے کے واسطے شکر
نعمت کا سجدہ کیا مثلاً کہتے ہین کہ سجدت للکعبۃ یعنی کعبہ کے واسطے سجدہ کیا تو مراد یہ ہے کہ کعبہ کو قبلہ بناکر اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کیا
اور قبلہ فقط ایک رخ ہوتا ہے اللہ تعالے کے سجدہ کے لیے۔ مترجم کہتا ہو کہ کسی چیز کو قبلہ و رخ عبادت بنانا بھی نہین جائز ہے
تاوقتیکہ اللہ تعالے کا حکم نہو تو شاید یہان خواب کی تحقیق کے لیے اللہ تعالے نے حکم دیا ہو کہ میرے سجدے کے لیے یوسف کو جہت بناؤ جیسے
ملائکہ کو اپنے سجدے کے لیے آدم کو جہت بنانے کا حکم دیا تھا اور وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی طرف نہین ہے یعنے یہ نہین
کہا جا سکتا کہ اللہ تعالے اسطرف ہے یا اُسطرف ہے تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا وہ پاک ہو پس اسکے لیے ایک جہت سجدے کی ہوتی ہو جیسے
ہاتھ اٹھاکر اوپر کو اُس سے دعا مانگتے ہین حالانکہ وہ آسمان و زمین سب سے پاک ہو۔ قول سوم یہ کہ انھون نے بطور تکریم کے یوسف کو تحیہ کا سجدہ
کیا نہ عبادت کا جیسے ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور یہ طریقہ صورت مین مشترک تھا اور معنے مین علحدہ تھا جیسے رحیم و کریم وغیرہ
الفاظ مین دیکھو کہ فلان شخص کریم ہے یا رحیم ہے یا عالم ہے اور اللہ تعالے کو بھی کریم و رحیم و عالم کہتے ہین لیکن لوگون مین کریم و رحیم و علیم کے مجازی
معنے ہوتے ہین اور اللہ تعالے کی شان مین حقیقت ہین اور مجاز و حقیقت کا فرق ظاہر ہو۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ رفع ابویہ علی العرش۔
ابن عباس و مجاہد وغیرہم نے کہا کہ تخت پر بٹھلایا اور قولہ خروا لہ سجدا یعنی یوسف کے لیے والدین و بھائیون نے جو گیارہ تھے سجدہ کیا قولہ
قال یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی میرے پہلے خواب کے یہ معنے ظاہر ہوئے جو دیکھا تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر الآیۃ
اور یہ بات انکے شرائع مین جائز تھی کہ جب کسی کبیر یعنے بادشاہ کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدہ کرتے تھے اور یہ بات برابر حضرت آدم علیہ السلام
سے لیکر حضرت عیسے علیہ السلام کی شریعت مین جائز رہی پھر اس ملت یعنے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعت عامہ مین حرام
کردی گئی اور سجدہ کو خالص جناب باری تعالے کے لیے مخصوص فرمایا اور کہا کہ یہ جو مذکور ہوا قتادہ رح وغیرہ کے اقوال کا مضمون ہو اور
حدیث مین ہو کہ معاذ رضی اللہ عنہ شام کے ملک مین گئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اساقفہ یعنے علما سے نصارے اکبراے سلطنت کو سجدہ
کرتے ہین پس جب وہان سے واپس آئے تو انھون نے آنحضرت صلعم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے عرض کیا کہ مین نے
وہان دیکھا کہ اساقفہ کے لیے سجدہ کرتے ہین تو آپ زیادہ مستحق و لائق ہین کہ ہم آپ کو سجدہ کرین یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اگر مین کسی کو کسی کے
لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کے لیے سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اسکا بڑا حق ہو۔ دوسری حدیث مین سلمان رض نے ابتدائے
اسلام مین مدینہ کے بعض راستہ مین آپ کو سجدہ کیا تو فرمایا کہ اے سلمان مجھے مت سجدہ کر بلکہ حی القیوم کو سجدہ کر۔ الغرض یہ بات اُن کی
شرائع مین جائز تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث مین ہے کہ جب آدم علیہ السلام نفخ روح سے جاندار
ہوگئے تو حکم ہوا کہ ان گروہ ملائکہ کو سلام کر پس آپ نے السلام علیکم و رحمۃ اللہ سے سلام کیا اور حکم کیا کہ یہ تحیہ تیرا اور تیری اولاد کا ہو اور جواب
یہ ہے کہ ان حضرت آدم ع سے برابر لفظ سلام اسی طرح تھا اور عظما و کبراء کے لیے مخصوص سجدہ تھا اور ممکن ہے کہ بادشاہون کے لیے
الفاظ سلام کے ساتھ سجدہ ہو پس کچھ اشکال نہین ہو فافہم۔ اور تجھے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فقط تکریم کا تھا عبادت کا نہ تھا اور اس شریعت مین
یہ شبہ دور کیا گیا۔ القصہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچ کیا اور والدین و بھائیون نے انکو سجدہ کیا جیسے بادشاہون کی تکریم

کرتے ہیں اور بیٹھا دیں رہنے کہا کہ تخت پر چڑھانے سے پہلے والدین و بھائیوں نے انکو داخل ہوتے ہی تحیہ کا سجدہ کیا تھا پس آپ نے والدین
کو اٹھا کر اپنے برابر تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ اے پدر میرے خواب سابق کی یہ تاویل ہے یعنے مآل اس کے معنے کا یہ ہوا کہ تم دونوں
شمس و قمر اور گیارہ بھائیوں ستاروں نے مجھے تحیہ کا سجدہ کیا۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا بیشک اس کو میرے پروردگار نے
ٹھیک سچا کر دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بھائیوں کی تعبیر گیارہ ستارے سے جو والدین شمس و قمر کے ساتھ ہیں ان کی خوبی و نورانیت کی
دلیل ہے اور بلاشبہ قول اُن علمار کا اقوی و احسن ہے جو ان کے حق میں کوئی زبان درازی نہیں کرتے اور گمان رکھتے ہیں کہ شاید وے
نبی ہوں اور قولہ آثرک اللہ علینا۔ سے رازی وغیرہ کا استدلال کہ نبوت میں مشارک نہ تھے کچھ نہیں ہے کیونکہ مدارج انبیاء متفاضل
ہیں اور خود یعقوب علیہ السلام مسلم پیغمبر نے انکو سجدہ کیا بلکہ برخلاف مزعوم کے اسمیں دلالت ہے کہ شاید پیغمبر تھے کیونکہ تفاضل اس
صفت میں ہوا نہ باعتبار آدمیت کے بلکہ باعتبار صفت کے پس اصلی نبوت یوسف کو ہوئی اور یہ اتباع انبیاء رہے ورنہ افراد امت میں ان کی
کوئی خصوصیت نہیں ہو فافہم۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بیان میں عجائب قدرت و احسانات الٰہی کا تذکرہ کیا۔ قَدْ أَحْسَنَ بِيَ
اور بیشک اُس نے مجھ بندے کے ساتھ احسان کیا۔ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ۔ جبکہ مجھے قید خانہ سے نکالا۔ یعنے جن وسائل و انعام
سے اس عروج پر لانے کو خاصہ انعام تاویل و علم دیکر یہاں پہونچایا۔ کبیر وغیرہ میں ہے کہ کنوئیں سے نکلنے کو کئی وجہ سے شمار نہ کیا ایک
تو بھائیوں کو شرمندگی ہوتی اس سے نکالکر دوست سے بے ضرورت ناگوار بات کا تذکرہ نہ کرتے اور دوسرے یہ کہ جب نکالکر مملوک
بنائے گئے۔ اور تیسرے یہ کہ وہاں سے قید و تہمت میں پڑے پس انعام کامل یہ قید سے اخراج ہے اور ابن عباس رض سے روایت
کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کنعان سے نکلکر بادیہ میں جا کر بستے تھے لہذا کہا۔ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ اور احسان کیا کہ تم کو
بادیہ سے یہاں لایا۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن جریج وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ مویشی پالتے اور بادیہ میں رہتے تھے اور یہ مقام فلسطین کے
قریب از میں عربات تھی اور بعضے کہتے ہیں کہ حسمی کے نیچے شعب کے ایک طرف اولاج میں تھے اونٹ و بکریاں مویشی کے ساتھ بادیہ میں رہتے
تھے۔ اقول احسان اس میں یکجا ہونے کا اور بادیہ سے زیادہ آرام شہر میں پانا اور قحط وغیرہ کے مصائب سے چھوٹنا اور ہر طرح کی
مکروہات سے نجات ہے کقولہ ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین۔ اور سراج وغیرہ میں ہے کہ یہ بڑی نعمت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اُس کو بادیہ سے منتقل کر کے شہری آبادی میں لاتا ہے اقول اس قول کے حدیث ہونے
میں تامل ہے۔ اور عمر رض کا قول مشہور ہے کہ بدوی ہو کر تم میں جفا آ جاتی ہے یعنے سخت دلی و کج اخلاقی۔ اور اصل اس کی حدیث
میں ہے کہ غلاظت و جفا اہل بادیہ اونٹ والوں میں ہے۔ اور حاصل یہ کہ تم سب کو متفق و یکدل و جان سے یہاں لایا۔ مِنْ بَعْدِ
أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي بعد اس بات کے کہ اُبھار دیا جھگڑا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے
درمیان۔ یہ ایک معذرت بیان کر دی کہ اہل ایمان و الفت میں شیطان اس امر سے مایوس ہوتا ہے کہ کوئی اس کی اطاعت عبادت
کرے ولیکن جھگڑا ڈالنے کو ہر وقت موقع تاکتا ہے پس بڑا جھگڑالو وہ ہوتا ہے جس میں کسی امر خیر کی ہوس ڈالکر لڑائی ڈالے جیسے برادران
یوسف ع کے درمیان وسوسہ دیا کہ یہ دفع ہو جاوے تو ہمیں باپ کی منظور نظر ہو کر درجہ کرامت کو پہونچیں و صالحین قوم ہو جاوینگے۔ اور
حدیث میں ہے کہ خبردار رہو کہ شیطان اس امر سے تو مایوس ہوا کہ کبھی تمہارے اس شہر میں پرستش کیا جاوے لیکن عنقریب زمانہ میں
اسکی پیروی ان اعمال میں ہو جاویگی جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ کچھ راضی ہو جاویگا۔ الترمذی وغیرہ اور دوسری حدیثوں میں جزیرۂ عرب کا ذکر ہے

کہ اس مین شیطان کی پرستش نہوگی ولیکن تمھارے درمیان تحریش کریگا۔یعنی جھگڑے پر ابھارتا اور واضح ہو کہ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے
فضائل مین ہے کہ وہان شیطان کی پرستش کبھی نہوگی اور جن لوگون نے اس زمانہ مین تقلید وغیرہ کے مسائل سے اہل مکہ ومدینہ کے
حق مین شرک نکالا یہ جہالت ہے قابل التفات نہین اور وے لوگ اللہ تعالےٰ سے ڈرین۔ہان باقی بلاد عرب پر یہ حکم نہوگا کیونکہ
صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ آخر زمانہ مین قرب قیامت کے قبیلہ دوس کی عورتین اپنے بت کے گرد چوتڑ مٹکاتی پھرینگی۔الحاصل اہل
ایمان کے درمیان شیطان کا نزغہ وتحریش ہوتی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیون کے جھگڑے کو اسی تحریش پر محمول
کرکے انکو معذور فرمایا اور احسان آلٰہی بیان کیا کہ باوجود اس جھگڑے کے جسکا ظاہری رخ نہایت مخالفت تھی اللہ تعالےٰ نے یکدل
ومتفق کردیا اور سب کو ساتھ جمع کردیا۔اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ بیشک میرا رب نہایت لطافت سے تدبیر کرنے والا ہے جس
کام کو وہ چاہے یعنی جب وہ کوئی بات چاہتا ہے تو اسکے اسباب ایسے طور پر پیدا کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ظاہر مین آسانی سے جمع ہوجاتا ہے
اور وہی نتیجہ نکل آتا ہے اور کبھی ایسے طور پر لطافت سے یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ اسباب کچھ نظر آتے ہین اور نتیجہ وہ نکل آتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ازہری رح
نے کہا کہ لطیف اسماے الٰہی مین سے ہے اور معنی اس کے یہی ہین کہ جو امر چاہے اسکو لطف کے ساتھ پورا کردے اور عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ
لطیف وہ ہے جو تیری حاجات امید ایک لطف کے ساتھ تجھے پہونچا وے۔الحاصل یوسف و بھائیون کے درمیان نزغہ شیطان سے بہت
بعید نظر آتا تھا کہ باہم شیر وشکر ہونگے ولیکن اللہ تعالےٰ نے کمال لطف ومحبت وطیب عیش وفراغ بالی کے ساتھ مع والدین کے جمع
کردیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس عظیم قدرت آلٰہی کا شکریہ وعظمت ظاہر فرماتے ہین کہ میرا رب جو بات چاہے اسکے واسطے لطیف ہے
یعنی لطافت تدبیر سے آسان فرادیتا ہے اگرچہ بہت مشکل نظر آوے۔اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ بیشک وہی علم والا ہے ہر چیز کی مصلحت وتدبیر کو جانتا ہے کوئی ذرہ کسی
وقت کسی حال مین کسی زمانہ مین اس سے پوشیدہ نہین ہے۔اَلْحَکِیْمُ وہی حکمت والا ہے جسطرح جس وقت جو چیز جس شخص کے حق مین ہونی چاہیے اپنی
حکمت وعلم سے کرتا ہے مسئلہ جو چیز دنیا مین واقع ہوئی وہ سب مخلوق ہے اور سب کا خالق اللہ تعالےٰ ہے اور جس نے گمان کیا کہ ہم اپنے افعال
خود پیدا کرتے ہین وہ بیوقوف جاہل ومشرک خفی ہین اور ہمارے واسطے عقل وعلم کے ساتھ یہان کی آیات اور دیگر آیات صریحہ جو سابق
مین گذر چکین روشن دلیل ہین کہ خالق افعال اللہ تعالےٰ ہے دیکھو کہا کہ اخرجنی من السجن یعنی قید سے نکالنا فعل آلٰہی قرار دیا اور جاء بکم من البدو
مین ان سب لوگون کا آنا فعل آلٰہی قرار دیا کہ وہ تم سب کو لایا اور ایسے ہی مابعد مین بھی صاف ثابت ہے کہ وہی خالق ہے اور جو افعال جس بندے
سے ہوئے وہی اس بندے کے افعال اسکے ساتھ ہین حدیث مین ہے کہ اگر نیک اعمال ہون تو اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرے اور اگر بد ہون تو
اپنے نفس پر ملامت کرے اور بعضے گمراہون نے مجوس کی طرح زعم کیا کہ بد اعمال کا خالق شیطان ہے اور شاید یہ قول لیا کہ نزغ الشیطان
بینی وبین اخوتی۔حالانکہ کچھ بھی دلیل نہین ہے اسلیے کہ وسوسہ وتحریش دلانا شیطان کے افعال مین سے ہے یعنے شیطان سے جو افعال پیدا
کیے جاتے ہین یہ بد اعمال ہین اسی واسطے بعض فقہاء علماء نے کہا کہ شیطان اگر کسی بندہ پر ظاہر ہوکر نیک کام سکھلا دے تو ضرور اسمین
بدی مضمر ہوگی کیونکہ وہ نیک اعمال کی پیدائش کا محل نہین ہے اور خالق ہر فعل کا اللہ تعالےٰ ہے اور یہ مسئلہ جو عوام پر مثل تقدیر کے مشکل
ہوگیا بلکہ یہ بھی تقدیر کے مسئلہ کا جزو ہے شیطان خود کسی فعل کا خالق نہین ہے اور تو نہین دیکھتا جو اللہ تعالےٰ نے اس حکایت سے فرمایا القولہ
ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم الآیہ یعنے شیطان اپنے اتباع جہنمی لوگون سے کہیگا کہ میرا تمپر کچھ بھی
قابو نہ تھا لیکن مین نے تم کو برائی کی طرف بلایا تم مان گئے تو مجھے مت ملامت کرو اور اپنے نفسون کو ملامت کرو اور واضح ہو کہ جو تفسیر اس

بات کے قائل ہین کہ یہان دو خدا ہین وہ بہت بدتر ہین اور انسے زیادہ وے لوگ بدتر ہین جو اپنے آپ کو بھی خالق جانتے ہین کہ ہم اپنے
افعال خود پیدا کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اگر اللہ تعالےٰ کے علم مین ہو کہ یہ شخص اتوار کو یہ بدکام کریگا تو کیونکر ممکن ہے کہ تو اتوار کو نیک کام
پیدا کرکے کیا تجھے غلبہ حاصل ہے اور اس صورت مین مسئلہ وہی تقدیر کا ہوا جسکا لامحالہ قائل ہوگا۔ اور واضح ہو کہ عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ صحابی نے راہ مستقیم کے معنے پوچھنے والون کو سمجھائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمام راہون مین سے نزدیک کی راہ پر یعنے
بہت چھوٹے خط مستقیم پر چھوڑا جس کا سرا جنت مین ہے اور اس کے دائین بائین پگڈنڈیان ہین انپر رجال یعنے لوگ ہین جو راہ مستقیم پر
چلتا ہے اُس کو پگڈنڈیون والے بلاتے ہین جو ان کی طرف گیا تو اس کو لے جاتے ہین برابر چلا گیا تو جہنم مین پہونچ گیا اور جو نہ گیا دیا جاکر
لوٹ آیا پھر راہ مستقیم پر چلا گیا تو جنت مین پہونچ گیا۔ رواہ رزین یہ مضمون حدیث مرفوع مین بھی آیا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ ہر
طرح شہوات پر بلانے والے اصلی تو شیطان ہین اور ان کے ساتھ بہت لوگ نہایت کثرت سے اُن کی اتباع ہوگئے ہین وہ انسانی شیطان
ہین اور راہ مستقیم والون پر یہ لوگ بہت مضر ہین کہ ان کی باتون کو کان لگا کر آدمی سنتا ہے اور جان رکھو کہ راہ مستقیم تو ایک ہے اور وہ
ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہہاے شیطانی بہت کثرت سے ہین کیونکہ دو نقطون کے بیچ مین مستقیم ایک خط ہو سکتا ہے اور کج
بہت بے انتہا ہو سکتے ہین اسی واسطے ایک راہ مستقیم کے لوگ تھوڑے ہین اور کج راہون پر بہت کثیر تعداد کے ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین
گمراہ لوگ دنیا مین ہر طرح کی سختی کے ساتھ ٹیڑھی راہ پر لا کر دیکر لاتے ہین اللھم ثبت اقدامنا وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس فلما
دخلوا علیٰ یوسف۔ اُن کو برداشت غم فراق زیادہ کرنا پڑا تو اپنے قریب مین جگہ دی۔ یون ہی قیامت مین اہل صدق وصفا قرب منزلت
سے سرفراز ہونگے اور جس نے جفا نہ کیا اُس کو قرب زیادہ ہوگا اگرچہ مغفرت مین اور دخول جنت مین یکسان ہون۔ بعض نے کہا کہ حدود
استقامت کے وقت عقل وروح کو عروج ہے جبکہ قلب محل انوار تجلی ہو جاوے اور نفس مطمئنہ وغیرہ ہر حال مین مطیع ہین اور سبہا سے
مخالفت کے وہ وقت موافقت کا ہے اقول اشارہ لطیفہ ہے فافہم۔ قولہ ورفع ابویہ علی العرش۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر ایک کو اس کی
منزلت کی قدر رکھا۔ کیا جنکو حزن واندوہ مین مقاسات صبر زیادہ برداشت کرنا پڑا تھا اور یہ درجہ صدق ہے بخلاف بھائیون کے کہ وہ تکلف
مین خوش تھے تو منزلت رفیعہ ان کو نہین ملی بلکہ کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل۔ محمد بن علی رح نے فرمایا کہ جو کوئی مرید کو
اس کی منزلت سے زیادہ بڑھا دے اُس نے اس مرید کے حق مین برا کیا کیونکہ وہ بگڑ جاویگا اور اس کی ارادت طلب مین فسور
آجائیگا کیونکہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ ہم لوگ آدمیون کو اُن کے مرتبہ منزلت پر رکھین پس یوسف علیہ السلام نے
والدین وبھائیون مین سے ہر ایک کو اُس کے مرتبہ پر رکھا۔ اقول حدیث بالا حضرت ام المومنین عائشہ رض نے روایت کیا ہے ولیکن
اس مین یہ ہے کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ ظاہرا آنحضرت صلعم نے صریح حکم دیا ہو یا استنباط واستخراج ہو واللہ اعلم۔ قولہ خروا لہ سجدا۔ اب وہ
خواب صحیح ہوا جس کی تعبیر یہ ہے اور ان لوگون نے جب یوسف علیہ السلام پر آثار انوار عزت الٰہی دیکھے جو بالاتر نے آدم مین دیکھے تھے تو
بے اختیار سجدے مین گر پڑے اور یہ فعل قصدی نہ تھا کیونکہ یوسف کعبہ الٰہی تھا جس مین تکلم قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ ظہور
جلال وجمال قدس تھا اور یہ ویسا ہی مشاہدہ ہے جیسے ملکوت ساوی مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشاہدہ کیا تھا ان لوگون نے
آیات ارضی مین دیکھا اور اگر اہل مصر بھی ان مین یہ تجلی دیکھتے تو وے بھی سجدہ مین گرتے اقول شیخ نے اس مقام کی تاویل مین ایک
دوسرا طور اختیار کیا جو پابندگان حواس سے علیحدہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ خروا لہ سجدا مین ان لوگون نے یوسف علیہ السلام

کے واسطے سجدہ کیا دلیکن سجدہ اختیاری نہ تھا بلکہ ظہور تجلی عظمت وجلال وحسن وجمال سے یہ لوگ دیکھتے ہی سجدہ مین جھک گئے تو تعبیر
خواب مشاہدہ ہو گئی۔ اسی واسطے کہا کما قال تعالے یا ابت ہذا تاویل رویای من قبل۔ خاص یعقوب علیہ السلام پر اسکو ظاہر کیا
اور کہا کہ قد جعلہا ربی حقا۔ اسے ظہور واضح جس مین کچھ التباس نہین ہے اور نہ نفس کا معارضہ ہے پھر اللہ تعالے کے انعام بیان
کرنے شروع کئے بقولہ قد احسن بی اذ اخرجنی من السجن۔ اور اس مین اشارات باطن ہین کہ بلا نفس کی قید سے اور خطرات شیطان کے
پھندے سے نکالا۔ اور نیز قید خانہ امتحان وابتلا سے محض باحسان وفضل نکالکر رضامندی ومغفرت ومعرفت کے تخت پر بٹھلایا۔
اور شیخ نے کہا کہ بھائیون کے قید خانہ جُب کو ذکر نہ کیا تاکہ وہ خجل نہون اور قید خانہ تہمت کو ذکر کیا کیونکہ تہمت سے طہارت زیادہ اہتمام
کے قابل ہے علاوہ اس کے جُب مین لطف الٰہی یا سچا جبرئیل ہوا اور سجن مین التفات بغیر اللہ سے گونہ عتاب کی صورت مین انعام ہوا اقول
جو لوگ ازل سے اہل سعادت ہین انپر جو عتاب وکرنت بھی ہوتی ہے وہ بھی فضل وانعام ہوجاتا ہے کیونکہ نتیجہ قبولیت ہے اور جو لوگ اہل شقاوت
ہین انپر جو بصورت فضل ورحمت ہو وہ بھی عتاب وعذاب ہوجاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو
ان لوگون کو کثرت سے اموال واولاد دیے ہین ان کو فضل مت دیکھ بلکہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا الآیۃ پس نتیجہ طرد وشقاوت
ہے نعوذ باللہ من عذابہ تعالے۔ پھر دوسرا فضل ذکر کیا بقولہ وجاء بکم من البدو۔ اور اشارات مین سے ہے کہ بادیہ فراق وجفا سے وصال و
اتفاق مین لایا اور بادیہ مین الجمع بعد تفرقہ ہے اور محل تمکین یا من بعد تلوین وابتلاء ہے۔ پھر کرم سے بھائیون پر سے جرم رفع کیا اور تقدیر الٰہی
کے سپرد کیا دلیکن بکمال ادب سے حق عز وجل کے مقدرات کو کسی علت سے پاک رکھا اور کہا من بعد ان نزغ الشیطان یعنی اولیاء کی
طبیعت سے ایسی حرکات صادر نہین ہوتے بلکہ طبیعت سے اوپر کوئی چیز بغیر اختیار کے طاری ہوجاتی ہے پس اظہار کیا کہ ایک نوع غفلت
سے نزغ شیطان طاری ہوا جس نے چاہا کہ ہم بھی اس کے ساتھ مطرود ہون مگر رب تبارک وتعالے نے اپنے لطف سے ہمارے وشیطان کے
جھگڑے مین ہم کو سرفراز کرکے درجے بڑھا دیے اور مودت زیادہ صاف فرما دی لہذا کہا کہ ان ربی لطیف لما یشاء الآیہ جعفر رح نے کہا کہ
منجملہ لطف الٰہی کے یہ ہے کہ بندون کو اپنی مشیت پر رکھا چاہے انکو عذاب دے اور چاہے عفو کرے چاہے نزدیکی عطا کرے اور چاہے دور
کرے پس تمام مشیت وقدرت اسی کے لیے ہوئی دوسرے کو کچھ اعتبار نہین ہے پھر خالص بندون کے لیے محبت ومعرفت سے ایک لطف
فرمایا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جُب کی محنت سے خلاصی کا ذکر نہین کیا تو حکمت اس مین یہ ہے کہ قید خانہ کی محنت انھون نے اپنے اختیار سے
لی تھی اور خود اختیار مین آفات ہین اور اس کے فتنہ سے نجات ایک نعمت غیر مترقبہ ہے تو اُس کا شکر ادا کیا بخلاف جُب کے کہ وہ اضطراری
تھا اس مین کچھ نہوا الا یہ صاحبت جبرئیل علیہ السلام بشارات سے سرفرازی ہوئی۔ اسی کے قریب واسطی رح سے نقل کیا۔ اور استاد رح
سے نقل کیا کہ جاء بکم من البدو سے اظہار کیا کہ بھائیون سے بد جفا کے مجھے اب دیدار کی خوشی ہے۔ جعفر صادق رح سے ذکر اخراج
سجن وعدم ذکر اخراج الجب مین ویسی ہی توجیہ نقل فرمائی جیسے سابق تفسیر مین مذکور ہو چکی ہے۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام
مع بیٹون کے مصر مین رہنے لگے شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ابو عثمان النہدی نے سلیمان سے روایت کی کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کے خواب واس کی تعبیر مین چالیس سال کا وقفہ ہوا اور عبد اللہ بن شداد (ابن الہاد) نے کہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہونے
مین انتہا کی مدت یہی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور نیز حسن رح سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی سے ملاقات تک اسی برس
کا وقفہ ہوا تھا اس عرصہ مین حضرت یعقوب علیہ السلام سے کبھی حزن واندوہ دور نہ ہوا اور آنسو برابر گالون پر بہتے رہتے تھے۔

حالانکہ روے زمین پر کوئی بندہ اس وقت اللہ تعالے کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبوب نہ تھا اور بروایت یونس عن الحسن رح تو اسی برس۔ شاید کہ تین سال کسرات کے شمار ہون۔ اور بروایت مبارک بن فضالہ عن الحسن۔ یوسف کنوین مین ڈالے گئے تو سترہ برس کے تھے اور باپ سے اسی برس غائب رہے اور اس کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر مین وفات پائی مین کہتا ہون کہ سرلج وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ملاقات کے یعقوبؑ تیئیس برس جیے پھر ان کی وفات کے بعد یوسف تیئیس برس جیے واللہ اعلم۔ پھر ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قتادہ نے کہا کہ دونون مین فصل پینتیس برس کا ہوا۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھارہ برس غائب رہے اور اہل کتاب گمان کرتے ہین کہ چالیس برس کے قریب جدا رہے اور یعقوبؑ بعد ملاقات کے مصر مین سترہ برس جیے۔ اور لکھا کہ ابو اسحاق سبیعی نے بواسطہ ابو عبیدہ کے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ بنو اسرائیل مصر مین تریسٹھ آدمی داخل ہوئے تھے اور جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے ہین تو چھ لاکھ ستر ہزار تھے۔ اور مسروق سے روایت ہو کہ تین سو نوے مرد و عورتین ملا کر داخل ہوئے تھے محمد بن کعب القرظی نے عبد اللہ بن شداد سے روایت کی کہ اولاد یعقوبؑ چھیاسی مرد و عورت صغیر بچے ملا کر تھے اور جب نکلے تو چھ لاکھ کچھ اوپر تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ ان روایات کے ذکر سے خود یہ مقصود ہو کہ حقیقت کلام الٰہی مین مذکور ہی وہ تو معلوم و متعین ہو اور باقی مورخین وغیرہ ہر ایک کے پاس اسقدر مختلف اقوال ہین کہ صحیح بات معلوم ہونا دشوار ہے البتہ اتنی بات یقینی معلوم ہوئی کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی سے ارشاد فرمایا ہو یعنی قرآن پاک تو یہ وقائع ضرور واقع ہوئے پس اہل کتاب کو اسمین شبہ نہ تھا کہ یہ سبب نزول وحی ہو اور باقی جو باتین کا علم اللہ تعالے علام الغیوب کو ہو کما سیاتی۔ اور واقع ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے میرے باپ دادا کے پاس مین دفن کیا جاوے پس یوسف علیہ السلام بذات خود متکفل ہوئے اور شام مین لا کر حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس دفن کیا اور پھر واپس چلے گئے پھر اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی آخری دعا ذکر فرمائی بقولہ۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے میرے رب بیشک تو نے مجھے دیا | ملک سے | اور سکھلایا مجھے | خوابون کی تعبیر سے | پیدا کرنیوالے آسمانون | اور زمین کے

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

تو میرا متولی ہو دنیا مین | اور آخرت مین | مجھے وفات دے مسلمان حالت مین اور ملا دے مجھ کو نیکون کے ساتھ

جب اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی نعمت پوری فرمائی تو انھون نے ایک وقت ملاقات مین اپنے والدین و بھائیون کے سامنے اللہ تعالے کی نعمتون کا جو خاص اپنے اوپر اور انکے ذریعہ سے ان سب پر فرمائی تھین بطور شکر و احسان الٰہی ظاہر کرنے کے بیان کین اور آخر دعا مین جناب باری تعالے سے دائمی ملک باقی آخرت کے لیے دعا مانگی اور دنیا کی نعمتون کا حوالہ دیا چنانچہ کہا۔ رب اے میرے پروردگار قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ بیشک تو نے مجھے دیا ملک سے یعنی ملک مین سے بعض کیونکہ تمام زمین کی سلطنت نہ تھی بلکہ ملک مصر پر حاکم تھے اور بعض نے کہا کہ مِن زائد ہو اور بعض نے کہا کہ بعض کا بیان ہو شاید کہ قسم بادشاہت سے مراد ہو کیونکہ وزیر اعظم تھے اور در حقیقت بادشاہ مصر دوسرا تھا لیکن اسطرح کہ جو یہ کہتے وہی ہوتا تو جو اس کے کہ ملک نہ تھا وہ خود محتاج تھا لہذا اللہ تعالے نے انکی کو بیان کیا کہ تو نے مجھے ملک سے یعنی زمین مصر دیا۔ یا ایک طرح کی بادشاہت دی یا زائد ہو یعنی تو نے مجھے ملک دیا یعنی مصر یا آنکی

بادشاہت دی۔ وَعَلَّمْتَنِیْ اور تو نے مجھے سکھلائی۔ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ احادیث کی تاویل سے یعنی خوابوں کی تعبیر سے
بعض حصہ یا جملہ احادیث میں سے صرف خواب کا حصہ پورا یا مِن زائدہ ہے کہ تو نے سکھلائی مجھے خوابوں کی تعبیر یا احادیث سے
مراد کتب وکلام الٰہی یعنے صحف ابراہیم وغیرہ میں بعض تاویل کیونکہ کلمات الٰہی ختم نہیں تو پوری تاویل کسی کے امکان میں نہیں ہے۔
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ایجاد کرنے والے آسمانوں وزمین کے۔ وہی خالق ہے کوئی اور خالق نہیں جو اس نے پیدا کیا اسی کی
مخلوق ہے۔ الحاصل تو نے مجھ پر دنیا میں بڑے بڑے انعام کیے تو بڑا قدرت والا ہے یہ آسمان وزمین تو نے ہی قدرت سے پیدا کیے۔
اَنْتَ وَلِیّٖ تو ہی میرا ولی ہے یعنے لطیف وکریم ہے تو ہی لطف وکرم سے مجھ بندے کے کاموں کا متولی ہے۔ فِی الدُّنْیَا دنیا میں جیسا
کہ بیان ہوا اور جب تک زندگی ہو۔ وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی تو ہی متولی ہے تیرے سوائے کوئی مجھ بندے کا متولی نہیں
یعنے اور نہ ہو سکتا ہے۔ پس جیسے تو دنیا میں اس شان جمیل کا متولی ہے تو آخرت میں بھی تیرے کرم کی آرزو ہے وہاں بھی تو ہی متولی
ہے پس تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا مجھے وفات دے درحالیکہ میں مسلمان ہوں۔ وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور ملا دے مجھے اپنے صالحین
بندوں میں۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے اور معلوم کہ پیغمبر کی وفات اسلام پر ہوتی ہے مگر جناب کبریا و ذوالجلال والاکرام
کی عظمت وتکبر کے سامنے عاجزی ومحتاجی کے ساتھ اس آرزو کی تمنا کی کہ تو نے مجھے دنیا میں اس لطف سے پالا ہے میرے رب اور
ولی میرا دنیا ہو یا آخرت ہو تو ہی ہے تو اب آخرت کی آرزو باقی ہے کہ مجھے اسلام وایمان پر وفات دیدے وصالحین بندوں میں مجھے
بھی شامل کر دے تو آسمان وزمین پیدا کرنے والا بڑی قدرت والا ہر چیز پر قادر ہے۔ صالحین سے مراد یا تو عام بندے صالحین ہیں یا
اپنے باپ دادا مراد لیے ہوں واللہ اعلم۔ اور الحاق صالحین کی دعا میں کیا اچھا ادب ہے کہ میں بذات خود صلاحیت کے قابل نہیں و
لیکن مجھے تو اپنے فضل سے ان میں ملا دے یہ شان نبوت ہے۔ والحمد للہ رب العالمین لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو
حی لا یموت وھو ذو الفضل العظیم وھو علی کل شیء قدیر۔ اسی کی ذات کو بقا اور اسی کی سلطنت پائدار ہے باقی سب کو فنا ہے عمر بن عبد العزیز رح
نے اپنے خطبہ میں اشارہ کیا کہ کوئی آدمی فنا کے لیے مخلوق نہیں گر فنا ہوگا بلکہ باقی رہنے کے لیے مخلوق ہے پس خوش حال ان بندوں کا
جو اللہ تعالیٰ کے لیے انتہار [illegible] میں اس دار محنت وامتحان کے بعد ابدالآباد ہزاروں نعمتوں لازوال میں باقی چلے جاتے ہیں کہ جن کی
انتہا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں اُن لوگوں کے حال سے جو اس دار محنت سے فنا ہو کر ابدالآباد ہزاروں مصیبتوں
میں عذاب اُٹھائے چلے جاتے ہیں کہ جنکے بہ نسبت یہ دنیا گویا انکے حق میں جنت تھی اے رب ہمارے ہم تیرے عذاب سے تجھ سے پناہ
مانگتے ہیں اور تو غفور رحیم ہے۔ بیضاوی رح میں ہے کہ روایت کی گئی کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس برس رہے پھر وفات پائی اور
موافق انکی وصیت کے خود یوسف علیہ السلام انکو شام میں لاکر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دفن کر کے واپس ہوئے اور تیئیس برس جیئے
پھر ان کی روح کو ملک بقا کا شوق از حد ہوا پس موت اسلام کی تمنا کی پس اللہ تعالیٰ نے انکو پاک وطاہر اس دار محنت سے وفات دی اور
اہل مصر نے ان کے دفن میں جھگڑا کیا حتیٰ کہ قتال کی نوبت آئی پھر اس امر پر صلح قرار پائی کہ سنگ مرمر کے صندوق میں کر کے بلندی نیل میں
دفن کریں اسطرح کہ پانی نکلے اوپر سے روان ہو کر مصر تک آوے پس دونوں فریق اس میں شریک پانی میں یکساں رہیں پھر چار سو برس بعد
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو وہاں سے نکالکر انکے آبا واجداد کے پاس لاکر دفن کیا اللھم صل علیٰ نبینا ومولانا محمد وآلہ واخوتہ جمیع الانبیاء
والمرسلین وسلم علیہم اجمعین۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک سو ساٹھ سال کی اور

حسن بصری رحمہ سے روایت ہے کہ عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو پچانوے سال کی تھی بیضاوی رح نے کہا کہ راعیل یعنے زلیخا سے
اُن کے تین اولاد ہوئی دو لڑکے افرائیم و میشا۔ اور ایک لڑکی رحمۃ جو ایوب علیہ السلام کی جورو تھی اور افرائیم سے نون اور اس سے
یوشع علیہ السلام پیغمبر معروف بعد موسے علیہ السلام کے پیدا ہوئے ہین۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح مین دعا کا یہی طریقہ ہے جو تم یہان دیکھتا
ہو کہ پیغمبر حق حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالے کی ثنا و صفت و انعامات کا ذکر کیا پھر درخواست کی اور صحیح حدیث قدسی کا
مضمون ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جس کسی کو میری یاد مشغول کرے اس کی درخواست سے تو مین اس کو سب مانگون سے افضل دیتا ہون
دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی درخواست سے ذکر و یاد الٰہی شروع کیا اور حدیث قدسی سے یہی ثابت ہے کہ جو کوئی ذکر
مین ایسا مشغول ہو جاوے کہ درخواست یاد نہ رہے تو بھی علام الغیوب وہ بلکہ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے اور شاید یہ معنے ہون کہ یاد
الٰہی مین ایسا مشغول ہے کہ دعا و درخواست نہین کرتا ولیکن دعا مخ عبادت ہے فافہم۔ پھر یہان یہ سوال مشہور ہے کہ قولہ توفنی مسلما الخ
آیا درخواست موت ہے یا نہین ہے۔ تو رازی رح نے کبیر مین و خطیب وغیرہ نے بہت تاویل کی اور مین عقلی خیالات مین اختصار و اقلیات
کی تلخیص کے ساتھ ان فوائد کو ذکر کرتا ہون قال ابن کثیر رح فی قولہ توفنی مسلما الخ محتمل ہے کہ یہ دعا وقت حضور موت کے ہو جیسا کہ
سید المرسلین صلعم نے اللھم فی الرفیق الاعلے تین بار فرمایا کما فی الصحیحین اور محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ توفنی مسلما اذا اتنت۔ یعنے مجھے اسلام پر وفات دیجیو
جب وفات دے۔ اور محتمل ہے کہ ابھی وفات مانگی ہو اور اسوقت تک جائز ہو۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہری بھری تر و تازہ دنیا حاصل کر کے
اگلے صالحین کے پاس جانے کا اشتیاق کیا اور ابن عباس رض کہتے تھے کہ قبل حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی نبی نے موت نہین مانگی۔
شیخ رح نے کہا کہ ظاہر سیاق تو محتمل ہے کہ فی الحال موت طلب کی اور محتمل ہے کہ پہلے پہل الحقین نے اسلام پر موت ہونے کی درخواست کی جیسے
نوح اول ہین جنھون نے کہا کہ رب اغفرلی ولوالدی و لمن دخل بیتی مومنا و للمؤمنین والمؤمنات مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ نہ ہر کسی کو
اسوقت وفات ملتی ہے کہ وہ وفات کو حیات دنیا پر اختیار و پسند کرے اور مجھے معلوم ہے کہ شفقت انبیاء خلق اللہ پر مزید ہے ولیکن جذبہ
شوق لقاء آخرت ازید و لیکن تو جانتا ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام نے طمانچہ مار دیا تھا فرشتہ کو جیسا کہ صحیح مین ہے اور اللہ تعالے نے کہا و
کان عند اللہ وجیھا۔ پھر خوشبوے جنت سے اختیار کیا موت کو پس مقبوض ہوئے اور صحیحین مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ کوئی نبی قبض نہین کیا جاتا جب تک اسکو جنت مین اسکا ٹھکانا نہ دکھلایا جاوے پھر وہ زندہ رہنا پسند کرے یا اس کو
اختیار کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خطبہ مرض مین فرمایا کہ اللہ تعالے نے ایک بندہ کو مختار کیا کہ دنیا مین رہے یا جو اللہ تعالے کے پاس نعمت ہے
اس کو اختیار کرے پس اس نے اللہ تعالے کی نعمت قرب اختیار کی الحدیث۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام نے عیش و سلطنت و تخت
و تاج کی رونق کے ساتھ جب صالحین کی سلطنت آخرت کو دیکھا تو علانیہ اس کو اختیار کیا پس کوئی نبی نہین ہے جسکو یہ اختیار نہ دیا جاوے
غیر از ینکہ اور کسی کا اختیار کرنا علانیہ نہ تھا پس نہ یہان تمنا موت کی اور نہ کوئی سوال وارد ہوتا ہے اور ابن عباس رض کی روایت قتادہ
کے یہ معنے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی اول ہین جنھون نے اعلان کے ساتھ اختیار کیا اور شاید دعا و تضرع مین یہ حکمت ہو کہ انبیاء
سابقین کو غنائے دنیا و سلطنت نہ دی گئی تھی پس حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود اس کے آپ کے ساتھ الحاق چاہا اور حدیث
صحیح مین ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہون گے و لیکن یہ قیاس انبیاء پر نہین ہو سکتا کیونکہ حساب
نصف یوم آخرت ہزار برس کے دن مین اغنیاء پر ہے اور فقراء بلا حساب اول ہی دفعہ مین داخل جنت ہو جاوین گے واللہ تعالے اعلم

بالجملہ میرے نزدیک تو سوال وارد ہی نہین ہے کہ موت کی تمنا کیون واقع ہوئی کیونکہ یہ اختیار آخرت ہے نہ تمنائے موت فافہم۔ اور ان لوگون نے لکھا کہ بہت سے مفسرین کا یہ زعم ہے کہ انبیاء مین انھین نے موت مانگی بدلیل قول قتادہ عن ابن عباسؓ اور رازیؒ نے کہا کہ مرد عاقل کی رغبت موت پر بوجوہ کثیرہ ہو سکتی ہے ایک یہ کہ لذت دنیا کا حاصل تین وجہ پر ہے اول مشقت ایسی چیز حاصل کرنا جو تمام دنیا مع اس کے جواہرات و خزائن کے کامل نہین اس پر بھی جلد زائل ہونے والی اور اس کو خود ہر دم زوال کا خوف پس حصول کی مشقت زائد و خوشی کم اور زوال کا غم سب سے بڑھ کر۔ دوسرے یہ کہ جو حاصل ہوئی وہ ہر دم فکر و تردد سے ملی ہوئی ہے پس محنت و غم کے ساتھ خالص خوشی کا وجود محال ہے تیسرے یہ کہ خلق مین سے اراذل و بے علم و احمق کو افاضل عالم عاقل سے بہت کچھ زائد حاصل ہوتا ہے خود دیکھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام صورت و سیرت و علم مین سب سے بڑھ کر اور ان پر ریان بن الولید بادشاہ تھا پس عاقل ان کدورات سے چھوٹ کر خالص لذات حاصل کرنے پر توجہ کریگا اور وہ آخرت کی نعمتین ہین جو اسلام پر موت سے حاصل ہوتی ہین لہذا اسلام پر موت چاہی اور صالحین سے لحوق پر اطمینان کر لیا۔ وجہ دوم یہ کہ دنیوی لذات کھانا پینا و نکاح و ریاست مین منحصر ہے اول مین تمام جانور حتی کہ گوہ کا کیڑا مشارک و تھوک و رینٹ و درد اور پھوڑے وغیرہ آثار و ہر لذیذ غذا زبان سے اتری و فنا اور انجام اسکا وہ جو پیخانہ مین نکلا اور جسم تیار ہوا وہ مردار دھوپ مین سڑنے کی قیمت رکھتا ہے اور نکاح وغیرہ کی لذات و نجاسات جنین خسیس جانور قوی تر ہین قابل بیان نہین۔ در ریاسات موجب عیب و مشقت و حفظ جو ان کا کھانا تو عاقل کے نزدیک مستقر راہے انکی تحصیل سے تنفر ہے پس عیش آخرت کی طلب مستقیم تو اسلام پر موت کی تمنا اسکی آرزو ہوگی اور روایت ہے کہ میمون بن مہران ایک رات حضرت عمر بن العزیزؒ کے پاس سوئے اس بادشاہ نے رات کو عبادت و گریہ و زاری کے بعد موت کی دعا مانگی اتنے مین میمون نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور آپ کی زندگی مین مسلمانون کی آرام و راحت ہے کہا کہ اے میمون جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح دولت و عیش و ثروت کا استقرار ہوا تو دعا مانگی بھلا مین اس پیغمبر برحق کی اتباع نہ کرون۔ سوال ہوا کہ انبیاء کا اسلام پر مرنا یقینی ہے تو پھر فائدہ دعا ہوگی۔ رازیؒ وخطیبؒ و کرخیؒ نے کہا کہ نفس مطمئن و سینہ کشادہ و قلب سلیم اس حالت کمال پر وفات چاہی اور یہ بات کفر کے مقابل اسلام سے زائد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ہے بلکہ ایمان یقینی ہے اور وہی اسلام ہے لیکن اسلام ادائے احکام بھی ہے اور ایمان محض یقینی ہے و لہذا دعا مین ہے اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام یعنی حالت حیات مین وہ فرائض و واجبات و سنن و نوافل ادا کرتا رہے اور محرمات و مکروہات و چوری و رشوت و شراب خواری وغیرہ سے بچتا رہے۔ ومن توفيته منا فتوفه على الايمان۔ کیونکہ بوقت وفات ہر کوئی عمل نہین ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو واضح ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاید یہی دعا مانگی کہ مین اسلام و طاعات و تقوے پر عدل کے ساتھ قائم ہون اس حالت پر مجھے وفات دیجیو جیسے تو نے اس وقت تک انعام فرمائے ہین اور سیاق دلالت کرتا ہے کہ باپ سے ملنے اور خواب و اکرام و احسانات الٰہی کے سلسلہ مین یہ دعا بھی داخل ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس آیت مین دلالت ہو کہ اسلام و ایمان مین اصل مین فرق نہین ہو بلکہ یقین تصدیق ہے اسلام کے اعمال زائد ہین اور وہ داخل یا موجب ہین جیسا کہ بعض لوگون مین ناحق اختلاف ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا اور اسلام و ایمان مین اتحاد نہین یا واحد ہین اور تحقیق وہی ہے جو اوپر اشارہ کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ پھر جو جواب کہ رازیؒ وغیرہ نے دیا کہ اسلام کامل پر وفات کی دعا تو یہ بھی مضمون [illegible] کی وفات جب بدلیل ہے اسلام مقابل کفر ضرور ہوا اسی سے ایمان کامل پر معلوم ہوا اور جو لا در حدیث سے اختیار کئے اور یہ سابقہ ادب کبریائی الٰہی [illegible]

اسلام کے مترجم نے ذکر کیے وہ اولے ہین واللہ اعلم۔ حاصل آنکہ موت کی تمنا کرنا منع ہوا اور تفصیل آتی ہو انشاء اللہ تعالیٰ۔ سوال ہوتا تھا
کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس آیت مین تمنا فرمائی ہے ولیکن یہان چار احتمال ہین جن سے فی الحال تمنا نہین معلوم ہوتی سوائے
ایک احتمال کے پس اگر تسلیم کرلیا جاوے کہ مراد تمنائے موت فی الحال ہے تو مین کہتا ہون کہ یہ کسی جزع وفزع وعدم رضا بتقدیر سے نہین
بلکہ اشتیاق لقائے صالحین ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید یہ انکی شریع مین روا ہو لیکن ہماری شریع مین نہین جائز ہو چنانچہ ثابت
امام احمدؒ مین ہے حدثنا اسمعیل بن ابراہیم حدثنا عبد العزیز بن صہیب عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین
احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان ولا بد متمنیا فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی و توفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ اور یہی حدیث
صحیحین بخاری ومسلم مین بھی موجود ہے اگر کسی قدر زیادت لفظی کے ساتھ جسکو اپنے ترجمہ مین قوس کرکے اشارہ کردونگا ترجمہ یہ ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تمنا کرے کوئی تم مین موت کی بوجہ کسی ضرر کے جو اس کو لاحق ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو
زندہ رہنے سے اسکی نیکیان بڑھینگی اور اگر برے کام کرتا ہے تو شاید توبہ سے توفیق نیکی کی ملجاوے ولیکن یون کہے) اور اگر خواہ مخواہ وہ تمنا ہی
کریگا تو یون کہے کہ اے پروردگار میرے مجھے زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دیدے جب مرنا میرے حق مین بہتر ہو
مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حدیث سے موت کی تمنا سے صرف ایسی صورت مین ممانعت ہو جب کوئی شخص کسی امر کروہ کے لاحق ہوجانے
سے موت مانگنے لگے اگر اس سختی سے چھوٹ جاوے تو یہ حرص وقلت معرفت کا سبب ہو کیونکہ ایمان والا صبر ورضا نہ کریگا کہ دنیا مین اُسکے
رات دن بہت خطا مین وافراط وتفریط کی ہے ایسا نہو کہ اس کے مواخذہ مین وہان کا عذاب اُٹھانا پڑے جونہایت سخت ہے تو یہ
مثل ہوجاوے کہ ایک بیوقوف گرمی کی وجہ سے دھوپ مین کھڑے ہوئے گھبراکر بھاگا اور دالان کے تنور مین گھس گیا جس مین آگ بھری ہوئی تھی
اللھم انی اعوذ بک من عذاب جہالاتی واسرافی وتفریطی فان کل ذلک عندی وانت غافر الذنوب وارحم الراحمین۔ بالجملہ اس حکم کے
موافق تو حضرت پیغمبر خدا یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال نہین ہوسکتا کیونکہ انھون نے بدون نزول ضرر کے عیش وآرام وسلطنت
کی حالت مین محض شوق آخرت مین دعا مانگی تھی ولیکن امام احمدؒ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے آپ نے ہم لوگون کو وعظ ونصیحت ایسی فرمائی کہ ہم لوگ نہایت رقیق ہوگئے پس سعد بن ابی وقاص
رونے لگے اور بہت زیادہ روکر کہا کہ کاش مین مرگیا ہوتا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سعد بھلا تو میرے پاس موت کی تمنا کرتا ہے
اس بات کو تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا کہ اے سعد اگر تو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جسقدر تیری عمر دراز ہو اور تیرے کام اچھے ہون تو
وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خوف اپنی تقصیرات کے جو ہر دم وہر روز وشب طاعات مین قصور ہوتا ہے
گھبراکر موت کی آرزو کی پس اُنکو شفیق امت شافع شفیع رحیم وکریم خیر الخلق رسول ہم صلعم نے نہایت لطف وملاطفت سے ارشاد کیا کہ
میرے پاس بیٹھکر موت مانگتا ہے یعنی میرے پاس بیٹھنا میرا دیدار میری خدمت میری زبان سے ایک کلمہ یا ایک دعا تیرے حق مین تیری تمام عمر و
ہزار عمر سے تیرے لیے بہتر ہے پھر ایک لطیف معرفت پر تنبیہ کی کہ مخلوقات جنت ودوزخ کے لیے پہلے سے مقرر ہین پس اہل جنت اگرچہ گناہ آخری
حالت پر جنتی ہین اور شقاوت وکفر وشرک ونفاق سے پاک کرکے موت دیتا ہے اور جو شخص دوزخی ہو اسکی آخری حالت خراب دوزخی ہوتی ہو اور
آیت مین اشارہ ہو کہ اعمال سے کوئی دوزخی یا جنتی نہوگا بلکہ جو جنتی ہو اسکے لیے اعمال خلوص مراتب وبے انتہا رضا حاصل ہونے کے لیے رستہ ہین اور
اہل جنت مین مراتب بیشمار ہونگے جیسے ہر ایک آدمی کی صورت دوسرے سے متفاوت ہو ایک عجیب قدرت آلہیہ سے کہ دوسری باقی ہر ایک کا الگ سرمایہ

ڈاڑھی دانت رنگ روپ اور تعداد میں صدہا کرور گرہ ہر ایک دوسرے سے ممیز ہے اور اگر یہ بات آنکھوں دیکھی نہوتی تو لاکھوں اس زمانہ کے
نیچری اس سے انکار کرتے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول حدیث میں الضر سے امر شاق و مکروہ عام ہے خواہ دنیا کے امور میں ہو یا آخرت
کے خیال سے ہو۔ اور امام احمد نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا کرے
اور نہ دعا کرے موت کے آنے کی قبل ازینکہ موت خود آوے مگر اس صورت میں کہ اس نے اپنے اعمال پر وثوق کر لیا ہو یعنی یہ تو ممکن نہیں کہ اعمال پر
وثوق ہو تو ہرگز موت کی تمنا و دعا نہ کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی مرا تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں (یعنی بعد موت کے کوئی عمل نہیں
کر سکتا ایسا کہ جسپر یہاں کے مثل ثواب ملے) اور مومن کو اس کے عمل سے کچھ اور نہیں ملتا سوا بہتری کے۔ قال الشیخ تفرد به احمد یعنی
بالکل موت کی تمنا و دعا کرنے سے ممانعت ہے مگر ایک طرح اجازت ہے کہ ایسے اعمال کر لیے ہوں کہ ان پر وثوق و اعتماد ہو۔ تو میں
کہتا ہوں کہ یہاں دو صورتیں ہیں اول وہ شخص ایسا ہو جسکے حق میں اللہ تعالے کی طرف سے کوئی تصریح ہو کہ یہ جنتی ہے اور اسکے
اعمال درجہ بقدر رتبہ کے ہیں اور دوم وہ شخص ایسا نہ ہو پس قسم دوم والا کس طرح جانے کہ میرے اعمال وثوق کے قابل ہیں بلکہ
اسپر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کی نقص و خرابی اور تضییع اوقات و کثرت معاصی و آفات کا خیال رکھے تا کہ اگر درحقیقت
جو احتمال ہے کہ شاید نفس کے خطرات جنکا اسکو خود امتیاز نہ ہوا تھا اور اخلاص میں فرق آیا تھا واقعی ایسے ہی اعمال ہیں تو اللہ تعالے
اپنے کرم سے اس کو اس وجہ سے معذور فرما دے کہ بیچارہ خود عاجزی سے اقرار کرتا و خائف رہتا تھا پس بخشدے ورنہ جسکو غرور
و اعتماد ہوا اور یہاں نفس کا دھوکا ہے تو وہ گیا پس معلوم ہوا کہ عام ایمان والے اگرچہ ولی ہوں کبھی اپنے اعمال پر اعتماد نہیں کر سکتے ہیں تو
کبھی موت کی تمنا نہیں کر سکتے بلکہ خائف اسوجہ سے ہوں کہ عذاب نہو لیکن جسوقت کہ موت آجاوے اسوقت اپنے رب غفور رحیم کے فضل عظیم پر بھروسا
کر کے اپنے آپ کو اسکے سپرد کریں اور نہایت نیک گمان رکھیں جیسا کہ صریح حدیث صحیح میں حکم ہے اور حدیث قدسی میں ہے کہ جیسا میرے بندے کا
میرے ساتھ گمان ہے ویسا ہی میں اسکے ساتھ ہوں۔ پس اتنا چاہیے کہ اسی کا بندہ رہے بحکم قولہ تعالے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان پس
شرک و کفر و نفاق سے پناہ مانگے۔ اب رہی قسم اول تو وہ جملہ انبیاء اور بعض صحابہ حضرت رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور سابقین
امم میں جو کوئی ہوں پس اس حدیث سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال وارد نہیں ہوتا کیونکہ انکو وحی الٰہی و نبوت سے
وثوق ہوا تھا فافہم پھر شیخ ابن کثیر رح نے اس مسئلہ میں تحقیق و تفصیل اسطرح لکھی کہ ممانعت کا جو حکم احادیث بالا سے ثبوت ہوا پس صورت
میں ہے کہ جب ضرر مذکور اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہو یعنی مثلاً بیماری یا تنگی رزق وغیرہ کی کوئی مصیبت فقط اس شخص پر ہو تو موت کی تمنا منع ہے
اور جبکہ دین میں کوئی فتنہ پھیلا یعنی جیسے مترجم کے زمانہ میں بے انتہا فتنہ اکثر ملکوں میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں پھیلا ہوا ہے تو لکھا کہ ایسی
صورت میں موت مانگنا جائز ہے چنانچہ جب موسیٰ کے وقت فرعون نے ساحروں کو قتل و سولی سے سخت دھمکایا کہ دین سے پھر جاویں تو انھوں نے دعا
مانگی قالوا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین۔ اور جب حضرت مریم علیہا السلام نے وضع حمل کے وقت اس خوف سے کہ لوگ امر حق میں بہتان
باندھینگے اور ایمان کا ضرر ہے تو کہا یا لیتنی مت قبل ہذا الآیۃ چنانچہ یہی ہوا کہ یہود کہنے لگے۔ یا مریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت ہارون ما کان ابوک امرأ
سوء و ما کانت امک بغیا الآیہ پس اللہ تعالے نے اپنے بندہ صالح عیسےٰ علیہ السلام کو گہوارہ میں گویا کیا کہ میں اللہ تعالے کا بندہ و رسول ہوں۔ اقول
اسمیں ایک عمدہ رمز ہے کہ بندگان صالحین ازل ہی سے صالح ہوتے ہیں یعنی پیغمبر لوگ سب سے افضل ہیں چنانچہ مہد میں اپنی رسالت کو بیان کیا اور
یہ بھی کہا کہ مجھے میرے رب نے کتاب انجیل دی ہے اور یہ سب مقدرات ازل ہیں اور عجب کہ اسوقت کے نصرانی کچھ نہیں سمجھتے اور تقدیر سے منکر ہیں

نعوذ باللہ من الکفر والشرک والنفاق ۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام احمد و ترمذی نے خواب کا حال روایت
کیا ہے اس مین دعا بھی ہے اس دعا مین یہ ہے اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون بسترجم کہتا ہے کہ مراد اس حدیث سے وہ ہی
جس مین آنحضرت صلعم نے رب تبارک وتعالے کو خواب مین دیکھا اور طویل حدیث ہے آخر مین دعا سکھلائی ہے جسکا جزو یہ ہے واذا اردت الخ
اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے اور بعض نسخون مین حسن صحیح لکھا ہے گیا اور ظاہر اصح نسخہ حسن ہے کیونکہ ابن الجوزی
نے علل مین اس حدیث کے سب طرق لکھے اور سب مین کلام کیا اور دارقطنی وغیرہ کے اقوال لکھے کہ سب طرق ضعیف ہین اور بعد اسکے خود اسکو
اپنی اسناد کے ساتھ مسند امام احمد سے باسناد روایت کیا اور لکھا کہ یہ اسناد حسن ہے پس ابن الجوزی رح جو بڑے متشدد ہین اس حدیث
کو حسن کہتے ہین تو محتمل ہے کہ اسناد صحیح کے درجہ پاوے بالجملہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسمین نہایت نفیس اسرار و معارف ہین اور ابن الجوزی رح کی روایت مین
یون ہے کہ واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون یعنی جب اے پروردگار تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے یعنی تیری مشیت و
حکمت مین ہو کہ یہ لوگ راہ مستقیم چھوڑ کر فتنہ مین پڑین تو مجھے تو وفات دیکر اپنے پاس اٹھا لیجیو اس حال سے کہ مین فتنہ مین پڑا نہون پس معلوم ہوا کہ
فتنہ مین مبتلا ہونے سے پہلے مرجانے کی دعا کرنا جائز ہوا اور دیکھو کہ بعد وفات آنحضرت صلعم کے جو وقت آیا اسوقت مقدر تھا کہ فلان و فلان قبائل عرب
کے مرتد ہوکر لڑین پھر مغلوب کیے جاوین پس اپنے رحیم پیغمبر کو اسوقت سے پہلے اٹھا لیا وفیہا فوائد جمۃ ومن یستطیع ان یاتی بہا الا بتوفیق من اللہ عز وجل۔
اور شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے اسناد خود حضرت محمود بن لبید سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دو باتین ہین جنکو آدمی ناگوار
رکھتا ہے ایک تو موت حالانکہ ایمان والے کے لیے فتنہ مین پڑنے سے موت بہتر ہے اور دوسرے مال کی کمی حالانکہ مال کم ہونے سے حساب مین کمی ہوتی ہے
مترجم کہتا ہے کہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ پھر ایسی حالت و زمانہ کی گردش جس مین آدمی کو اپنی ضروری محتاج مین فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو
وہان موت ایمان پر مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے جبکہ کراہت نہ کرے۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابیطالب نے
اپنی خلافت کے آخر زمانہ مین جب دیکھا کہ کام دن کا بنا ؤ نہین ہوتا اور کام روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہے تو فرمایا کہ اللہم خذنی الیک فقد
سئمتہم وسامونی۔ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس لے لے کہ مین نے ان لوگون کو اکتا دیا اور انھون نے مجھے اکتا دیا ہے اقول یعنے جو کچھ
تیری مشیت ان لوگون کے ساتھ ہے اسی پر یہ چلنے کو چاہتے ہین تو مجھے ناگوار بوجھ سمجھتے ہین اور مین بھی ان لوگون سے ملال آگین ہوتا اور اکتا تا
ہون کیونکہ اہل معرفت ہمیشہ عوام و انکے برے خیالات سے اکتاتے ہین حالانکہ آنحضرت تو سید العارفین و امیر المومنین تھے اور خبردار کہ تو رافضی
کو مت دیکھ کہ یہ بالکل نصرانیون کے مشابہ ہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم عیسائی ہین حالانکہ بالکل الٹے جیسے تو سے کی سیاہی کہتا کہ مین آفتاب ہی
ہون ایسے ہی تعجب کہ رافضی کہے کہ مین شیعۂ علی ہون بلکہ شیعۂ علی عارفین مومنین متبعین سنت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
اجمعین ہین شیخ نے کہا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جامع صحیح کے ساتھ جب ایسا فتنہ واقع ہوا اور حاکم خراسان سے ان کے معاملات فتنہ
انگیز واقع ہوئے جو کتب طبقات محدثین مین ثقہ روایات سے منضبط ہین تو بخوف فتنہ دین کے دعا مانگی کہ اللہم توفنی الیک اے میرے
پروردگار مجھے وفات دیکر اپنے پاس بلا لے اقول پس خرتنگ قصبہ مین فوت ہوئے اور بعض عارفین نے خواب مین دیکھا کہ حضرت
سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم منتظر بیٹھے ہین بیچ راہ مین ایک جماعت صحابہ رض کے گویا منتظر ہین تو عرض کیا کہ میرے مان باپ فدا
ہون کہ آپ یہان کسطرح ہین فرمایا کہ محمد بن اسمٰعیل کا منتظر ہون۔ رحمہ اللہ تعالے رحمۃ واسعۃ۔ اور واضح ہو کہ ہمارے اصحاب حنفیہ مین سے بعض وہ
لوگ جو خالی مسائل اعمال جوارح جانکر اپنی اصطلاح فقہ سے فقیہ ہوکر کسی تعصب کی وا اختلاف کی وجہ سے انھون نے اس موقع پر بخاری رحمہ اللہ کی نسبت

جاہلانہ مسائل کا بہتان باندھا تاکہ لوگ اُسے بدگمان ہو کر حقارت کی نظر سے دیکھیں تو بقول علامہ سبکی رحمہ اللہ کے تو سب ائمہ دین وعلماء
مسلمین کے ساتھ عقیدت و نیک خیالات رکھ اور ایسی بدگمانیوں سے اپنی عاقبت خراب نہ کر۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بخاری رحمہ اللہ
پر یہ الزام لگانا کہ موت مانگی تو یہ فقیہ نہ تھے یہ بھی چشم بصیرت اندھی ہونے کی علامت ہے اور بھلا عارف وجاہل مثل آنکھوں والے
اور اندھے کے کہیں برابر ہوتے ہیں پس ہوا یہ کہ ان کا اجتہاد ٹھیک تھا اور دقیق اجتہاد سے بدلائل احادیث صحیحہ انھوں نے فتنہ
دین کے وقت یہ دعا مانگی۔ اور شیخ نے لکھا کہ زمانہ خروج دجال میں ایسے ایسے ہولناک وسخت ودشوار امور ہونگے کہ دین کی سلامتی
جیسے انگارے دانتوں سے چبانا سخت دشوار ہوگی تو آدمی قبر کے پاس گذریگا اور کہیگا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ یالیتنی مکانہ کاش
میں اسکی جگہ ہوتا یعنی اس قبر کا مدفون میں ہوتا تو بہت اچھا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اب تو وہی زمانہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے الٰہی تو قادر
قوی وارحم الراحمین اور تجھی سے سب بھلائی کی امید ہے تو ہر زمانہ کو آرزو ہے پھر شیخ نے ختم کیا یہ لکھ کر ابن جریر نے کہا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد
یعقوب جنھوں نے یوسف کے ساتھ برا اور والد بزرگ کے ساتھ کیا جو کیا تھا انکے واسطے انکے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے استغفار کیا
تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عفو کر کے ان کی خطیات کو بخشدیا قال المترجم بیشک میرا رب غفور رحیم ہے اور میں نے اوپر اشارہ
کیا ہے کہ گیارہ ستاروں سے انکی تعبیر الٰہی جیسی ہے کہ انبیاء میں اور درست ہے ایسے حال پر ہونے میں تو بعد اس کے کسی شخص کو مجال نہیں
ہے کہ اُن پر فاسق وفاجر وکذاب وغیرہ بدزبانی کے الفاظ وارد کرے۔ ف فی العرائس قولہ رب قد آتیتنی من الملک الآیہ سب
عزیز واقارب سے اور تمام دنیا وفیہا سے منہ موڑ کر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور کہا
کہ رب قد آتیتنی من الملک۔ وزارت مصر میں کہا ملک باشارت سلطنت نبوت وغلبہ وتسلط بقلوب مومنین وصفات ملکوتیہ سب کو
شامل رکھا اگرچہ حقائق کلام ایسے معانی نورانی کو محتوی ہے کہ بطون تک رسائی دشوار درنہ بیان دشوار ورنہ کون ہے جسکے لیے بیان ہوا اور
عارف خود عارف ہے اور تاویل الاحادیث مشاہدۂ آیات ومعرفت سب کو شامل ہے پھر ہر چیز کو ہیچ کر کے عظیم قدرت وعجائب صنعت
الٰہیہ کی طرف رجوع لائے بقولہ فاطر السموات والارض۔ پھر اپنی مخلوق ہونے سے جناب باری تعالیٰ کے افضال ورحمت پر کامل بھروسا
کیا بقولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ۔ پس دنیاوی انعام ومعارف اُخروی سلطنت ودیدار عیان کے آرزو پوری کی اور کہا کہ توفنی
مسلما والحقنی بالصالحین۔ اقول پس وفات تمام مخلوقات سے گم ہو جانا اور گم ہو کر سالم نکلنا اور وہ اسطرح کہ وجہت وجہی للذی فطر
السموات الآیہ پس خالی گم تو احمق ہو کر جہنم میں جاتا ہے اسی واسطے کافر کو مردہ سے تشبیہ دی گئی کیونکہ عالم کے آیات آفاق والنفس سے بھی
گم ہے تو معرفت حق تعالیٰ سے جاہل اور وہی کافر ہے کیونکہ تمام عالم مشاہد وآیات وجود حضرت خلاق علیم ہے پس محض متوفی وگم شدہ
ایسا مردہ دیوانہ ہے اور گم متوفی عارف ہے لہذا وہ سب سے زیادہ عاقل ہوتا ہے اور نظر اسکی نور ظہور قدرت ہے اسی واسطے فراست مومن کو
ناظر بنور حق فرمایا ہے اور شیخ رحمہ نے کہا کہ وفات سے غیبوبت تمام حادثات ومخلوقات سے انوار الوہیت وجلال احدیت میں چاہی کہ مجھ سے
مجھ کو حق میں فنا کر دے کہ میں کچھ میں نہ رہوں اور تو میرے لیے رہ جاوے پس بقا بھی کو دے اور الحقنی صالحین میں داخل کر دے جو ایسے ہیں مترجم
کہتا ہے کہ عارف بحر العلوم نے شرح مثنوی میں شیخ ابن العربی و دیگر ائمہ سے نقل کیا کہ مخلوق کوئی ہو فانی ہو کر باقی ہونے سے یہ مطلب نہیں ہوتا
کہ کوئی ممکن مرتبہ واجب کو پہنچے بلکہ مخلوق اپنے حال پر مخلوق ہے مگر بقا اسکو بذات باقی عزوجل ہے اقول یعنی مثال اسکی قطرہ و دریا کی ہے الا
یہ معنی ہے جس سے عوام دھوکا کھاتے ہیں اور نوبت انکی کفر تک بلکہ بدتر پہنچ جاتی ہے اور یہ بڑا سخت فتنہ پھیل گیا ہے اور حق عزوجل پاک ہے کہ

کوئی مخلوق اُس سے ملجاوے جیسے قطرہ دریا مین بلکہ اصل اُس کی حدیث صحیح نوافل ہے جو بارہا گذر چکی اور عوام کو نہین چاہیے کہ اس مین قیاس
لگاوین بلکہ اتنا جان سکتے ہین کہ یادِ حق مین خصوص تجلی ظہور مین خود فراموش ہوتے ہین پس جو کچھ حرکات ان کی ہوتی ہین سب قدرت الٰہیہ ہین
سننا و بیٹھنا و پکڑنا و چلنا و دیکھنا جیسے بعض نے کہا کہ ؎ تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز۔ اور دوسرے نے فرمایا ؎ احدا
تا لم نہ گردی راہ نیست۔ یہ معنے فنا کے ہین جہان تک ہمارے خیالات کفر مین نہ جا پڑین اور ان خیالات سے کیا فائدہ ہے اپنے آپ کو
آراستہ کرو تو جس منزلت پر رب کریم پہونچاوے خود احسان ہے ورنہ ان خیالات سے کوئی فائدہ نہین ہے اور خطرہ و خوف اسقدر زیادہ
کہ کفر تک نوبت پہونچتی ہے تو عوام کو اس سے قطعی پرہیز واجب ہے واللہ تعالے اعلم سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین باتین مین سوال ضرورت
اظہار فقر۔ اکتساب فرض۔ اور کہا کہ مین نے لطیف و رحیم کو مسلم ہو کر بلا تدبیر و رجوع باسباب سپرد کیا۔ دینوری نے کہا کہ صالحین وہ
لوگ جو صلاحیت و لیاقت دیے گیے واسطے حضوری کے اور اس سے خلقی و طبعی رعونت و بشریت ساقط کی گئی ہے۔ ابو سعید القرشی رح
نے کہا کہ قولہ توفنی مسلما۔ ایسے شخص کا کلام ہوگا جو مشتاق ہو کر سوا ے حق عز و جل کے کسی سے انس نہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ پہلے تعریف
الٰہی کو دعا پر مقدم کیا اور اہل ایمان کا یہی شیوہ ہے اور قولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ مین بیان ہے کہ سر باطنی جملہ مخلوق سے منقطع
ہے مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کا تعلق ماسبق سے ایک لطافت کے ساتھ ہے یعنی اول آیت مین اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے
چند امور کا شکرانہ یاد دلایا از انجملہ قید و محنت سے رہائی اور سلطنت پر رسائی اور بھائیون و والدین کی یکجائی پس قید خانہ سے تو انقطاع
تعلق بسبب کراہت کے ظاہر ہوا اور باقی چیزون سے بسبب پسندیدگی کے قلب کا تعلق ظاہر ہوا حالانکہ کمال ایمان زہد ہے کہ دنیا
وما فیہا کی کسی چیز سے تعلق خاطر نہو پس اس آیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کا باطنی حال ظاہر فرمایا کہ ان چیزون کو وہ پیغمبر
صدیق بطور انعام الٰہی کے دیکھتا اور شکر کرتا تھا مگر تعلق اُسکو کسی چیز سے نہ تھا سوا ے حق تعالے عز و جل کے حتے کہ اُس نے ان سب کو
چھوڑ دینے کے لیے دعا فرمائی اور جنت و جوار رب العالمین مین جانے کی صریح تمنا کی پس جو لوگ کمال ایمان سے متصف ہوتے ہین
وہ ہر فرد بشر کے حقوق نہایت رحمت و شفقت سے ادا کرتے ہین گویا ان کو ان چیزون سے کمال تعلق ہے مگر باطن ان کا مرتبط کسی چیز
سے نہین ہوتا اور خالص اللہ تعالے کے لیے ہوتا ہے اور قلب کے کمال مین نفس و اعضاء انسانی ایسے دشمن ہو جاتے ہین کہ تن بدن انسان
کو قید خانہ تہمت اغیار و شہوات ہو جاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ مار ڈالین بسبب شدت تکلیف صبر کے اور اصل مادہ کے جدا ہو جاتے
ہین واللہ اعلم کہ عقل و روح کی مساعدت مین تزلزل ہوتا ہے ولیکن بعد تکمیل کے جب قلب پر تخت سلطنت سے جلوس ہوتا ہے تو
یہ سب چیزین بصفت اتحاد و اطمینان اس کے متوافق و مساعد ہوتی ہین حتی کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے کار طاعت مین بلا مشقت مصروف
ہوتا ہے اور روح اُس شکنجہ سے رہا ہو کر فارغ ہوتی ہے گویا علٰحدہ ہے اور یہین سے کہا گیا کہ انکی ارواح انکی اجساد ہوتی ہین اور جسم ایک پردہ
سے زیادہ نہین ہوتا پس وہ وقت کسی چیز کے تعلق کا نہین ہوتا بلکہ اللہ تعالے بندہ کا متولی امور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث النوافل مین ہے جب چاہا انکی
روح کو منتقل فرمایا اور وہ ایک بے انتہا ملک مقدس مین بے انتہا نعمتون و انعام سے سرفراز ہوتی ہے جہان مین لا انقضاء لملکہ ولا ادراک لعدنہ
وہو العلیم الحکیم شیخ نے کہا کہ اُستاد رح نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام کو دنیا کے حال سے معلوم ہوا کہ ہر کمال کو زوال ہے اقول جیسے آنحضرت
علیہ السلام کے ناقہ کے دوڑ مین پیچھے رہ جانے کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ہر چیز مرفوع کو اللہ تعالے پست فرماتا ہے) پس آنحضرت نے وفات
اس دار فانی سے طلب فرمائی اور کہا کہ خلوص کے نشانات مین سے بیان کیا جاتا ہے کہ عیش و عافیت کے وقت اشتیاق سے موت کی تمنا کرے

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب کنوین مین ڈالے گئے تو موت نہ مانگی اور جب قیدخانہ کی مصیبت مین پڑے رہے تو کبھی وفات نہ چاہی اور جب سلطنت پر قائم ہوئے اور ہر طرح انکے امور نہایت ٹھیک ہو گئے اور بھائیون نے انکو سجدہ کیا اور تخت پر ان باپ کے ساتھ خوش بیٹھے تو کہا کہ توفنی مسلما۔ پس صریح ہے کہ مشتاق لقاے حضرت الٰہی جل شانہ تھے۔ یہانتک یہ نہایت نفیس قصہ جسکی تفسیر دنیا کی ابتداے پیدائش انسانی سے درمیانی کمالات ظاہری و اعلیٰ تکمیل باطنی وحصول سلطنت آخرت کی صلاحیت مع احتراز از وساوس نفس و چاہ ضلالت وقیدخانۂ شہوات و دیگر موانع ہے تمام ہوا غور سے دیکھو یہ احسن القصص ہے یقین کرو کہ اسپر عمل کرنے سے تم سلطان دنیا و آخرت ہو جاؤ گے اے اللہ پاک ہمارے ہم کو سمجھ و توفیق عطا فرما دے۔ آگے حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ بندہ پاک جو محض امی ہے جب اس نے یہ احسن القصص جسکی حکمتون کی انتہا کوئی عقیل نہین جان سکتا ہے اسطرح صاف صاف واقعہ بیان فرمایا گویا آنکھون دیکھا ہے تو بیشک وہ رسول الٰہی و پیغمبر برحق ہے جس نے خالص وحی صادق سے بیان کیا اور وحی کو پڑھ دیا و لیکن جو لوگ اندھے ہو کر آیات الٰہی پر کچھ غور نہین کرتے اور بے ایمان مرتے ہین انکو نفع نہو گا اور اللہ تعالیٰ ہدایت راہ مستقیم فرماتا ہے بقولہ۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ سب غیب کی خبرون مین سے ہے جسکو وحی بھیجتے ہین ہم تیری جانب سے اور تو نہین تھا انکے قریب جب وے ٹھانتے تھے اپنا مشورہ کارکا درحالیکہ وے

يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

مکر کر رہے تھے اور نہین ہونگے بہتیرے آدمی اگرچہ تو حرص کیا کرے ایمان لانیوالے اور نہین مانگتا ہو تو انسے اسپر کچھ اجرت

ع ۱۱

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ

یہ نہین ہے مگر نصیحت سب عالم والون کیلیے اور بہتیری نشانیان ہین آسمانون مین اور زمین مین جنپر وے گذر جاتے ہین مگر وے

عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ

ان نشانیون سے منہ موڑے ہین اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ پر مگر اسطرح کہ وے شریک کرتے رہتے ہین کیا وہ نڈر ہو لیے اسبات سے

تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

کہ آجاوے انپر چھا جانیوالا اللہ کے عذاب مین سے یا آجاوے انپر قیامت اچانک درحالیکہ انکو کچھ آہٹ نہ معلوم ہو

ذٰلِكَ یہ قصہ جو پیغمبرون کا اور عمدہ طریقہ زندگی دنیا دی و دنیا کی تکمیل و دیگر عجائب علوم الٰہیہ کا بیان ہے اور ہزارون برس پہلے کا حال ہے جسکا لوگون مین تذکرہ بھی باقی نہین رہا صرف خاص خاص تواریخ مین مخصوص ایک قوم بنی اسرائیل کے پاس محفوظ رہا ہے۔ حتیٰ کہ یہود نے یہ خیال کر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصہ موسیٰ سے وفرعون اور ابراہیم وغیرہ عوام کی شہرت سے بیان کرتے ہون تو اس قصہ سے قطعی عاجز ہونگے کیونکہ عرب نے کبھی سنا بھی نہین اور نہ ان مین علم اور نہ تواریخ کا کبھی نام سنا صرف شاعری و گنوارون کی حرکات و کشت و خون سے مادی تھے البتہ دین ان کا یہی کام تھا حتیٰ کہ اپنے دادا حضرت اسمٰعیل و ابراہیم اور ان کے چال چلن سے کبھی واقف نہ تھے بلکہ انکا نام لیکر یہ شیخ سید کہ اپنا پیر کو شیخ یا سید بڑے دعوے سے کہتے مگر کبھی نہین جانتے کہ شیخ کسکو کہتے ہین اور اگر صدیقی یا فاروقی یا عثمانی کا نام لیا تو اس کے معنے سے بالکل واقف نہین جیسا یہ حال عرب کا تھا تو یہود دلون مین قطعی سمجھ لیا تھا کہ قریش تو کبھی اسکا بیان نہین کر سکینگے وہ جو معلم سے یہ قصہ دریافت کرین تو ضرور عاجز ہو جاوینگے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی ناک

خاک آلودہ کی اور اپنے پیغمبر صادق محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی سے نازل فرمایا اور ایسی حکمت بالغہ کے ساتھ کہ یہود ونصاریٰ و دیگر کافرون
کا شرمندہ ہونا یا راہ شیطان چھوڑ کر ایمان سے فیضیاب ہونا تو اس کا ایک ادنیٰ فائدہ رہا اور نہایت اعلیٰ علوم واسرار جو صالحین اہل
جنت کے لیے اس مین مندرج فرمائے وہ اہل ایمان کے نزدیک نہایت بڑا فضل الٰہی ہے جسکا شکر ادا نہین ہو سکتا اسی واسطے حق تعالیٰ
نے فرمایا کہ ذٰلک یعنی احسن القصص بیان جو اوپر مذکور ہوا۔ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ غیب کے اخبار مین سے ہے نُوحِيهِ اِلَيْكَ اس کو ہم
وحی فرماتے ہین تیری طرف۔ اور بعض دیگر قصص مین فرمایا۔ ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا۔ تو نہین جانتا تھا اسکو وحی سے پہلے
نہ تو اور نہ تیری قوم۔ اور یہ ایک قطعی دلیل ہے کہ قوم مین سے کوئی بشر واقف نہ تھا کیونکہ برملا ان سے کہا گیا تھا تو اگر کوئی واقف ہوتا تو
جھٹلاتے حالانکہ تمام ملک عرب نے اس بات مین کچھ بھی نہین جھٹلایا اور تسلیم کیا کہ کوئی ہم مین سے نہ جانتا تھا پس اس زمانہ مین جو بعضے
جاہل ملحد بہتان باندھتے ہین کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ سے سن لیتے تھے محض ان ملحدون کی جھوٹ وبیوقوفی کی تقریر ہے کیونکہ قرآن مجید جب
سے نازل ہوا اسوقت تک متواتر چلا آتا ہے اور لاکھون کروڑون عرب ویہود ونصاریٰ اسکے دشمن تھے تو اگر کوئی بات خلاف واقع اسوقت
ہوتی تو کروڑون معترض برابر اسی طرح نقل کرتے حالانکہ یہان ایک بھی معترض نہین ہوا کہ یہ جھوٹ ہے فلان شخص جانتا تھا یا عرب کہتے کہ فلان
سے تو نے سنا ہے حالانکہ کمال حیرت سے اپنے خیالات کے موافق کہتے کہ کوئی جن سکھلاتا ہے تو وہ لوگ یہ اعتراض نہ کرتے کہ فلان آدمی جانتا
اور تم اس سے سیکھتے ہو جو اسوقت کے ملحد نے بالکل انصاف بیت کے بالکل عقل ونقل کے خلاف بہتان باندھا اور اس کا بہتان ایسا ہی
جیسے کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ تو کبھی پیدا نہین ہوا محض فرضی بات ہے اور تمام متواتر خبر کو جھٹلا دے تو سوا اسکے کہ وہ بالکل شریر بے انصاف
جاہل ہے اور کیا کہا جاوے پس یہ بات ہے کہ جو خبر متواتر ہو اسکا ثبوت قطعی ہے اور کوئی انکار نہین کر سکتا اور اسی دلیل سے ہم کہتے ہین کہ
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے مدینہ کے یہودی اپنے دشمنون پر آپ کے نام کی برکت سے فتح مانگا کرتے تھے
کما قال تعالیٰ وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به الآیہ۔ تو توریت مین صریح آپ کے فضائل وکمالات ومعارف
ونشانات سب موجود تھے اور انھون نے تحریف کر کے اصل کو ضائع کر دیا کیونکہ ان کے منہ پر فرما دیا گیا کہ جھوٹون پر اللہ تعالیٰ کی
لعنت ہے تم لوگ پہلے تو محمد کے نام وبرکت سے کافرون پر فتح مانگتے تھے اور اب اس سے کفر کرتے ہو۔ پس اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ لوگ
الٹا جھٹلاتے اور بڑے زور وشور سے غوغا کرتے کہ یہ بہتان جھوٹ باندھا جاتا ہے تو یہ کتاب کیونکر وحی ہوگی۔ حالانکہ انھون نے
اس بات سے کبھی بھی انکار نہ کیا اور یہ کہا کہ ہان گروہ دوسرا ہوگا ہماری شناخت اس سے نہین ملتی پھر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام
کے بعد کوئی نہ ہوگا پھر اگر کوئی شخص ناانصافی سے مدعی ہو کہ ان مین سے کسی نے انکار کیا تو وہ بھی کروڑون کی زبانی متواتر ثابت
کرے جیسے ہم متواتر ثابت کرتے ہین ورنہ اگر چند اوراق مین لکھ دیوے اور کہے کہ اسے زمانہ کا انکار ہے تو وہ فریبی ہے جو متواتر کہ لاکھون ہون اور
کروڑون دشمن موجود تھے تو انکار چھپا ہوا نہین رہ سکتا اور متواتر کیسے ہو جاتی ہین کیسے کہ اسکا علم ہوا اور یہان تو انکار کرنے والا ایک بھی معلوم
نہین ہوا۔ اسی طرح قصہ یوسف علیہ السلام قوم عرب مین سے کسی کو معلوم نہ تھا اور کسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین سنا اور یہ امر
متواتر ثابت ہے تو ظاہر ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ذلک من انباء الغیب یہ قصہ اخبار غیب مین سے ہے یعنی ایسے واقعہ کو تو نہایت
صحیح وصاف بیان فرماتا ہے جو تجھ سے غائب تھا۔ نوحیہ الیک ہم اسکو تجھے وحی کرتے ہین کیونکہ یا علان سب جانتے ہین کہ تو پڑھا
لکھا اور نہ تو نے کسی سے سنا اور نہ تیری قوم مین کوئی واقف تو ضرور تم سمجھ وحی فرماتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اگر کسی سے سنکر بیان کرتے اور یہ دعوی

کرنیکا مین وحی الٰہی سے غیب کی خبر بیان کرتا ہون تو کسقدر فضیحت و شرمندگی کی بات ہوتی پھر ذرا تامل سے دیکھنے والا شیطانی وسوسہ سے الگ ہو کر انصاف کریگا کہ اول مدعی نبوت تو وہ ہوتا جس سے سُنا علاوہ ازین بیان ایسے بلیغ طریقہ سے کہ ہر ظاہری بات مین بکثرت اسرار جو آدمی کی دنیاوی زندگی حالات سے آخرت تک کے خطرات نفس و وساوس جو اس راہ مستقیم مین پیش آتے ہین سب کا اشارہ و اس کے علاج مندرج ہین یہ سوائے عالم الغیب کے کون جانتا ہے اور مین علماے اسلام سے کہتا ہون کہ راہ مستقیم پر ثابت قدم ہونے سے نور معرفت کے اُچک لینے والی چیزین جو تم کو مختلف اوقات و حالات مین پیش آتی ہین تم نے خوب دیکھا کہ قرآن پاک مین یہ عجیب اور اس کا علاج کیسے معجزہ سے موجود ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ کلام الٰہی جو معجز ہے اور نظم و معنے ہر طرح معجز ہے اس کا بڑا معجزہ تو یہ علم غیب ہے جس سے وہی واقف ہو سکتا ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و ہدایت سے آنکھین عطا فرمائین اور کافرون کو عاجز کرنے کے لیے بلاغت کلام نہایت کافی ہو کہ اگر ازل سے ابد تک کوئی عمر پاوے اور تمام درختون کے قلم بنا کر سمندرون کی دوات سے مشق کرے تو قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ کبھی اس نظم کے مثل نہ لاوے اگرچہ سب آپس مین مددگار بنجاوین یہ تو انکا حال ہو جو فصیح عرب ہون پھر نصرانی و یہودی جنکو زبان سمجھنے کی بھی لیاقت نہین وے بلاغت سے کیونکر اور کس مُنہ سے بحث کرتے ہین اور یہان تو نظم معجزہ حسی اور معانی معجزہ معنوی ایک سے ایک اعلیٰ ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے روز حقیقی ایمان والے میرے ساتھ مین بہت ہون گے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے کیونکہ ہر پیغمبر کو ایسا معجزہ دیا گیا کہ اس کے مثل پر بشر ایمان لایا یعنے محسوس بادراک حسی واللہ اعلم اور مین جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی فرمایا ہے حق تعالےٰ نے ان پر منکرون کو تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ تو نہین تھا ان لوگون کے پاس إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ جب انھون نے اپنے مشورہ پر اتفاق کیا تھا یعنے برادران یوسف علیہ السلام نے قتل وغیرہ اختلاف کے بعد اتفاق کیا کہ کوئین مین ڈالین۔ وَهُمْ يَمْكُرُونَ اور ان کی حالت یہ تھی کہ مکر گانٹھتے تھے۔ باپ سے جنگل کی سیر کرانے کے بہانے لاوین اور جُب مین ڈالین جو ایسا کنوان ہے کہ اس مین کول مین جگہ بنی ہے کہ جو گرے وہ ڈوب نہ جاوے بلکہ کول مین رہے اگرچہ کچھ چوٹ آوے تو یوسف جب خود اُتار دیا جاوے تو چوٹ بھی نہ آوے گی وہان رہیگا کوئی مسافر نکال لے جائیگا جب تک نہ لے جاوے تب تک کھانا پہونچا دیا کرنا۔ مراد یہ کہ تو ان کے پاس مشورہ مین شریک نہ تھا تو ضرور تو نے ہماری وحی سے بتلایا اور اس مین منکرون پر تعریض ہے کہ کیسے مضطرب الحواس ہین خوب جانتے ہین کہ ٹھیک خبر دینا یا تو مشاہدہ سے ہو یا علم تواریخ وغیرہ سے خوب جانتے ہین کہ قوم مین نہ کوئی واقف نہ تاریخ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض اُمی تو پھر کیا یہ سمجھتے ہین کہ تو ان کے پاس موجود تھا جو وحی پر ایمان نہین لاتے ہین کیونکہ یہ تو صاف معلوم ہے کہ تو وہان نہ تھا اور اس سے زیادہ اُن کو یہ صریح ثابت کہ نہ تو نے تاریخ دیکھی اور نہ کسی سے سیکھا پھر شیطان اُن کو بہکاتا ہے کہ جن سکھلاتا ہے۔ انپر لازم ہے کہ اسن اقتدس و اُس کی شان دیکھین اور مانین کہ نہین بلکہ فرشتہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نہایت شفقت سے حرص کرتے کہ لوگ ایمان پر ہو جاوین اور صحیح مین ہے کہ ایک نے آگ روشن کی رات مین تو کیڑے پتنگون نے اُس مین گرنا شروع کیا وہ ہر چند ہٹاتا اور دفع کرتا ہے کہ اوسے اسپر زور کر کے گرے پڑتے ہین اسی طرح میرا حال ہے کہ مین تمھاری کمرین پکڑ کے تمکو دوزخ مین گرنے سے روکتا ہون گر تم سرکشی سے اسمین گرے پڑتے ہو اور واضح ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جب قوم پر کوئی دشمن وغیرہ کے ناگاہ ہجوم کا سخت خوف کسی کو معلوم ہو جاتا تو وہ ننگا ہو کر چلاتا پس قوم سب آگاہ ہو کر راتون رات بندوبست کر لیتے تھے پس حدیث صحیح مین ہے

مقابلہ کے لیے ایک آیت بھی نہ بن سکی تو اس زمانہ مین کسی کا دعویٰ کرنا کہ مین اسکا مثل بنا سکتا ہون بالکل دعویٰ باطل ہے [illegible]

کہ جس قوم کو اس کے نذیر نے آگاہ کیا سب لوگ مختلف ہوئے بعض نے اس کو سچ مانا اور اپنے کو بچایا تو عافیت مین رہے اور بعض نے
جھٹلایا تو ناگاہ ہجوم دشمن سے خواری و ہلاکت مین پڑے یون ہی مین تمھارے لیے نذیر عریان ہون اشارہ کیا کہ مجرد بے تعلق ہون
تم سے کچھ نہین چاہتا خالص شفقت سے تم کو نصیحت کرتا ہون پس مین تمھین آگاہ کرتا ہون کہ تمھارے سامنے عذاب شدید ہے بچو
بچو۔ یون ہی بہت احادیث مین کہ آپ نے نہایت کرم اور کمال شفقت سے قیامت تک والون کو خلوص نیت سے نصیحت فرمائی ہے
اور آپ کے اخلاص کا عظیم ثواب آپ کے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے رضوان اکبر حاصل ہے اب رہے لوگ تو مبارکباد اسکو
جس نے نصیحت بدل و جان قبول کی اور راہ پائی اور وہ ثواب و راحت ملک آخرت حاصل کی جسکے واسطے یوسف علیہ السلام نے
سلطنت ہیچ بلکہ قیدخانہ دیکھکر اُس کی آرزو مین دعا مانگی اور بلا کی دربار دی اُس کی جو اپنے زمانہ کے پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم
پر ایمان نہ لایا اور مفت و خالص نصیحت و شفقت کو نہ سُنا پس وہ قطعی جہنمی ہے انھین کو انکے خالق عز وجل نے فرمایا۔ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ
وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ اے ما اکثر الناس بمومنین ولو حرصت علی ایمانہم۔ اور نہین ہونے والے بہتیرے آدمی مومن اگرچہ تو حرص
کرے کہ کسی طرح ایمان والے ہوکر عذاب الٰہی سے بچین اور رحمت مین داخل ہون کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس عذاب کو دیکھتے ہین اور قاعدہ ہے
کہ جو شخص کسی مجرم کی سزا کو آنکھون سے دیکھے کہ اسپر بید مارے جاتے ہین اور وہ بےبس بندھا ہوا ہر بار کی چوٹ پر نالہ و فریاد کرتا ہوا اور
اُس کی آل و اولاد اس کیفیت کو دیکھتے اور روتے ہین اور اس کے مان باپ نہایت تڑپ رہے ہین اور بید کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ اسکے لیے
پھانسی پر چڑھانے کا حکم ہوا تو کیسا ہی دشمن ہو اسپر ترس کرکے چاہیگا کہ یہ بچ جاوے پھر اگر کوئی دوسرا بھی اسی مجرم کی حرکتین کرنے لگا
تو جس نے پہلے کی سزا دیکھی ہے وہ کسقدر کوشش کرےگا کہ یہ نہ کرے اور ہر چند کہ سمجھانے مین چاہے یہ بدکار سختی سے پیش آوے اور حدیث
صحیح مین ہے کہ اگلے انبیاء مین سے بعضے ایسے تھے کہ اُن کے سمجھانے پر اُن کی قوم نابکار اُن کو پتھرون و اینٹون سے زخمی کرتے کہ خون جاری
ہوتا پس وہ خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اے میرے پروردگار میری قوم کو بخشدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہین ہین یہ کمال
شفقت ہے۔ یہان تک تو انکا امکان تھا پھر اگر اسی طرح انجان مر گئے تو پیغمبر کے قابو سے باہر ہوئے اور حق تعالے فرماتا ہے کہ
جنھون نے میرے ساتھ شرک کیا انکو نہین بخشونگا اور فرمایا ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ یعنے عذاب سخت اللہ تعالے اُن پر
ڈالتا ہے جن مین سمجھ نہین ہے یعنے نورانی عقل سے معرفت نہین ہے اسی واسطے کمال شفقت سے پیغمبر چاہتے ہین کہ قبل موت کے ایمان
لاوین ولیکن بہتیرے اسقدر کفر پر اڑے ہوئے عقل کے دشمن بنجاتے ہین کہ ہمارا دستور قائم رہتا اور کتنے ہی معجزات دکھلائے جاوین وہ
ہرگز نہین مانتے ہین۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ دنیا مین کفر کرنے والے اکثر ہونگے اور اقل مومنین ہونگے وقد قال تعالے
وقلیل من عبادی الشکور۔ اور ہر پیغمبر کے ساتھ بہت کم ایمان والے رہے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت مین بعض پیغمبر کے ساتھ
دو ایک اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا۔ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ اور نہین مانگتا تو ان لوگون سے اس نصیحت پر
کچھ مال مزدوری۔ یعنے اگر تو ان لوگون سے قرآن و موعظت پر کچھ مال طلب کرتا تو انکو ایک وہم ہوتا کہ اپنی دنیاوی غرض کے لیے
ایسا کرتے ہین تو نے دنیا بالکل چھوڑ دی اور جسقدر خزائن و اموال آتے ہین سب لوگون پر تقسیم کر دیتا ہے حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے پاس ایک درم نہین رکھتے تھے اور کبھی دونون وقت نہائی پیٹ بھر کے نہین کھایا اور باوجود اموال غنیمت و عشر و خراج کے
کبھی فرش سونے کا اونچا ہم لوگون کی مثل نہین بنایا پس قطعی ظاہر ہے کہ یہ قرآن جسکے آداب و اخلاق نہایت نفیس اعلے درجہ کے ہین

خالص نصیحت و محض لوگون کی تہذیب و شائستگی آخرت کے لیے تھا کما قال تعالے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر نصیحت و وعظ لِّلْعٰلَمِیْنَ تمام عالمین کے لیے کسی شخص کی خصوصیت یا کسی قوم کی خصوصیت نہین ہے اس مین امریکہ و ترک و فرنگ و روس و مصر و فارس و ہند و یورپ و ایشیا سب مثل عرب کے ہین سب کا استحقاق برابر ہے بخلاف دیگر کتب سماوی کے انکا پیغمبر ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا حتی کہ توریت و انجیل بھی فقط اولاد حضرت یعقوب کے لیے تھی و لیکن آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت گورے کالے سب کی طرف یکسان ہے لوگون کو چاہیے کہ دشمن منکر نہین بلکہ انصاف کی نظر سے تمام قرآن مجید کو دیکھین اور اپنے آغاز و انجام اور پیدائش و موت و دنیا کی آرائش و فنا اور آخرت کی نعمت و لقا اور اللہ تعالے کی پاک صفات و اسکی نشانیان و علامات عقل کی آنکھون سے دیکھین غافل نہون اور پروردگار رب العزۃ ان لوگون کی غفلت سے انکو بیدار فرماتا ہے بقولہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور بہتیری نشانیان ہین ۔ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانون و زمین مین یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا کہ یہ لوگ انپر سے گذرتے چلے جاتے ہین کچھ غور و فکر نہین کرتے وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وے ان نشانیون سے منہ موڑے ہوئے ہین یعنی آسمانون مین کواکب و سیارات و افلاک بدر و رات و شمس و قمر مسخرات ہین اور زمین مین قطع متجاورات کوئی شیرین میوہ اگانے والی اور بعض کھیتی اگانے والی اور بعض ریتلی اور بعض شور سجات ہین بعضے حدائق و جنات اور کہین جبال راسیات اور تمام زمین کو محیط بحار زاخرات ہین اور حیوانات و نباتات و جمادات عجائب مخلوقات احیاء و اموات ہین پس یہ لوگ اگر ان کو دیکھتے ہین تو اپنے اکل و مشروبات و دیگر ملبوسات فلزات و جواہرات کے نظر سے دیکھتے ہین اور حسن قدرت خالق مخلوقات سے محض غافل حالانکہ ہر ایک چیز و اُس کی عجائبات اپنی واحد حی قیوم باقی دائم پاک پروردگار کی قدرت و صنعت کے نمونہ جات ہین اُس کی توحید کے آیات ہین پس اگر غور سے دیکھتے تو جانتے کہ خالق عز و جل وہی واحد قہار ہے اسی کے قبضہ قدرت مین سب مسخرات ہین کوئی چیز اُس کے مثل قادر نہین اور سب چیز فانی ہے کوئی اسکے شریک نہین وہ بیٹا و جورو سب سے پاک ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ مجال نہین سبحان اللہ تعالے وہ کیسا پاک پروردگار ہے کہ جس سے انکار کی کسی کو مجال نہین اور جب وہ موت دے تو کسی سے کچھ نہین ہو سکتا ۔ جب پوچھا جاوے کہ یہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا اور یہ مختلف رنگ روپ کس نے بنائے اور یہ نظام عالم اس ترتیب و انتظام سے کس نے رکھا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے جیسا چاہا پیدا کیا پھر کچھ غور نہین کرتے کہ یہان تک تو جیسا اُس نے چاہا وہی ہوا پھر آگے کسی اور کے چاہنے کے موافق کیون ہوگا وہی ہوگا جو وہ چاہے تو رزق وہی ملیگا جو وہ چاہے اور اولاد وہی ہوگی جو وہ پیدا کر دے اور اُس کا ارادہ و حکم قدیم ہے تو ہر ایک کے واسطے ہر چیز مقدر ہے اُس کی ذات و صفات مین تغیر نہین اور اس کا علم محیط اس سے نہین کسی وقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین کوئی اور کچھ کر نہین سکتا اور کسی کو مجال بولنے کی نہین اور وہی بولیگا جو وہ چاہے اور کسی کے بولنے سے کچھ تبدیل و تغیر نہوگا پھر کہان بہکے جاتے ہو کہ جو بتون سے مانگتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوسرا خدا بناتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو تمھارا یہ خیال ہے کہ پیر پیغمبر ہماری قسمت بدل دینگے یہ تو بالکل ایمان و اعتقاد کے خلاف بات ہے تو تم ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالے علیم و خبیر قدیم ہے جو اُس نے چاہا وہ قدیم سے مقدر رہے وہان تغیر و تبدیل نہین ہے اور پیر پیغمبر وہی عرض کر سکتے ہین جو وہ چاہے اور اسی وقت منھ سے بول سکتے ہین جب وہ چاہے تو پھر ایمان کے خلاف کیون برتاؤ کرتے ہو ایک طرف ایمان کا دعوے زبان پر اور ایک طرف خیالات و افعال مین شرک اسیواسطے حق عز و جل نے فرمایا وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ تعالے پر

اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ مگر آنکہ وے مشرک ہین۔ خوب جان لو کہ ایمان کے ساتھ شرک جمع نہین ہوسکتا تو شرک کرنے سے ایمان نہ رہا بلکہ تم مشرک ہوگئے جیسے ایک پیالہ پاک پانی اور ایک قطرہ نجس پانی ملکر سب نجس ہوگیا پاک نہین رہا۔ اب مین یہان عالمانہ خیالات کو ذکر کرتا ہون۔ واضح ہو کہ یہان سوال ہے کہ یؤمن باللہ تو تصدیق ایمانی ہے اور قولہ الا وہم مشرکون جملہ حالیہ ہے جو یؤمن سے لاحق ہے اور زمانہ حال و ذوالحال کا متحد ہوتا ہے تو حالت ایمان وہی شرک کی حالت ہوئی حالانکہ دونون کا مجتمع ہونا محال ہے۔ پس یہ اصل سوال ہے جسکو مفسرین نے مشکل خیال کیا اور مترجم کے نزدیک یہان کچھ بھی اشکال نہین ہے ولیکن آخر مین انشاء اللہ تعالے ذکر کرونگا۔ اول اقوال اہل تفاسیر کا خلاصہ ذکر کرتا ہون اور وہ چند قول ہین۔ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ جو بخاری رحمہ اللہ نے صحیح مین تعلیقاً اور رزین رح نے مسنداً روایت کیا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کس نے تم کو پیدا کیا اور کس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے۔ پس یہ تو ان کا ایمان ہے۔ اور وے پرستش کرتے ہین غیر کی پس یہ ان کا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور مفسرین نے کہا کہ نزول اس آیت کا اسی معنے مین ہے اور معنے یہ ہین کہ خالق اللہ تعالے کے خالق ماننے کو ایمان قرار دیا حالانکہ اسی کے ساتھ یہ اعتقاد بھی تھا کہ بتون کی پرستش کرنی چاہیے کہ وے اللہ تعالے کے یہان ہماری سفارش کرین اور مقصود انکا پتھر نہ تھے بلکہ بزرگ آدمی جو اولیاء و انبیاء سابق مین گزرے یعنی ان صالح بندون کی سفارش سے اللہ تعالے عز و جل ہم کو ہماری مرادین عطا فرما دیگا لقولہ تعالے ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی مشرک کہتے تھے کہ ہم ان بندون کی پرستش فقط اسی غرض سے کرتے ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک ہمارا مرتبہ قریب کر دین۔ مگر اس قول پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کا ایسا اقرار کرنا ایمان نہین ہے کیونکہ اسمین اللہ تعالے کی قدرت و عزت کا انکار ہے جبکہ نیک بندون کے قبضہ مین یہ اختیار ثابت کیا کہ وے چاہین تو ہمارا مرتبہ اللہ تعالے کے پاس بڑھا دین تو مؤثر و مشیت و قدرت دالا سوائے اللہ تعالے کے اورون کو بھی ثابت کیا اور انکو لائق عبادت جانا پھر مین کہتا ہون کہ ابن عباس رض کے کلام سے خالی یہ معنی لینا کہ یہ مشرکین قریش کے حق مین ہے کچھ ضرور نہین ہے بلکہ جتنے لوگ اس زمانہ مین ایسے موجود تھے جو اللہ تعالے کو خالق مانتے تھے مگر کسی غیر کو بھی مؤثر جانتے تھے سب داخل ہین جیسے یہودی کہ عزیر کو بیٹا کہتے اور احبار و رہبان کو حاکم جانتے اور جیسے نصرانی کہ باوجود حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے کے مؤثر سمجھتے ہین کہ وہ چاہے تو ہم کو بخشوا دیگا بلکہ ہم سب ہزارون گناہ کرین اس نے ہمارے گناہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر اوڑھ لیے پس یہ قریش کے مشرکون سے بھی بہت زیادہ ہے کہ نیک بندون کو بجنس اللہ تعالے کا کہا اور اللہ تعالے کے بے مثل و بے مانند ہونے سے انکار کیا اور اس کی پاکی سے انکار کیا اور مثل قریش کے غیر کو مؤثر بھی سمجھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دنیا مین سب دینون سے زیادہ نصرانی اعتقاد مین حماقت ہے کیونکہ جو خالق ہے وہ مخلوق سے پاک ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے مثل ہزارون پیدا کر سکتا ہے تو بیٹا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور بیٹا باپ کا مثل ہے تو خالق کو مثل مخلوق کے بنایا اور جورو اپنے خاوند کے ہمسر ہے تو یہ اس سے زیادہ بد اعتقادی ہوا اور جورو کے ذریعہ سے پیدا ہونا بیٹے کا محتاجی غیر کی ہے تو اللہ تعالے کو محتاج سمجھا اور طریقہ سے بیٹا ہونا ایک قسم کی نجاست کو ضرور شامل ہے تو یہ سب سے بدتر اعتقاد ہے اور سمجھتے جاؤ کہ اس مین کتنی باتین ہین کہ اللہ تعالے کے بندون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور وے زبان سے نہین نکال سکتے ہین پھر باوجود ایسی ظاہر باتون کے جب ان لوگون کا یقین و اعتقاد ہے تو کس قدر کھلی ہوئی حماقت ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ اور یہان سے تجھے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالے کی صفات مین سے جس صفت کو کسی غیر مین ثابت کیا تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک ہوگیا اور غیر کی عبادت ہوگئی جیسے ثواب کے اعمال و

افعال مقرر کر دینا یعنے حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہے لقولہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ پس جب عالم یا درویش کا قول اپنے اوپر حکم مان لیا
تو اُس کی عبادت ہوئی جیسا کہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم میں صریح مذکور ہو چکا ہے
یہ تو حال اسوقت کے موجودہ لوگوں کا تھا اور قیامت تک جو لوگ اس قسم کے ہوں سب اس آیت میں شامل ہیں مثلاً کوئی شخص کسی
بزرگ زندہ یا میت قبر سے اعتقاد کرے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ ہم کو بیٹا دیدے گا۔ اعتقاد اس کی مشیت کا اور تقدیر سے انکار ہے یعنے
کسی شخص کو موثر و قادر سمجھنا کفر ہے بلکہ صحیح اعتقاد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہیگا وہی ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ چاہیگا تو ولی کو دعا کرنے کی
قوت ملیگی ورنہ ولی کو دینا تو درکنار خالی دعا کرنے کی قوت نہیں حاصل ہو سکتی کیونکہ خالق و فعل اللہ تعالیٰ ہے یا جیسے کسی عالم سے فتوی پوچھتے ہیں
کہ چہ میفرمایند علماء دین یعنی جو تم فرماؤ ہم اسپر عمل کریں۔ بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ و رسول نے شرع میں کیا حکم دیا ہے اس مسئلہ کا آپ
بیان فرماویں اور اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب جمیل عطا کرے۔ شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے معنی میں حضرت ابن عباس رض
کا قول مذکور نقل کیا اور کہا کہ ایسا ہی قول مجاہد و عکرمہ و عطاء و شعبی و قتادہ و ضحاک و عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ہے۔ اور صحیحین میں روایت
ہے کہ مشرکین جب طواف کرتے تو اپنی تلبیہ میں کہتے کہ لبیک لاشریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ و ما ملک۔ یعنی بدل و جان ہم
تیری عبادت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہے سوائے ایسے شریک کے جو خود تیرا ہی ہے تو اسکا مالک ہے اور جو اسکی مملوک ہیں تو انکا بھی مالک ہے
اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب یہ لوگ کہتے کہ لبیک لاشریک لک۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُنسے کہتے قد قد یعنی بس بس اب نہ بڑھاؤ یہ مترجم
کہتا ہے کہ لبیک لاشریک لک تک ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر اسی قدر اعتقاد ہوتا تو یہ ایمان صریح
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک نہیں اور صفات میں شریک نہیں ہے لیکن اسی اعتقاد کے ساتھ ہی اُن کا اعتقاد کچھ پرانے نیک
بندوں کے ساتھ بھی تھا اور ان کو ذات میں تو شریک نہیں مانتے تھے بخلاف بعضے نصرانیوں کے جو باپ بیٹا روح القدس یا باپ بیٹا
جورو کا مجموعہ مانتے ہیں بلکہ صفات میں شریک مانتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ تو اُس کا اور اس کی مملوک سب کا مالک ہے ولیکن یہ
شرک ہے اور منافی ایمان تو جبکہ شرک بھی ساتھ ہی اعتقاد میں تھا تو ایمان کیونکر ہے پس بعض نے جواب دیا کہ محض تصدیق مراد ہے
اور وہ ایمان مراد نہیں ہے جو مومنوں کا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایمان تو شرک کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور خالی اللہ تعالیٰ کی تصدیق مع
شرک جمع ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نام ہے پاک ذات خالق الٰہ جامع جمیع صفات کمالیہ کا جسکی ذات و صفات میں شرک
ممکن ہی نہیں ہے تو تصدیق کرنا اللہ کی عین ایمان ہے اسکے ساتھ شرک جمع نہیں ہو سکتا ایسی ہی خالق کی تصدیق کے ساتھ شرک نہیں
ہو سکتا کیونکہ خالق کا مصداق وہی اللہ تعالیٰ ہے دوسرا ہو نہیں سکتا پس میرے نزدیک قولہ تعالیٰ وما یومن اکثرہم باللہ کے معنے وما یدعی الایمان
باللہ ہیں یعنی دعوے کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر حالانکہ وے مشرک ہیں پس کوئی اعتراض و کچھ اشکال نہیں ہے اور اسی وجہ سے
اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے صریح نفی کردی لقولہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الآیۃ حالانکہ وے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعوی کرتے ہیں اور
وجہ اسکی یہ ہے کہ جب مشرک قریش نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ وہ ہے جسکا فلاں شریک ہے تو حقیقی اللہ تعالیٰ خالق یکتا کا اقرار و یقین نہ کیا کیونکہ حقیقی خالق
کا تو کوئی شریک نہیں ہے اسی طرح جب نصرانی نے کہا کہ اللہ وہ ہے جسکا عیسےٰ بیٹا ہے تو اسکا اللہ اسکی گمان کا ہوا کیونکہ حقیقی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ممکن
نہیں وہ پاک ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان یتبعون الا الظن وقال تعالیٰ وما یتبع اکثرہم الا ظنا پس سے ثابت ہوا کہ نصرانی تو حضرت عیسےٰ
علیہ السلام پیغمبر کا بھی معتقد نہیں کیونکہ ایسے عیسیٰ کا معتقد ہے جو بیٹا ہو اور رسول اللہ عیسےٰ مسیح ابن مریم تو اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول ہے صلوات

اللہ علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع المرسلین۔ اس بیان سے تجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت تمام منافقون واہل کتاب وریاکارون وغیرہ سب پر بھی صادق ہے حتی کہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہین مگر ذات وصفات مین علانیہ شرک کرتے ہین انپر بھی صادق ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ حسن بصری رحمہ نے اس آیت مین کہا کہ یہ منافق کا حکم ہے کہ لوگون کے دکھلانے کو عمل کرتا ہے حالانکہ یہ عمل شرک ہے لقولہ تعالے یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الآیہ۔ یہ قول دوم ہے اور قول سوم یہ کہ اہل کتاب کا بیان ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مین نے وجہ اوپر بیان کر دی کہ وے ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین اور اللہ تعالے نے انکے ایمان کی صریح نفی کر دی جیسا کہ آیت کریمہ اوپر مذکور ہوئی۔ اور بعض مفسرین نے اُن کے مومن ومشرک ہونے کی یہ توجیہ کی کہ جو کتاب موسٰی وعیسٰی علیہما السلام پر نازل ہوئی اس کو مان کر ایمان لانے والے ہوئے اور جب اپنے عالمون اور درویشون کی تقلید کی تو مشرک ہوئے کہ مسیح بیٹا ہے اور عزیر بیٹا ہے۔ اقول انبیاء وکتاب پر کہان ایمان لائے جبکہ اُن کی توحید نہ مانی بلکہ انپر ایمان لانے کا دعوے کیا اور ہین مشرک۔ قول چہارم یہ کہ شرک خفی سے مشرک کا بیان ہے اور مین کہتا ہون کہ یہ بطریق تعمیم اس آیت مین شامل کیا جاوے اور مشرکین واہل کتاب ومنافقین اس مین صریح شامل ہین اور وجہ یہ ہے کہ شرک خفی اکثر ایسا ہوتا ہو کہ کرنے والے کو خود معلوم نہین ہوتا تو اس مین عفو الٰہی کی اُمید ہے پس وہ دائمی کافر محض منکرون کے سیاق مین امید ہے کہ اللہ تعالے داخل نہ فرماوے اور اس شرک خفی کی تفصیل دراز ہے و انواع مختلف ہین اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ خفی ہے ولیکن اسقدر سمجھنا ممکن ہے کہ صفات الٰہی جسقدر ہین ہر صفت مین یہ شرک ہوتا ہے اور مثال اسکی اسطرح ہے کہ مثلاً اللہ تعالے رازق ہے پس اگر کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد کیا کہ یہ رزق دیگا تو کھلا شرک ہے اور جیسے یہ زعم کیا کہ فلان پیر کا کونڈا کرو تو بہت مال ملیگا اور رزق مین فراخی ہوگی تو یہ بھی اسکے قریب ہے اور اگر کسی تاجر نے کچھ کام کیا اور اس کے یقین مین ہے کہ اس کام سے مجھے اسقدر رزق ملیگا یا کاشتکار نے کھیتی سے یا نوکر نے نوکری سے تو یہ شرک خفی ہے بخلاف اس کے بارش سے کھیتی اُگنے کا یقین کیا اسطرح کہ اللہ تعالے کی طرف نظر ہی نہین ہے تو دو حال ہین کہ اگر نظر باطنی ایسی ہے جیسے اسباب پر نظر ہوا کرتی ہے یعنے اللہ تعالے نے بارش کو کھیتی اُگنے کا سبب ظاہر کر دیا ہے پس یقین کر لیا ہے کہ اللہ تعالے اس عالم مین بارش سے کھیتی اُگاتا ہے پس جب پانی پڑا تو اُس نے زعم کیا کہ موافق عادت الٰہیہ کے اب کھیتی اُگیگی تو شرک نہین مگر غفلت از یاد حق تعالے ہے اور اگر پانی کی طرف اُگانے پر نظر ہے مگر اسطرح کہ اگر اس سے اسوقت پوچھا جاوے تو فوراً متنبہ ہو کر کہے کہ خالق اللہ تعالے ہے تو غفلت کے وقت شرک خفی تھا اسیا دور ہوا اور اگر یہ نہ ہو بلکہ مثل مشرکین عرب کے مطرنا بنوء کذا۔ اس ستارہ سے ہم پر بارش ہوئی یا انبت الربیع البقل۔ ربیع نے گھاس کھیتی اُگائی تو یہ شرک جلی ہے۔ اب مین ان احادیث پر اکتفا کرتا ہون جو شیخ ابن کثیر رحمہ نے تفسیر مین وارد فرمائی ہین۔ عروہ رحمہ نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کو گئے جب اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اُس کے بازو پر ڈورے کا تسمہ بندھا ہوا ہے پس اُسکو توڑ پھینکا یا علحدہ کر دیا پھر یہ آیت پڑھی وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ کے معنے مین یہ بھی داخل ہے حالانکہ یہ شخص مسلمان تھا جسکی عیادت کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے کہ یہ تسمہ جو باندھا شرک تھا پس اگر شرک جانکر باندھا ہوتا تو کفر ہو جاتا ولیکن مرض کے لیے باندھا تھا اور دافع ہو کر دوا کرنا یہ جانکر کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک نہین ہے اور ڈورا کا باوجود اس سمجھنے کے کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک ہے اور فرق دونون مین یہ ہے کہ ہم لوگون کو عقل دوا اس پر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جو اس سے معلوم ہے کہ سردی میں بڑھنے سے گرم دوا جو بلغم بگھلانے مین مستعمل ہے دینا اللہ تعالے کے حکم پر کام

کرنا ہو اخلاف تسمہ باز و پر باندھنے کے کہ کوئی دلیل اسپر قائم نہیں اور نہ طبابت سے سمجھ میں آتا ہے کہ کیوں اس سے فائدہ ہو پس یہ شیطانی فریب ہے حتی کہ اگر جو اس سے بطور علم طبابت کے کوئی چیز ایسی ہو جس میں اللہ تعالے نے خاصہ رکھا ہو تو اس کا باندھنا اس نیت سے کہ اللہ تعا اپنے فضل سے اس [illegible] اثر عطا فرمادے اور مجھے صحت دیدے شرک نہ ہو گا جیسے عود صلیب و بعض جواہر کی خاصیت اللہ تعالے نے رکھی ہے یا جیسے تانبا کہ سیلان مواد و لعاب کا زہر لا پن جذب کرتا ہے باذن الہی عز و جل تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بخلاف اس کے تا دعلی کے کندہ حروف پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور جو لوگ تجربہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں کوئی طبی علمی دلیل تو قائم نہیں ہو سکتی مگر ہمارا تجربہ ہے تو اس کا جواب حدیث عبد اللہ بن مسعود رضہ میں آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالے پھر شیخ نے لکھا کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعو کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا رواہ الترمذی و حسنہ میں کہتا ہوں کہ یہ حلف لغوی میں ہے جیسے کہتے ہیں کہ تیری جان کی قسم اور تیرے سر کی قسم وغیرہ اور یمین جو فقہا نے لکھی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ایک نے غلام سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کر دیا تو تو آزاد ہے تو اس کو یمین کہنا اصطلاح ہے اور یہ درحقیقت شرط پر ایک حکم معلق کیا اور یہ جائز ہے حلف میں داخل نہیں ہے پھر شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک رواہ ابو داؤد وغیرہ ایضا یعنی رقیہ و لٹکانے کی چیزیں و تولہ سب شرک ہیں اور امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بی بی زینب سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایسی عادت تھی کہ جب باہر پاخانہ جاتے اور وہاں سے آتے تو دروازہ پر پہونچکر کھنکارتے اور تھوکتے تاکہ اتفاق سے ہم لوگوں کی حرکت ایسی نہ دیکھیں جو [illegible] ناگوار معلوم ہو پس ایک روز آپ آئے تو عادت کے موافق کھنکارے اور گھر میں میرے پاس ایک بڑھیا عورت تھی جو میرے حمرہ کا جھاڑ پھونک کنڈا کرتی تھی پس میں نے اس کو تخت کے نیچے چھپا دیا [illegible] اندر آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے اور میرے گلے میں ایک گنڈا دیکھا فرمایا یہ کیا ہے میں نے کہا کہ گنڈا ہے میرے حمرہ کا رقیہ کیا گیا ہے پس پکڑ کر توڑ دیا پھر فرمایا کہ عبد اللہ کے اہل و عیال کو ایسے شرک کی ضرورت نہیں ہے میں نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے کہ رقیہ و تعویذ لٹکانے کے اور تولہ شرک ہیں پس میں بولی کہ آپ تو اس طرح کہتے ہیں اور میں نے تجربہ کیا کہ میری آنکھ پھڑکتی اور چندھیاتی تھی پس میں فلان یہودی کے پاس جاتی وہ رقیہ کر دیتا پس جب وہ رقیہ کر دیتا تو ٹھہر جاتی پس جواب دیا کہ ارے یہ فقط شیطان کی حرکت تھی وہ تیری آنکھ میں اپنے ہاتھ سے چوکتا تھا جس سے اسکی یہ کیفیت ہوتی تھی پس جب یہودی کافر نے رقیہ کیا تو وہ ہٹ جاتا تھا اور تجھے تو یہی کافی تھا کہ تو یوں کہتی جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اذہب الباس رب الناس اشف وانت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما یعنی دور کردے اس دکھ کو اے رب آدمیوں کے شفا دیدے اور تو ہی شافی ہے شفا وہی ہے جو تو شفا دیوے ایسی شفا دیدے کہ کچھ سقم نہ چھوڑے رواہ احمد مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ گنڈے تعویذ وغیرہ میں جو لوگ اثر بیان کرتے ہیں اور اپنا تجربہ ظاہر کرتے ہیں وہ قہر الہی عز و جل میں گرفتار ہیں اس طرح کہ ان پر شیطان مسلط کر دیا گیا پس اس نے پکڑا اور یہ جھاڑ پھونک و گنڈے و رقیہ پر آمادہ ہوا اور اسکو عمل میں لایا اور شیطان نے چھوڑ دیا پس یہ شخص بسبب شرک کے ایمان سے مردود ہوا اور دوسرے لوگوں کے لیے فتنہ ہو گیا انہیں سے جو حقیقی مومن ہیں انھوں نے اسکو اور اسکے تجربہ کو پھینک دیا اور عقل پر ثابت قدم رہے اور اللہ تعالے عز و جل پر ایمان کے ساتھ اسکے فضل و ہدایت سے ثابت رہے اور [illegible] ان کے حق میں بدبختی لکھی تھی انھوں نے اسکا کہنا مان کر اپنا ایمان کھو دیا پس یہ آدمی بدبخت اوروں کے حق میں شیطان سے زیادہ مضر ہو گیا اور واضح ہو کہ اصلی توجہ شیطان کو ہر وقت ان لوگوں پر ہے

جو ایمان رکھتے ہین اور رہے وہ لوگ جو کفر و نصرانیت و یہودیت وغیرہ سے اشد کفر و شرک مین مبتلا ہین انکو گنڈے تعویذ پر اعتقاد دلا کر
شرک کرانے سے وہ بے پروا ہے مگر اللہ تعالے اپنے بندون کو شیطان سے محفوظ فرماتا ہے یعنے شیطان بھی قبضۂ قدرت آلہیہ جل جلالہ
مین مسخر ہے اُسکو خود کوئی طاقت نہین ہے پس ایمان والے بندے اپنے پروردگار سے عاجزی سے عرض کرتے ہین کہ اے رب ہمارے
ہم تجھی سے تیرے قہر و غضب سے پناہ مانگتے ہین اگرچہ ہمارے اعمال بُرے ہین اور ہم خطاوار ہین مگر تو غفور رحیم ہے ہم کو بخشدے اور
ہم سے درگزر فرمادے پس اللہ سبحانہ تعالے ارحم الراحمین انپر ہمیشہ رحم فرماتا ہے اور اُن کے پہاڑ سے گناہ بخشتا رہتا ہے پس جب قہر
نہین تو قہر کا ظہور بذریعہ شیطان کے تسلط کے انپر نہین ہوسکتا فتبارک من تحیرت العقول فی شانہ لا آلہ الا ہو العزیز الحکیم۔ شیخ نے لکھا
کہ امام احمد نے عیسے بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ مین عبد اللہ بن حکیم کی خدمت مین عیادت کو حاضر ہوا آپ بیمار تھے تو آپ سے کہا گیا
کہ آپ کوئی تعویذ لٹکائیے آپ نے فرمایا کہ مین تعویذ لٹکاؤن حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی کچھ لٹکاوے اسی کے سپرد کیا جاویگا
رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اقول جب اس چیز کے سپرد کیا گیا تو شیطان نے تسلط پایا پس برباد ہوا اور واضح ہو کہ ایک
جماعت علما نے تعویذ مین تفصیل فرمائی ہے اسطرح کہ تعویذ دو قسم کے ہین ایک وہ کہ جنمین کوئی آیت قرآنی لکھی گئی یا حدیث کی دعا لکھی گئی
اور دوم وہ کہ کوئی دوسری عبارت یا نام دردائیل ودیلاؤس وفالیطوس وغیرہ یا ہندسے نقش ہین پس دوسری قسم حرام و شرک ہے
اور اول قسم مین دیکھا جاوے کہ ایسا تو نہین ہے کہ آیات مین سے بعض لفظ ٹکڑا کسی مقام کا اور دوسرا کسی دوسری آیت کا یا بیسلسلہ آیات
کو ملا دیا گیا جیسے اکثر جاہلون کے پاس دیکھنے مین آئے تو بھی حرام و شرک ہوگئے اور اگر آیات صحیح طریقے سے ہین اس قسم کی تحریف و تغییر و تبدیل
نہین ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسکی یہ نیت ہے کہ اس کلام متبرک کی برکت بچہ کے ساتھ ہے جو پڑھ نہین سکتا ہے تو مضائقہ نہین ہے اور اگر شرک کا
خیال ہے تو نہین جائز ہے اور شرک کا خیال یہان یہ ہوتا ہے کہ لوگون نے دروغ کہانیان بنائی ہین کہ اس سے یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے تو یہ علم غیب
کی باتین سوائے اللہ تعالے و اسکے رسول پاک کے صلے اللہ علیہ وسلم دوسرون سے شرک ہے۔ قال الشیخ اور امام احمد رح نے عقبہ بن عامر سے
روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا تمیمہ دراصل پوت و تمام تندرستی وغیرہ کے
خیالات عرب مشرکین کے تھے۔ دوسری روایت مین ہے کہ جس نے تمیمہ لٹکایا تو اللہ تعالی اسکے لیے پورا نہ کرے اور جس نے ودعہ لٹکایا تو اللہ تعالے
اسکے لیے ودع نہ کرے اقول جب یہ بددعا آنحضرت صلعم کی موجود ہے تو خلاف جواز جس نے تمیمہ لٹکایا قطعاً اُسکو فائدہ نہوگا مگر آنکہ وہ بے ایمان
ہووے۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین شرک سے پاک بے پروا ہون جسنے کوئی کام ایسا کیا جسمین
میری نیت کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون۔ رواہ مسلم یعنی اصل کلام اغنی الشرکاء عن الشرک ہے یعنی
جتنے لوگ میرے ساتھ شریک بنائے جاوین ان سب سے مین پاک بے پروا ہون پس اُس عمل کو مین ہمیشہ چھوڑ دونگا پس عامل اپنے شرک کا کیا
رہ جائیگا۔ اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا کریگا جسنے کسی کام مین شرک کیا اور غیر کو اللہ تعالی کے ساتھ ملایا تو وہ اسکا ثواب غیر
سے مانگے۔ واضح ہو کہ ریا ایک سخت شرک ہے اللہ تعالی اُس سے بچاوے کہ کوئی نیک کام کیا اور نیت یہ کہ دوسرے کو دکھلاوین تو یہ کام اسی دوسرے
کے لیے کیا پس اُسی کی عبادت ہوئی حالانکہ یہ دوسرا کچھ نفع و ضرر بدون حکم آلہی تعالی کے نہین پہونچا سکتا۔ امام احمد نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزون سے مین تمپر خوف کرتا ہون ان مین سب سے زیادہ خوف کی چیز تمپر شرک اصغر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریاکاری یعنے دوسرے کو دکھلانے کے واسطے کوئی نیک کام کرنا پس قیامت کو حکم ہوگا کہ اے

ریاکار دجاؤ جنکو دنیا مین دکھلاتے تھے دیکھو اُن کے پاس تم کو کچھ ثواب ملتا ہے مترجم کہتا ہے کہ لوگون مین شگون بھی بہت کثرت سے
جاری ہین اے رب ہمارے ہم پناہ ومغفرت مانگتے ہین چنانچہ چھینک وآنکھ پھڑکنا اور عورت کا راہ کاٹنا اور چھپکلی اور مانند اسکے بکثرت
ہین اور جیسے گھر کی نحوست اور بُدھ کو نئے مکان مین نہ آنا اور یون ہی سیاہ دن کی تعداد مختلف شہرون وملکون مین پہونچ گئی ہے اور یہ
بلاشبہہ وہ چیزین ہین کہ ایمان کو مفت کھا جاتی ہین اور ہرگز اُن مین سے کسی چیز کی تاثیر نہین ہے اور جس نے سمجھا اُس نے شرک کیا چنانچہ
شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے کام کو جاتا تھا اور
کسی شگون کی وجہ سے واپس ہوا تو اُس نے شرک کیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ایسے سخت گناہ کا کفارہ کیا ہو فرمایا کہ یون
کہے کہ اللّٰھم لا خیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الٰہ غیرک۔ یعنے اے پروردگار میرے بھلائی کہین سے نہین سوائے تیرے بھلائی دینے کے اور
شگون کچھ نہین سوائے تیری قدرت مقدرتاثیر کے اور الٰہ کوئی نہین سوائے تیرے۔ رواہ احمد اور امام نے ابو علی کاہلی سے روایت کی کہ
ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سُنایا اور اس مین کہا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک تو چیونٹی کی چال سے زیادہ
باریک ہے اتنے مین عبد اللہ بن حزن وقیس بن المضارب دونون کھڑے ہو کر گھبراہٹ وخوف سے عرض کرنے لگے کہ واللہ یا تو آپ ہمکو اس
شرک سے بچنے کی راہ بتلا دین اور نہین تو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونگے خواہ ہم کو حاضری کی اجازت دیجاوے
یا نہ دیجاوے فرمایا کہ ان مین تم کو اس باریک شرک سے نکلنے کی راہ بتلا دونگا ایک روز حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم
لوگون کو خطبہ سُنایا اُس مین فرمایا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک بعض صورتین اس کی چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک و پوشیدہ
ہوئی ہین بعضے شخص نے جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر اُس سے بچین جب کہ وہ چیونٹی
کی رفتار سے بھی زیادہ خفی ہے تو ارشاد فرمایا کہ یون مغفرت مانگا کرو۔ اللّٰھم انا نعوذ بک من ان نشرک بک شیئا نعلمہ ونستغفرک لما لا
نعلم۔ یعنے اے پروردگار ہمارے ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہین کہ جان بوجھکر ہم تیرے ساتھ کچھ شرکت کرین اور مغفرت چاہتے ہین ایسے شرک
خفی سے کہ جو ہم سے صادر ہو جاوے کہ ہم اس کو جان نہ پاوین مترجم کہتا ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابوبکر تھے جیسا کہ امام ابو یعلی موصلی نے
اس حدیث کی روایت مین پتہ پایا ہے اور اس کو ابو القاسم بغوی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر
الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجیے کہ ہر صبح وشام اور سوتے وقت مین اس کو پڑھا کرون آپ نے فرمایا
کہ یون دعا مانگا کر۔ اللّٰھم فاطر السمٰوات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیئ وملیکہ اشھد ان لا الٰہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی
ومن شر الشیطان وشرکہ۔ یعنے اے میرے رب اللہ پیدا کرنے والے آسمانون وزمین کے جاننے والے حاضر وغائب کے پروردگار ہر چیز کے
اور مالک سب چیز کے مین یقینی گواہی زبان سے ادا کرتا ہون کہ معبود کوئی نہین سوائے تیرے مین تیری پناہ لیتا ہون اپنے نفس کی بدی
اور شیطان کی بدی وشرک سے۔ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے دوسری روایت مین اسکو
ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسطرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر یہ دعا ذکر کی کہ
اسکے آخر مین اسقدر زیادہ ہے کہ اور اس بات سے کہ مین اپنے نفس کو بدی مین داخل کرون یا بدی کسی دوسرے مسلمان کی طرف پہونچاؤن)
مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر مسلمان ایمان کی قدر نہین کرتے جو ایک نعمت ان کو ایسی ملی جو تمام دنیا کی سلطنت سے کہین بڑھکر
ہے پس اُن کو لازم ہے کہ اپنے عیال ومال وایمان کی حفاظت کے لیے شرک واُس کے جملہ اقسام سے سخت پرہیز کرین تاکہ

آخرت کی بادشاہت ورضاے رب العزۃ عز شانہ سے سرفراز ہون - بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین قول ہین ایک یہ کہ آیت
کریمہ مشرکین مکہ کے حق مین ہے دوم یہ کہ منافقین کے حق مین سوم یہ کہ یہود ونصارے کے حق مین ہے پس اول کی توجیہ یہ کہ
قولہ وما یومن اکثرہم باللہ - اس طرح کہ اُس کے وجود اور خالق ہونے کا اقرار کیا - الا وہم مشرکون - غیرون کی عبادت کرکے - دوم کی توجیہ
یہ کہ زبانی اقرار سے ایمان ظاہر کیا اور دل سے مشرک رہے - سوم کی توجیہ یہ کہ انبیا پر وکتاب آسمانی پر بظاہر ایمان لائے مگر احبار
ورہبان کو ارباب بنایا اور اللہ تعالے پاک کی طرف بیٹا جورو کی نسبت کی یا بھلائی کی نسبت اللہ تعالے کو خالق سمجھا اور برائیون کا
خالق شیطان کو قرار دیا - یا ظاہری اسباب کو اور تدبیر کو موثر سمجھا - یا اپنے آپ کو صنعت وحرفت وجملہ افعال پر قادر وخالق
سمجھا پس مشرک ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضہ کی حدیث اور دیگر احادیث صریحہ دلالت کرتی ہین کہ سبب نزول
اگرچہ کسی خاص قوم کے واسطے ہو مگر حکم عام ہے حتے کہ مسلمان لوگ بھی اپنے اعتقادات وافعال کو دیکھتے رہین کیونکہ وے تو اہل توحید
وایمان جبھی ہونگے جب جلی وخفی شرک ظاہر وباطن نہ کرین ورنہ اسی حکم مین شامل ہونگے اور آیت مین اشارہ ہے کہ اکثر موحدین
اور اکثر ایسے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان کے ساتھ شرک کرتے ہین پھر اُن کو تہدید فرمائی بقولہ - اَفَاَمِنُوْٓا - کیا نڈر ہو گئے اس بات سے
کہ - اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ آجاوے اُن پر ڈھانک لینے والا - مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالے کے عذاب سے پس
جن لوگون کو شریک بناتے تھے خواہ نیک لوگون کی صورت بت ہون یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا عزیر ہون یا اُن کی تدبیر
سچاؤکی ہو یا گنڈے تعویذ ہون کوئی بھی اللہ تعالے کے عذاب کو نہ روک سکے اور دنیا ہی مین خواری مین مبتلا ہو کر ابد تک عذاب
مین پڑے رہین - اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجاوے اُن پر ساعت یعنی قیامت یا موت اچانک کہ ہنوز انھون نے اپنی
نجات کا کوئی طریقہ نہ برتا ہو اور کوئی نشانی اس کے آنے کی محسوس نہوئی ہو - وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ حالانکہ اُن کو شعور نہونے پاوے
اس کے آنے کا پس خوار ہو جاوین - یعنے ہر طرح قادر وقوی وغالب اللہ تعالے ہے اُس سے ڈرین اور ایمان لاوین بدون شرک
کے ف فی العرائس قولہ ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک - اس سے اہل ایمان وتوحید آگاہ ہو کر ایمان وجوش محبت سے منور
ہوتے اور غم فراق چندروزہ ختم ہو کر عیش دائمی کے امیدوار ہوتے ہین اور ان کو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر محنت کے بعد سلطنت و
نعمت ہے اور بلاے الٰہی پر صبر وشکر بہت عمدہ طریقہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کا ہے - قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا
الآیہ - حق سبحانہ تعالے نے آگاہ کیا کہ آسمانون وزمین کے ہر مخلوقات پر پاک پروردگار نے اپنی معرفت کے انوار سے لباس پہنایا ہے جس سے
اہل بصیرت کو آئینہ سی تجلی ہوتی ہے مگر یہ خصوصاً انھین بندون کے لیے ہے جنکو ایمان وتوحید بدون شائبہ شرک کے نور بصیرت عطا ہوئی
ہے اور ہم کو آگاہ کر دیا کہ جو لوگ جہالت وغفلت مین پڑے ہین وے ان آیات سے محجوب ہین فقط ظاہری صورت دیکھتے ہین اور حقائق سے
محض اندھے وغافل ہین ناچار ان چیزون سے اعراض کرتے چلے جاتے ہین - اشارہ ہے کہ ہر شخص چاہے وہ تمام عمر ایک جگہ بیٹھا رہے
وہ برابر آخرت کی طرف چلا جاتا ہے اور ہر شب وروز اسکے لیے منزل ہے جو اسکو آخرت سے قریب کرتی چلی جاتی ہے اگرچہ اسکو غفلت وانکار آخرت
سے شعور نہین ہوتا - ابن عطا نے کہا کہ آسمانون وزمین ومخلوقات کو آنکھون سے دیکھتے ہین اور دل کی بصیرت سے مطالعہ نہین کرتے پس انپر
اسرار کہ پوشیدہ نہین ہوتے ہین - بعض نے کہا کہ یہ طریقہ کرامت کا ہے اس سے انکار کرتے اور طریقہ بتلانے والے سے دشمنی اور
نفس وشیطان کے بہکانے مین طبع اسرار الملامت مین کھنچے چلے جاتے ہین اور انوار سے دور ہو کر آیات علوی وسفلی سے غافل ہین

پھر اللہ تعالے نے توحید مین کوشش وقدم کو حدوث سے پاک رکھنے مین طاقت بھر سعی کرنے اور شرک کے شائبہ سے بچنے کی تاکید فرمائی بقولہ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ اس مین عوام کے سوائے خواص کو تنبیہ ہے کہ اپنے مقامات مین غیر کے دخل سے شرک کرتے ہین اور یہ ان لوگون مین ہے جو اللہ تعالے کی معرفت مین واسطہ وشواہد پر نظر کرتے ہین اور جو لطیف صنائع اہل معرفت پر ظاہر ہوتے ہین اُن کی لطافت دیکھتے ہین یہان تک کہ شرک کی انتہا پر پہونچی کہ جس نے اللہ تعالے کی محبت اس واسطے رکھی کہ اُس کے مشاہدہ سے قلب کو ذوق ہے وہ حقیقت توحید مین مشرک ہے کیونکہ حقیقت توحید کے واجب حق مین سے یہ ہے کہ اُس کی ربوبیت سے اس کی محبت ہو اور اس کے وجود پاک سے اس کی محبت ہو اور اُس کے فضل وانعام واحسان بے انتہا اور ذوق وشوق قلبی وغیرہ سے نہو کیونکہ یہ محبت جس واسطہ سے ہے وہ غیر ہے پس شرک ہوا۔ قال المترجم اس مقام کی توضیح یہ ہے کہ حق تعالے عزوجل نے اپنی عبادت وتوحید کے مراتب رکھے ہین لیکن ادنے درجہ توحید کا یہی ہے کہ کسی نے جنت کی تمنا سے عبادت کی یا دوزخ کی عقاب سے عبادت کی پس ایک واسطہ پر نظر کر کے حضرت خالق عزوجل کی عبادت کی حالانکہ جسنے پیدا کیا اسکے احکام بجالانا صرف اسکے حق واجب سے فرض ہے اور اصل اس مین حدیث صحیح ہے کہ تحت قولہ تعالے ورضوان من اللہ اکبر لذی وبعض دیگر مقامات پر بھی کہ اہل صلاح تین گروہ ہونگے بعض جنھون نے بخوف جہنم عبادت کی۔ پس بلا رب العزۃ فرما دیگا کہ تم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی جاؤ ہم نے تمکو اس سے نجات دی اور ہمارے فضل سے جنت مین داخل ہوا ور بر غبت جنت والون سے ارشاد ہوگا کہ تم نے عطا کی ہمارے فضل سے داخل ہوا ور جہنم سے نجات دی اور تیسرا فریق جنھون نے خالص اللہ تعالے کی پاک ذات کے لیے اُسکی عبادت کی پس حکم ہوگا کہ مین تمھارا بدلا ہون۔ اور حدیث فضائل الصوم مین ہے کہ انا اجزی بہ یعنی مین ہی اُسکا ثواب ہون اور آنحضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج مین ارشاد فرمایا کہ ما زاغ البصر وما طغی پس یہ اخلاص ہے اور مخلصین لہ الدین مین اسکا اشارہ ہے اور اکابر اولیاء اللہ تعالے کے پسندیدہ اقوال معروف ہین کہ اگر اللہ تعالے راضی ہو پھر ہم کو دوزخ مین ڈالدے تو ہم کو عین خوشی ہے اور اگر جنت ملے مگر اسکا رضوان نہو تو کچھ چیز نہین ہے پس اس اخلاص کی شان سے ہی کہ عبادت کرنے والا یعنی بندۂ مومن اپنے ہر وقت کے افعال واعمال کھانے وپینے وسونے وجاگنے سب مین دیکھے کہ وہ کس نیت سے کرتا ہے اگر لذت وتن آسانی وغیرہ ہو تو یہ شخص عوام مین سے ہے اور اگر کھانا بغرض قوت عبادت وتعلیم تعلم وکسب معاش برائے اہل وعیال بہ نیت فریضہ الٰہی ہو یا جہاد کے لیے مزید قوت منظور ہو تو اُس مین دیکھنا چاہیئے کہ اگر عبادت مین یہ نیت ہے کہ عذاب ہوگا یا جنت ملیگی تو مباح مگر اخلاص وولایت نہین ہے اور اگر خلوص حکم حق عزوجل کی پابندی مراد ہو ورضاے الٰہی جل شانہ مطلوب ہو تو اخلاص ہے پھر جنکو رضاے خالق ذوالجلال والاکرام مطلوب ہے انپر نفس کے خفیہ دقائق بہت ہین از انجملہ غلبہ محبت مین کئی دن گذرے کہ کھانا وغیرہ کسی چیز کی خواہش نہین اور ذوق یاد الٰہی ہے پس یہ ذوق جو حاصل ہوا ہے قلب مین خفیہ فریب نفس کا ہے کہ اس ذوق کی لذت سے وہ یاد مین سرگرم ہے پس اخلاص نہ رہا اور اخلاص وہی ہے کہ بدون کسی چیز غیر کے محض ذات حضرت حق عزوجل کی بندگی ہو۔ جب یہ معلوم ہوا تو اب شیخ کے کلام کے معنے سمجھنا چاہیے کہ فرمایا جس شخص نے دیدار حق عزوجل مین اپنی ذات کی طرف یا عرش سے فرش تک کسی مخلوق کی طرف نظر رکھی تو وہ موحد محقق نہین ہے اور یہی تمام عارفین اولیاء الٰہی سبحانہ تعالے کا مذہب ہے۔ اقول ان عارفین کا مذہب بہت صحیح ہے اور جو لوگ اس زمانہ مین اپنے آپ کو موحد اور محمدی وغیرہ القاب سے موسوم فرماتے ہین اور ان مدارک سے کوسون دور پڑے ہین وہ قرآن پاک کی سمجھ سے غافل اور احادیث شریف سے جاہل ہین الا من شاء اللہ تعالے منھم وھم الذین صدقوا

الزہد فی الدنیا والآخرۃ سوے اللہ تعالیٰ عزوجل اللہم اہدنی وتب علی فانک انت التواب الرحیم۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ
الا وہم مشرکون یعنی لاحظہ خواطر وحرکات مین مشرک ہین مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رح کی مراد یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ارادت وقصد
واپنی حرکات وغیر کی حرکات اور دوستی ودشمنی کو ہر ایک کی جانب منسوب کرنے مین شرک کرتے ہین شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب
کہا ہے ۵ من از حق شناسم نہ از عمرو وزید۔ اور خوب کہا کہ ۵ اگر ز کوہ فرو غلطد آسیا سنگی ٭ نہ عارف است کہ از جاے خویش برخیزد
کیونکہ دشمنی زید کی تخلیق الٰہی ہے اور دوستی عمرو کی رحمت آلٰہیہ ہے اور ہر ایک محل ظہور سے بد ونیک ہے اور حاشا کہ کوئی جاہل یہ
گمان کرے کہ یہ تو بالکل جبریہ کا عقیدہ ہے کیونکہ جبر مین اور اس مین فرق سیاہ وسپید وظلمت ونور کا ہے وہ کفر ہے یہ ایمان ہے اور مسلم الثبوت
مین جو بحث حسن وقبح مین قول اشعری کو کفوا لجبر قرار دیا وہ غلبہ بحث لفظی کا نتیجہ ہے اور صواب کی راہ نہ پائی۔ اور واضح ہو کہ بقاعی رح نے
واسطی رحمہ اللہ سے یہ قول اس طرح حکایت کیا کہ مراد شرک سے یہان وہ خطرات واحوال ہین جو عارض ہوتے ہین۔ اس کو مولوی
صدیق حسن قنوجی نے اپنی تفسیر مین یون ہی نقل کیا اور اعتراض کیا کہ ان خطرات کو دیکھا جاوے کہ اگر شرک ہین تو مشرک ہوگا ورنہ
نہین مترجم کہتا ہے کہ یہ نقل غلط ہے اور صواب وہی ہے جو شیخ نے واسطی رح سے نقل کیا کہ ملاحظہ خطرات واحوال سے مشرک ہوجاتا ہے
اور عارض ہونے کا لفظ تحریف کلام ہے اور معنے اس کے برعکس ہوگئے فافہم اور مدارک مین علامہ نسفی رح نے کہا کہ قدریہ ایمان لاتے
ہین اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اسطرح کہ بندہ کے لیے افعال پیدا کرنے کی قدرت ثابت کرتے ہین پس انپر صادق ہے کہ
ایمان لائے اس حال سے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کے واسطے مخصوص ہے وہ غیر کے لیے ثابت کرتے ہوئے پس مشرک ہوئے۔ اور مترجم کہتا ہے
کہ الحمد للہ کہ مین نے جو بات سابق مین لکھی ہے علامہ نسفی رح کی تقریر کا مآل بھی وہی ہے یعنی جب اُنھون نے مخلوق کے لیے قدرت فعل
ثابت کی تو اللہ تعالیٰ کی صفت تسخیر وقہر مین نقص ڈالا پس ایسے خالق کے قائل ہوئے جسکے سواے مخلوق بھی خود مختار ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ
جل جلالہ پر یہ صادق نہین آتا لہذا انھون نے دعوے کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ جامع صفات کمالیہ پر ایمان لائے حالانکہ مشرک ہین کیونکہ
دراصل انکا ایمان اپنے ظن کے آلہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ پر نہین ہے اور انکا یہ کہنا کہ نہین مظنون پر نہین بلکہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان
لائے ہین یہ محض دعوے ہے جو واقعی نہین ہے پس دو قسمین نکلین ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مومنون
ہین اور دوم وہ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مشرکین ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ پھر شیخ نے کہا کہ
بعض نے کہا کہ قولہ الا وہم مشرکون۔ یعنی اپنے نفس کی طرف سے تقصیر جاننا اور اسپر ملامت روا رکھنا شرک ہے۔ مین کہتا ہون کہ اوپر مذکور
ہوا کہ نفس وجملہ مخلوقات مسخر بقدرت آلٰہیہ ہے تو نفس کی تقصیر یہی ہے کہ اس نے قصور کیا حالانکہ کرنا کسی فعل کا خواہ قصور ہو یا خدمت ہو نفس کی
قدرت مین نہین ہے بلکہ خالق عزوجل جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے نفس کو قدرت والا خیال کیا اور یہ شرک ہے۔ پھر مین کہتا ہون کہ
تحقیق تو یہی ہے جو بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ولیکن بندہ روئے وعاجزی کی توفیق پاوے تو یہ سعادت ہے کیونکہ بحالت تقصیر وہ فی الجملہ
ظہور قہریات کا مظہر ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شیخ واسطی رح کے کلام مین اس کی تصریح ہے کہ نفس کی جانب یہ دیکھنا کہ اُس نے
تقصیر کی یعنی چاہتا تو تقصیر نہ کرتا یہ شرک ہے کیونکہ جس نے اپنے نفس سے کچھ خیال کیا اس نے ازلیت ومقدرات سے انکار کیا جو کہ حق تعالیٰ
کی طرف سے محقق ہین اور جس نے اپنے نفس کو اُس کے امور مین سے کسی امر مین ملامت کی اس نے شرک کیا قال المترجم والبرہان
علیہ قولہ علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن اونحو ذلک۔ وقولہ علیہ السلام فہم یعملون وقولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ پس اخیر صریح ہے

کہ غیر مقدر کے لیے اسکو تیسر و توفیق نہو گی پس قدرت اسکو کہان سے ملی جو پیدا کرتا شیخ نے اسکے بعد بہت دقیق کلام شیخ حسین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ قال منوط العلل ہوا در افعال مقرون الشرک اور حق عز و جل ان سب سے مباین ہے بدلیل قولہ تعالے وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مترجم کہتا ہے کہ دقائق اس کلام کے اس حد تک ہین کہ عوام کچھ زبان سے نکالنے والے کو کافر کہینگے اور کیونکر مجال ہو کہ حضرت قدیم ذو العظمۃ والکبریا کی ثنا زبان ادا کرے اور اس کی شہادت و اقرار ایمان کا فعل ہوا اور نہین خالق و موجود مگر وہی پاک جل شانہ اور تمام فنا ر عین لقا رہا اور محض عدم عین موجود ہو کر واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو المومن المہیمن العلیم الحکیم پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ حق تعالے کی شان پاک شرک سے بیزاری بیان کرے و مخلوق کو ارشاد حق فرمایا بقولہ تعالے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

تو کہدے کہ یہی ہو میری راہ — مین بلاتا ہون اللہ تعالے کی طرف سوجھ کے ساتھ دلیل سے مین بھی — اور جو لوگ میرے پیرو ہین — اور پاک ہے اللہ تعالے — اور مین

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

نہین ہون — مشرکون مین سے — اور نہین بھیجے ہمنے — تجھ سے پہلے — مگر کچھ مرد جنکی طرف ہم وحی فرماتے تھے — اہل قری یعنی بستی کے رہنے والون سے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

کیا وے نہین پھرتے — زمین مین — تا کہ دیکھتے — کہ کیونکر ہوا — انجام کار ان لوگون کا — جو انسے پہلے گذرے ہین — اور بیشک دار آخرت

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنھون نے تقویٰ کیا سو کیا یہ لوگ عقل نہین رکھتے ہین

قُلْ کہدے اے افضل المخلصین و سید المومنین و امام المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو کہ هٰذِهٖ یہی طریقہ جو توحید و ایمان کا ہے جس مین الوہیت و قدرت فقط اللہ تعالے کے واسطے ہے کسی غیر کی شرکت کسی حال مین ممکن نہین ہے یہی سَبِيْلِيْٓ میری راہ ہے بلانا توحید کی طرف اور آخرت کے لیے موت سے پہلے سامان جمع کرنا بدون شرک کے میرا طریقہ اور یہی میری سنت ہے اس کی تفسیر فرمائی اسطرح کہ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ مین بلاتا ہون اللہ کی طرف یعنے اس طرح اس ذات پاک جامع صفات کمالیہ پر ایمان لاؤ کہ وہ اسی کی شان ہوا اور کچھ شرک و کفر کا اعتقاد مت کرو اور قول و فعل سے شرک مت کرو تاکہ اللہ تعالے پر ایمان صحیح ہو پس تم جھوٹ و باطل اپنے گمان مین اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہوا اور مین تمکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون عَلٰي بَصِيْرَةٍ بینائی پر اور یہ قلبی نورانی بینائی ہوا اور آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہین اور مراد یہ کہ اندھے پن سے نہین بلکہ روشن دلیل و نورانی حجت پر دعوت اللہ تعالے کی طرف کرتا ہون۔ اَنَا مین خود وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ اور جو کوئی میرا پیرو ہوا ہو حاصل یہ کہ تم در وغ طور پر بغیر دلیل و قلبی بصیرت کے اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہوا اور مین تم کو بصیرت و حجت واضح سے اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون پس اصلی بصیرت پر مجھے کیا گیا پھر جو میرے تابع ہوا وہ بھی بصیرت پر ہو گیا پس مین اور میرے تابع جو ہون سب تمکو اللہ تعالے کی طرف نورانی راہ پر بلاتے ہین۔ مؤلف فتح البیان غفر اللہ لہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ جو کوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تبع ہوا اسپر واجب ہے کہ کافرون کو راہ مستقیم بتلاوے مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے نکالنے مین اس نے اجمال سے قریب خطا کے رکھا اور صواب وہ ہے جو سراج وغیرہ مین ہے کہ تبعین مومنین مین سے جو بصیرت پر ہو اس پر ہدایت کرنا واجب ہے چنانچہ لکھا کہ آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے کی طرف بلانا سب ہی بہتر

وجائز ہے کہ جب یہ شرط اس میں موجود ہو کہ جس طرح بلاتا ہے اسپر یقین کے ساتھ اس کو بصیرت حاصل ہو ورنہ اُسکا عذر ہوگا اور حدیث
نقل کی کہ علما امانت دار ہیں رسول کے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر کہ حفاظت میں رکھتے ہیں جس سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نصیحت کرنا و نیک باتوں کی ہدایت اور بُری باتوں سے ممانعت کرنا کسطرح ہے تو فتاوےٰ عالمگیریہ
وغیرہ میں اس میں تفصیل مذکور ہے اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ ایمان والے باہم ایک دوسرے کو بدکام سے منع کرتے رہیں اور نیک کام
بتلاتے رہیں اگرچہ عالم نہوں لیکن شرط ہے کہ اس نے عالم سے سُنا اور معلوم کر لیا ہو اور رہا عامی آدمی کسی کافر کو ایمان کی ہدایت کرے
تو میرے نزدیک نرمی سے بلاوے اور اگر وہ کوئی شبہہ وجھگڑا پیش کرے تو اُس کو عالم کے پاس لادے یا راہ بتلا دے اور خود اپنی معلومات
سے زیادہ بدون بصیرت کے دخل نہ دیوے ولیکن اگر نہ بلاوے تو اُس پر گناہ ہونے کی دلیل مجھے نہیں ملی واللہ اعلم اور عالم پر البتہ
یہ ہدایت واجب ہے جبکہ امید نفع ہو اور اگر غالب گمان نہو یا فتنہ کا خوف ہو تو علما نے کہا کہ وہ معذور رکھا جائیگا سوال اس زمانہ
میں علما تو بالکل ساکت ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ اس زعم پر ہے کہ دعوت اسلام تمام پھیل گئی تو وجوب نہ رہا۔ مگر میرا گمان ہے کہ بشرط
وسعت عام مجمع میں نصیحت کرنا چاہیے۔ افسوس کہ برخلاف اسکے یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بدعتی و وہابی اور مقلد و غیر مقلد کے
جھگڑے میں کافر و مشرک بنا کر جماعت سے جُدا کرتے ہیں حالانکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تو منافقوں کو خارج نہ فرماتے تھے اور مفتی پر واجب
ہے کہ جہانتک تاویل سے گنجائش ہو کسی کو کافر نہ کہے اور نصیحت کرنا تو واجب ہے۔ ابن الانباری نے کہا کہ کلام کی ترکیب اس
طرح بھی ہو سکتی ہے کہ قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ۔ کہدے یہ میری راہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں و قولہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔
بصیرت پر ہوں میں اور میرے پیرو۔ میں کہتا ہوں کہ بیضاوی رحمہ نے بھی اسکو ذکر کیا ہے ولیکن اولیٰ وہ اول ہے اگرچہ دوم میں خبر مقدم کرنے
سے ایک اشارہ نکلتا ہے وہ یہ کہ بصیرت پر میں اور میرے تبعین ہی ہیں تو اشارہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے دعوے میں
خالی گمان پر ہو اور درحقیقت مشرک ہو اور اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی ان اندھوں کو ضرورت تھی کیونکہ وہ
شیطان کی طرف جاتے تھے اور جہالت سے سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں جیسا کہ مکرر بیان ہو چکا ہے۔ پھر ہر شرک سے
اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ اور پاکی بیان کرتا ہوں یا پاکی کی طرف نسبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کو۔ یعنے وہ ہر
گمان والے کے گمان و شرک و مثل و نظیر سب سے پاک ہے۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے۔
یعنے میں اُن میں نہیں ہوں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہیں مگر مشرک ہیں۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ
اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جن و انس تمام کی طرف بھیجا حکم فرماتا ہے کہ اُن کو آگاہ کر دے کہ یہ میرا راستہ یعنے طریقہ و سنت ہے
یعنے دعوت بکلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں دلیل و یقین کے ساتھ میں اور میرے
تبعین اور میں اس کی عظمت و پاکی ظاہر کرتا ہوں اس بات سے کہ کوئی اُس کا شریک یا نظیر ہو یا فرزند و جورو ہو یا مشیر صلاح کار
ہو یا نصیحت کار پرداز ہو پاک ہے وہ تبارک و تعالیٰ ان سب سے وہ پاک ہے خیال و گمان سے تسبح لہ السموات السبع والارض ومن
فیہن وان من شیء الا یسبح بحمدہ الآیہ۔ اسی کی تسبیح کرتی ہیں سب آسمان و زمین اور جو لوگ ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے
اسکی حمد سے ولیکن تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو وہ بیشک حلیم غفور ہے۔ پھر کفار عرب حقیقت انسانیت سے غافل ہو کر کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا
تو ملائکہ بھیجتا اور یہ بھی شرک کی جہالت تھی ورنہ تاثیر الٰہی سبحانہ تعالیٰ میں ہر چیز یکسان ہو سکتی ہے آیا نہیں دیکھتے کہ قرب قیامت میں ایک

چوپایہ بکلیگا جو آدمیون سے باتین کرے گا کہ لوگ پروردگار کی نشانیون پر یقین نہین لاتے ہین مگر حق تعالےٰ عزوجل کی مشیت ہی کہ انسان کو سرفراز کیا اور ان مین سے رسول بھیجے پس مشرکین کا رد فرمایا بقولہ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اور نہین بھیجے ہم نے تجھسے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد لوگ ۔ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ہم وحی فرماتے تھے اُن کی طرف ۔ یہ قراءۃ نوحی بنون حفص رحمہ اللہ کی تمام قرآن مین ہے اور دوسرون نے یوحی بیاے مضموم وحا مفتوح بصیغہ مجہول پڑھا یہی اہل مصر وغیرہ کی قراءۃ ہے یعنے ایسے مرد جن پر وحی کیجاتی تھی ۔ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اور یہ لوگ قریون کے رہنے والے تھے یعنے شہرون قصبون مین ان کو بسایا تھا اور رسول فرمایا جنگل کے بدو اور گنوار نہ تھے کیونکہ اہل شہر مین علم وحلم دیا ہے اور گنوارون مین جہل وسخت دلی کی عادت رکھی ہو دیکھو مولوی روم نے لکھا ؎ دہ مرو دہ مرد را احمق کند ؛ عقل را بے نور و بے رونق کند ۔ یعنے گانون مین مت جا کہ وہان مرد احمق ہوجاتا ہے عقل اس کی بے نور و بے رونق ہوجاتی ہی اور اگر کہا جاوے کہ سابق مین گزرا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام واُن کی اولاد ایک گانون کھیڑے مین سے مصر کو آئے تھے اور خود یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جآء بِکُم مِن البدو ۔ تو یہ کیونکر تھا ۔ جواب یہ ہے کہ اصل سکونت ان کی کنعان مین تھی مگر بسبب قحط کے مویشیون کی ہلاکت وغیرہ کے خوف سے جنگل مین چلے گئے تھے ۔ اور اگر کہا جاوے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا جنگل مین رہنے کی اجازت دی تھی تو جواب یہ ہو کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جس کسی کو خلاف سنت کام کرتے دیکھتے اسکو لاٹھی سے مارتے اور کمال الیقین ونہایت اتباع سے ہر شخص کی نسبت انکے خیالات استقامت کے تھے ولیکن حق تعالےٰ نے لوگون کو ایک حال پر نہین رکھا ہی پس پیغمبر صادق مصدوق علیہ السلام نے بطور معجزہ کے انکے حق مین فرمادیا تھا کہ تو تنہا رہیگا اور تنہا مریگا پس وہی واقع ہوا ۔ اور یہ اجازت خاص تھی جیسا کہ صحاح احادیث مین مصرح ہی اور واضح ہو کہ قری جمع قریہ کی کبھی تو مدینہ کے مقابل آتا ہے تو مدینہ شہر یا بڑا قصبہ ہوتا ہے اور قریہ گانون یا کھیڑا اور کبھی قریہ مقابل بادیہ بولا جاتا ہے تو قریہ سے مراد شہر وقصبہ مانند قولہ علیٰ رجل من القریتین عظیم ۔ یعنے مکہ و مدینہ ۔ اور بادیہ سے مراد جنگلی آبادی جہان سب کھلا ہوا میدان ہے بادیہ مشتق بدو سے ہے حاصل آنکہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے جنکو ہم مثل تیرے وحی بھیجتے تھے وہ شہر کے مرد تھے ابن عباس رضہ نے کہا یعنے وہ آسمانی فرشتہ نہ تھے جیسے تم کہتے ہو پس یہ آیت بمانند قولہ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق اور قولہ وما جعلناہم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ۔ اور خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کو آگاہ کردے کہ سابق انبیاء کے مثل مین ہون کچھ انوکھا نہین ہون چنانچہ کہا قل ما کنت بدعا من الرسل ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ قری مین سے مراد مدائن یعنے شہر ہین اور معنے یہ کہ وہ بادیہ کے لوگون مین سے نہ تھے جو جفا و غلاظت قلوب مین مشہور ہین اور اہل شہر کی نسبت معروف ہے کہ الطف واحلم ہوتے ہین اور سواد شہر وقصبات کے لوگ بہ نسبت بادیہ والون کے بہتر ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین دلالت ہے کہ نوع انسانی مین اتفاق واجتماع سے ان کے عقول کا تصفیہ ہوتا ہے لہذا اگر ایک شہر مین بہت لوگ ہون مگر بسبب قہر الٰہی کے آپس مین متفق نہون تو برباد ہونگے ۔ اور اہل بادیہ بوجہ جانورون کی صحبت کے سخت دل و بیوقوف ہوجاتے ہین ولہذا قال تعالےٰ الاعراب اشد کفرا ونفاقا الآیۃ قتادہ رح نے کہا کہ اہل القری مین سے اسواسطے مبعوث فرمائے کہ وے علم وحلم یعنے عقل ودانائی مین زیادہ ہوتے ہین ۔ مسئلہ آیت سے مستنبط ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جو انبیاء ورسول بھیجے ہین وے ایک تو مرد تھے اور دوم شہر کے لوگون مین سے تھے ۔ اور معنے یہ ہین کہ ازل مین ان لوگون کو نبوت کے لیے سرفراز کیا اور ان کو دنیا مین شہر مین پیدا کرکے بسایا پس یہ توفیق نعمت ہوئی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

اس توفیق و نعمت کا بڑا شکر ادا کیا ۔ شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے اور اسی کو شیخ علی بن اسمٰعیل یعنے ابوالحسن الاشعری نے ان سے نقل کیا ہے کہ عورتون مین کوئی نبی نہین ہوئی ہان ان مین صدیقہ عورتین ہوئی ہین جنھون نے نبوت و نبی والوہیت رب تبارک و تعالے کی اچھی تصدیق کی اور لکھا کہ اشرف النسا مریم بنت عمران کو فرمایا کہ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ ۔ دیکھو مقام تشریف و تعریف مین فقط صدیقہ فرمایا اور اگر وہ نبیہ ہوتین تو ضرور اس محل مین اُن کا شرف ظاہر کیا جاتا ۔ اور جن لوگون نے زعم کیا کہ بعض عورتین نبیہ ہوئی ہین جیسے سارہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی پاک بی بی اور مادر موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا زعم اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ نے حضرت سارہ کو اسحق کی بشارت دی اور مادر موسے علیہ السلام کی نسبت فرمایا واوحینا الیٰ ام موسیٰ ۔ اور مریم مادر عیسے علیہ السلام کو ملائکہ نے بشارت دی کما قال تعالے اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک ۔ پس یہی وحی ہے کہ جس سے نبوت ہوتی ہے تو وہ نبیہ ہوئین اور شیخ رہ نے جواب دیا کہ ہان اسقدر تو ان عورتون کو بلاشبہہ حاصل تھا پس اگر ان لوگون کی مراد فقط نبیہ ہونے سے یہ ہے کہ ان عورتون سے ملائکہ نے بحکم الٰہی کچھ کلام کیا یا کوئی حکم پہونچایا تو ضرور اسقدر شرف ان لوگون کو حاصل تھا ولیکن جمہور علما کے نزدیک نبوت کے لیے یہ کافی نہین ہے بلکہ وحی تشریع ہونی چاہیے اور وہ بآیات سابقہ فقط مردون مین منحصر رہا ہے ۔ بعض نے ذکر کیا کہ انبیاء کا مردون مین سے ہونا عرب کے نزدیک امر معروف تھا چنانچہ سجاح عورت نے جب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوے کیا اور ادہر مسیلمہ بن کذاب نے دعوے کیا اور انجام کار سجاح مذکورہ کے مسیلمہ سے زنا کا پیٹ رہا اور سب ہلاک ہوئے تو قیس بن عاصم نے سجاح مذکورہ کے حق مین یہ اشعار کہے ؎ اضحت نبیتکم انثی نطیف بہا ؛ واصبحت انبیاء اللہ ذکرانا ؛ فلعنۃ اللہ والاقوام کلھم ؛ علی سجاح ومن بالاثم اغرانا ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے اسقدر ثبوت ہوا کہ بعد اسلام کے عرب مین یہ امر زمانۂ صحابہ مین معروف تھا تو اب اختلاف کرنا جہل ہے ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ فقط ملائکہ کے ملنے اور مطلق وحی الٰہی سے نبوت نہین حاصل ہوتی ہے تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال الآیۃ پس اگر مطلق وحی کافی ہو تو شہد کی مکھیون کا نبی ہونا لازم آوے اور تو جانتا ہے کہ حدیث حنظلہ رضی اللہ عنہ مین جبکہ انھون نے مع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ نافق حنظلۃ ۔ اور بیان کیا کہ جب ہم آپ کی خدمت مین ہوتے ہین اور آپ ہم کو وعظ و نصیحت فرماتے ہین تو ہمارا قلب ایک حال پر ہوتا ہے پھر جب بال بچون سے ہم ملے تو غفلت آجاتی ہے پس آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسی حال پر رہو تو ملائکہ تم سے تمہارے بچھونون پر مصافحہ کرین اور گلی کوچہ مین تم سے ملین ولیکن اے حنظلہ ساعۃ و ساعۃ الحدیث پس ظاہر ہے کہ ملائکہ اگر ملتے اور مصافحہ کرتے تو بھی یہ لوگ انبیاء نہ ہو جاتے پس صواب وہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور بیان جو آیت مذکورہ ہے اس مین بھی صریح دلالت ہے اور حسن بصری رہ نے کہا کہ نہین مبعوث ہوا کوئی نبی بدو سے یعنے بادیہ کے رہنے والون مین سے اور نہ جن مین سے اور نہ عورتون مین سے ۔ اور حاصل معنے آیت کے یہ ہین کہ جیسے ہم نے تجھے خاتم المرسلین بھیجا ویسے ہی تجھ سے پہلے ہم نے اہل القریٰ مین مردون کو نبی بھیجا ان کی طرف ہم وحی فرماتے تھے ۔ پھر ان انبیاء کی امتون کا حال ظاہر ہے کہ بعضے ایمان لائے اور بہتون نے کفر کیا اور شرک نہ چھوڑا آخر کار نبی و مومنون کو نصرت ہوئی اور منکرین ہلاک ہوئے اور پچھلون کے لیے عبرت ہوگئی افلم یسیروا فی الارض پس کیا نہین پھرتے یہ لوگ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہوتے ہین زمین مین ۔ یعنے جہان جہان کافرین بسبب کفر کے ہلاک ہوئے ہین ۔ فینظروا تاکہ دیکھتے کہ ۔ کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم ۔ کیونکر ہوا

انجام ان لوگون کا جو ان سے پہلے گذرے ہین کہ ان مین سے منکرون وموذیون کو اللہ تعالے نے ہلاک کیا اور دنیا ہی سے انپر عذاب شروع ہوا اور برابر سلسلہ ابدالآباد بے انتہا زمانہ تک قائم رہیگا اور ان مین سے مومنون کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے نجات دی پس دنیا مین بھی اُن کا انجام اچھا ہوا اور آخرت مین بھی نعمت ومنزلت ہے لہذا فرمایا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ۔ اور بیشک آخرت کا گھر۔ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا بہت بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنھون نے تقوی کیا۔ یعنے دنیاوی ثروت وعیش بلکہ بادشاہت تمام دنیا سے بھی اہل تقوی کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود سلطنت کے اور باوجود یقین اس امر کے کہ موت چندروز مین آویگی بقول بعض علما آخرت کے لیے دعا مانگی اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ اُنکو انکا آخرت کا گھر دکھلا دیا گیا تھا پس وہان جانے کے مشتاق ہوئے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا یہ لوگ سمجھتے نہین ہین کہ اسقدر انبیاے سابقین مبعوث ہوئے اور منکرون کو عذاب شدید سے ہلاک کیا گیا تو انجام کفر وشرک کا بہت بدتر ہے اور مومنون کو دنیا مین بھی نیک نامی اور آخرت مین بڑے درجے ملے اور جب دنیا خواہ مخواہ ایسا گھر ہے کہ اسکو چھوڑ دینا چاہیے تو ضرور نجات آخرت و رضاے حق عز وجل بہتر ہے۔ بعض قراءۃ مین تعقلون بصیغہ خطاب ہے تو بطور سخت ملامت کے منکرون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کیا تم لوگ عقل نہین رکھتے ہو۔ مسئلہ جس شخص کو میسر آوے کہ وہ روے زمین مین سیر کرے تو مضائقہ نہین ہے اور تضیع اوقات یا اسراف نہ ہوگا مگر اس شرط سے کہ محض خالص نیت اُسکی یہ ہو کہ فنا سے دنیا کے آثار کیسے ظاہر ہین اور اگلون کا کیا انجام ہوا غرضکہ عبرت کی نیت ہو اور اس زمانہ مین لوگ فقط دنیا کی زینت دیکھنے کو لندن وپیرس وغیرہ جاتے ہین اور یہ مزید کفر وشرک ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ الآیہ میری راہ معرفت الٰہی و اُسکی محبت اور اسکی راہ مین روح قربان کرنا اور نفس کو اُسکے حکم کا مطیع کرنا اور میری دعوت کا فائدہ اسی شخص کو پہونچتا ہے اور وہی میرا تابع ہوتا ہے جسکے حق مین ازل سے عنایت الٰہی نے قبول فرمایا ہے اور میرے تابع ہوکر جب چشم بصیرت سے بینا اور عرفان الٰہی عز وجل سے آگاہ ہوجاتے ہین تو کمال شفقت سے اپنے بھائیون کو اسی راہ پر بلاتے ہین اور مین اور میرے تابعین اس راہ پر بلاتے ہین بے بصیرت نہین ہین بلکہ نور بصیرت ویقین وکشف الٰہی وبیان قرآنی جس مین نفس وشیطان کا خطرہ و دھوکا نہین ہے اس راہ پر بلاتے ہین چنانچہ خود اُن کو کشف وبیان ومعرفت سے بصیرت ہدایت الٰہیہ حاصل ہوگئی تو کچھ شبہہ وتردد نہین رہا۔ پھر حق عز وجل نے اپنی تسبیح اپنے پیغمبر پاک کی زبان سے بیان فرمائی اور حکم کیا کہ حق عز وجل کو ہر خیال وعقل سے منزہ تسبیح کرے بقولہ وسبحان اللہ۔ پاک ہے اللہ تعالے۔ مخلوقات اپنے خیالات ودلائل سے اُسکی صفات کا ادراک کرنے مین عاجز ہین انکی معرفت ہدایت الٰہیہ ہے جسکا نتیجہ کشف ویقین سے بصیرت ہے۔ وما انا من المشرکین مین مشرکون مین سے نہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم استدلال سے یقین پیدا کرین کیونکہ فعل کا خالق اللہ تعالے ہے اور کیونکر مخلوق کو دعوے ہوگا کہ جملہ صفات الٰہیہ کو جہان خالق عز وجل سے بے ادبی نہو وہ استدلال عقلی سے ادراک کرے اور قدیم کی بارگاہ جلیل تک حادث اسکی مخلوق کو کیا تاب پھر عقل جیسی اسکی مخلوق ہے اُسکے ادراک وافعال بھی اُسکے مخلوق ہین تو کیونکر اُسکو رسائی ہو اسواسطے بعثت انبیا علیہم السلام فرض ہے پس جس نے قدر رسالت ونبوت نہ جانی وہ گمراہ واول درجہ کا بے عقل ہے شیخ نے کہا کہ من المشرکین۔ اشارت مین داخل ہے کہ غیر کی طرف ملتفت نہین ہون نہ شان محبت مین اور نہ شان ربوبیت مین نہ خطرات کی مداخلت مین او تعالے ہر خطرہ وگمان سے پاک ہے۔ ابن عطا نے کہا کہ مین تم کو اسی کی طرف بلاتا ہون جس سے تم ہمیشہ فضل وانعام واحسان کے عادی ہوئے ہو اور جس سے تمہارا وجود ہے وہ اللہ تعالے کبیر

متعال حی قیوم لم یزل ولایزال ہے شیخ ابو سعید القرشی رحمہ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص کہ مخلوق کو حق تعالے کی طرف دعوت کرے اسکو ضرورت ہے کہ قدرت آلہیہ سے اُس کو صولت و قبول ہوا اور یہ چیزین اس کی دعوت کرنے مین مندرج ہونگی چنانچہ آیت مین بصیرت کی تصریح ہے پس جو کوئی اللہ تعالے کی طرف بلاوے اس مین اور جو کوئی راہ آلہی کی طرف بلاوے اس مین دونون مین فرق ہے بعض نے کہا کہ جو شخص مخلوق کو اللہ تعالے کی طرف بلاوے وہ خلق کو اُس کی طرف اُسی کی قوت سے بلاتا ہے اس مین اس شخص کے نفس کا کچھ دخل نہین ہوتا اور جو کوئی کہ مخلوق کو اللہ تعالے کی راہ کی طرف بلاتا ہے انکو بذات خود اسطرف بلاتا ہے اسی واسطے اکثر لوگ اس کا کہنا مان لیتے ہین کیونکہ طبیعت مین مشاکلت قائم ہے اور بہت کم لوگ اسکا کہنا مانتے ہین جو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہے کیونکہ اس مین نفس و طبیعت سے مفارقت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نہایت لطیف تحقیق ہے جس سے ہدایت کے معنے حل ہوگئے چنانچہ اختلاف علماے ظواہر مشہور ہے کہ ہدایت کے معنے مطلوب تک پہونچا دینا یا یہ معنے ہین کہ راہ راست دکھلانا و بتلانا۔ اور آیات سے استدلال دونون طرف موجود ہین اور حق یہی ہے جو شیخ قرشی رحمہ نے کہا کہ ہدایت اللہ تعالے کی طرف تو بقدرت آلہیہ ہے اور یہ اصول حق ہے اور ہدایت بسبیل الٰہی رہنائی ہے اور یہ معنے اول اکثر لوگون کے فہم سے عالی ہین فاللہ تعالے ہو الہادی الے سبیل الرشاد۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ بصیرت عمل قلبی ہے اور لوگ اس سے مفلس ہین اور لوگون کی بصیرت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کو مشاہدہ کرین دیکھو قولہ ادعوا الے اللہ علے بصیرۃ۔ کیونکہ دعوت بصیرت بقوت آلہیہ ہے اور وہ نور ہے اعلیٰ ہے اور نور مومن کو بھی حاصل ہوتا ہے اور بصیرت ٹھیک نہین ہوتی جب تک کہ تلاطم امواج نفس و خطرات سے نجات ہوکر خود مالک نفس نہو جاوے اور جب تک نفس کی ملکیت مین ہے اور خطرات و شواہد کا کچھ اثر اسپر پڑتا ہے تب تک اس کی بصیرت واہیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ دعوت حق از بصیرت ہوتی ہے اور نفاق پیدا ہونا ضعف و تاریکی ہے اور کہا کہ بصیرت لباس ارواح ہے اس سے جسم کو کچھ نصیب نہین ہے۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ بصیرت اتباع بعد کمال ہے لیکن اس امر کا کچھ داعی کو ہدایت سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور کہا کہ اتباع اس طرح کہ اپنے آپ کو مع سکون و حرکات و افعال و ارواح حضرت داعی صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد و سونپ دیا۔ قولہ وسبحان اللہ حق عز و جل منزہ ہے کہ کوئی شخص بدون اس کے راہ پاوے اس کی جانب۔ وما انا من المشرکین۔ دعوت نہین کرتا اپنے نفس کے لیے حق عز و جل کے ساتھ کسی چیز کا بلکہ سب اسی کا ہے جیسا کہ سب ہے۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ طمع و شہوات سے تاریکی اندھا کر دیتی ہے لہذا بصیرت پر غلاف ہوتا ہے اور جب بصیرت ہوتی ہے تو علوم و شہود سب کو جلا دیتی ہے آیا تو نہین جانتا کہ بصیرت کسی شخص کی نہین ہوتی جب تک کہ وہ رقیت مین رہے اور جب تک کہ شواہد و اغراض کا آئین کچھ اثر نہ رہے تب تک اسکی بصیرت واہی ہے اور جبکہ بصیرت ٹھیک ہو جاتی ہے وہ شخص ہر آفت سے سالم رہتا ہے ابن عطا رحمہ نے کہا کہ بصیرت اور سکینت مین فرق یہ ہے کہ بصیرت تو مکشوف ہوتی ہے اور سکینت مستور ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بصیرت یہ ہے کہ آفتاب معرفت تابان ہو پس آئین عقل کے انوار مندرج ہوجاوین۔ اقول یعنے عقل کے انوار سے اول معرفت مین قدم تھا اور بعد کو معرفت کے آفتاب کے سامنے عقل کے انوار زائل سے غائب ہوگئے اور یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ مرد عارف مقام حیرت مین عقل سے بالاتر ہے باوجودیکہ اہل عقل اس سے محجوب ہین اور یہ قول کہ حق تعالے نے جابجا عقل و عقلا کی ضمنی تعریف فرمائی ہے تو مراد عقل سے نورانی جوہر ہے جو سبب ہدایت و معرفت خالق عز و جل کو ہے اور یہ ابتدائی کام ہے اور انتہائی درجہ کی طرف صعود مین فقدار دکھا ہے شیخ رحمہ نے کہا کہ بصیرت پاس اس مقام ہے ایسا دقیقہ ہے جو کا براد لیا ہے کہ کلام سے مشابہ ہے اور یہ نسبت اول کے دقیق ہے یعنے کہا ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیہ طریقہ جو کہ تم [illegible] جو اسکو لے لے ازل سے سے [illegible]

لیے پسند فرمایا ہے کہ اول شریعت ہے پھر طریقت ہے پھر حقیقت ہے پھر حقیقۃ الحقیقۃ ہے وہی بصیرت ہے اور یہ بصیرت اشراق خیال قدم واسطے چشم روح کے ہے جو مرتبہ اطمینان ہے فی اللہ وللہ وباللہ ہے جو نفس عدم سے انوار قدم میں آئی ولیکن اس کو انوار کبریا میں تا ابد سکون نہیں ہے پس موضع بصیرت ادراک نظر روح مذکور ہے اور موضع ادراک چشم روح ہے اور یہ بصیرت نور کشف صفات حق ہے جو ابدیت سے متزائد ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ مضمحل ہو کر سطوات حق عز وجل غالب آتے ہیں حتیٰ کہ یہ آنکھ اس نور میں مطموس ہو جاتی ہے پس وہاں صرف نور حق باقی ہوتا ہے اور کیونکر ظہور قدم میں حدوث کو بقا ہو سکتا ہے حالانکہ ابتدائے ظہور میں حدوث پاش پاش ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ میری یہ حالت ہے اور میں تمھیں ایسی حالت کی طرف نہیں بلاتا ہوں کیونکہ یہ بصیرت تو مضمحل بحق از حق ہے بلکہ تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں تم اسکو نہیں پہچانتے ہو اور نہ چشم بصیرت سے دیکھتے ہو کیونکہ وہ بصائر و بصیرت سے ادراک نہیں ہو سکتا وہ پاک ہے وسبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ وہ ہر کسی کے ادراک سے منزہ ہے اگرچہ نبی مرسل و فرشتہ مقرب ہو اور میں مشرک نہیں ہوں جو مشرکوں کی طرح ظنوں باندھوں انتہیٰ کلامہ۔ اوپر معلوم ہوا کہ قولہ افلم یسیروا فی الارض الآیہ میں مشرکین کو زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا تاکہ سابقین کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کریں پس سابقین میں صرف منکر و مومن دو فریق ہیں جن میں سے اہل تقویٰ کا حال بیان کر دیا اور اہل کفر کی تصریح فرماتا ہے

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا

یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے رسول لوگ اور گمان کیا کہ وے جھٹلائے گئے ہیں تو ان کو پہنچی ہماری مدد تو بچا دیا گیا جسکو ہم نے چاہا اور نہیں

يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

دور کیا جاتا ہمارا عذاب ایسی قوم پر سے جو گنہگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ ہماری مدد اور نصرت انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظار میں جب تنگ حال پہونچ جاتا ہے اور زیادہ ضرورت سے محتاج ہوتے ہیں مگر ثابت قدم رہے تو ہماری نصرت نازل ہوئی جیسے دوسری آیت میں فرمایا کہ وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب الآیہ۔ ویسے ہی یہاں فرمایا حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ حرف حتی غایت کا ہے جو محذوف ہے اور کلام سابق اسپر دلالت کرتا ہے یعنی امم سابقہ میں سے فریق مومنین و متقین کا تو وہ حال کہ دنیا و آخرت ان کے لیے بہتر ہوئی۔ والذین لم یومنوا فلم یعجلوا بالعذاب علی الفور حتی اذا استیأس الرسل۔ اور جو لوگ ایمان نہ لائے اور شرک و کفر پر اڑے رہے تو فوراً عذاب میں گرفتار نہیں کیے گئے بلکہ تاخیر دی گئی حتیٰ کہ یعنی یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے ہمارے رسول وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ بیشک وے جھوٹے سمجھے گئے۔ یعنی مشرکین و کفار نہایت بےخوف و نڈر ہو کر مخالفت کرنے لگے اور پیغمبروں نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب یہ جانتے ہیں کہ ہم نے جو انکو خوف دلایا تھا کہ نافرمانی و بداعمالی کرو گے جیسے تول میں ڈنڈی مارنا و مسافروں و پردیسیوں کی راہ مارنا تو تم پر عذاب آ دے گا تو ہم نے ان سے جھوٹ کہا تھا چند روز تک تو کچھ کھٹک رہی کہ شاید اس شخص نے سچ کہا ہو جو جادو وغیرہ سے اس کو معلوم ہوا ہو اور اب دن گذر گئے تو بےخوف ہو کر شرک و کفر کرنے لگے اور ہم کو جھوٹا سمجھا۔ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا تو آگئی ہماری مدد ان کے پاس یعنی یہ لوگ مع مومنین کے کافروں کی ایذا و لعن طعن اور ہر طرح کی معیشت کی تکلیف و تنگی سے کافروں کے بیچ سے چھڑائے گئے اسطرح کہ کافروں پر عذاب آیا اور عجیب قدرت الٰہیہ کے ساتھ کہ عقول

متحیر ہوئین یعنے اس خطہ پر نازل ہوا جس مین مومن و کافر سب تھے۔ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دیا گیا ہر وہ شخص جس کو ہم نے چاہا یعنے فقط وہ لوگ جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ان صفات کے ساتھ یقین کیا جو رسول نے وحی سے بتلائے تھے اگرچہ غفلت مین اُن سے گناہ سرزد ہوگئے ہون یا ہوتے ہون مگر ایمان و یقین والا بہدایت و عنایت الٰہی سبحانہ تعالیٰ متنبہ ہوکر توبہ کرتا رہتا ہے۔ الحاصل نجات عذاب دنیا کا مدار ایمان پر ہے اور گناہون سے تقوی ہونا شرط نہین ہے اس کا حساب آخرت پر ہے پس قولہ فنجی من نشاء بمنزلہ فنجی من آمن صادقاً ہے اور شاید کہ بہم اپنی مشیت پر رکھنے مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے کہ کون حقیقت مین اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور کون ایسا ہے کہ ظاہر مین اقرار کرتا ہے اور باطن مین منافق ہے تو عذاب کے وقت منافق بھی پکڑا گیا اور اگر دنیا مین عذاب نہ آتا تو منافق ظاہری اقرار کی برکت سے دنیا مین بچا رہتا گر مرتے ہی گرفتار ہو جاتا اور قیامت مین سب سے نیچے طبقہ دوزخ مین ڈالا جائیگا اللھم انی اعوذ بک من ان انافق بک واعوذ بک من الموت علی النفاق والکفر والشرک۔ اور دوسرا اشارہ یہ کہ اکثر لوگ ایمان کا دعوے کرتے ہین اور اپنے نزدیک انکو یقینی دعوے ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہین حالانکہ فی الحقیقت وے مشرک یا منافق ہوتے ہین اور بیان اسکا مفصل اوپر گذر چکا۔ لہذا اپنے علم پر اسکو محول فرمایا کہ جسکو ہم نے چاہا وہ نجات دیا گیا۔ اور ظاہری حالت کے موافق نہین معلوم ہوسکتا چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت کے روز میرے ساتھیون مین سے ایک گروہ کو بائین جانب یعنی دوزخ کو لے چلینگے پس مین عرض کرونگا کہ اے رب میرے یہ تو میرے ادنے درجہ والے صحابیون مین ہین حکم ہوگا کہ تو نہین جانتا کہ انھون نے تیرے پیچھے کیا کیا یعنی باطن مین مرتد و منافق ہوگئے اور یونہی واقع ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اکثر عرب مرتد ہوگئے اور بعد سخت قتال و جدال کے مسلمان ہوئے پس جو لوگ قبل حقیقی ایمان کے مرگئے ہون یا ظاہر مین اسلام لائے تاکہ حضرت خلیفہ کے لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بچ جاوین پھر ہنوز تحقیقی ایمان نہ ہوا تھا کہ مرگئے تو یہ لوگ اس گروہ مین ہونگے۔ باتجملہ ظاہر مین معلوم نہ ہوا اور بصریح قولہ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ بعضے لوگ نفاق کے ایسے مشاق تھے کہ آنحضرت صلعم انکو نہ جانتے تھے صرف اللہ تعالیٰ جانتا تھا اور واضح ہو کہ بعضے علما نے زعم کیا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاق نہین رہا باستدلال ظاہر قول حضرت ام المومنین صدیقہ رضی کے کہ بعد آنحضرت صلعم کے نفاق نہین ہے بلکہ مومن ہین یا کافر ہین یہ زعم غلط ہے اور قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معنے یہ ہین کہ کسی کو منافق کہنا اُس کے باطن کا حال بیان کرنا ہو اور یہ وحی سے آنحضرت صلعم فرماتے تھے پس اب کوئی نہین بیان کرسکتا اور یہ مطلب نہین ہے کہ اب کسی کے دل مین نفاق نہ ہوگا کیونکہ یہ تو قیامت تک جاری ہے۔ غرض میری یہ ہے کہ اس زمانہ مین علما ربانی فقیہ بہت ہی کم ہین اور عوام نے اپنے زعم پر جس کو چاہا عالم منتخب کرلیا اور خاندانی ورثہ قرار دیا پس ان کو نہ ایمان معلوم ہوا اور نہ صفات الٰہیہ سے جسپر اعتقاد کرنا چاہئے واقف ہوئے اور نہ وہ شرک سے بچے اور نہ ان کو کوئی فکر ہے ظاہر مین لا الٰہ الا اللہ کہنے کو ایمان سمجھ لیا ہے اور دل مین تصدیق و معرفت کچھ نہین ہے تمام اعمال و افعال شرک سے بھرے ہین اے رب ہمارے ہم کو ایمان عطا فرما دے اور اس نعمت کی قدر ہمارے دلون مین تمام دنیا و جہان سب سے زیادہ کردے اور ایمان پر ہم کو اپنی جان صدقہ کردیتا تاکہ تجھ سے شرک نہو اگرچہ ہم مرین یا مارے جاوین ہمپر یقین آسان فرما دے اور اپنے فضل سے عافیت کے ساتھ ہمارا خاتمہ ایمان پر بخیر کردے انت ارحم الراحمین وانت الہادی انت علیٰ کل شئی قدیر اب معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے بطور ابہام فرمایا کہ عذاب آیا لیے پس نجات دیا گیا وہ جسکو ہم نے چاہا پس معلوم ہوگیا کہ جسکو نہ چاہا وہ نہ چھوٹا

لہذا فرمایا۔ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ۔ اور دفع نہیں کیا جاتا ہے ہمارا عذاب ایسی قوم سے جو مجرم ہیں مجرم سے مراد یہاں ایمان کے علاوہ ہر چیز ہے خواہ کفر ہو یا نفاق یا شرک۔ اور کافر و منافق بھی مشرک ہوتے ہیں اسی واسطے مجرمین کی تفسیر میں علماء نے کہا کہ مراد مشرکین ہیں۔ پھر اگر کہا جاوے کہ مجرم تو ہر گنہگار کو کہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہاں عذاب آنا ایمان سے انکار و اصرار پر ہوا تو معلوم ہوا کہ جو ایمان دار نہیں وہ مجرم مراد ہے اور وہ مشرک ہوتا ہے اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اعمال فرائض نماز روزہ وغیرہ یا دیگر گناہ جو ایمان والے سے سرزد ہوں مگر ہرگز وہ شرک وکفر کا کوئی فعل نہ کرے جیسے چیچک میں مائی دیوی وغیرہ یا کسی کے بھروسے پر رزق سمجھنا وغیرہ یا ٹوٹکا و نجوم و رمل وغیرہ یا قبروں و بزرگوں سے حاجات مانگنا وغیرہ یا بزرگوں میں سے کسی کی نماز مقرر کرنا جیسے بغداد کی طرف منہ کرکے صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ یا جو اقسام اوپر مذکور ہوئے ہیں تو ان گناہوں سے وہ ایمان سے خارج نہ ہوگا اور یہ بات وہ خود دیکھے کہ فوراً متنبہ ہوکر توبہ و استغفار کرتا ہے یا نہیں پس اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے یعنے متنبہ ہوکر نادم و خائف و شرمندہ نہیں ہوتا اور ہٹ کیے ہے تو علماء نے کہا کہ کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر و شرک ہے۔ اس زمانہ میں تو رشوت و خیانت و سود اور شراب خواری پر اصرار اور دلی محبت ہر کفر کی باتوں و آرائش سے اور بکثرت بد اعتقادی امور شرع سے اور اکثر بزرگان دین و علماء سے سابقین و مجتہدین پر لعن و طعن و اس پر اصرار ہے حتی کہ فقیروں کہ اگر دن کو ناجائز حرام طریقہ پر کمانے کے اصرار ہے اور نہایت شدت سے فاحشہ عورتوں کے ساتھ ہر مجمع میں جتے کہ بزرگ بندوں کے مزارات پر رقص و سرود کی شرکت میں اصرار اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کرنے میں پوری موالات و مودت سے اصرار اور ایسے انتہار امور جن کا ذکر دشوار ہے سب پہ علانیہ اصرار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دار الکفر ہے اللھم لا الٰہ الا انت تفعل ما تشاء و تحکم ما ترید ربی توفنی مومنا اذا توفیتنی وانت علی کل شیء قدیر اب میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں جب کلام پاک کے معنے و اس کے فوائد سمجھ میں آگئے تو اختلاف قراءۃ و دیگر فوائد ذکر ہونا چاہیئے پس قولہ حتی اذا استیأس الرسل۔ بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ اس میں مشرکین وغیرہ کو تہدید ہے کہ شرک وکفر کے ساتھ بغیر عذاب میں گرفتار ہونے کے بچے رہنے سے مغرور نہ ہوں اور غور و عبرت سے دیکھیں کہ اسلے اگلی قوموں کو بھی مہلت دی گئی تھی یہاں تک کہ رسول لوگ ناامید ہوگئے کہ شاید ان کافروں پر دنیا میں ہم کو نصرت نہ دیجاوے کیونکہ باوجود شدت کفر و ایذا کے وے لوگ اسطرح ناز و نعمت و ثروت میں تھے بلکہ اور زیادہ انپر مال و متاع کا دروازہ کھولدیا گیا تھا۔ اس بات سے ناامید ہوگئے کہ یہ لوگ جو اسقدر عیش و عشرت دنیاوی میں کمال رغبت سے منہمک ہیں اور سخت اصرار کے ساتھ شرک وکفر پر قائم اور روز بروز مال متاع میں ترقی ہے کسی طرح ایمان نہ لاوینگے۔ قولہ ظنوا انھم قد کذبوا۔ سراج میں ہے کہ شیخ حمزہ و عاصم و کسائی کے قراءۃ میں بضم اول و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید ہے اور باقیوں کی قراءۃ میں بتشدید ذال منقوطہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ظنوا اس مقام پر یا تو بمعنے ایقنوا ہے یعنے یقین کیا رسولوں نے کیونکہ ظن کا لفظ یقین کے مقام پر فصاحت عرب میں بہت مستعمل ہے اور اس کی مواقع و توجیہات کا محل کتب بلاغت ہے اور تفسیر اگرچہ کشاف وغیرہ کے پاس صرف یہی مبلغ ہے اور یا بمعنے ظن ہے یعنے گمان غالب اور بیضاوی کی تفسیر میں معنوی احتمالات مذکور ہیں ان کے ترجمہ میں ظن کے ہر موقع کے معنے ذکر کرتا ہوں پس قولہ ظنوا انھم قد کذبوا اے کذبتھم انفسھم حین حدثتھم بانھم ینصرون۔ اقول بنا بر قراءۃ تخفیف اور معنے یہ کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انکے نفس نے ان سے جھوٹ کہا جب انسے بیان کیا کہ تم نصرت و مدد دیے جاؤگے یعنی انکے نفس نے دل ہی دل میں جو انکو دلاسے دی کہ تم کو آخر کار کافروں پر نصرت ہوگی تو یہ نفس نے جھوٹ کہا

خطرہ دیا کیونکہ نہایت تاخیر ہوئی اور کفار بہ نسبت سابق کے بھی زیادہ عیش میں ہیں۔ یہ توجیہ اسوقت ہے کہ اللہ تعالے نے وحی سے انکو
یہ وعدہ نہ دیا ہو کہ آخر تم کو نصرت ہوگی۔ پھر لکھا کہ یا یہ معنے ہیں کہ انھون نے یقین کیا کہ قوم نے اُن سے جھوٹ وعدہ دیا تھا کہ ہم ایمان
لے آوینگے۔ اقول یعنے ان کے اصرار سے یقین کر گئے کہ انھون نے ہم سے جھوٹ کہا تھا اور صورت یہ کہ مثلاً قریش کی طرح اموال
دنیاوی مانگینگے اور معجزات دیکھے مگر بعد کو اصرار کر گئے تو رسولون کو وحی سے یقین ہو گیا یا ظن اپنے معنے پر ہو یعنے قرینہ سے غالب گمان
کیا کہ یہ جھوٹ وعدہ کرتے تھے۔ اور لکھا کہ بعض کے قول میں دونون کی ضمیر قوم کی طرف ہے یعنے قوم والون نے یقین یا گمان غالب کر لیا
و مطمئن ہو گئے کہ رسولون نے جو ہم کو عذاب سے وعید کی تھی وہ جھوٹ بولے تھے کیونکہ اسقدر مدت سے اموال و دولت کی ترقی زیادہ
ہوتی جاتی ہے کچھ عذاب نہیں آتا بعض کے قول میں اول قوم کی طرف اور دوم رسولون کی طرف یعنے قوم نے ظن کیا کہ رسولون کو جھٹلایا
گیا کہ تمکو نصرت ہوگی اور لکھا کہ ابن عباس رضہ سے روایت کیا گیا کہ رسولون نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالے نے جو انکو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ شاید
خلاف کیا گیا۔ اور لکھا کہ اگر روایت صحیح ہو تو گمان کرنے سے مراد وہ خطرات میں جو مثل حبس نفس سے قلب پر طاری ہو جاتے ہیں بطریق وسوسہ کے۔
اقول یعنی فعل اختیاری کے طور پر یہ بات گمان میں نہیں لائے بلکہ بطور خطرات نفس کے انکے گمان میں یہ خطرہ نفسانی آگیا جسکو اسی وقت
انھون نے دفع کیا ہوگا کیونکہ مومن کی شناخت و شان جب یہ بیان ہوئی ہے تو پیغمبر کی شان اسمیں ضرور یہی ہوگا۔ ایک یہ تاویل
بیان کی اور دوسری تاویل یہ لکھی کہ شاید قول ابن عباس رضہ سے یہ مراد ہو کہ کافرون پر نصرت میں تاخیر و مہلت اسقدر ہوئی
کہ گویا وعدہ نصرت میں خلاف کیا گیا پس یہ بطریق تمثیل کے مبالغہ تاخیر کا ہے یعنے تاخیر ایسی زیادہ تھی کہ مبالغہ کے طور پر یہ کہا
جاوے کہ انھون نے وعدہ نصرت میں خلاف ہونے کا گمان کیا۔ اقول اس میں کلام آگے آویگا۔ اور یہ سب کوفیون کی قراءۃ کذبوا بتخفیف
پر تھا اور دوسری قراءۃ بالتشدید پر لکھا کہ رسولون نے گمان یا یقین کیا کسی دلیل سے کہ قوم کافر نے ان کو جھوٹا سمجھا اس وعید میں
جو ہم نے عذاب نازل ہونے کی اُن کو دی تھی۔ اور لکھا کہ شاذ قراءۃ میں کذبوا بتخفیف ذال بصیغہ معروف آیا تو معنے ظاہر ہیں کہ
رسولون نے گمان کیا کہ ہم نے جو کافرون کو عذاب کا وعدہ دیا تھا شاید ہم نے اُن سے جھوٹ کہا۔ اقول یہ معنے اور یہ قراءۃ جسکو ظاہر
سمجھا جاوے محل اعتراض ہے اس لیے کہ وعدہ عذاب دنیاوی بطریق وحی ہونا لازم ہے پس وعدہ میں کذب کا گمان خلاف ہے
الا آنکہ یہ کہا جاوے کہ نفس نے خطرہ دیا کہ شاید ہم سے کچھ سہو ہوا اگرچہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ اور بعض دوسرون نے ذکر کیا کہ یہ قراءۃ
مجاہد و حمید رحمہما اللہ تعالے کی طرف منسوب ہے۔ اور قراءۃ کذبوا بتشدید پر سراج وغیرہ میں کہا کہ رسولون نے یقین کیا کہ انکو انکی
قوم نے جھٹلایا وہ اسطرح کا جھٹلانا کہ بعد کو ایمان کی امید باقی نہ رہی اقول لہذا ظنوا کو یقین کے معنے میں لینے کے بعد اسکی کچھ حاجت نہیں ہے
کیونکہ رسولون کا یقین کرنا اپنی رائے یا قرینہ سے شک ہوگا بلکہ دلیل سے اور وہ وحی الٰہی ہے تو جب وحی سے انکو معلوم ہوا کہ یہ قوم تمکو
جھٹلاوینگے کبھی نہ مانینگے تو اب خود یہی قید مذکور ثابت ہوگئی فافہم۔ اور تفسیر حافظ ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ عروہ بن الزبیر نے اپنی خالہ
حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسطرح روایت کی کہ میں نے قولہ عزوجل وظنوا انہم قد کذبوا کو پوچھا کہ کذبوا بتشدید ذال منقوطہ
ہے یا کذبوا بتخفیف ذال منقوطہ ہے تو فرمایا کہ کذبوا یعنی تشدید ہے میں نے کہا کہ یہ رسولون کو تو یقین تھا کہ قوم نے انکی تکذیب کی تو پھر یہ ظن کیا ہوا اسپر
فرمایا کہ ہاں قسم ہے کہ انھون نے یقین کیا تھا کہ قوم نے انکو جھٹلایا ہے پھر میں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کذبوا بتخفیف ہے فرمایا کہ معاذ اللہ
رسولون کی یہ شان نہ تھی کہ اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان کرتے تو میں نے پوچھا کہ پھر اس آیت کے معنے کیا ہیں تو فرمایا کہ یہ رسولون کی

پیروی کرنے والون کی طرف سے ہے جو رسولون پر ایمان لائے اور تصدیق کی مگر کافرون کی طرف سے انکو اذیت پہونچی اور انکو نصرت کا وعدہ دیا گیا مگر زمانہ بہت دراز گذرا کہ برابر انپر اذیت رہی اور نصرت الٰہی کے آنے مین تاخیر ہوئی حتی اذا استیئاس الرسل یہانتک کہ جب مرسلین ناامید ہوگئے اُن لوگون کی طرف سے جنھون نے ان کی قوم مین سے کفر اختیار کیا تھا یعنی وہ ایمان لاوینگے۔ وظنوا انہم قد کذبوا۔ اور گمان کیا رسولون نے کہ جو لوگ انپر ایمان لائے تھے انھون نے ہم کو نصرت الٰہی حاصل ہونے مین جھٹلایا یعنے اتباع کے دل مین یہ خیال ہے کہ ہمارے پیشوا پیغمبر نے ہم سے جھوٹ وعدہ کر دیا تھا کہ تم کو اللہ تعالے کی نصرت پہونچیگی اور تحقیق انجام کار بلند رہو گے، جاءھم نصرنا تو اسوقت مین انکے پاس اللہ تعالی کی مدد پہونچگئی رواہ البخاری مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل سب سے بہتر ہو مگر تخفیف قراءۃ کی صورت مین حضرت صدیقہ انکار فرماتی ہین اور میرے زعم مین تخفیف کی صورت مین بھی یہ تاویل درست ہو سکتی ہے اگرچہ کسی قدر تکلف ہو وہ اس طرح کہ کذبوا بتخفیف از جانب حق تعالے اگر یہ مراد نہ تھی کہ نصرت الٰہی پہونچنے کے وعدہ مین خلاف ہوا بلکہ بایں طور کہ تاخیر نصرت سے اتباع نے ان کی تکذیب کی تو وہ اللہ تعالے کی طرف سے مکذوب ہوئے فافہم اور ابن عباس رضہ نے روایت ہے کہ انھون نے کذبوا بتخفیف پڑھا اور کہا کہ رسولون کے دل مین بشریت کا خیال آگیا کہ وعدہ خلاف کیا گیا اور وے لوگ آخر بشر تھے اور دوسری آیت سے استدلال کیا یعنے قولہ تعالے حتے یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الآیہ یعنے کہنے لگتا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہ کب آوے گی نصرت الٰہی مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے مثل وہان بھی تاخیر کے مبالغہ کو بطور تمثیل کے مکذوب وخلاف وعدہ کیا گیا۔ اور عروہ رح نے ام المومنین سے اس کو ذکر کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ واللہ جو کچھ اللہ تعالے نے کسی اپنے رسول سے وعدہ فرمایا وہ یقین کر گیا کہ یہ میری موت سے پہلے ضرور ہوگا ولیکن رسولون پر برابر بلاء موکل ہوتی ہو یہانتک کہ انھون نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھ جو مومنین ہین انھون نے بھی اُن کو جھٹلایا ہے۔ اقول مواقع امتحان وابتلا مین سے بیشک عظیم موقع ہے اور نزول نصرت کا وقت عجیب خوب ہے کہ آخر وقت تک کفار کو مہلت دی گئی اور جب کفار اعدا کی رعایت سے اولیاء اللہ مومنین کے حق مین وہ ضرر لاحق ہوا جس سے ان کی ولایت وایمان سلب ہو جاوے تو اعداء رد اولیاء مین سے اولیاء کی رعایت مقدم فرمائی اور اعداء کو ہلاک کر دیا سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ۔ اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کذبوا بتخفیف پڑھا کما رواہ ابن مردویہ من طریق عکرمہ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ انھون نے کذبوا بتخفیف پڑھا اور معنے یہ بیان کئے کہ اللہ تعالے کے رسول اپنی قوم کے کافرون سے مایوس ہوگئے کہ وے ایمان نہ لاوینگے اور اُن کی قوم کے کفار نے انکی نسبت یقین کر لیا کہ رسولون نے جو ہم سے عذاب کے خوفناک وعدے کئے تھے وے جھوٹے تھے تو فوراً عذاب الٰہی کافرون پر واسطے مدد رسولون کے نازل ہوا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی قراءۃ تخفیف اور یہی معنی مروی ہین اور یہ بھی ابن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سورہ یوسف مین کذبوا بتخفیف حفظ کیا ہو۔ اقول تخفیف قراءۃ کی صورت مین یہی معنے سب سے بہتر ہین۔ اور واضح ہو کہ جب کوئی قوم شرارت سے کفر پر اصرار اور انبیاء واہل توحید کو اذیت دیتی ہو تو اللہ تعالے کی حکمت مین سے دیکھا گیا کہ انپر رزق ومال واولاد کی فراخی زیادہ ہو جاتی ہو اور یہ سابق مین مقدمات مین منصوص ہو کہ انکو کفر واصرار پر وسعت زیادہ دیدی گئی اور جس دنیا کے پیچھے انھون نے خالق عز وجل سے کفر کیا اور نیک بندون کو اذیت دی وہ انکو خوب مل گئی پھر وے اس حد تک پہونچے کہ رسولون کو وعدہ عذاب مین بھی جھوٹا بتلانے لگے تب عذاب آگیا پس رحمت الٰہیہ عز وجل کو کیا قیاس کر سکتا ہو کہ کافرون نے اس سے کفر کیا اور

دنیاے فانی کو شیطان کا بندہ ہو کر چاہا اور رسولون نے رضاے حق تعالے کو طلب کیا تو کافرون نے نام سے اذیت اٹھائی اور برخلاف
کافرون کے مال و متاع مین تنگی پائی کیونکہ فراخی دنیا اسی قوم کو دیدی گئی جن کے واسطے دنیا ہے پھر جب کافرون نے اس عذاب
کو جو بصورت مال و متاع دنیا ہے عذاب نہ جانا اور دوسرے سخت عذاب کے واسطے دلیری و جرات کی جیسے کفار مکہ نے دلیری کی
تھی کہ وہ عذاب ہم پر لاؤ کہان ہے تو رحمت الٰہی نے اولیا کو نصرت دی اور یہ مستلزم ہے کہ کفار اعدا ہلاک کیے جاوین پس بدبخت
اپنے ہاتھون ہلاک ہوئے اور عذاب انپر دائمی ہو گیا۔ اور حدیث سے ثابت ہو کہ جن کافرون پر دنیا مین یہ عذاب آیا وے بہ نسبت اور
کافرون کے زیادہ غضب مین ہین اور فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے جسکا پیغمبر اس کے سامنے اٹھ گیا اور وہ اچھے نہین جو پیغمبر کے سامنے
ہلاک کر دیے گئے۔ اور حاصل اس آیت کا علاوہ معارف و علوم کے یہ سخت تہدید کفار عرب کو ہے کہ اگر تمپر جلد عذاب نہ آیا تو نڈر ہو کر
نہ چلو کیونکہ تم سے سابق امتون مین ایسی مایوسی کے وقت تک تاخیر کی گئی ہے پھر آخر کو ہلاک کیے گیے چنانچہ زمین مین پھرو اور عبرت کی
نظر سے دیکھو تو تم کو دنیا کی بیقدری و فنا ہونا بھی متحقق ہو۔ قولہ فنجی من نشاء سراج مین لایا کہ ابن عامر و عاصم کی قراءۃ مین نجی بضم اول
و جیم مشدد مکسور و یاے مفتوحہ ہو اقول یہی حفص کی قرات اس دیار مین معروف ہو اور لکھا کہ باقیون کی قراءۃ ننجی بصیغہ جمع متکلم یعنے نون
اول مضموم اور نون دوم مفتوح و جیم مشدد مکسور و یاے ساکن اور معنے یہ ہم نجات دیتے ہین۔ اور لفظ باس کے چند معنے آئے ہین ازانجملہ
لڑائی و خوف و فقر و عذاب و مرض وغیرہ۔ اور یہان مراد عذاب ہو اللہم انی اعوذ بک من الباس فی العرائس قولہ تعالے حتی اذا استیئس
الرسل۔ آیت مین اشارہ ہے دلالت ہو کہ اہل عنایت ازلیہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و محبین کے ساتھ مشیت قدیمہ و سنت مستقیمہ یون جاری ہے
کہ قیدخانہ امتحان مین کشف غیب کے اس حد تک منتظر ہون کہ کلیجہ منہ کو آجاوے اور کشف جلال و عزت کبریاء و استغنا کا ظہور یہانتک
طاری ہو کہ اسکی عزت و کبریائی کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ و نابود دیکھین اور خوف سے کشف استغنا کے سامنے انپر مایوسی طاری ہو جاوے
اگرچہ ظہور رحمت و جمال قدم کے آگے انکے اوقات انبساط بھی ایسے ہین کہ عوام اگر قریب ہون تو ہلاک ہو جاوین پس یہان بیان ظہور استغنا و
کبریا کا ہو جسکے سامنے تمام مخلوقات دو جہان کا عدم و وجود برابر ہو چاہے تو صد ہزار بار لبیک پیدا کرے و فنا کر دے اور اسکی مملکت کبریائی مین کچھ
ذرہ بھی کم نہو پس اس کشف و بصیرت سے انکے قلوب فنا در اسرار مضمحل ہو کر عقول فنا ہو گئین اور ارواح پر حیرت طاری ہوئی جسکو یاس سے
تعبیر کیا گیا ہو و قولہ ظنوا انہم قد کذبوا بتشدید ذال منقول ہو بکمال عظمت کبریائی و استغنا سے مضمحل ہو گئی کہ تاریکی الباس و غبار و حس
کہ وہان وہم وغیرہ کا حجاب بکمال قدرت و مشیت کے آگے رہا ہی نہو اور وسواس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ قال المترجم یہ عارف واقعی
ہین اور فرقہ معتزلہ وغیرہ عجب جاہل ہین جو فی الواقع دین توحید کے بدنام کرنے والے ہین اور مشرک بالطبع ہین حتی کہ زعم کیا کہ حق تعالے
عز و جل پر بھی کچھ احکام فرض ہین جیسے بندون کے لیے اصلح وغیرہ اور یہ جہالت عجب شنیع ہو اور یہ قوم عجب جاہل مشرک ہو اللہم غفرانک ان
نقول فی بابک الا بلیق بجلال عزتک و کمال قدرتک انت المتفضل المتاثر بکرمک ما ترید لک الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ شیخ نے لکھا
کہ انبیاء و رسل کو غیرون پر خوف تھا نہ اپنی ذات پر کہ وے ہلاک ہو جاوین کیونکہ خود تو اصرار سے مشاہدہ غلبہ نعمت سرمدیت مین تھے اور یہ
معنے ہین کہ انتظار و اضطراب شوق بفتوح انوار کیا اور یہ معنی نہین کہ انکو شک ہوا کہ ولایت و نبوت و رسالت مین سبقت عنایت الٰہی کے
ساتھ ہو کیونکہ یہ ہو نہین سکتا ہو اقول معانی حقیقیہ بلاریب صحیح ہوتے ہین مگر عوام تنگی نظر اجسام سے تجاوز نہین کرتی ہو لیکن اہل تعلیم و علما
ربانیہ کو بہت مشکل و دقت ہوتی ہو کہ کسطرح انکو سمجھا دیا جاوے اور اگر کاش وے لوگ استقامت سے عبودیت پر قائم رہتے اور کسی جانب

اپنی ناقص عقول کو نہ دوڑاتے بعد اس یقین کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رسول صادق امین خاتم المرسلین ہین جو فرمایا وہ سب صحیح ہے تو عنقریب فضل الٰہی اُنکے حال کو رحمت مین غرق فرماتا جس سے تمام معاندہ و مشکلات اسوقت فقہ و علم کے ساتھ انکو منکشف ہوتے جنکے انکشاف کے لیے ابھی نیے وقت اپنے نفس غالب ہوا و ہوس کے میل کچیل مین آلودہ حالت مین عقل مضمحل سے چاہتے ہین اور نہین سمجھ سکتے ہین شیخ نے لکھا کہ ایک قراۃ مین کذبوا تخفیف ہے یعنی کبریا و عزت کے سامنے تمام خلق کا وجود و عدم مع اپنے برابر سمجھے حتی کہ کفر و اسلام مین اسکی مشیت اصلی و ذاتی کی پسندیدگی اس کی رضامندی قدیمہ پر ہے اور خود غرق ازلیت و دوام کبریا و عظمت ہوکر غائب ہوگئے پس نظر فنا سے مراتب نزول مین اپنے آپ کو نہ دیکھا اور یہ غیبت امتحان ابتلا خواص عباد ہے تاکہ آداب مخلوق و خالق اس دار محنت مین متوانی ہون یہین سے کہا جاتا ہے کہ اہل ارادت پر احوال سے کچھ کشف نہین ہوتا مگر اسوقت کہ یہ لوگ مایوس ہوجاوین اور صریح دلیل بطریق اشارہ اسپر قولہ ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ الآیہ ہے پس جیسے نزول باران رحمت طالبان غذائے جسم کی زمین خاکی پر بعد مایوسی ہوتا ہے ایسے ہی نزول باران رحمت خاصہ طالبان غذائے روح کی زمین قلبی پر بعد یاس ہوتا ہے اور یہ رحمت تمام اعضا مین پھیلتی ہے پھر حق تعالے نے قرآن پاک کے قصص کا عبرت ہونا اور بلامعارضہ اُن کا سچ ہونا اور آخر مین مومنین کے لیے رحمت ہونا بیان فرمایا بقولہ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ

بیشک ہے ان لوگون کے　حالات بیان کرنے مین　عبرت　ان لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین　وہ نہین ہے　ایسی بات جو　افترا بنالی گئی ہو

وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

لیکن وہ　سچا بتاتا ہے　اس کتاب کا جو اس سے پہلے موجود ہے　اور تفصیل ہے　ہر ایک بات کی　اور سیدھی راہ کی ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

ایسی قوم کیواسطے جو ایمان لاتے و مانتے ہین

ع ۱۲

لَقَدْ كَانَ لام تاکید قسمی ہے جو منکرون پر تشدید کی گئی یعنی ضرور بلاشبہہ موجود ہے فِي قَصَصِهِمْ ان لوگون کے قصے مین مراد قصے سے افسانہ و حکایات نہین ہین بلکہ واقعات کا بیان جسطرح پر کہ سلسلہ وار واقع ہوا اور عرب بولتے ہین کہ قصصت اثرہ مین اسکے قدم بقدم چلا پھر بیان واقعات ترتیب وار کو قصہ کہا گیا اور جھوٹے قصے جو اس زمانہ مین شائع ہین اگر صریح اظہار کردیا گیا کہ یہ خیالی بندش ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر شائستہ الفاظ مین اور شائستہ طریقہ سے جس مین حرام و مکروہ و مفسدات و فحش وغیرہ کا میل نہو اور غرض اسکی نصیحت و پند ہو تو جائز ہے اور اگر یہ غرض نہو بلکہ دل بہلاؤ ہو تو اُن قومون کے واسطے ہے جو آخرت سے غافل صرف نفس و تن پروری کرتے ہین اور اہل ایمان و آخرت کے حق مین غفلت و بیکار تضییع اوقات و لہو کے حکم مین ہے اور اگر فحش کا میل ہو تو قطعاً حرام ہین۔ اور قرآن پاک مین جہان قصہ مذکور ہے اس سے سچے واقعات مراد ہین اور غرض اُس سے نصیحت کاملہ ہے چنانچہ فرمایا کہ بیشک ان لوگون کے قصون مین عِبْرَةٌ عبرت ہے یعنی کسی دوسرے کے واقعات و افعال و حرکات اور اُن کا انجام دیکھکر اپنی ذات کے لیے نیک چال چلن کا نتیجہ نکالنا تاکہ خود بد انجام سے محفوظ رہے اور نیک انجام والون کے مانند اپنا انجام بہتر ہو مگر یہ نصیحت ہر ایک جاہل بیوقوف کے لیے نہین کیونکہ وہ موت آنا یقینی دیکھکر بھی کچھ خیال نہین کرتا اور سچے دوست ناصح کی بات جو اس کی خواہش کے خلاف ہو نہین سنتا بلکہ اسکا دشمن بنجاتا ہے اور جو دوسرا اناتا ہو تو اسکو بھی برا جانکر دشمنی مین شریک کرتا ہے اور یہ نہین دیکھتا کہ میری خواہش خود میری جان کی دشمن ہے کیونکر دیکھے کہ وہ بیچارہ نفس امارہ و شیطان کے قبضہ

دنیا مین تنگ رزق و مصائب مین مبتلا رہے اور اُن کے دشمن اور مخالف لوگ بہت زیادہ عیش و راحت دنیاوی و مال و اولاد سے
مغرور ہوئے پس کفر و شرک و فسق و فجور کی حالت مین جب کسی کو مال و دولت و اولاد و عیال کی کثرت مین دیکھو تو یقین کرو کہ اسپر اللہ تعالیٰ
عز و جل کا غضب بہت زیادہ ہے اور جب کسی متقی پرہیزگار موحد مومن کو تنگی و تکلیف و مصیبت و امراض مین مبتلا دیکھو تو یقین کرو
اور متقی کو بشارت دو کہ حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل کی رحمت اسپر بہت زیادہ ہے اور دونون کا انجام چار روزہ زندگی کے بعد
فوراً ظاہر ہو جائیگا اور جو متقی کہ مال و دولت رکھتا ہے ہرگز اس کا دل کسی سے متعلق نہین بلکہ ہر دم وہ موت کا منتظر و طالب آخرت
ہے - بالجملہ ایمان و توحید و اہل ایمان کا امتحان و نیک انجام سب اس سے معلوم ہوتا ہے اور کفر و نفاق و شرک اور کافرون و منافقون
و مشرکون کا دنیا کے ملنے سے مغرور ہونا اور انکا بد انجام سب ان قصص سے معلوم ہوتا ہے مگر اسکو جو دنیا کے لوگون اور انکے واقعات کو
نظر عبرت سے دیکھے اور نظر عبرت سے وہی دیکھیگا جسکی عقل ہوا و ہوس کی نجاسات سے پاک ہو اسی واسطے فرمایا کہ لقد کان فی قصصہم
عبرة لاولی الالباب بیشک ان اگلون کے واقعی حالات مین اہل عقل کے لیے عبرت ہے - اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کھانے پینے و کپڑے و
مال و متاع و اسباب و آرائش یہ سب شہوات ہین جو جانورون کے حصہ مین دی گئی ہین پس اگر کسی شخص کو ان چیزون شہوات کے
حاصل کرنے کی ترکیب و تدبیر مین بہت ہوشیاری ہو تو یہ حواس کی تیزی ہے عقل نہین ہے جیسے بیا جانور حواس کی تیزی سے نہایت عمدہ
گھونسلا بناتا ہے جسکے مثل بغیر ہاتھ پاؤن کے بنانے مین آدمی عاجز ہوگا اور عقل کا نمونہ یہ ہے کہ آدمی کو معرفت خالق عز و جل و اپنے نفس کی شناخت
و عجائب صنعت آلہیہ کا علم و فقہ حاصل ہو - یہ جاننا چاہیے کہ اگلے انبیاء کے ساتھ جو واقعہ انکی قوم کا ہوا کہ جنھون نے انسے کفر کیا اگرچہ بظاہر
چندروز انکو دولت و ثروت زیادہ بڑھا دی گئی لیکن آخر کو عذاب آخرت مین دنیا سے فنا اور ہمیشہ کے لیے عذاب مین مبتلا ہوگئے اور جنھون نے
انکی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ عز و جل پر توحید کے ساتھ بدون شرک کے ایمان لائے وے اگرچہ چندروز تک مبتلائے محنت ہوئے
بلکہ کافرون ہی کے ہاتھ سے انکو طرح طرح کی اذیت پہونچی اور شب و روز تدبیرون سے کافرون نے چاہا کہ انکے رزق وغیرہ کے سلسلہ قطع کر کے
انکو کفر پر مجبور کرین لیکن کچھ نہوا اور آخر کار بعد چندروزہ تکلیف کے انھون نے دائمی عیش پایا والحمد للہ رب العالمین - یہ واقعات
عبرت کے ایسے ہین کہ لامحالہ انسے یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ کفر و شرک کرنا نہایت بدتر اور اُسکا انجام برا ہے اور ایمان نہایت بہتر و نیک انجام ہے
مگر دیکھنا چاہیے کہ یہان اہل شقاوت کے لیے ایک فتنہ مضر ہوا اسطرح کہ شیطان نے انکو وسواس ڈالا کہ یہ واقعات حقیقت مین واقع
نہین ہوئے صرف فرضی باتین ہین تو اللہ تعالیٰ عز و جل نے ارشاد فرمایا - ما کان حدیثا یفترٰی نہین ہے قرآن ایک بنائی ہوئی
بات - کیونکہ متواتر یہ بات ثابت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر گذرے اور ان کی اولاد حضرت یوسف علیہ السلام و باقی گیارہ
بیٹے تھے اور یوسف علیہ السلام مصر مین حکومت پر سرفراز ہوئے اور انکو نبوت حاصل ہوئی اور تفصیل کے ساتھ توریت کتاب آسمانی مین انکا
قصہ آیا تو یہ اُنکا زعم ہوا کہ یہ جھوٹی بات بنائی ہوئی ہے - ولکن تصدیق الذی بین یدیہ لیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُس
کتاب کی جو اُس کے پہلے نازل ہوئی یعنی توریت مین یہ قصہ آیا تو قرآن مجید نے اس کتاب آسمانی کو سچا بتلایا پس قصہ سے یہ ثابت ہوا
کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے کیونکہ ایک امی بے لکھے پڑھے عربی پاک پیغمبر نے جسکی قوم مین کوئی عالم یا ذی علم نہ تھا ایسے ہزارون برس
پہلے کا واقعہ صاف صاف جیسا واقع ہوا تھا بیان کر دیا تو لامحالہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف سے وحی کے ساتھ بیان کیا اور اس سے
کتاب توریت کی بھی سچائی ثابت ہوگئی پر یہ بات غور کرنا چاہیے کہ جن لوگون نے شیطان کا وسوسہ قرآن کی نسبت قبول کیا انکی نادانی اس

حد تک ہو کہ اُلٹی بات مانی حالانکہ پہلی عبرت یہ ہونی چاہیے تھی کہ قرآن نہایت سچا کلام الٰہی ہے کہ اس کے معنوی مکارم و اخلاق و
معارف توحید کے علاوہ جو سابقہ کتب سماوی عبرانی و سُریانی میں ہے ایسا ہی بے پڑھے عربی فصیح نے بیان کر دیا پس یہ قرآن بنائی
بات نہیں ہے بلکہ جس طرح نبوت کا طریقہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے اگلے پیغمبر کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح یہ قرآن تصدیق توریت و انجیل ہے۔
اگر کہا جاوے کہ الذی بین یدیہ تو صیغہ واحد ہے اور تم توریت و انجیل دونوں لیتے ہو الذین تثنیہ چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہو کہ الذی
کے معنے میں دو چار جس قدر ہوں سب داخل ہیں جیسے اُردو میں کہو کہ جو کوئی کتاب اس سے پہلے اُتری اس کی تصدیق کرتا ہو تو ظاہر ہے
کہ اگر ایک اُتری ہو اُس کی اور دو ہوں اُس کی و زیادہ ہوں سب کی تصدیق کو حاوی ہوگا۔ اور میں کہتا ہوں کہ انجیل شامل کرنے کی
ضرورت اس وجہ سے یہاں نہیں ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر توریت فرض تھی صرف توریت میں سے بعض احکام مثل جہاد کے منسوخ ہوئے
وہ انجیل میں بیان کیے گئے اور یہ قصہ توریت ہی میں رہا پس تصدیق توریت کی ہوئی۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں توریت کا و انجیل کا کچھ پتہ نہیں ہو
اور اصلی توریت و انجیل دونوں گم ہیں اور جو لوگ یہودی و نصرانی ہونے کے مدعی ہیں وے کچھ کتابیں دکھلاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ یہ
انھیں توریت و انجیل کے ترجمے ہیں اور باہم ان ترجموں میں لاکھوں بلکہ کروڑ تک اختلاف کی نوبت پہونچی ہو لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں یہودی اپنے پاس اُس مخفی قصہ کو عرب کے درمیان ایک دفینہ خزانہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے قریش کو کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلعم سے یہ
قصہ پوچھو اور زعم یہ تھا کہ سوائے ہمارے خزانہ علمی کے کسی کو اس کی تفصیل سے کچھ بھی اطلاع نہیں ہے تو لا محالہ اگر پیغمبر نہ ہونگے تو عاجز ہونگے
اور یہاں آپ خاتم المرسلین تھے صلے اللہ علیہ وسلم پس وحی الٰہی سے آپ نے مفصل وہی بیان کی پس اس قصہ میں ایک مقام عبرت کا قرآن مجید
کی سچائی ہوئی کہ یہ خالص وحی ہو بات بنائی نہیں ہو بلکہ توریت کی تصدیق ہو کہ وہ بھی آسمانی کتاب ہو۔ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ اور یہ قرآن
ہر چیز کی تفصیل ہو بعض مفسرین نے کہا کہ ہر چیز سے یہ مراد ہو کہ دین میں ہر چیز جسکی ضرورت ہو اس میں بیان ہو کیونکہ دین کی باتوں میں سے کوئی
بات جو ضرور اس کا استناد خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ قرآن پاک سے ہو اور بعض نے کہا کہ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیوں
کے واقعات میں سے ہر واقعہ کی تفصیل ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ بہر صورت ظاہر لفظ عام سے مراد خاص ہے جیسے قولہ تعالے
واوتیت من کل شیء یعنی سبا کی شہزادی کا حال جب ہُدہُد نے سلیمان علیہ السلام سے بیان کیا تو کہا کہ وہ دی گئی ہے ہر چیز میں سے۔
یعنی اُسکے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جیسے ایک ذی دولت و ثروت کے پاس ہوا کرتا ہے ہر چیز اُس کے پاس ہے اور یہ غرض
نہیں کہ تمام مخلوقات آسمانی و زمینی میں جو کچھ چیزیں ہیں سب اس کو دی گئی ہیں اسی طرح قرآن پاک ہے بندگان حق عز و جل کے
واسطے خواہ وے عربی ہوں یا تمام روے زمین کے ہوں اُن کو ہدایت و رہنمائی ہے کہ رضامندی حق عز وجل کے ساتھ دوام بقا
و فلاح آخرت تک پہونچیں جن جن چیزوں کی ضرورت ہونی چاہیے ہر چیز اس قرآن پاک میں موجود ہے۔ اور اہل الحق نے کہا کہ قرآن مجید
کے واسطے ظہور و بطون ہیں پس جن لوگوں کی نظر ظہور اول پر ہو انکو کچھ علوم نظر آتے ہیں پھر جو لوگ ان سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں انکو ظہور
اول کا بطون یعنی دیگر علوم نظر آتے ہیں پھر اُنسے بڑھ کر بطون البطون جانتے ہیں علی ہذا القیاس میں کہتا ہوں کہ یہ بات اکثر لوگوں کی سمجھ سے باہر ہو
اسی واسطے حضرت شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے صریح نہیں بیان فرمائی تاکہ بے سمجھ لوگ انکار کر کے کافر نہ ہو جاویں البتہ اشارہ سے
بعض احادیث میں ثبوت ہوتا ہے لیکن عوام کو ایسے راز کے بیان میں انکار کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ [illegible] اس قدر بصیرت [illegible]
سمجھ نہیں سکتے لیکن یہ تو جانتے ہیں کہ عقل و بصیرت میں لوگوں کے درمیان فرق ہوتا ہے پس ایک دقیق فلسفی کی ایک بات کے الفاظ دوسرا [illegible]

یہی ہوتے ہیں جو گلستان و بوستان و دیگر کتب میں ہیں ولیکن گنوار آدمی یا ابتدائی طالب علم ان لفظوں سے گلستان سمجھ لیتا ہے مگر حکمت فلسفی کا
مسئلہ نہیں سمجھ سکتا فافہم۔ واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک اس کلام میں صریح یا اشارت سے یہ بھی داخل ہے کہ جو کچھ اختلاف یہود و
نصرانیوں نے ڈالا تھا اور اپنی کتابوں کی تحریف کر کے روایات میں صحیح واہی طرف سے بنائی ہوئی اور کسی خیال سے صحیح کو بگاڑ کر
دوسرے طور پر بنائی ہوئی سب کا مجموعہ لا کر تاریخ بنائی اور ہر ایک نے مختلف بنائیں حتے کہ صحیح واقعات سے جو عبرت و نتائج
حاصل کیے جاتے ان کے حاصل ہونے کی کوئی راہ نہ رہی اُن کا قرآن مجید میں تفصیل سے فیصلہ کر دیا اور جو کچھ حق تھا وہی ظاہر کر دیا پس
قولہ ما کان حدیثا یفتری میں یہ تعریض یہود یوں وغیرہ پر ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے تحریف کر کے افسانہ گڑھ لیا وہ قرآن مجید میں نہیں ہے
اسمیں کوئی بات مخلوط نہیں اور نہ افترا ہے۔ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ۔ ولیکن یا بلکہ تصدیق توریت و کتب سماوی ہے یعنی انکی تحریفات کو
ظاہر کر دیا اور جو کچھ سچ تھا اس کی سچائی ظاہر کر دی۔ وتفصیل کل شیء۔ اور ہر بات جسمیں اختلاف ڈالا تھا اسکا فیصلہ مفصل کر دیا۔ واضح ہو
کہ قرآن مجید کی صفت میں حق تعالے عز وجل نے فرمایا۔ ومہیمنا علیہ الکتاب یعنی توریت و انجیل پر شاہد ہے چنانچہ جو کچھ اہل کتاب نے تحریف کی
اور غرض نفسانی سے بدل ڈالا جب قرآن پاک اللہ تعالے نے نازل فرمایا تو تحریف بیکار گئی اور کھل گیا کہ سچ اسطرح ہے جیسا کہ قرآن مجید
میں مذکور ہے اور روایت صحیح میں ہے کہ اہل کتاب کی روایات کا حکم اسطرح دیا گیا کہ جو کچھ وے لوگ قرآن مجید میں متوافق بیان کریں وہ
صحیح ہے اور جہاں قرآن مجید سے مخالف بیان کریں وہ غلط ہے مثلاً جو رو والا مرد اگر زنا کرے تو یہودی توریت سے نقل کرتے کہ اسکو کاغذ کی
سیاہ ٹوپی پہنا کر جوتیوں کا ہار گلے ڈال کر گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھرا کر پھر چھوڑ دو حالانکہ یہ تحریف تھی اور وہی حکم تھا جو قرآن پاک میں ہے مع
سختی مزید کے اور تیسری قسم یہ کہ قرآن مجید میں وہ بات صریح تم کو معلوم نہوتی ہو اور یہودیوں نے توریت سے یا نصرانیوں نے انجیل سے نقل بیان کی تو
فرمایا کہ تم نہ اسکو سچ مانو اور نہ جھٹلاؤ کہ واللہ تعالیٰ اعلم شاید ہو۔ اور بات یہی ہے کہ اصل کتاب میں تو تحریف کر دی تھی اور یہ تحریف انھیں لوگوں نے
فقط نہیں کی بلکہ حالت یہ کہ بنو اسرائیل بارہ فرزند کی اولاد بارہ فرقے علیحدہ علیحدہ ہر بیٹے کی اولاد تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ ہر فرقہ اپنی نقیب کے ساتھ تھا پس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مدت دراز گذری حتی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ بھی
گذر گیا پھر تحریف کرنے کے اسباب پیدا ہوئے اور لوگوں میں نور ایمان کے بجائے تاریکی فسق و فجور کی بوجہ زنا کاری و سود خوری و باہمی
نفاق و بوجہ قتل کرنے انبیاء علیہم السلام کے قائم ہوتی گئی اور ہر فرقے نے اپنے پاس کے نسخہ توریت میں جہاں ضرورت ہوئی تحریف کی۔
خصوص جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہوا اور انھوں نے انجیل سماوی سے جو احکام بحکم الٰہی منسوخ ہوئے تھے بیان کیے تو اکثر یہودیوں
نے نرغہ کیا اور ہرگز نہ مانا یہاں تک کہ سوائے بنو اسرائیل کے بعض اقوام مسلمان ہوئے اور آخر ترقی شروع ہوئی مگر آپ کے اصحاب میں سے
ایک نے یہود کو مخبری کی اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا اور جس نے مخبری کی تھی اسی کے چہرہ پر اللہ تعالے عز وجل نے ایک ایسا
پردہ کر دیا کہ لوگوں کی نظر میں اُس کی صورت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نظر آتی تھی پس یہود نے سر بازار بادشاہ کے حکم سے پھانسی دیدی
اور سمجھے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سولی دیدی ہے اور یہی شخص تھا جو سولی پر چڑھائے جانے کے وقت چلاتا تھا کہ ایلی ایلی
لما سبقتانی (اے میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا)۔ اور عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے قبل آپ نے سب کو
مضبوط رہنے کی تاکید کی اور سو جانے کا حکم دیا پس مومنوں پر غنودگی طاری ہو گئی اور کافروں کی آنکھ نہیں لگی پھر اصحاب عیسےٰ
علیہ السلام میں تین فریق ہو گئے ایک نے کہا کہ وہ خدا تھا ہم میں سے بعض نے اسکو آسمان پر چڑھ جاتے دیکھا تھا دوسرے نے کہا کہ نہیں

یہ تو نہین ہر گروہ خدا کا بیٹا تھا لیکن ان دونون فریق مین دلی دشمنی نہ تھی کیونکہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم دونون آپ کی شان مین حقارت نہین کرتے ہین
اور تیسرا فریق کہتا کہ اللہ تعالے سے توبہ کرو اور توحید پر قائم رہو وہ اللہ تعالے کا رسول پاک تھا جو آدمیون کی طرح اللہ تعالے عز وجل کی قدرت سے
بی بی مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بدون باپ کے پیدا ہوا تھا جیسے آدم علیہ السلام بدون مان باپ کے اللہ تعالے عز وجل کی قدرت سے پیدا
ہوئے تھے اس فریق سے دونون گروہ کفار نے دلی دشمنی پیدا کرلی اور بدنام کیا کہ یہ فریق ان بزرگ کی شان مین حقارت گستاخی کرتا ہے آخر کار
دونون نے متفق ہوکر اس فریق سے قتال کیا بعض نے لکھا کہ یہ فریق بالکل قتل ہوگیا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انمین سے بہتیرے مارے گئے اور
باقی لوگ جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور آخر کو یہودیون پر غضب الٰہی آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی مغلوب ہوگئے اور نصرانی بادشاہ ہوگیا
اور بڑے عرصہ تک یہود نے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برابری کا دعویٰ کیا اور حضرت عیسے علیہ السلام نے تو بوحی الٰہی بعض احکام کا منسوخ ہونا
ظاہر کیا تھا اور یہودیون نے وحی شیطانی سے کتاب مین تحریف کی اور انتہا اُسکے زمانہ نبوت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک بہت کچھ پہونچگئی
اور رہے نصرانی تو جب انمین بادشاہ نصرانی ہوا اور اُس نے وہ اعتقاد کیا جو سوائے فریق موحد کے باقی دونون فریق کا اعتقاد تھا تو صحیح روایات
سے ثابت ہے کہ کئی ہزار نصرانیون موحد مسلمانون اور کئی سو عالمون کو قتل و قید و مار پیٹ سے اُس نے سخت مجبور کیا اور آخر کو ایک اتفاق نامہ
لکھا گیا کہ وہ اعتقاد ہو جو دونون فریق مرتدین کا ہے اور اس محضر پر سب کی دستخط ہوئے باوجود اسکے جو لوگ کہ دل سے اسلام و توحید پر تھے وے
جنگلون و پہاڑون مین رہے مگر آخر کو فنا ہوگیا اور انجیل مین اور نیز توریت مین بکثرت تحریف ہوئی اور جن امور سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ حضرت
عیسے علیہ السلام بندۂ خدا و رسول تھے انکو ایسے طور سے تبدیل کیا گیا کہ یہ بات باقی نہ رہے اور امانت کبری وغیرہ کتابین تصنیف ہوئین پس
یہ حال توریت و انجیل کی تحریفات کا شیخ امام ابن کثیرؒ و علامہ مفسر سیوطی و معالم وغیرہ کے متفرق افادات سے ملتقط کیا گیا ہے اور
مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی خود تاریخون سے ثابت ہے کہ اسکے واسطے دلائل جمع ہوئے ہین بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ جس کتاب کے
بکثرت نسخے پھیلے تھے اس مین ایسا ہونا دشوار ہے مین کہتا ہون کہ بادشاہ قسطنطین خود اسکا متکفل ہوا تھا اور کس اہتمام سے شرک کے
اتفاق پر محضر لکھوایا تو نسخون مین کیون یہ اہتمام نہوا ہوگا کیونکہ اسوقت تک ملک شام و یونان و بعض حصہ ملک مصر سے تجاوز نہوا تھا
علاوہ اسکے اصل کتاب کا وجود نہین ہے اور جسکا عبرانی مین ہونے کا زعم ہے وہ خود پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور ترجمہ قریب قریب سب مختلف ہین
اور خود نصرانیون کا قول ہے کہ کاتب سے پڑھنے مین غلطی ہوئی اور فرقہ انمین بہتر ہوئے اور کسی کے پاس اصل کا وجود نہین تو قول یہی صحیح ہے کہ
ان لوگون نے اپنی رائے سے خوب خوب جی بھر کے تحریف کی اور توریت مین منجملہ اسباب تحریف کے یہ کہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام
مین سے جس کسی کی نسبت زیادہ الزام ہوا اسکی اولاد نے تحریف کی بخیال حمیت کے جسکا منشا جہالت ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اب مین تفسیر کی
طرف رجوع کرتا ہون کہ حق سبحانہ تعالے نے قرآن پاک کی نسبت مشرکون کو وہم کرنے سے روکا بلکہ ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی سچائی خود وحی الٰہی
سبحانہ تعالے سے ظاہر ہے اسمین افترا باندھی ہوئی بات نہین بلکہ توریت و انجیل کی تصدیق ہے کہ سابق مین اللہ تعالے نے انکو نازل فرمایا تھا
اور انپر عمل کرنا فرض تھا اور اُنسے عبرت تھی اور یہ تصدیق بھی قرآن پاک سے ہوئی کہ یون ہی توریت مین تھا اگرچہ پیچھے لوگون نے تحریف
کی ہو اور قرآن پاک ہر تحریف کردہ و باقی مین تفصیل کرتا ہے پھر قرآن پاک سے عبرت حاصل کرنا انھین لوگون کے لیے ہے جو عقل رکھتے ہین
اور عقل یہی کہ ہوا و ہوس نفس سے پاک ہو کر فرمان حق تعالے عز وجل کا مطیع ہوجاوے اور اپنے نفس کی سرکشی کو روکے اور یہ سب بڑی مدد کا
کہ ایمان لاوے اللہ تعالے پر جمیع صفات جس طرح کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے لہذا فرمایا وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

یُؤْمِنُوْنَ اور یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے واسطے ایسی قوم کے جو ایمان لاتے ہین شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ نے اس آیت کی تفسیر
مین لکھا کہ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ مرسلین و انکی قوم کے واقعات مین کہ کسطرح ہم نے مومنون کو نجات دی اور کافرون کو ہلاک کیا ہے
اہل عقل کے لیے عبرت و نصیحت ہے اور یہ قرآن پاک سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے دوسرے کی طرف سے جھوٹ و بناوٹ نہین ہے
بلکہ تصدیق ہے اُن کتابون آسمانی کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہین پس جسقدر ان مین موافق تنزیل کے باقی رہا ہے اسکی تصدیق فرماتا ہے
اور جسقدر انمین تحریف و تبدیل کیا گیا ہے اور کسی غرض سے اہل کتاب نے انہین تغیر کیا ہے اُسکی نفی فرماتا ہے اور جو منسوخ ہوا اُسکو ظاہر کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل
ہے یعنی حلال و حرام و مکروہ و فرائض و واجبات و مستحبات و دیگر افعال روزمرہ اور امور جلیلہ جو آیندہ واقع ہون اور صفات آلہیہ جن کے ساتھ
شرک روا نہین ہے اور تنزیہ تبارک و تعالےٰ مخلوقات کی مماثلت و مشابہت سے مفصل بیان ہے اسی واسطے ہدے و رحمت ہے مومنون کے لیے کیونکہ
کفار تو شیطان کے کہنے پر چلتے ہین اور دیدہ و دانستہ نہین مانتے ہین اور مومنین عبرت حاصل کر کے گمراہی و عذاب سے بچتے اور پناہ مانگتے ہین اللہ تعالےٰ کی
جنت کے اُمیدوار دنیا و آخرت مین ہین ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہین کہ ہمکو بھی مومنین مین شامل کر دے اور اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا دے آمین
یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولے الالباب یعنی عارفین و محبین و متقین صادقین صابرین جو صاحبان احوال و اہل عقول
ہین انکے لیے ان قصص مین نصیحت و عبرت ہے کیونکہ اس مین نیکون کے مقامات کا اور جو حالت انکے لائق ہوتی ہے فراق و وصال و بلاء و امتحان و محبت کا
کلام وغیرہ سب کا بیان ہے پس اہل سعادت اگلون کی اقتدا کرتے ہین تاکہ فضل و رحمت آلہیہ سے اُنکے درجات و کرامات پر فائز ہون حضرت
امام جعفر صادق نے کہا کہ اولوالالباب وہ ہین جنکے اسرار اللہ تعالےٰ عز وجل کے ساتھ ہین۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ اہل عقل کے واسطے
عبرت ہے کہ نفس اُسکی خواہشین مقام امن و اعتبار نہین ہے شیخ اُستاد رحمہ نے کہا کہ بادشاہون کے واسطے عبرت سلطنت حضرت یوسف
علیہ السلام مین ہے کہ اسی طرح عدل و انصاف پھیلا دین اور لوگون کے ساتھ احسان کرین جیسے یوسف علیہ السلام نے کیا اور مثل اُن کے
عفو و کرم کرین اور اہل تقوے مثل اُن کے تقوے کرین اور نفس کی خواہش پر نہ چلین چنانچہ شدت بلا و موقع اشتہار مین سخت صبر کیا
نفس کو متحمل کیا تو اللہ تعالےٰ نے انکو دنیا و آخرت مین کس درجہ عالی پر پہونچایا اور عزیز کی جورو نے جب خواہش نفس کی پیروی کی تو کسطرح
مضرت و فقر و فضیحت اُٹھائی۔ اور مملوک عبرت حاصل کرین کہ کیونکہ سرداری فقط حرمت اور اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی طاعت کرتے مین
اور مانند اسکے ظاہری عبرت بہت ہین اور قولہ و تفصیل کل شیٔ الآیہ سے جملہ مقامات عرفان و کرامات تقوے و مقامات نفس و شیطان
و حالات عقل و صفائی قلب و مشاہدۃ الرحمٰن کا بیان ہے واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم تفسیر سورہ یوسف ختم ہوئی اور سورہ رعد شروع
ہے واللہ تعالےٰ الموفق۔

سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً

سورۃ الرعد مکیہ ہے اور وہ تینتالیس آیات ہین

اور بعضا کہتے ہین مدنیہ تینتالیس ۴۳ آیات کا ایک ہی قول مذکور ہے اور دوسرا قول ہے بعضا کہا کہ اس کے کلمات آٹھ سو پچپن ۸۵۵ ہین اور حروف
کی تعداد تین ہزار پانچ سو چھ ۳۵۰۶ ہے اور علماء مین سے بعض نے کہا کہ الٓمّر کو معلوم ہوا کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض کو دلائل سے پہونچا

کہ یہ مدنیہ ہے پس اول قول سعید بن جبیر و حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر تابعی و عبدالرحمٰن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و کلبی و مقاتل سے مروی ہے۔ شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے لکھا کہ یا تو سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ تعالےٰ ولایزال الذین کفروا الآیۃ و قولہ تعالےٰ و یقول الذین کفروا لست مرسلا الآیۃ اور یا سورہ مدنیہ ہے باستثناء قولہ تعالےٰ ولوان قرآنا سیرت بہ الجبال الخ دو آیت تک۔ اور بعض نے مدنیہ سے قولہ تعالےٰ ھو الذی یریکم البرق تا قولہ تعالےٰ لہ دعوۃ الحق بھی مستثنیٰ بیان کیا اور میرے استثناء کے یہ ہیں کہ مدنیہ ہو تو یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں یا مکیہ ہے تو مستثنیات مدینہ میں آکر نازل ہوئیں کیونکہ قرآن مجید حسب حال و ضرورت کے نجم نجم کرکے نازل ہوا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے ہر سورہ میں حسب ترتیب لوح محفوظ سے رکھا گیا و جابر بن زید سے نقل کیا جاتا ہے کہ آدمی کی موت حاضر ہونے کے وقت اُس کے پاس سورہ رعد پڑھنا بہتر سمجھتے تھے کہ میت پر سختی ہلکی ہوتی اور موت آسان معلوم ہوتی و دنیا سے وفات اُس کو گران نہیں ہوتی۔ اقول ظاہر انہوں نے کسی صحابی سے سنا ہو یا منافع سورہ ہذا میں یہ خوبی سمجھتے ہوں واللہ تعالےٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ آیات ہیں کتاب کی اور جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے و لیکن بہتیرے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں

اس سورہ مبارک میں اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنی توحید اُلوہیت و عجائب قدرت کی آیات عظیمہ کو ذکر فرمایا لقولہ تعالےٰ الٓمّٓرٰ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ اس کلام سے اُس کی کیا مراد ہے۔ یہی شیخ سیوطی رحمہ نے جزم کیا ہے اور یہی صحیح اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کی مراد سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا ولیکن مراد سے علاوہ کبھی معنے ہوتے ہیں تو بعض علماء نے ایسے معانی بیان کیے ہیں چنانچہ معالم وغیرہ میں ابن عباس رضہ سے لایا کہ اس کے معنے میں سے ہے کہ انا اللہ اعلم و اریٰ میں اللہ ہوں جانتا و دیکھتا۔ شاید خصوص اس موقع پر یہ معنے لیے کہ قرآن پاک جو نازل فرمایا اس کا نازل ہونا اور پیغمبر کا لوگوں کو پہنچانا اور لوگوں میں بعض کا ماننا و اکثروں کا کفر کرنا میں جانتا و دیکھتا ہوں اور مفصل کلام اس میں اول سورہ البقرہ میں گزر چکا اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ جو سورت ان حروف مقطعہ سے شروع ہوئی اس میں قرآن مجید کا انتصار ہے اور تحقیق بیان کہ اس کا نزول اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف سے حق ہے لہذا فرمایا۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ۔ مفسر شیخ سیوطی رحمہ نے کہا کہ یہ آیات کتاب کی آیتیں ہیں اور مراد یہ کہ سورہ میں جو آیات ہیں یہ قرآن مجید کی آیات قدیمہ ہیں اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور جو اُتارا گیا تیری طرف کو تیرے رب کی جانب سے وہ الْحَقُّ حق و صحیح ہے اور رب فرمایا رب العالمین اس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے۔ پس اول تو بیان کیا کہ یہ سورہ آیات قرآن مجید ہے اور اس میں بیان فرمایا کہ جو نازل کیا وہ حق ہے اور

ابن جریر رحمہ نے زعم کیا کہ واو زائدہ ہے یا عطف صفت بر صفت ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ مجاہد وقتادہ نے کہا کہ آیات الکتاب میں کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے چونکہ کتاب دراصل مصدر ہے تو دونوں کو شامل ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر کہا کہ قولہ والذی انزل یعطف ہے الکتاب پر اور لکھا کہ یہی صحیح اور موافق تفسیر مجاہد وقتادہ ہے اور توضیح اُس کی یہ ہے کہ تلک مبتدا اول ہے اور آیات مضاف اور الکتاب معطوف علیہ اور جملہ والذی انزل الیک من ربک مبتدا اور الحق خبر۔ یہ مبتدا وخبر ملکر عطف پس معطوف علیہ مع معطوف ملکر مضاف الیہ اور مضاف مع اسکی خبر مبتدائے اول ہوا اور مراد جملہ والذی انزل الیک الخ سے بعض قرآن مجید ہے اور معنے یہ ہوئے کہ یہ قرآن پاک یہ آیات جو تلاوت کیجاتی ہیں آیات ہیں کتاب اور اس چیز کی جو تیری طرف نازل کیا گیا جو حق ہے اور حاصل یہ ہوا کہ یہ سورہ مجموعہ آیات توریت وانجیل وحی موسے وعیسے علیہم السلام وقرآن وحی محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہے۔ اور سابق میں حضرت حسن بصری وغیرہ سے مذکور ہوا کہ قرآن مجید جامع علوم اولین وآخرین ہے اور کتب الٰہیہ سابقہ سب اس میں مندرج ہیں پس یہ تاویل بھی عمدہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر فرمائی ہے اور جو شیخ ابن جریر رحمہ نے اختیار کیا اسکے موافق یہ معنے ہوئے کہ یہ آیات جو تلاوت ہوتی ہیں آیات ہیں قرآن پاک کی جو کہ اُتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو کہ حق ہے اور اظہر وہ ہے جو شیخ سیوطی رحمہ نے ذکر کیا اور معالم میں اس کو ابن عباس رضہ کا قول۔ ذکر کیا ہے اور ظاہر اختیار امام بغوی رحمہ کے نزدیک وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحمہ نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ مقاتل رحمہ نے کہا ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلعم اس کو اپنی طرف سے کہتے ہیں پس اللہ تعالے نے اُن کو اس کلام سے رد کیا کہ جو قصص انبیاء ذکر ہوئے وہ اللہ تعالے کی طرف سے تنزیل حق ہے وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ولیکن اکثر لوگ یعنے مشرکین مکہ ایمان نہیں لاتے ہیں یعنی نہیں مانتے کہ یہ اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے ہے اسوجہ سے کہ ذرا بھی توجہ وغور نہیں کرتے ہیں ف فی العرائس قولہ تعالے عزوجل آلمرٓ۔ اللہ تعالے نے اپنے فعل خاص سے اپنے فعل عام پر تجلی فرمائی پس دونوں افعال کے درمیان سے حروف پیدا فرمائے اور اُن کو صادق اسرار صفات وذات قرار دیا اور انسے غیب کی اور غیب الغیب کی خبر بطریق اسرار بیان فرمائی پس الف میں اپنی ذات کے واسطے سر الوہیت رکھا اور اپنی انانیت توحید کا بھید کر دیا اور لام میں اپنی ذات کے لیے سر ازلیت اور سر لطف ظہور پاک بر صفت ازلیت ان لوگوں کے واسطے رکھا جو اہل عشق میں سے اہل التباس ہیں۔ اور میم میں سر محبت بہواے ازلیت رکھا اور را میں انوار ربوبیت رکھ کر اُس کو بندوں کے لیے آئینہ کر دیا پس اس سے لطائف صفات کا معائنہ اور روح ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں پس جب طلب الوہیت سے ارواح متحیر ہوئیں تو انوار ربوبیت میں عجز واستلاح کیا پس آئینہ حرف را سے اُس کی رحمت کا فیہ دیکھکر سکون پایا اور ہر چیز سے سواے اللہ تعالے کے جدا ہوگئیں پس الف صندوق الوہیت ہے جو انھیں بندوں کے لیے کھُلتا ہے جو توحید کے ساتھ قائم ہیں۔ لام صندوق نور ازلیت ہے انھیں بندوں کے لیے کھُلتا ہے جو عشق ومحبت میں ہر مخلوق حتے کہ اپنی جان سے بھی علیحدہ ہوکر والہ ہو رہے ہیں اور وہی اواہ وحلیم ہیں میم صندوق محبت ازلیہ ہے جو انھیں لوگوں کے لیے کھُلتا ہے جو اہل ایمان ومحبت ہیں۔ را صندوق نور ربوبیت ہے اور انھیں ایمان والے بندوں پر کھُلتا ہے جن کی نیت ومراد حق تعالے سے صرف ذات باری تعالے ہے شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ حروف میں سے کوئی حرف ہو یہی اس کی حالت ہے کہ ہر زبان ولغت میں اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح کرتا ہے اور ہر زبان میں حروف ہیں اور ہر حرف کے لیے زبان ہے اور یہ اللہ تعالے عزوجل کا ایک بھید اُس کی مخلوق میں ہے اس سے مفہوم زوائد اور اذکار کی زیادتی ہے۔

حارث محاسبی رح نے کہا کہ جب اللہ تعالے عز وجل نے حروف کو پیدا کیا تو انکو اپنی طاعت کی طرف بلایا پس انھون نے قبولیت کا جواب عرض کیا اور اسی کے موافق خطاب مین حلاوت ہوا اور حروف سب بصورت الف تھے لیکن اللہ تعالے عز وجل نے الف کو اسی صورت پر باقی رکھا اور واضح ہو کہ سنت آلہیہ ہو کہ ہر سورت کے اول مین بطور اسرار انسے کلام فرمایا اور اہل صلاح کو انکی استعداد کے موافق آگاہی عطا فرمائی۔ مترجم کہتا ہو کہ انمین سے شیخ شبلی و حارث محاسبی کے اقوال محل تامل ہین اور بیہقی نزدیک اسطرح بیان بھی شریعت مین کسیقدر رفتہ ہو لہذا ایسے اقوال کا ترک بہتر ہو واللہ اعلم۔ کفار مکہ نے جو بناوٹ قصص کا الزام لگایا اسکا جواب دینے کے بعد حق عز وجل نے اپنی توحید کی آیات کئی وجہ پر بیان فرمائی۔ وجہ اول قولہ تعالے پر غور کرنے کو ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اللہ وہ ہو جسنے اونچا اٹھایا آسمانون کو بغیر ستونون کے جنکو تم دیکھو پھر برابر ہوا عرش پر اور تابعدار کر دیا سورج

وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ

اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے اپنی مقرر مدت تک وہی سنوارتا ہو کام کو مفصل دیتا ہو نشانیان تاکہ تم اپنے رب کے ملنے پر

تُوْقِنُوْنَ ۝

یقین کرو۔

اول دلیل توحید کی مشرکون کو بتلائی کہ۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانون کو بغیر ستونون کے جن کو تم دیکھو۔ حاشیہ جمل مین ہے کہ عامہ قراء کی قرات عَمَد بفتحتین آمنی جمع ہے اور بعض نے اس کو جمع قرار دیا سراج مین کہا کہ عمد جمع عمود ہے یا جمع عماد ہے اور جمل نے کہا کہ ابو حیواۃ اور یحیی بن وثاب نے اس کو عُمُد بضمتین پڑھا۔ معنے عمود کے ستون اور عماد ٹیک۔ اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ آسمان سات ہین اول آسمان دنیا تمام زمین کی خاک و پانی ہمیت مجموعہ کو ہر طرف سے محیط ہے اور ہر سمت سے اس کا فاصلہ برابر ہے۔ اقول یعنے زمین گول ہے اور لکھا ہے کہ زمین مع ہوا کے اس کے اندر اسطرح بند ہو کہ جیسا انڈے کا چھلکا محیط ہوتا ہے اور ہر جانب سے آسمان تک پانچسو برس کی راہ ہے اور خود اس آسمان کا اونچان اندر ہی اندر پانچسو برس کی راہ ہے پھر اس پر دوسرا آسمان ان سب کو محیط ہے وہ اول آسمان سے پانچسو برس کی راہ پر ہے اور اس کے خود اونچان کی حالت پانچسو برس کی راہ ہے اسی طرح تیسرا و چوتھا وغیرہ ہین اور کرسی کی بڑائی اسقدر ہے کہ ساتون آسمان مع انکی چیزون اور جو ان کے درمیان متصل ہے اسی طرح ملا کر کرسی کے اندر ایسے ہین جیسے ایک وسیع میدان مین ایک چھلا پڑا ہو اور کرسی مع سب کے عرش کے سامنے ایسے ہین جیسے وسیع میدان مین ایک چھلا ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اور ایک روایت ہو کہ عرش کی عظمت و بڑائی سوائے اللہ تعالے عز وجل کے کوئی اندازہ نہین کر سکتا اور بعض سلف سے روایت ہے کہ عرش سے زمین تک پچاس ہزار برس کی راہ ہو اور اسکا قطر پچاس ہزار برس کی راہ ہو اور وہ سرخ یاقوت کا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحاح احادیث مین عظمت آسمانون و جنت و عرش وغیرہ کی ایسے صریح الفاظ سے نہین ہے کیونکہ اوہام بشری تجاوز نہین کرتے اور اگر متجاوز ہوئے تو غلط اخیالات باندھتے ہین اور مقصود انکے بیان سے اسوقت یہ ہے کہ محسوس مخلوقات کی بڑائی دیکھکر جو لوگ محسوس کو ماننے کے پابند ہین وہ اللہ تعالے عز وجل پر ایمان لاوین تو مترجم کہتا ہو کہ زمین مین سے ایک چہارم خشکی و باقی پانی ہو اور خشکی مین سے سب سے بڑی سلطنت روس کی ہو قریب ساتوان حصہ ہو زمین کا اٹھا سوان حصہ ہو گی اور آدمی زمین پر پہنچنگے سے بھی کم ہو اب

مخلوق کا یہ حال ہے کہ روس کی سلطنت اُنکی آنکھون مین بڑی اور اُس کا دبدبہ بڑا ہے حالانکہ وہ زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہے اور تمام
زمین سے آفتاب بہت بڑا ہے کہ زمین اُس کا (۱۰۰) سوان حصہ بھی نہین تو روس اُس کے تین ہزارھون مین سے کم ہے پھر دیکھو کہ آسمان کے
کشادہ میدان مین جسقدر جگہ آفتاب سے خالی ہے اس مین آفتاب کے برابر کتنے ہا سنگ آفتاب سما سکتے ہین تو تمام آسمان کی وسعت کے
سامنے روس بلکہ تمام زمین کا کوئی شمار نہین رہا اور فن حساب جاننے والے کو کسر نکالنے مین بھی سخت حیرانی ہے کیونکہ جب زمین ایک
رائی کے دانہ برابر بھی نہین ہے تو اسکے اٹھائیسوین حصہ کا کیا شمار ہے تو اب دیکھو کہ جس خالق عزوجل نے ہمارے سامنے آسمان پیدا کر دیا ہے
اُسکی بڑائی اتنی کہ ہم وہان نظر ہی نہین آتے بلکہ تمام زمین ہی نظر نہین آتی ہے تو اُس خالق عزوجل کی عظمت ہمپر اسقدر فرض ہے کہ اس کی
عظمت کے سامنے تمام زمین کے بادشاہون و فوجون اور تمام زمین کے درندون وآدمیون سمیت سب کی قدر ہماری آنکھ مین اتنی بھی نہونی
چاہیے جو نسبت زمین کو تمام آسمان کی بڑائی سے ہے پس دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ایسی وہ عظمت وقدرت والا ہے جسنے ایک آسمان نہین بلکہ سات آسمان پیدا
کیے اور انکو زمین سے اسقدر اونچا کیا کہ تمھاری نظرین کام نہین کرتی ہین کہ تم پانی کے اندر آسمانون کا عکس صاف دیکھتے ہو جیسے سورج وچاند کا عکس دیکھتے
ہو اور یہ جھوٹ مت کہو کہ آسمان کچھ چیز ہی نہین صرف تاریکی نگاہ کی ہے حالانکہ تاریکی کا عکس نظر نہین آتا ہے تو بالکل غلط ہے کہ یہ تاریکی ہے بلکہ
ضرور کوئی جسم ہے جسکا الٹا عکس مانند سورج چاند ستارون وغیرہ کے نظر آتا ہے باوجود اسکے اس زمانہ مین بعضے لوگون کا انکار کیا دیدہ و دانستہ ایسا
ہے کیا انکھین عقل کی کھو بیٹھین تو آنکھین بھی جاتی رہین اور کچھ عجب نہین کہ یہ لوگ بہت سی باتون سے یون ہی انکار کرتے ہین اللہ تعالیٰ عزوجل
مسلمانون کو اُن کے شر وفریب سے اس وقت مین کہ فتنہ پھیل رہا ہے بچاوے امام رازی رح نے کہا کہ اس مین بہت بڑی دلیل ان لوگون کے لیے
بھی موجود ہے جو حواس کے پابند ہین اسطرح کہ اتنے بڑے اجسام بیچ مین معلق ہین بغیر کسی ستون کے اور خود زمین اُنکے بیچ مین بلا ستون معلق ہے
حالانکہ انسان ایک ذرہ کو یون معلق نہین رکھ سکتا ہے تو ضرور خالق اُنکا اگر قادر ہے مختار ہے اور قاہر ہے کہ جسطرح اُس نے جس چیز کو چاہا
وہ اسی طرح قائم ہے اگر کہا جاوے کہ قولہ بغیر عمد ترونہا مین دلالت پائی جاتی ہے کہ ایسے عمود نہین ہین جنکو ہم دیکھین بلکہ ایسے عمود ہین
جنکو ہم نہین دیکھتے جیسا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ اہل کتاب سے روایت کی گئی کہ زمرد کا ایک پہاڑ بنام کوہ قاف ہے اسپر آسمان کا ستون
ہے۔ امام رازی رح وغیرہ نے اسپر اعتراض کیا اور چونکہ اہل کتاب سے بعض علماء اسلام نے بھی اُسکو نقل کر دیا چنانچہ معالم مین مجاہد
وعکرمہ وغیرہ کا یہ قول ذکر کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس ومجاہد وقتادہ وحسن وغیرہم سے روایت کی گئی کہ آسمانون کے
ایسے عمود ہین جنکو تم نہین دیکھتے ہو لہذا امام بغوی وغیرہ نے اسکے معانی سے سکوت کیا اور اسی قول کو اصح کہا جو اوپر مذکور ہوا ابن کثیر رح نے
کہا کہ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ زمین پر آسمان بشکل قبہ کے یعنی بغیر عمود ہے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رح سے مروی ہے اور یہی لائق سیاق
ہے اور خود دوسری آیت مین فرمایا۔ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ۔ پس ظاہر ہے کہ بلا عمود ہے اور قولہ ترونہا صرف تاکید نفی ہے
یعنے آسمان بلا عمود ہین تم خود دیکھتے ہو کہ عمود نہین۔ اور یہ معنی نہین کہ اُس کی عمود تمھارے دیکھنے کے نہین ہین اور ایسے ہین جن کو تم نہین
دیکھتے ہو۔ مین کہتا ہون کہ قتادہ رح سے دونون روایتین موجود ہین پس ایک تو انھون نے اہل کتاب کے قول کو بیان کیا اور دوسرا صحیح
قول بیان فرمایا۔ اور اگر ترونہا کو صفت قرار دیا جاوے تو زجاج رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کہ بیشک ایسے عمود ہین جنکو ہم نہین دیکھتے اور
وہ عمود قدرت الٰہی ہے کہ ہمنے ایسا مطلب بیان کیا ہو کہ آسمان محض قدرت وتسخیر الٰہی عزوجل سے مثل قبہ کے قائم ہین جیسے سورج وچاند ہین پس سلسلہ
آسمان جو نظر آتا ہے اُسپر اعتقاد کرکے علم کر لین یا نہین تو جواب یہ ہے کہ صحیح نظر آتا ہے اور اس سے انکار کرنا قریب کفر ہے۔ ترونہا۔ تو معلوم ہوا

کہ ہم لوگ اُسکو دیکھتے ہین اور محسوس سے انکار کرنا جہالت ہی۔ اور جس نے اس زمانہ مین تاویل کی کہ سمارے بلندی مراد ہی اس کا قول باطل و کفر ہے اس لیے کہ بلندی کے لیے عمود ہونا کچھ نہین اور وہ مرفوع نہین کی جاتی ہے کیونکہ جسم نہین ہے اور اللہ تعالے عز و جل نے فرمایا کہ اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ یعنے اللہ تعالے وہ قادر قاہر قوی و مختار ہی جس نے اونچا اُٹھایا سموات کو بغیر عمودون کے کہ اُن کو تم دیکھتے یعنے مثل قبہ کے بلند چڑھے ہوئے ہین مگر عمود نہین نہ تم دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر بیان فرمایا کہ وہ اللہ برابر ہوا عرش پر۔ علماء نے کہا کہ ثم کا لفظ کبھی تو چیزون کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان کی ترتیب کے لیے ہوتا ہی تو یہان اول معنے نہین ہین یعنے یہ غرض نہین ہے کہ پہلے آسمانون کو اونچا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا اس لیے کہ حق تعالے عز و جل جس طرح اور جس شان سے ہر مخلوق سے خواہ عرش ہو یا کوئی ہو پاک و مبائن موجود تھا ویسا ہی آسمانون و زمین و عرش وغیرہ پیدا کرنے کے بعد ہے اور ہمیشہ یکسان ہے کوئی مخلوق اُس کے مشابہ نہین ہے اور وہ قبل ہر شئے کے اور بعد ہر شئی کے یکسان ہی لیس کمثلہ شئی۔ اس کے مثل و مشابہ کوئی چیز نہین ہے تو بالیقین ہم جانتے ہین استواء علی العرش کے یہ معنے نہین کہ وہ تخت پر برابر ہو بیٹھا کیونکہ یہ تو جسم کا جسم پر قائم ہونا ہوا اور اللہ تعالے پاک ہی اُسکے واسطے کوئی طرف نہین اور نہ کوئی وضع و ہیات ہی اسلیے کہ طرف اور وضع و ہیات تو عوارض جوہر و جسم کے ہین پس فرقہ مجسمہ جس نے اُسکو جسم گمان کیا وہ بالکل گمراہ و ناپاک اعتقاد ہی اور یہ عقیدہ اگلے اہل کتاب یہود و نصاری کا بھی تھا اور تعجب ہے کہ نصرانی اب بھی اُسکے لیے جورو و بیٹا کہتے ہین نعوذ باللہ تعالے اللہ علوا کبیرا اور یہ قول ایسا ہی جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالے جوہر ہی یا عرض ہی کیونکہ تمام جو کچھ وہ دیکھتا و جانتا ہی وہ انھین دو قسمون سے باہر نہین ہی تو اُسنے اپنا قیاس و وہم دوڑا کر اللہ تعالے عز و جل کی نسبت بھی یہی گمان کیا حالانکہ اللہ تعالے تمام مخلوقات سے پاک ہی اور کوئی مخلوق اُسکو قیاس مین نہین لاسکتی۔ معتزلہ وغیرہ نے کہا کہ استوی کے معنے استیلا کے بھی آتے ہین جیسے قول شاعر ع لقد استوی بشر علی العراق ٭ من غیر سیف ودم مہراق ٭ یعنے مستوی ہو گیا بشر ملک عراق پر بغیر تلوار کے یا خونریزی کے۔ اس مین مستوی کے معنے مستولی ہو جانے و غالب آجانے کے ہین پس یہان مراد غلبہ الٰہی بحفاظت و تدبیر مخلوق ہی چنانچہ ثابت ہے کہ اللہ تعالے عز و جل عرش سے تدبیر فرماتا ہے وقال تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ یا استوی بمعنے متوجہ ہونا یعنے پھر عرش پر متوجہ ہو کر عرش کو مستوی کیا۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ نے کہا کہ عرش کا استواء صحیح ہی ولیکن اللہ تعالے عز و جل کی عظمت و جلال کی ایک صفت ہی اور جس نے یہان اپنے خیال و قیاس مین کوئی صورت باندھی اُسنے کفر کیا بلکہ جیسی اُسکی ذات پاک ہے ہر قیاس و گمان سے ویسی ہی اُس کی صفت بھی خیال و گمان سے باہر ہی جیسے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہی اور ظاہر ہی کہ قیاس یہان بیکار ہے کیونکہ مخلوق تو اندھیرے مین اور آڑ سے اور جسم کے اندر اور تہ کی چیز کو نہین دیکھتا مگر اللہ تعالے معدوم و موجود و ماضی و مستقبل سب دیکھتا ہے اسی طرح یہ صفت استواء ہی اور کہا کہ اسکی کیفیت مخلوق کے ادراک سے باہر ہی وہ اپنی شان کے لائق اس صفت پر ہی۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج و چاند کو كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى دونون مین سے ہر ایک چلتا ہی مقدار مقرر پر یعنے حکم الٰہی کی تحت مین یہ چیزین اپنا قابو نہین رکھتی ہین بلکہ جس طرح اُس نے چاہا اور حکم فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے جو وقت مقرر کر دیا ہی اسی پر چلے جاتے ہین اور باقی ستارے بھی اسی طرح مسخر ہین وقد قال تعالے والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ مسئلہ نجومیون سے آیندہ واقعہ پوچھنا۔ جواب یہ کہ پوچھنا حرام اور اعتقاد کرنا کفر ہے اور عرب کہا کرتے کہ مطرنا بنوء کذا۔ یعنے فلان ستارے سے مینہ پانی برسا تو حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ جس نے اللہ تعالے عز و جل کے حکم سے سمجھا وہ مومن ہے اور جس نے ستارے سے سمجھا

وہ کافر ہے۔ اور واضح ہو کہ جب اُن میں سے ہر ایک ستارہ ہو یا سیارہ ہو اللہ تعالےٰ کی قدرت میں مسخر ہے تو اُسی نے پیدا کیا اور مخلوق میں اسی کا
حکم جاری ہے پس رب وہی ہے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ روز سورج نکلے اور شام کو غروب ہو لیکن بندگان الٰہی عز و جل ہر روز
حکم الٰہی دیکھتے ہیں کیونکہ جو حکم اُس کا ہو گا وہی ہو گا اور ذو القرنین کے قصہ میں جو آیا کہ۔ وجدہا تغرب فی عین حمئۃ۔ ذو القرنین نے مغرب
میں سورج کو پایا کہ وہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اُس کے معنے بعضے جاہل نہ سمجھے اعتراض کیا کہ سورج کیچڑ میں ڈوبتا صحیح نہیں ہے اور
جواب یہ ہے کہ سورج آسمان پر اور حدیث میں ہے کہ زمین کے ہر طرف سے آسمان کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہے تو مراد یہ کہ ذو القرنین
زمین کے مغربی کنارے پہونچا وہاں دلدل تھی اور ظاہر ہے کہ سمندر کا کنارہ شروع ہوا تھا اور حدیث صحیح میں ہے کہ سورج ہر
روز عرش کے نیچے جا کر غروبی سجدہ کرتا ہے حکم پاتا ہے کہ اُسی رفتار پر طلوع ہو اور یہی حال اُس کا مشرقی کنارہ کے سجدہ میں ہو گا۔ اسی طرح
ہر ستارہ اپنے رب کے حکم کا مطیع ہے تو بندہ کو ہر وقت وہر حال میں اللہ تعالےٰ کی رحمت کا منتظر ہونا چاہیے اور بندہ کا وعدہ کہ کل کے روز
انشاء اللہ تعالےٰ یہ کرونگا۔ بلحاظ عادت آلٰہیہ کے ہے اسی واسطے انشاء اللہ تعالےٰ کہنا ضرور ہوا اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز سوائے
جن وانسان کے تمام مخلوق ہیبت میں ہوتے ہیں کہ قیامت آج قائم ہو یعنے بعد طلوع آفتاب کے اطمینان شروع ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ بعض
علماء نے قولہ لاجل مسمی کے معنے انتہاء مدت مقدرہ کے معنے لیے کہ قیام قیامت تک اور ظاہر یہ ہے کہ مطلق مدت مقررہ مراد ہے یعنے
ہر مختلف اوقات سے اُن کے منازل ودرجات مراد ہیں جتنے کمی بیشی روزانہ ہوتی ہے پس تدبیر الٰہی تعالےٰ سے ہر ایک حکم الٰہی کا تابع و
مسخر ہے۔ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ وہی اللہ تعالےٰ عز و جل ہے کہ تدبیر فرماتا ہے امر کی جو اُسکا امر ہے اُسی پر حکمت کا نظام ہے اور بعض نے کہا کہ امر عالم کی
تدبیر فرماتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور جب وہی تمام مخلوقات عرش سے انتہا تک بذات پاک وحدہ لاشریک تدبیر میں لاتا ہے تو رب و نیک
بندے اور فرشتے وجملہ مخلوق خود کچھ مختار نہیں ہیں بلکہ مسخر ہیں کیونکہ اگر اُسنے چاہا کہ زید عمرو کے ساتھ سلوک کرے تو عمرو اُس کے ساتھ
عداوت نہیں کر سکتا پس شرک کرنا چھوڑ کر توحید اختیار کرو لہذا فرمایا یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وہ صاف بیان فرماتا ہے نشانیوں کو۔ یعنے
اپنی توحید کی نشانیاں تم کو صاف صاف دکھلاتا ہے و بیان کرتا ہے اور تم خود جانتے ہو کہ عنقریب موت سے فنا ہو کر اسی کی طرف
رجوع کروگے کیونکہ جس نے اُن چیزوں کو مع تمہارے ایجاد کر دیا اور اُس کی قدرت وعظمت میں سب مسخر ہیں تو وہ جب چاہے تمکو فنا کر کے
دوبارہ جلاوے پس غور کر کے سمجھو۔ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ شاید کہ ان آیات کو دیکھکر تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین
لاؤ۔ یہ شک نہ کرو کہ جب ہم مٹی ہو گئے تو پھر کیا زندہ ہونگے کیونکہ تمام ذرات عرش سے زمین تک سب اُس کے حکم پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ
عز و جل نے بندوں سے انکی سمجھ پر کلام کیا حالانکہ حرف لعل امید کے لیے ہے پس اللہ تعالےٰ عز و جل جو چاہے وہ ہو وہاں اُمید
نہیں ہو سکتی و لیکن بندوں کی نسبت اُنکو اُمید دلائی کہ تمہاری طرف سے تم کو اُمید ہونی چاہیے کہ ان آیات کو دیکھکر ایمان سے مشرف
ہو۔ ف فی العرائس قولہ اللہ الذی رفع السموات الخ۔ عوام کو خطاب کیا کہ ہم نے آسمانوں کو بغیر علت کے بلند کیا اور عمود نہیں ہے اور
خاص بندوں کو خطاب کیا کہ بغیر عمد ترونہا یعنے آنکھوں سے دیکھنے کے عمود نہیں ہیں بلکہ تم کو بصیرت سے عمود نظر آتے ہیں اور وہ عمود
اُس کی قدرت قدیمہ باقیہ کے ہیں جس کی عظمت سے تمام مخلوق قائم ہے اور صفت کا دیدار وقت تجلی کے ممکن ہے جیسے آخرت میں دیدار
ذات صحیح ہے۔ قولہ ثم استوی علی العرش سموات اور ارواح بغیر ظہور عمود کے جو خلق کو نظر آویں مستقیم مسلسل از ازل برقرار قدم پیدا کیا پھر اسکے
انوار تجلی کا ظہور عرش قلوب پر ہوا۔ قولہ وسخر الشمس والقمر معرفت وعلم کو قلبی عرش سے روح تک جاری فرمایا جنمیں بسط وانقباض جاری ہے

اسطرح کہ عالم عقل میں با نوار مشاہدات ان کا بریان ہے اور اس سے عالم ارواح کی تدبیر وانتظام ہے و قولہ یدبر الامر یفصل الآیات امر تکمیل بشریت بصفات ملکوتیہ اور تفصیل معارف بانوار الیقین لعلکم بلقاء ربکم توقنون تاکہ مشاہدات آیات و تجلیات ذات بعبدیت ملکوتیہ سے حاصل ہوکر موقنین کے مرتبہ کو رسائی ہو کما فعل با براہیم علیہ السلام کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الیٰ قولہ لیکون من الموقنین ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ تدبیر امور موافق تقدیر ازلی ہے اور تفصیل آیات جریان قضا ہے تاکہ تمکو اپنی مجبوری میں یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ عز وجل وہی ان امور کو اور مختلف احوال کو تمپر جاری فرماتا ہے اور ضرور تم اسی کی طرف رجوع کروگے۔ قال المترجم اللہ تعالیٰ عز وجل نے اس مخلوقات آسمان و زمین میں عجائب آیات و لطائف معارف اور سب سے بڑھکر ذات انسان میں رکھے ہیں ولیکن کفار تو ان آیتوں سے سرسری گزر جاتے ہیں اور کچھ فکر نہیں کرتے اور مومنین اس سے یقین و تکمیل نفس حاصل کرتے ہیں چنانچہ قولہ افلم ینظروا الیٰ ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیٔ الآیہ اور قولہ کذلک نری ابراہیم الآیہ اور قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ و قولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق الآیہ میں فکر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے اور مومنین انہیں غور نظر سے دیکھتے ہیں پس بصیرت و یقین حاصل ہونے سے نفس کی تکمیل بدوام لقاء ہوتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بھی سماوی عظام مخلوق کو دکھلایا اور اپنے حکم کا مسخر ہونا بتلایا تاکہ انہیں خوف و فکر سے شرک و کفر سے باز آویں اور آیات الٰہیہ سے لقاء اللہ تبارک و تعالیٰ کا یقین کریں پھر مخلوق ارضی سے انکو دلیل بتلائی بقولہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ

اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جسنے کھینچکر پھیلا دیا زمین کو — اور پیدا کر دیے اسمیں بوجھ پہاڑ — اور نہریں — اور ہر ایک پھلوں سے پیدا کر دیے اسمیں — جوڑے

اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

دو دو — ڈھانکتا ہے دن پر رات — بیشک اس بیچ میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتے ہیں

وَهُوَ الَّذِي اور وہی اللہ تعالیٰ عز وجل ہے جس نے مَدَّ الْأَرْضَ پھیلایا زمین کو۔ المد کشیدن یعنے مد کے معنے کھینچنا۔ اہل تفسیر نے کہا یعنے طول و عرض میں اس کو پھیلا دیا پس تمام انسان و حیوان اسپر مستقر ہیں۔ ابن عطیہ رحمہ نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پھیلی ہوئی ہے مثل پاٹ کے اور گول نہیں ہے اور یہی ظاہر شریعت سے پایا جاتا ہے سراج میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں فرمایا کہ مد الارض اور کہیں فرمایا کہ دحاہا اس کو پھیلا دیا اور کہیں بسط سے تعبیر فرمایا اور یہ بھی اسی معنے میں ہے پس انہیں دلالت ہے کہ زمین مثل فرش کے پھیلی ہوئی ہے۔ رازی رحمہ نے کبیر میں کہا کہ اہل ہیات کے دلائل سے ثابت ہے کہ زمین مثل کرہ کے گول ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل کے کلام پاک سے ہیات والوں کا قول مخالفت نہیں کرتا اس لیے کہ جب کرہ بہت بڑا ہوا تو اسکے ہر ٹکڑے کو سطح سے مشابہت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ ان میں صحیح ہے کہ ایسے عظیم کرہ کا ہر ٹکڑا اسکے دیکھنے والے کو پاٹ کی طرح سطح معلوم ہوگا اور شیخ اعظم رحمہ نے کہا کہ مد الیسے پھیلانے کو کہتے ہیں کہ اس کی انتہا نظر میں نہ آوے اور منجملہ دلائل اہل ہیات کے خط استوائے زمین اور کرہ معدل النہار کے محاذات اور معلق رہنے کے لیے فلک کا ہر طرف سے انجذاب ہے تو گول ہوکر کشش برابر ہوگی پس قائم معلق ہوگی اور اس وقت کے بعض لوگ اس کی کشش آفتاب سے تصور کرتے ہیں مگر یہ بالکل بیہودگی ہے کہ اس سے ہر طرف سے کشش نہیں ہوسکتی جس سے وہ معلق ہو یا گول ہو جاوے یا الٹے اور جا ہو ذرا اکثی علم ہیات سے واقف ہو وہ قطعی یقین کریگا کہ ان لوگوں کا قول محض بے عقلی و حماقت ہے اور افسوس کہ مترجم کو یہاں استدراک طوالت کی گنجائش نہیں ہے مختصر یہ کہ قدماء اہل ہیات کی دلیل سے زمین کا گول ہونا تو ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر جانب سے یکساں کشش ہو نے سے

زمین یکجا ساکن ہے لیکن کرہ زمین کی ذاتی حالت یکسان نہین ہے کیونکہ کہین خشکی زیادہ ہے اور کہین پانی زیادہ ہے لہذا قادر قیوم عزوجل
کی حکمت بالغہ سے اسپر پہاڑ قائم ہوئے تاکہ کشش کی جہات وقوت وضعف کی راہ سے ہر طرف یکسان ہو اور اس مین مٹی کے بھاری
ہونے و پانی کے ہلکے ہونے کو دخل نہین ہے بلکہ جاذب کی قوت وضعف محاذات کی راہ سے ہے اور یہ مقامات صرف علم الٰہی مین ہین
اسی واسطے پہاڑون کے سلسلہ مین کوئی قیاسی انتظام نہین ہے بلکہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے علم پاک سے پیدا فرمائی ہین علمائے
ہیأت کے قول پر زمین گول ہے اور ظاہری اسباب و دلائل کی راہ سے وہ آسمان کے وسط مین معلق ساکن ہے اسوجہ سے کہ آسمان
گول ہر طرف سے اُس کو محیط اور ہر طرف سے کشش کیے ہوئے ہے اور آسمان اُس کے گرد متحرک ہے یا نہین و لیکن آفتاب وغیرہ متحرک
ہین اور عقلی دلائل پر اگر اعتماد ہو تو ان عقلا کے دلائل ایک عاقل متین جو طبعیات و ریاضیات سے ماہر ہو اقرب سمجھ سکتا ہے ورنہ اس زمانہ
مین جو لوگ زمین کو گول اور آسمان کو ندارد اور آفتاب کے گرد زمین کو متحرک کہتے ہین محض جاہلانہ حماقت کے دلائل لاتے ہین کہ جن کو
سوائے انھین کے مثل محدود دماغ والے بیوقوف کے یا گنوار یا بچہ کے جسکو علوم عقلیہ منطقیات قدیمہ و ریاضیات و طبعیات سے مہارت
نہو کوئی شخص تسلیم نہین کرسکتا بلکہ عاقل تو ان اقوال و دلائل کو نہایت حقارت سے دیکھتا ہے اور اسکو معجزہ حضرت خاتم المرسلین محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حدیث صحیح مین آیا ہے یاد آتا ہے کہ قرب قیامت مین تمام روے زمین پر نصرانی سب لوگون سے زیادہ ہونگے اور وہی
سب آدمیون پر غالب ہونگے اور فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین عقل سے دور بہرے گونگے روے زمین کے بادشاہ و حاکم ہونگے مترجم کہتا ہے کہ
اس سے یہ مطلب نہین کہ وہ کانون سے بہرے اور زبان سے گونگے ہونگے بلکہ مراد یہ کہ روح و عقل اُنکی بالکل تاریکی مین ہوگی اور چونکہ انکی
کثرت و بادشاہت بیان فرمائی تو اور اسے نورانی عقل کے انکا غلبہ تیزی حواس والی چیزون مین ہوگا جس سے وہ لوگون پر غالب ہوکر
بادشاہ و حاکم ہوجاوینگے چنانچہ جو اس کے متعلق اسقدر امور ہین سب مین اسوقت معائنہ و مشاہدہ کرو اور دیکھو کہ یہ پیغمبر صادق کا معجزہ تمھاری
آنکھون کے سامنے موجود ہے پھر کیا تم کو شک ہے اللھم ثبت اقدامنا علی الایمان والاسلام و توفنا مؤمنین سراج وغیرہ مین لکھا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ
عزوجل نے فرمایا وہی سچ اور صحیح ہے ایماندار کے نزدیک ہیأت والا ہو یا کوئی ہو سب مخلوق سے زیادہ سچ خالق عزوجل کا کلام ہے مترجم کہتا ہے
کہ یہ سچ ہے اور ہم ایمان لائے کہ جو واقعی حالت ہے اور جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا وہی صحیح ہے اور جہانتک کہ ظاہر مین ہمکو ہیأت
والون کا قول یا کسی کا جو مخالف معلوم ہوگا اور ہماری سمجھ مین آویگا اسپر ہم تدبر کرینگے لیکن اسقدر کہ جیسے عقلیات کا حال ہوتا ہے کہ باہم عقلا ہر
ایک ہی بات مین تخالف ہوتے ہین پس عقلی توجیہ درحقیقت ظنی ہوتا ہے اور قول الٰہی پر کہینگے اور رہی صدق خالص ہے اللھم اجعلنی من عباد
المؤمنین و توفنی اذا توفیتنی علی الایمان بحرمۃ حبیبک النبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور جان لو کہ عقلی دلائل کا مدعی ہو یا الٰہی اعتراضات پر زبان چلا
سکے کسی کی مجال نہین کہ اس مقام پر انکار کرسکے کہ ہو الذی مد الارض وہی اللہ پاک خالق ہے جس نے پھیلایا زمین کو یعنی زمین کا پیدا کرنیوالا
اس صورت پر یہ زمین موجود ہے وہی اللہ وحدہ لا شریک ہے اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا کردیا اور
قرآن پاک مین اصلی مقصود یہی ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ تمھارا رب وہ ہے جسنے یہ زمین تمھارے لیے پیدا کردی تم اس زمین سے کسقدر نفع اسکے فضل
سے اٹھاتے ہو اور کسطرح اُسنے اپنا فضل تمھارے وجود سے پہلے کردیا۔ وجعل فیھا رواسی اور پیدا کردیے زمین مین رواسی۔ راسیہ کی
جمع یعنی ثابت جما ہوا اور مراد پہاڑ ہین یعنی زمین مین پہاڑ جما دیے۔ وانھرا اور نہرین پیدا کردین جو اکثر پہاڑ سے جاری ہین اور نہر زبان عرب
مین دریا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو کہین زمین و اسکے ساتھ ان چیزون سے کسقدر عظمت قدرت الٰہیہ ظاہر ہے اور تم پر کسقدر بڑے

احسانات ہیں۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے جَعَلَ فِيْهَا پیدا کر دیے زمین میں زَوْجَيْنِ جوڑا اثْنَيْنِ۔ دو دو۔
جیسے شیریں و ترش اور سیاہ انگور و سپید انگور اور چھوٹا و بڑا پس تم ان ثمرات کو فضل الٰہی سے حاصل کر کے بھوک کی جگہ سیر ہوتے
ہو اور بیداری کی تھکان سے سوتے ہو۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانک لیا رات نے دن کو پس تمام روشنی پھیلی تھی تاریکی پھیل گئی اور
بیدار آدمی خواب میں چلا گیا گویا زندہ تھا مر گیا۔ مرد بیدار یاد الٰہی و شکر نعمت سے نورانی حالت لیے ہوئے خواب غفلت میں گیا۔
ہر ایک ثمر زمین کے پھل میں اور قلب کا ثمر یاد حق و توحید ہے تاریکی کفر ہے اور روشنی ایمان ہے اور ہر ایک کے مناسب ثمرات
ہیں کفر سے شرک و تاریکی و عذاب کے اعمال و غضب الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور ایمان سے توحید و نور و ثواب کے اعمال و
رحمت الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور عنقریب اس کے نظائر آتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ اس صنعت عجیب سے ہر چیز کی
پیدائش کہ صورت میں یکساں مگر ایک مثلاً میٹھا اور دوسرا کھٹا اور دن کے اوقات میں دن ہونا اور رات کی اوقات میں رات
ہونا کسی قادر قیوم کی قدرت اور اس کی تسخیر سے ہیں جس نے اپنی تدبیر و حکم سے انکو ان کے اسباب کے ساتھ پیدا کر دیا۔ إِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ بیشک اس میں نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ عز و جل کی توحید کی کہ کسی عقلمند و حاکم و فقیر و مالدار ہو تو وہ
کو کچھ بھی مخالفت کی طاقت نہیں ہے وہی اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے مگر یہ نشانیاں ایسی قوم کے لیے ہیں جو ان چیزوں میں فکر کرتے ہیں
کیونکہ جس نے ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھی وہ رب تبارک تعالیٰ کی توحید پر قائم ہوا۔ واضح ہو کہ آیت میں اشارات لطیفہ ہیں
چنانچہ انسان جو خاک سے مخلوق ہے جیسی نرم و شیریں و سیاہ و رتیلی و پہاڑی کا ہو گا ویسے اس کے اخلاق و عادات نرم و نافع و بے سود
و موذی و سخت وغیرہ ہونگے چنانچہ حدیث صحیح کے مضمون سے یہ ثابت ہے کہ اولاد آدم تمام روے زمین کی ایک مشت خاک سے پیدا
ہوئے اسی وجہ سے ان کی صورتوں و رنگ و عادات میں تفاوت ہے بہت انسانی خالق عز و جل کے حکم بجا لانے میں جسم خاکی کو پہاڑ
کی طرح دبائے رہے کہ وہ بجا آوری میں متزلزل نہ ہوا اور اس سے نیکی جاری ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاویں اور بہت اس کی اگر زمین کی
نعمتوں ہی پر منحصر رہی کیونکہ آرائش و سامان و اسباب و لذت طعام و فواکہ وغیرہ تمام چیزیں اسی زمین کی اصل برکات ہیں پس اگر
انہیں پر اس کی ہمت مقصور رہی تو شہوات میں کامل ہوا اور اصلی فطرت نورانی پر تاریکی چھا جائے گی اور ہونا غافل ہونا اگرچہ حکم الٰہی ہے تو
موت سے جو اعمال منقطع ہوئے اس کے عوض حکم بجا لانے کا پلہ برابر ہوا اور اگر شہوات و تن آسانی ہے تو موت و غفلت ہے اور آدمی اگرچہ
اصلی فطرت میں نورانی ہے لیکن پیدائش کے بعد جب خواہشوں کا زمانہ آتا ہے اگر خواہشیں غالب ہوئیں تو تاریکی چھا جاویگی پھر اگر اس کو
ازلی نور لاہی تو ایمان و توحید سے پھر منور ہو کر اصلی کمال کو پہونچیگا ورنہ تاریکی میں یہودی و نصرانی و ہندو وغیرہ ہو کر پست ہو جاوے گا
اور آیات الٰہی میں اہل فکر کو جو علوم نظر آتے ہیں اُن کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے اور خود اُن کی انتہا نہیں ہے واللہ سبحانہ اعلم۔ ف۔
و فی العرائس قوله وهو الذی مد الارض۔ قلوب اولیاء کو نور محبت سے پھیلایا اور معرفت اس میں رکھی کہ متزلزل نہیں ہوتا اور علوم
حقائق انسے جاری ہوئے و قوله ومن كل الثمرات جعل فيها زوجين اثنين۔ انواع مقامات و حالات میں قبض و بسط انواع ہیں و قوله ان فی
ذلك الآية۔ آیات الٰہی اولیاء ہیں جن سے نور توحید کا ظہور ہے جریری رح نے کہا کہ جنید رح کے جوار میں ایک شخص رہتا تھا جب آپ نے
انتقال کیا تو دفن سے واپس ہو کر اس نے مجھ سے کہا کہ نکتہ نافع یہاں سے اٹھ گیا اب میں تمہارے ساتھ اس کھنڈل میں نہ جاؤں گا۔
بعض نے کہا کہ فکر سے مراد یہ ہے کہ کسی دم آدمی تمام شہوات و خواہشوں حتی کہ اپنے تن سے بھی علیحدہ ہو کر حق عز و جل کی صنعت و قدرت کو دیکھے اور اسمیں

اپنے کسی امر کی منفعت یا مضرت کو سلجھنے تا آنکہ دے شیخ ابو عثمان ہارونی رح نے فرمایا کہ فکر یہ ہے کہ تدبیر کے وسوسہ سے قلب کو راحت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ میں لایا کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیونکر اللہ تعالے ایک دفعہ میں سب خلق کا حساب فرماویگا۔ جواب دیا کہ جیسے اب انکو ایک دم سے رزق دیتا ہے ایک دم میں ان کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمین کے گرد سمندر پانی کے بھرے ہوئے ہیں اور یہ دہ آسمان کے بیچ میں معلق لٹک رہی ہو مگر کوئی قطرہ ٹپک کر آسمان پر نہیں جاتا اور نہ نیچے کا قطرہ اوپر اور نہ اوپر کا نیچے آتا ہے اور نہ میٹھا سمندر کھاری میں ملتا ہو اور نہ مٹی اس پانی میں گلجاتی ہو اور نہ کنارہ اسکا کھل ہوجاتا ہو اور سمندر کا پانی بہت شور ہے مگر مچھلی زندہ رہتی ہے اور اگر انھیں بخارات سے مینہ کا پانی برستا ہے تو شور نہیں ہوتا۔ اب ان عظیم قدرت الٰہیہ کو دیکھو تو پھر تم کیوں اللہ تعالے واس کے رسول کے اخبار سے انکار کرتے ہو اور جب تم سے کہا گیا ہو کہ ڈرو اس دن سے کہ ہر شخص آفتاب میں بقدر اپنے جسوم کے پسینے میں ڈوبا ہوگا کوئی گھٹنے تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک تو تم انکار و بداعتقادی کے طور پر کہتے ہو کہ یہ تو تیچر کے خلاف ہے افسوس کہ تم نے اللہ تعالے عزوجل سے اسقدر کفر اختیار کیا کہ اسکی مخلوقات کی آیات سے بھی غافل ہو اللھم اھدنا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے جل شانہ نے فکر و غور کرنے کے واسطے قرآن پاک میں بہت جگہ تاکید فرمائی ہو ولیکن یہ فکر انھیں چیزوں میں ہے جن کی صورت قلب میں آوے لہذا حدیث میں ہو کہ اللہ تعالے عزوجل کی نعمتوں و مخلوقات میں فکر کرو اور اللہ تعالے جل شانہ کی ذات میں فکر مت کرو۔ اور توضیح یہ ہو کہ اللہ تعالے کی ذات پاک ہو کسی مخلوق کی مجال ادراک نہیں اور بعض اولیاء نے خوب کہا کہ جو کچھ تو اللہ تعالے میں خیال کرے وہ تیرے وہم کی صورت ہو اور اللہ تعالے اس سے پاک اور صفات الٰہی مثل اس کے پاک ذات کے وہم و خیال سے بالاتر ہیں ہاں اسقدر فکر ہوسکتی ہو کہ مثلاً اللہ تعالے عزوجل بصیر ہو اس سے کوئی ذرہ کسی وقت کسی مقام پر پوشیدہ نہیں ہو تو بندہ الٰہی کہیگا کہ سبحان اللہ کیا پاک پروردگار ہے کہ اسکا دیکھنا قیاس بشری سے باہر ہو کہ سمندر کی تہ میں سیپ کے اندر جو موتی ہو اور اس موتی میں ایک خفیف بھی پاسیل ہے وہ اس کو دیکھتا ہے اور میرے ہاتھ کی انگلی میں ہڈی کے اندر جو روغن ہو اسکو دیکھتا ہے اور میرے دل میں جو خیال ہو اسکو دیکھتا ہو اور ہر چیز کی ماہیت سے دانا ہے کیونکہ اسی نے پیدا کیا ہو پس اسقدر فکر صفات میں مضائقہ نہیں ولیکن اس سے زیادہ فکر میں گمراہی ہے کیونکہ وہ پاک ہے ادراک وہم و خیال سے اور جو قیاس کرے وہ تیرے قیاس کی بنائی صورت ہو اور اللہ تعالے عزوجل پاک ہے۔ رہا افعال الٰہی عزوجل یعنے مخلوقات میں اسکی صنعت عجیبہ و قدرت غریبہ کیونکر ہے پس یہ فکر محمود ہے اور ان میں آیات وحدانیت ہیں جن سے اللہ تعالے عزوجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے جل شانہ نے زمین کے قطعات اور کھیتی و میوہ جات میں دلائل قدرت بیان فرمائے

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ

اور زمین میں　ٹکڑے ہیں پاس پاس لگے ہوئے　اور باغ ہیں　انگور وں کے　اور کھیتیاں　اور کھجوریں کہ درخت میں ایک ہی جڑ سے نکلے　اور الگ الگ اگے

يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

سینچے جاتے ہیں ایک ہی پانی سے　اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو　بعض پر　کھانے کے مزہ میں　بیشک اس خلقت میں بہت نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے

يَعْقِلُونَ ۝

جو سمجھ رکھتے ہیں

اس کلام میں ایک ہی جنس زمین میں قدرت سے عجائب فرق رکھا کہ دیکھنے والے کو شک نہیں ہو سکتا کہ خالق عزوجل علیم وخبیر ہے
اور اسکی قدرت وحکمت اُس کے اختیار میں ہے اور بڑی چیزوں سے چھوٹی چیزوں تک سب کی تدبیر وہی فرماتا ہے اور سب میں مفصل
نشانیاں وہی رکھتا ہے تو مشرکین عرب وغیرہ کا زعم باطل ہوا کہ بڑے بادشاہ پر قیاس کر کے سمجھتے کہ ہمارا انتظام چھوٹے آلہہ کے
اختیار میں ہے جو ہمارے حال سے اللہ تعالیٰ عزوجل کو آگاہ فرمادیں اور ہمارے لیے اس سے دعا کریں اور ہمارا دنیا کا درجہ
بڑھادیں اور آخرت کے قائل نہ تھے پس پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمان وعرش نہایت اعظم مخلوقات کی پیدائش سے اُنکی آنکھیں کھولیں
اور فرمادیا کہ عرش سے فرش تک وہی تدبیر عالم فرماتا ہے اُسی کا امر ہے اسی کی خلافت میں جاری ہے اور ہر ادنیٰ مخلوق میں اسکی
نشانیاں توحید کی ہر روز تمہارے لیے موجود ہیں اور تدبیر اُسکی تسخیر قدرت ہے کہ ہر چیز اسکی قدرت کے قبضہ میں اُسی طرح مطیع وذلیل
ہے جیسے وہ چاہے پھر کسی کی پرستش مت کرو سوائے اللہ تعالیٰ عزوجل کے قال تعالیٰ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن الآیۃ
یعنے سجدہ مت کرو سورج کا اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کا جسنے انکو پیدا کیا اور فرمایا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ۔ یعنے
سورج اور چاند اور ستارے سب ذلیل مطیع ہیں اُسکے حکم کے غرضکہ کوئی مخلوق ہو ہر دم اُسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہے جو وہ چاہتا ہے
وہی ہوتا ہے پھر زمین وپہاڑ ودریا وسمندر میں عجائب قدرت ظاہر فرمائیں جنکے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے اُسکے کوئی خالق ومالک
ومدبر نہیں ہے اور کروڑوں بے انتہا جیونٹیاں لاکھوں جنگلوں میں گھر کیے ہیں اور سب اُسکے سامنے حاضر ہیں ۔ پھر تھوڑی زمین میں سے انکو
زمین کے ٹکڑوں وچھوٹی چھوٹی چیزوں میں قدرت کے دلائل دیئے تا کہ اپنی ذات میں قدرت آلہیہ سب سے کامل دیکھیں پس فرمایا ۔
وفی الارض قطع متجٰورٰت ۔ اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے مجاور یعنے باہم جوار وپڑوس میں پاس ہی پاس ہیں دیکھو کہ
انمیں تو کوئی زمین شیریں وپاکیزہ ہے پھر شیریں میں سے بعض میں میوہ اُگتا ہے اور بعض میں گیہوں وبعض میں موٹا اناج اور بعض مقام کا آم دوسری
جگہ سے عمدہ ہوتا ہے اور بعض انگور مثلاً کابل کا ہے کہ کہیں اور ویسا نہیں ہوتا اور جو میوہ کابل میں ہوتا ہے وہ یہاں نہیں پیدا ہوتا لیکن
کافر لوگ اسطرح نہیں دیکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہاں ایسی ایسی باتیں زمین پر ایسی ہیں موجود ہیں اور یہاں نہیں ہیں حالانکہ یہ خود قدرت ہے
کہ یکساں زمین میں وہاں یہ اور یہاں وہ اور پھر کس نے یہ کردیا کہ ایسی جگہ یہ پیدا ہوا اور ویسی جگہ نہ ہو ۔ بالجملہ ان متجاورات قطعات میں
جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے ہیں ایک پاکیزہ شیریں ہے بہت میوہ واناج اُگتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ملا ہوا دوسرا کونیا
کھاری ہے کہ نہ گھاس اُگے نہ کچھ ۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد وسعید بن جبیر و
ضحاک وبہت لوگوں سے روایت کی گئی ہے اور اس میں ان ٹکڑوں کے رنگ وکیفیت بھی داخل ہیں کہ متجاورات ہونے کے باوجود
ایک سُرخ ہے ایک سپید ہے ایک ملتانی مٹی زرد ہے دوسری سیاہ ہے اور ایک پتھریلی ہے ایک نرم ریتلی ہے ایک سخت چکنی ہے ایک
ہلکی ایک بھاری ہے باوجودیکہ سب ملے ہوئے ٹکڑے ہیں ایک کا آدھا عمدہ اور آدھا خراب ہے یہ صریح دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا قادر مختار
ہے جسطرح اُس نے چاہا پیدا کیا ہے اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ اسمیں کوئی حکمت نہیں ہے بلکہ بے انتہا حکمت وقدرت موجود ہے لیکن
حکمت اُسکی صفت ہے جیسے علم وقدیر اور صفت پاک تک رسائی مخلوق کے خیالات سے بالاتر ہے لہذا انمیں منافع وخوبیاں خیال کرو اور
اصلی حکمت کو حضرت خلاق علیم کے سپرد کرو ۔ واضح ہو کہ اس دار دنیا کہنہ وخراب کو اسطرح پیدا فرمایا کہ باوجود اختیار قدرت وعظمت کے تم
اسکی اصلاح وچوکور وبرابر وخوبصورت بنانے پر مت مستعد ہو بلکہ رزق کی منفعت حاصل کرنے کی غرض سے اُسکو چوکور کردیا مستطیل اور اُنکی

غرض بہشت کو کہ یہ دار محنت و فنا ہوا اور تمہارے لیے جو دار باقی و دائمی ہو اُس کی آرائش و خوبصورتی رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے
مثال اور انبیاء موسیٰ وعیسےٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بہت خوب بیان کر دی ہے پس یہ سرسری فکر ہے اور تم نے قدرت الٰہیہ عز سلطانہ
کو دیکھا کہ قطعات متجاورات میں یہ صنعت و حکمت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فقط قطعات متجاورات فرما دیا اور کچھ تفصیل نہیں
فرمائی اس لیے کہ اس سے ہر شخص واقف ہے اگر بحکم قولہ وکاین من آیۃ الآیۃ یعنے بے انتہا آیات آسمانوں و زمین میں موجود ہیں جن پر گزرتے
چلے جاتے ہیں اور منہ موڑے ہیں تو تنبیہ کر دی کہ یہاں غور سے قدرت الٰہی عز و جل کو دیکھو اور منہ موڑنا ان لوگوں کا عمداً نہیں تھا لیکن
چونکہ اسی لیے درجہ غافل بن گئے تو غفلت کی نحوست سے گناہ کیا یا کہ انہیں قطعات متجاورات میں ہر روز پھرتے اور سنوارتے ہیں مگر نہیں
دیکھتے کہ کیا قدرت کاملہ ظاہر ہے اور ان قطعات کے ہر ذرہ میں نمونہ قدرت ظاہر ہے لیکن عوام کی عقل کے موافق انکے متجاور پھر اسقدر
متفاوت ہونے پر تامل و قدرت دیکھنے کا اشارہ فرمایا پھر ان قطعات میں جو کچھ منفعت دینے کے قابل ہیں انکی پیداوار کا اشارہ فرمایا۔ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ
اَعْنَابٍ اور انگور کے باغ ہیں۔ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ اور کھیتیاں و باغ خرما ہیں۔ زرع بوجہ مصدر ہونے کے مفرد بمعنے جمع کافی ہے برفع
پڑھنا قراءت حفص و یعقوب و ابو عمرو و ابن کثیر رحمہم اللہ ہے اور باقیوں نے بالجر اسکو اعناب پر عطف سے پڑھا تو معنے یہ کہ اور باغ ہیں
جن میں اقسام کے درخت انگور و اناج و خرما کے ہیں۔ بیضاوی رح کی تفسیر میں ہے کہ دلیل توحید قادر مطلق الاختیار ہے کہ بعض قطع قابل
زراعت و بعض قابل درخت اور بعض کسی میوہ کے قابل اور بعض کسی دوسرے میوہ کے قابل اور ایک میں دوسرے کی منفعت نہیں
تو ظاہر ہے کہ قادر غالب نے ہر ایک کو قبضۂ قدرت میں اُس کی منفعت و اثر کے لیے مسخر کر دیا ہے کیونکہ یوں تو تمام قطعات کی طبیعت زمین
ہے اور باران وغیرہ اسباب سماویہ ہر ایک کو یکساں پہونچتے ہیں اور باران زمین کے سب قطعات کے ساتھ یکساں نظر رکھتا ہے اور
سب آپس میں گندھے و ملے ہوئے ہیں ولیکن کسی میں انگور ہیں اور کسی میں کھیتی ہے اور کسی میں باغ خرما۔ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ
ایک ہی جڑ سے کئی درخت متحد نکلے ہیں وہ صنوان ہیں اور مختلف جڑوں سے علیحدہ علیحدہ غیر صنوان ہیں۔ منہ قولہ علیہ السلام عم الرجل
صنو ابیہ۔ یعنے عباس رضی اللہ عنہ اپنے چچا کی نسبت فرمایا کہ اے لوگو آدمی کا چچا اس کے باپ کا صنو ہوتا ہے یعنے دونوں ایک ہی جڑ
سے پیدا ہیں۔ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ سینچے گئے ایک ہی پانی سے وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں
بعض کو بعض پر کھانے میں۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پھل میں باعتبار شکل و مقدار و خوشبو و مزہ کے بعض سے بعض بہتر ہوتا ہے پس یہ دلیل
ہے کہ پیدا کرنے والا ہر پھل تک کو اپنے علم و قدرت سے خاص صنعت پر پیدا فرماتا ہے اور چونکہ اکثر پھلوں میں مثلاً آم یا نارنگی کے
اعداد میں امتیاز شخصی کی ضرورت نہیں تو صورت میں یکساں ہوتے ہیں بخلاف آدمیوں کے جن میں ہر فرد کے دوسرے سے تشخصی امتیاز
کی ضرورت ہے تو ہر شخص کا تشخص دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہوتا حتی کہ ان میں امتیاز ہوتا ہے گو کیسے ہی مشابہ ہوں پس جب
ایک ہی جڑ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی پانی سے سینچے گئے یا دو جڑ سے ہوں مگر زمین واحد ہے و پانی ایک ہے تو اسباب و اصول متحد
ہونے کے باوجود یہ امتیاز ایک قادر مختار کی صنعت عجیب و قدرت غریب ہے واضح ہو کہ ابن عامر و عاصم و یعقوب نے یسقیٰ کو
بیاء تحتیہ پڑھا ای یسقی کل واحد مما ذکر یعنے سینچا گیا ہر ایک جو مذکور ہوا۔ اور نفضل بنون کو حمزہ و کسائی نے یفضل بیائے تحتیہ پڑھا یعنے
اللہ تعالیٰ عز و جل فضیلت دیتا ہے تاکہ قولہ یدبر الامر سابقہ کے موافق ہو یعنے جیسے وہاں تھا کہ اللہ تعالیٰ امر سے تدبیر فرماتا ہے اور ہر ایک کو اپنی
مشیت و حکمت کے واسطے پیدا کرتا و رکھتا ہے ویسی ہی یہاں تفصیل آیات کی صورت میں ضمیر غائب رکھی کیونکہ یہ ایک تفصیلی نشانی ہے تو جوڑ لا دیا کہ وہی

اللہ تعالےٰ ہے کہ باوجود جڑین و زمین ایک ہونے اور پانی ایک ہونے کے بعض پھلون کو بعض پر فضیلت دیتا ہے لیکن جس شخص کے قالب پر جانوروں کی خصلت چھائی ہو کہ سوائے کھانے پینے و محسوسات کے اُس کی ہمت معرفت الٰہی و ملکوت سماوی سے اعراض کرے اُس کو یہ علوم و نشانیان نظر نہ آوینگی - اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ بیشک اس سب مین جو مذکور ہوا ہے نشانیان ہین قدرت الٰہی کی ہین لیکن اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہین یعنی عقل سے فکر کا کام لیتی ہے - جاننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل نے تین قسم کی مخلوقات پیدا فرمائی ایک فرشتہ اور اُن کو صرف عقل دی اور خواہش کچھ نہین دی - دوم حیوانات جن کو صرف خواہش دی اور عقل نہین دی اور سوم آدمی جسکو عقل و شہوت دونون جمع فرمائین اور عقل و شہوت دونون مین جھگڑا ہے پس اگر آدمی نے عقل کی اطاعت کی اور نفس و شہوت کو مغلوب کیا تو وہ فرشتے سے افضل ہے کیونکہ فرشتہ نے اگر طاعت الٰہی و نورانیت و نیک اعمال کیے تو کوئی روک نہ تھا اور آدمی نے باوجود اپنی جان کی خود دشمنی کرنے کے طاعات و نیک اعمال کیے اور اگر اُس نے نفس و شہوت کی اطاعت کی تو وہ جانور سے بدتر ہے کیونکہ جانور نے اگر نفس و شہوت کی پیروی کی تو اس مین عقل نہ تھی پھر بھی صحیح ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ عز و جل کی تسبیح کرتے ہین باستثناء بعض جہنمی جانورون کے اور آدمی نے باوجود عقل کے شہوات کی پیروی کی پس جانورون سے بدتر ہوا - اس سے ظاہر ہوا کہ عقل اللہ تعالےٰ عز و جل نے ہر آدمی مین رکھی ہے لیکن عقل والے وہی ہین جو اپنی عقل کے تابع ہین اور اس سے اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت مین معرفت کا کام لیتے اور ثابت قدم رہتے ہین ! اور یہین سے معلوم ہوا کہ جانورون پر عذاب نہوگا اور موذی جانور جہنم کے لیے مخلوق ہین مگر نہ عذاب پانے کے لیے بلکہ عذاب دینے کے لیے لہذا جو شخص دنیا مین جہنمی ہونیکی صلاحیت پر ہوا اُسکو شیر و سانپ و بچھو کوئی آزار نہین دیتا بلکہ مطیع رہتے ہین اور کفار اسی سبب سے جانورون سے بدتر ہین چنانچہ حق تعالےٰ عز و جل نے فرمایا اولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ - اور فطری عقل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا یعنے دل و عقل ہے مگر اس سے سمجھتے نہین ہین اے رب ہمارے ہم کو اپنے فضل و ہدایت سے ایمان پر رکھیو اور ایمان پر وفات دیجیو تو پاک پروردگار ہے ہر چیز پر قادر ہے - ف واضح ہو کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمہ نے اپنی تفسیر مین امثال حدیث و آیات سے تشبیہ قلوب کی زمین سے ثابت کر کے اشارات ان آیات مین قلب سے قرار دی والحدیث قولہ علیہ السلام ان مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضا فکانت منہا طیبۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بہا الناس فشربوا منہا وسقوا وزرعوا واصاب طائفۃ منہا اخری انما ہی قیعان لاتمسک ماء ولاتنبت کلاء فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع راسا ولم یقبل ہدی اللہ الذی ارسلت بہ رواہ الشیخان وفی الحدیث ایضا الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ یعنی حدیث مین ایک بات تو یہ ثابت ہے کہ لوگو آگاہ رہو کہ مجھے قرآن مجید دیا گیا اور اُس کے ساتھ اُس کے مثل عطا ہوا یعنے وحی خفی سے جو احادیث آپ نے فرمائی ہین کیونکہ آپکا کلام ہوا و ہوس سے اس وجہ سے بالکل خالی تھا کہ صفت ملکیہ آپ پر پوری تھی بلکہ کسی بشر کو یہ کمال نہین دیا گیا اسی واسطے علماے اہل السنۃ نے جزم کیا کہ آپ ملائکہ سے افضل قطعی ہین اور عرش و کرسی وغیرہ سے بالیقین افضل ہین الغرض حدیث صحیح مین ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عز و جل نے جو مجھے علم و ہدایت دیکر مبعوث فرمایا تو مثال اس کی لوگون کے ساتھ ایسی ہے کہ جیسے ایک زمین پر باران کا پانی بہت کثرت سے نفع دینے والا برسا پس اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نہایت پاکیزہ زمین عمدہ تھا کہ اُسنے پانی خوب سینچ لیا اور سیراب ہو گئی پس اُس نے بہت گھاس و نباتات و میوہ اگایا اور بعض ٹکڑا صحرا تھا کہ اُس نے اپنے اندر پانی بہت سا

روک لیا پس اُس سے بھی لوگوں نے نفع پایا کہ پیا اور سینچا اور زراعت کی اور ایک دوسرے ٹکڑے کو یہ باران رحمت پہونچا گروہ ایک
چٹیل تھا کہ نہ پانی روک سکتا اور نہ نباتات اُگا سکتا پس یہ مثال ہے کہ جس نے دین الٰہی میں فقہ حاصل کی اور جسکو اللہ تعالیٰ نے
عز وجل نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس خود سیکھا اور دوسرون کو سکھلایا اور اُس کی جس نے اپنا سر نہ اُٹھایا اور جو ہدایت
میرے ساتھ بھیجی گئی ہے اسکو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری ومسلم میں کہتا ہوں کہ آپ نے دو قسمیں فرمائی ہیں ایک کفار ومنافقین ومشرکین کہ
جنھوں نے کفر کیا اور ایمان نہ لائے اور کچھ سمجھ نہ پائی بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے اور دوم وہ جو ایمان لائے پھر ان میں دو قسمیں ہیں ایک
تو عالم عامل جس نے سیکھا اور سکھلایا اور خود عمل کیا وہ قطعہ طیبہ ہے اور دوم جس نے اپنے اندر فقہ ومسائل جمع کیے اور لوگوں نے
اُس کے علم سے نفع اُٹھایا پس خلاصہ اس قدر ہے کہ زمین انسانی میں بعض قطعات علوم الٰہیہ سے سیراب ہو کر انگور وغیرہ اُگاتے
ہیں اور بعض دوسری طور کے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے ابر رحمت سے اُنکو ایک طرح کا پانی پہونچتا ہے اور بعض کے اعمال
دوسرے سے صورت میں مشابہ ہیں ولیکن اخلاص وحُسن اعتقاد کے ساتھ اعمال کے ثواب میں بہت بڑا فرق ہے اور ایک ہی ماں
باپ کی اولاد میں اسی طرح تفاوت ہے پس یہ قدرت خالق عز وجل ہے۔ اب میں لکھتا ہوں کہ شیخ رح نے عرائس میں کہا کہ قولہ وفی الارض
قطع متجاورات قلب محب متجاور قلب مشتاق وہ متجاور قلب عشاق اور وہ متجاور قلب والہ اور وہ عالم اور وہ عارف اور وہ موحدین سے
متجاور ہیں۔ پھر عارفین کے قطعہ میں خود قطعات متجاورات ہیں پس قطعات نفوس امارہ متجاور بعض بعض ہیں اقول یعنے شہوات متفاوت ہیں
کھانے کی شہوت عمدہ شربت ومسکرات کی شہوت وعمدہ کپڑے کی شہوات حتیٰ کہ خواہش کثرت نماز وروزہ کی کیونکہ اخلاص نہیں محض خالق عز وجل
کے حکم وحق کی فرمانبرداری کی نیت سے ہے۔ اور کہا کہ قطعات عقول متجاور بعض بعض ہیں وقطعات ارواح متجاورات ہیں اور قطعات اسرار ایک
دوسرے سے متجاور ہیں اقول یہ قطعات باعتبار صفات الٰہیہ کے متعدد ومتجاور ہیں اسی وجہ سے اولیا میں ہر ایک کے مقام سے دوسرا بے خبر ہے
ماسوائے ایک شیخ کے مریدین کے واللہ اعلم پھر لکھا کہ قطعات نفوس امارہ تو بالکل ویسا قطعہ ہیں اقول محض شہوات کا تخم اُن میں اُگتا ہے اور جیسے
کفار ومنافقین ومشرکین میں یہی قطعہ شور ہے۔ اور لکھا کہ قطعات عقول شیرین نباتات علم ہیں اور قطعات ارواح طیبہ معرفت ہیں اور
قطعات اسرار لطیفہ لطائف انوار ہیں یہ سب باہم متقارب ومتجاور ہیں۔ پھر لکھا کہ قطعات نفوس کی شہوت کے تخم سے اپنے حق میں کانٹے اُگاتے ہیں
اور قطعات عقول میں علوم فقہ وحدیث وتفسیر کے پھل ہیں اور قطعات ارواح میں شگوفہ ہائے معرفت پھولتے ہیں اور قطعات اسرار میں انوار
کواشف اُگتے ہیں قولہ وجنات من اعناب۔ اس شکر سے ارواح کو عشق حاصل ہوتا ہے اور اس میں زروع معرفت سے اناج عقول کو
ملتا ہے پس تربیت سے اہل ارادات انواع معاملات میں کامل ہوتے ہیں اور انھیں درختان خرمائے یقین کے میوہ جات سے اسرار کی
حیات ہے۔ قولہ صنوان وغیر صنوان۔ ایمان مع یقین وعرفان جو دلیلوں سے گڑھ کر نہ بنایا ہوا اور جو ابتدا میں آیات کے مشاہدہ سے تھا
اب آیات تجلیات ہیں اور یہ سب باران رحمت حق سے پانی پاتے ہیں قولہ تسقی بماء واحد۔ او تعالیٰ تمام مخلوقات سے پاک منزہ ہے
اسکی ذات تغیرات سے پاک ہے نہ وہ ایک عدد ہے اور نہ وہاں کثرت ہے وہ پاک فرد لاشریک ہے اُس کی الوہیت سے ہر ایک پر تجلی
ہو کر تربیت ہے اور صفات سے افعال پر ظہور ہے پس جب انوار صفات کے عالم فعل پر پہونچے تو ہر صفت سے نوع دل کا وجود ہوتا ہے پس
احوال پیدا ہوتے ہیں اگرچہ اصل پاک منزہ ہے کہ وہاں کوئی علت وتغیر نہیں ہے قولہ ونفضل بعضها على بعض في الاكل ثمر معرفت از محبت بالاتر ہے
اور محبت از ارادت۔ اور ثمر مراقبہ سے مشاہدہ اعلیٰ ہے اور یہ اشارات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ہیں کہ انکو سوائے عالم بندون کے جنکے عقول

میل کچیل شہوات سے پاک ہوں اور کوئی نہیں سمجھتا ہے۔ قولہ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون عقل مخلوق کے قلوب میں بکیل ہے کہ بدن کو عبودیت کی طرف لاتی ہے تاکہ اس باغ سے روح کے لیے قطعات مجاورات سے ثمرات معرفت ومحبت ومشاہدہ وقرب حاصل کریں اور جو شخص دیکھے کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کی عبودیت میں خلوص چاہتا ہے تو اولیا کے ساتھ اصل میں متحد ہوا اور جس کی خواہش ایک فانی چیز دنیا و اُس کی شہوات ہوں وہ عقل سے دور اور نفس وحواس کا مطیع ہوا اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تو ایک درخت سے ہیں پھر پڑھا قولہ وفی الارض قطع متجاورات الآیہ حسن بصری نے کہا کہ یہ مثل ہے آدمیوں کے دلوں کی واسطے چنانچہ زمین اللہ تعالے کے قبضہ قدرت میں تھی اس کی طینت ایک ہے پس اس کو بچھایا و پھیلایا پس بقدرت الٰہیہ اُس کے قطعات متجاورات ہوگئے پس اسپر بارش کا پانی آسمان سے نازل ہوا پس ایک قطعہ ہے کہ اپنے گل شگوفہ و نباتات اُگاتا ہے اور دوسرا قطعہ ہے کہ اپنی شوری و نمکینی و خبث و نالائق چیزیں نکالتا ہے حالانکہ دونوں پر باران رحمت یکساں برستا ہے اور اگر پانی شور ہوتا تو کہتے کہ یہ پانی کی طرف سے ہے یونہی اولاد آدم ایک اصل سے پیدا کی گئی اُنپر آسمان سے قرآن و ذکر نازل ہوا پس بعضے قلوب روشن و منور ہو کر خشوع و خضوع میں حاضر ہوئے اور اُنسے خلق کو بہت بڑا نفع پہونچا اور بعضے قلوب سخت و نالائق ہوئے کہ سوائے اُنکے بڑوس سے اذیت کے کچھ حاصل نہیں ہوا غفلت میں اہل حق پر جفا کرنا اُنسے پیدا ہوا۔ جنید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے آثار قطعات متجاورات سے بطور مذکورہ بالا ظاہر کیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خالق عز وجل کیسا قادر ہے اور کیسا قاہر کہ جسطرح اُس نے چاہا ہر ایک سے وہی ظہور ہوتا ہے۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ ارادت میں رنگ برنگ تغیر نہیں بلکہ مرادات میں ایسا ہے جیسے پانی ایک ہے اور درخت و پھل میں تفاوت ہے اقول یہاں سے سمجھ میں آیا کہ رحمت الٰہیہ عام مخلوقات کے لیے ہدایت کی یکساں ہے و لیکن کسی میں ثمرات نیک و سعادت ہیں اور کسی میں اس سے اور زیادہ آثار شقاوت ہیں۔ اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ کافروں کے حق میں خسارت بڑھاتا ہے کیونکہ یونہی زمین میں گل بوٹے کے درخت نکالنے سے اسمیں کوڑا زیادہ بڑھ جاویگا واسطی رحمہ نے کہا کہ جس نے کسی امر مقدور میں کہا کہ یہ کیونکر ہوگا تو اُس کے دل میں قدرت الٰہیہ سے تنگ ہے اور تمام مخلوقات کو وقطعی ان اسباب سے مخلوق سمجھتا ہے حتی کہ جہاں سبب اُسکے اوہام سے بڑھا ہوا ہوتا ہے وہاں کیفیت پوچھتا ہے اور علت اپنی سمجھ میں سما جانے والی ڈھونڈھتا ہے حالانکہ اس کی جنت ضعیف کو یہ وسعت کہاں سے حاصل ہے کہ صفات الٰہیہ میں سے کسی صفت کو محیط ہو جاوے اور ربوبیت الٰہیہ ثابت کرنے کے لیے علل و اسباب ڈھونڈھتا ہے اور ہرگز کسی وہم میں نہ گذرے کہ کوئی بات جہان میں بغیر ارادہ الٰہیہ واقع ہوتی ہے وہی چاہتا ہے موت و حیات و اندھیری اور روشنی اور اسکے ارادہ میں تغیر نہیں ہر یوں ہی جو ارادہ اُسکا ایمان و کفر سے متعلق ہے وہ متغیر نہیں ہوا اور یہ مضمون نبی صلعم سے روایت کیا گیا ہے کہ سابق وہ ہے جسے اللہ تعالے نے اسکے علم و ارادہ میں لیا پس اللہ تعالے نے اپنے صنائع قدرت و حدانیت بیان کر کے آگاہ فرمایا کہ یا سعادت نہیں اس کو نفع نہیں بقولہ تعالے

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور اگر تو تعجب کرے تو عجیب ان کافروں کا یہ قول ہے کہ کیا جب ہم خاک ہو گئے تو کیا ہم نئی پیدائش میں ہونگے یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے

كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ

کفر کیا اپنے رب کا اور یہی ہیں کہ طوق ہیں انکی گردنوں میں اور یہی ہیں دوزخ والے وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اس مین رہ پڑے

وَاِنْ تَعْجَبْ اور اگر تو تعجب کرتا ہے یعنے با وجود ایسے ظاہری دلائل قدرت کے توحید کی تعلیم کرنے مین کافر لوگ جو تیری تکذیب کرنے لگے حالانکہ تو ان مین نہایت سچا وامانت دار مشہور تھا پس تو تعجب کرتا ہے کہ کیونکر ایسی صورت مین کہ صریح دلائل موجود مین مجھکو جھٹلاتے ہین۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ تو اس سے زیادہ لائق تیرے تعجب کے انکا یہ قول ہے ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم ہوگئے خاک یعنے جب ہم دنیا مین زندگی بسر کرچکے خواہ اسطرح کہ اپنی خواہشین اچھی طرح پوری کرتے رہے اور جسکو ہم عزت وثروت وخوشی کے ساتھ جینا سمجھتے ہین اسطرح زندگی کے دن گذارے یا جسطرح تم کہتے ہو کہ اکثر نفس کی خواہشون سے پرہیزگاری وتقوے اختیار کرو اسطرح نفس امارہ کو مارکر زندگی پوری کی اور مرکر خاک ہوگئے تو کیا ایسا ہو جانے کے بعد۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ پھر کیا ہم نئی پیدائش مین ہونگے یعنے دوبارہ تمھارے قول کے موافق ہم زندہ ہونگے کیونکہ مرکر خاک ہو جانے کے بعد کیا کوئی زندہ ہوسکتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ومومنون کو تعجب دلایا کہ یہ جاہل اس قدر نہین جانتے کہ جس نے ان مخلوقات عظام وصغار اور اُن کو بغیر کسی سابق نمونہ کے پیدا کردیا اور اُس کی قدرت وصنعت اوہام سے بڑھکر بزرگ ہے تو اس پر دوبارہ مثل سابق کے پیدا کردینا کیون دشوار ہوگا بلکہ یہ تو نہایت صریح ہے کہ دوبارہ پیدا کردینا بہت آسان ہے پھر کسقدر تعجب کے قابل انکی گفتگو ہے۔ سراج مین ہے کہ یہان دو مقام پر دو ہمزہ جمع کردیے ہین اور قرارت مثل ءانذرتهم کے مع جانب تکرار مین وجوہ وترکیب کے متعدد مین اور لکھا کہ ایسا گیارہ مقام پر نو سورتون مین ہوا ہے چونکہ کرر ہی تو بائیس ہوگئے اور یہ ایک اس سورہ مین اور دو اسرا مین اور ایک مومنون مین اور ایک نمل مین اور ایک عنکبوت دا ایک سورہ سجدہ اور دو صافات وایک واقعہ اور گیارہوان والنازعات مین ہے اسکا حاصل تیرا انکار تو عجب ہی کیونکہ تو کھلی دلائل سے انکی بھلائی کی بات انکو سمجھاتا ہے اور تجھکو صادق امین جانکر اب انکار وتکذیب کرتے ہین مگر اس سے زیادہ تجھکو تعجب اس امر پر ہونا چاہیے کہ ابتدائی پیدائش کے دلائل قاہرہ دیکھکر دوبارہ قدرت پیدائش سے منکر ہوتے ہین اور اپنے خالق عز وجل کے لقارے ناامید ہین۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی لوگ ہین جنھون نے کفر کیا اپنے رب سے مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے عز وجل کی قدرت وبعد موت کے پیدائش وغیرہ سے انکار کرے وہ کافر ہے اور انکی سزا بیان فرمائی بقولہ۔ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ یہی لوگ ہین جن کی گردنون مین طوق ہونگے۔ یعنے قیامت مین عذاب جہنم مین آگ کی زنجیرون سے گردنون مین طوق آگ کے اور پاؤن مین بیڑیان آگ کی ہونگی۔ یا یہ معنی ہین کہ ان لوگون کی گردنون مین طوق ہین یعنے گمراہی وبدبختی کے طوق انکی گردنون مین ہین یہ لوگ اُنسے رہا نہین ہوسکتے ہین۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ آگ والے ہین یعنی دوزخی ہین۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وے اسی مین رہ پڑے کبھی دوزخ سے جدا نہون گے اور ضمیر ہم فاصل لانے سے انحصار وتاکید ہے کہ خلود وہمیشگی انھین کے لیے ہے مسئلہ۔ حدیث مین صحیح ہوا کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے نعوذ باللہ منہ ولیکن بقدر مشیت آلہی کے عذاب اٹھاکر جہنم سے رہا کیے جاوینگے اور نہر حیات مین غوطہ دیکر مثل موتی کے داخل جنت کیے جاوینگے اور درمیان مین شفاعت انبیا ومومنین وملائکہ سے بہت گنہگار نکالے جاوینگے مسئلہ اس زمانہ مین جس شخص نے زعم کیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین سے کوئی دوزخ مین نہ جائیگا اس نے مانند یہود ونصارے کے کفر کی ہوس پھیلائی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وان تعجب

فعجب الآیہ۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحر توحید مین مستغرق اور عیان توحید دیکھتے تھے تو جو شخص آپ کی رسالت سے انکار کرتا اور کلام الٰہی مین جو تعلیم توحید ہے انکار کرتا حالانکہ آپ سے خود آیات قدرت و توحید الٰہی ظاہر تھے تو آپ تعجب کرتے اور اس سے کیون تعجب نہو کہ عقل و نظر والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین شواہد ملکوت و جبروت مشاہدہ نہ کرے حتی کہ جمادات و حیوانات تک نے آپ کی صدق رسالت کی گواہی دی چنانچہ صحاح احادیث مین نہایت کثرت سے موجود ہے نمونہ اس کا یہ ہے کہ سنگریزون نے ابوجہل یا اُس کے بھائی کی مٹھی مین گواہی دی کہ محمد اللہ تعالے کے رسول ہین لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درخت مین پھاڑتا ہوا قریب حاضر ہوا اور گواہی دیکر اپنے مقام پر چلا گیا اور پہاڑ و پتھر و سنگریزے اور درخت جدھر جاتے سلام کرتے اور شہادت دیتے اور ایک جوان انصاری کے اونٹ نے آپ سے اپنے مالک کی سختی کی شکایت کی اور اونٹ نے سجدہ کیا اور مانند اسکے نہایت کثرت ہے پھر عقل والے کیونکر کفر کرتے تھے اس سے آپ کو تعجب ہوا کہ سبحان اللہ تیری کیا قدرت ہے کہ کسطرح تو نے مخلوق کو قبضۂ تسخیر مین مسخر فرمایا ہے پس اللہ تعالے عز و جل نے آپ کو زیادہ تعجب کی طرف ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کی آیات موت و حیات دیکھ کر پھر تبدلی آفرینش کے قائل وانہتا مین منکر ہین حالانکہ وہ تو بہت ہی آسان ہے اور خود اپنی ذات مین ہر لحظہ ہزار بار آیات الٰہی مشاہدہ کرتا اگر چشم بصیرت سے نہین دیکھتا ہے ہر ساعت مین کتنی مرتبہ مرتا و زندہ ہوتا ہے چڑھی سانس موت ہے اور اندر اُتری حیات ہے مگر نہ موت سے حیات دیکھتا ہو نہ حیات سے موت ولیکن حق عز و جل سے عجب نہین کہ جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے مردود کرتا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عجب یہ کہ تو تعجب نہ کرے و قال اللہ تعالے ان تعجب فعجب قولہم پھر ان کافرون کے انکار پر جو سخت ناہنجار تھے حق تعالے عز و جل نے فوراً بلا مہلت عذاب نہ فرمایا لیکن انھون نے خود مانگا اسپر کمال حلم سے درگذر فرمائی حالانکہ ان لوگون کی سخت حماقت اسی سے ظاہر ہے کہ وہ بھلائی چھوڑ کر بُرائی مانگتے تھے اور عذاب سے ہلاک ہونے والے خود عاد و ثمود نمونہ تھے قال تعالے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ

اور جلدی مانگتے ہین تجھ سے بُرائی کو پہلے بھلائی سے اور بیشک ہو چکے ہین ان لوگون سے پہلے انکی مثل عذاب کے واقعات

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور بیشک تیرا رب البتہ مغفرت والا ہے لوگون کے لیے اُنکے ظلم پر اور بیشک تیرا رب البتہ

لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

سخت عذاب کرنے والا ہے

واضح ہو کہ مشرکین باوجود کمال شفقت سے رہنمائی کرنے اور مکرر سمکرر وحدانیت کے آیات و معجزات دکھلانے کے بُت پرستی پر جمے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلعم سے دشمنی کرتے اور سمجھتے کہ اس مین بتون کی مدد کرکے انکو راضی کرتے ہین اور سخت کہتے کہ ائتنا بعذاب الیم۔ اور اپنے اعتقاد پر آخرت و عذاب سب باطل سمجھ کر دعا کرکے کہتے کہ اللھم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم الآیہ۔ اور قولہ قالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب۔ اور قولہ فاسقط علینا کسفا من السماء الآیۃ۔ غرضکہ عذاب مانگتے اس شمر دایرکہ دین توحید حق ہو پس اللہ تعالے نے عز و جل فرمایا آیات توحید انکو تعلیم مین جن سے توحید صاف ظاہر ہے کہ

پھر ان کے انکار قیامت وحساب پر تعجب دلایا اور اب انکو ارشاد فرمایا کہ مہلت کو غنیمت سمجھیں نہ کہ عذاب مانگتے ہیں فقال وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ اور کافر لوگ جلدی عذاب آنا تجھ سے طلب کرتے ہیں قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی سے پہلے۔ یعنے جب تک عذاب نازل نہیں ہوا ہے یا موت کی مہلت سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو عذاب کی حالت سے بھلی حالت میں ہیں تو اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی تجھ سے اپنے لیے بُری حالت یعنی عذاب مانگتے ہیں۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ جمع مثلہ بفتح مثلثہ وضم آن مانند صدقہ وصدقہ بفتح دال وضم آن بمعنے عذاب کیونکہ گناہ کا عوض برابر کا ہے پس مثل گناہ کے ہے اسی واسطے قصاص کو مثال کہتے ہیں۔

بیضاوی رحمہ نے کہا کہ مثلات بضم اول جمع مُثلہ بھی شاذ قراءت ہے ابن الانباری رحمہ نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات جنکا اثر سزا یافتہ میں پیچھے عیب کے طور پر باقی رہے۔ اور بعض نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات کہ سزا یافتہ کی ایک مثال قائم کر دیں تاکہ پچھلے ایسی حرکت سے باز رہیں۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ مثلات عقوبات یعنے اگلی اُمتوں میں جو عذاب الٰہی تم سے پہلے گذرا اور ایسا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ المعنے اور حال یہ کہ ان لوگوں سے پہلے عقوبات گذر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ زمانہ عافیت کو غنیمت نہیں سمجھتے اس کی مدت گذرنے سے پہلے تجھ سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اپنے نزدیک جہل سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ واقع نہ ہوگا پس دلیری کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اگلی اُمتوں پر عقوبات ہو چکی ہیں جو انکی عبرت حاصل کرنے کو کافی تھیں تنبیہ۔ اگلوں نے عقوبت نہیں مانگی اور نازل ہوگئی اور کفار مکہ نے طلب کی اور حلم سے درگذر فرمایا تو اس امت پر رحمت مزید ہے اور ان کافروں میں سے بہتوں کے حق میں ایمان مقدر تھا اور بہتوں کی پشت میں مومنوں کا نزول تھا پس اُن کی دلیری سے ڈرایا کہ اگلوں سے عبرت حاصل کریں۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک تیرا رب ان لوگوں کو انکے گناہوں یا شرک پر مغفرت کرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرکوں سے تجاوز کرنے والا ہے جب کہ ایمان لاویں۔ یہ تاویل اسوجہ سے کہ مشرکین کے لیے مغفرت نہیں ہے جیسا کہ قطعی آیات سے ثابت ہے تو یہاں مراد یہ ہے کہ بشرط توبہ انکی مغفرت کرنے والا ہے اور اصح یہ ہے کہ مغفرت سے مراد یہاں مہلت و تاخیر عذاب ہے کیونکہ مغفرت درگذر کرنا اور یہ اسطرح بھی ہو سکتا ہے کہ تاخیر دیدی۔ مقاتل رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل تجاوز فرمانے والا ہے مشرکوں سے اُن کے شرک پر اسطرح کہ فی الفور انکو ماخوذ نہیں فرماتا جیسے قولہ تعالےٰ لو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرہا من دابۃ الآیۃ یعنے اگر اللہ تعالےٰ عزوجل گرفتار عذاب کرے لوگوں کو بوجہ انکے گناہوں کے تو نہ چھوڑے روئے زمین پر کوئی چلتا۔ یعنی بالفعل ایک مدت تک انکو مہلت دیتا ہے پھر اگر شرک پر مرے تو عذاب کریگا چنانچہ فرمایا۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت عذاب کرنے والا ہے۔ امید و خوف دونوں کو ملا دیا جیسے کہ رب تبارک وتعالےٰ کی شان قرآن پاک میں ہے۔ مسئلہ توبہ سے پہلے بھی اللہ تعالےٰ عفو فرماتا ہے پس ہم گنہگاروں کو نہایت خوشی کی بشارت ہے بدلیل اس آیت کریمہ کے کہ ظلم پر مغفرت فرمائی کیونکہ ظلم و گناہ کی حالت میں آدمی تائب نہیں ہوتا ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ دنیا میں مغفرت فرماتا ہے تو مہلت اسکا انجام ہوا اور آخرت میں مراد ہے یعنے کوئی شخص بغیر توبہ مر گیا تو اللہ تعالےٰ عزوجل جسکا چاہے عفو فرما دے تو ظلم شرک کو شامل ہے پس کیا یہ اعتقاد ہے کہ مشرک بغیر توبہ مر جاوے تو [illegible] گناہ ہو جواب یہ ہے کہ یہاں آخرت کی مغفرت مراد ہے اور اس آیت سے [illegible] ظلم [illegible] آدمی او گناہ [illegible] لیکن دوسری آیات سے قاطعیت کہ شرک [illegible] مشرک [illegible] کے باقی گناہوں کی نسبت [illegible] بغیر توبہ مر جانے والا اللہ تعالےٰ عزوجل کی

رحمت سے عفو کیا جاوے جبکہ وہ دل سے یقین وحدانیت الٰہی تعالیٰ کا رکھتا ہو شرک نہو۔ مسئلہ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے
کہ اللہ تعالیٰ عز وجل اپنے مخلوق مملوک بندون مین جسطرح چاہے تصرف کرے۔ احادیث وآیات سے یہ بات علماء نے نکالی ہے کہ
دنیا مین جو لوگ اپنے آپ کو آسانی وسختی وہر حال مین اللہ تعالیٰ کا بندہ بنائے رہے قیامت مین جب ہر قوم مشرک اُس کے ساتھ
لیجائیگی جسکو شریک بناتے تھے تو مشرکین مع پیشوا کے جہنم کو بھیجے جاوینگے اور جنکے اعتقاد مین یہان یقین تھا کہ لا الٰہ الا اللہ یعنے
قادر رازق شافی جملہ صفات کمالیہ مین سے کوئی صفت کسی مین نہین سوائے اللہ تعالیٰ عز وجل کے اور وے کسی تنگی یا آسانی مین کسی
مخلوق سے التجا نہ کرتے تھے اگرچہ اُن سے گناہ سرزد ہو جاتے ہون مگر جو باتین کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت مین ہین یا کوئی مخلوق مین گمان
نہ کرتے تھے تو موت سے یہ اعتقاد نہایت صاف روشن ہوگا پس قیامت مین یہ لوگ فقط اپنے خالق عز وجل کے بندے رہینگے اور وہ
قادر مطلق عزیز قادر کریم ورحیم ہے اُنکو بخشیگا والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ فی العرائس ویستعجلونک بالسیئۃ قبل الحسنۃ تفسیر اُسکے اوپر
مذکور ہوئی اور اشارات سے ثابت ہے کہ اہل جہالت اپنے زعم باطل مین خلاف حق پر اصرار کرکے جلدی کرتے ہین اور اُن مین زیادہ بدتر
وہ ہین جو نیکی کے پیرایہ مین جلدی کرتے ہین مثلاً عالم جو دار فانیہ مین اپنے علم سے جاہ ومنزلت طلب کرتا ہے تو وہ نیکی سے پہلے بُرائی کو جلدی
سے لینا چاہتا ہے یا درویش جو بغیر وصول بدرجۂ اتقیا کے اپنی منزلت لوگون مین چاہتا ہے تو نتیجہ اس فریب کا یہ ہوتا ہے کہ بجائے
ارشاد وہدایت کے وہ خود گمراہ ہوکر خواہش نفس ومحبت جاہ ومال مین مبتلا ہو جاتا ہے اور معلوم ہوچکا کہ سابق مین ریاکارون کا درجہ خواری
وذلت کو پہونچ چکا ہے۔ اور قولہ لذو مغفرۃ للناس الخ ظلم وہ گناہ ہین کہ خلاف عقائد واعتقاد کے بر سبیل غفلت اُنسے سرزد ہوئے اور آفات
نفوس آمارہ مین مبتلا ہوگئے شیخ ابوعثمان رحمہ نے کہا کہ مغفرت کا اُمیدوار وہ رہے جس نے گناہ کا ارتکاب تو کیا مگر ڈرتے ڈرتے خوف زدہ
ہوکر اور ایسا نہو کہ بے پروائی سے نڈر ہوکر گناہون مین ڈوبا چلا جاتا ہے اقول یہ وہی مسئلہ ہے جو اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو
کوئی کبیرہ گناہ پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور اصرار کے یہی معنے صحیح ہین جو شیخ ابوعثمان نے ذکر کیے کیونکہ جس نے توبہ کر لی وہ مصر نہین ہے جیسا
کہ حدیث سے ثابت ہے اور خوف زدہ ڈرتے ڈرتے اندر ہی اندر گناہ سے اکراہ اور اللہ تعالیٰ عز وجل کے عذاب سے ہراسان ہے پس
اصرار نہونا چاہیے اگرچہ اس نے ہنوز توبہ نہین کی اور علے ہذا جس نے اول ہی مرتبہ دفعۃً بیباکی سے اس گناہ کا ارتکاب کیا اُس نے اصرار کیا کیونکہ
اُس کو اس مین کچھ پروا نہین ہے اور ظاہر ہے کہ یقین وایمان قائم ہونے کی حالت مین بلا دغدغہ گناہ نہو گا۔ واضح ہو کہ اہل السنۃ رحمہم اللہ
تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے کہ آدمی کسی گناہ پر دلیری نہ کرے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کیونکہ صغائر بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور
بیضاوی رحمہ وغیرہ نے لکھا کہ قولہ لشدید العقاب۔ یعنے کافرون پر یا جسپر چاہے پس خوف کرنا چاہیے کہ شاید صغیرہ کسی حالت مین ایسا
واقع ہو کہ اس پر سخت عذاب فرمایا جاوے شیخ امام حافظ رحمہ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے باسناد خود سعید بن المسیب رحمہ سے روایت
کی کہ جب یہ آیت اُتری وان ربک لذو مغفرۃ للناس الآیہ۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ عز وجل کا عفو وتجاوز نہ
ہوتا تو کسی کو زندگی گوارا نہوتی اور اگر اسکا خوف عذاب نہوتا تو ہر ایک بھروسا کرکے پڑا رہتا الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ جو اسناد ذکر کی اُسمین
علی ابن زید راوی ہین اور علی بن زید بن جدعان پر اعتماد صحیح ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے ابوحسان الزیادی حسن بن عثمان کے حال مین لکھا
کہ انھون نے بیان کیا کہ مین نے پروردگار عز وجل کو خواب مین دیکھا اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضور مین اپنی امت کے کسی کے
حق مین مغفرت چاہتے ہین تو حضرت ذوالجلال سے ارشاد ہوا کہ کیا تجھے یہ کافی نہین ہوا کہ جو مین نے سورۂ رعد مین تجھپر نازل فرمایا

کہ وان ربک لذو مغفرۃ للناس علیٰ ظلمہم۔ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی بندہ مترجم کہتا ہے کہ اس حکایت سے گنہگاروں کے واسطے مغفرت کی تقویت ہے اور اللہ تعالیٰ عز و جل غفور رحیم ہے ولیکن خبردار کہ کوئی شخص ایسی روایات و خواب و حکایات صالحین سے شرعی مسئلہ نکالے اور نہ کسی اعتقاد میں تغیر کرے اس لیے کہ خواب کی حقیقی تعبیر کا کسکو دعوے ہو سکتا ہے چنانچہ سورۂ یوسف میں گزر چکا کہ جب مصر میں والدین و بھائیوں نے سجدہ کیا تو اسوقت تاویل کھلی کہ ہذا تاویل رویای الآیہ۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے اور اصول و فروع حنفیہ میں مصرح ہے کہ خواب سے کوئی شرعی حکم نہیں ثابت ہوتا تو اعتقادی بات کا کیا ذکر ہے اور خود اولیاء اللہ تعالیٰ صالحین اسی اصل و اعتقاد پر ہیں فافہم

پھر حق عز و جل نے کافروں کے شبہہ مٹا کر عظمت و جلال کبریائی کے ساتھ کلام فرمایا

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کیون نہیں اُتاری گئی اُسپر کوئی نشانی اُسکے رب کیطرف سے تو فقط ڈر سنانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے

ع

اسقدر توحید کے دلائل و آیات اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائیں اور نہایت کثرت سے معجزات باہرات عطا کیے کہ اُن کے معانی و مبانی کے بیان میں ایک ضخیم کتاب ہوگی مگر جن مشرکون پر شرک کی تاریکی ڈھانپ دی گئی تھی اُن کو کوئی قلیل و کثیر کفایت نہیں کرتی تھی حتیٰ کہ جسطرح ایمان والے ہر روز یقین و کمال پر پہنچتے جاتے ایسا ہی اسی طرح مشرکین ہر روز جہل میں دھنستے جاتے اور کفر و عناد سے دنیا و آخرت برباد کرتے اور کہتے کہ لولا اتینا بآیۃ الآیہ۔ اور کبھی کہتے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونے کا کر دو اور مکہ کو کشادہ کر دو اور پہاڑ یہاں سے ہٹا دیں اور اس جگہ سبزہ زار و نہریں ہو جاویں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے وعدہ پر نظر کر کے چاہا کہ دعا فرما دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہان کچھ چیز نہ تھا دعا کرتے ہی ہو جاتا ولیکن جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہو کر بعد سلام کہا کہ ہدایت و ایمان مقدر ہے نہ اسباب پر منحصر اور اگلی قومون نے اُسی طرح ہٹ کر کے معجزات مانگے اور جب تقدیر غالب ہوئی اور ایمان نہ لائے تو پھر عذاب میں تاخیر نہ ہوئی اور یہی سُنّت الٰہیہ جاری ہے پس آپ باز رہے اور جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ یہ ہلاک نہ کیے جاویں میں اُن کو نصیحت کرونگا اور خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا الآیہ۔ یعنی ہمکو آیات بھیجنے میں کوئی روک نہیں مگر ان مشرکون سے اگلے وقت والے مشرکین نے ان آیات سے انکار کیا یعنی پہلے تو درخواست کی پھر شیطانی وسوسہ سے جادو وغیرہ اوہام لگا کر نہ مانے اور تقدیر غالب آئی اور اللہ تعالیٰ عز و جل نے مثال فرمائی کہ ثمود کی ہٹ سے ہم نے ناقہ دیا جسکو آنکھون دیکھتے وکھلی نشانی تھی مگر ظاہر بینی وغیرہ کے الزام سے نہ مانے بلکہ ظلم کر کے اُس کو قتل کیا یعنی آخر عذاب سے ہلاک ہو کر نابود برباد ہوئے پس یہ پورا رحم ہے کہ اُن کے شفیق پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو عذاب دنیاوی سے نجات دی اور حدیث میں ہے کہ میں نے دعا مانگی کہ میری اُمت کو دنیا میں عذاب سے ہلاک نہ فرماوے تو قبول فرمائی۔ بالجملہ یہ ظاہر ہے کہ آیات و دلائل توحید جو قرآن مجید میں مذکور ہیں عقلی روحانی واضح یقینی ہیں اور یہ وحی خالص اعلیٰ ہے سوا معجزات آیات مثل عصا موسیٰ و احیاء عیسیٰ علیہم السلام سے کیونکہ وہ مدرک بحواس اور انمین جادو وغیرہ کا احتمال پیدا کرتے تھے اور یہ مدرک بعین بصیرت و عقل ہیں جنمین اشتباہ فعلی کو دخل نہیں اور جادو وغیرہ

تلبیس شیطانی کی یہاں مجال نہیں تو جب ان آیات پر ایمان نہ لائے تو محسوس آیات پر کیا ایمان لاتے لہذا فرمایا۔ وَيَقُولُ
الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ اشارہ ہے کہ اس ناسمجھی و بے عقلی کا منشاء کفر و اس کی تاریکی جہالت ہے
کہ بغیر عقل و بصیرت کے آیات توحید سے غافل ہو کر محسوسات پر اڑتے اور کہتے ہیں کہ۔ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ
کیوں نہیں اُتاری گئی اس پر یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت اس کے پروردگار کی طرف سے۔ یہ تعجب ہے کہ اسقدر آیات
واضحہ و نشانات توحید باری تعالے ان پر نازل کیے گئے مگر ہنوز اُن کے نزدیک کوئی آیت نہ تھی یہ کفر کی جہالت ہی نہیں بلکہ
اس سے بھی بڑھ کر رہنا و شیوات عناد اور عداوت کیونکہ معجزہ شق القمر وغیرہ بکثرت معجزات دیکھ چکے اور کہے گئے کہ یہ تو جادو
ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ تو فقط منذر ہے یعنی شرک کرنے والوں کو اُن کے خالق عز وجل
کے غضب سے عذاب شدید کا ڈر سنانے والا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جو رسالت و پیغام الٰہی عز وجل تجھ کو سپرد ہوا اُسکو
اللہ تعالے کی مخلوق کو پہونچا دے اور آیت لانا اور اُن کو خواہ مخواہ ایمان پر کر دینا تیری قدرت میں نہیں ہے کیونکہ افعال کا بھی
خالق اللہ تعالے عز وجل ہے تو ایمان اُن کے اندر جب ہی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے پیدا کر دے پس یہ اللہ تعالے عز وجل
کے اختیار میں ہے تو اُن کو پیغام پہونچا دے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کے واسطے ہادی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر قوم
کے لیے راہ راست کی طرف بلانے والا ہے۔ اور مجاہد رحمہ نے کہا کہ ہر قوم کے واسطے نبی ہو۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ انما
انت منذر یا محمد تو منذر ہے۔ ولکل قوم ہاد۔ اور میں ہر قوم کا ہادی ہوں ابن کثیر رح نے کہا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر و ضحاک و مجاہد وغیرہم
سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ قول اول اولیٰ ہے اور موافق قولہ تعالے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی ہر امت میں ایک رہنمائی کرنے والا
گذرا ہے۔ ابو العالیہ رح نے کہا کہ ہر قوم کے لیے ہادی ہے یعنی جو انکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہے۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا
عثمان بن ابی شیبہ حدثنا المطلب بن زیاد عن السدی عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ فی قولہ ولکل قوم ہاد قال الہادی رجل من
بنی ہاشم۔ یعنی عبد خیر نے علی کرم اللہ وجہہ سے اس کلام کی تفسیر روایت کی کہ ہادی ایک مرد بنی ہاشم میں سے ہے جنید رح نے کہا کہ وہ
آپ خود حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس سے جو تفسیریں ایسی مروی ہیں انہیں میں سے
ایک روایت یہ بھی ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ہر طرف سے بغاوت
امام حق کے جو خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے رد کی اور انکو ہدایت فرمائی ولیکن اکثر لوگ اس ہدایت پر نہیں چلے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جو
اشارہ کیا گیا اس بنا پر ہو کہ اول ہادی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے پس قولہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد دونوں جملے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی فضیلت میں ہیں اسطرح کہ انما انت منذر و ہاد لکل قوم۔ یعنی تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ڈر سنانے والا اور راہ بتانے والا ہے واسطے
ہر قوم کے۔ اور تقدیم ظرف کی بقطع آیت کے لحاظ سے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بھی اچھی ہے اور شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ عکرمہ و ابو الضحیٰ نے
قولہ ولکل قوم ہاد میں کہا کہ ہادی وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اقول یہ قول اسی بنا پر ہے جو مذکور ہوا واللہ تعالے اعلم۔ چنانچہ ذکر کیا گیا ہے کہ قولہ
لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ۔ ان آیات کے کچھ شمار میں نہ لائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خالص وحی سے نازل فرمائی گئیں اور ایسی آیات
مانگی جیسے موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو دی گئی تھیں۔ انما انت منذر یعنی تو ڈر سنانے کو بھیجا گیا ہے جیسے اور پیغمبر تجھ سے پہلے بھیجے گئے تھے اور تجھ پر تو
اسی قدر ہے کہ جانیں معجزات سے کوئی معجزہ دکھلا دے جس سے نبوت صحیح ثابت ہوتی ہے اور یہ واجب نہیں ہے کہ جو کچھ وہ درخواست کریں وہ انکو لا دے ہر لحاظ میں

کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رغبت کرتے تھے کہ جو چیز یہ لوگ مانگتے ہیں وہ دیجا دے۔ قولہ ولکل قوم ہاد یعنے ہر قوم کے لیے ایک نبی مخصوص ایسے معجزات کے ساتھ مبعوث ہوا جو انپر غالب تھے انکو راہ حق کی ہدایت کرتا تھا۔ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت غالب تھی تو اُن کو مردہ زندہ کرنے اور اندھوں کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا گیا اور موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں جادو کا زور تھا تو عصا کے سانپ ہو جانے کا معجزہ دیا گیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ جس وجہ پر قاضی بیضاوی رح نے کلام کی تقریر کی ہے وجہ صحیح ہے اور اسپر کلام ترکیب وانتظام پر رہتا ہے سراج میں بھی اسی پر اکتفا کیا ہے جیسے شیخ سیوطی رح نے اسی کو ذکر کیا ہے اور مدار اس تاویل کا یہ ہے کہ آیات ومعجزات جو کچھ واقع ہوں سب بتقدیر الٰہیہ ہیں پس کوئی پیغمبر اپنے ارادہ سے کوئی معجزہ نہیں لاسکتا ہے کما قال عز وجل ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ ولکل اجل کتاب۔ یعنے اختیار نہیں ہے کسی رسول کو کہ لے آوے معجزہ مگر باجازت اللہ تعالےٰ عز وجل کے اور ہر چیز مقدر ہے۔ اور جو عکرمہ رح نے ہادی کی تفسیر کی کہ مراد محمد صلعم ہیں تو امام فرار رح نے معالم میں کہا کہ معنے یہ ہیں کہ تو اے محمد صلعم منذر ہے اور ہادی ہے ہر قوم کے لیے اور اسمیں ایک توضیح یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ فقط منذر یعنے ڈر سنانے والا آپ نہ تھے بلکہ بشارت سُنانے والے اور ہر وجہ سے ہادی تھے اور ہر قوم کی طرف آپ کی بعثت تھی۔ ف آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ کوئی امر جو اللہ تعالیٰ عز وجل کی مشیت میں ہو کسی رسول کو اسکی قدرت نہیں رہتے کہ افضل الرسل وخاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی قدرت میں نہ تھا تو ایمان والے آدمی کو روا نہیں ہے کہ رزق یا اولاد یا مانند اس کے کسی بت یا پیر یا قبر وغیرہ سے درخواست کرے یا اعتقاد کرے وہ چاہے تو ضرور ہو جاوے کیونکہ یہ کسی بزرگ کی نسبت اچھا اعتقاد نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی توحید سے انکار ہے اور رب اللہ تعالےٰ سے شرک ہو کر کافر ہو گیا تو بزرگ جو اولیاء اللہ تعالیٰ میں سے ہے وہ کافر کو جو اعداء اللہ میں سے ہے کیونکر اپنا دوست سمجھیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ انما انت منذر الآیہ میں لوگ ارادت سے طالب حق ہیں اُن کو خوف و ڈر سُنایا گیا کہ کسی معصیت و شرک سے دور و حجاب میں نہ پڑ جاویں اور اہل محبت کو انذار عتاب ہے اور عارفین کو خود بینی کے سوء ادب سے جلال وعظمت کا خوف ہے کہ مشاہدات میں آداب شریعت کی پابندی رکھیں اور حق تعالیٰ عز وجل نے ہر فریق کے لیے جو درجہ ازل میں رکھا ہے اُس کو بلکہ جذب سے باتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور شیخ رح نے لکھا کہ یعنی تو فقط منذر ہے کہ ہماری قوت سے اُن کو انذار وارشاد کرتا ہے اور اُن کے گناہوں کا شفیع ہے اور تو ہمارے ساتھ اُن کی ہدایت کرنے میں شریک نہیں ہے بلکہ ہدایت فقط ہمارے اختیار میں ہے۔ اور اشارہ سے ثابت ہے کہ ہر قوم اپنا انذار کے لیے انکا ایک پیشوا ہوتا ہے جو اُن کو راہ حق کی ہدایت ورہنمائی کرتا ہے اور درحقیقت یہ بھی فعل الٰہی ہے اور فعل میراث صفت ہے اور صفت قائم بذات ہے گویا مقام عین الجمع میں ہادی ہر طرح وہی اللہ تعالےٰ عز وجل ہے دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ یعنی جنگ بدر میں جب کافروں نے غرور کیا اور پہلے سے عذاب انکار کرتے تھے اور مومنین کی تعداد بہت کم تھی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن کافروں کو اللہ تعالےٰ عز وجل نے عذاب کا نمونہ چکھا دینا مقدر فرمایا تھا تو نرغہ کفار کے وقت آپ نے ایک مٹھی خاک انپر پھینکی جس سے اُن کی سب کی آنکھوں وحلق وغیرہ میں ریگ بھر گئی اور نہایت خوف سے اُن کے سینہ سے دم نکلا جاتا تھا آخر بہتیرے قتل وقید ہوئے اس کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکی پس شیخ رح کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ پھینکنے کا فعل اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا اور پیدا کرنا اس کی صفت ہے اور صفت ذات سے ہے جیسا کہ تمام صوفیہ کا مذہب ہے تو عین الجمع کے مرتبہ میں صحیح ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے پھینکی اسی طرح ہادی ومنذر درحقیقت اللہ تعالےٰ عز وجل ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے احسن وجہ سے

کافرون بلکہ مومنون کو تعلیم فرمایا کہ آیات معجزات وہدایت وایمان ہر چیز بمقدار بعلم وحکمت الٰہیہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ عز وجل جانتا ہے

تو معجزات وایمان مقدر ہو قال تعالیٰ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بار اٹھاتی ہو ہر مادہ اور ناقص ہونا بچہ دان کا اور بڑھنا اسکا اور ہر چیز اسکے نزدیک

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ

مقدر ہے جانتا ہے غیب کو اور ظاہر کو وہ بزرگ برتر ہے برابر ہے تم میں سے وہ جسنے پوشیدہ بات کہی اور

مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

جسنے کھلی بات کہی اور وہ جو پوشیدگی ڈھونڈھتا ہو رات سے اور وہ جو ظاہر ہوتا ہے دن سے اسکے معقبات ہیں سامنے سے

وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

اور پیچھے سے جو اسکو بچائے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب جانو کہ اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کچھ ایک قوم کے ساتھ برتاؤ ہے یہانتک کہ وہی بدلیں جو انکی جانوں میں ہے

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کسی قوم کے ساتھ برائی تو اسکا پھیرنے والا اس قوم سے کوئی نہیں اور انکا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی والی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہر چیز اس کے نزدیک مقدر ہے خواہ معجزات ہوں جو پیغمبروں کو دیئے جاتے ہیں خواہ مخلوقات ہوں اور انہیں سے ہر ایک کی نسبت کفر یا ایمان جو کچھ مقدر ہے ان کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے اور علم اس کا ہر چیز کو محیط ہے اور ہر مخلوق کے اعمال سے وہ علیم وخبیر ہے اور ہر ایک کا فعل اس کے قبضۂ قدرت میں مسخر و اس کے نامۂ اعمال میں مقدر اور تمام عالم کا انتظام اسی کی عزت وحکمت سے جاری و اسی کی مشیت پر قائم ہے فتعالیٰ اللہ تعالیٰ۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو حمل اٹھاتی ہے ہر مادہ — جانور ہو یا آدمی ہو — مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ یعنے حمل نرینہ ہے یا مادہ ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بڑھایا کہ خوبصورت ہے یا بدصورت ہے جنتی ہے یا دوزخی ہے دراز عمر ہے یا کم عمر ہے اور آیات کثیرہ اسی مضمون میں ذکر فرمائیں جنمیں پیٹ کے اندر کے حالات پورا بچہ ہونے تک کے ظاہر ہیں اور صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آدمی کی خلق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز میں جمع ہوتی ہے پھر وہ لوتھڑا ہوتا ہے اتنی مدت میں یعنی چالیس روز میں پھر اسیقدر مدت میں بوٹی ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مبعوث فرماتا ہے اسکو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ لکھے اسکا رزق اس کی عمر اسکا اعمال اور وہ جنتی ہے یا دوزخی اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے رب میرے نر ہے یا مادہ ہے اور باقی باتیں پس اللہ تعالیٰ عز وجل فرماتا ہے اور فرشتہ لکھتا ہے۔ اقول یہاں فوائد ہیں اول آنکہ نفخ روح بعد اس مدت کے ہوتی ہے پس بچہ کا اسقاط اگر اس مدت کے بعد ہو تو قتل انسان کے ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر قبل اس مدت کے اسقاط کا حیلہ کرنا شوہر کی اجازت سے عورت کو روا ہے یا بلا اجازت بھی دو قول ہیں حیلہ اسقاط میں [illegible] کہ زمانہ میں بخیال اسکے کہ اولاد رشید نہیں ہوتی ہے جائز ہے معتبر حکم کرتا ہے ... عزل کی اجازت ... اللہ تعالیٰ ... اگر کوئی جان ... وہ ضرور ... پیدا ہوگا

دوم ہر شخص کی عمر قبل نفخ روح کے مقدر ہوتی ہے پس بیماری وغیرہ جس طور سے موت واقع ہو اس مین یہ خیال کرنا کہ ایسا ہوتا تو نہ مرتا
شیطانی وسوسہ ہے۔ ولیکن جو کوئی دوا علاج نہ کرے اُس نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی جیسے کوئی کھانا نہ دیوے
مگر دوا مین شرط ہے کہ نظر خالق عز وجل کے فضل پر رہے کہ اگر وہ چاہیگا تو شفا ہوگی۔ سوم رزق قبل نفخ روح کے مقدر
ہوتا ہے ولیکن حیلہ وحرفہ کام مین لانا طاعت ہے اور معاش بروجہ حلال حاصل کرنے سے بیٹھ رہنا نافرمانی ہو جبکہ مسلمانون کے
دینے پر اپنی گذر رکھے کیونکہ انپر بار ڈالا گیا مگر ہر حیلہ وحرفہ مین اللہ تعالےٰ عز وجل پر نظر رکھے۔ مسئلہ جو فقیر کہ کمائی کر سکتا ہے اس کو
سوال حرام ہو الا جبکہ فاقہ ہوا ور اس زمانہ مین جو لوگ گداگری کے عادی ہین اور معروف ہین انکو دینے مین بعض علماء نے گناہ
لکھا ہو کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہو مگر جبکہ وہ کمائی سے عاجز نظر آویے اور یہی صحیح ہو۔ چہارم عمل ہر ایک کے مقدر مین کیونکہ اللہ تعالےٰ آیندہ کا
حال سب جانتا ہو تو جیسا اُس نے جانا وہی ہوگا خلاف نہین ہو سکتا اگر تعلیم وتعلم سے بیٹھ رہنا یا نصیحت نہ کرنا گناہ ہو جیسے بدن کو غذا نہ دینا
کیونکہ علم غذائے روح ہو اور اسی کو تقدیر کہتے ہین۔ پنجم حدیث مین اعمال کے باوجود جنتی و دوزخی علیحدہ پوچھا تو دلیل ہو کہ آدمی کے انجام پر
جنتی و دوزخی موقوف ہو اور قبل اسکے کسی کو کچھ نہ کہنا چاہیے پھر موت کے بعد نیکی سے یاد کرو ولیکن حکم لگانا جیسا کہ عوام کا دستور ہو گناہ ہے۔
اب یہان سے معلوم ہوگیا کہ جس شخص کے مقدر مین کفر وجہنم ہو اُسکے اعمال شرک مین اُسکو چاہے کیسے ہی معجزات ودلائل وآیات دکھلاؤ وہ
کبھی ایمان نہ لاویگا چنانچہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کیے مگر اللہ تعالےٰ عز وجل نے جو مقدر فرمایا تھا اسی قدر
عطا کیے اور جو لوگ کہ شرک وکفر پر مرنے والے تھے جیسے ابوجہل وابولہب وغیرہ وہ کبھی ایمان نہ لائے اور جنکے حق مین ایمان مقدر تھا وے
حواس کے دیکھنے کے معجزات نہین مانگتے تھے جیسے موسےٰ وعیسےٰ علیہما السلام کو دیے گئے تھے بلکہ قرآن مجید کے عجیب دلائل جو نورانی بصیرت
کے دیکھنے سے صاف نظر آتے ہین اُنپر نہایت جوش ایمان سے گرویدہ ہوتے تھے پس معلوم ہوگیا کہ کلام سابق سے اسکا ارتباط نہایت
دقیق وصاف ہو کہ معجزات دیکھکر ایمان لانے کا علم اللہ تعالےٰ عز وجل کو ہو اور اگر اللہ تعالےٰ انہین خیر جانتا تو دیتا اور وہ تو مادہ کے حمل کی
تقدیر جانتا ہے۔ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ اور جانتا ہو ناقص ہونا بچہ دان کا۔ یعنے مدت حمل مین جو انتہا درجہ کی ہو اس سے
جسقدر کمی ادنے درجہ تک ہوتی ہے وہ ہر فرد کے ہر واقعہ کو جانتا ہو کہ اس مادہ مخلوق کے حمل مین اسقدر مدت کمی کے ساتھ ہوگی۔ وَمَا
تَزْدَادُ الْأَرْحَامُ۔ اور جانتا ہو بڑھنا ارحام کا یعنے مدت حمل جسقدر زیادتی کی جانب ہوتی ہو اُسکو بھی جانتا ہو بیضاوی رح نے کہا کہ
تغیض اور تزداد ہر ایک لازمی ومتعدی ہوتا ہو پس لازمی رکھو تو ما مصدریہ ہونا متعین ہوگا اول جیسا کہ ترجمہ بیان ہوا اور متعدی کی
صورت مین ما تغیض الارحام وما تزداد سے ما تغیضہ وما تزدادہ یعنے جسکو ارحام ناقص کرتے اور جسکو بڑھاتے ہین اور لکھا کہ ارحام کیطرف
اُسکی نسبت مجازی ہو خواہ فعل لازمی ہو یا متعدی ہو کیونکہ اصل فعل اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت کا ہو۔ اور لکھا کہ معنے یہ ہین کہ جثہ ولد
اور مدت حمل وتعداد جنین کی کمی بیشی کو جانتا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی چار برس ہین اور امام مالک رح
کے نزدیک پانچ برس ہین اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک دو برس ہین رضی اللہ عنہم اور روایت ہو کہ ضحاک رح دو برس پر پیدا ہوئے
اور ہرم بن حیان چار برس پر ہوئے اور انتہاء تعداد کی کوئی حد نہین ہے مگر بعض نے کہا کہ استقراء سے معلوم ہوا کہ انتہاء چار سے
زیادہ نہین ہوتے ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہ رح کا ہو اور امام شافعی رح نے کہا کہ ثقہ سے ہین مین ایک پیر مرد نے حکایت کی کہ اُسکی جورو کی بار حمل
مین پانچ بچہ جنی اور لکھا کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد خون حیض کی زیادتی وکمی ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ

اگر ایک شخص مرا اور اُس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی اور اپنی جورو حاملہ چھوڑی تو تقسیم ترکہ مین حمل کا کیا حصہ رکھا جاوے اور
کئے فرزند کا حصہ رکھا جاوے اور معروف ہمارے کتب فقہ مین یہ ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ میراث رکھا جاوے پس شاید یہ بنا بر غالب
احوال کے ہے اور مسئلہ کا تعلق انقضاے عدت وغیرہ بہت سے مسائل سے ہے۔ مسئلہ یہ چیزین فقط اللہ تعالے جانتا ہو لہذا یہ یقین
کرنا کہ فلان شخص جان لیتا ہے کفر ہے اور میرے نزدیک بطور قیاس واٹکل کے کہنے والا کہہ سکتا ہے اور سننے والا سُن سکتا ہے۔ اگر کہا
جاوے کہ آیت مین کوئی خصوصیت اس کے علم کی جناب باری تعالے سے ظاہر نہین ہوتی تو جواب یہ ہے کہ اول تو کلام مین دلالت
سے یہ بات ثابت ہے کیونکہ اگر کوئی مخلوق بھی جانتا ہو تو ذکر کا فائدہ نہین رہیگا اور دوم بخاری رحمہ اللہ عنہ نے اپنی صحیح مین عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیان پانچ ہین کوئی اُنکو نہین جانتا سواے
اللہ تعالے عز وجل کے اُن کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی نہین جانتا کہ کل کے روز کیا کرے مگر اللہ تعالے جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا جو ارحام
گھٹاتے (اور بڑھاتے ہین) مگر اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے۔ اور کوئی نہین جانتا کہ کب پانی برسے گا مگر اللہ تعالے جانتا ہے
اور کوئی نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا اور کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی مگر اللہ تعالے جانتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ دوسرے
مقام پر آیت مین تصریح ہے یعنے قولہ ہو الذی ینزل الغیث الآیہ۔ اور واضح ہو کہ ایک قیافہ شناس نے ہذہ الاقدام بعضہا من بعض کہا تھا
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے خوش ہوئے چنانچہ صحیح مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موجود ہے اور اسی طرح قیافہ سے پیٹ کا
بچہ نر یا مادہ دریافت ہوتا ہو اور جس شخص کو کسی زمین پر ہیضہ یا مہلک عارضہ ہوا یا کالے سانپ نے کاٹا یا زخم شدید پہونچا جس سے مرگیا تو قیافہ
سے اسکا وہین مرنا دریافت ہو جاتا ہو اور اسی طرح موسم برسات یا آثار ابر وغیرہ سے پانی برسنے کا حال دریافت ہوتا ہو اور قیامت کے آثار جو
خود صحاح احادیث مین آئے ہین اُن سے قرب دریافت ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مراد ان امور مین بعلم قطعی وتحقیقی جاننا نہ اٹکل سے کیونکہ
جن لوگون کو ان مین سے کوئی بات ادراک ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے کہ اٹکل ہے اور یقینی نہین ہے لہذا جس شخص نے دائی سے پیٹ دکھلا کر
اُسکے قول پر یقین کرلیا تو کافر ہے اور اگر صرف قیافہ واٹکل تک رکھا اور قطعی علم اُسکا اللہ تعالے عز وجل کے سپرد کیا کہ اٹکل سے ایسا
ظاہر ہوتا ہے دیکھیے علم الٰہی مین کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے۔ شیخ امام حافظ رح نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ
ما تغیض الارحام یعنے جو حمل ساقط ہو جاوے اور ما تزداد یعنے جو کمی حمل مین ہوئی تھی اُسکو بڑھا کر رحم نے پورا بچہ اپنے وقت پر دیا۔ اور یہ
بات اسطرح ہے کہ بعضی عورتین دس ماہ مین جنتی ہین اور بعضی نو ماہ مین اور بعضیون کا حمل بڑھتا ہے اور بعضیون کا گھٹتا ہے یہی کمی
وزیادتی ہے جسکو اللہ تعالے عز وجل نے اپنے علم مین مخصوص رکھا ہے اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے جو نو ماہ سے کم ہو
اور جو زیادہ ہو۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ مجھے میری ماں نے دو برس تک حمل مین رکھا اور جب جنا تو میرے اگلے دو دانت نکل
آئے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ جمیلہ بنت سعد رضہ کے ابن جریج نے روایت کی کہ ام المومنین
نے فرمایا کہ حمل دو برس سے اتنا بھی زیادہ نہین ہوتا جتنا مغزل کا سایہ حرکت کرے ہو۔ مجاہد رح نے کہ ما تغیض الارحام وما تزداد یعنے
ایام حمل مین جو خون نکل جاتا ہے اور جو نو مہینہ سے مدت بڑھ جاتی ہے یہی قول عطیہ عوفی وحسن بصری وضحاک وقتادہ کا ہے۔ اور
کبھی مجاہد رح نے کہا کہ جب عورت نے نو مہینہ سے کم خون دیکھا تو یہ نقصان ہے اور جسقدر اسکے دن ہونگے وہ نو مہینہ سے بڑھ جاوینگے عکرمہ و
سعید بن جبیر وابن زید کا بھی یہی قول ہے اور یہی مجاہد رح نے کہا کہ ما تغیض الارحام اسقدر خون بہا دینا کہ بچہ ناقص ہو اور زیادت یہ کہ خون ایام

حمل مین نہ جاوے تو بچہ پورا و بڑا ہوگا۔ اور مکحول رحمہ نے کہا کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ مین نہ مغموم ہوتا ہے اور نہ غمگین بلکہ اس کا رزق اُس کو اپنی ماں کے پیٹ مین خود بخود اُس کے حیض کے خون سے آتا ہے اسی وجہ سے ان ایام مین وہ حائضہ نہین ہوتی ہے پھر جب وضع حمل کے وقت زمین پر گرا تو چیخ کر روتا ہے اور یہ رونا اپنی جگہ بدل جانے سے نفرت ہے پھر جب اُس کی نال کاٹی گئی تو اللہ تعالیٰ اُسکا رزق دوسری جگہ سے بدل دیتا ہے اور وہ ماں کی چھاتیان ہین پھر بھی نہ رزق ڈھونڈھتا ہے اور نہ غمگین ہوتا ہے پھر ٹھہرا رہتا ہے یہانتک کہ طفل اس قابل ہوا کہ کچھ چیز لے کر مُنھ مین ڈال لیتا ہے پھر جب بالغ ہوا تو کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا اُس کے بعد مکحول فرماتے تھے کہ اے تیری خرابی جب تو ماں کے پیٹ مین تھا تجھے رزق دیا جب پیدا ہوا طفل تھا تب تجھے رزق دیا جب تو بڑا ہوا تو اب تجھے عقل آئی ہے تو تو نے کہا کہ یہ موت یا قتل ہو کہان سے مجھے رزق ملیگا پھر مکحول نے یہ آیت پڑھی اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ الآیہ مسئلہ بسبب دلائل اقوے قول امام ابوحنیفہ رحمہ کا ہو کہ انتہائے مدت دو برس حمل کے ہین لہذا بعد موت شوہر کے دو برس کے اندر جو روکے بچہ ہوا اور زنا وغیرہ ظاہر نہو تو نسب میت سے صحیح ہوگا اور حاملہ مطلقہ کی مدت دو برس تک ہو سکتی ہے مگر کچھ کم کر دیا جاوے پس عورت کا قول قبول ہوگا۔ اور تفصیل مسائل کی فتاوی ہندیہ سے تلاش کرو۔ بالجملہ جو کچھ کمی بیشی ارحام مین ہوتی ہے سب اللہ تعالیٰ عزوجل جانتا ہو اور قبل وجود کے آدمی کے اعمال وکفر وایمان وسعید وشقی سب جانتا ہو تو اس سے یہ بھی ثابت ہو کہ کفار مکہ وغیرہ کا دعوے کہ یہ معجزات دکھلا دیئے جاوین تو ہم کو شبہہ نہوگا اور ہم اپنے دل مین ایمان پیدا کر لینگے محض غلط ہے بلکہ ہر ایک کا انجام وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ عزوجل نے قبل وجود کے اس کی ماں کے پیٹ مین مقدر کیا ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور ہر ایک اُس کے نزدیک بمقدار معین ہے۔ اس مین کمی وبیشی نہوگی حتیٰ کہ جس حمل کی نسبت نقصان مقدر ہے وہی ہوگا کسی دوا علاج وغیرہ سے بیشی نہین ہو سکتی ہے اور بیشی مقدر ہے تو کمی نہوگی ولیکن یہ کسی کو معلوم نہین کہ اس نے کیا مقدر فرمایا ہے لہذا خواس کا شکر یہ ادا کرکے آدمی ان اسباب کی پابندی کرے اور علاج معالجہ کرے اور کھانے پینے مین احتیاط کرے اور زہر کھانے وبدپرہیزی وغیرہ سے پرہیز کرے ورنہ سرکش وگنہگار ہوگا ولیکن اس مین توکل اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ نتیجہ کا پیدا کرنے والا وہی ہے بلکہ اسباب کا مہیا کر دینے والا وہی ہے اور اسباب مین اثر دینے والا وہی ہے اور ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے پس نتیجہ وہی پیدا ہوگا جو مقدر ہے اور یہی معنے ہین قولہ تعالیٰ انا کل شئ خلقناہ بقدر پس ہر چیز حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک اسی تقدیر سابق کے مقدار پر جاری ہے کوئی جدید نتیجہ غیر معلوم کا انتظار نہین ہے بلکہ غیر معلوم صرف ہمارے علم کی راہ سے ہے اور علم الٰہی مین معلوم ومقدر ہے اور یہی مذہب سلف صالحین کا ہے اور اس مین بندون کے اعمال واحوال وخطرات نیک وبد سب داخل ہین کہ خالق اُن کا اللہ تعالیٰ عزوجل ہے اور اُس کے علم مین ہر ایک کا فعل سابق سے معلوم ہو لیں جو معلوم ہے وہی مقدر ہو کہ اس سے کچھ بھی تجاوز وخلاف نہوگا اور عجب اُن جاہلون سے ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان وقدرت وکمال سے غافل ہین اور زیادہ عجب یہود ونصاریٰ سے ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے ماننے کا دعوی کرتے ہین مگر اُس کو کچھ نہین پہچانتے ہین کیونکہ ہم لوگ کسی چیز کو دیکھکر جان لیتے ہین تو اللہ تعالیٰ عزوجل اُن چیزون کو نہین جانتا جن کو اُس نے پیدا کیا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو جسطرح اُس نے جانا ہے وہی یہان ظاہر ہوگا اس مین کچھ کمی وبیشی نہوگی۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل خوب جانتا ہے غائب وحاضر کو یعنے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہین ہے لا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ تیرے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز اوٹ نہین ہے بلکہ جو چیز تمام جہان کی مخلوقات سے اوٹ ہو اسکو اللہ تعالیٰ عزوجل جانتا ہے جیسے مشاہد وحاضر کو ہم جانتے ہین واضح کہ اللہ تعالیٰ

ہر چیز کی ماہیت و ذرہ ذرہ دیکھتا و جانتا ہے اور مخلوق کو صرف صورت وہ بھی کچھ حصہ اوپر سے نظر آتا ہے اور کچھ نہیں پس عالم درحقیقت
اللہ تعالیٰ ہے اور جو اُس نے جانا ہے وہی مقدر ہے وہی واقع ہوگا اس میں ایک بال برابر خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور اسی کو تقدیر
کہتے ہیں اور جو کوئی تقدیر سے انکار کرے وہ کافر ہے اور افسوس کہ اس زمانہ میں جاہل مسلمانوں نے تقدیر و توکل کے یہ معنے بتلائے کہ
ہاتھ پاؤں مت ہلاؤ اور کوشش و تدبیر مت کرو کاہل و سست و نالائق نکہگار بن کے دنیا کے اور مخلوق کے ہاتھوں کے منتظر رہو
جو تم کو ملجاوے وہ مقدر ہے اور تم متوکل ہو حالانکہ یہ بالکل جہالت و نہایت مذموم حالت ہے۔ اور حدیث صحیح میں کوشش کر کے
کمانے اور مجبور محتاجوں کو صدقہ دینے کی فضیلت بیان فرمائی اور خود یہ جھوٹے لوگ اپنے کمانے پینے و ضروری حاجات رفع
کرنے میں سوچ سمجھکر تدبیر سے چلتے ہیں بلکہ توکل یہ ہے کہ کاموں کو عقل و حواس کے احتیاط و تدبیر سے کرے مگر نتیجہ کا منتظر اللہ تعالیٰ
عزوجل پر رہے کہ جو اُس کے علم میں ہوگا وہی نتیجہ ظاہر ہوگا اور جو اسباب دیا ہیں اُن کے اختیار میں نتیجہ نہیں ہے پس بسا اوقات
تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ظاہر اسباب سے سمجھا جاتا تھا اور بسا اوقات تقدیر الٰہی غالب ہوتی ہے اور نتیجہ خلاف مراد نکلتا ہے اور بسا اوقات
باوجود کوشش کے اللہ تعالیٰ سامان آدمی کو نہیں دیتا ورنہ ہر شخص بادشاہ بنجاوے تو یہ تقدیر ہے اور جو اس سے منکر ہو کافر ہے اور حدیث
صحیح میں ان تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ۔ اور تو ایمان لاوے کہ خیر و شر سب مقدر ہے۔ اور صحیح میں ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم ایسے
امر پر عامل ہیں کہ ہو چکی و گذری یا جدید ہوتی ہے فرمایا کہ ہو چکی و گذری۔ یعنی امر مقدر میں ہے جو جسکے حق میں مقدر ہو چکا وہی اس کا کام ہے
اور حدیث میں قصہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری نے معبد الجہنی کا حال بیان کیا کہ وہ لوگ زعم کرتے ہیں
کہ تقدیر کچھ نہیں ہے بلکہ بندہ کے افعال پر جدید نتیجہ نکلا کرتا ہے تو فرمایا کہ جب تو ان لوگوں سے ملنا تو اُنہیں بتا دینا کہ میں اُنسے بری ہوں مجھے اُنسے کچھ
لگاؤ نہیں ہے اور وے مجھ سے بری ہیں اور قسم اسی ذات پاک کی جسکے نام کی عبداللہ بن عمرؓ قسم کھاتا ہے کہ اگر اُن میں سے کسی کے پاس کوہ احد
برابر سونا ہو اسکو خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اُس سے قبول نہ فرماویگا جب تک کہ تقدیر کا ایمان نہ لاوے رواہ انتخاب الصحاح اور وجہ
یہ ہے کہ مقدور و تقدیر کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کے علم سے اور بصیر ہونے سے اور خالق و الوہیت سے انکار ہے اور اللہ تعالیٰ
عزوجل کو بغیر ان صفتوں کے سمجھنا پس یہ کفر اور عین کفر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو اپنی عقل سے بتلاوے تو اس نے
دعویٰ کیا کہ میں اُسکو محیط ہوں اور یہ کفر ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ عزوجل قیاس و گمان و وہم سے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ہوا
اور جو ہوگا سب جانتا اور دیکھتا ہے اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ بزرگ متعالی ہے اور صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
ایک بیٹی نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ اس کا فرزند حالت نزع میں ہے تو آپ تشریف لاویں پس آپ نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا
ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر چیز اُسکے پاس بمقدار ہے تو ہماری بیٹی سے کہدو کہ وہ صبر کرے اور ثواب عظیم کی
اُمید رکھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ کبیر عظیم الشان جسکے علم و قدرت سے کوئی چیز دور نہیں ہے اور متعال یعنی متعالی جو ہر چیز پر اپنے قابو
قدرت و غلبہ رکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ کبیر وہ ہے جو ایسی اعلیٰ شان پر ہو کہ مخلوق کا اُسکی تعریف کرنا اُسکے لائق نہیں پہنچتا اور متعالی
وہ کہ اُنکی تعریفوں سے وہ برتر ہے اقول صحیح ہے کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل کی صفات اپنی عقل سے نہیں جان سکتی کیونکہ اسکو ادراک ہی
نہیں کرسکتی تو تعریف کیونکر کریں اور وہ ذات قدیم ہے اور یہ سب خود حادث تو انکی تعریف بھی انکے بعد حادث ہے پس وہ قدیم کے لائق کہاں سے
ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عالی متعالی علم کی عظمت بندوں پر ظاہر فرمائی لقولہ تعالیٰ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ

یعنی اُس کا علم ایسا ہو کہ برابر ہے تم مین سے جو خفیہ بات کرے اور جو آواز سے یہ بات کہے یعنی تم مین سے جس نے خفیہ بات کہی اور جسنے اسطرح کہ دوسرے نے سُنا دونون اللہ تعالےٰ کے نزدیک برابر ہین اُن کے سمیع ہوتے ہین آواز و اسرار کو کچھ دخل نہین ہو وہ دل کی بات جانتا ہے اور حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ پاک ہو وہ اللہ تعالےٰ عزوجل جس کا سمیع ہونا ہر قول سے متعلق ہے پس قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے معاملہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی تھی (یعنے جس کا قصہ پارہ قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ مین ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کرتی تھی اور مین کوٹھری کے ایک گوشہ مین بیٹھی تھی مگر مجھ پر اس کی بعض باتین مخفی رہین اور اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ بالجملہ جو خفیہ بات کہے اور جو ظاہر کرے دونون برابر ہین۔ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ اور برابر ہو وہ جو اخفا رہا چاہتا ہے کسی خفیہ جگہ مین رات مین۔ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ اور جو ظاہر ہے دن مین پس ایک تو رات کا تاریک وقت اور دوم اُس نے خفیہ ہونے کی خواہش کی مگر اللہ تعالےٰ عزوجل بصیر ہے اُس کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ دن مین ظاہر ہونے والے کو دیکھتا ہے یعنے جو کہ دن کی روشنی کے باوجود اپنے ظاہر ہونے کا کسب ذہین قصد کرتا ہے دونون برابر ہین بیضاوی رح نے کہا کہ سارب عطف ہے من پر اور ہو سکتا ہے کہ مستخف پر عطف ہو مگر اس صورت مین کہ من کے تحت مین مستخفی و سارب دونون داخل ہونگے اور جا بجا معلوم ہو چکا کہ یہ موصول معنی مین واحد و جمع سب کے لیے صالح ہے پس معنے یہ ہونگے کہ سوا منکم مین مستخف و سارب یعنی برابر ہین تم مین سے وہ دونون ایک رات مین مستخفی اور دوم دن کا سارب۔ اور کلام مین دو فائدے ہین اول آنکہ اللہ تعالےٰ عزوجل سمیع ہر کہ مخفی و مجاہر دونون کا قول سنتا ہے اور اللہ تعالےٰ بصیر ہر کہ مختفی و ظاہر دونون کو دیکھتا ہے اور اسکا دیکھنا دن کی روشنی مین یا نہ دیکھنا رات کی تاریکی مین نہین بلکہ رات دن اُسکے حضور مین یکسان ہین اور جو کوئی اس مین غور کرے اور اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت کو جانے وہ انوار ایمان سے سیراب ہو۔ دوم آنکہ مخلوق کے لیے جو اسباب کسی چیز کے لیے قرار پائے ہین انکا قیاس و دخل اللہ تعالےٰ کی شان مین نہین چنانچہ دیکھنے کے لیے روشنی شرط ہے اور آنکھین شرط ہین اور رُخ و جہت شرط ہے مگر اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کے لیے کوئی اسباب نہین ہے بلکہ مخلوق مین جو سبب نہ دیکھنے کا تھا وہ اللہ تعالےٰ کی شان مین ہیچ ہے چنانچہ تاریک رات مین اُس کا دیکھنا مثل دن کے ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جو فرقہ آخرت مین دیدار الٰہی عزوجل سے انکار کرتے ہین اور اپنے اوہام و شرائط و قیاسات لگاتے ہین محض جہالت ہے اور حق تعالےٰ نے فرمایا ما تکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ اور اس کی تفسیر مع دیگر آیات صفات کے سابق مین گذرین پس جیسے اُسکے دیکھنے کے لیے ہم کو ہمارا کسی جگہ ہونا کافی ہے اسی طرح ہمارے اُس کو دیکھنے کے لیے جبکہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو قوت عطا فرماوے صرف ہمارا کسی جگہ پر ہونا کافی ہوگا اُس کے واسطے جیسے اسباب یہ ضرور نہین ویسے تب تو انکار دیدار کا جو وہم تھا ساقط ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ پھر آدمیون پر ان کے احوال کے محافظ ذکر فرمائے بقولہ۔ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ اس کے لیے معقبات ہین سامنے و پیچھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ یعنے ہر ایک مخفی بات کرنے والے یا ظاہر گفتگو کرنے والے اور مستخفی و سارب کے لیے۔ اور ظاہرا یہ صفت عام انسان کے لیے ہے کیونکہ کوئی اس سے خالی نہین ہو لہذا امام حافظ رح نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ ہر بندہ کے لیے معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ متعاقب یکی در عقب دیگرے اسپر محافظ ہوتے ہین۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ضمیر فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

مین کہتا ہون کہ امام فرا رح نے معالم مین جو اُس کا سبب نزول لکھا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اس سے قول ابن عباس کی
تقویت ہوتی ہے اور کہا گیا کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو لیکن حکم عام ہے بیضاوی رح نے کہا کہ معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ عقب ایک
دوسرے کے آدمی کی حفاظت کرتے ہین یا اُس کے اعمال کے عقب مین نیکی یا بدی لکھتے ہین یا عقبات جماعات ہین۔ امام حافظ رحمہ اللہ
نے کہا کہ ملائکہ ایک بعد دوسرے کے محافظ ہوتے ہین رات کے الگ ہین اور دن کے علحدہ ہین جو اس کو عالم کے وقائع مکروہات
وحوادث سے بچاتے ہین۔ مین یہ کہتا ہون کہ مراد یہ کہ اگر ملائکہ محافظ نہ ہون تو آدمی پر ہر وقت ایسے ایسے وقائع وحوادث پیش آوین جو کبھی
کبھی امر مقدر نازل ہونے کے وقت پیش آتے ہین۔ شیخ حافظ رح نے کہا کہ جیسے دوسری قسم کے ملائکہ اعمال کے نگہبان ہین وہ بھی دن کے
اور ہین اور رات کے اور ہین اور دو فرشتہ داہنے بائین اُس کے اعمال لکھتے ہین داہنا تو نیکیان لکھتا ہے اور بایان بدیان لکھتا ہے اور
دوسرے دو فرشتہ اُس کو آگے پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پس آدمی چار فرشتون کے بیچ مین ہے جو رات و دن کے متعاقب ایک
دوسرے کے علحدہ علحدہ ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ ہمیشہ یکے بعد دیگرے تم مین ملائکہ آتے ہین ایک گروہ رات کو اور ایک
گروہ دن کو اور دونون گروہ نماز صبح ونماز عصر کے وقت جمع ہوتے ہین پس جو رات مین تم مین رہے تھے وہ رب تبارک وتعالیٰ
کی طرف صعود کرتے ہین پس وہ بندون کو دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال پر چھوڑا
پس کہتے ہین کہ جس وقت ہم اُن کے پاس پہونچے وے نماز پڑھتے تھے اور جس وقت ہم نے اُن کو چھوڑا اس وقت وے نماز پڑھتے تھے
الحدیث۔ اور لکھا کہ دوسری حدیث مین ہے کہ تمھارے ساتھ ایسے ملائکہ ہین کہ تم سے جدا نہین ہوتے مگر اُس وقت کہ تم پیخانہ جاؤ اور جب
جماع کرو تو تم اپنی حرکات مین اُن سے شرم کیا کرو اور اُنکی تکریم کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ جو نماز صبح ونماز عصر مین جمع ہوتے ہین
شاید کہ یہی محافظین ہون جو ہر فرد کے ساتھ متعین ہو جاتے ہون اور شاید کہ دوسرے ہون اور بعض روایات مین ستر ہزار تعداد ہے اور وہ
یہ کہ ہمیشہ نئے اُترتے ہین جو ایک مرتبہ آئے ہین وے پھر نہین آتے ہین سبحان اللہ تعالیٰ اُس کی مخلوق کی انتہا کوئی نہین جانتا کما قال
تعالیٰ ولا یعلم جنود ربک الا ہو۔ پھر مین کہتا ہون کہ ستر ہزار تعداد کے لحاظ سے محافظین یہ نہین معلوم ہوتے ہین مگر آنکہ حضرات کثیر کا
بعض سے ہونا کیفیت اُس کی علم الٰہی مین ہو۔ اور معالم مین ہے کہ معقب ایک گروہ ملائکہ ہین تو اس کی جمع معقبات بطریق تانیث
اس وجہ سے ہوئی کہ معقب کی جمع معقبہ ملائکہ پھر اس جمع کی جمع معقبات جیسے ابن کی جمع ابناء ابناءات اور رجل کی جمع الجمع
رجالات لاتے ہین اور سراج مین کہا کہ اخفش کا قول ہے کہ بسبب کثرت کے تانیث کے طور پر جمع لاتے ہین جیسے نسابہ وعلامہ وغیرہ
اور سراج مین کہا کہ دلیل مذکر ہونے کی قول تعالیٰ یحفظونہ من امر اللہ یعنی حفاظت مین رکھتے ہین یہ معقبات آدمی کو اللہ
تعالیٰ کے امر سے یعنی جس طرح امر الٰہی ہوتا ہے یہ معقبات اسی طرح آدمی کی حفاظت رکھتے ہین سوال ہوا کہ اس معنے مین تو بامر اللہ
ہونا چاہیے تو جواب دیا گیا کہ من بمعنے با ہے اور دوسرا جواب یہ کہ تقدیر کلام یہ کہ ذلک الحفظ من امر اللہ یعنی بامر اللہ ہے جیسے اس کی
حفاظت کرتے ہین اور یہ حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے یعنی بجا حکم الٰہی کے ہے اور تیسرا جواب یہ کہ تقدیم وتاخیر ہے یعنی لہ معقبات
من بین یدیہ ومن خلفہ من امر اللہ یحفظونہ۔ یعنے آدمی کے واسطے اللہ تعالیٰ عز وجل کے حکم سے معقبات ہین جو اُس کی نگہبانی رکھتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اس مین تقدیم وتاخیر قرار دینے کی ضرورت نہین ہے بلکہ یہ معنے اسی نظم سے ظاہر ہین کیونکہ کلام گویا یون ہے کہ لہ معقبات من اللہ چنانچہ
ابن عباس رض نے کہا کہ المعقبات من اللہ ہی الملائکۃ یعنی اللہ تعالیٰ عز وجل کی طرف سے جو معقبات آیت مین بیان ہین وہ ملائکہ ہین علی بن

ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی اور شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ ملائکہ ہین جو اُسکو آگے سے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پھر جب کوئی امر مقدر الٰہی آتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتے ہین۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ ہر آدمی کے لیے ضرور ایک فرشتہ محافظ ہے جو نیند مین اور بیداری مین جن و انس و سانپ بچھو کیڑے مکوڑون سے اُس کی حفاظت کرتا ہے پس جو چیز اُس کی طرف اُن مین سے قصد کرتی ہے فرشتہ اُس کو پھیر دیتا ہے باستثناء اس چیز کے جو اللہ تعالےٰ کی اجازت سے آوے یعنی مقدر تو وہ اس آدمی تک پہونچ جاتی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ دنیا کے بادشاہ کا حال ہے کہ آگے پیچھے سے محافظ اُس کی نگہبانی کرتے ہین اور عوفی نے بھی ابن عباس سے اسی کے قریب روایت کیا ہے۔ اور قریب اُسکے قول عکرمہ ہے۔ اور ضحاک نے کہا کہ وہ بادشاہ ہے جو امر الٰہی سے محروس ہے اور وے اہل شرک ہین شیخ حافظ نے ان روایات کے بعد لکھا کہ شاید ابن عباس و عکرمہ و ضحاک کی مراد اس سے یہ ہو کہ ملائکہ معقبات بندے کو جس طرح حفاظت کرتے ہین اس کی صورت ایسی ہے جیسے بادشاہون و امراء کے گرد محافظ ہوتے ہین اور لکھا کہ ابو جعفر بن جریر رح نے اس مقام پر بیشک ایک غریب حدیث روایت کی کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آگاہ فرمایئے کہ بندہ کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہین فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے دائین پر ہے تیری نیکیان لکھنے کو اور وہ سردار ہے اسپر جو تیرے بائین پر تیری برائیون کے لیے ہے پس جب تو نے کوئی نیکی کی تو وہ دس گونہ لکھتا ہے اور جب تو نے بُرائی کی تو بایان پوچھتا ہے دائین سے کہ مین اسکو لکھون وہ کہتا ہے کہ نہین شاید وہ توبہ کرے یا استغفار کرے پھر جب وہ تین مرتبہ اجازت مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ لکھ لے اللہ تعالےٰ عز و جل ہم کو اس سے راحت دیوے کیونکہ یہ برا ہمنشین ہے کسقدر کم اللہ تعالےٰ کا دھیان رکھتا ہے اور کتنا کم اس سے شرماتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ اور دو فرشتہ تیرے آگے پیچھے ہین۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ الآیہ۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر قابض ہے پس جب تو نے اللہ تعالےٰ کے لیے تواضع کی تو وہ تجھے اونچا کرتا ہے اور اگر تو نے اللہ تعالےٰ پر سرکشی کی تو تجھے تحقیر کرتا ہے اور دو فرشتہ تیرے ہونٹھون پر ہین کہ وہ فقط تیرے درود لکھنے کے محافظ ہین جو تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجے اور ایک فرشتہ تیرے دہن پر قائم ہے جو تیرا محافظ ہے کہ تیرے مُنھ مین سانپ نہ گھس جاوے اور دو فرشتے تیری دونون آنکھون پر ہین پس ہر آدمی پر یہ دس فرشتے ہین دن پھر والے پھر رات پھر والے اُترتے ہین کیونکہ رات والے دن والون سے علاوہ ہین پس ہر آدمی پر بیس فرشتے ہوئے اور ابلیس دن مین آدمی پر وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کی اولاد رات مین مترجم کہتا ہے کہ سراج مین بھی اسکو نقل کیا ہے وقال الحافظ غریب جدًا۔ اور لکھا کہ امام احمد رح نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی شخص خالی نہین مگر کہ اُسکے ساتھ ایک ہمنشین جن یعنے شیطان سے ہے اور ایک ہمنشین ملائکہ سے ہے تو صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی ہین فرمایا کہ ہان میرے ساتھ بھی ہین ولیکن اللہ تعالےٰ نے مجھے اعانت فرمائی تو مجھے مشورہ نہین دیتا مگر بھلائی کا تفرد بہ مسلم فی صحیحہ مترجم کہتا ہے کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی مین دو لمہ ہین ایک لمۃ الملک و ایک لمۃ الشیطان اور دوسری حدیث مین تفصیل کے ساتھ شیطانی ہمزاد کا بُرائی پر وسوسہ دینا اور مشورہ دینا مذکور ہے اور فرشتہ کا بھلائی پر مشورہ دینا مروی ہے حتےٰ کہ جب آدمی ہمزاد شیطانی کا کہنا مان لیتا ہے تو فرشتہ کو افسوس ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان والا جب مر جاتا ہے تو اُس کے جسم کے ساتھ اُس کا ہمزاد بھی مقید مدفون ہوتا ہے اور کفار کا ہمزاد شیطان چھوٹا پھرتا ہے اور واضح ہو کہ اکثر جن لوگون کو بھوت پریت دیکھنے کا اتفاق ہوا

اور اس نے اپنا وہ نام و نشان بتلایا جو کسی مشرک مردہ کا تھا تو یہ ظاہر اوہی ہر ایک شیطان ہے جسکو کچھ قدرت نہیں الا ما شاء اللہ اور
وہی کبھی دوسری صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ وہ آدمی مشرک جسکا یہ نام لیتا ہے وہ عذاب میں گرفتار ہے۔ اور دجال کے ساتھ
اکثر اس قسم کے شیاطین ہونگے اور واضح ہو کہ جو لوگ صادق الایمان ہیں بوجہ قوت ملکیہ کے انکے روبرو ہونا اس کا کام نہیں الا ما شاء اللہ
اور شیخ عبد الغفور لاری رحمہ نے لکھا کہ بعض اولیاء اللہ نے کہا کہ اہل ایمان کے نور سے جن پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔ شیخ حافظ رحمہ نے
لکھا کہ قولہ تعالیٰ یحفظونہ من امر اللہ بعض نے کہا کہ یہ مراد ہے کہ یہ ملائکہ اس آدمی کو محفوظ رکھتے ہیں امر الٰہی سے چنانچہ اسی کو علی بن
ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور یہی مذہب مجاہد و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی وغیرہم کا ہے اور قتادہ نے یہ بھی
کہا کہ بعض قراءۃ میں یحفظونہ بامر اللہ ہے۔ اور کعب احبار رحمہ نے کہا کہ اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے تمپر ملائکہ موکل کیے جو تمہارے
کھانے پینے اور پردہ کی چیزوں میں مکروہات کو دور کرتے رہتے ہیں تو تم اچک لیے جاتے۔ ابو امامہ رض نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں مگر انکے
اُس کے ساتھ فرشتہ ہے جو اس سے ہر مکروہ دفع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جو مکروہ اُس کے حق میں مقدر ہے اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔
ابو مجلز رحمہ نے کہا کہ قبیلہ بنی مراد سے ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا آپ نماز پڑھتے تھے اس نے کہا کہ آپ حراست کیجیے
یعنی لوگ اپنے محافظ مقرر کیجیے کیونکہ کچھ لوگ بنی مراد کے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ ہیں
اس کو ایسی بات سے محفوظ رکھتے ہیں جو اس کے حق میں مقدر نہیں ہے پھر جب امر مقدر آجاتا ہے تو اس کو مقدر کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں
اور موت کا وقت ایک مضبوط قلعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یحفظونہ من امر اللہ یعنی یحفظونہ بامر اللہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ رض نے کہا کہ
یا رسول اللہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہم رقیہ کریں کیا اس سے کچھ مقدر ٹل جائے گا فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ عز و جل کے نزدیک مقدر ہوتا ہے
پھر حق تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جس عمدہ نظام پر احسان الٰہی آدمیوں کے ساتھ ہے وہ جب ہی بدلتا ہے کہ آدمی خود اپنے نیات و
نیک چال چلن کو بدلتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے بن جبیر شیخ ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل
میں سے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ کوئی گاؤں والے یا گھر والے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ہوں پھر بدل کر
شرک و معصیت پر ہو جاویں تو یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل اُن سے وہ حالت جسکو محبوب رکھتے تھے بدل کر وہ حالت کر دے جسکو
ناگوار رکھتے ہیں پھر ابراہیم نخعی رحمہ نے کہا کہ اس کی تصدیق کتاب الٰہی قرآن مجید میں موجود ہے یعنی قولہ تعالیٰ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ
بیشک اللہ تعالیٰ عز و جل تبدیل نہیں فرماتا اس حال کو جو ایک قوم کے ساتھ ہو یعنی پسندیدہ حالت کو نہیں بدلتا حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنفُسِهِمْ یہاں تک کہ وہی بدلتے ہیں وہ بات جو اُن کے نفوس میں ہے یعنی حالت ایمان و طاعت کو اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہوا
اُس کے ماننے کی نیت کو جب بدلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی حالت کو بھی برائی کی طرف بدل ڈالتا ہے اور بشارت ہو کہ برعکس اس کے
جو کوئی آدمی یا قوم کسی معصیت و شرک میں ہو پھر توبہ و استغفار سے طاعت کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ عز و جل اس کی بری
حالت کو اچھی حالت کی طرف بدل دیتا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش میں اپنی اسناد
سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی الحدیث اور اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک و تعالیٰ سے تحدیث کی
بیان فرمائی کہ رب عز و جل نے فرمایا کہ قسم مجھے میری عزت و جلال کی اور اپنی عرش پر فوقیت کی کہ نہیں کوئی قریہ و نہ گھرانا جو میری
ایسی نافرمانی پر ہوں جسکو میں مکروہ رکھتا ہوں پھر اس حالت سے بدل کر ایسی صفت اختیار کریں یا میری فرمانبرداری کی جسکو میں محبوب رکھتا ہوں مگر

آنکہ ضرور ہین انکو اپنے عذاب کی مکروہ حالت سے بدلکر اپنی رحمت کی محبوب حالت پر کر دونگا۔ قال الحافظ غریب وفیہ من لا اعرفہ حاصل
آنکہ جس قوم پر بعد نعمت کے نکبت و فلاکت آتی ہے وہ جب ہی ہوتی ہو کہ وے اپنے طریقہ و نیت کو متغیر کرکے عذاب آلہی کی راہ پر
لیجاتے ہین یا یہ مراد ہے کہ تغیر نعمت آلہیہ جب ہوتی ہے کہ وے اپنی فطرت کی صلاحیت زائل کر دیتے ہین اور بعض نے کہا کہ مراد یہ نہین ہو
کہ کسی آدمی پر عذاب نہین آتا جب تک کہ وہ کوئی گناہ نہ کرے بلکہ کبھی غیرون کے گناہ سے گرفتار مصیبت ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث مین
ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ہلاک کیے جاینگے حالانکہ ہم مین صالحین موجود ہون تو فرمایا کہ ہان جب خبث زیادہ
ہو جائے مترجم کہتا ہے کہ خبث سے بعض نے کہا کہ زنا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ فسق و فجور سے فاجرون کی زیادتی مراد ہے خواہ زنا سے
ہو یا چوری و شراب خواری و رشوت وغیرہ سے ہو۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت منجملہ مشکل آیات کے ہے اور وجہ اسکی یہ ہو کہ نعمت و نقمت
دکھ پہچان نہین سکتے اور اچھی حالت و بری حالت کا امتیاز مرد بصیر کا کام ہو اول مین کہتا ہون کہ بغیر گناہ کے دوسرون کے گناہون
سے ہلاک ہونا جو اس قائل نے عذاب خیال کیا خلاف تحقیق ہو اور صحیح یہ ہو کہ قوم مین جب فسق پھیلا اور طاعت چھوٹی تو صالحین دو
طرح کے بعض منع کرکے مجبور ہوئے اور بعض خاموش رہے تو عذاب و ہلاکت ان صالحین کے لیے سو شہید کا ثواب ہو جو روکتے و
منع کرتے تھے اور باقیون کے واسطے عذاب ہو پھر قیامت مین نیتون پر مبعوث ہونگے اور زیادہ تفصیل اسکی قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین
ظلموا منکم خاصۃ کی تفسیر مین گذری ہو پھر مہاجرین رضی اللہ عنہم سخت فلاکت مین تھے اور انصار رضی اللہ عنہم جہاد مین اولاد و اقارب کے قتل
سے بیچھے خانہ ویران ہو گئے تھے مگر یہ سب ایسے افضل حالت پر تھے کہ اس سے بہتر ممکن نہین ہو اور مشرکین مکہ نے جب طاعت آلہی سے سرکشی کی
اور خراب حالت پر ہوئے تو یہ نعمت آلہی کی ناشکری سے ہوئی۔ اور جو قوم کہ اموال و اولاد سے بھرے ہوئے اتراتے ہین اور اللہ تعالیٰ عزوجل
و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہین یہ سب اُن کے لیے وبال و عذاب ہو اور اسلام مین جب سے فتنہ پھیلا اور آخر اس زمانہ
مین لوگ نام کے مسلمان رہ گئے صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہین اور دل مین اثر نہین اور کثرت سے فسق و فجور و شرکت و معاصی پھیلے
تو ظاہر ایسی قوم جنت کی مالک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتے ہین اور باوجود اسکے دنیا مین ذلت و فلاکت مین گرفتار ہین پس یہ انکی
حالت انکے لیے عذاب ہو پھر تحقیق یہ ہو کہ آیت کریمہ مین تغیر باطنی سے تغیر ظاہری منوط فرمایا ہو اور یہ عام ہو حتیٰ کہ کافر قوم جو بادشاہ کردیے
گیے اور اس کی نیت یہ تھی کہ لوگون کو آرام و آسایش دیجاوے پھر اُس کی نیت بدلی اور چاہا کہ لوگون کے اموال سمیٹے اور کسی طریقہ سے
اُنکو مجبور کرے تو اس قوم کی حالت بدل جاویگی اور ظلم سے سلطنت باقی نہ رہیگی اور اُسکی حکمت کہ کافر قومون کو کس وجہ سے حکومت و
بادشاہت دی گئی یہ عقل بشری سے باہر ہے اور یہ قصہ دراز ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے احوال کا دانا تر ہو پس خلاصہ بیان ان
آیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے مخلوق بندون پر خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون ملائکہ محافظ عافیت ہوتے ہین اور
جس حال پر جو شخص دنیا مین ہو عافیت سے رہتا ہو یہانتک کہ وہ اپنی باطنی نیات و خیالات کو بدلین تب اللہ تعالیٰ عزوجل انکی حالت کو
بدل دیتا ہو حتیٰ کہ جو لوگ کفر و شرارت پر تھے اگر صلاحیت پر ہو جاوین تو اُن کی ایسی حالت کردی جائیگی کہ جس کا نتیجہ خواہ بالفعل
یا بعد چندے روز کے آخرت مین نہایت نیک و عزت کا ظاہر ہو پس اہل بصیرت اُنکی دنیاوی مسکنت کو باوجود طاعت کے بہتر سعادت
و نیک حالت دیکھینگے حتیٰ کہ جو قوم باوجود کفر و معصیت کے تونگری و دولت و تندرستی و اموال و اولاد سے بھری ہو باوجود معصیت کے انکی
یہ حالت اہل بصیرت کی نظرون مین عذاب و استدراج ہو پھر اگر اُنھون نے اپنی نیت بدلکر کفر و شرک و ظلم و تعدی و بدعت کی طرف پھیری

تو اُن کی حالت مذکورہ بھی بدل دیجاوے گی۔ اور ظاہر واقعہ وسبب نزول کے وقت کی حالت بعض قوم مشرکین کی تنبیہ تھی کہ شرک
کے باوجود انکو ایک حالت عافیت کی دی گئی تھی مگر انھون نے کفر و انکار و ایذاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ومقاتلہ مومنین
واُن کی اذیت سے اپنی باطنی حالت بدلی پس اللہ تعالے عز وجل نے بھی ان کی حالت عافیت کو بدلا۔ امام فرا رح نے معالم مین ذکر کیا
کہ قولہ تعالے لہ معقبات الآیہ مین لہ کی ضمیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو۔ جویبر نے ضحاک عن ابن عباس رض روایت کی
کہ معنی یہ ہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے محافظ و نگہبان ہین جو اُس کے گرد ہین اسکو امر اللہ سے
محفوظ رکھتے ہین اقول یعنے عذاب الٰہی سے پس امر اللہ یہان عذاب اللہ ہے جیسے قولہ حتی یاتی امر ربک۔ وقولہ اتا ہا امرنا لیلا او
نہارا۔ اور مراد عذاب سے وہ امور جو حوادث وبلیات مکروہات ہین چنانچہ خود معالم مین تفسیر فرمائی کہ اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے
ہین یعنے شیاطین وطوارق اللیل والنہار کی شر و ایذا سے محفوظ رکھتے ہین۔ اور لکھا کہ عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ یہ آیت عامر بن
الطفیل واربد بن ربیعہ کے حق مین نازل ہوئی اور ان دونون کا قصہ کلبی نے ابو صالح سے اس نے ابن عباس رض سے اسطرح
روایت کیا کہ عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ دونون بنی عامر سے تھے دونون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کر کے چلے اور
سامنے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد مین بیٹھے تھے پس دونون مسجد مین داخل ہوئے اور عامر
اگرچہ ایک آنکھ سے کانا تھا مگر بہت خوبصورت تھا لوگون نے گردن اُٹھا اُٹھا کر عامر کی خوبصورتی کو دیکھنا شروع کیا اور ایک نے کہا کہ
یا رسول اللہ یہ عامر بن الطفیل آپ کی طرف آتا ہو آپ نے فرمایا کہ آنے دے اگر اللہ تعالے کے ساتھ اُس کی نیک نیت ہو تو اسکو ہدایت فرمادیگا
پس وہ آکر آنحضرت صلعم کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ یا محمد اگر مین مسلمان ہوجاؤن تو میرے واسطے کیا ہو فرمایا کہ تیرے لیے وہ ہو جو تمام مسلمانون
کے لیے ہو اور تجھپر وہ جو سب مسلمانون پر ہو۔ بولا کہ بعد اپنے میرے لیے خلافت مقرر کردوگے۔ فرمایا کہ یہ بات میرے اختیار مین نہین ہو بلکہ یہ
فقط اللہ تعالے عز وجل کے قبضہ قدرت مین ہو وہ جسمین چاہیگا رکھیگا۔ بولا کہ اچھا مجھکو وبر پر حاکم کردو اور تم مدر پر حاکم رہو فرمایا کہ نہین
تب بولا کہ پھر میرے لیے کیا کروگے فرمایا کہ تیرے لیے گھوڑون کا دستہ کردونگا جسپر سوار ہو کر تو جہاد کرے۔ بولا کہ یہ کیا اب میرے لیے حاصل
نہین ہو میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ کھڑے ہوگئے اور عامر نے اربد کو پہلے
نصیحت کردی تھی کہ جب مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باتون مین لگاؤن تو فوراً اُن کی پشت کی طرف آجانا اور تلوار سے کام تمام کردینا پس
عامر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باتون مین ڈال دیا اور جھگڑالو باتین کرنے لگا پس اربد آپ کے پیچھے پہونچا اور اس نے تلوار میان سے
کھینچی مگر ایک بالشت نکل کر رہ گئی اور آگے اللہ تعالے نے روک دی کہ پھر اس سے نہین کھنچی اور عامر اسکو برابر اشارے کیے جاتا پس آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھ لیا کہ جو حرکت اربد نے اپنی تلوار سے کی تھی پس فرمایا کہ اللّٰھم اکفنیھما اے رب میرے تو مجھے ان دونون سے
کافی ہو جس طرح تو چاہے پس اللہ تعالے عز وجل نے اربد پر بجلی بھیجی حالانکہ دن گرم بغیر بادل کے صاف تڑا تھا پس اربد تو صاعقہ سے
جل کر مرگیا اور عامر اُلٹے پاؤن بھاگا اور بکتا گیا کہ اے محمد تو نے اپنے رب سے دعا مانگی جس سے اربد مرگیا واللہ مین تجھپر چڑھا لاؤنگا خیل
خیل نوجوان شہسوار جو وادی مین بھر جاوینگے پس آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالے تجھکو اس سے باز رکھیگا اور تیرے مقابلہ کو قیلہ کے دونون
بیٹے ہونگے یعنے انصار کے دونون گروہ اوس وخزرج۔ پھر عامر بھاگ کر ایک سلولیہ عورت کے یہان اُترا پھر صبح کو اُٹھا تو اپنے ہتھیار باندھے اور اسکا
رنگ چہرہ متغیر ہوگیا تھا اور جنگل مین گھوڑا دوڑاتا جاتا اور شعر پڑھتا اور کہتا کہ اے ملک الموت ظاہر ہو کر سامنے ہو اور کہتا کہ قسم ہو لات کی کہ اگر

محمد و اُسکا ملک الموت دونون میرے سامنے آدین تو اپنے اس نیزہ سے انکو مار ڈالون پس اللہ تعالےٰ نے اُسپر اپنا ایک فرشتہ بھیجا جس نے اُس کو ٹھوکر ماری کہ گھوڑے سے گر کر خاک مین لوٹ گیا اور اسی وقت اُس کے گھٹنے مین ایک بڑا بھاری غدہ نکل آیا پس اسی بُری حالت سے وہ سلولیہ کے گھر مین واپس آیا اور کہتا کہ ہاے یہ غدہ تو اونٹ کے غدہ کی طرح ہے اور سلولیہ کے گھر مین میری موت ہے پھر گھبرا کر اپنا گھوڑا مانگا اور اُس پر سوار ہو کر ہانکا مگر راہ مین اُسی کے پیٹھ پر مر گیا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کی بد دعا ان دونون مردودون کے حق مین پوری کر دی اور اسی واقعہ مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے قولہ تعالےٰ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ ومن ہو مستخف باللیل وسارب بالنہار لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ یعنی آنحضرت صلعم کے سامنے و پیچھے ملائکہ ہین جو ان کی حراست کرتے ہین اور انھین دونون عامر و اربد کے حق مین نازل فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتےٰ یغیروا ما بانفسہم - ایسا ہی امام نے معالم مین ذکر فرمایا ہے وعلےٰ ہذا معنے یہ ہین کہ بنو عامر مع اپنے سردار عامر بن الطفیل کے عافیت مین تھے کہ یکایک انھون نے سلطنت عرب کی ہوس کی اور چاہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے رسول کو بلا حفاظت قتل کرین اور خود سب پر سردار ہو جاوین پس اللہ تعالےٰ نے ان کی عافیت کی حالت کو متغیر نہین کیا یہانتک کہ خود ہی انھون نے اپنی باطنی حالت کو بدلا - اور علماء کا اتفاق ہے کہ سبب نزول اسکا جو کچھ ہو لیکن حکم عام ہے چنانچہ امام نے معالم مین کہا کہ قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم یعنی کسی قوم کی عافیت و نعمت کو متغیر نہین فرماتا حتی یغیروا ما بانفسہم یہانتک کہ وہی بدلین وہ جو انکے نفوس مین ہے یعنی بہتر حالت کو بدل کر معصیت و ظلم و فساد کی نیت و افعال اختیار کرین پھر انکو اپنی قدرت و تغیر و کبریائی ظاہر فرمائی بقولہ - وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اور جب اللہ تعالےٰ چاہے کسی قوم کے ساتھ بُرائی یعنی نعمت زائل ہو کر دنیا و آخرت کی خواری مین بوجہ بدنیتی و ناکارہ افعال اور نافرمانی پروردگار و شرک و کفر و ایذاے مومنین کے مبتلا ہون تو - فَلَا مَرَدَّ لَهٗ تو اُس کے ارادہ کے لیے رد نہین یعنی جو وہ چاہتا ہے اُس کے پھیر دینے کی قدرت کسی کو نہین ہے وَمَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ اور سواے اللہ تعالےٰ کے اُنکا کوئی والی نہین ہے جس کے پاس پناہ پکڑین اور بعض نے کہا کہ والی جاے پناہ - ف بعض جاہل یہان اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے نہین پس واضح ہو کہ یہ بیان تقدیر کا ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کا قول ہم کو قطعی باطل ثابت ہو گیا جو کہتے ہین کہ ہمارا کام تدبیر پر ہے اور ہم کہتے ہین کہ نہین تقدیر ہے اور تدبیر تو حواس و عقل کے موافق کام کرنے کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ذلت و خواری مین پڑ جاتے ہین اُنکے حواس و عقل موجود ہوتے ہین پھر اگر کہو کہ وے انکو کام مین نہین لاتے ہین تو یہ موقع تقدیر کا ہے اور کوئی شخص دنیا مین ایسا نہین ہے جو تدبیر نہ کرتا ہو حتی کہ راہ چلنے مین آنکھون سے دیکھکر چلنا اور برف کے دنون مین کھلے میدان مین نہ سونا اور بدن کو ڈھانکنا وغیرہ سب تدبیر کرتے ہین مگر بعضے لوگ نادانی سے اُسکو توکل کے خلاف نہین سمجھتے ہین اور کپڑا حاصل کرنے کی تدبیر خلاف توکل سمجھتے ہین اللّٰہم اہدنا حالانکہ سب مین اللہ تعالےٰ پر توکل چاہیے کہ کپڑا پہننے سے سردی کی بیماری جب ہی نہ ہو گی کہ اللہ تعالےٰ اپنا فضل فرماوے اور یہ جب ہی ہو گا کہ اُسکے علم قدیم مین یہ ہو کہ تیری حفاظت ہو گی پس اسی طرح جس قوم کے حق مین جو کچھ علم قدیم مین آیا ہے وہ ارادہ ازلی قدیم ہے پس جو ارادہ علم الٰہی مین واقع ہوا وہی ہر قوم سے صادر ہو گا کیونکہ خالق اللہ تعالےٰ ہے اور تدبیر کا فعل نہ کر سکتا ہے نہ اسکا نتیجہ نکلیگا پس یہی معنے اس آیت سے صاف ظاہر ہین اور ثابت ہو گیا کہ بندون کے فعل بھی اللہ تعالےٰ کے پیدا کیے ہین ف فی العرائس قولہ تعالےٰ و کل شئی عندہ بمقدار - اپنے علم قدیم کا احاطہ بیان کیا کہ ہر چیز کو محیط ہے اور عدم سے وجود مین آنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کے علم مین اُس کی مقدار

وصورت وتعداد ورنگ وروپ وایمان وکفر ونفع وضرر اور جسقدر نفع جس جس کو جو وقت پر ہوگا سب مقدر ومعلوم ہے لیکن جب موجود
ہوئی تو حالت ویسی ہی رہی جیسے معدوم ہونے میں تھی کیونکہ عدم ووجود تو ہماری نسبت کرکے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں سب
حاضر ہے اور معدوم سے وجود میں ایک ذرہ برابر کسی بات میں کمی وزیادتی نہوگی کیونکہ ربوبیت کے علم میں کچھ ذرہ برابر تغیر نہیں
ہے۔ لہذا جو بندے یہاں نیک وصالح ہوتے ہیں وہ قبل وجود کے علم الٰہی میں نیک تھے اور جسقدر نیکی وذخیرہ اعمال ان کے لیے
مقدر تھے اُسی قدر رہے اس میں کمی بیشی نہ ہوگی۔ اور منکر کا خیال کس طرف ہے وہ دیکھے کہ ہر شخص عمل کرنے والا اور تدبیر میں سوچنے والا
کہاں سے آیا ہے اسی پاک خالق عزوجل نے اُس کو پیدا کیا ہے اسی سے ابتدا اور اسی کی طرف انتہا رہی اس سے اُس کی ماہیت و
حقیقت ایک ذرہ پوشیدہ نہیں ہے اور تدبیر والے ہر فعل کسی قوت سے کرتے ہیں اور یہ قوت علم الٰہی میں ذرہ ذرہ معلوم تو انکے افعال بھی
معلوم ہیں حسین نے کہا کہ ہر رابطہ محدود اور اپنے وقت پر موقوف ہے نہ مقدار میں تجاوز اور نہ وقت میں تقدیم وتاخیر ہے بعض نے کہا کہ
ہر چیز کا وقت وزن مقدار حق تعالیٰ نے رکھا ہے تو جس نے اپنی سانس کی قدر نہ کی اور ضائع چھوڑ دیا وہ غافل ہے اور اسکی غفلت کی
مقدار یہ ہے کہ ہر سانس پر غافل ہے ہر دم غفلت میں ہے اور جسنے اس حالت میں اپنی قدر کی وہ غفلت شدید کی قدر کرنے سے
نہایت درجہ کا غافل ہے۔ قولہ عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ یہ دلیل سابق ہے کیونکہ جب وہ غیب یعنی معدوم اور شہادت یعنی
موجود دونوں کا عالم ہے تو عدم میں جس چیز کی جو مقدار وجو صفت ہوگی موجود ہوکر بھی وہی ہوگی کیونکہ غیب ہماری نظروں کے اعتبار سے
ہے اور عرش سے لیکر تمام مخلوق کوئی غیب نہیں ہے کیونکہ کسی نہ کسی فرد بشر نے اسکو دیکھا ہے یا ملائکہ نے دیکھا تو غیب وہ ہے جو معدوم ہو
اور جب وہ معدوم کا عالم ہوا تو اُس کے علم سے خلاف موجود نہ ہوگا بندوں کو خبردار ہونا چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے باطن سے آگاہ نہیں
ہیں کیونکہ وہ آدمی کی ذات سے خود غیب ہے مگر اللہ تعالیٰ عزوجل اُسکو جانتا ہے تو عارف کو اپنے عرفان پر غرہ نہ کرنا لازم ہے نہیں معلوم کہ وہ
کیا جانتا ہے اور درجہ ولایت وکرامت والے محبت وطاعت میں متحیر وشرمندہ ہیں کہ دعوے زبان سے نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل
کے ساتھ باطن بندوں کا جانتا ہے حتی کہ جو بندے خائف وترساں ہیں اور جو بندے اُس کی محبت میں آنسو بہاتے ہیں آہ ونالہ کرتے
ہیں ان کے باطن واسرار اُس کی حضور میں حاضر ہیں لا الٰہ الا اللہ وہ پاک ہے کبیر ہے کوئی بصر اسکو ادراک نہیں کرسکتی اور وہ متعال
ہے ہر وہم وخیال سے اُس کی کبریا وعظمت وجلال کے سامنے ہر چیز فنا ہے وہ دائم لم یزل ولایزال ہے۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ عالم درحقیقت وہ شخص ہے کہ حاضر وغائب اُس کے نزدیک ازراہ علم کے یکساں ہو اس طرح کہ استدلال سے کسی چیز پر تعلق خاطر ہو اور
درحقیقت عالم تو فقط اللہ تعالیٰ عزوجل ہے اور بندوں میں سے جسکو اپنے علم سے قوت دی وہ سب جانتا ہے جتنا کہ عنایت ہوئی ہے بن یقین سے
دیکھتا ہے جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کبیر متعال عارفوں کے دلوں میں کبریائی اُسکی اسقدر سمائی کہ ہر چیز انکی آنکھوں میں فانی نظر آئی اور وہ
متعالی ہے کہ کسی کو اس کی طرف تقرب ہو سوائے اُسکے فضل وکرم کے قولہ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ خطرات وظاہر حالات اُسکے
نزدیک یکساں ہیں۔ واضح ہو کہ جو عارف غلبہ تمکین سے حقائق معرفت ولطائف اسرار مخفی رکھے اور زبان سے کچھ نہ نکالے تو وہ اللہ تعالیٰ
عزوجل پر ویسا ہی ظاہر ہے جیسے وہ عارف جو ہیجان بیہوشی سے حالت سکر میں کچھ کلام کرے تو وہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہے۔ اور جو نہایت
صفات ومعاملات الٰہیہ میں مخفی کلام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار سے واقف ہے اور نظر اغیار سے پوشیدہ ہیں وہ انبساط
کے حالات ومراتب میں کہ ایسے درجے کے موافق اُنکے کلمات وحرکات محمل ہوتے ہیں اور انعام واکرام بڑھایا جاتا ہے قال المترجم

یہ اشارہ ہے کہ مثلاً حضرت موسے علیہ السلام نے کہا کہ اِن ہی الا فتنتک۔ یہ تیرا ہی فتنہ ہے تو انبساط و جلال عزت مین فنا ہو کر واقع ہوا پس غلبہ توحید کبریائی مین نظر عجز و تفویض قدرت بجناب باری تعالے یہ کلام ایک پیغمبر اولوالعزم سے متحمل ہوا اور اولیاء اللہ مین بہت اس مقام پر تھے اور صرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اذکرنی عند ربک کہا تھا جس پر مواخذہ ہوا پس حق تعالے عزوجل اپنے اولیاء کا حافظ ہے قولہ لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ۔ حفظ اسرار و اقبال اولیاء الٰہی ہے کہ غلبہ ملائکہ سے ملکی قوت کو عروج ہوتا ہے۔ نصرآبادی نے کہا کہ قولہ سواء منکم من اسر القول۔ اسرار ودیعت مین اسرار و غلبہ توحید مین اظہار دونون برابر ہین کہ حقیقت مین دونون محل امانت مین ہین۔ اور اشارات ہے کہ معقبات ازلی و ابدی ہے زمانہ عبودیت مین جو امتحان کا وقت ہے بندے کی حفاظت کیجاتی ہے تاکہ وہی ٹھیک ہوتا ہو جو علم الٰہی و اختیار مین واقع ہوا ہے اور یہ سبب اسباب ایک اس کی قدرت و لامن کا جو بندے پر ہو ظہور ہے اور قولہ یحفظونہ من امر اللہ سبقت رحمتہ لغضبہ سے امر الٰہی ان کے حفظ کے واسطے جاری ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو کوئی ظاہری اسباب سے محفوظ ہے وہ درحقیقت خالق اسباب سے رعایت مین ہے بقولہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اقول یہان ایک لطیف اشارت ہے کہ ہر فعل جو واقع ہوتا ہے خلق کے ساتھ امر الٰہی ہے یعنی یحفظونہ کا حفظ من امر اللہ تعالے ہے پس یہ حفظ صادر از ملائکہ نہین بلکہ از امر الٰہی ہے یون ہی جملہ افعال مخلوقات کے امر الٰہی ہین اور یہان سے کچھ معلوم ہوا کہ قولہ تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ کے امر کے معنی یہ ہین کہ جملہ افعال مخلوقات انکے افعال نہین بلکہ امر الٰہی سے ہین اور شیخ نے کہا کہ ظاہری علم والے سبب پر نظر کر کے حفظ انتظام جزا و سزا و قتل و قصاص و طاعت و معصیت قائم کرتے ہین اور وہ من امر اللہ ہے اور عارفین سبب عزوجل پر نظر کر کے بندون کو محل ظہور معصیات یعنی صفت قہریات قرار دیتے اور محل ظہور طاعات یعنی صفات رحمت قرار دیتے ہین اور یہ من امر اللہ ہے قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم الآیہ۔ اللہ سبحانہ تعالے کی مشیت سابقہ ہے اور امر امتحان ہے پس مشیت قائم بارادہ ہے اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور اسکو تعلق اسباب سے نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے اور بندہ کو قوت بقدرت سابقہ از مشیت سابقہ ہوتی ہے اور مامور متصرف ہوتا ہے پھر جب اس مین سر مقدر کو تحرک ہوتا ہے تو اس کا حال متغیر ہوجاتا ہے پس جو قوت اس کو قدرت سے حاصل تھی اس مین بھی تغیر ہوجاتا ہے پس اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اور بندہ کیونکر دو قدرت اور دو مشیت کے درمیان کسی چیز پر قادر ہوسکتا ہے۔ قال المترجم شیخ نے اس کلام مین لطیف تحقیق کا اشارہ فرمایا ہے اور اصل سوال یہ ہے کہ ابتدائے حالت مین جس قوم کے افعال مثمر نعمت و برکات تھے وہ بقوت الٰہیہ تھے اور تغیر بھی بقوت الٰہیہ ہے تو وارد قوتین کا کیونکر ہوا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افعال باختیار قوم تھے حالانکہ باختیار الٰہیہ ہوتے ہین جیسا کہ بیان توحید سے قطعی معلوم ہے اور دوسرا سوال اس سے ظاہر ہے کہ جب تغیر ہوا تو جو قدرت عطا ہوئی تھی اسکے تغیر سے ممکن ہے ورنہ فاعل مختار کے ساتھ افعال خلاف محال ہین کیونکہ جس حال مین طاعات کے افعال تھے بقوت و ارادت الٰہیہ تھے اور جب تغیر ہوا تو خلاف اسکے قوت و ارادہ ہوا یعنی قوت و ارادہ مین بھی تغیر لازم آیا حالانکہ قطعی معلوم ہے کہ اللہ تعالے کا ارادہ قدیم ہے اسمین تغیر نہین ہے پس شیخ رح نے جواب دیا کہ ارادت قدیمہ مشیت متعلق باسباب نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے پس تغیر امر امتحان مین ہے نہ ارادہ قدیمہ مین اور اس سے جو اسکو قوت حاصل تھی متغیر ہوجاتی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ارادہ و صفت الٰہیہ تمام مخلوق سے مباین ہے اور قیاس و وہم حلول کا جیسے بندہ اپنے جسم کی قوتون پر سمجھے محض غلط و وہم ہے پس جو قوت اسکو بقدرت الٰہیہ حاصل تھی خواہ طاعات کی ہو یا معاصی کی ہو وہ قدرت الٰہیہ

سے تھی اور قدرت اس میں حلول نہ تھی تعالے اللہ عن ذالک علوا کبیرا بلکہ مبائن تھی کیونکہ اللہ تعالے مخلوق سے پاک ومنزہ ہے
پس قدرت کی قوت اسکو دونوں حالتوں میں یکساں ہے اور ارادہ میں تغیر نہیں ہوا بلکہ ارادہ قدیمہ ہے جو قدیم سے اسی طرح
متعلق تھا جسطرح امر امتحان قدیم تھا ولہذا قولہ اذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ ارشاد ہوا کیونکہ ارادہ متعلق باسباب نہیں ہے جو اسباب
میں تغیر کا وہم ہو بلکہ قدیم ہے اور تصورات وتغیرات امر امتحان قدیم سے متعلق تھے جنکے ساتھ ارادت قدیمہ یوں ہی قدیم ہے تو اسباب کو
اس تغیر سے مانع ہونے کی کوئی طاقت نہیں کیونکہ یہ قدیم ہے اور کلام کی ظاہری صورت مخلوق کے فہم کے اندازہ پر ہے جسکو
عرفان مقدر ہے وہ تحقیق معانی سے فیضیاب ہوتے ہیں اور یہ ارادہ رحمت متعلق ازلی ہے جیسے غافل لوگوں کی ناسمجھی غضب ازلی
ہے اور شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اور حق سبحانہ تعالے نے ظہور افعال سے اسباب ظاہری تک نازل کر دیا اسی وجہ سے کہ فہم مخلوق
دریافت کرے اور نظام عبودیت بطریق حکمت رہے۔ اور یہ اشارہ کیا کہ مرید نے اگر اپنی حالت سے زائد بطریق دعوے اپنے آپ کو
تغیر دیا تو جو نعمت تحقیقی اسکو عطا ہوئی تھی اس میں تغیر ہو جاتا ہے اور قرب ومنزلت تک واقعی رسائی میں اسپر سختی وتشدد ہوتا ہے اور وہ
امتحان وفراق میں پڑ رہتا ہے جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل الصدق کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل انکے اسرار کو توفیق
تغیر نہیں دیتا ہے تو انپر نعمت کو بھی متغیر نہیں کرتا ہے اور اگر انہوں تغیر اسرار کے سامان فرماتا تو امتحانات کی بلاؤں میں گرفتار ہو کر ذلیل وخوار ہوتے
اور نجات کے خواستگار رہتے آدمی نے کہا کہ ہر قوم کے لیے تغیر وتبدل ہے ولیکن عوام سے اکثر تغیرات وتبدلات میں مناقشہ نہیں ہوتا
ہے جیسا کہ اہل قرب ومنزلت سے مناقشہ ہوتا ہے اقول یعنی اکثر اوقات عوام کے تغیر عفو فرمائے جاتے ہیں قبل اسکے کہ وہ توبہ کریں اور
جہالت وظلم انسانی اصلی انکی سفارش کرتا ہے پس عفو وقبول توبہ ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ذرا سی بات میں کیسا شدید
عتاب ہوا حالانکہ ہم لوگ عوام الناس اس سے بہت زیادہ تغیرات کرتے ہیں اور بخشے جاتے ہیں پس بطریق منزلت بلکہ بطریق جہالت
وظلم فافہم بعض مشائخ نے کہا کہ زبان کو اسکی یاد حق سے تغیر دیا تو دل سے لطائف اسرار سے متغیر کیے گئے اور اپنے نفوس کو معانی عبودیت
سے متغیر کیا تو انکے قلوب دلائل ربوبیت سے متغیر کیے گئے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین کو تہدید دی کہ جو بلا انپر نازل ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ انہوں نے اللہ تعالے عز وجل کی نعمت کو متغیر کیا اور اپنے نفوس کی پابندی کی اور یہ انپر اللہ تعالے کا غضب ہے تو تغیر اور زیادہ
ہو گیا جیسے فرمایا کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے جو اللہ تعالے عز وجل کی نعمت کی
ناشکری کی یہ غضب الٰہی تھا اور ہنوز انپر حسن نیت کا نتیجہ موجود تھا کہ تقدیر سے وہ زائل ہوا تو نتیجہ ایسا نکلا جسکا رخ غضب ہے اسپر
تغیر بڑھایا گیا تو مرض پر مرض بڑھ گیا بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل کسی قوم کو اپنی نعمت سے محروم نہیں فرماتا مگر جب کہ وے
سچاے شکر نعمت کے وہ افعال کرتے ہیں جو کفران نعمت وغفلت ہیں شیخ نے کہا کہ یہی ایک دوسرا اشارہ ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم جب
امتحان کی گئی اور اسی امتحان میں پڑی رہی اور حق تعالے عز وجل سے تضرع وزاری سے الحاح والتجا نہ کی اور اپنی عاجزی
ومحتاجی پر نہیں گڑگڑائے اور جو مقام قنوط کا تھا اس کو متغیر نہ کیا بلکہ امتحان کی رعونت میں رہے تو اللہ تعالے نے انکو چھوڑا
اور جس حال خراب میں پڑے تھے اسی میں چھوڑ دیا اور اگر اصلاح ودعا وعاجزی کرتے تو امتحان کی سختی سے نکال کر نجات میں لائے جاتے
اور سچاے بلا کے انکو نعمت ملتی مترجم کہتا ہے کہ ظاہر میں جو تفسیر فطرت کی مذکور ہوئی اسکی بنا پر یہ اشارہ ہے اور اسکی توضیح
یہ ہے کہ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ حتی یغیروا ما بانفسہم سے مراد تغیر فطرت ہے اور ذکر یہ ہے کہ ہر شخص فطرت اسلام وتوحید پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے

والدین اسکو یہودی و نصرانی وغیرہ کر دیتے ہیں یعنی توحید سے شرک میں لاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عز وجل نعمت توحید کی جو فطرت سے حاصل
تھی تغیر فرما کر ان کو شرک میں رکھتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کی نعمت متغیر نہ کی یہانتک کہ انھون نے خود اپنی نفس کی فطرت
بدل ڈالی پس شیخ نے اس کے فائدہ مین کہا کہ ابن لے فطرت سے نعمت پر تھے جب بالغ ہوئے تو امتحان تکلیف عبودیت مین لائے گئے
تو اسی امتحان مین پڑے رہے اس طرح کہ فطرت بدل ڈالی تو وہ نجات و خلاص سے بدل کر راہ ضلالت پر تبدیل کیے گئے حالانکہ مشرکین مکہ
وغیرہ کو یہ لازم تھا کہ اگر نور نبوت حضرت خاتم المرسلین انکو نظر نہ آتا تھا اور التباس پیدا ہوگیا تھا تو اللہ تعالیٰ عز وجل سے عاجزی
والحاح کرتے اور اپنی محتاجی و بیکسی ظاہر کرتے اور درخواست کرتے کہ اے رب ہمارے یہ التباس دور کر دے اور ہمکو راہ راست
دکھلا دے ولیکن بجائے اس کے انھون نے رعونت بلا سے امتحان سے کبھی یہ عاجزی نہ کی اور انقطاع کر لیا کہ بُت پرستی و شہوات کی
پابندی یہی حق راہ ہے اور یہ اچھی نیت کا جو نعمت تھی برے اعتقاد شرک کی طرف جو عذاب و نقمت ہے تغیر ہوا اور چونکہ معاملہ خاص
خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کا تھا لہذا دنیاوی حالت میں بھی خوار و ذلیل ہوئے اگر خود رسول سے یہ معاملہ نہ ہوتا
اور کہ معظمہ سے مانع نہ ہوتے اور ایذا کے درپے نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسی عذاب و بدبختی پر جو کفر کی تھی اکتفا ہونا جیسے قیامت تک ظالم
بادشاہون اور مشرکون و کافرون کے ساتھ شاید برتاؤ ہوگا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم اور اگر توحید و نبوت کی اتباع و شہوات سے
اجتناب کو راہ حق سمجھتے جیسے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا ہے تو عذاب سے رحمت کی طرف تغیر ہوتا اور ورطہ امتحان کے
خطرناک جہنم کے پل سے نجات پاتے اور نعمت مغفرت سے مالا مال ہوتے فافہم واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ واذا
اراد اللہ بقوم الآیہ مین تنبیہ ہے کہ تمام سالکین مین سے کوئی محل امتحان سے علیحدہ نہین کیا جاتا لیس ان کے ساتھ صفت قہر لازم رہتی ہے
جیسے اُن کے ساتھ صفت لطف و رحمت بھی لازم رہتی ہے جب تک عبودیت مین رہتے ہین یعنی موت سے پہلے ظہور صفت قہر سے
خوفناک ہین اور بہر حال مین لطف مین متمر و امیدوار ہین اور یہ ایک تربیت اُن کی بحکمت بالغہ ہے اور نعمت قہر و امتحان اُن سے کبھی
جدا نہ ہوگا اگرچہ درایت کی زبان سے عاجزی و الحاح کرین ولیکن عاجزی و الحاح قبول ہوتا ہے اس طرح کہ مقدر سختیان و بلیات
انپر آسان کردی جاتی ہین اور ہر ایک مین ان کو بجائے قہر و غضب کے نعمت و رحمت عظیم حاصل ہوتی ہے پس وہی پاک عز وجل انپر
جاری کرتا ہے اور وہی انپر آسان کر دیتا ہے اور یہی معنے ہین قولہ فلا مرد لہ الآیہ کے اور سوائے حق تعالیٰ عز وجل کے کوئی والی نہین
پس فرق مشرکین و مومنین مین یہ ہے کہ مشرکین موارد قضا سے گریز کر کے بتون و اغیار کے ساتھ ملتجی ہوتے ہین پس قضاء اُن پر سے
نہین ٹلتی اور پوری ہوتی ہے جسکو سختی سے اٹھاتے ہین اور بوجہ گریز کے مستحق عذاب ہوتے ہین اور غیرون کی طرف ملتجی ہونے سے غضب
علی غضب بڑھ جاتا ہے اور مومنین اس مین بغیر گریز کے قدم جمائے رہتے ہین اور بحفظونہ من امر اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ
عز وجل ہی کی طرف ملتجی ہوتے ہین تو رحمت پر رحمت بڑھتی جاتی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اعوذ بعفوک من عقوبتک۔ یعنی
اللہ تعالیٰ کے مقدرات قہری نازل ہونے کی صورت مین اسی والی کی طرف التجا لائے تو اللہ تعالیٰ عز وجل نے اس قہر کو ان کے حق
مین لطف و آسان کر دیا اور اپنی طرف ملتجی ہونے سے رحمت مزید کردی۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل جب
کسی قوم کا ہلاک چاہتا ہے یعنی ظاہری جسم سے ہلاک ہونا یا باطنی ایمان سے ہلاکت جو نہایت سخت اور حقیقی ہلاکت ہے جب ایسی ہلاکت
چاہتا ہے تو انکی آنکھون مین یہی برا دلہی نظر آتی ہے ہر چند انکو بچایا جاتا ہے مگر نہین سمجھتے ہین تم ہم ہو جاتے ہین اور مقامات ہلاکت ہی کو

اچھا دیکھتے ہین حتی کہ اپنے پیرون ان جگہون کو چلے جاتے ہین اور اپنی تدبیرون و کوششون سے یہان تک پہونچتے ہین آخر کو ہلاک ہوجاتے ہین اور اللہ تعالےٰ عزوجل ہی ہر ایک مخلوق کا متولی ہے اقول اس بیان کے واسطے عبرت کا واقعہ جنگ بدر ہے چنانچہ بنظر عبرت اُس کو غور کرو کہ ابوجہل وغیرہ کس طرح سے خواری و ہلاکت مین گئے چلے جاتے تھے اور آخر بہ قدم رفتہ میدان بدر مین ہلاک ہوئے اور باوجودیکہ بعضے لوگون نے بخوبی فہمائش کی کہ نہ جاوے اور اُس کے اچھے ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے اور پیرون چلکر تدبیر کرکے موارد ہلاکت مین داخل ہوئے ثم قال اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۞ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

وہی اللہ ہے جو دکھلاتا ہے تم کو برق خوف و امید کے لیے اور پیدا کرتا ہے سحاب بوجھ والے اور تسبیح پڑھتا ہے رعد

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ

اُس کی تعریف کی اور ملائکہ اسکی خوف سے اور بھیجتا ہے صاعقون کو پس پہونچاتا ہے اسکا جسکو چاہے اور حال یہ ہے وہ

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۞ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

جھگڑا کرتے ہین اللہ تعالیٰ مین حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے اسی کی دعا سچی ہے اور جو لوگ کہ پکارتے ہین اسکے سوا دوسرون کو

لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ

وہ کچھ جواب نہین دے سکتے کسی بات کا لیکن ایسے جیسے ہتھیلی پھیلانے والا پانی کی طرف کہ وہ پہونچ جاوے اسکے منہ مین حالانکہ وہ نہین پہونچنے والا اور نہین

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۞

ہے پکارنا کافرون کی مگر بھٹکنا

جیسا وہی ہے جسنے لکھا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہوگیا کہ جو کچھ اللہ عزوجل چاہتا ہے اسکے خلاف محال ہے وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ ہے جو تم کو برق دکھلاتا ہے خَوْفًا وَّطَمَعًا خوف و طمع کے واسطے یعنی برق کے دیکھنے سے خوف کرتے ہو اور مینہ کی طمع کرتے ہو بعض نے کہا کہ اس سے خوف کرتا ہے جسکو ضرر ہو اور طمع کرتا ہے جسکو نفع ہو معالم مین لکھا کہ بعض نے کہا کہ خوف ضرر کا اور طمع نفع کا ہے بعض نے کہا کہ خوف مسافر کو اس طرح سے کہ اذیت بارش ہونیکا خیال کرتا ہے اور طمع مقیم کو جو اس سے برکت و نفع دیکھتا ہے اقول مسافر و مقیم کی خصوصیت کی ضرورت نہین بلکہ مسافر و مکان و بے ضرر سے والا مقیم و بیمار و غیرہ ایسی قسمین ہیں پس عام قول ہو جیسا وہی رحمہ نے لکھا وہ بہتر ہے اور معالم مین بعض کا قول کہ بعض شہرون مین مینہ سے قحط اور خشکی سے نفع ہوتی ہے و فیہ نظر۔ قال الامام ابو جعفر برق وہ نور جو سحاب کے درمیان سے بلند ہوتا ہے اور ابن جریر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ابو الجلد کو جواب لکھا کہ برق سے کیا مراد ہے انھون نے جواب لکھا کہ پانی مشتمل ہوتا ہے کہ معنی یہ کہ اس مقام پر برق سے مراد ہے کہ ہر برق کے ذکر سے ایسا ابر خالص مراد لیا جس سے مینہ برستا ہے چنانچہ اس کے متصل ہے کہ بجلی کا پانی برستا ہے۔ قتادہ و ضحاک سے خوف مسافر اور طمع مقیم روایت ہوا اور واضح ہو کہ کہتی نے کہا کہ صاعقہ ایسی آگ ہے جو آسمان سے متولد ہو کر بجلی نازل ہو اور صاعقہ مین فرق ہو کہ برق ایک نور ہے اور صاعقہ آگ ہے و قولہ خوفا ای مسافر اور جو شخص دیکھنے سے اذیت کا خوف

ہوتا ہے اور طمع باران رحمت کی ہوتی ہے فعلے ہذا برق وہی صاعقہ ہے۔ اور اسکی تفسیر مین قتادہ رح کا قول کہ اذیت ومشقت سے
ڈرتا ہے الخ اس کے معنے یہ بھی ہوسکتے ہین کہ برق کا نور دیکھکر پانی برسنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور مراد برق سے پانی ہے جیسا کہ
ابن عباس کی روایت سے معلوم ہوا تو مسافر برق کی اذیت سے نہین بلکہ پانی برسنے اور راستہ کی کیچڑ وغیرہ کی اذیت ومشقت
سے ڈرتا ہے وعلی ہذا برق وصاعقہ مین فرق ہوگا۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ جو چیز ہوا مین پھیلی ہوئی ہو سحاب ہے اور مراد بادل ہے
جو ہوا مین پھیلتا ہے۔ معالم مین کہا کہ سحاب جمع سحابۃ ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ جمع کے معنے مین اسم جمع ہے اسی واسطے اسکے
وصف مین کہا۔ الثِّقَالَ جمع ثقیلہ۔ یعنے اور پیدا کرتا ہے اللہ تعالے عزوجل بادلون کو جو بھاری ہوتے ہین۔ قال الحافظ رح
یعنے بادلون کو نئی پیدائش سے ہمیشہ پیدا کرتا ہے جو ہوا پر پھیلے ہوئے اور پانی کی کثرت سے بوجھل ہوکر زمین سے قریب ہوتے ہین
مجاہد رح نے کہا کہ سحاب ثقال وہ ہین جن مین پانی ہو۔ اقول اکثر واقفان طبعیات نے اٹکل کی دلیلون سے زعم کیا کہ اجسام کے
بخارات اٹھکر سردی سے منجمد ہوکر بادل ہوجاتے ہین جن سے مینہ برستا ہے اور یہ اٹکل میرے خیال مین بیہودہ ہے کیونکہ ہر شخص
جانتا ہے کہ ایام بارش کا مینہ جسقدر نافع ہوتا ہے ہرگز دوسرا مینہ ویسا نہین ہے اور سخت گرمی مین کبھی ان بخارات سے یہ
کیفیت نہین ہوتی بخلاف ایام بارش کے کہ ان دنون اس کثرت سے بخارات ہر روز پیدا ومنجمد ہوتے ہین اور غیر دنون مین یہ
سلسلہ متواتر نہین ہوتا اگرچہ پانی بہت برس جاوے پس ممکن نہین ہے کہ یہ اٹکل اس قدرت آلہیہ کے احاطہ پر قادر ہو اور
مرد عاقل ان بیہودہ دلائل کو سوائے مضحکہ کی نگاہ کے نہ دیکھیگا اور اس سے میری یہ مراد نہین ہے کہ عالم اسباب مین حق تعالیٰ عزوجل
نے اشیا کے تکون کو منوط باسباب نہین فرمایا ہے بلکہ میرا کلام اس مین ہے کہ مینہ واس کے برسنے واسکے ایام کی خصوصیت واسکی منفعت
صرف ایسی اٹکل پر نہین ہے بلکہ اس مین خاص آثار وانوار قدرت آلہیہ ہین۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد
بحمد الٰہی یعنے کہتا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو سحاب پر موکل ہے اور امام
احمد رح نے بنی غفار کے ایک شیخ سے روایت کی جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تعالے سحاب کو پیدا فرماتا ہے
پس وہ اچھی گفتگو کرتا ہے اور اچھی ہنسی ہنستا ہے۔ امام حافظ رح نے کہا کہ مراد واللہ اعلم یہ ہے کہ رعد اس کی گفتگو ہو اور برق
اُس کی ہنسی ہے۔ اور سعد بن ابراہیم سے یہ قول مروی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت ایک اسرار الٰہی عزوجل کا اخبار ہے۔
کیونکہ رعد کی تسبیح ظاہر ہے کہ سب لوگ نہین سمجھتے ہین بلکہ بعض لوگ اور یہ نظیر اس کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندون کی
بولی سمجھتے تھے اور باقی لوگ نہین سمجھتے تھے اور یہ ہر چیز اللہ تعالے کی تسبیح کرتی ہے کما قال تعالے وان من شئی الا یسبح بحمدہ۔ اور کوئی
چیز نہین مگر کہ اللہ تعالے عزوجل کی حمد سے تسبیح کرتی ہے اور یہ تحقیق ہے کہ اور خود اللہ تعالے نے فرمایا ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔
ولیکن تم ان کی تسبیح نہین سمجھتے ہو۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ابن ابی حاتم رح کی روایت باسناد محمد بن مسلم رح سے ذکر کی کہ ہم کو خبر
پہونچی کہ برق ایک فرشتہ ہے جسکے چار چہرہ مین ایک انسان کا اور ایک بیل کا اور ایک نسر کا ایک شیر کا پس جب وہ مارتا ہے
تو برق پیدا ہوتی ہے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ رعد فرشتہ نہین ہے بلکہ ایک مخلوق ہے اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے
جو سحاب پر موکل ہے۔ امام احمد رح نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے رعد وصواعق کو تو دعا
کرتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک۔ اے رب ہمارے ہمکو اپنے غضب سے قتل نہ کیجیو اور اپنے عذاب سے ہلاک

نہ بھیجو اور قبل اس کے ہم کو عافیت دیجیو۔ رواہ الترمذی والبخاری والنسائی والحاکم۔ ابن جریر نے ابوہریرہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جب رعد کو سنتے تو کہتے کہ سبحان الرحمٰن یسبح الرعد بحمدہ۔ اور مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے
تھے اور ابن عباس و طاؤس و اسود بن یزید سے مروی ہے کہ وے بھی ایسا ہی کہتے تھے اور عبداللہ بن الزبیر جب رعد سنتے تو کلام
ترک کر دیتے اور کہتے سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ۔ اور کہتے کہ اہل زمین کے واسطے یہ سخت وعید عذاب ہے رواہ مالک
فی الموطا والبخاری فی الادب۔ امام احمد رح نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب
عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے تو میں ان کو مینہ راتوں میں دیتا اور سورج انپر دن میں طلوع کرتا اور انکو
رعد کی آواز نہ سناتا۔ طبرانی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رعد سنو تو اللہ تعالیٰ
عزوجل کی یاد کرو کہ وہ یاد کرنے والے پر نہیں پہونچتا ہے۔ معالم میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ چند یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو رعد سے آگاہ کرو تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو سحاب پر موکل ہے اس کے
پاس آگ کے مخاریق ہیں جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ خطیب نے کہا کہ مخراق کی تفسیر دوسری حدیث میں آئی ہے کہ وہ نور کا کوڑا
ہے جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب رعد فرشتہ ہے تو پھر کیا معنے ہیں قولہ تعالیٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ
اور تسبیح کرتے ہیں ملائکہ اس کے خوف سے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عطف رعد پر عطف عام کا خاص پر ہے اور یہ جائز ہے پھر تصریح یہ ہے
کہ خیفتہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اس میں دو قول ہیں کہ ملائکہ سے کون فرشتے مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ رعد کے ساتھ دیگر ملائکہ
ہیں یعنی اعوان واتباع کہ جو بحکم الٰہی عزوجل اُس کے مطیع و محکوم ہیں اور بعض نے کہا کہ عام ملائکہ مراد ہیں اور بات یہ ہے کہ جب
رعد نے تسبیح پڑھی اور اُس کی آواز گونجی تو بخوف الٰہی ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں پس اسوقت مینہ نازل ہوتا ہے۔ اقول یہی
صواب ہے کیونکہ عبداللہ بن الزبیر کے قول سے ثابت ہے کہ رعد کی آواز پر کہتے کہ اہل زمین کے لیے یہ وعید شدید ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت میں آپ کا خوفناک ہو کر غضب و عذاب سے پناہ مانگنا مروی ہے پس ملائکہ آواز رعد سے
غضب الٰہی کے خوف سے ڈرتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے کہا کہ رعد اس فرشتہ کا بھی نام ہے جیسا کہ
یہاں ثابت ہوتا ہے اور رعد اُس کی آواز کا بھی نام ہے جیسا قولہ فیہ رعد وبرق تیسرے رکوع سورہ البقرہ میں ہوا اور بعض نے کہا کہ رعد
نفس آواز کے معنے یہاں نہیں ہو سکتے ہیں ... سے تحمید الٰہی ہوتی ہے یعنی یہ آواز محل گونج و گرج نہیں ہے بلکہ یہ آواز تسبیح ہے جو
موکل ابر ہے جس کا نام رعد ہے ... پیدا ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ رعد اُس کوڑے کی آواز ہے جس سے سحاب چلاتا ہے۔ واضح ہو کہ ہر چیز کے
واسطے ایک حقیقت ہے اگرچہ ہم اُس کو نہیں جانتے ... جیسے کہ نماز و قراءۃ قرآن و روزہ وغیرہ جو اس عالم میں ہیں اور یہ بیانات ہم کے
ظاہر ہیں ولیکن اُن کی صورت اصلی اللہ تعالیٰ کے نزدیک موجود ہے پس اگر رعد نفس آواز ہو تو تسبیح باعتبار اصل حقیقت کے ہے اور
اگر فرشتہ ہو تو بلا تکلف ظاہر ہے اور بہتر ہے کہ اس زمانہ میں کثرت سے لوگ اس قسم کے موجود ہیں کہ اسکا اقرار و تسبیح ماننا تو کجا انھیں
چیزوں پر منحصر ہیں جو حواس سے محسوس ہوں حتی کہ ملائکہ و شیاطین بلکہ جن سب سے انکار کرتے ہیں اور شاید اپنی بینائی وغیرہ
قوتوں کو محسوس سمجھکر اقرار کرتے ہوں مگر روح سے منکر ہونگے اور بہت انھیں کے اللہ تعالیٰ سے منکر ہیں اور جو نام کا اقرار کرتے ہیں وہ اپنے
قیاس میں کوئی تصویر اپنی رائے سے قرار دیکر اسکے قائل ہیں پس فی الحقیقۃ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل سے منکر ہیں اور نام کا ماننا کافی نہیں

جب تک کہ اسطرح اقرار و یقین نہ کریں جسطرح کہ حق تعالیٰ عزوجل پاک ذات و صفات سے موجود ہے اور وہ ہر مخلوق کے
قیاس وراء سے اعلیٰ ہے تو ضرور ہوا کہ اس کی صفات پاک کا اسطرح اقرار کریں جسطرح اس نے وحی سے بندوں کو آگاہ فرمایا
ہو اور منجملہ صفات کے یہ کہ خالق ہے جو چاہے جسطرح چاہے پیدا کرے اور ہر چیز ذرہ سے عرش تک وہی پیدا کرتا ہے اور
کسی مخلوق کو کوئی چیز پیدا کرنے کا اختیار نہیں ہے حتیٰ کہ جو کام و جو فعل موجود ہوتا ہے اسی کا ایجاد ہے اور بندہ صرف اس
فعل کا مصدر ہو اور وہ فعل نیک ہو یا بد ہو اس بندہ کے ساتھ ہے اور جب اس نے بندہ کو پیدا کرنا چاہا اس سے پہلے قدیم سے
وہ اس کی حقیقت و ماہیت و اسکے افعال جو عمر بھر کریگا جو وقت کریگا سب جانتا تھا اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہو اور جو بے شمار
مخلوقات ہے اس کا شمار کسی کو نہیں معلوم اور بہت مخلوق اس نے اپنی قدرت سے ایسی پیدا فرمائی ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتی جیسے
ہوا اور بہت وہ جو محسوس نہیں ہوتی جیسے روح و ملائکہ و شیاطین۔ اور بہت باتیں عالم میں ایسی ہیں جنکو آدمی نہیں سمجھتا جیسے
نباتات کی خاصیت اور جانوروں کی بولیاں اور جیسے اللہ تعالیٰ عزوجل کی تسبیح۔ اور وہ قادر ہو اسکی قدرت ہر چیز کو محیط ہے
اور کوئی چیز اسکی قدرت کے سامنے محال نہیں ہے جیسے کھاری و میٹھا سمندر ملا ہوا مگر دونوں خلط نہیں ہوتے ہیں اور زمین کی
خشکی پانی کے اندر گلتی نہیں اور پانی مٹی کا مجموعہ رہتا ہے پانی سیلان نہیں کرتا الغرض جب سب صفات پر ایمان لایا اور کسی چیز کو
اسکی کسی صفت میں شریک نہ جانا تب مومن مسلمان ہوا اور جب تک اپنے آپ کو قدرت والا اور ہر فعل پیدا کرنے والا اور اسباب
کو تاثیر کرنے والا اور قدرت الٰہی کو ناقص سمجھنے والا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا سمجھنے والا اور مانند اس کے اور
قیاس کرنے والا ہو تب تک اپنی خیالی تقدیر کو خدا ماننے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر ایمان لانے والا نہ ہوگا اور آخرت کا منکر کافر ہو
اور خوب جان لو کہ جیسے دنیا میں مختلف ملکوں خشکی و تری کے رہنے والے الگ الگ ہیں اور پانی کے کیڑے خشکی کے رہنے والے
نہیں اور خشکی والے پانی کے نہیں اور آگ کے کیڑے کے سوائے دوسرا وہاں نہیں رہ سکتا اسیطرح بعد موت کے نہ ہو
جنت دوزخ میں جنت کے رہنے والے علیحدہ ہیں اور جہنم کے رہنے والے علیحدہ ہیں اور دنیا میں ان کی صورتیں یکساں اور
سیرتیں جدا جدا ہیں مگر وہی قسم میں منحصر ہیں تو جیسے دنیا ظاہر ہو ویسے ہی صورت ظاہر ہے اور جیسے آخرت پوشیدہ ہو ویسی ہی
اس کی لیاقت باطن میں پوشیدہ ہے یہی اہل جنت کیا اور ایمان والوں کو کچھ مضر نہیں ہے اگر جہنم والے اللہ تعالیٰ عزوجل
کی قدرت و اس کے علم و اس کی مخلوقات عجیب و غریب سے انکار کریں اور اگر نہ انکار کریں تو تعجب ہے اس لیے کہ باطن یکساں
نہ ہو جاوے حالانکہ جدا ہونا ضرور ہے پس میں کہتا ہوں کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا اس پر یقین رکھیں کہ بھلا عقل والوں کی رائے بہتر ہے یا اللہ تعالیٰ عزوجل و اس کے رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سچا ہے۔ بالیقین قرآن و حدیث صحیح ہے اور ان سے خلاف سب عقل ورائے ہے اور دنیا میں بیشمار
عقل کرنے والے ہر زمانہ میں گذرے اور سب میں باہم اختلاف رہا از صاف ظاہر ہے کہ اگر عقل سچ ہوا کرتی تو سب کی ایک ہی
رائے ہوتی پھر عقل تو حواس ہی تک ہے اور علم الٰہی و مخلوقات کا احاطہ حواس سے کیونکر ممکن ہے بلکہ جس نے یہاں عقل
دوڑائی حماقت ظاہر ہو گئی تو ایسے احمق پر کیونکر اعتبار ہوگا اور جب عقل والا اپنی روح کی ماہیت نہیں جان سکتا تو اور
مخلوقات جاننے کا دعوے کیونکر مسلم ہو اور مخلوقات تو درکنار وہ تو خالق عزوجل میں عقل لگاتا ہے یہ سب سے زیادہ بدتر ہے پس ہم

ایمان لائے کہ جو اللہ تعالےٰ عز وجل نے فرمایا کہ ھوالذی یریکم البرق۔ وہی اللہ تعالےٰ ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے برق۔ جو تسبیح رعد سے نورانی پیدا ہوتی ہے۔ خوفا وطمعا۔ خوف کے لیے اور طمع کے لیے یا خوف دلانے وطمع دلانے کو کہ عظمت الٰہی میں گناہ کی سزا سے خوف ہے یا مینہ کی اذیت ومشقت سے مسافر کو خوف ہے اور ہر ایک کو مینہ کی منفعت سے امید وطمع ہے یا ہر ایک کو دو راہ سے خوف وطمع ملی ہوئی ہے کہ برق ورعد سے عذاب نہ ہوا ور کثرت بارش سے طوفان نہ ہوا اور برسنے سے رزق وفراخی کی امید ہے۔ وینشئ السحاب الثقال۔ اور وہی نئے نئے پیدا کرتا ہے بادل مینہ سے بوجھل۔ اگر اللہ تعالےٰ نے بخارات کے اجتماع سے پیدا فرمایا تو یا بغیر کسی اسباب ظاہری کے ایجاد کر دیا ہو تو بہر حال اس کا اس حالت پر کر دینا اللہ تعالےٰ عز وجل کی ایجاد ہے جس سے ایام بارش میں عجیب طرح کی قوت ونمو نئی سر سے زمین کو ہوتی ہے اور سخت گرمی کے بعد ہی ابروں کا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر تمام موسم بھر بہت زور شور سے بادل آتے اور برستے رہتے ہیں پھر موسم کے بعد بالکل مطلع صاف ہوتا ہے تو بخارات کے اجتماع سے سردی پاکر پانی ہو جانے کی اٹکل ہی اٹکل ہے علاوہ اس کے بارش سے ایک دو مینہ پہلے کبھی خوب پانی برس جاتا ہے مگر زمین کو وہ نمو نہیں ہوتا جو برسات کے مینہ سے اگرچہ ایک دفعہ برس کر کھل جاوے روئیدگی نباتات کی دھوم سے شروع ہو جاتی ہے اور پھر باقی سال بھر بخارات اتنے جمع نہیں ہوتے جتنے کہ بارش کے ایک روزہ ہجوم سے نظر آتے ہیں بالجملہ صواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل مینہ کے بادلوں کو جو کہ برسات میں ہوتے ہیں اپنی قدرت سے پیدا فرماتا ہے۔ ان بادلوں کے ساتھ اس کی قدرت کے ساوی انتظام ہیں جیسے زمین کے کھیتوں کے ساتھ جوتنے بونے والوں کا انتظام ہے۔ یہ مخلوق آدمی ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔ بادلوں سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور برق چمکتی ہے ویسبح الرعد بحمدہ۔ رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے۔ اگر اسیقدر ہوتا کہ رعد اسکی تسبیح کرتا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ رعد جو محسوس ہوتی ہے یعنی گرج کی آواز ان بادلوں میں سے اس سے اللہ تعالےٰ کی قدرت ظاہر ہے تو یہی تسبیح ہوئی۔ کیونکہ تسبیح سے خوبی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے خوبی ظاہر ہوئی تو اس طرح بادل وگرج کا موجود ہونا اللہ تعالےٰ عز وجل کی تسبیح ہوئی جیسے اور مخلوقات کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ ان کا خالق ہے اور تسبیح ظاہر ہوتی ہے ولیکن جب یوں فرمایا کہ رعد اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتا ہے تو اب صاف معلوم ہو گیا کہ مجازی معنے مراد نہیں بلکہ حقیقی تسبیح حمد کے ساتھ ہے پس ہم جان گئے کہ یہ آواز گرج کی جو ہماری سمجھ میں خالی آواز معلوم ہوتی ہے یہ درحقیقت سبحان اللہ وبحمدہ کے معنے رکھتی ہے اور تسبیح پڑھنے والا رعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر موکل ہے اور شاید فرشتہ کی اقسام سے یہ مراد ہو کہ ایک ساوی مخلوق ہے یا آسمان وزمین کے بیچ میں رہنے والی مخلوق ہو جیسا کہ حسن بصری رحمہ نے سمجھا ہے کیونکہ بعض صحابہ نے اس کی شکل ایسی بیان کی جو آدمی کی نہیں معلوم ہوتی ہے بہر حال انشاء اللہ تعالےٰ ایمان پر خاتمہ بخیر ہونے سے مومنین کو یہ امور ظاہر ہو جاوینگے اس وقت تو ہم اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور برق اس آواز کی چمک سے زیادہ چمکتی ہے اور یہ بجلی اس رعد کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو چلاتا ہے اور حدیث میں آتشی مخراق بیان فرمایا اور مخراق بٹے ہوئے کپڑے کے جوڑے کو کہتے ہیں چونکہ کبھی ہم لوگوں نے ایسی مخلوق کو نہیں دیکھا تو ان کی صورت کا خیال میں آنا ممکن نہیں اور بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح ہے اسکو ہم اپنے قیاس کی قوت تک مطلب کہدیں لیکن یہ نہیں کہ اسکی حقیقت یہی ہے جیسے ہم لوگ کوڑا مارتے ہیں یا کوڑا تو ہمارے خیال سے باہر ہو اتنا سمجھنا کافی ہے کہ سحاب کو وہ اس سے ہانکتا و چلاتا ہو اور یہ ایک شان خالق عز وجل ہو اور یہ تمام زمین وآسمان بے انتہا مخلوقات اس سے

بھرا ہوا ہے جن میں آدمی بھی ایک ذرہ برابر مخلوق ہے چونٹیوں و مکھیوں کے جھنڈ خود بے انتہا ہیں اور یہ تمام مخلوقات اپنی اپنی زبانوں و آواز سے اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تمام سلطنت الٰہی منور ہے پس رعد موکل سحاب اللہ تعالے کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور ملائکہ از خوف الٰہی تعالے تسبیح پڑھتے ہیں رعد کی آواز اہل زمین کے لیے قہر کی تہدید ہے اور عظمت وجلال الٰہی تعالے کے سامنے ہر بندہ خوفناک ہے تو ملائکہ خوف سے تسبیح رعد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور بادلوں میں صواعق ہیں یا رعد کے ساتھ ہیں۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور اللہ تعالے بھیجتا ہے صواعق کو جمع صاعقہ ایک آگ ہے جو بادلوں کے درمیان سے پیدا ہو کر کبھی زمین پر گرتی ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس کو اللہ تعالے عزوجل بھیجتا ہے۔ فَيُصِيْبُ بِهَا پس مصیبت میں مبتلا فرماتا ہے ان صواعق کے ساتھ مَنْ يَّشَآءُ جسکو مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اُس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور حال یہ ہے کہ مخلوقات زمین کے آدمی جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالے عزوجل کے بارہ میں۔ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ وہ تعالے سخت قوت والا ہے یعنے آدمی اپنی بے بنیاد ہستی کے ساتھ اللہ تعالے عزوجل کی قدرت و وجود میں جھگڑا کرتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالے کا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو اللہ تعالے عزوجل کی بندگی کے لیے ہدایت فرماتا ہے اُس کے ساتھ اوندھی راے والٹی باتوں سے جھگڑتے و انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے عزوجل سب چیزوں پر قادر اور مخلوقات سب اسی کی پیدائی ہوئی ہے وہ بہت بڑا طاقت و قدرت والا ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا تو ملائکہ وغیرہ کوئی مخلوق کچھ نہیں کرسکتی اور جب وہ چاہے لوگوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور اُن کو جزا و سزا دے گا۔ اور بیضاوی رحمہ وغیرہ نے لکھا کہ شدید المحال شدید المماحلۃ لاعدائہ یعنے سخت حیلہ میں ڈالنے والا ہے منکروں کو۔ کیونکہ اگر وہ اُن کو قہر و جلال سے مقہور اس طرح کر دے کہ سب جھگڑا بھول جاویں تو اس کو قدرت ہے ولیکن اُن کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا اور فی الحال اُن کو ایسے طور پر اپنی قدرت میں محصور کر رکھا کہ وے اپنے خیالات میں غرق ہیں حالانکہ جو کرتے اور جو خیالات باندھتے ہیں اُن سے خود ہلاکت میں پڑتے ہیں مگر حق تعالے عزوجل کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ ہے کہ اُن کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کے لیے ہے دعوت حق یعنے الدعاء الحق کیونکہ وہی سزاوار ہے کہ اس سے دعا اور اس کی عبادت کی جاوے۔ یا سچا بلایا جانا اسی کے لیے ہے یعنے اسی کی بندگی کے لیے لوگوں کو ہدایت کی جاوے یا دعا کا قبول کرنا اسی کی طرف سے سچ ہے یعنے جو لوگ غیروں سے دعا کر کے سمجھتے ہیں کہ یہ کام ہو گیا فلاں بت یا درخت یا بیت یا آگ یا سورج و چاند وغیرہ سے تو یہ وہم باطل ہے اور حق تعالے عزوجل نے اُس کو مقدر کر دیا تھا اور ضرور وقت مقرر پر یہ مراد ملتی مگر حیلہ الٰہیہ کافروں کے حق میں شدید ہے حتیٰ کہ کافر اُس کو اپنے خیالی شریک سے فوز مراد سمجھا حالانکہ جس سے دعا کی تھی اُس کی طاقت میں کچھ بھی نہ تھا اور جس نے حق تعالے عزوجل سے دعا مانگی وہ حق ہے وہ سنتا و جانتا اور قدرت والا ہے اپنے بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور جو لوگ پکارتے ہیں اللہ تعالے کے سوا دوسرے کو یعنے اللہ تعالے کے غیر سے دعا مانگتے ہیں۔ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ تو یہ لوگ ان پکارنے والوں کے لیے کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے یعنے کسی بات کی بھی قبولیت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اُن کو بذات خود کچھ قدرت نہیں ہے۔ اِلَّا مگر ایسی اجابت کر سکتے ہیں كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ جیسے کوئی پیاسا پھیلائے اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف۔ لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ پہونچ جاوے وہ پانی اُس کے منھ کو۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ حالانکہ

وہ پانی کبھی اُس کے مُنھ کو نہیں پہونچنے والا ہے تو ایسے ہی جو لوگ غیروں کو پکارتے اور اُن سے دعائیں مانگتے ہیں ایک بے
قدرت مخلوق سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو نہ اُس کے پاس اور نہ دے سکتا ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ
ضَلٰلٍ اور نہیں ہے پکار و دعاء کافروں کی مگر بھٹک میں۔ یعنے ضائع و باطل و بربادی میں پڑی رہتی ہے یا اُن کی دعا
بھٹکتی پھرتی ہے کہیں اُس کا ٹھکانا نہیں ہے یا ایسی دعا گمراہی میں داخل ہے اور اول قول بہتر ہے۔ واضح ہو کہ ان آیات کی
تفسیر میں امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء یعنے صواعق کو انتقاماً
کے لیے بھیجتا ہے جس سے چاہتا ہے اُس کی حرکت کا انتقام لیتا ہے اسی واسطے آخر زمانہ قرب قیامت میں اُس کی کثرت ہوگی
چنانچہ امام احمد نے اسناد سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت
کے نزدیک اموات پر صواعق کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ آدمی ایک قوم و محلہ والوں پاس آوے گا اور پوچھیگا کہ تم سے کون
آج صبح صاعقہ میں مبتلا ہوا پس کہینگے کہ فلاں شخص اور فلاں اور فلاں۔ اور آیات کے سبب نزول میں حافظ ابو یعلی
موصلی نے اس طرح روایت کی کہ حدثنا اسحٰق حدثنا علی بن ابی بیار الشیبانی حدثنا ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو عرب کے ایک فرعون کے پاس ایک مرتبہ
بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے اُس کو میرے پاس بلا لا۔ اُس نے جا کر اُس شخص سے کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا
ہے اُس نے جواب دیا کہ رسول اللہ کون ہے اور اللہ تعالےٰ کیا ہے کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے وہ شخص
واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے پہلے
عرض کیا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ بے پروا ہے اس نے مجھ سے یوں یوں گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ دوبارہ اُس کے
پاس جا کر کہہ پس وہ گیا اور ویسا ہی جواب پایا تو واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے
عرض کیا تھا کہ وہ اس سے زیادہ بے پروا ہے پس فرمایا کہ تیسری بار اُس کے پاس جا کر دعوت کر پس وہ تیسری بار آیا
پس اُس نے تیسری بار اسی کلام کا اعادہ کیا پس اس درمیان میں کہ یہ دونوں اس گفتگو میں تھے ناگاہ حق تعالےٰ نے اس
مرد سرکش کے سر کے اوپر سیدھ پر ایک ٹکڑا ابر کا بھیجا اور رعد کی آواز آئی اور اس سے صاعقہ گری اور اُس کے سر کا
پیالہ اڑا لیگئی پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بھی علی بن ابی بیار
سے روایت کیا اور حافظ امام ابو بکر البزار نے عبدۃ بن عبد اللہ بن یزید بن ہارون عن دیلم بن غزوان عن ثابت عن انس بنحوہ
روایت کیا ہے اور کہا کہ حدثنا الحسن بن محمد حدثنا عفان حدثنا ابان بن یزید حدثنا ابو عمران الجونی عن عبد الرحمٰن بن صحار العبدی
انہ بلغہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث بنحوہ یعنے مرسل بھی روایت ہے اور شیخ حافظ نے لکھا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے
کہا کہ ایک یہودی نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد مجھے اپنے رب سے آگاہ کرو وہ کس چیز کا ہے تانبے کا یا موتی کا
یا یاقوت کا پس ایک صاعقہ آئی اور اسکو قتل کر دیا اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اور قتادہ نے
کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے توہین کے الفاظ میں قرآن مجید سے انکار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی
پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے صاعقہ بھیجی جس نے اُسکو ہلاک کر دیا اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ اور شیخ

ابن کثیر رح نے لکھا کہ مفسرین نے اس کے سبب نزول میں قصہ عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ بھی ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ
اسانید ان کے صحیح ہیں اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے یہ وقائع ہوتے رہے ہیں اُن میں سے اخیر واقعہ کے بعد آیت کریمہ کا نزول ہوا
ہے اور من یشاء سے دلالت پائی گئی کہ سب اس میں داخل ہیں اور شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں عامر و اربد کا قصہ
اس طرح لکھا کہ دونوں نے مدینہ میں حاضر ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ ہمارے واسطے نصف شرکت قبول کرو
مگر اس جہالت کی بات کے جواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کا جواب دیا اس کے سوائے کوئی جواب ہی نہ تھا پس
عامر بن الطفیل ملعون نے کہا کہ واللہ میں تیز رو گھوڑوں اور شہسوار جوانوں سے ہجوم کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ روکیگا تجھ کو اللہ تعالے عز وجل اس سے اور مجھ سے باز رکھینگے تجھ کو دونوں فرزند قیلہ کے یعنے اوس وخزرج - پھر
ان دونوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریب سے قتل کا قصد کیا پس ایک نے تو آپ کو باتوں میں لگایا اور
دوسرے نے پیٹھ کی طرف کھڑے ہو کر تلوار کھینچنا شروع کی مگر اللہ تعالے عز وجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور
یہ دونوں مدینہ سے نکلکر عرب کے گروہوں میں پھرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کے لیے لوگوں کو جمع کرتے تھے پس اللہ تعالے
عز وجل نے اربد پر بجلی گرائی کہ جلکر ہلاک ہو گیا اور رہا عامر بن الطفیل تو اسپر طاعون اترا اور اس کے بڑا غدہ نکل آیا تو کہتا کہ
اے آل عامر یہ غدہ مثل غدہ بکر کے ہے اور موت ہے سلولیہ میں ہے حتے کہ مر گیا اور اللہ تعالے عز وجل نے اس واقعہ میں
نازل فرمایا ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیہ اور ابو القاسم الطبرانی نے کہا کہ حدثنا سعدۃ بن سعید العطار
حدثنا ابراهیم بن المنذر الحزامی حدثنی عبد العزیز بن عمران حدثنی عبد الرحمن بن زید وعبد اللہ بن زید عن ابیہما زید بن اسلم عن
عطاء بن یسار عن ابن عباس ان اربد بن قیس بن خزر بن جلید الی آخر القصہ مترجم کہتا ہے کہ جیسی روایت محی السنۃ صاحب
معالم نے ذکر فرمائی ویسی ہی آخر تک مذکور ہے صرف خفیف تفاوت بعض مقام پر ہے چنانچہ جب عامر کے سوالات کا
جواب ملا تو وہ اربد کے ساتھ کہتا ہوا چلا کہ واللہ سواروں کے لشکر کو تجھ پر چڑھا لاونگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالے عز وجل تجھ کو اس سے باز رکھیگا اور سر دو پسران قیلہ یعنے اوس وخزرج پس دونوں اربد و عامر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس سے نکل گئے تو عامر بولا کہ اے اربد میں تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تجھ سے موڑ کر اپنی طرف باتوں میں مشغول کروں اور
تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تلوار سے قتل کر دے اور جب تو مار ڈالیگا تو آخر یہ لوگ دیت پر راضی ہو جاوینگے اور باہمی جنگ و
جدال کو مکروہ رکھینگے اربد نے کہا کہ میں ایسا کرونگا پس دونوں واپس ہو کر آئے اور عامر ملعون نے کہا کہ اے محمد میرے ساتھ
اٹھو میں تم سے کچھ باتیں کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ علیحدہ ہو گئے اور اُس نے آپ سے جھگڑالو باتیں کرنی
شروع کیں اور اربد نے فوراً اپنی تلوار پر ہاتھ مار کر کھینچنا چاہا مگر قبضہ پر اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ تلوار نہ کھینچ سکا اور عامر کو ظاہر
ہوا کہ اربد بہت دیر کر رہا ہے اور عامر مضطرب ہوا کہ ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو اربد کا فعل آپ کو ظاہر ہو گیا
پس آپ دونوں سے ہٹ گئے اور یہ دونوں وہاں سے چل دیے حتے کہ جب کنارہ زمین حرہ میں جسکو حرہ راقم کہتے ہیں پہونچے تھے
کہ حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر دونوں سردار اوس وخزرج کے ان دونوں کی طرف پہونچے اور آواز دی کہ او
دشمنان خدا آنکھیں پھاڑ کے دیکھو اللہ تعالے عز وجل تم دونوں پر لعنت کرے پس عامر نے سعد سے کہا کہ یہ کون ہے انہوں نے

فرمایا کہ یہ سردار اُسید بن حضیر ہے تیری عقب کاٹنے والا پس یہ دونوں وہاں سے چل دیے یہاں تک کہ جب رقم تک پہونچے
تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے اربد پر صاعقہ بھیجی جس نے اس کو قتل کر دیا اور عامر بھاگا یہاں تک کہ جریم تک پہونچا ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس پر طاعون نازل فرمایا کہ غدہ پڑکر قرحہ ہوگیا اور رات ہوگئی وہاں بنی سلول میں سے ایک عورت کے
مکان میں اترا اور اپنے قرحہ کو مس کرتا اپنے حلق میں اور کہتا کہ غدۃ کغدۃ الجمل وموت فی بیت سلولیہ۔ چاہتا تھا کہ سلولیہ کے
گھر میں نہ مرے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور اسی کی پیٹھ پر مرا پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے نازل فرمایا اللہ یعلم ما تحمل
کل انثی الی الآیات پس قولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ملائکہ
حافظین ہیں اور قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق الآیہ میں اربد ملعون کے قتل کو بیان فرمایا اور قولہ وہم یجادلون فی اللہ الآیہ کے
معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی میں بداعتقادی وجھگڑا کرتے تھے حالانکہ وہ شدید المحال ہے۔ **قال المترجم**
ہکذا ذکرہ الحافظ بطولہ۔ اور میں کہتا ہوں کہ معالم کی روایت میں ہے کہ عامر مذکور لعنہ اللہ اپنا نیزہ کھاتا جاتا اور لات وعزیٰ
سے دعا کرتا اور کہتا کہ محمد و اُس کا دوست اک الموت میرے سامنے پڑیں تو دونوں کو اس نیزہ سے بمدد لات وعزیٰ
ہلاک کر ڈالوں۔ اور مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب تو مجھے کفایت فرما دے ان دونوں سے
جس طرح تو چاہے پس قولہ تعالیٰ لہ دعوۃ الحق الآیہ میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل سمیع و بصیر و مجیب ہے اور کافروں کا
دعا کرنا کھنڈک ہے کہ جن سے مانگتے ہیں انکو کچھ قدرت نہیں ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اسباب نزول جید روایات سے یہاں مذکور
ہیں پس یہ آیات بھی ایسی ہیں کہ متعدد وقائع کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اور آئین معجزات و آیات عظمت و جلال الٰہی سبحانہ تعالیٰ و
صدق رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ظاہر ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابو یعلی
الموصلی کو معالم میں بھی ذکر فرمایا اور اسقدر زیادہ ہے کہ جب وہ سرکش کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وہاں سے آنحضرت صلعم کی طرف تیز چلے کہ آپ کو آگاہ کریں کہ ناگاہ بعض صحابہ کو اپنی طرف آتے دیکھا انہوں نے
بعد سلام کے کہا کہ کیا وہ کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا انہوں نے کہا کہ تم نے کہاں سے جانا کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے
آیات نازل فرمائی ہیں پس سب نے تسبیح پڑھی۔ اور قولہ تعالیٰ شدید المحال ابن الاعرابی نے کہا کہ محال بمعنے مکر ہے اور
اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے مکر یہ کہ حق تدبیر فرما دے پس خاص رحمہ کے قول میں اسی کی توضیح ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل
کی طرف سے مکر یہ ہے کہ جو شخص سختی و عذاب کا مستحق ہے اس کو ایسی راہ سے عذاب پہونچا دے کہ اس کو شعور نہ ہو۔ ابو عبیدہ رحمہ نے
کہا المحال بمعنے عقوبت و مکر۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ بمعنے قوت و شدت۔ قاموس میں ہے کہ محال مکر و کید و کسی امر کا حیلہ و تدبیر
سے قصد کرنا اور قدرت و غلبہ و عذاب و عقوبت و عداوت و قوت و شدت۔ اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ شدید المحال یعنی
شدید الاخذ یعنی اسکی پکڑ سخت ہے اور یہ گویا اصلی مراد کا بیان ہے۔ قولہ تعالیٰ لہ دعوۃ الحق۔ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یعنی توحید۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عباس اور قتادہ و محمد بن المنکدر نے کہا یعنی لا الٰہ الا اللہ۔
میں کہتا ہوں کہ یہ توحید کی تفسیر ہے اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ توحید کی طرف بلاتا ہے اور شاید یہ معنے ہوں کہ جو دعا توحید سے کیا دے سو وہ
اللہ تعالیٰ عزوجل کی درگاہ کے لائق ہے اور حاصل یہ کہ جو شخص دین توحید پر ہو اس کی دعا معلق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی قبولیت

سرفراز ہوتی ہے چنانچہ آگے کافرون کی دعا بتون وغیرہ سے بیکار و بطلی قرار دی۔ اور قولہ تعالےٰ الا کباسط کفیہ لیبلغ الماء۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ جیسے کوئی کنوین کے کنارے ہاتھ سے پانی لیوے تو وہ اُسکے ہاتھ ہی کو نہ پہونچے گا تو مُنھ مین کیسے آوے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مثل بیان فرمائی کہ پیاسا بیوقوف زبان سے پانی بلاوے اور ہاتھ اُس کے آگے پھیلاوے کہ اُس کے مُنھ مین آجاوے وہ کبھی نہ آوے گا ایسے ہی سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے غیرون کو پکارنے والے محروم اور جن کو پکارین جواب نہین دیسکتے۔ ف عرائس کے اشارات کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ تعالےٰ ہو الذی یریکم البرق۔ بیان مقامات مریدین کہ برق دخوف وطمع کا ذکر فرمایا ورنہ عارفین اُمید وبیم سے آگے نکرت سے مایوس اور معرفت سے مامون ہین اور بجائے خوف کے بحر اجلال مین غرق ہین اور بجائے امید کے مقام انبساط مین اور بجائے برق کے آفتاب مشاہدہ مین ہین۔ محبت ایمانی کی منزلون مین سراب حیرت کی پیاس کے وقت برق تجلی اور سحاب عظمت سے جمال عزت مین سیراب فرماتا ہے پس عارف ومومن اپنی نعمت زائل ہونے سے خائف وباقی رہنے کا طامع ہوتا ہے۔ قولہ یسبح الرعد بحمدہ۔ اہل الصدق کے دلون پر انوار تنزیہ القدم پڑتے ہین اور غلبۂ توحید وہیجان سے بزبان تسبیح مثل رعد کے تقدیس کرتے ہین اور ملائکہ ارواح فانیہ ظہور انوار جلال واشراق بقاء سے بخوف فناء وطمع بقاء تسبیح کرتے ہین کیونکہ متحمل بندہ واحد ہے اور ہر فاردیگر اس مرتبہ عظمت مین خوف بعد سے ہراسان اور صواعق کبریاء کا ورود اہل تجرید وتفرید کو بکدر تعلقات سے فنا کرکے ظاہر ومظہر محل تسبیح مین بقاء دیتا ہے۔ ابوعلی الثقفی رہ وغیرہ نے کہا کہ برق محبت سے طمع وخوف ہے اور ورود ایک لمحہ اور خوف اعتراض کدورات وطمع اخلاص معاملات کما قال ابوبکر بن طاہر وخوف انقطاع وطمع قرب کما قال ابو یعقوب شیخ استاد رح نے کہا کہ جیسے ظاہر معاملات مین برق دکھلاکر خوف قحط وتردد مسافر اور طمع ارزانی وآسائش مقیم ہے ایسے ہی اسرار باطن مین ظہور لائح پھر لامع پھر طالع پھر برق ہے یہ انوار محاضرہ ہین پھر انوار مکاشفہ مین خوف قطع وعدم بقاء اور طمع دوام وحصول رضاء پس محاضرہ سے مکاشفہ مین پہونچا پھر مشاہدہ پھر وجود پھر خمود مین کامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ برق برہان پھر قمر عیان پھر آفتاب عرفان جو نہ غروب ہو نہ محجوب کما قیل۔ ـــــ ہی الشمس الا ان للشمس غیبۃ ٭ وہذا الذی اعنیت لیس یغیب۔ کہا گیا کہ طمع وصال سے زائد خوف فراق ہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ سحاب اثقال سے تاریکی چھاجاتی ہے جس سے برداشت کی تو قطرات مطر سے گلشن ہرا بھولا پھلا ورنہ یہ تضرع وگریہ خشکی مین کیا نظر آئیگا پس استدعاء فضل ورحمت سے برداشت انقطاع تعلق پر طلب غذاء قلب تاتردد کے بعد تلویح تحقیق پس خندہ سے شادمانی روح وحصول قرب۔ کہا گیا کہ اہل ارادت کو صواعق قہریات سے قہر اتے ہین جن سے ملائکہ خائف ہوتے ہین۔ قولہ لہ دعوۃ الحق۔ دعوت حق ندائے الست بربکم جسکا جواب ارواح طیبہ نے بزبان شوق دیا پھر دعوت حق بزبان انبیاء وصدیقین بجانب مومنین طاہرین جنھون نے خوشی سے فدا ہونا قبول کیا۔ یہ دعوت سچی ہے ہلاک سے محفوظ اور ماسوائے اسکے دعوت نفس وجہالت دریا وسمعت ہودی ہلاکت وضلالت ہے۔ اور قال تعالےٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ دعائے ریاکاران باتباع نفس ہوسے طریق اخلاص وصدق سے خارج ہزارون راستون پر بھٹکتی ہے ابن عطاء رح نے کہا کہ اسیر خواہش جب بدعوت حق ہے صحیح ہے ماننے والا حق کو پہونچا اور جس نے دعوت نفس قبول کی اُس نے ہلاکت مین مجھونکا بعض نے کہا کہ حق کا داعی از حق سچی ہے جعفر رح نے کہا کہ داعی نفس خود بجانب کفر وضلالت ہے کہ امانت سے خارج ہوا اور ایک داعی

سچی اور دوم داعی بجانب حق وسوم داعی براہ حق یہ سب دعوۃ الحق ہیں کہ اپنے نفس سے دعوت نہیں کرتے اور جو کوئی اپنے
نفس سے مخلوق کو دعوت کرتا ہے ضلال ہے۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دعوۃ الحق ہر پان آیات بینات ہشتم اسرار ہے جو
اندھا بہرا نہوا دیکھا سُنا عالم ہوا اور مقابلہ میں دعوت شیطان ہے وہ بزینت چشم ظاہر وانکار چشم باطن ہے مگر جو زینت ظاہر پر
فریفتہ ہوا اُس نے گمراہی قبول کی اور ساتھ ہی وہ داعی النفس ہیں کہ خواہشوں کی مہار دیکر آدمی کو کھینچتے ہیں جو اسطرف جھکا مارا پڑا
ایک قسم دعوت بلا واسطۂ ملک ہے اقول یہی احادیث قدسی ہیں۔ کہا کہ وہاں فرشتہ وعقل کی دلیل واشارات کو دخل نہیں
بلکہ سماعت از حق بحق اور اجابت بحق برائے حق تعالیٰ عز وجل ہے۔ وقولہ وما دعاء الکافرین میں کہا کہ مواجب نفس وخواہش
لذات وشہوات اسی میں داخل ہیں اقول ہر خواہش کے قبول کرنے میں نتیجہ برباد ہے اور شیخ رہ نے کہا کہ مجھے اوائل عمر میں
تفحص سے وداعی کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ ہر دعوت بظہور لطف یا قہر ہے اس کی سات قسمیں ہیں اول دعوت حق
بلاواسطہ دوم دعوت لمۃ الملک سوم دعوت روح چہارم دعوت عقل پنجم دعوت قلب وششم دعوت نفس ہفتم دعوت
شیطان۔ اور اس عمر میں مجھے تین اقسام اور ظاہر ہوئے ہیں ہشتم دعوت سر باطن نہم دعوت سر السر۔ اور دہم دعوت طبیعت
مترجم کہتا ہے داعی سے معنے یہ سمجھو کہ کسی بھلائی یا بُرائی کی طرف آمادہ ہونے کی مقتضے۔ اور منجملہ دس اقسام کے سات وہ چیزیں
داعی ہیں جو بھلائی کی طرف بُلاتی ہیں اور تین وہ ہیں جو بُرائی کی طرف داعی ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی کی طرف بلانے والی دس
ہیں اور بُرائی کی طرف داعی ایک ہے پھر دس بلانے کی ایک بات سُنی تو دس گونہ لکھی جاوے اور ایک کی ایک کو ایک لکھا جاوے۔
پس انسان کی غفلت کا ٹھکانا نہیں ہر اس کے با وجود ایک کی دس گونہ زائد ہونگی اور دس کی دس گونہ کم اللھم عفوا انک۔ اور لمۃ الملک
کی دعوت یہ ہے کہ انسان میں لمۃ الملک اور لمۃ الشیطان کی ترکیب ہے اور ہر ایک اپنا اثر کیا مقتضے ہے پھر شیخ نے کہا کہ ظاہر یہ
قہر آیت سے جو دو داعی ہیں اُن میں سے اول شیطان ہے اور اسکی دعوت کی پہچان یہ ہے کہ قلب میں ہجوم وافکار منتشر ہو اور نفس کو
ہیجان ہو وطبیعت جوش میں ہو اور بدن توانا ہو اور اس کی توانائی میں توجہ بسند دل ہو اور سینہ میں اضطراب ہو اور قلب پر
ابر چھایا ہو اور روح کی آنکھوں پر غبار ہو اور نفس میں خفت ہو اور طبیعت کو ہر دم اپنی خواہشات پوری کرنے پر میلان ہو اور اکثر
یہ وسواس اُس شخص کو جو اُن کی پیروی کرے کفر یا کبیرہ گناہ میں ڈالتے ہیں وہ زندیق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل کی پاک ذات
کو نا پاک حواس سے یا تو تشبیہ دینے لگتا ہے جیسے فرقہ مجسمہ ومشبہہ ہے یا اُسکو معطل قرار دیتا ہے جیسے یونانی حکماء رکھے یا دیگر اقسام بشمار
سے اُس کی پاک الوہیت میں شرک وکفر کرتا ہے۔ دوم داعی قہر میں یہ نفس امّارہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس امّارہ کی اطاعت کرتا ہے
اُسکو طرح طرح کی شہوات وحظوظ وفحش کی جانب بُلاتا ہے اور جملہ اخلاق مذمومہ کی جانب داعی ہوتا ہے اور کبھی نفس وشیطان مل کر
آدمی کو علم کی زبان سے ریاکاری کی طرف بُلاتے ہیں اور بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اس مکر وخدع کو پہچانتے ہیں اور جس نے مان لیا
تو وہ باطل وکسل وفساد میں گرفتار ہو جاتا ہے اور حسن ارادہ وکسب نیت سے محروم ہو جاتا ہے سوم داعی طبیعت ہے
اور یہ عجیب کھیل ہے اور یہ جنبش فطرت ہے جو شہوات خفیہ قبول کرنے کی استعداد سے تعبیر کی گئی ہے اور وہ عجیب قلب
میں ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ قسر کا کھیل اُس کو اُبھارتا ہے کہ جس لذت کے لیے اُس کی پیدائش ہے اس کی جانب توجہ
کرے اور صفات بشریہ کی تقویت کرے اور یہ ایسی خفی خواہش ہے جو فطرت میں پیوستہ میں مضمر ہو اور اسی کی نسبت صالحین سے

پناہ مانگنے کی دعائیں آئی ہیں اور جس نے مان لیا وہ روح ذکر و انوار فکر سے محجوب ہو جاتا ہے۔ رہیں سات خواہشیں جو داعی الی الخیر ہیں اول داعی قلب جو آدمی کو حکم کرتا ہے کہ اعمال کے تزکیہ کو چھوڑے اور صفائی ذکر میں مشغول ہو کیونکہ اس سے اُس کو اطمینان و لذت یقین حاصل ہوتی ہے کما قال تعالےٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ پس جس نے اُس کی دعوت قبول کی اس طرح کہ مراقبہ میں اور خطرات پاک کرنے میں مشغول ہوا تو اُس کو صفائی عبادت حاصل ہوتی ہے اور ملکوت و جبروت کی خوشبو پاتا ہے۔ دوم داعی عقل اور وہ آدمی کو تزکیہ نفس و مجاہدہ و ریاضت و اقسام طاعات و خلوت کی طرف بلاتی ہے جس نے مان لیا وہ مراقبات و محاضرات تک پہونچتا ہے۔ سوم داعی روح کہ آدمی کو تفکر غیب و طلب اسرار و دیدار ملکوت و استماع آواز جبروت کی طرف بُلاتی ہے جس سے ہلال مشاہدہ طلوع ہوتا ہے اور بندہ شراب شوق سے مخمور ہو کر ہر چیز سے منقطع ہو جاتا ہے اور یہ لذائذ وہ ہیں کہ لذت نفس و شیطان اُس کے سامنے زہر ہلاہل نظر آتے ہیں پس اُس وقت نفس و شیطان کا قابو نہیں رہتا ہے الا ما شاء اللہ تعالےٰ پس جس نے اُس کی دعوت مانی تو اوصاف بشریہ سے پاک اور اوصاف روحانیہ سے آراستہ ہو کر نور تجلی کو آئینہ یقین سے دیکھتا ہے۔ چہارم داعی ملک اور وہ الہام الٰہی بامر اللہ سبحانہ تعالےٰ عز و جل ہے جو اُس کو ایسا علم الہام فرماتا ہے کہ خطرات لطف و قہر کے درمیان امتیاز و فرق کر کے راہ مستقیم پر قائم ہوتا ہے اور انجام کار اتباع کتاب و سنت پر عود کرتا ہے اور دریائے حکمت سے جواہر علوم آلہیہ استخراج کرتا ہے۔ پنجم دعوت سر باطن جسکی خواہش ہو کہ ہمت کو تمام دنیا و آخرت سے اُٹھا کر رضوان حق عز و جل پر قائم کرے اور ماننے والا کشف مشاہدہ اور عجائب اسرار معرفت سے سرفراز ہوتا ہے۔ ششم دعوت سر السر اور وہ آواز نور ہے کہ غیب الغیب سے اُس کو لا الٰہ الا اللہ سکھلاتی ہے یعنی قدیم کو ہر طرح حادوث سے علیحدہ کرے اور خود وجود سے علیحدہ ہوا اور عبودیت کے امتحانات سے خارج ہو کر صفات ربوبیت سے متصف ہو۔ پس جس نے مان لیا وہ انوار تجلی ذات و صفات سے منور ہوتا ہے۔ ہفتم داعی حق بلا واسطہ اور اُس کے تین مرتبہ ہیں اول دعوت حق تعالےٰ عز و جل افعال خاصہ اور یہ مشاہدۂ انوار صفات در فعل ہے اور یہ مقام مشاہدہ التباس ہے جس نے دعوت قبول کی وہ دریائے عشق میں امواج لطف کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے کیونکہ اُسکو لطف کے ساتھ دعوت فرمائی اور اس میں باقی نہیں رکھتا بلکہ التباس سے صرف مشاہدہ کی طرف لیجاتا ہے اور دوم دعوت صفات اور اس سے ذات پاک سے ظہور صفات کا طلوع نظر آتا ہے اور ہر صفت سے اُس کو ایک ذوق ہے تاکہ موارد ذات کو متحمل ہو اور جس نے مانا وہ نور اسماء و نعوت کے منازل سے انوار ذات تک رسائی پاتا ہے پس عارف صفت قدم ہوتا ہے۔ مرتبہ سوم دعوت ذات اور یہ کلام صرف مقرون بکشف حقیقت از عین ذات ہے کہ کُنہ قدم و ازلیت ذات میں فانی کرتا ہے اور انسان پر آفتاب قدیم و ازل و ابد کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے انکشاف میں عین اور عین العین اور عجب العجیب اور غیب الغیب کے انوار ہیں پس صفات و ذات میں فنا ہو کر متصف بصفات و ذات ہوتا ہے اور یہی مقام ہے کہ جو قرب نوافل معروف ہے اور یہ نعمت معرفت خود عطا فرمائی پس بندہ کو اُس کے نفس کی شناخت دیتا ہے پس حق کو بحق اور نفس کو بحق پہچانتا ہے حالانکہ پہلے اپنے نفس کو فی الحق بھول گیا تھا اور یہی معنے ہیں قول من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بندہ ہر حال میں بندہ ہے عرفان کمال ہے نہ آنکہ مخلوق بدل کر خالق ہو گیا نعوذ باللہ منہ۔ و لیکن بندہ و

جمع سے ڈھلتے دن کے اوقات مراد ہونا ظاہر ہوتا ہے پس غدو سے چڑھتے دن کے اوقات مراد ہین اور کہا گیا کہ غدو اور آصال کے ذکر سے دن کے دونون اطراف جنمین سایہ کا پڑنا زیادہ ظاہر ہے اور ان کے ظلال سے مراد فقط وہ ہین جنکا سایہ ہوتا ہے نہ فرشتہ و جن اور اُنکے سایہ کا سجدہ اُن کے سجدہ کے ساتھ ہے لذا قیل ولیکن مترجم کہتا ہے کہ ان اوقات مین ہر ایک سجدہ نہین کرتا ہو اور زجاج نے کہا کہ تفسیر مین آیا ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اُسکا سایہ اللہ تعالے عزوجل کو سجدہ کرتا ہے۔ ابن الانباری رح نے کہا کہ اسمین کچھ تردد نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالے عزوجل نے سایہ مین ایسی سمجھ پیدا کی ہو کہ وہ اللہ تعالے عزوجل کے لیے سجدہ کرتا ہے جیسے پہاڑون مین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے مین کہتا ہون کہ اِس آیت کی تفسیر ہو دوسری آیت۔ قولہ اولم یروا الی ماخلق اللہ من شئی یتفیؤ ظلالہم عن الیمین والشمائل سجدا للہ وہم داخرون۔ اور عنقریب اس کی تفسیر انشاء اللہ تعالے آویگی بعض نے کہا کہ سایہ کا سجدہ زمین پر کم و بیش پڑنا اور ایک جانب سے دوسری جانب پھر جانا جیسا جیسا آفتاب چڑھتا اُترتا ہے۔ اور علماء ربانیہ و عارفین حکماء ان آیات پر سربسجدہ ہوتے ہین اور اُنکے قلوب پانی پانی ہوجاتے ہین اور عظمت و جلال الٰہی مین پگھلتے ہین اور سب سچ و صدق دیکھتے ہین ولیکن عوام کے افہام و عقول سے بیان باہر ہے اور حدیث مین ظہر کی سنتون کے بیان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اولم یروا الی ماخلق اللہ تعالے الآیہ پڑھی مسئلہ۔ نماز مین قیام افضل ہو یا سجود افضل ہے دو قول ہین بعضے اول و بعضے دوم کے قائل ہین اور راجح یہ کہ سجود افضل ہو مسئلہ۔ اس آیت پر سجدہ علماء حنفیہ کے قول پر واجب ہو ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ۔ اہل ملکوت بمشاہدۂ عظمت بطریق جلال اور آدمی و جن بعد مشاہدۂ ربوبیت سجدہ کرتے ہین بعضے ابد کشف انوار ہیبت و شوق و بعضے درمیان مجاہدہ و ریاضت کے نفس کو مجبور کرکے و یون ہی اہل محبت و عشق بطوع و رغبت اور اہل عرفان بکرہ کیونکہ عبودیت مخلوق کہان لائق ربوبیت قدیم ہو اور واضح ہو کہ انسان بصورت عالم صغیر ہو اور یا بمعنے عالم کبیر ہو پس از جانب اعلی سموات و از اسفل ارض ہو اور سموات مین روح و عقل و قلب و نفس مع جنود و جنود ہین پس سجدۂ روح بکشف جمال و سجدۂ قلب بکشف جمال و جلال و سجدۂ عقل بکشف افعال بطوع و رغبت ہو اور سجدۂ نفس بکشف انوار و جبروت و قہر کرہا ہو اور ظلال ارواح و عقل و قلب یعنی اسرار مکنونہ جنکو اللہ تعالے عزوجل نے آئینہ حقائق عرفان بنایا ہو وقت کشف و ظہور کے طوعا سجدہ کرتے ہین اور ظلال نفوس یعنے اضمحلال دقت کشف قہر یا مستکرہا بطریق انقیاد سجدہ کرتے ہین۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عارف بطوع و معرض بکرہ سجدہ کرتا ہو اور کہا کہ جب اسپر مصائب آئے تو ذلیل ہوا اور جب راحت و آرام پہونچا سرکش ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام صحیح ہو ولیکن تفسیر آیت سے اسکو کم تعلق ہو وقال المترجم ولا یخفی علی المتامل صدق ما قیل من ان الظاہر فی المظاہر حق ولیس فی الوجود الا الحی القیوم و دونہ ظلال لا وجود لہا ولا فرق بین الانسان وظلہ الا من حیث المظہریۃ فالقاہر القادر علی المخلوق وما خلق منہ ہو الخالق عزوجل فحیث سجد سجد لہ ولیس لاعلیہ ان یدنہ من الجبر فی شئی فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور شیخ محقق محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ۔ قولہ وللہ یسجد۔ ینقاد۔ اور اللہ تعالے عزوجل ہی کی منقاد ہو۔ من فی السموات والارض۔ جو آسمانون و زمین مین ہو یعنے حقائق روحانیات مانند اعیان جواہر و ملکوت اشیا کے طوعا و کرہا۔ یعنے چاہین یا نہ چاہین اور معنے یہ کہ خواہ مخواہ انپر یہ انقیاد لازم ہو ولیکن بعضے اس انقیاد مین خوش ہین اور بعضے ناخوش ہین۔ وظلالہم۔ یعنے اُن کی صورتین و اجسام و بدن حیوان روحانیات و ملکوتیات کی نسبت تصویر و ظلال ہین اسی واسطے اس سجدہ مین پیغمبر خدا صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا۔ سجد لک وجہی وسوادی وخیالی۔ سجدہ کیا تیرا میرے چہرہ نے یعنے حقیقت ذات نے اور میرے سواد نے یعنے شخص نے اور میرے خیال یعنے نفس نے اور حاصل اُس کا وجود وعینی وشخصی ہے۔ بالغدو والآصال یعنے دائما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بتحقیق اور لائق قبول ہے اور الحمد للہ کہ جو کچھ دلی زبان سے مترجم نے اول لکھا ہے شیخ کی اس تفسیر سے بہت موافق پایا اور اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکر ہو جس نے تنبیہ فرمائی۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ

کہہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا کہہ دے کہ اللہ ہے کہہ کہ پھر کیا تم نے بنا لیا اُس کے سوائے دوسروں کو اپنا متولی

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

جو اختیار نہیں رکھتے ہیں اپنی جانوں کے نفع لینے کا اور نہ ضرر دور کرنے کا کہہ دے کہ بھلا کہیں برابر ہوا ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا بھلا

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

یکساں ہوئی ہیں اندھیریاں اور نور کیا اُنھوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساجھی جنھوں نے پیدا کیا ہو اللہ تعالیٰ کی سی مخلوق سو مشتبہ ہوگئی خلق

عَلَيْهِمْ ط قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○

اُنپر کہہ دے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا وہ اکیلا زوال بخش قہر والا ہے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ کہہ یعنے پوچھ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے کہ کون رب ہے یعنے خالق ومتولی قائم رکھنے والا ہے آسمانوں کا۔ وَالْاَرْضِ اور زمین کا یہ سوال تقریر ہے یعنے اُنسے اقرار لے کیونکہ مشرکین اس بات کے قائل تھے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود جواب دینے کا حکم دیا بقولہ۔ قُلِ اللّٰهُ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ رب ہے کیونکہ اگر مشرکین جواب نہ دیتے تو اس کے سوا ہے اور جواب نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ بیشک مشرکین بھی اللہ نام لیتے کما فی قولہ لیقولن اللہ۔ ولیکن معنے کی راہ سے بڑا فرق ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کہا تو صحیح کہا کیونکہ جملہ صفات توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزوجل کا پاک نام لیا بخلاف مشرکین کے کہ وے توحید نہیں سمجھتے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل اُن کے نام لیا ولیکن اللہ تعالیٰ عزوجل رب ہے یعنے بندوں کا اور اُن کے افعال کا خالق اور ہر چیز کا مربی ومتولی وہی ہے کسی چیز میں کسی نفع وضرر کا دوسرے کو اختیار نہیں ہے پس درواقع وہی ولی مخلوق ہے جس نے مانا وہ مومن ہے اور جس نے نہ مانا اُس کو سمجھایا بقولہ۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ کہہ دے کہ پھر کیا بنا لیے تم نے مِّنْ دُوْنِهٖٓ غیر اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوائے دوسروں کو یعنے مخلوقات کو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوائے جو ہے مخلوق ہے تو معنے یہ کہ اللہ تعالیٰ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو۔ اَوْلِيَآءَ اپنے متولی حالانکہ اللہ تعالیٰ تم کو رزق واولاد اور سب چیز دیتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارے بنائے ہوئے اولیا نے دیا حالانکہ وے مخلوق اور قبضۂ قدرت الٰہی میں مسخر ہیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اختیار نہیں رکھتے اپنی جانوں کیلئے کسی نفع کا کہ بغیر اللہ تعالیٰ عزوجل کے دیے حاصل کرلیں اور نہ ضرر کا کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے دور کرسکیں جب وے اپنی ذات کے لیے مختار نہیں ہیں تو غیروں کے لیے کب نفع پہونچانے یا ضرر دور کرنے کے مختار ہونگے۔ واضح ہو کہ حکمت یہاں یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ ولی ہو تو وہ اپنے افعال کا خالق خود نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے

اُس کا اور اُس کے افعال کا خالق ہے بلکہ حدیث النوافل جو اکابر صوفیہ مشائخ میں معروف ہے کہ نوافل سے قرب یہانتک
ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کی قوت سے بولتا و سنتا و دیکھتا ہے پس کسی شخص کے لیے وہ جب ہی ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ
چاہے پس جاہل جو انکو خود مختار و مؤثر سمجھتے ہیں یہ بالکل غباوت و بے عقلی ہے پس جب اللہ تعالیٰ عزوجل چاہے تو نفع و ضرر
پہونچیگا لہذا ہر طرح اللہ تعالیٰ کے فضل پر مدار ہے اور اُس کے سوا کوئی مخلوق ہو وہ اپنے نفس کے لیے حصول نفع و دفع
ضرر کے مختار نہیں تو غیر کے لیے کب ہو سکتے ہیں بلکہ سب کے سب قبضۂ قدرت الٰہیہ میں مسخر ہیں اور قہار کے یہی معنے ہیں کہ
سب اُسی کے قبضہ میں مقہور ہے کوئی اُس کی مشیت و ارادہ کے خلاف جنبش نہیں کرسکتا ہے پس جو شخص اس طرح ایمان
لایا اُس نے اللہ تعالیٰ عزوجل کو مانا اور یہ جو کوئی غیروں کو خود مختار بلکہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھا اور جانا کہ ہم سب طرح کے
افعال آپ پیدا کرسکتے ہیں اُس نے اللہ تعالیٰ کے علم و تقدیر و قدرت سے انکار کیا اور وہ بہت سے معبودوں و بہت سے
خالقوں کا قائل ہوا اور یہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل خالق واحد قہار ہے پس مشرکوں کو سمجھایا کہ غیروں میں تو نفع
وضرر کی کچھ قدرت نہیں پھر قادر خالق کو چھوڑ کر اُن کو اولیاء کیوں بناتے ہو یہ تو دیدہ و دانستہ دل کی تاریکی و اندھاپن ہی
لہذا فرمایا۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ تو کہدے کہ کیا برابر ہوا اندھا یعنی کافر مشرک و منافق ساتھ دیکھنے
والے کے یعنی موحد تو آنکھوں والا ہوتا ہے اور کافر مشرک منافق اندھا ہے یہ دونوں کہیں برابر ہوسکتے ہیں ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمیٰ سے مراد مشرک اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور بیان یہ ہے کہ تمام مخلوقات اپنے خالق عزوجل کی
الوہیت و صفات کاملہ پر دلیل ہیں اور اُسکی قدرت و کمال کے آیات ہیں اگر صرف انھیں کو دیکھے تو اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحدانیت
صاف نظر آوے۔ پس تمام آدمی ان آیات کو دیکھتے ہیں لیکن کافروں کو کچھ آیات نظر نہیں آتی ہیں کما قال تعالیٰ وکاین من آیۃ
فی السموات والارض الآیہ اور مومن کو نظر آتی ہیں تو کافر اندھا و مومن بینا ہوا۔ انکے علاوہ خاص طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو بھیجا وہ کافروں کو نظر نہ آیا کما قال تعالیٰ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون۔ اور مومن ایمان لایا۔ علاوہ ازیں قرآن
نازل فرمایا اور معجزات ظاہر فرمائے یہ انواع دلائل و بینات بیشمار کافروں کی نظر میں نہ آئے پس وے اندھے ہیں اور مومنوں
کو ایمان کے ساتھ ہی وہ نور حاصل ہوا کہ ظاہری آنکھوں کی بینائی اُسکے مقابل میں کچھ نہیں ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اتقوا
فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی بینائی سے پرہیز رکھو اور ڈرو کہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اس
زمانہ کے علماء اپنے کو اہل ذکر کہیں کہ فراست رکھتے ہیں تو مومن ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو نور الٰہی حاصل ہوا اور اُسکے
خلاف کافر کو تاریکی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر نور چھڑکا
تو جسکو اُس کے نور سے نصیب ہوا وہ راہ راست دیکھیگا اور جسکو نہ ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور حدیث صحیح میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی دعا جس میں تمام اعضاء میں نور کی نسبت نور کی دعا مانگی ہے اے رب میرے کر دے میرے دل میں
نور اور سینہ میں [illegible] اور دونوں آنکھوں و گوشت و پوست اور داہنے بائیں سامنے پیچھے زیر و بالا سب نور مانگا حتیٰ کہ آخر میں
التجا کی کہ مجھے نور کر دے۔ پس [illegible] دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ مومن دل کے نور بصیرت سے خالی نہیں ہوا پس توحید
الٰہی عزوجل پر مستقیم ہوتا ہی وہی بینا ہے اور کافر اُسکے برخلاف ہے لہذا دوسری مثال میں فرمایا۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ

الانواع الکثیرۃ سے والنُّوْرُ النوع الواحد۔ کیا کبھی برابر ہوتی ہیں اندھیریاں اور نور یعنے اندھیریاں چاہے کسی قسم کی ہوں کبھی نور سے برابر نہیں ہوسکتی ہیں۔ نور کو مفرد فرمایا کیونکہ راہ حق مستقیم اور ایک ہے چنانچہ خط مستقیم وہ ہوتا ہے جو دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا ہو پس لامحالہ وہ ایک ہی ہوگا چاہے اسپر چلنے والے اپنے لباس و ہیأت و ساز و سامان چال ڈھال میں متفاوت ہوں ولیکن سب اسی ایک راہ کے مسافر ہیں۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ ٹیڑھے خطوط تو بے انتہا نکل سکتے ہیں جیسے گمراہی و کفر کے اقسام دنیا میں بہت کثرت سے ہیں اور لوگ سب جانتے ہیں اور قیامت تک نہیں معلوم کسقدر نکلتے آویں چنانچہ نیچر طریقہ اسوقت میں پیدا ہوا جو یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ گمراہ اور اسلام میں سخت فتنہ و بلائے عظیم ہے ہم اللہ تعالیٰ عزوجل سے اس فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس ایمان کی تمثیل نور سے اور کفر و شرک و نفاق و نیچر وغیرہ کی تمثیل تاریکیوں سے بیان فرمائی اور تجھے تحقیق معلوم ہوچکا کہ یہ مثال نہیں بلکہ واقعی ہے۔ حرف اَمْ منقطعہ بتقدیر بَلْ بالقول جمہور ہے۔ اور حرف بل بمعنے قد اور کہا گیا کہ استفہام بطور ملامت و سرزنش ہے پھر اندھیریوں کے اندھوں کو ارشاد کیا کہ ذرا غور سے دیکھیں۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا بنالیے ان اندھوں نے اللہ تعالیٰ عزوجل کے ساتھ ساجھی ایسے کہ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ جنھوں نے پیدا کی ہو خلق مثل اللہ تعالیٰ کی خلق کے پس مشتبہ ہوگئی انپر خلقت۔ یعنے ان اندھوں کو ملامت کی کہ کیا تمکو کچھ ایسے لوگ ملے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح آسمان و زمین و جن و انسان پیدا کیے ہوں کہ تم پر مشتبہ ہوگیا کہ مخلوق اللہ تعالیٰ عزوجل کی یا مخلوق اُن لوگوں کی ہے پس تم نے انکو اللہ تعالیٰ کا شریک و ساجھی بنالیا۔ حاصل یہ کہ جب ایسا نہیں ہے بلکہ خالق فقط اللہ عزوجل ہے تو ہر چیز اسی کی مخلوق ہے اور جو افعال و اشیاء کہ آدمیوں کے بنائے ہوئے سمجھتے ہو وہ مخلوق کی مخلوق سمجھتے ہو اور مخلوق کبھی خالق نہیں ہوسکتی تو سب خالق کی مخلوق ہے اور جب آدمی تمام مخلوق سے اشرف ہے تو باقی چیزیں آفتاب و ستارے و آگ و بت و درخت و جانور وغیرہ آدمی سے کم مرتبہ ہیں پس اگر آدمی ان چیزوں کو اپنے برابر کرتا تو گویا اس نے اپنے تاج کو جو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ان چیزوں کی ٹوپی سے بدل لیا۔ مگر یہاں تو حیف ہے کہ آدمی نے ان چیزوں کے آگے سجدہ کیا اور اُن کا بندہ بن گیا۔ اور آدمی کے مثل جو آدمی ہے وہ آدمیت میں برابر ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے یہاں قبولیت میں دونوں کے درمیان کروڑوں برس کی راہ کا فرق ہو لیکن آدمی کوئی ہو خالق کبھی نہیں ہوسکتا تو جس نے کسی آدمی کو مختار سمجھا کہ وہ چاہے ہم کو جنت دیدے چاہے دوزخ اور چاہے ہمارے گناہ اپنے اوپر لادلے اور چاہے اللہ تعالیٰ عزوجل کے یہاں ہمارے مقدمہ کی پیروی کرکے ہم پر سے الزام ہٹا دے اور چاہے مہربان ہوکر بیٹا و اولاد دیدے اور چاہے مہربان ہوکر اللہ تعالیٰ سے غرضکہ اس کی رضامندی و خوشی پر ہو انکے اختیار میں ہو تو اس بیوقوف آدمی نے جو دوسرے آدمی کی نسبت یہ گمان کیا تو اللہ تعالیٰ کی پاک صفت اختیار کی دوسرے اپنے مانند مخلوق میں ثابت کی حالانکہ ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہے اور ہر مخلوق کے افعال کا خالق بھی وہی ہے خالق اسکے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے تو کسی کو اختیار ہی نہیں کہ وہ دوسروں کے گناہ اپنے اوپر لادکر کفارہ ہوجاوے یا یہ کرے یا وہ کرے کیونکہ یہ تو جب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل چاہے اور اذا جب حق تعالیٰ عزوجل چاہتا ہے تو آدمی پر دوسرا آدمی شفقت کرتا ہے ورنہ ممکن نہیں ہے لہذا خوب ہوش و حواس عقلی سے جان رکھو کہ خالق و مختار کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکے فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

خَلِقُ كُلِّ شَيْءٍ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالے عز وجل ہر چیز کا خالق ہے۔ اب بہت سے بدحواس یہ گمان کرتے ہین کہ اشیا رمین سے اکثر ہم پیدا کرتے ہین اور یہ کفر و باطل ہے ولیکن اللہ تعالے نے عالم اسباب مین جسطرح زمین مین دانہ چھڑکا یا گیا اور پانی برسا اور زمین سے درخت اُگا پس اللہ تعالے عز وجل نے اس شان سے پیدا کیا ایسے ہی انسان سے بہت سی چیزین پیدا فرماتا ہے اور حضرت موسے علیہ السلام کا عصا درحقیقت منقلب ہوکر اژدہا ہوجاتا تھا حالانکہ اُسکو حضرت موسے علیہ السلام نے نہین پیدا کیا بلکہ جو اسباب اللہ تعالے عز وجل نے پیدا فرمائے ہین اُن کا سبب ہونا اسی کی قدرت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نعوذ باللہ اب وہ مجبور نہین ہوا تو وہ چیز ہر دم اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا آگ کو جلانے کا سبب پیدا فرمایا لیکن جب وہ چاہے نہ جلاوے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلانا چاہا تو آگ گلزار ہوگئی لہذا ضرور ہوا کہ آدمی بتوفیق الٰہی ان اسباب کو کام مین لاوے اور یہ اس کا یقین رہے کہ اگر اللہ تعالے عز وجل نے چاہا تو ان اسباب کا نتیجہ ہوگا ورنہ نہین اور آدمیون سے نیک و بد مین فرق یہ ہے کہ نیک آدمی نیک نیت سے نیک اسباب کسی نیک نتیجہ کے لیے نیکی پر کام مین لاتا ہے اور بد آدمی بدنیت سے بُرے اسباب شہوت و خواہش نفس کے لیے بدانجام مین کام مین لاتا ہے اور اللہ تعالے عز وجل ہر چیز کا خالق ہے پس دونون نیک و بد مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا فعل کیا اور ہر ایک کی کوشش پر اللہ تعالے عز وجل نے پیدا فرمایا اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین محکوم و مطیع ہے بلکہ آدمی کی نظر و زبان وغیرہ اسقدر اس کی مطیع و محکوم نہین جسقدر ہر چیز اللہ تعالے کی قدرت مین مسخر و مقہور ہے لہذا فرمایا۔ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی وہی خالق عز وجل اکیلا ایسا ہے کہ اُسکے قبضۂ قدرت کی تسخیر مین سب ہین کوئی مخلوق اُس کے اختیار سے باہر کچھ اختیار نہین رکھتی ہے وفی تفسیر الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے عز وجل نے کافرون سے اقرار کرایا جیسا کہ وے مقر تھے کہ آسمانون و زمین کا خالق اللہ تعالے عز وجل ہے پھر انکار کیا کہ تم دوسرون کی عبادت کیون کرتے ہو جو اپنے واسطے نفع و ضرر کی قدرت نہین رکھتے تو تم کیا اُمید کرتے ہو پھر جو اللہ تعالے کی عبادت کرے اُس کے ساتھ ان مشرکون کی برابری نہین ہوسکتی اور یہ مشرکین کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ اور کہتے جیسا کہ اللہ تعالے عز وجل نے خبر فرمائی کہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی پس انکو ملامت کی کہ کوئی خالق نہین جسکی مخلوق تم پر مشتبہ ہوگئی کہ یہ اللہ تعالے عز وجل نے پیدا کی یا دوسرے نے تو شریک کیا اور وہ مالک کیونکر ہوا اور الوہیت کیونکر اُس کو ثابت ہوئی جس سے تم اُسکی عبادت کرنے لگے اور یہ زعم کیا کہ عبادت کرین تاکہ اس سے تقرب اور منافع حاصل و مضرتین دفع کردے حالانکہ وہ خالق نہین اور خود اپنی ذات سے مضرت دور نہین کرسکتا اور نفع لے نہین سکتا اور یہ قدرت و اختیار صرف اللہ تعالے عز وجل کی شان ہے اور وہی واحد قہار ہے تو اختیار غیر بالکل باطل پس اپنے مثل بے اختیار مخلوق کی عبادت کرنا محض رائے و گمان ہے اور یہی ضلالت ہے پس جن لوگون پر کہ عذاب مقدر ہے وے آیات الٰہی سے انتفاع نہین پاتے بلکہ اپنی رائے و گمان کو دل مین جما دیتے ہین اور گمان پر جو اعمال کرتے ہین وہ مثل گمان باطل کے باطل و واہی ہین جو آخرت کے لیے باقی نہین رہ سکتے چنانچہ آیندہ بطور تمثیل کے ارشاد فرمایا کہ آب رحمت سے بقدر وسعت انتفاع پھر حق باقی و باطل رجفا رہے۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا

اللہ واحد قہار نے اُتارا آسمان سے پانی پس بہے وادی بقدر اپنی وسعت کے پس اٹھایا سیل نے جھاگ چڑھا ہوا

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ

اور اس چیز میں سے بھی جس پر تم تاؤ دیتے ہو آگ میں بخواہش زیور بنانے یا کوئی متاع بنانے کے جھاگ ویسا ہی ہوتا ہے یوں ہی مثل بیان

يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَٰطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ

کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی پھر وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے پھینکا ہوا اور رہا وہ جو نفع دیتا ہے لوگوں کو

فَيَمْكُثُ فِى الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝

سو ٹھہرتا ہے زمین میں یوں ہی بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مثلیں

حق و باطل کی دو مثلیں یکساں مگر ایک پانی کی اور ایک آگ کی بیان فرمائی پس اول قولہ اَنْزَلَ اُتارا واحد قہار نے جو ہر ایک چیز کا خالق اور خود مختار ہے۔ مِنَ السَّمَآءِ سما سے۔ بعض نے کہا یعنے سحاب سے اور بعض نے کہا کہ درحقیقت آسمان سے جو بصورت سحاب اُترتا ہے اُتارا۔ مَآءً پانی یعنے مینہ برسایا اور اس کلام کے اسلوب میں دقائق اشارات ہیں ازانجملہ یہ کہ رحمت الٰہیہ یکساں آسمان سے نازل ہوئی بدون دخل کسی شریک کے۔ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا پس بہ نکلے وادی یعنے وادیوں کا پانی بقدر انکی وسعت کے اور وادی جو میدان دو پہاڑوں کے درمیان یا زمین نشیب جس میں پانی کا سیلان ہوا اور وہ کوئی صغیر ہوتا ہے کوئی کبیر ہوتا ہے اور اسکے قطعات بھی باہم ملے ہوئے مگر زمین شور و شیرین وغیرہ اقسام زمین کی راہ سے متفاوت ہوتے ہیں اور یہاں چھوٹائی و بڑائی کی قدر مراد ہے یعنے جس سرزمین پر پانی برسایا گیا وہاں کی وادی جسقدر تھیں سب پر یکساں پانی برسا ہر ایک میں بقدر اسکی وسعت کے سمایا اور ان وادیوں سے سیل جاری ہوئی فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس سیل نے برداشت کیا جھاگ اوپر چڑھا ہوا یعنے سیل میں دو چیزیں ہیں ایک پانی خالص۔ دوسرا ناکارہ جھاگ مگر وہ جھاگ اوپر چڑھا ہوا رہتا ہے اور خالص پانی بیچارہ اسکی تحت میں دبا ہوا ہے یہ مثال تو پانی کی تھی جس میں صافی نافع جو ہر نیچے دبا ہوا اور ناکارہ میل کچیل اوپر چڑھا ہوا تھا اور دوسری مثل آتشی بیان فرمائی بقولہ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ایقاد آگ روشن کرنا پکانے و پگھلانے کے لیے یا اور کسی غرض سے۔ اور یوقدون بیاء تحتیہ قراءۃ حمزہ و کسائی و حفص رحمہم اللہ تعالیٰ ہے اور باقیوں نے اسکو بتاء فوقیہ پڑھا اور خطاب سننے والوں کی طرف بدون خصوصیت کسی مخاطب کے ہے۔ اور قولہ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ مفعول لہ ایقاد کا ہے اور یہاں تک خبر ہوا اور قولہ زَبَدٌ مِّثْلُهُۥ مبتدا ہوا اور معنے یہ ہیں کہ پیدا ہوتا ہے اُس چیز سے جسکو تم زیور یا متاع کی غرض سے آگ میں پگھلاتے ہو ایسا ہی جھاگ یعنے اونچا چڑھا ہوا اور جو چیز جوہر ہے مثلاً زیور کی صورت میں سونا چاندی اور متاع کی صورت میں تانبا لوہا پیتل رانگ وغیرہ تو اصلی دھات نیچے اور میل کچیل اوپر رہتا ہے پس یہاں جھاگ سے وہی میل کچیل مراد ہے جو تاؤ دینے سے اوپر آجاتا ہے كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَٰطِلَ یوں ہی مثل بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ حق و باطل کو۔ یعنے اللہ تعالیٰ عز و جل نے حکمت بالغہ آلہیہ سے ہر چیز و ہر امر میں خواہ ظاہری محسوسات میں ہو یا باطنی سیرت و روح و نفس میں ہو حق کی و باطل کی

یہ مثال فرمائی اور اس کلام سے تنبیہ کر دی کہ عالم الغیب کی تمثیل کو بہت غور و فکر سے دیکھو اور جیسے کوئی مخلوق آدمی مثالین
لگاتا ہے اسی قدر پر اکتفا مت کرو پس اصلی پانی صاف تو حق کی مثال ہے اور پھین چڑھا ہوا باطل ہے۔ جیسے آتشی مثل مین
اصلی دھات صاف تو حق کی مثال ہے اور میل کچیل باطل ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً یعنی زبد کا انجام یہ
ہوتا ہے کہ وہ ناپید ہو جاتا ہے بیکار پھینک دیا گیا۔ یعنے پانی کی سیل اُس کو کنارے پھینک دیتی ہے اور بھٹی و کھریہ سے
نکال پھینکا جاتا ہے وہ کسی کام کا نہین ہے حالانکہ تھوڑی سی دیر ہوئی کہ وہ صاف پانی اور اصلی دھات پر چڑھا ہوا تھا۔
وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور رہا وہ جوہر جو لوگون کو نفع دیتا ہے فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ تو وہ زمین مین ٹھہرتا ہے اس سے
کھیتیان اُگتی مین اور لوگ پانی سے سیراب ہوتے اور جانور و کیڑے زندہ ہوتے ہین اور لوہا و تانبا و چاندی و سونا وغیرہ لوگون
کو نافع ہوتے مین ظاہر ہین۔ پس ایسا ہی انجام حق اور باطل کا ہے کہ ظاہر مین کسی زمانہ مین اگر باطل اونچا اور غالب معلوم ہو
تو آخر وہ تھوڑے سے زمانہ مین برباد ہو جاتا ہے اور حق قائم و نافع ہوتا ہے زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مومن و اس کے اعتقاد
صحیح و نفع ایمان کی مثل جیسے پانی جس سے زمین کے نباتات تر و تازہ پھل پھول میوہ و ہر چیز کی حیات ہے اور جیسے یہ جوہر
چاندی و سونا وغیرہ کہ باقی رہتے اور طرح طرح کے نفع پہونچاتے ہین اور کافر و اُس کے اعتقاد باطل و بربادی کفر کی مثل جیسے
وہ پھین جو سیلاب پر اترآیا ہوا اور جیسے وہ میل کچیل جو کھریا مین چاندی سونے پر چھایا ہو کہ ظاہر مین اصلی جوہر سے اونچا نظر آتا ہے
مگر بہت جلد برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے۔ ابن الانباری رحمہ نے اس آیت پاک کو قرآن کے نازل ہونے اور اس سے
انتفاع و انکار کی مثال پر محمول کیا۔ وقال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیرہ ما حاصلہ آنکہ حق تعالے عز وجل نے
اس آیت مین حق کے ثابت و باقی و نافع ہونے کی دو مثالین اور باطل کی فانی و ناکارہ اور بظاہر غالب و مرتفع ہونے کی دو
مثالین بیان فرمائین و قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا۔ یعنے ہر وادی نے اپنی وسعت کے موافق کبیر نے زیادہ اور صغیر نے تھوڑا لیا
اور یہ اشارہ قلوب کی طرف ہے کہ بعضے وسیع ہوتے ہین جن مین بہت علوم کی گنجائش ہوتی ہے اور بعضے تنگ و صغیر ہوتے
ہین۔ بالجملہ وادی کے سیول پر زبد چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک مثل ہے اور قولہ ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ آخر
دوسری مثل ہے کہ جو دھاتین آگ مین گلائی جاتی ہین جیسے چاندی سونا۔ بغرض تیار کرنے زیورات کے یا جیسے لوہا تانبا و رانگا
بغرض تیار کرنے متاع کے تو ان مین سے خالص پر زبد یعنے میل چڑھا ہوا اُبلا ہوتا ہے۔ قولہ فاما الزبد فیذہب جفاء۔ یہ
انجام ہے کہ زبد سے انتفاع نہین ہوتا بلکہ متفرق ہو کر برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے اور باقی فقط پانی یا صاف دھات
رہتی ہین کما قال تعالے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ كَذٰلِكَ جیسے یہ مثل نہایت لطیف و دقیق کر واضح
بیان فرمائی یون ہے۔ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ بیان فرماتا ہے اللہ تعالے عز وجل مثلون کو۔ یہ تاکید ہے کیونکہ
اسی آیت مین فرمایا کذلک یضرب اللہ الحق والباطل۔ پھر یہان تک کر متنبہ کیا کہ اہل عقل اس کے صدق کو آیات
سماوی و ارضی مین بلکہ اپنے نفوس مین غور کرین اور اللہ تعالے عز وجل نے جو نظام امتحان اس دنیا سے ناپائدار مین مقرر فرمایا
ہے اور جو انجام مالک دائمی کے اختیار آیات و احادیث مین بیان فرمایا ہے اسپر مطابق کرین اور سمجھ لین کہ حضرت خلاق علیم
عز وجل و اُس کے حبیب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صاف صاف صریح آگاہ کر دیا ہے تاکہ اُن کی عقلین اپنے

انجام اپنی آغاز سے فکر کرین اور مثل زبد کے باطل کا بظاہر فروغ دیکھکر نفس کی ہوسات مین غرہ نہون وقد قال تعالی وتلک
الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون۔ یعنے یہ مثلین ہین جنکو ہم بیان کرتے ہین لوگون کے لیے شاید وے اپنے انجام کی فکر کرین۔
اور فرمایا وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون یعنے یہ امثال ہم بیان کرتے ہین لوگون کے واسطے اور اُن کو
نہین سمجھتا کوئی سواے عالمون کے اقول مُبارک اُن کو جو یہ مثلین سمجھین کہ وہی عالم ہین۔ اسی وجہ سے بعض سلف نے فرمایا کہ
جب مین قرآن پاک مین کوئی مثل نہین سمجھتا تو اپنے اوپر روتا تھا اور حافظ امام رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا مثل ہے قلوب کے برداشت وگنجائش کی کہ بقدر یقین وشک کے لیتے ہین پس
شک سے کوئی عبادت کارآمد نہین ہے اور یقین کے ساتھ اللہ تعالی اہل یقین کو نفع دیتا ہے پس منافق کا عمل مثل زبد کے
زائل ہوتا ہے اور یقین کو اللہ تعالی قبول فرماکر باقی رکھتا ہے۔ اقول اہل باطل مشرک وکافر ومنافق جو اعمال اپنے زعم مین
کرتے ہین اگر مشیت الٰہی مین ہے تو دنیا مین اُن کو اس کا نفع ناپائدار دنیاوی متاع سے ملجاتا ہے اور آخرت مین بحکم قولہ فجعلناہ
هباءً منثوراً محض ضائع وبیکار پھینک دیے جاتے ہین یقین کے نیک اعمال دنیا مین انکو بقدر مشیت الٰہی نفع دیا جاتا ہے اور اس سے
سے بھی بہت بڑا ذخیرہ عاقبت کے لیے پیدا ہوتا جاتا ہے حتی کہ تسلسل دراز ہوجاتا ہے اور اصل عمل سے آخرت مین باقی رہتا ہے
بحکم قولہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا الآیہ۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عباس رض سے اسکی تفسیر مین مانند مذکورہ بالا
روایت کی اور یون ہی مجاہد وحسن بصری وقتادہ وعطاء وبہت سے سلف وخلف سے اس کی ایسی تفسیر مروی ہے۔ قال المترجم اور
اس آیت مین علاوہ اعمال صالحہ کے نفس یقین وشک وغیرہ کی مثال ہے کیونکہ یقین وقت نزع روح کے نہایت پاکیزہ واضح باقی
ہوجاتا ہے۔ اور باطل اسوقت آدمی کو ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ محض باطل تھا کیونکہ حق کھل جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ بیچارہ بدبخت اس
وقت مجبور ہے اور یون ہی ہر ایک چیز باطل جو دنیاوی زینت مین نظرون مین بمقابلہ مستان مسجد کے جہان بوریے ہین آنکھون
مین زیادہ رونق کے ساتھ سماتی اور اونچی معلوم ہوتی ہے ولیکن باطن مین مسجد منور واعلیٰ ہے اور سجے ہوئے مکانات بربادو ناکارہ
جنکا ظہور چند روز بعد وقت موت کے ظاہر ہوجاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک لطیف دقیقہ انسان کی زندگی کا بیان
ہے کہ اس دنیا مین اللہ تعالی عزوجل نے اُن کو دو فرقہ کردیا ایک وہ جو توحید وایمان پر ہین اور دوم سب ملت کفر ہے اور امتحان
اسطرح کیا کہ اکثر اوقات اہل ایمان پر تنگی وتکلیف وعوارض قہریات جو دراصل رحمت ہین نازل ہوتے ہین بخلاف ملتہا سے
کفر کے کہ وے اکثر احوال مین تندرست وفارغ البال ہوتے ہین پس امتحان کی آزمائش مین چرخ دیے جانے کے وقت حق و
باطل جدا ہوجاتا ہے کبھی بظاہر باطل کو بلندی وعروج ہوتا ہے لیکن وہ درواقع برباد وخوار ہے اور شیخ امام رح نے اشارہ کیا کہ
حق تعالی عزوجل نے اہل باطل ونفاق کے لیے شروع سورہ بقرہ مین دو مثلین بیان فرمائین ایک آبی اور دوسری آتشی پس
آتشی قولہ تعالی مثلهم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم الآیہ اور مثل آبی قولہ اوکصیب من السماء فیه ظلمات
ورعد وبرق الآیہ۔ اور یون ہی سورہ نور مین کافرون کی دو مثلین فرمائین کما قال والذین کفروا اعمالهم کسراب بقیعة الآیہ اور سراب کا
وجود شدت گرمی وحرارت مین ہوتا ہے اسیواسطے حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز یہود سے کہا جائیگا کہ تم کیا چاہتے ہو کہینگے کہ اے
رب ہم بہت پیاسے ہین تو کہا جائیگا کہ وہان جاتے نہین جہان تم پانی کا گمان کرتے ہو پس سراب دیکھکر جاوینگے ناگاہ دوزخ مین داخل

ہونگے کہ وہ سراب کی طرح موجین مارتی ہوگی پس یہ مثل تو آتشی ہے اور دوسری الے قولہ تعالیٰ کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج الآیہ
اور یون ہی وحی خفی حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین ہے ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہدایت وعلم جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ عز وجل نے مجھے بھیجا اُس کی مثال جیسے کثیر باران رحمت ایک زمین کو پہونچا
پس اس مین ایک ٹکڑا تھا جس نے پانی جذب کیا اور بہت گھاس وبکثرت اناج اُگایا (جس سے جاندارون وآدمیون
نے بہت نفع اُٹھایا) اور اس مین ایک ٹکڑا خالی جوف تھا اُس نے اپنے اندر پانی بھر لیا پس اس سے بھی اللہ تعالےٰ عز وجل نے
لوگون کو نفع دیا کہ خود پیا اور جانورون کو پلایا اور سینچا اور کھیتی کو پانی دیا اور اس مین ایک ٹکڑا چٹیل میدان ٹکرا تھا کہ
نہ پانی روکا اور نہ نباتات اُگائی پس یہ مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین الٰہی مین فقہ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ مین بھیجا
گیا ہون اس سے نفع پایا پس علم حاصل کیا اور سکھلایا اور مثال ہے اُس شخص کی جسنے سر نہ اُٹھایا اور میرا ہدیہ قبول نہ کیا۔ رواہ
فی الصحیحین۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثل اور تم لوگون کی مثل
ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ لگائی جب اُس کا گرد ونواح روشن ہوا تو کیڑون پتنگون نے آگ مین گرنا شروع کیا
اور اُس نے روکنا شروع کیا اور وے اس پر چڑھے آتے اور مُنہ کرکے گرتے جاتے تھے پس الیہی ہی میری تمھاری مثال ہے کہ
مین تمھاری کمرون کو پکڑے آگ سے مانع ہون اور کہتا ہون کہ اس سے بچو اور تم مجھپر غلبہ کرکے اسی مین گرے پڑتے ہو۔ رواہ احمد
والبخاری ومسلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولله یسجد من فی السموات الآیہ بعض نے کہا کہ سجود دو قسم ہے ایک اپنے وجود سے اور دوم
قلب سے پس سجود نفس وہ انقیاد الٰہی ہے کہ ہر نفس کو جسواسطے پیدا کیا ہے وہ اسی راہ پر چلتا ہے اور زیادہ عزیز الوجود وہ شخص ہے
جو دونون وصف سے ساجد ہو پھر حق تعالےٰ عز وجل نے بندون کو معرض امتحان مین حق وباطل کے وصف سے ممیز فرمایا بقولہ تعالےٰ
قل هل یستوی الاعمی والبصیر الآیہ اور اس مین اشارہ مراتب حق کے درمیان بھی ظاہر ہے چنانچہ افراد حق مین جن لوگون کی چشم بصیرت
دیدار قدم ومشاہدہ انوار ازل سے محروم ہے وہ کیونکر برابر ہوگا ایسے شخص سے جو جمال حق بچشم حق بصفت سرمدیت بدون غاشیہ
طبیعت ومعارضہ خلقت مشاہدہ کرتا ہے اور نفس کے دو وتاریک کا منظر کیونکر برابر ہو روح کے انوار لطیف سے جو مجلس اُنس مین
مشارق قدس سے تابان ہو حالانکہ دونون میدان عبودیت مین ہین اور یون ہے جو نور روحانی عین مشاہدہ یقین مین ہے اس کے
ساتھ گفتگو سے زبانی واستدلالی کا مدعی کیونکر مساوی ہوگا واتق کہ روشن چہرے عارفین کے مقابلہ مین قہریات مین ڈوبے مدعین کو
کچھ برابری نہین ہو اور حسن صنعت صانع عجیب ہے کہ نور وظلمت مین استقدر التباس موجود ہے شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کو
توفیق عطا ہوئی اور خدمت سے سرفراز ہوا اسکے ساتھ محروم ومطرود برابر نہین شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے کہا کہ درحقیقت اندھا وہ ہے
جو مخلوقات سے خالق کو پہچاننے کا مدعی ہوا اور بینا وہ ہے کہ خالق عز وجل سے مخلوق کو پہچانے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ منجملہ
تاریکیون کے تدابیر پر دل رکھنا اور منجملہ توفیق کے شہود تقدیر کی روشنی مین فنا ہونا ۱ھ اقول یعنے تدبیر کو عین تقدیر خیال کرنا چاہئے
جو ہمیشہ مین یہ اشارہ موجود ہے کہ بعض نے تدبیر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ بھی تقدیر ہے۔ قولہ تعالےٰ انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ الآیہ
اس کے اشارات سے یہ ہے کہ باران رحمت سے تفہیم ہے نزول تجلیات صفات واسماء وافعال بزمین قلوب اولیاء واصفیاء پس
جیسے وادی اپنی وسعت کے موافق باران رحمت اٹھاتے ہین اُنکے قلوب بھی باران رحمت تجلیات بقدر اپنی استعداد کے اُٹھا کر بھیت

معرفت و توحید و کمال مین متفاوت مقامات پر ہوتے ہین اور جیسے سیول وادی مین زبد ہوتا ہے ان مین علی قدر مراتب صفات
بشریت غلبہ کرتے ہین اور دیدار غیب سے روکتے ہین ولیکن جنکو یہ رحمت در حقیقت نصیب ہوئی ہے انپر متواتر باران رحمت
و متواتر نسیم صبا سے یہ اوصاف طبیعت مثل کھپن کے یا ظاہری شدائد و صعوبات یا محبت کی آگ مین جلکر یا خشک ہوکر اڑجاتے
ہین اور ان کی ہمت عالیہ جاری ہوکر قلوب کو جواہرات حکمت و مشاہدات سے لبریز کر دیتی ہے پس ریا و سمعت و شرک
و شک و نفاق حتے کہ خطرات مذمومہ سے پاک ہوکر پھر مشاہدہ مین صاف ظاہر ہوجاتے ہین اور یہ سب اس رحمت الٰہیہ کی
برکت سے جو بلا واسطہ و بلا سبب کے ان کے حق مین نازل از ازل ہے اور جیسے باران رحمت آسمان سے بدون سبب کے
جو بندون کی طرف سے ہو وسے نازل ہوتا ہے بلکہ محض فیض قدیم ازلی ہے یون ہی فیوض باطنہ بلا علت و سبب ہین
کیونکہ نزول رحمت توفیق و ایقان کے بعد بندے سے عبادات و طاعات سرزد ہوتے ہین پس یہ محض فیض قدیم ازلی ہے
جس کی حکمت وہی پاک پروردگار عالم الغیب ہے پس اس باران سے آب رحمت ان قلوب مین بقدر وسعت
جاری ہوتا ہے چنانچہ بعض مین بحر الذات سے اور بعض مین صفات اور بعض مین با اسماء و صفات و نعوت و افعال سے
پس جو بحر الذات سے ہے وہ موحدین و عارفین و منفردین و متجردین کے قلوب مین جاری ہے اور وہان سے اوصاف
بشریت سب زائل کر دیتا ہے حتی کہ وہ خود فراموش ہوجاتے ہین بقا صرف ذات وحدہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور جو بحر الصفات
سے ہے وہ قلوب عاشقین و محبین و مشتاقین مین جاری ہوتا ہے اور وہان سے اوصاف نفوس و میل کھیل طبیعت کا دور کر دیتا ہے
اسی وجہ سے بے اختیار جذب مین وجد کرتے ہین اور جو بحر نعوت سے ہے وہ قلوب مومنین و متقین مین جاری ہے جس سے غبار
خطرات و ہواجس زائل ہوتا ہے اور دقائق و حقائق پیدا ہوتے ہین اور جو بحر اسماء سے ہے وہ قلوب مخلصین و متعبدین پر جاری ہے
جس سے وسواس شیطان اور میل بدنیا سے فانی زائل ہوتا ہے اور حکمت و فطنت پیدا ہوتی ہے اور جو بحر افعال سے ہے وہ مریدین
کے دلون پر جاری ہے جس سے شہوات زائل اور حسن معاملات و مراقبات پیدا ہوتے ہین سبحان اللہ تعالیٰ شانہ کہ اقسام
رحمت سے اقسام قلوب مخصوص ہین اسطرح کہ ہر قسم رحمت کے واسطے ایک خاص قسم کا قلب متعین فرمایا ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ
علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے ایک صاف موتی پیدا کرکے بعین اجمالی ملاحظہ فرمایا وہ حیا سے پانی ہوکر روان ہوا
جس قلب کو اس سے نصیب ملا اسی کی صفا ہے اور ہر قلب اس سے بقدر وسعت مستفیض ہے اقول یہ قول متوقف ہے یہانتک
کہ وحی الٰہی عز و جل سے اس کا نشان ثابت ہو کیونکہ یہ حال غیب ہے فافہم۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے اشارہ مین
بندے کی حالت کا بیان ہے کہ وادی مین جب سیل روان ہوتی ہے تو کسی قسم کی نجاست ہو اسکو بہا لیجاتی ہے اسیطرح جب
وہ نور بندہ مین سیلان کرتا ہے جو حق تعالیٰ عز و جل نے اس بندے کی قسمت مین مقدر فرمایا ہے تو نجاسات باطنہ مانند غفلت و
تاریکی وغیرہ کے سب دور ہوجاتی ہین اور خالص نور رہجاتا ہے جو باقی و اسکے حق مین نافع ہے پس قلب منور ہوجاتا ہے اور
شہوات ناکارہ و خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ زائل ہوکر اعتقادات حقہ و حقائق ثابت روح کے ساتھ باقی رہجاتے ہین
قال المترجم اگر وہم ہو کہ یہ اشارہ نہین بلکہ تفسیر ہے تو جواب دیا جاوے کہ نہین کیونکہ عام تفسیر تو کافرون کے اعتقادات
و اعمال کے بطلان اور مومنون کے اعتقادات و اعمال کا قیام ہے اور شیخ نے مومنون مین پھر اس طرح تفصیل بطریق اشارت

نکالی کیونکہ کفر وشرک کی نجاسات انتہا درجہ کی ہین کہ ان کے جلانے کے لیے آتش جہنم لائق ہے اور مومنون کے درمیان
جن کے اعتقاد مین توحید الٰہی آگئی ہو مگر غفلت وغیرہ سے نجاسات فسق ہون وہ بھی صاف نہین ہین حتی کہ بعضے ان مین سے
کسی مدت تک آگ سے پاک کیے جاوینگے۔ اور اصل اس مین قولہ علیہ السلام فرش علیہم من نورہ الحدیث یعنے مخلوق کو
خالق عز وجل نے تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو اس نور سے حصہ ملا وہ راہ راست پر آیا اور جو
محروم رہا وہ گمراہ ہوا پس اہل ایمان کم وبیش اس نور سے حصہ پائے ہوئے ہین فلیتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل نے
انواع رحمت نازل فرمائین اور ہر قلب نے اپنا حصہ پایا پس جو قلب منور بنور توفیق تھا اس مین چراغ توحید
روشن ہوا اور جو مؤید بنور توحید تھا اس مین چراغ معرفت روشن ہوا اور جو منور بمعرفت تھا اس مین چراغ علم وحکمت
روشن ہوا اور جو منور بمحبت تھا شائق ہوا اور جو منور بشوق تھا مقرب ہوا اسیطرح قلوب بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہین کہ انوار مشاہدہ
کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہتے ہین۔ قولہ تعالے عز وجل ومما یوقدون علیہ فی النار الآیہ۔ اعمال
ظاہری وباطنی واُن سے حصول معارف غیب کو زمین کے سونا وچاندی وغیرہ فلزات اور گداختہ کرکے زیور ومتاع بنانے
کے نتیجہ سے تشبیہ دی گئی پس جسطرح آگ مین گلانے سے میل دور اور اصل صاف باقی رہتی ہے جو کارآمد ہے اسیطرح اعمال
ظاہر وباطن کہ آتش صبر ومحبت مین اخلاص کے ساتھ گداختہ ہو کر خواہش وشہوات فانیہ کا میل زائل ہوتا ہے اور شرک و
ریاکاری جو نفس واغیار سے متعلق ہے زائل ہو کر جو خالص اللہ تعالے عز وجل کے لیے ہے نافع رہ جاتا ہے حتی کہ اگر کسی مومن کے
تمام اعمال ظاہری محض ریاکاری ہون تو اسکے پاس کچھ بھی نہ رہیگا اور اگر باطنی ہتے کہ ایمان بھی سوا سے اللہ تعالے عز وجل کے کسی
دوسری چیز کی وجہ سے ہو تو ایمان بھی نہ ہوگا لیکے یہ محض نفاق ہے آیا نہین دیکھتے کہ منافقون کے اقوال واعمال صورت مین مومنون
کے مانند تھے مگر اُن کی نسبت جہنم کی درک اسفل مین ٹھکانا بیان فرمایا ہے کیونکہ ظاہری یا باطنی کوئی عمل اُن کا اللہ تعالے
عز وجل کے لیے نہین رہا اور مسلمانون کو فریب دینا اور حظوظ دنیاوی کو اُس کے ذریعہ سے حاصل کرنا جو غور نظر مین بکثرت
بدحرکات کو شامل ہین اُن کے پاس رہے بخلاف کافرون کے کہ انھون نے کوئی فریب نہین دیا ہے۔ پھر کہا کہ ایسا ہی
حال خطرات کا ہے چنانچہ جو الہام از جانب حق عز وجل ہو وہ قلب مین باقی رہتا ہے اور وسواس نفس وشیطان کو زوال ہے
خصوص جبکہ بندہ نے اپنے رب تبارک وتعالے عز وجل سے ہر باطل خطرہ سے پناہ مانگی ہو پس یہ بے اصل خطرات واہیات
بسبب غلبہ معرفت ومحبت کے فوراً زائل ہو جاتے ہین۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو احوال صادقہ ہوتے ہین اُن کی
برکت قلب مین ثابت ہوتی ہے اور جو اُس کے سوا ہے ہو وہ زائل اور اس کی کچھ بھی بھلائی دل مین نہین رہتی ہے بعض نے
کہا کہ قلوب بمنزلہ ظروف ہین اور ہر ظرف مین وہ ہوتا ہے بخلاف قلوب کے کہ انکی وسعت سے اللہ تعالے عز وجل آگاہ ہے پس
مثل وادیہائے زمین کے جو حقیر چیز ہے ان قلوب کے وادی ہین پس بعض قلب مین سیل توبہ واستغفار جاری ہے اور
بعض مین سیل ترحم وبعض مین سیل خوف اور کسی مین سیل اُمید اور کسی مین سیل معرفت اور کسی مین سیل انس روان ہے
پھر ہر ایک ان سیول جاریہ مین سے قلب کے اندر اللہ تعالے عز وجل سے قرب پیدا کرتی ہے پس یہ قلوب وہ
ہین جن مین سیول قربت جاری ہین اور علاوہ انکے دوسری قسم کے قلوب ان کے خلاف ہین جنمین سیول لعنت جاری ہین

اور توفیق سے محروم اور شقاق و نفاق کے غار میں گرتے ہیں یہان تک کہ مقام اشقیا جہنم پر خاتمہ ہے۔ قال المترجم بعض نے اس کے اشارہ میں کہا کہ دنیا میں جو امور مرغوب و نعمات آلہیہ ہیں اُن میں اصفیا کو تحمل اشقیا کرنا پڑتا ہے اور عموماً خلق کو نفع پہونچانا خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور حیات فانیہ میں محبت و حلم و آہ و گریہ یاد حق عز و جل سے روح کے لیے زینت ہے اور بغیر اسکے جوہر مصفا نہوگا اور مومن کو ہمیشہ مکروہات پہونچینگے یہانتک کہ پاک صاف جہان سے عالم جاودانی میں عیش کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب دل میں انوار چمکتے ہیں تو تاریکی زائل کر دیتے ہیں پس یقین سے شک دور ہو جاتا ہے اور علم سے جہالت اور معرفت سے انجان ہونا دور ہوتا ہے اور نور مشاہدہ سے آثار بشریت زائل اور انوار جمع سے آثار تفرقہ زائل ہوتے ہیں اور حقائق کے ظہور سے فانی خواہشیں دور ہوتی ہیں اور جب آفتاب معرفت طلوع کرتا ہے تو دل سے تاریکی کہ کسی چیز کی کچھ تاثیر ہو بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ ان قلوب نے نفع پایا اور جو منکر ہوئے انکا انجام بیان فرمایا

لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا

انکے لیے جنھوں نے قبول کیا اپنے رب کے واسطے بہت بھلائی کی خوشبو ہے اور جن لوگون نے نہ مانا اپنے رب کے لیے اگر انکے ملک میں ہوتی سب وہ چیز

فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ

جو زمین میں ہے پوری پوری اور اتنی ہی انکے ساتھ ہوتی تو اسکو عذاب سے اپنی جان بچانے کا فدیہ دیدیتے یہی لوگ ہین جنکے لیے مقرر ہو بُرا حساب

وَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمِهَادُ ۠

اور ٹھکانا اُنکا جہنم ہی اور برا پالنا ہے یہ جہنم

آیت سابق میں اہل حق و سعادت کی اور اہل باطل و شقاوت کی دو مثالیں بیان ہوئین بدین معنے کہ اہل سعادت نے ہدایت کا حصہ لیا اور انکے اعمال ظاہر و باطن اُن کے لیے نافع و باقی رہے اور اہل شقاوت نے ہدایت سے کچھ حصہ نہ پایا اور انکے اعمال باطل و بیکار گئے کیونکہ غرض اُن کی دنیا سے فانیہ کے کچھ حظوظ و شہوات تھے جو مرتے ہی زائل ہوگئے اب ان دونون کا انجام آخرت کا بیان فرمایا کہ ہر ایک فریق نے اپنے اپنے لیے کیا کمایا ہے فقال عز و جل۔ لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ استجابت یعنے اجابت یعنے حکم و فرمان کو جو بزبان حضرت رسول رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا اُسکو مانا و قبول کیا اور باب استفعال سے تعبیر فرمانے میں شوق کا اشارہ ہو کیونکہ جیسے استغفار یعنے طلب مغفرت میں بندے کی طرف سے رغبت ہو ویسے ہی ایمان و ہدایت قبول کرنا برغبت چاہیے گویا یہ بندے پہلے سے منتظر تھے کہ پکار ہوا اور دوڑین پھر خبر کو مبتدا پر مقدم کیا تاکہ شوق سے دل کی نگاہ رکھو کہ جن لوگون نے رغبت سے قبول کیا اپنے رب کی ہدایت کو اور یہ قبول کرنا خالص رب عز و جل کے واسطے ہوا بدون کسی اور خواہش کے تو اُن کے لیے کیا نعمت ہے وہ نعمت۔ الۡحُسۡنٰی ہی جمہور مفسرین و ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت ہی اور اہل معانی نے کہا کہ الحسنی نہایت خوب منفعت عظمی جسکے ساتھ مضرت کا لگاؤ نہوا اور کبھی اُسکے زائل ہونے کا گمان بھی نہ ہوا اور اکرام و عزت کے ساتھ ملے۔ بالجملہ اس نعمت کو الحسنی سے تعبیر فرمایا پس سننے والے متنبہ ہوگئے کہ ہمارا خالق عز و جل دینے والا جو ہم کو پیدا کرنے والا ہے وہ اُس کو حسنی فرماتا ہے تو اُس کی شان اسقدر بڑی و ایسی خوب و عالی ہے کہ ہمارے خیال و قیاس و گمان و وہم سے باہر ہے سراج میں کہا کہ اس مقام پر حسنی کے ساتھ زیادہ نہین فرمایا اسوجہ سے کہ دوسری آیت میں فرمادیا ہے اقول یعنے قولہ تعالےٰ

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔ اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں ذکر کیا کہ زیادہ کی تفسیر دیدار باری تعالیٰ جل شانہ ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق وحذیفۃ بن الیمان وعبد اللہ بن عباس وجماعہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد شمار سے زیادہ ہے اور سعید بن المسیب وعبد الرحمن بن ابی لیلیٰ وعبد الرحمٰن بن سابط ومجاہد وعکرمہ وضحاک وعامر بن سعد وعطار و قتادہ وحسن بصری وسدی ومحمد بن اسحاق وجم غفیر سلف وخلف سے مروی ہے اور بہت احادیث کثیرہ صحیحہ ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور مترجم نے وہاں تحقیق وتوضیح کے ساتھ کلام ذکر کر دیا ہے اور جس کسی فرقہ نے اپنے اوہام وقیاسات کی وجہ سے دیدار باری تعالیٰ کو محال سمجھا اور انکار کیا اُس نے دنیا ہی میں اپنے اوپر کافر ہونے کی گواہی قرآن پاک سے لے لی کیونکہ حق تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ یعنی کفار اُس روز اپنے پروردگار سے پردہ میں رکھے جاوینگے یعنے اُن کو نعمت عظمیٰ دیدار نہ ملے گی اور ان آیات کے معنے بدلنا گویا انکار کرنا ہوا۔ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ اور جنھوں نے نہ مانا اپنے رب کے فرمان کو یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنا رسول بھیجا اور قرآن پاک ہدایت اسکے ساتھ گیا مگر اُنھوں نے رسول کو نہ مانا اور قرآن پاک سے انکار کیا اور اپنی رائے میں آخرت کو صحیح نہ جانا اور دنیاوی دولت وپریشان زندگی کے سوائے کسی بےفکر وپاکیزہ زندگی کو نہ مانا اور جملہ علوم حقیقیہ واخلاق حسنہ سے مُنہ موڑا یا ظاہر میں کسی دنیا کی دولت کے لیے مانا اور خالص اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے رب کے لیے نہ مانا تو اُنکے انجام کار کی بابت دو حالتیں فرمائیں ایک تو یہ کہ۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اگر آخرت کے عذاب دیکھنے کے وقت ان کی ملکیت میں ہوتا وہ سب جو زمین میں ہے پورا پورا حالانکہ دنیا میں کبھی انکو حاصل نہ ہوا تھا بلکہ نہایت ہی حقیر ملا تھا جس پر کفر کرنے لگے تھے اور آخرت کے عذاب کے سامنے اگر تمام جو کچھ دنیا میں ہے سب اُن کو ملتا۔ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اُس کے ساتھ اتنا ہی ملجاتا۔ لَافْتَدَوْا بِهٖ تو اس دوچند کو دیکر اپنی جان چھڑاتے حالانکہ اُن کو وہاں کچھ بھی نہ ملیگا اور اگر دنیا ملجاتا تب بھی کچھ قبول نہ ہوتا۔ پس یہ بیان ہے کہ جب تک حیات دنیاوی ہے تب تک حقیر خواہش نفس نہیں چھوڑتے اور حقیر متاع دنیا سے منہ نہیں موڑتے حالانکہ یہ سب ان کی ملک سے نکلنی نہیں جاتی بلکہ انصاف کے ساتھ اس میں تصرف کرنے کو کہا جاتا ہے اور آخرت میں حقیر کیا بلکہ سب کامل بلکہ اُس سے بھی دوچند فدیہ دینے پر رضامند ہونگے لیکن حق تعالیٰ عزوجل نے ہمیشگی وثبوت کی حد اس حیات دنیا تک رکھی ہے پھر کچھ قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ یہ لوگ اصحاب السوء۔ انھیں لوگوں کے حق میں بُرا حساب ہے۔ بعض نے کہا کہ بُرا حساب یہ کہ سب گناہوں پر مواخذہ ہو کچھ بخشا نہ جاوے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اُن کے کفر نے سب اُن کے اعمال ردی وناکارہ وباطل کر دیے۔ یعنی اب بدلا اسکا سوا بُرائی کے نیک کچھ نہیں رہا۔ بعض نے کہا کہ سوء الحساب مناقشہ ہے یعنے محاسبہ پورا لیا جاوے قال الحافظ رحمۃ اللہ علیہ یعنی ہر صغیرہ وکبیرہ پر ان سے حساب لیا جاوے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس کسی سے حساب میں مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہو جاویگا۔ اور تیسری حالت وہ درحقیقت انکا انجام ہے یعنے۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان لوگوں کا جہنم ہے۔ علماء نے کہا کہ جیسے ظلمت میں نجاست کے کیڑے کا ٹھکانا پاکیزگی میں نہیں ویسے ہی یہ لوگ اپنے لائق جگہ پر جاوینگے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور جہنم بہت بُرا پالنا ہے۔ عجب شان الٰہی ہے کہ جن کا یہ ٹھکانا ہے انکو خوف وعلم نہیں اور جنکا نہیں ہے وہ جانتے وڈرتے ہیں یعنے انبیاء ومومنین کا یہ ٹھکانا نہیں مگر وہ دوزخ کو جانتے اور اس سے

پناہ مانگتے ہیں برخلاف کافروں کے جن کا یہی ٹھکانا ہے۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

بھلا کیا جو شخص یہ جانتا ہو کہ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب سے وہ حق ہو وہ شخص مثل اُس شخص کے ہو جو اندھا ہو یہ تو وہی سمجھتے بوجھتے ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ

جو عقل والے ہیں ایسے لوگ ہیں کہ پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور توڑتے نہیں مضبوط اقرار کو اور ایسے لوگ ہیں

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝

کہ جوڑتے ہیں وہ جسکا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جوڑا جاوے اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف کرتے ہیں بڑے برے حساب سے

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

اور ایسے لوگ ہیں جنھوں نے صبر کیا آرزو میں اپنے رب کے دیدار کے اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا اسمیں سے جو ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ

انکو رزق دیا تھا چھپاکر اور کھلے اور دور کرتے رہے نیک کام سے برائی کو یہی لوگ ہیں جنکے لیے

عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا گھر ہے باغ تر و تازہ ہیں ہمیشہ قیام کے جہاں داخل ہونگے وے خود اور جو کوئی صالح ہوا اُنکے باپ دادوں میں سے اور انکی بیویاں

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور بال بچے اور اُن کے پاس آوینگے فرشتے ہر دروازہ سے سلام علیکم یعنے

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

تم پر سلامتی ہو عوض اُسکا جو تمنے صبر کیا سو اب آخرت کا گھر کیا اچھا ہے

اوپر کی آیات میں انجام کفر کا بیان فرمایا ولیکن کافر بسبب جہل کے نہیں جانتا اور آیات و دلائل سے عبرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ چشم بصیرت سے اندھا ہے ولیکن بینا کو یقین منور کرتا ہے لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ کیا جو شخص جانتا ہو یہ بات کہ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس وہ سب نصیحتوں پر ایمان لاکر نیک اعمال کرتا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى مانند اس شخص کے ہے جو بصیرت سے اندھا ہے یعنے ہرگز نہیں۔ روایت ہے کہ نزول اُس کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب اور ملعون ابوجہل کے حق میں ہوا یعنے حمزہ رضی اہل علم و یقین و معرفت سے ہیں اُن کے ساتھ ابوجہل جاہل منکر کی کچھ برابری نہیں۔ اور خازن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت کے معنے عام ہیں اگرچہ سبب خاص ہو۔ حاصل یہ کہ جو کوئی حق کو دیکھتا و اس کی اتباع کرتا ہے وہ برابر نہیں ہے اُس شخص کے جس کو حق نظر نہیں آتا اور بدراہ چلتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ انھیں کو نصیحت نفع دیتی ہے جو اصحاب عقول ہیں کیونکہ جاہل بے عقل نا سمجھی سے راہ نہیں پاتا بلکہ گمراہی کو راہ سمجھتا ہے اور اہل عقل معنی کو سمجھتے اور ہر صورت سے معانی کو اور ہر پوست سے مغز کو حاصل کرتے ہیں پھر اہل عقل کی شناخت و اُن کا مرتبہ بیان فرمایا۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ الخ

لوگ ہین کہ جو پورا کرتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد یعنی جو اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار اپنے اوپر کیا اور اللہ تعالے عز وجل نے
رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین اور ان مین عہد طاعات بجا لانے و نافرمانی سے باز رہنے کے لیے ہین سب عہد
الٰہی تعالے پورا کرتے ہین ۔ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيْثَاقَ اور توڑتے نہین عہد کو خواہ خالص اللہ تعالے عز وجل کے
ساتھ ہو یا بندون کے ساتھ ہو خواہ نذر ہو یا قسم ہو ۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل نے عہد و
میثاق کی پابندی کو قرآن پاک مین کچھ اوپر بیس جگہ ذکر فرمایا ہے ۔ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ
يُّوْصَلَ اور وہ لوگ ہین جو ملاتے ہین وہ چیز جسکے ملانے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم دیا ہے ۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ
مراد صلۃ الرحم ہے یعنے پیٹ سے پیدائش کا ناتا جس حد تک ہو اُس کو قطع کرنا حرام اور اس کو ملانا ثواب ہے اور بعض
احادیث مین قطع رحم کبیرہ گناہ ہے وفی الحدیث صلوا الارحام وافشوا السلام الحدیث یعنی لوگون کو مدینہ مین جو
نصیحت شروع فرمائی ازانجملہ فرمایا کہ ناتون کو ملاؤ اور آپس مین جان پہچان ہو یا انجان ہو سب کو سلام کہو یعنے تم پر اللہ تعالے
عز وجل کی سلامتی و رحمت رہے ۔ اور حدیث مکارم اخلاق مین ہو کہ صل من قطعک الحدیث یعنے تیرا ناتے والا اگر ناتا کاٹنا چاہے تو
اُس سے مل ۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ رحم
لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن سے دعا مانگتا ہو کہ جو مجھے ملاوے اللہ تعالے عز وجل اُسکو ملاوے اور جو مجھے قطع کرے اللہ تعالے عز وجل
اُس کو کاٹ دے ۔ واضح ہو کہ الرحمٰن باری تعالے کے اعظم اسماء صفات سے ہو اور الرحم اس سے مشتق ہوا اور عبد الرحمٰن بن عوف نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی مین روایت کی کہ حق تعالے عز وجل فرماتا ہو کہ جس نے رحم کو ملایا مین اسکو ملا دونگا
اور جس نے کاٹا مین اسکو کاٹ دونگا ۔ اقول ایسے احادیث مین فضیلت زبان عربی کی ظاہر ہے اور عرب نسل جہان جہان ہی
اُن کی صحت نسب کی دلیل یہ ہے کہ باہم کنبہ و ناتے والے میل جول سے ہون اور اگر پھوٹ ہوئی تو نقص کی دلیل ہو ۔ اور ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی جسکو اچھا معلوم ہو کہ اللہ تعالے عز وجل اُسکے رزق مین فراخی دیوے اور اسکے اثر مین تاخیر
فرماوے تو اسکو چاہیے کہ ناتا ملاوے ۔ علماء نے کہا کہ اثر مین تاخیر سے مراد اُس کی عمر مین زیادتی ہو یعنے اگر صلہ رحم کرے تو اسکی
عمر اسقدر دراز ہو ۔ سراج مین لکھا کہ یہی مشہور ہو کہ فی الحقیقۃ عمر مین زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ متبرک طریقہ
سے عمر گویا زیادتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ اُسکے آثار خیر دیر تک قائم رہینگے گویا وہ زندہ ہو اور شاید اُسکے
نسل دیر تک قائم رہنی مراد ہو ۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہو کہ مکافی واصل نہین بلکہ واصل وہ ہے کہ
اُس سے ناتا کاٹا جاوے اور وہ ملاوے اور روایت ہے کہ قیامت مین رحم عرض کریگا کہ اے میرے رب مین قطع کیا گیا اور
امانت کہیگی کہ اے رب مین چھوڑی گئی اور نعمت کہیگی کہ اے میرے رب میری ناشکری کیگئی ۔ فضیل بن عیاض کے پاس ایک جماعت
حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تم کہان کے ہو بولے کہ خراسان کے فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب سے تقوے اختیار کرو چاہے جہان کے ہو اور
آگاہ رہو کہ اگر کوئی بڑا نیکوکار پورا انجاوے مگر اُسکے گھر مین ایک مرغی تھی اُسکے ساتھ بری طرح پیش آتا تھا یعنی اچھی طرح پرداخت نہ کرتا تو وہ
محسنین مین سے نہین ہو سکتا ۔ مسئلہ کافر ناتے دارون سے صلہ رحم مین ثواب ہو اگرچہ وے لوگ اسلام سے لڑتے ہون مگر نقد روپیہ و
ہتھیار ایسے ناتے دارون کو نہ دیوے جو اسلام سے قتال کرتے ہون ۔ دقیقہ جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پیش قدمی

کرنے دی تو اسوجہ سے نہ تھا کہ جہاد مین تاخیر کی بلکہ ان لوگون سے قرابت رحم تھی اول انھون نے آپ سے کفر کیا پھر نکالا پھر قتل پر
آمادہ ہوئے پھر واضح ہو کہ یہ سب اس صورت مین ہے کہ ما امر اللہ بہ ان یوصل سے مراد خاص صلۂ رحم ہو اور شیخ حافظ امام
رحمۃ اللہ علیہ نے عام اختیار کیا یعنی اہل قرابت سے میل رکھے اور انپر احسان کرے اور فقیرون و محتاجون سے حسب وسعت
سلوک کرے اور امر معروف سب کے ساتھ پھیلاوے۔ اور یہی ارجح ہے کہ ہر چیز جسکے میل کا اللہ تعالےٰ نے حکم کیا سب مراد ہین
اور رحم کا ملانا اقوی ہے اور ازانجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت ملانا اور تمام مومنون سے برادرانہ میل رکھنا اور حسب
مقدرت انپے احسان کرنا اور اُن کی مددگاری کرنا اور اُن سے بُرائی دور رکھنا اور انپر شفقت کرنا اور سلام کا افشا کرنا یعنے ہر
مسلمان اجنبی ہو یا جان پہچان ہو اسپر دعا دینے کے طور پر سلام کرنا اور مریضون کی عیادت کرنا اور دوستون و نوکرون و پڑوسیون
اور سفر کے ساتھیون سے مراعات رکھنا اور مانند اسکے جسطرح شرع نے حکم دیا ہے انمین واجب و سنت و مستحب سب داخل ہین
ولیکن امر وصل جو آیت مین ہے اگر حقوق واجبہ پر محمول ہو تو واجب بطریق وجوب مؤکد ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
مرفوع روایت ہے کہ نیکی کرنا احسان سے اور رحم ملانا دونون سے قیامت مین حساب مین تخفیف ہوتی ہے رواہ الخطیب و
ابن عساکر۔ بالجملہ اہل عقول وہ ہین کہ عہد الٰہی ایمان و طاعات کا و عہد بندگان پورا کرتے ہین اور منجملہ عہد کے صلۂ رحم ہے کہ اسکو
جوڑتے ہین توڑتے نہین۔ وَیَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ اور باوجود اسکے اپنے رب سے ڈرتے ہین اور یہ خوف اول تو یہ کہ عہد شکنی وغیرہ کا
گناہ سرزد نہ ہو اور جب اسوقت تک پورا ہوا تو دم موت تک لغزش کا خوف اور جیون جیون عہد پورا ہوتا جاتا ہے یہ خوف کہ جسکو پورا
سمجھا ہین کہان تک نقصان ہو بولاعلمی سے نہ سمجھے ہون پھر اس پورے ہونے کا شکر ادا ہونے کا خوف کیونکہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے
توفیق دی اور اس کو اعمال حسنہ کا کمانے والا بنا دیا پس حمد وثنا اُسی کے لیے ہے پھر حق تعالےٰ عز وجل کے استغنا کا خوف کہ
تمام مخلوقات اُس کی پاک شان کے آگے ذرہ سے حقیر ہین اور قلوب اُس کے قبضۂ قدرت مین ہین اور مالک خالق وہی ہے پس
آخر اس فناگاہ سے فانی کرنے زندگی جاوید عطا کرنے تک اپنی مرضیات پر ثابت رکھے اور جو نقص ہوئے ہین ان کو عفو فرما دے۔ وَ
یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہین حساب کی بُرائی سے یعنے اُن کے نامہ اعمال مین ایسی بے ادبی نہ ہو جس سے ان اعمال
ناکارہ کی وجہ سے مواخذہ سخت ہو تو ضرور بالکل اس کا انجام ہو جیسے مثلاً اپنی طاعات پر عُجب کی نظر دوڑائی کیونکہ یہ سب تو
اللہ تعالےٰ عز وجل کی توفیق و رحمت سے ہوا تھا جس کا شکر ادا کرنے کے واسطے قدرت و طاقت نہین پائی تو بجائے اسکے اپنی
شان کا خیال ایک کفران نعمت ہو پس محاسبہ سخت ہوا بخلاف اس کے جس بندے نے عقل پائی اور اللہ تعالےٰ عز وجل کی نعمت کا
شکر ادا کرنے سے عاجز یقین کرکے مغفرت چاہی کہ اے رب میرے اپنے فضل سے بخشدے اور مین حساب سے خوف کرتا ہون۔ کیونکہ
حساب مین سراسر میرا قصور ہی قصور نکلیگا کیونکہ سب تیرا فضل ہی فضل تھا پس مین حساب کے مناقشہ سے پناہ مانگتا
ہون اور امیدوار ہون کہ اپنے دائمی فضل سے بخشدے۔ ان سب باتون مین نفس امارہ سرکشی کرتا اور ان باتون کو گران سمجھتا ہے
کہ سب کچھ کیا پھر تو سمجھتا ہے کہ نہین نہین سراسر قصوروار ہون اور اب بھی فضل کا امیدوار ہون تو نفس دلگیر ہوتا ہے یہانتک
کہ عقل نورانی اپنا جلوہ دکھلائے اور بندہ اپنے مولےٰ عز وجل کی صفات پاک کی معرفت بفضل الٰہی تعالےٰ پاوے تو نفس مطیع ہوجاتا
ہے اور ہر محنت پر صبر کرکے رضوان الٰہی کا امیدوار ہوتا ہے کما قال عز وجل۔ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا۔ اور جن لوگون نے

صبر کیا اپنے شفقت و پابندی شرائع عبودیت برداشت کرلینے مین بوجہ مخالفت نفس کے تحمل کیا۔ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ یا مید
دیدار اپنے رب جل شانہ کے یعنی نفس پر گرانی موافق احکام عبودیت اسے شرع کے اٹھانے مین خالص غرض انکی رضوان
پروردگار ہے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور ٹھیک وقت و ٹھیک آداب سے نماز ادا کی۔ یعنی اعتقادات صحیح کے ساتھ
ساتھ طاعات ٹھیک ادا کی اور نماز مین ہر دم اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اُس کی عظمت و جلال کے سامنے خوف
اور اُس کی رحمت کے سامنے امید مع رعایت آداب سنت کے ٹھیک رکھتا ہے اور کسی چیز کی محبت اُس کے سوا نہین رکھتا
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہین اُس چیز سے جو ہم نے انکو نصیب کیا۔ سِرًّا خفیہ پوشیدہ وَّعَلَانِیَةً
اور علانیہ ظاہر ہین مسئلہ زکوۃ کے بارہ مین فقہا نے کہا کہ علانیہ دیوے تاکہ تہمت نہ ہو اور جو کوئی نہ دیتا ہو اُس کو
نصیحت و رغبت حاصل ہو مسئلہ صدقات سوائے زکوۃ کے کہا گیا کہ اس زمانہ مین اولیٰ یہ ہے کہ علانیہ دیوے
تاکہ دوسرون کو رغبت ہو بشرطیکہ ریاکاری نہ ہو لیکن خوف نہ ہو اور صواب یہ ہے کہ خفیہ دیوے کیونکہ حدیث مین اسکی بہت
فضیلت وارد ہے کہ صدقہ اس طرح دے کہ بائین ہاتھ کو خبر نہ ہو داہنے نے دیا۔ اور واضح ہو کہ بعض حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کا
عمل نیک ہو یا بد ہو ظاہر ہو جاتا ہے اور قولہ تعالیٰ عز وجل قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الآیۃ مین تفسیر گذری پس صواب
وہی ہے کہ صدقہ خفیہ کی نظر پر اسی طرح عمل کرے۔ لہذا بعض نے کہا کہ خفیہ سے صدقات نفل مراد ہین اور علانیہ سے زکوۃ فریضہ
مراد ہے۔ وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اور دفع کرتے ہین حسنہ کے ساتھ۔ السَّیِّئَةَ بدی کو مثلاً کسی نے اُن پر
جہل سے سختی کی تو انکو علم و حلم کے نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہین اور ایذا دہی پر صبر کرتے ہین چنانچہ حدیث ہے کہ جس نے تیرے ساتھ
بدی کی تو اس سے نیکی کر اور حدیث مین ہے کہ جو مسلمان کہ لوگون سے میل جول رکھتا اور انکی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ بہتر ہے بہ نسبت
اسکے جو لوگون سے نہین ملتا اور نہ انکی ایذا پر صبر کرتا ہے جس شخص نے خالق عز وجل کے معنی سمجھے یعنی حضرت باری تعالیٰ کی صفت
خالقیت کو بخوبی یقین کر لیا وہ ایمان پر ہو گیا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ لوگون کی طرف سے اُس کے حق مین بدگوئی کا جواب
اُس کی طرف سے نیک کلام سے ہے۔ حسن بصری رحمہ سے روایت ہے کہ اُس کی شان یہ ہے کہ اگر لوگون نے اسکو محروم کیا اور
اُسنے دیا اور لوگون نے اُس پر ظلم کیا اور اُسنے عفو کیا اور لوگون نے اس سے رحم و مودت قطع کی اُس نے ملایا۔ حکایت ہے کہ شقیق بلخی رحمہ اللہ
تعالیٰ حضرت عبد اللہ بن المبارک کے پاس آیا اور اپنے آپ کو ظاہر نہین کیا۔ انھون نے پوچھا کہ کہان کے رہنے والے ہو جواب دیا کہ بلخ کا ہون
چونکہ آپ شقیق بلخی سے واقف تھے تو پوچھا کہ تم شقیق بلخی کو پہچانتے ہو کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اُسکے لوگون کا کیا طریقہ ہے جواب دیا
کہ اگر اللہ تعالیٰ عز وجل نے انکو نہ دیا تو صبر کیا اور جب دیا تو شکر ادا کیا تو ابن المبارک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے کتون کا
بھی یہی طریقہ ہے۔ پوچھا کہ یا حضرت پھر کیا طریقہ ہونا چاہیے فرمایا کہ کامل وہ لوگ ہین کہ جب اللہ تعالیٰ عز وجل نے انکو نہ دیا
تو شکر ادا کیا اور جب عطا کیا تو ایثار کر دیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ایسے ہی لوگون کے لیے ہے عقبیٰ کا
گھر یعنی وہان عیش سے زندگی بسر کرنا انکی کا حق ہے جنھون نے دنیا کا گھر چھوڑا اور اس مین نفس کے حظوظ سے منھ موڑا اور فی
الحدیث اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ۔ اے رب میرے عیش نہین مگر وہی آخرت کا عیش پس
تو بخش دے ان بندون کو جنھون نے تیری رضا کے لیے ایمان لا کر تیرے رسول و اُس کے ساتھ والون کو ٹھکانا دیا اور مدد کی

اور سختی سے ان بندوں کو جو گھر بار چھوڑ کر تیرے رسول کے ساتھ ہو لئے۔ ایک جماعت علماء نے بہت وضاحت سے عقل کی بات
عاقلوں کو سمجھائی کہ دنیا میں ہر عیش مکدر ہے کم سے کم ہر شخص کے سامنے یہ درپیش ہے کہ آخر فنا رہے اور عیش وہی جس میں
روز بروز ترقی کی خوشی اور کسی طرح زوال وغیرہ کا خیال و ملال نہ ہو پس اولوا الالباب یعنے عاقلوں نے اس دار محنت و فنا
یعنے دنیا کو اس قابل نہیں پایا تو دار آخرت کو اپنے رب کریم سے چاہا پس اُس نے اپنے فضل سے اُن کو عقبی الدار عطا کیا
بخلاف کافروں کے کہ وہ بھی ضرور عقبیٰ میں جاویں گے لیکن انہوں نے دنیا کا گھر اختیار کر لیا تھا تو اُن کو عقبیٰ میں جہنم ہے پس
معلوم ہوا کہ عقبی الدار سے یہاں مراد عیش کا گھر ہے جس کا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ جَنّٰتُ عَدْنٍ باغ ہیں اقامت کے
اس قدر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا کے جہان میں ایسے مکانات ہیں جن پر جنات صادق آتا ہے اور ان کا قیاس اس دنیا کے
کھنڈل پر نہیں ہو سکتا اور جس نے یہ زعم کیا کہ وہاں باغ وغیرہ نہیں بلکہ روحانی خوشی ہے اُس نے کفر کیا بلکہ وہ باغ ہیں جنکی خوبی
وعمدگی قیاس سے باہر ہے کیونکہ قیاس و حواس تو دنیا و اسکی چیزوں سے تجاوز نہیں کر سکتے ہیں لیکن عقل جانتی ہے کہ قدرت الٰہی
تعالیٰ نہایت اکمل و غیر متناہی سے بڑھکر ہے پس جیسے اسکو دار آخرت پر یقین ہے ویسے ہی اُس کی نعمتوں پر یقین ہے کہ بلاشبہ
صحیح ہے جو حق تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ وہاں انکی اقامت کے لیے جنات ہیں۔ يَدْخُلُوْنَهَا جن میں داخل ہونگے یہ لوگ
عاقل نیکوکار جنکے اعمال و اقوال کا اوپر بیان فرمایا ہے اور دنیا چھوڑنے والے کے یہی اعمال ہیں اور یہ نہیں کہ ایک گوشہ میں بیٹھ جاوے
اور نہ کھاوے نہ پیوے بلکہ جو افعال ان عقلاء کے بیان فرمائے ہیں کہ جنکا خلاصہ ٹھیک شرع و سنت پر چلنا ہو پس یہی دنیا کو چھوڑ کر
آخرت اختیار کرنا قرار دیا گیا ہے جسکے ساتھ فضل الٰہی سے جنت میں داخل ہونگے اور اُن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ انکے عزیز و اقارب
پر بھی فضل کریگا چنانچہ منصوص آگاہ فرمایا کہ یہ خود داخل ہونگے۔ وَمَنْ صَلَحَ اور اُن کے ساتھ ہر وہ شخص جو صالح ہوا۔ مِنْ
اٰبَآئِهِمْ اُن کے باپ دادوں میں سے جنکی پشت سے پیدا ہوئے ہیں اور مراد اس سے ماں و باپ و دادی دادا وغیرہ
سب اونچے درجے کے ہیں پس وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جنکی اولاد پوتے پر پوتوں میں سے کوئی شخص عالم عاقل متقی پرہیزگار
پیدا ہووے جس کے طفیل میں اللہ تعالیٰ عزوجل اُن کو بھی سب کو جنت میں داخل کرے۔ وَاَزْوَاجِهِمْ اور اُن کے ساتھ
داخل ہونگی اُن کی ازواج۔ یعنے جورویں پس وہ عورتیں خوش نصیب ہیں جن کو صالح خاوند دیا جاوے۔ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
اور اُن کی ذریات یعنے جو اُن کی پشت سے پیدا ہوئے بیٹے بیٹیاں اولاد در اولاد پوتے و پڑپوتے اور یہاں تک ہوں پس وہ لوگ بھی
خوش نصیب ہیں جنکے باپ دادوں دیہاؤں میں سے کوئی عالم متقی گذرا ہو۔ قال المترجم جیسے اس گنہگار کے عم مکرم
حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن نادعلی قدس سرہ عالم عامل حاجی حافظ مجاہد فی سبیل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ المتوفی سنہ ود
۱۲۹۰ھ ہجری گذرے ہیں۔ سراج میں لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ ان متقی بندوں کے بزرگ اونچے درجے کے اور خرد اولاد جہاں تک ہوں
نیچے درجے کی اور بیبیاں سب اُن کے ساتھ لاحق کر دی جاوینگی اگرچہ انکے اعمال ویسے نہ ہوں پس یہ انکے واسطے کرامت ہے کہ
دار نعمت میں یکجائی کی بطریق عیش ملتے تو وہاں مجتمع ہو کر اپنے حالات دنیا کا تذکرہ کرینگے اور عتاب و عذاب سے خلاصی پانے اور
نعمت جنت عطا کیے جانے پر اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکر ادا کرینگے۔ اور آیت میں دلیل ہے کہ شفاعت سے اور بطفیل دوسرے کے آدمی کا درجہ
بڑھ جاتا ہے اور آخرت میں ناتے داری کام آتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ بزرگ متقی کے ساتھ جو لوگ لاحق کیے جاوینگے وہ ہر ناتے دار نہو گا

بلکہ جو صلاحیت رکھتا ہو بدلیل قولہ من صلح من آبائہم۔ اور اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ خالی نسب رشتہ ناتا کافی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ صلاحیت بھی ہونی چاہیے اور صلاحیت سے مراد اصطلاحی معنے نہیں ہیں کیونکہ جو کوئی خود صالح ہو وہ بفضل الٰہی سبحانہ تعالیٰ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ بلند درجہ کسی اپنے آباء و اجداد یا اولاد کے طفیل میں پاوے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تفسیر میں کہا کہ من صلح یعنی جس نے تصدیق کی اس سب کی جسکی اولوا الالباب نے تصدیق کی ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ ہے کہ ایمان و یقین ٹھیک ہوا اگرچہ اعمال ویسے نہوں۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کرامت کے ناتے و رشتہ والوں میں سے جو کوئی ظاہر و باطن میں مشرک نہوا اور اُس کے مجموعی اعمال ایسے ہوں کہ اللہ تعالیٰ عفو فرماوے اور وہ لائق جنت کے قرار پاجاوے تو وہ ساتھ کر دیا جائیگا لہذا جو لوگ کہ اپنے بزرگوں کی بزرگی کا فخر کرتے ہیں اور خود منافقوں و مشرکوں میں شامل ہیں وہ محض احمق ہیں اور اُن کا قلب جب اس درجہ حماقت میں پڑا ہے جسکو ہر ادنیٰ عقل والا مذموم کہتا ہے تو وہ اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہونے کا دعویٰ کیونکر کرتا ہے اور جو لوگ منافق و مشرک نہیں مگر اپنے اعمال میں مخلوط ہیں اور بوجہ یقین آخرت کے ہر حال میں ہراسان اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہتے ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل انکو بخشدے اور وے اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہوں۔ اے رب ہمارے اے ارحم الراحمین ہم کو اپنے فضل سے اس لائق کر دے انت مولانا نعم المولےٰ و نعم الحبیب۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے انکا قول مروی ہے کہ جنت میں ایک قصر کو عدن کہتے ہیں جسکے گرد بروج و باغات ہیں اس میں فقط نبی یا صدیق یا شہید داخل ہوگا۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ عدن مدینہ جنت جسمیں فقط انبیاء و صدیقین و شہداء و بادشاہ و عالم عادل جاوینگے اور باقی جنتی لوگ اُس کے گرد ہونگے رواہ ابن جریر رح اور لکھا کہ من صلح یعنی جو جنت میں داخل کیے جانے کے لائق ہوا۔ اور معالم وغیرہ میں کعب احبار کا قول قریب اسکے مذکور ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنات عدن وسط جنت ہے جسپر عرش الٰہی ہے یعنی جیسے زمین کی چھت آسمان ہے اور اسی طرح جنت عدن کی چھت عرش ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ طبقہ ہے ولیکن صحیح بخاری میں حدیث روایت ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ عز و جل سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ جنات کے وسط میں اعلیٰ ہے اور اسپر عرش الرحمن ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات عدن درمیان جنت ہے مترجم کہتا ہے کہ فردوس تو سب سے اعلیٰ ہے اور اسکے زیریں طبقات جنات عدن ہیں پس جملہ روایات درحقیقت متفق ہیں۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ اولوا الالباب کے واسطے خاص کرامات وسط جنت میں اور خاص کرامت یہ ہوگی کہ انکے طفیل میں جو انکے قرابت و رشتہ والے جنتی ہونگے وہ انکے ساتھ جنات عدن میں رکھے جاوینگے اگرچہ خود انکے اعمال اس لائق نہوں۔ اور واضح ہو کہ جس مومن کا کوئی ناتے والا ایسا نہو تو وہ جس بزرگ سے محبت رکھتا ہو اُسکے ساتھ ہوگا اگرچہ اُسکے اعمال ایسے نہوں ولیکن یہ شرط ایمان بھی ہے کہ وہ باطن و ظاہر میں مشرک و منافق نہو بلکہ اسکا یقین سب باتوں پر پورا ہوا ور جنتی ہونے کے لائق ہونے سے بفضل الٰہی جنت میں داخل کیا جاوے۔ اور واضح ہو کہ اشارات آیات سے ظاہر ہے کہ ایمان و یقین کے آثار میں سے ہے کہ مومن کو آخرت مرغوب و مختار ہوا ور دنیا کی فقط طاعات و عبادات و علم وغیرہ حاصل کرنے کے لیے مرغوب رکھتا ہو اللہم ربنا اجعلنی من المومنین وانت ارحم الراحمین۔ مسئلہ۔ بیبیاں بھی اپنے نیک خاوندوں کے ساتھ بلند درجہ پاوینگی اگرچہ جنتی ہوں۔ مسئلہ۔ اگر ایک عورت نے کئی خاوندوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ صریح اسکا حکم مذکور نہیں ہے ولیکن استنباط کیا گیا کہ

جسکے نکاح مین مری یا جس سے آخری نکاح تھا اُسکے ساتھ ہوگی اور اگر خود عورت اس سے بڑھ کر ہو تو کہا گیا کہ مرد جنتی اُسکے طفیل مین ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ علیم ہے اور مسئلہ کا حکم حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینی چاہی تو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے رہنے دیجیے کہ مین بھی آپ کی بیبیون مین حشر کیجاؤن۔ اور واضح ہو کہ اس قصہ کے واقعہ سے فقط حضرت ام المومنین سودہ رض کو ثواب عظیم ملا کیا اور نہ طلاق کا وقوع ہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان تمام مومنین کی مائین اور دنیا و آخرت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان ہین۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ آخرت کے لیے آخری نکاح و حالت کا اعتبار ہے کیونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اکابر مہاجرین مین سے ہین باوجود انشاء اللہ تعالیٰ اُن کے جنتی ہونے کے حکم زوجیت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جاننا چاہیے کہ بعض روایات مین آیا کہ جنت عدن مین ابواب کثیرہ ہین اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ تعالیٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ اور ملائکہ اُنکے پاس ہر دروازہ سے داخل ہون گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر یا تم نے آفات نفس و شیطان و جملہ قہریات سے سلامتی پائی اور دنیا پر صبر و ساکہین کیا اور یہ بڑا افضل ہے اور اب تو دائمی سلامتی ہے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ بسبب تمہارے صبر کرنے کے دنیا مین ایسے طریقہ پر جو نفس کو بہت شاق تھا اور اللہ تعالیٰ عز وجل کو محبوب تھا یا بدلے مین اپنے صبر کے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے عقبیٰ کا گھر یعنے دار دنیا سے دار عقبیٰ کو دیکھو نعم المولیٰ ونعم الدار مولیٰ عز وجل راضی کہ کبھی خشمناک و ناراض نہ ہوگا اور دیار ایسا کہ کبھی دنیا مین خیال مین نہ آتا تھا صرف عقل سے یقین کیا گیا تھا۔ یا اللہ تعالیٰ عز وجل نے دنیا کے عقب مین جو تم کو گھر دیا وہ کیا اچھا ہے۔ ف اول ملائکہ کا داخل ہونا دلیل ہے کہ جو حالت جسمانی تاریکی اور پردہ مین اسوقت ہے وہ وہان نہ ہوگی بلکہ پاکیزگی ہوگی جس سے ملائکہ کو خوب دیکھینگے۔ دوم ملائکہ اُن کے پاس مبارکبادی اور انس و خوشی کے لیے آوین گے اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابتدا مین داخل ہونے کے وقت ملائکہ ہر طرف سے مبارکباد کو آوین گے اور جمل رح نے حاشیہ مین کہا کہ یہ قید مین نے کسی اور مفسر کے کلام مین نہین پائی بلکہ اُن کا کلام دلالت کرتا ہے کہ اول بار کی قید نہو و مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اصح یہی ہے جو شیخ سیوطی رح نے کہا جیسا کہ دوسری آیات سے خود ظاہر ہوتا ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سوائے اول بار کے ملائکہ نہ آوین گے پس صاف کلام یہ ہے کہ اس آیت مین جو ملائکہ کا آنا اسطرح مذکور ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ لوگ اپنے جنتی اہل وعیال سمیت جنت مین داخل ہونگے تو ملائکہ ہر طرف سے انکی مبارکباد کو آوینگے کیونکہ مبارکباد اول ہی مرتبہ معقول ہے پھر اکثر اوقات آیا کرینگے اور یہ آنا اللہ تعالیٰ کیطرف سے نعمتون کو لانا ہوگا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ دن مین تین مرتبہ آوینگے اور اصح وہ ہے جو بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا شمار نہین ہے تو ملائکہ کے آنے و نعمتین لانے کا بھی شمار و حد و نہین ہے اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمن حدثنی سعید بن ابی ایوب حدثنا معروف بن سوید الحرانی عن ابی عشانۃ المعافری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللہ صلعم انہ قال ہل تدرون اول من یدخل الجنۃ الحدیث یعنی تم جانتے ہو کہ جنت مین پہلے کون داخل ہوگا اللہ تعالیٰ عز وجل کی مخلوق مین سے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ و اسکا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا کہ اول فقراء مہاجرین داخل ہونگے جنسے ثغور مسدود کیے جاتے اور جنکے ذریعے سے کروہات سے بچاؤ کیا جاتا اور ان مین کا آدمی مرجاتا اور اسکی حاجت اُسکے دل ہی مین رہجاتی اُسکو

پورا نکر سکتا تھا۔ اللہ تعالے عز وجل اپنے ملائکہ مین سے جنکو چاہے گا فرما دیگا کہ انکے پاس حاضر ہو کر تحیہ و سلام دو ملائکہ عرض کرین گے کہ اے رب ہم تیرے مخلوق وہ ہین کہ آسمان مین بسائے گئے اور مخلوقات سے چھانٹے گئے تو ہمین کو حکم ہوتا ہے کہ جا کر ان لوگون کو سلام کرین (یعنے ہم یہان ممتاز مخلوق تھے اور یہ لوگ ابھی وارد ہوئے تو یہ آکر ہم کو سلام کرتے پس اس مین کیا حکمت ہے کہ یہان اصلی ساکن قدیم کو یہ حکم ہوتا ہے) پس اللہ تعالے فرما دیگا کہ یہ میرے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے اور میری ذات و صفات مین ظاہر و باطن کسی کو شریک نہ لاتے اور ان سے ثغور مسدود کیے جاتے اور مکارہ سے بچاؤ لیا جاتا اور ان مین کا آدمی مرجاتا اور اُس کی حاجت دل ہی مین رہ جاتی اُس کو پورا نکرنے پاتا پس ملائکہ خوشی خوشی ہر دروازہ سے اُن کے پاس داخل ہو کر مبارکباد دینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اس حدیث کو ابو القاسم طبرانی نے دوسری وجہ اسناد سے روایت کیا اور اس مین یون ہے کہ تین گروہ مین سے اول فقراے مہاجرین جنت مین داخل ہونگے بغیر حساب و عذاب کے۔ اور اس مین ہو کہ ملائکہ عرض کرینگے کہ ہم شب و روز تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین اور اُن کو ہم پر فضل دیا گیا۔ اقول وقد رواہ الحاکم وصححہ والبزار وابن جریر وابن ابی حاتم وابن حبان وابو الشیخ وابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیہ والبیہقی فی شعب الایمان اور اس مین دلیل ہے کہ یہ گروہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہوگا جو ان بندون کے حال سے واقف نہ ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن المبارک کی روایت اُن کی اسناد سے حضرت ابو امامہ سے نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن ایسی عزت و احترام سے ہوگا کہ ہر دروازہ صدر سے خاص بارگاہ تک خادمون کا سلسلہ ہوگا اور فرشتہ حاضر ہو کر اجازت چاہے گا تو صدر دروازہ کا خادم اپنے پاس والے سے وہ اپنے پاس والے سے یہان تک کہ اللہ تعالے عز وجل نے جس بندہ متقی کو اکرام فرمایا اور بادشاہ کیا ہے اس سے اجازت چاہے گا کہ ایک فرشتہ حاضر ہونا چاہتا ہے پس اجازت دے گا تو وہ خوش و خرم داخل ہوگا اور سلام الٰہی پہونچا دیگا پھر ادب سے واپس ہوگا رواہ ابن جریر وقد رواہ ابن ابی حاتم من حدیث اسمٰعیل بن عیاش مکان ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حدیث صحاح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع مین شہدا کی قبور کی زیارت فرماتے اور اُن سے کہتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور یہی طریقہ ابوبکر الصدیق و عمر فاروق و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا اور مین کہتا ہون کہ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رہتا مگر آپ نے کوفہ مین اقامت اختیار فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ صرف افعال شرعیہ مین خفیف مشقت ہو مگر حکمت الٰہیہ سے وہ نفس پر نہایت شاق ہوتی ہو حالانکہ اپنی خواہشون سے اس سے کہین زیادہ آدمی مشقت اٹھاتا ہو اور ظاہر ہے کہ کوئی کھانا اور کوئی کپڑا کافر و زانی سے نہین روکا جاتا جسکو ایمان والا نہین کھا سکتا و نہین پہن سکتا سوائے دو ایک نجس و زنانہ لباس کے اور جو کافر اپنے نفس کے حکم و اسکے مجبور کرنے والی خواہش سے دنیا مین سے لیتا ہو مومن اسکو اللہ تعالے عز وجل کے حکم و ضرورت سے لیتا ہے مگر حسن صنعت الٰہیہ دیکھو کہ دونون مین یہ تفاوت ظاہر ہو کہ ایک نے دنیا کو دنیا کی طرح لیا اور دوسرے نے اسکو ضرورت پر بغیر پابندی خواہش کے لیا اور یہ فقط اپنے اپنے اعتقاد کی وجہ سے ہو کیونکہ کافر و منافق و نیچر تو دنیا ہی کے قائل ہین اور مومن آخرت کا قطعی یقین رکھتا ہے پس وہ دنیا کو آخرت کے برابر نہین لے سکتا ہو واللہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ قرطبی رح نے اپنی تفسیر مین امام زین العابدین رض و عبد اللہ بن سلام رض سے روایت کی کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہ اہل الصبر کھڑے ہون پس کچھ لوگ کھڑے ہونگے اُن سے حکم ہوگا کہ جنت کو چلے جاؤ راہ مین انکو ملائکہ ملینگے کہ کہان جاتے ہو کہین گے کہ جنت مین کہین گے حساب سے

پہلے کہینگے کہ ہان بفضل اللہ سبحانہ۔ پوچھینگے کہ تم کون گروہ ہو۔ کہینگے کہ اہل الصبر۔ پوچھینگے کہ صبر کیا تھا۔ کہینگے کہ ہمنے اللہ تعالے
کی طاعات پر اپنے نفس کو صابر رکھا اور معاصی کی خواہشون سے نفس کو روکا و صبر کیا اور دنیا کی محنت و بلاؤن پر نفس کو صابر رکھا
پس ملائکہ اُنسے کہینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ فائدہ سوم یہ کہ جو قدرتین اللہ تعالے عز وجل کی ایسی محسوس و معلوم
ہین جنکی کُنہ سمجھنے مین بالکل حیرت ہے اور خوب ظاہر ہے کہ وہ پاک پروردگار خالق کبیر متعال ہے اس کی قدرتون کے سامنے
جو کچھ مخلوقات ہم کو نظر آتی ہے سب بہت حقیر و خفیف ہے کیونکہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے کہ اسوقت مین بھی اٹکل والے اقرار کرتے
ہین کہ زمین کا تمام کرہ بمقابلہ آفتاب کے گویا ایک رائی کا دانہ بمقابلہ ایک مٹکے کے ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب کے مثل
کرورون بلکہ بے انتہا اس میدان وسیع مین سما سکتے ہین پس جسکی مملکت و مخلوقات مین خالی میدان کی یہ وسعت ہے تو کیون
تمھاری سمجھ مین نہین آتا کہ زمین ایک رائی کے مثل ہزارون عالم آفتاب سے بڑے بلکہ آسمان کے مثل کرورون ہون جہان
مخلوقات اور سامان عیش بے انتہا قدرت کے نمونہ ہون لہذا جو شخص ذرہ برابر بھی عقل رکھتا ہو وہ جنت و اس کی نعمتون سے
کبھی منکر نہوگا اور جس خالق عز وجل نے انکو اول مرتبہ پیدا کر دیا وہ بے شبہہ و بے تردد انکو ہزارون مرتبہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ولکن اللہ
یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ف۔ فی العرائس قولہ افمن یعلم انما انزل الیک الآیہ۔ اسکے اشارات سے علم ہوا کہ حق تعالے عز وجل کے
بندون مین سے ایسے اولیا ہین کہ ارواح و عقول و قلوب و اسرار سے کلام حق عز وجل بلا واسطہ سُنتے ہین اور وے رسول یا نبی نہین
ہین بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت مین حق عز وجل انکو خاص قدرت کے کان عطا فرماتا ہے تو وے اس پاک
کلام کے مقام نزول کو سید المرسلین و امام الانبیاء والمتقین محمد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین خوب جانتے و پہچانتے ہین اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر یقین شہودی و عیانی رکھتے ہین اور یہ لوگ بحسب طبیعت و ایمان فطری کے
مقلد نہین ہین کیونکہ ایمان مین تقلید کام عوام کا ہے جو بالکل اندھے ہوتے ہین اور یہ علم و معرفت اولو الالباب کو نصیب ہے۔ ساوی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و معرفت کو رسول بھیجنے والے سے پہچانا وہ
عارف کامل کیونکر ویسا جاہل ہو سکتا ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھیجنے والے رب تبارک تعالے کو پہچانا اور
جس نے کلام الٰہی کی تصدیق از جانب متکلم حق تعالے عز وجل پائی وہ ویسا کم درجہ کا نہین ہو سکتا جس نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو مانکر کلام پر یقین کیا اور جس نے ازل مین اشیاء کا جاری ہونا پہچانا وہ ایسا اندھا کیونکر ہو سکتا ہے جس نے ان چیزون کو
دنیاوی ظہور کے وقت دیکھا۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالے نے چشم بصیرت سے بینا کیا وہ کیونکر ویسا ہوگا جس کو
اندھا رکھا گیا ہے اور جسکو اللہ تعالے نے وصال سے مقبول کیا اسکی برابری مردود سے کیونکر ہوگی اور کیونکر برابر ہو جو ثواب و کرامت
کے لیے پیدا کیا گیا ایسے شخص سے جو عذاب و ذلت کے لیے پیدا کیا گیا۔ پھر حق تعالے عز وجل نے علماء ربانی کا وصف بیان فرمایا قولہ
الذین یوفون بعہد اللہ الآیہ۔ اس مین منصوص ہے کہ عہد ازلی کے پابند ہوتے ہین۔ اور واضح ہو کہ صدیقین سے عہد الٰہی وہ ہے جو انکی ارواح
سے مشاہدۂ ازلی مین کمال تفرید کا لیا چنانچہ اپنے جمال پر انکو عاشق کر دیا پس اُنھون نے پاک قدیم جل شانہ کے سوا کسی حادث پر
التفات نہ کیا اور عاشق کی روح عشق ہے وہ اسکو کیونکر توڑ سکتا ہے پس وفائے عہد اُن کا یہی ہے کہ عبودیت مین فناء ہو گئے۔
بعض نے کہا کہ وفائے عہد یہ ہے کہ اُسی کی بندگی مین جو حکم دیے ہین انکو کرتے ہین کچھ تجاوز نہین کرتے اور استغفار کرتے ہین اور

جن باتون سے منع کیا ہے اُن کے پاس نہین پھٹکتے۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ازل مین اُس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا تو
کسی دوسرے سے خوف و اُمید کچھ نہین رکھتے اور اس کے سوائے غیر سے دل نہین لگاتے۔ چونکہ اُس کی حکمت عجیبہ نے اس عالم
مین سخت پیچدار امتحان سے باہم تعلقات عجیب پیدا کر دیے ہین جس نے یہان اس نظام عالم کے طریقہ پر عمل کیا ولیکن ہر عمل
خالص اُسی کے واسطے کیا مثلاً شیخ و اُستاد کی فرمانبرداری نہ اپنی خوشی خاطر کے لیے اور نہ شیخ کی ذات کے لیے بلکہ خالص
اللہ تعالےٰ عز وجل کی رضا کے لیے کیونکہ شیخ و اُستاد کی خدمت کرنے مین اللہ تعالےٰ راضی ہوگا کیونکہ اُس نے خود تعلقات
پیدا فرمائے اور اُن کی پابندی کا حکم دیا پس اسی کے لیے بامید رضوان یہ خدمت کی تو درحقیقت تعلقات ویسے ہی قائم رکھے
جیسے اس عالم کے نظام مین ہین مگر اللہ تعالےٰ عز وجل کو وحدہ لاشریک کے ساتھ حمد کرتا رہا اور اُس کو منفرد جانا اسیواسطے حدیث
مین یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے کسی کو دیا تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اور نہ دیا تو اسی کے واسطے اور دوستی یا دشمنی کی تو اُسی کے واسطے
اُس نے ایمان پورا کر لیا۔ کما فی السنن پس معنی اُس کے کہ کسی سے خوف اور نہ کسی سے امید رکھتے ہین یہی ہین جو مذکور ہوئے اور یہی
مفہوم ہے قولہ تعالےٰ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل الآیۃ اور اصل اسمین نیت قلب ہے نہ وجود فعل حتے کہ جو کوئی محتاج فقیر
کہ اقارب کے ساتھ صلہ ارحام کی نیت رکھتا ہو وہ ثواب پاویگا اور خشیۃ و خوف اصل مین اسرار قلب سے ہے پس ہر ایک چیز
جسکے بارہ مین بجا آوری و وصل کا حکم ہے بجالاتے ہین اور اول ان مین تعلق قلب بحق عز وجل ہے پھر خوف و خشیۃ بھی ساتھ ہی ساتھ
رکھتے ہین جبکہ جلال و عظمت آلہیہ کے مشاہدہ مین یا ادب داخل ہوتے ہین کہ ایسا نہو اُن کے قلوب کو غیر کیجانب ملتفت فرما وے۔
ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شکر نعمت پر مداومت کرنے مین خوف کے ساتھ کہ معرفت منقطع نہو جاوے بعض نے کہا کہ یہ لوگ باہم
للہ فی اللہ محبت رکھتے ہین۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خشیۃ تو فقط رب تبارک و تعالےٰ سے ہے بقولہ تعالےٰ یخشون ربھم اور خوف
اُس سے اور دوسری چیز سے ہے بقولہ ویخافون سوء الحساب۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے انکار فرمایا غیر سے خشیۃ پر
بقولہ تعالےٰ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ الآیہ۔ اور غیر کے خوف سے بھی منع کیا بقولہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین پس درحقیقت
خوف فقط اللہ تعالےٰ عز وجل ہی سے ہے کیونکہ سوء الحساب قہر آلہی ہے۔ بعض نے کہا کہ خشیۃ قلب کی نگہداشت ہو کہ کسی حال مین
سوائے حق تعالےٰ عز وجل کے غیر پر نظر نہ رکھے جسکا نتیجہ ہو کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کا خشم و عتاب اسپر طاری ہو۔ ابن عطا رح نے کہا
کہ خشیۃ قلب کا چراغ ہے اور خوف نفس کا ادب ہے۔ اقول نفیس قول ہے پس خشیۃ قلب کے احوال محمودہ مین سے ہے اور نفس کو
اسکے مناسبات سے خوف دلایا جاتا ہے۔ شیخ ابن عطا رح سے دریافت کیا گیا کہ خشیۃ و خوف مین کیا فرق ہے فرمایا کہ خشیۃ تو
تقربات کے درجات سے گر جانے مین ہوتا ہے اور خوف ہوتا ہے عذاب و قہر مین گرنے سے۔ مترجم کہتا ہے کہ نفیس کلام ہو۔ بعض نے کہا
کہ خشیۃ زیادہ رقیق ہے اور خوف زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اقول اس صورت مین ضرور سوء الحساب سے خوف کرنا قلب پر فقط غیر کا نہ ہو
بلکہ فقط حق تعالےٰ کی صفت قہر کا ہو۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وفائے عہد ان کا دائمی عرفان بشرائط احسان و تقوی
از ارتکاب معاصی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عرفان پر استدامت ان کا فعل نہین ہوسکتا ولیکن جیسے وفائے عہد بہدایت ہے
ویسے ہی یہ بھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے ایک معنے ظاہر ہوئے ہین کہ خشیۃ و خوف مین یہ فرق ہے کہ خشیۃ کا محل علم و
معرفت بحق تعالےٰ عز وجل ہے بصفت اجلال تعالےٰ جل شانہ اور ثمرہ اس کا حیا و خوف مع محبت مقرون بعبودیت ہو جس سے

محبت کے آداب پورے کرنے مین ساعی رہتا ہے اور فراق سے خوف کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عز وجل نے ان بندونکا وصف دیگر
بیان فرمایا کہ اُس کے لقار کی اُمید پر اس کی بلا پر صبر کرتے ہین بقولہ والذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم۔ اللہ تعالیٰ عز وجل ہی کے
واسطے اسی کی قوت سے اُس کے سوا ے تمام مخلوقات سے مُنھ موڑا اور صبر اختیار کیا تا کہ حجاب دور فرمایا جاوے اور دیدار
پاک حاصل ہو جو قیاس و مشابہت مخلوقات سے پاک اور چون و چرا سے پاک ہے تعالیٰ اللہ علوا کبیراً۔ اور اشارت ہو
کہ معرفت الٰہی تعالیٰ مین اُن کے اسرار پر تجلیات پاکیزہ کے ورود کو پوشیدہ رکھتے ہین حالانکہ جوش عشق سے بدن گھل جاوے
مگر انوار ازلیت کو دل مین جگہ دیتے ہین اس طرح سے کہ کل الکل مین فنا ہو جاوین اور تمام مخلوقات و جسملہ نعمتین اُس نعمت کے
مقابلہ مین بالیقین گویا عذاب ہین شیخ ابو عثمان رحنے کہا کہ منہیات و معاصی سے نفس کو قوادعاً روکا اور یہ روکنا خوف جہنم
نہین بلکہ بسبب منع فرمانے اللہ تعالیٰ عز وجل کے اور عظمت الٰہی تعالیٰ کا احترام رکھا بعض نے کہا کہ اس مین اشارت ہے
کہ مرید کو لازم ہے کہ اپنے ارادہ پر صبر رکھے اور جو عہد و پیمان اس کا پیر و شیخ لیوے اور جو مشقت اُس سے اُس پر طاری ہو
اُس کو صبر و مضبوطی سے اُٹھاوے اور رفاہیت کی جستجو مین نہ پڑے اور اس سبب مین اس کی نیت اور آس حقیقت تصحیح
ارادت ہو وے۔ مترجم کہتا ہے کہ مضبوطی و صبر کا ارادہ و عزم اپنے نفس کی طرف سے نہو بلکہ یہ مضبوطی بقوت حضرت
خالق قوی عز وجل ہو کیونکہ یہ دعوے ہو جائیگا تو امتحانات کی مشقت سخت ہو جائیگی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام
پر قید خانہ سخت ہو گیا حالانکہ پانچ برس گذرے تھے پھر سات برس آسان ہوئے جو بقوت الٰہی جل شانہ ہوئے پس لازم ہو کہ اپنے
مصمم عزم پر اللہ تعالیٰ سے ہدایت و سلامتی و عافیت کی درخواست رکھے کیونکہ بہت خفیف مشقت نفس پر معرض امتحان مین بہت
سخت و شدید معلوم ہوتی ہو حتی کہ عہد شکنی کی نوبت پہونچتی ہے اور بعد اسکے وہی حالت اسکو بہت خفیف نظر آتی ہو اور نادم و پشیمان
ہوتا ہو حتی کہ پھر اگر نہ سمجھا اور اپنے اوپر بھروسا کیا تو شرک کا مرتکب ہوا اور آخر وہی نتیجہ نکلا۔ پھر شیخ رحنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا
تیسرا وصف بیان کیا بقولہ تعالیٰ واقاموا الصلوۃ وانفقوا الآیۃ۔ انھون نے پاکیزگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ عز وجل کا مشاہدہ کیا اور
اپنے وجود کو ظاہر و باطن قربان کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ عز وجل نے چوتھا وصف بیان کیا بقولہ تعالیٰ ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ یعنی
اشارت ہو کہ خواہش نفس و شہوات شیطانی کے سیآت کو حسنات طاعات و مشاہدات و لذیذ محبت و تجلیات سے دور کرتے ہین۔
مترجم کہتا ہے کہ ان تجلیات معارف سے کوئی چیز تمام مخلوقات مین لذیذ نہین ہو کہان ذات باری عز اسمہ قدیم و پاک اور
کہان مخلوقات و ممکنات واللہ تعالیٰ اعلم۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل تقوی ہین جو عمدہ اخلاق شرعی کے ساتھ لوگون
سے معاملہ کرتے ہین اور خود انصاف و عدل کا برتاؤ کرتے ہین اور اگر کسی نے اُنپر ظلم و جفا کیا تو اس سے اپنے واسطے انصاف نہین
چاہتے ہین اور اگر کسی قوم نے اُنپر ظلم کیا تو اُن کا اعتذار قبول کرتے ہین اور معذور رکھتے ہین اور جب بیمار ہوتے ہین عیادت کی
عیادت کو جاتے ہین کما قیل ؎ اذا مرضنا اتیناکم نعودکم ٭ وتذنبون فنأتیکم ونعتذر۔ پھر اللہ تعالیٰ عز وجل نے اپنا
احسان و امتنان انپر ظاہر فرمایا بقولہ اولئک لہم عقبی الدار جنات عدن یدخلونہا الآیۃ۔ جنات مقامات عیش دائمی ہین اور
مراتب متفاوت ہین عوام کی جنتین تو باغہاے عالم الملکوت ہین اور خواص کی جنتین دیدار باری تعالیٰ عز وجل مین کشفان بکثرت
بیشمار ہین پھر جب عالم ملکوت کی جنت مین تخت پر بیٹھے تو اُنکے بھائی ملائکہ اُن کی مبارکبادی کو آوینگے کما قال تعالیٰ والملائکۃ یدخلون

علیہم من کل باب یعنی ابواب سے دنیا مین انکو ملائکہ سے معرفت و محبت تھی یعنے طہارت و خشوع و خضوع و انواع طاعات کے ابواب مین سے ہر باب کے ملائکہ خاص ہین پس جنت محفوف بمکارہ ہے جو اُسوقت مکروہ کی صورت ظاہری سے اصلی صورت خوش منظر بے نظیر پر ہونگے ان ابواب سے ہر ایک باب کے ملائکہ مبارکبادی دینگے کہ وہ وعدہ جو تم کو اس قسم کی طاعت پڑ یا گیا تھا دیکھو وہی سچ ہے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی سلامت دوام وصال و برکت انوار جمال تمھارے لیے ابد تک بلا انقطاع ہے نہ کچھ فکر نہ تشویش نہ اس فکر کا مادہ ہے یہ بدلا اُس کا ہے جو تم نے طول حیات مین شوق جمال مین بلا و مشقتون کو برداشت کیا ہے۔ پھر حق تعالے عز و جل نے اولیا و اہل جنت کے اوصاف و انکی کرامت کے بعد اعدا و دوزخیون کی بدکاریان بیان فرمائین بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور وہ لوگ ہین جو توڑ ڈالتے ہین اللہ تعالے کا عہد بعد اُسکی مضبوطی کے اور کاٹ دیتے ہین وہ جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ

دیا ہے اور فساد پھیلاتے زمین مین ایسے ہی لوگون کے لیے ہے لعنت پھٹکار اور انھین کے لیے ہے عذاب کا گھر اللہ ہی

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

کشائش سے دیتا ہے رزق جسکے لیے چاہے اور وہی تنگی کرتا ہے اور یہ لوگ تو خوش ہو رہے زندگانی دنیا پر اور نہین زندگانی دنیا کی

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

آخرت کے سامنے مگر متاع ناکارہ

ع ۳

تمام مخلوق جو مومن نہو کافر ہے اگرچہ ملتون مین مختلف ہون بعضے نصرانی و بعضے یہودی اور بعضے بت پرست و بعضے آتش پرست اور بعضے ظاہر مین مسلمانون کی صورت مگر دل مین یقین نہین یا ڈبدھا ہے تو یہ سب در واقع ایک ملت کفر پر ہین پس سابق آیات مین تو مسلمانون کے اوضاع و اطوار و اعتقادات و اُن کے بلند درجات بیان فرمائے اور اب اُنکے مقابل کافرون کا حال بیان کیا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ کہ۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ توڑتے ہین اللہ تعالے عز و جل کا عہد۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ پیچھے اُس کی مضبوطی کے یعنی اقرار وحدانیت الٰہی و اُسی کی عبادت کا قول کر کے مضبوط کیا پھر اب توڑتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ اور کاٹتے ہین وہ جس کے جوڑنے کا اللہ تعالے عز و جل نے حکم کیا یعنی قرابت رحم و مودت ایمانی وغیرہ حقوق کو ثابت نہین رکھتے یعنی مومنون سے مخالف اُن کا برتاؤ ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد پھیلاتے ہین زمین مین۔ پہلا سب سے بڑا فساد تو اللہ تعالے عز و جل سے شرک و کفر ہے کیونکہ جو عدل و انصاف سے خلاف ہے وہ فساد ہے اور اس سے زیادہ کون ظلم ہوگا کہ خالق عز و جل سے مُنھ موڑ کر مخلوقات کو اپنا خالق بتاتے ہین اور بعضے جو اللہ تعالے عز و جل کا نام لیتے ہین تو اپنی رائے و قیاس سے جو درحقیقت اللہ تعالے جل شانہ کی شان پاک کے لائق نہین مثلاً اُس کا بیٹا و جورو بتلاتے ہین تعالے اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرًا۔ بالکل واجب اُنپر یہ تھا کہ جو صفات اللہ تعالے عز و جل کے کامل و پاک ہین انھین پر ایمان لاتے مگر جب وحی الٰہی سے انکار کیا تو شیطان کے وساوس

قبول کیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ انھین کے لیے ہے لعنت و پھٹکار یعنے اللہ تعالےٰ عز وجل کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ
اور انھین کے لیے ہے بُرا ٹھکانا یعنے جہنم کہ جس کے مقابلہ مین یہ دنیا اُن کے حق مین بہشت ہے حالانکہ دنیا چند ساعت ہے اور
بعد اس کے جو ٹھکانا ہے وہ دائمی ہے پس انپر صد ہزار افسوس ہے کہ کیسے بہکے ہوئے بُرے ٹھکانے کو جاتے ہین اور اکثر
اُنھون نے دنیاوی دولت پر فریب کھایا ہے حالانکہ دنیا خود حقیر اور محل امتحان ہے قال اللہ تعالےٰ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالےٰ عز وجل وسعت کے ساتھ دیتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے یعنے جس کو
چاہتا ہے تنگی سے رزق دیتا ہے۔ یعنے وسعت و تنگی رزق مین اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ ہے اسپر قیاس دوڑانا کہ ہم اچھے ہین
اُنکا خیال ہے کما قال تعالےٰ ایحسبون انما نمدہم من مال و بنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے کیا وے قیاس
دوڑاتے ہین کہ یہ جو ہم اُن کو مال و اولاد کشادہ دیتے ہین تو ان کے حق مین ہم بھلائیان جلد جلد پہونچاتے ہین یعنے یہ قیاس
باطل ہے بلکہ ان کو شعور نہین ہوتا پس درحقیقت کفر و معصیت کیساتھ دنیاوی دولت و ثروت ایک استدراج ہے کہ درجہ بدرجہ
زیادہ کفر و معصیات مین مبتلا ہوتے جاتے ہین اور زیادہ تر بُرے ٹھکانے کی طرف چلے جاتے ہین۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور اترائے زندگانی دنیا پر۔ حالانکہ حماقت اس انتہا کو پہونچی کہ دنیا چند روزہ پر اترانا کچھ بھی عقل کے لائق نہین ہے اور
حیات دنیا کے بعد دائمی حیات بے انتہا ہے تو ان چند روز کا اُس کے مقابلہ مین کچھ شمار نہین اور اس دنیا و ما فیہا کا آخرت کے
مقابلہ مین کچھ وجود نہین بلکہ جیسے گھورا جس مین مردار نجاسات سڑتی ہون۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا
مَتَاعٌ اور نہین ہے حیات دنیا بمقابلۂ آخرت کی مگر متاع۔ یعنے متاع قلیل یا زاد راہ۔ مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا کہ دنیا بمقابلۂ آخرت کے کچھ نہین مگر جیسے تم مین سے کوئی اپنی انگلی ایک
سمندر مین ڈبوکر اُٹھاوے تو دیکھے کہ وہ کیا لائی ہے۔ رواہ الامام احمد والامام مسلم۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ راہ مین ایک
بزغالہ کنکٹے کانون والا مردار پڑا تھا اس طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے تو فرمایا کہ مین اللہ تعالےٰ عز وجل کی قسم
کھاتا ہون کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کے نزدیک دنیا اس بزغالہ مردار سے بھی زیادہ خوار ہے جبکہ اس بزغالہ والون نے اُس کو
پھینک دیا ہے۔ پورا ایمان یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک دنیا و اُس کے تمام چیزین مردار کے برابر حقیر ہون مسئلہ کفر ظاہر
ہے اور شرک مخفی ہوتا ہے اور قولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ کی تفسیر مین کچھ تفصیل گذری۔ اور نفاق بھی باریک
ہے کہ آدمی دعوے کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ یقین مین سے اُس کے پاس نام ہی نام ہوتا ہے اور شیخ ابو العالیہ
رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہین کہ جب منافق نڈر ہوتا ہے تو چھ باتین ظاہر کرتا ہے باتین کرے تو جھوٹ بولے اور
جھگڑے تو فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت رکھوائی جاوے تو خیانت کرے اور عہد الٰہی کو بعد مضبوطی کے
توڑے اور جسکے ملانے کا اللہ تعالےٰ نے حکم کیا اسکو قطع کرے اور زمین مین بد افعالیون سے فساد پھیلاوے۔ اور جب منافق کو
کچھ ڈر ہوتا ہے تو وہ تین باتین ظاہر کرتا ہے جو اول مذکور ہوئین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو شخص سچے یقین و اعتقاد کے
ساتھ سنت پر عمل کرے اُس کو سو شہید کا ثواب ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خرما کی چھال کے بوریے پر لیٹے جب اُٹھے تو آپ کے پہلو مین نشان پڑ گئے تھے تو ہم لوگون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے لیے کوئی نہالی تیار کرتے فرمایا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے میں تو دنیا میں فقط ایک مسافر کے مانند ہون جو دھوپ میں کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرا پھر اُس کو چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ رواہ الترمذی و قال صحیح۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُنسے فرمایا کہ اگر تجھے مجھ سے ملنے کی خوشی ہے تو تجھ کو دنیا سے اسی قدر کافی ہونا چاہیے جو ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے اور خبردار کہ تو مالداروں کی مجلس میں بیٹھے اور کسی کپڑے کو پُرانا کرکے نہ اُتار یہانتک کہ اس میں پیوند پارہ کر لے۔ رواہ الترمذی۔ عروۃ بن الزبیر یعنے آپ کی بہن کے بیٹے نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی ہزار درم بھیجے تو شام تک آپ نے سب خیرات کر دیے ایک درم اپنے پاس نہ رکھا پس آپ کی باندی نے کہا کہ ہمارے لیے آپ نے ایک درم کا گوشت نہ خرید دیا تو فرمایا کہ اگر تو مجھے یاد دلاتی تو میں خرید دیتی۔ حدیث ابوہریرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا۔ یعنے اے رب میرے کر دے آل محمد کا رزق کفاف۔ یعنے اسقدر کہ ضروری حاجت سے کچھ فاضل نہووے۔ رواہ الشیخان وغیرہما۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے فرمایا کہ اسوقت تمھارا کیا حال ہوگا جب چند روز کے بعد تم میں کا آدمی صبح کو ایک سواری پر جاویگا اور دوسرے وقت دوسری سواری پر اور ایک دسترخوان پر ایک پیالہ لایا جائیگا اور دوسرا اُٹھایا جائیگا اور اپنے گھروں میں پردے لٹکاؤ گے جیسے خانہ کعبہ کی پوشش کی جاتی ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسوقت کی نسبت اُسوقت اچھے ہونگے کہ فراغت سے عبادت میں مشغول ہونگے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم اب اس سے بہت اچھے ہو۔ رواہ الترمذی۔ اور امام بخاری کی صحیح میں کتاب الزہد دیکھو اور ایک حدیث کافی ہے کہ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنے دنیا میں ایسا رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہ گیر ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے والذین ینقضون عہد اللہ۔ ان لوگوں کا عہد اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ بطوع نہ تھا بلکہ باکراہ تھا پس دنیا میں بھی کراہت سے اُس کو سجدہ کرتے ہیں اور اسکے سوا کچھ اور نہیں کر سکتے ہیں پس یہ عہد بشرط توفیق نہ تھا کیونکہ اگر عہد اول میں انکو توفیق کی مساعدت ہوتی تو عہد توڑنے پر قدرت نہ پاتے کیونکہ جسکو توفیق دی گئی وہ نگہداشت آلہیہ کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم حکیم نے کہا کہ عہد توڑنا ایسی چیز کے ساتھ سکون و دل لگاؤ ہے جس سے کچھ بھی سکون نہ ہوا اور فرحت ایسی چیز کے ساتھ جس سے کچھ فرح نہو۔ چنانچہ ان لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ عہد توڑا اور وہ اس طرح ہوا کہ دنیا کی محبت میں فرحت کھی بقولہ تعالے وفرحوا بالحیوۃ الدنیا الآیہ واضح ہو کہ جو کوئی مشاہدہ آیات الٰہی عزوجل سے بےنصیب ہوا اسی کو دنیا کے ساتھ فرحت ہوگی کیونکہ شہود کی فرحت کے سامنے کسی چیز کی فرحت کچھ نہیں ہے اور جس کو اپنے رب سبحانہ تعالے کے ساتھ فرحت نصیب ہوئی وہ تعجب ہے کہ کسی مخلوق کے ساتھ کیونکر فرحت پاوے کا اگرچہ جنت کیوں نہ ہو۔ پس جب جنت کے مانند نعمت پر اس کو فرحت نہوئی تو بھلا دنیا مردار کیا چیز ہے کہ جس سے اُس کو فرحت ہو۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ دنیا ایک ڈھیلا مٹی ہے اور تجھ کو اس میں سے فقط ایک غبار کا ذرہ ہے اور جو کوئی اس ذرہ پر فرحت پاوے وہ خود اس ذرہ سے بھی حقیر ہے اور جسکو تمام دنیا ملجاوے اُسکو مچھر کا ایک پر، اس سے بھی کم ملا اور جب اس نے اس پر فرحت کی تو اس کی قدر تم خود دیکھ لو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے

نے کہا کہ دنیا کو چھوڑو کہ وہ تم کو اپنے عذاب کے سمندر میں غرق کر دے بلکہ تم اس کی گردن پکڑ کے اللہ تعالیٰ عز وجل کی
عظمت و وحدانیت کے سمندر میں غرق کر دو کہ تم کو اس میں سے کچھ نظر نہ آوے۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی دنیا
ہے جس سے نقض عہد پر آمادہ ہوئے پس دنیا کی حقیر حالت اُن کو بتلا دی تاکہ ان کی آنکھوں میں خوار نظر آوے پس
چھوٹنا اُن کو ناگوار نہ ہو۔ پھر حق تعالیٰ عز وجل نے کافروں کے آیات و معجزات طلب کرنے اور یاد حق تعالیٰ و قرآن سے
مطمئن نہ ہونے وغیرہ کو فرمایا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن
اور کہتے ہیں جو لوگ منکر ہوئے کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر آیت اس کے رب کی طرف سے تو کہہ دے کہ بیشک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا جس کو
يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ
چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو اس کی طرف رجوع لائے جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوگئے ان کے دل ذکر سے
اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ
اللہ تعالیٰ کے خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے کئے اچھے نیک کام ان کے لیے طوبیٰ ہے
لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝
اور لوٹ جانے کا اچھا ٹھکانا ہے

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں اہل مکہ وغیرہ اور جو اُن کے مانند قیامت تک ہوں گے۔ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ
آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ کیوں نہیں نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ہر ایک اپنی خواہش کی چیز
مانگتا ہے اہل مکہ کہتے کہ یہ پہاڑ ہٹ جاوے اور یہاں سے پہاڑ ہٹ کر یہ ملک شاداب سرسبز ہو جاوے اور کہتے کہ کوہ صفا
سونے کا ہو جاوے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کرنے کا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
طرح عصا سے اژدہا کا معجزہ کیوں نہ دیا گیا اور بعضے کہتے کہ فرشتہ اتارا جاتا اور بعضے کہتے کہ رسول کے لیے تو دار السلطنت
و طلائی محل چاہیے اور [illegible] کا [illegible] اور فرشتے خادم ہوتے اور یہ سب اس وجہ سے کہ رب تبارک و تعالیٰ سے منکر اور
اس کی صفات سے غافل اور دار آخرت سے بالکل انکار کرتے ہیں اور باوجود ہزاروں دلائل کے محسوسات سے تجاوز
نہیں کرتے اور تمام حالت یہ کہ ہر چیز کی علت سے واقف ہونے کے مدعی ہیں پس [illegible] لوگوں کا کافی وغیرہ ہوا کہ
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر اور ایسی باتوں کے طالب ہوئے جو کافروں کے انکار پر بنی ہیں اور اللہ تعالیٰ
عز وجل کی قدرت میں یہ امر قدرے سے کبھی کمتر [illegible] جو کہتے تھے وہ پیدا ہو جاتا لیکن حق تعالیٰ عز وجل کے علم کی انتہا نہیں ہے
وہ ہر خالق کے ایمان و کفر و انجام سے آگاہ ہے اور کوئی مخلوق [illegible] پیدا کیا ہوا [illegible]
قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی اور شیخ امام [illegible] فرماتے ہیں [illegible] کہ جب [illegible]
[illegible] اور یہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے اور اگر کہ پہاڑ دور ہو کر زمین میں چشمے جاری ہو جاویں تو اللہ تعالیٰ
[illegible] فرمائی کہ اگر تو چاہے تو اُن کی درخواست دیدوں ولیکن اگر انھوں نے پھر کفر کیا تو اُن کو عذاب سخت سے

ہلاک کرونگا اور اگر تو چاہے تو انپر توبہ و رحمت کا دروازہ کھول دے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے رب تو انپر توبہ و رحمت کا دروازہ کھولدے۔ علما نے کہا کہ یہ لوگ دعوے کرتے تھے کہ یہ معجزات دیکھکر ہم ضرور ایمان لاوینگے لیکن درحقیقت اس کا نتیجہ یہ کہ اُس وقت ہم جہنمی ہوجاوینگے حالانکہ اللہ تعالے عز وجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کس مخلوق کو کس واسطے پیدا کیا پس جسکا جو انجام علم الٰہی مین ہے اُس سے وہی ہوگا اور اُس کے خلاف خواہ دعوے کرے یا نکرے کچھ نہین کرسکتا اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا ولو اننا انزلنا الیہم الملائکۃ۔ اور اگر اُتار دیتے انپر ملائکہ۔ وکلمہم الموتے۔ اور مُردے اُنسے باتین کرتے۔ وحشرنا علیہم کل شئی۔ اور حشر کردیتے اُنپر ہر چیز۔ قبلا۔ روبرو۔ ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون۔ تو اُن کی قدرت نہ تھی کہ ایمان لاتے مگر آنکہ اللہ تعالے عز وجل چاہتا ولیکن اکثر ان مین کے جہالت کرتے ہین۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایومنون ولو جاءتہم کل آیۃ۔ یعنے جن پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہوگیا وے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُن کے پاس کل نشانیان و معجزات آجاوین۔ اور چونکہ حکمت الٰہیہ مین برابر جاری ہوا ہے کہ جب کسی قوم نے بڑی ہٹ سے معجزہ مانگا اور پایا پھر انکار و کفر کیا تو وہ عذاب سے تباہ کیے گئے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے توبہ و رحمت قبول کی اور البتہ قریش و اکثر عرب کی اولاد مسلمان جنتی ہونے والے تھے اور آیات توحید جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہین وہ انواع ہین کہ اس سے لاکھون آیات خود اپنے انفس مین ظاہر ہوتے ہین اور بکثرت وے دیکھ چکے پس اگر آیات پر ایمان ہوتا تو ایک کافی تھی وقال تعالے وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لایومنون۔ یعنے جس قوم کے حق مین ایمان نہین ہے اُس کو آیات و منذرات کچھ بھی کفایت نہین کرتی ہین اور جو جنتی ہین اُن کو ایک آیت بہت زیادہ کافی ہے تو آیات مانگنے پر ہٹ مت کرو بلکہ اللہ تعالے عز وجل سے ہدایت مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ قُلْ کہدے اے محمد کہ إِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالے راہ نہین دیتا جسکو چاہے یعنے اللہ تعالے اپنی مخلوق کا خالق و اُن کی ماہیت و آغاز و انجام کا علیم ہے اُس نے جس کو ہدایت کے لیے نہین پیدا کیا وہ گمراہ ہوگا اور قبضۂ قدرت الٰہی کا ذلیل ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ۔ اور راہ دیتا ہے اُس کو جو اُس کی طرف رجوع لاوے پس ہدایت دینا اور گمراہی دینا اللہ تعالے عز وجل کی قدرت مین ہے جو اُس سے سرکش ہو گمراہ ہے اور جو رجوع لایا وہ راہ پاتا ہے جیسے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ بدون معجزہ وغیرہ کے سچے ایمان سے سرفراز ہوگئے اور مرتبۂ صدیق کو پہونچے جو نبی کے بعد ہے۔ کہ شہید بھر ولی ہے۔ ع با تضرع باش تا شادان شوے ٭ گریہ کن تا بے دہان خندان شوے۔ آدمی سخت غافل ہے اس کے اندر نفس دوست شیطان و شہوات اور پیچیدہ چلی آتی ہے راہ دشوار اور شب و روز چلا جاتا ہے یہ نہین جانتا کہ جاکر جہنم مین گرے گا یا جنت نصیب ہوگی۔ عاجزی کے ساتھ نماز مین دعا مانگے کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پس یہ عاجزی البتہ ہدایت کی راہ ہے جو اللہ تعالے عز وجل کی طرف رجوع لایا راہ پائی اُس کو معجزہ وغیرہ کی ضرورت نہین ہے چنانچہ اُن کا حال بیان فرمایا بقولہ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ رجوع لانے والے راہ پانے والے وہ بندے ہین جو ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اور ٹھہرتے ہین اُن کے دل اللہ تعالے عز وجل کی یاد کے ساتھ یعنے خوش و پاکیزہ ہوکر اللہ تعالے جل شانہ کی طرف رجوع لاتے ہین۔ ۲۸

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین۔ خوب جانتے ہین کہ وہی پاک پروردگار ہمارا خالق و مالک اور سب قدرت والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنے جب قرآن پاک سُنتے ہین تو اُن کے قلوب گڑگڑاتے اور مطمئن ہوجاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ذکر سے قرآن مراد لیا اور اللہ تعالےٰ عز و جل نے قرآن مجید مین جابجا ذکر سے قرآن کو یاد فرمایا ہے کقولہ تعالےٰ ہذا ذکر مبارک انزلناہ۔ اور قولہ انا نحن نزلنا الذکر الآیۃ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تطمئن بحرف مضارع دلالت کرتا ہے کہ بعد ایمان کے وقتاً فوقتاً طمانینت بڑھتی جاتی ہے۔ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مضارع مین کبھی حال یا استقبال کسی زمانہ معین کا لحاظ نہین کیا جاتا جیسے اس آیت مین ہے پس اسوقت مضارع بمعنے استمرار ہوتا ہے یعنے ہمیشہ کے معنے دیتا ہے جمل رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ جلالین مین کہا کہ یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ بہت سے مقامات پر تجھکو نافع ہوگا۔ اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کے ذکر سے یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالےٰ جل شانہ وحدہ لاشریک ذکر کیا جاتا ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تو ان کے دل مطمئن ہوتے اور ایمان لاتے ہین بخلاف کافرون کے بقولہ تعالےٰ واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یومنون بالآخرۃ۔ یعنے کافرون کا یہ حال ہے کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ تو بھڑکتے ہین نفرت کرتے ہین دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہین لاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ طاعات الٰہی سے بعض نے کہا وعدہ الٰہی سے بعض نے کہا اُس کی رحمت کے ذکر سے۔ بعض نے کہا اسکے دلائل توحید سے۔ بعض نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُن کے اصحاب سے مومنون کے دل مطمئن ہوتے ہین۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح یعنے سُبحان اللہ و بحمدہ اور تکبیر و تہلیل یعنے اللہ اکبر و لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اور مانند اس کے یاد حق تعالےٰ سے قلوب مطمئن ہوتے ہین۔ مسئلہ۔ ذکر و تلاوت زبان سے خواہ آہستہ ہو یا آواز سے ہو ثواب ہے ولیکن اس کے معنے جان لینا چاہیے اور قرآن مجید کے معنے پڑھنا چاہیے اور مترجم کے نزدیک اسقدر تو ہر شخص پر واجب ہے کہ جس سے نماز ادا ہوجاوے اور باقی تمام قرآن پاک کی تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہے اگرچہ اُس کے معنے نہ جانتا ہو۔ یاد حق جو دل سے ہو وہ بھی مترجم کے نزدیک موافق قول اولیاء اللہ کے ذکر اور بہتر ہے اور جو ذکر زبان سے ہو اگر دل حاضر نہ ہو تو وہ کچھ نہین ہے۔ مسئلہ۔ جو اذکار حدیث شریف مین آئے ہین وہ ہر حال مین اعلےٰ و افضل ہین اور اُن کے بعد ذکر اللہ تعالےٰ عز و جل کی توحید و تسبیح کا ہو اچھا ہے جب کہ اس مین کوئی بات خلاف شرع نہ ہو واضح ہو کہ جب بندے نے اللہ تعالےٰ عز و جل کی توحید پر یقین کیا اور زبان سے دل کی حاضری و ہوشیاری کے ساتھ معنے سمجھ کر ذکر کیا تو قلب بے شبہہ مطمئن ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالےٰ جل شانہ نے فرمایا ہے اور بعضے لوگ زبان اور انگلیون سے ذکر کرتے ہین اور کچھ معنے کا خیال نہین اور دل مین غفلت بلکہ دل اور فکر دنیا مین لگا ہوا ہے تو یہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک بے ادبی و گناہ ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ یعنے سب سے افضل ذکر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ معنے اسکے یہ ہین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ اور مومن جب ایمان لایا تو اس نے اللہ تعالےٰ عز و جل کی معرفت حاصل کرلی کہ وہ منزہ لا بے مثل وہ بے مانند ہے کسی چیز سے اس کی مشابہت نہین اور کسی قیاس و وہم کو وہان مجال نہین وہی خالق ہر چیز و ہر آدمی و آدمیون کے کامون کا وہی رازق ہر ایک مخلوق کا خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور جسطرح چاہتا ہے مخلوق کو رزق دیتا ہے چنانچہ اُسی کی قدرت سے

چیونٹی رینگتی اور دانہ لاتی اور کھاتی ہے اسی طرح ہر ایک کو وہی رزق دیتا ہے کسی وقت کسی حال مین کوئی چیز و کوئی مخلوق ہو
اُس سے پوشیدہ نہین اور اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہین اور جو اُس نے مقدر کیا وہی جاری کیا وہی علیم و خبیر و حکیم ہے
الغرض سب صفات توحید کے ساتھ جسطرح قرآن پاک و احادیث صحیحہ مین آئے ہین اپنے دل مین یقین کے نقش سے جاوے اور
جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اُسی یقین کو زبان سے بار بار دُہراوے اور دل برابر عظمت و پاکی و صفات پاک الٰہی عزوجل سے بھر جاوے
پس یہ ذکر ہے اور جو کوئی خالی زبان سے یہ حروف نکالے اور نہ معنے سمجھے اور نہ دل مین ان صفات پاک کا اثر ہو تو وہ شخص بیہودہ ہے
اور اگر صفات سے آگاہ نہو یا یقین نہو تو وہ ابھی تک ایمان ہی نہین لایا ہے۔ مسئلہ۔ ایمان کی شناخت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
عزوجل کی یاد سے قلب مطمئن ہو۔ امام غزالی وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے ورنہ دل تاریک و مردہ ہو جاتا
ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مخلوقات مین عجائب صنعت الٰہی عزوجل دیکھکر کبھی قلب مطمئن ہوتا ہے ایسے ہی معجزات رسول دیکھنے سے تو جواب
یہ ہے کہ مخلوقات پر نظر اگر مخلوقات پر تھی تو خراب اور اگر خالق عزوجل کی صنعت پر تھی اور یہ ایک عاقل عالم کا کام ہے تو یہ
درحقیقت اللہ تعالےٰ کی یاد ہے کیونکہ خالق کی یاد ہے پس جو کوئی اللہ تعالےٰ عزوجل سے منکر ہے تو وہ خالق سے بھی منکر ہے اس لیے
کہ جب مثلاً نصرانی نے بیٹا بتلایا تو خالق عزوجل سے منکر ہوا کیونکہ خالق عزوجل تو وہ پاک ہے بیٹا وغیرہ سے جیسے واسکی مان وغیرہ
سب اسکے بنائے مخلوق ہین ایسے ہی کفار مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو کہتے اللہ تعالےٰ عزوجل نے
لیکن درحقیقت وہ اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان نہین لائے تھے کیونکہ جہالت سے وہ جانتے کہ بتون کے ذریعہ سے وہان سفارش
پہونچیگی جیسے بادشاہ کے وزیرون کا واسطہ ہوتا ہے پس یہ مخلوق کی تشبیہ مثل بادشاہ کے سمجھتے تھے اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ عزوجل
خالق قیوم ہے علیم بصیر ہے اسکے قبضۂ قدرت سے کسی دم کسی لحظہ کوئی چیز باہر نہین ہو سکتی اور کوئی چیز ذرہ برابر اس کی مشیت و
تقدیر کے خلاف کچھ نفع یا ضرر نہین دیسکتی ہے غرضکہ جو مومن ہے اور اس نے اللہ تعالےٰ کی صفات پر یقین کیا وہ خوب جانتا ہے کہ توحید
کے سوا ہے ذرہ برابر تجاوز ہو تو اللہ تعالےٰ سے منکر ہو جائیگا۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن ہو یا تسبیح ہو یا اور طرح اللہ تعالےٰ عزوجل
کی یاد ہو سب ذکر الٰہی ہے جس سے قلب مطمئن ہوتے ہین حتی کہ معجزات جو مشرکین مانگتے تھے انکو اگر اس طرح دیکھتے کہ سبحان اللہ
وہ کیسا خالق قادر قوی ہے کہ جو چاہے وہ کرے ہر ایک چیز اس کے قبضۂ قدرت مین ہے تو ایمان لاتے اور وہ معجزہ ہو یا کوئی اور معجزہ
ہو سب نافع ہوتا اور اگر یون نہ دیکھتے تو خالی مخلوق پر نظر ہوتی جیسا مین اول کفر ہی تھا پھر کفر کے ساتھ جو ہوتا سب شیطانی ہوتا اسی
وجہ سے معجزات کو سحر وغیرہ کہتے تھے اور قرآن پاک کو جادو بتلاتے تھے حالانکہ قرآن مجید سے قلوب مطمئن ہوتے ہین اور حدیث
صحیح مین ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو قرآن مجید پڑھتے تھے ایک سپید چیز مانند ابر کے اُنپر چھا گئی جو روشنی سے نزدیک ہوتی
اور ان کا گھوڑا اُچھلتا اور جب انھون نے تلاوت موقوف کر دی تو وہ غائب ہو گئی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت تھی جو قرآن مجید کی تلاوت پر نازل ہوئی تھی۔ اور قولہ تعالےٰ انزل اللہ سکینتہ علی
رسولہ الآیہ کی تفسیر مین سکینت کی تفسیر گذری اور یہ اطمینان قلب کو شامل ہے اور سراج وغیرہ مین اس مقام پر لکھا کہ
سورۂ انفال مین فرمایا انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم الآیہ پس یہان تو ذکر الٰہی سے قلوب کا وجل ظاہر ہوتا ہے
اور یہان ذکر الٰہی تعالےٰ سے اطمینان فرمائی پس معنے یہ ہین کہ وجل یعنے خوف زدہ تو اس وقت ہوتے ہین کہ عذاب و عقاب و

قہر الٰہی یاد کرین اور مطمئن اُس وقت ہوتے ہین کہ اس کی رحمت یاد کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ کوئی سوال وارد ہی نہین ہوتا اور وجل و طمانینت مین کچھ منافات نہین ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی یاد سے دلون پر طمانینت طاری ہوتی ہے اور اسی کو اپنا خالق و قادر و رب جاننے پر راضی و مطمئن ہوتے ہین اور معجزات و رسول و جنت و آخرت سب اُسکی قدرت کی مخلوقات جانتے ہین پھر اس اطمینان کو برابر ایمان کے ساتھ ساتھ بقا ہے کبھی زوال نہین مگر جب غفلت یا نفاق یا شرک خفی طاری ہو پھر اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان خود اُس کی رحمت کی اُمید واری اور اُس کے استغنا و کبریا و عظمت و جلال و قہر کا خوف ہے پس جو اطمینان تھا اُس کو اس خوف سے کچھ منافات نہین جیسے رحمت کی امید کو قہر کے خوف سے کچھ زوال نہین تم نہین دیکھتے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا اور وہ اللہ تعالےٰ کی کبریائی و عظمت و جلال سے غافل ہے تو اُس نے اللہ تعالےٰ کو یاد ہی نہین کیا کیونکہ یہ تو اللہ تعالےٰ عزوجل کے صفات ہین پس غور سے سمجھ لینا چاہیے اور تعجب ہے کہ بزرگ مفسرین کو اسمین تردد ہی کیون ہوا واللہ تعالےٰ ہو الہادی الےٰ سبیل الرشاد۔ اور آیت کریمہ کے بعض اشارات کا بیان حدیث مین اس طرح آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس آیت کے معنے انھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ و رسول اُسکا دانا تر ہے فرمایا کہ جس نے محبوب رکھا اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کو اور رسول کے اصحاب کو رواہ الشیخ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شخص کہ محبوب رکھے اللہ تعالےٰ کو اور اسکے رسول و اُسکے اہل بیت کو صدق کے ساتھ بدون بناوٹ کے اور دوست رکھے مومن کو حاضر و غائب خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی یاد سے باہم الفت کرتے ہین۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کیے کام نیک۔ طُوْبٰی لَهُمْ طوبےٰ ہے اُن کے لیے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ اور واپس جانے کا اچھا ٹھکانا ہے ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبا ہم عرب نہین بولتے یہ بنائی ہوئی بولی ہے اور فصیح زبان طوبیٰ لہم ہے۔ زجاج و ابو عبیدہ و اہل اللغۃ نے کہا کہ طوبےٰ بروزن فعلیٰ تانیث الطیب ماخوذ از طیب ہے پس صفت جنت ہے اور ایسوقت بولتے ہین کہ کسی کے لیے نہایت درجے کے شادمانی و خوشی و عیش ہو پس جس عیش و نعمت کو اللہ تعالےٰ عزوجل نے طوبےٰ فرمایا اُس کی مقدار بشر کے خیال سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح قدسی مین آیا کہ یقول اللہ تعالےٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر۔ یعنے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ مین نے مہیا فرمایا ہے اپنے صالحین بندون کے لیے وہ کہ نہین دیکھا اُس کو کسی آنکھ نے اور نہ کوئی کان ہے جس نے سُنا ہو اور نہ کوئی قلب ہے جسکے خیال مین آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قدرت الٰہیہ مومن کے اعتقاد مین نہایت پاک و اعلےٰ ہے کہ ہرگز وہم مین نہین آسکتی خصوص جب کہ تمام کرہ زمین و آسمان ایک ذرہ کے برابر نہین اور ایک پتی کا پیدا کرنا تمام جہان کی وسعت سے باہر ہے اور دنیا ایک خرابہ کھنڈل ہے جسکو وہ مخلوق آراستہ کرتی ہے جسکو دنیا کی ہوس ہے پس کوئی خوبصورتی و نعمت آدمی کے قیاس مین نہین آتی ہے اور خوب سمجھو کہ جنت و باغ کا کوئی نمونہ دنیا مین نہین ہے جسپر تم قیاس کرو بلکہ عقلین وہان حیران ہین حتی کہ بہت سے بیوقوف اُس کی قدر صرف اپنے قیاس سے سمجھتے ہین بلکہ مراد اسقدر بیان سے جو قرآن پاک و احادیث مین وارد ہے یہ ہے کہ اس جہان آراستہ و عیش و راحت پر یقین کرو اور یہ سمجھو کہ دنیا کی عیش میوہ و دیگر اشیا اُس جہان مین نہین مل سکتے بلکہ یہ یقین کرو کہ یہان اگر خاک و کھاد پانس وغیرہ کے

اختلاط سے اس مٹی سے پیدا ہوتے ہین تو وہان ہی میوہ نہایت پاکیزہ اختلاط و پیدائش سے زندہ موجود ہین جیسے مثلاً کوئی شخص کاغذ کا
پھول گلاب کا کترے اور اُس کے مقابلہ مین باغ مین جاوے تو اصلی پھول زندہ خوشبودار نہایت نفیس پاوے اسی پر قیاس
کرو کہ یہان گویا نقلی ہے اور وہ اصلی ہے اور جب حضرت خلاق علیم جل شانہ نے اپنی مخلوقات کی خبر دی تو ہم کو عقل سے
یقین کامل اعتقاد رکھنا فرض ہے اور عقل کسی حال مین اُس کو مشکل نہین سمجھتی پس جو بیوقوف اس سے منکر و محال جانتے ہین ان کی
حماقت پر ہزار تف ہین کہ عقل ملکوتی سے بے بہرہ ہین اور حواس بہیمی سے ادراک نہین کر سکتے پس انکار کرتے ہین ولیکن جن بندون کا
وصف حق تعالے عز و جل نے ان آیات مین بیان فرمایا وسے ہر حال مین قدرت حق عز و جل کو ایسا عظیم لاانتہا جانتے ہین کہ جنت کو
جس حد تک سمجھ سکو اس سے لاکھون درجہ بلکہ بیحد بہتر اسکے قبضہ قدرت مین ادنے مخلوق ہو فتبارک اللہ احسن الخالقین تفسیر
واضح ہو کہ آیت کریمہ مین طوبیٰ کی تفسیر مین اقوال ہین اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبیٰ مصدر از طیب ہو جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا اور لکھا کہ یا طوبیٰ ایک درخت ہے جنت مین کہ اگر سو برس تک سوار اسکے سایہ مین جاوے تو اسکو طے نکر پاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ
شیخ نے التزام کیا تھا کہ جو قول سب سے زیادہ راجح ہوگا وہی ذکر کرونگا پس یہان ان دونون قول کو مساوی درجہ پر پاکر دونون کو ذکر کیا
اور شاید کہ ان دونون کے ذکر مین جس کو مقدم کیا اُس کو ارجح سمجھا ہو اور میرے نزدیک یہی بات ہے اور سیاق اسی کو مقتضی
ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طوبیٰ لہم فرح لہم وقرۃ اعین یعنے اُن کے واسطے فرحت اور آنکھون کی ٹھنڈک ہے
یعنے ایسی نعمت کہ اُنکے قیاس سے باہر ہے اور بعض نے قول دوم کو ارجح خیال کیا بدلیل حدیث عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی
نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت مین فاکہہ ہو فرمایا کہ ہان اسمین ایک درخت ہے اسکو طوبیٰ کہتے ہین الی آخر الحدیث
الذی رواہ احمد وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی وابن مردویہ۔ اور حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص
نے کہا کہ یا رسول اللہ طوبیٰ لمن رآک وآمن بک۔ یعنے طوبیٰ اس شخص کے لیے جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طوبیٰ لمن آمن بی ورآنی ثم طوبیٰ ثم طوبیٰ ثم طوبیٰ لمن آمن بی ولم یرنی یعنی فرمایا کہ ہان طوبیٰ اُس کو جو
مجھپر ایمان لایا اور مجھے دیکھا پھر تین مرتبہ یعنی سہ چند طوبیٰ اسکے لیے جو مجھپر ایمان لایا اگرچہ مجھے نہ دیکھا پس ایک نے عرض کیا کہ طوبیٰ کیا
یا رسول اللہ فرمایا کہ جنت مین ایک درخت صد سالہ راہ ہے اُسکے اکمام سے جنتیون کے لباس نکلتے ہین رواہ احمد وابن حبان
وابو یعلےٰ وابن جریر وابن ابی حاتم والخطیب فی التاریخ۔ اگر کوئی کہے کہ اول شخص نے تو طوبیٰ لمن رآک کہا تھا پھر دوسرے
پوچھنے والے نے کیون دریافت کیا تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عیش و راحت کے اسباب مین نادیدہ ایمان لانے والون کا سہ چند
ثواب فرمایا حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم افضل الامۃ منصوص ہین تو اُس نے استفسار کیا کہ یہ باعتبار قبولیت و درجات قرب کے ہو
یا باعتبار ثواب و راحت کے ہے اور واضح ہو کہ دار آخرت مردہ نہین ہو بلکہ جاندار ہو کما فی قولہ وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان۔ لہذا
درخت طوبیٰ اور اس سے لباس نکلنا اس شکل پر جو دنیا مین ہے قیاس نکرنا چاہیے۔ اور طوبیٰ کے بارہ مین سلف صالحین سے
اقوال و آثار بہت ہین اور اصل صحیحین وغیرہ مین حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت
مین ایک درخت ہے کہ سوار اُس کے سایہ مین سو برس تک چلا جاوے طے نہو اور تمہارا جی چاہے پڑھو قولہ تعالےٰ وظل ممدود۔
اور بعض روایات مین ہے کہ وہی شجرۃ الخلد ہے اور بعض سلف نے کہا کہ یہ درخت جنت عدن مین ہو اور تمام جنتیون پر سایہ کیے

ہوئے ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث مین یہ دلیل نہین ہے کہ آیت مین طوبیٰ لہم کی یہ تفسیر ہے بلکہ احادیث مین فقط طوبیٰ درخت کا بیان ہے بلکہ صحیحین کی روایت مین آپ نے قولہ ظل ممدود آیت کی یہ تفسیر قرار دی نہ قولہ طوبیٰ لہم کی۔ اور معالم وغیرہ مین معاویہ بن قرہ سے باپ کے ذریعہ سے مرفوع روایت ہے کہ طوبیٰ درخت کو اللہ تعالیٰ عز وجل نے خصوصیت کے ساتھ دست قدرت سے اُگایا اور اُس مین روح پھونکی پس اس سے نہایت خوبصورت لباس و زیور پیدا ہوتے ہین اور اُس کی شاخین دیوار جنت کے باہر سے نظر آتی ہین۔ اور ایک روایت مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے فرماویگا کہ میرا بندہ جو کچھ چاہے وہ تیرے پھلون سے پیدا ہوتے کہ گھوڑا مع زین آرایش جس طرح کا جس خوبصورتی کے ساتھ چاہے گا اُس سے نکل آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کے جسقدر حالات مین بہت ہی مختصر وارد ہوئے ہین حتی کہ دوزخ تک کو زندہ و جاندار بیان فرمایا گیا ہے اور اسی واسطے امام غزالی وغیرہ نے لکھا کہ وہ عالم ایک ظہور وجود روحانی ہے اور جسمانیت وہان تابع ہے۔ جیسے یہان جسمانیت ظاہر و جان مخفی ہے اور وہ عالم ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہے کہ جس کے مقابلہ مین عالم دنیا خراب کھنڈل اونچا نیچا پریشان ہے ولیکن نمونہ کے لیے حق تعالیٰ نے بہت سے درخت دگل بوٹے ایسے پیدا کر دیے ہین کہ جس خوبصورتی و تراش و خراش و عمدگی سے وہ پیدا ہوتے ہین آدمی کو حیرت و عجیب قدرت الٰہی نظر آتی ہے پس قیاس کرو کہ اس ویران کھنڈل مین تو یہ ظہور ہے پھر وہان آراستہ و پیراستہ خوبصورت جہان مین کس خوبصورتی سے ظہور ہوگا او خبردار ہو کہ اس زمانہ مین بہت کثرت سے ایسے ملحدین ہین جو عقل سے بےنصیب مگر حواس و اٹکل کے پابند ہوکر جو کچھ حقیقت بیان جنت وغیرہ کا وارد ہے اسکو حواس کے قیاسات پر محمول کرتے ہین اور اُسوقت اُنکو نظر آویگا جب ملائکہ عذاب انکی روح کھینچینگے اور آتش دوزخ بحکم نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ الآیہ۔ اُن کے سیاہ دلون کو جا کر گرفتار کرے گی اور اسوقت تو مہلت و امتحان کی مین گویا جنت مین ہین ولیکن اہل ایمان کہ وہی اہل عقل ہین ایمان لاتے ہین اور ان کی عقل اس ہدایت و رحمت الٰہیہ پر اسکی حمد و شکر ادا کرتی ہے اور کیون نہو کہ مسافر کو اپنے مبارک وطن کے ذکر سے فرحت ہوتی ہے اور شیخ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کو توضیح سے بیان کیا اور مضائقہ نہین کہ جہان تک مذکور ہوا اسکو اختصار سے اور باقی کو واضح ذکر کرون چنانچہ شیخ نے لکھا کہ قولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لہم وحسن مآب۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فرح لہم وقرۃ اعین عکرمہ رح اے نعم ما لہم۔ ابراہیم نخعی اے خیر لہم۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ عربیہ ہے کہ طوبیٰ لہم اے حسنیٰ لہم۔ یہ سب اقوال ایکسے ہین انمین کچھ تفاوت نہین ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر کے مومنون کے واسطے کر دیا۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ طوبیٰ درخت جنت جس کی ہر قصر جنت مین شاخ ہے اور جنت کے باہر سے نظر آتی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ایسا ہی ابوہریرہ وابن عباس و مغیث بن سلیمان وابو اسحٰق سبیعی اور بہتیرے سلف سے مروی ہے بعض نے کہا کہ الرحمٰن تبارک و تعالیٰ نے اسکو ایک دانہ موتی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ پھیل جاوے پس پھیلا جہانتک اللہ تعالیٰ عز وجل نے چاہا اور اس کی جڑ سے جنت کی نہرین شہد و شراب و پانی و دودھ کی جاری ہین۔ پھر شیخ نے امام احمد کی حدیث ابی سعید خدری اور بخاری و مسلم کی حدیث سہل بن سعد اور بخاری کی حدیث انس اور مثل اُس کے امام احمد کی حدیث ابی ہریرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین باسانید ذکر فرمائی ہین اور لکھا کہ محمد بن اسحٰق نے اپنے استاد سے حضرت اسما بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا

ذکر کیا اور فرمایا کہ اُسکی شاخ کے سایہ مین سو برس چلے یا کہا تھا کہ اُس کی شاخ کے سایہ مین سو سوار چلین اور فرش اُس کا سونے کا ہے
اور پھل اُس کے قلال ہین۔ رواہ الترمذی۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر وہب بن منبہ رح سے ایک اثر عجیب
وغریب روایت کیا چنانچہ ابن منبہ نے کہا کہ جنت مین ایک درخت ہے اُس کو طوبیٰ کہتے ہین سوار اُس کے سایہ مین سو برس
تیز روان ہوا در اُس کو طے نہ کر سکے۔ اُس کے شگوفہ ریاض ہین اور پتے برود ہین اور شاخین عنبر اور بطحا اُس کا یاقوت کا اور خاک
اُس کی کافور اور وحل اُس کا مشک اُس کی جڑ سے انہار خمر و عسل و شیر جاری ہین وہ مجلس اہل جنت ہے۔ وہان کے واقعات
مین سے ہے کہ ایک بار ملائکہ اُن کے پاس پروردگار تبارک وتعالےٰ کی جانب سے آوین گے اور سونے کی خوبصورت زنجیرون
سے آراستہ نجیب بختی لاوینگے جنکے چہرے مثل چراغ کے خوبصورت اور ان کی دبر مثل مرعزی ریشم کے نرم اور انپر رحالی ہون گے
جنکے الواح یاقوت کے اور روقوف سونے کے اور آرائش جامہ سندس و استبرق کی پس سلام کر کے کہینگے کہ رب الرحمن عزوجل
نے ہمکو تمہارے پاس بھیجا کہ تم اس کے لقاء وسلام سے مشرف ہو پس انپر سوار ہونگے تو پرندون سے زیادہ تیز روان اور بستر سے زیادہ
نرم بلا کلفت کے پس آدمی اپنے برابر کے آدمی سے باتین کریگا اور ایک کا پہلو دوسرے سے نہ ملیگا اور نہ سواری کا کان دوسری
سواری سے اور راہ مین درختان خوشنما اُن کے سامنے سے یا شاخ اُن کے رُخ سے ایک طرف ہو جائیگی تاکہ انہین کسی کے نہ لگے
اور جدا نہون پس وہ ایک مقام پر پہونچینگے جو کرامت دیدار کے لیے مشرف کیا گیا ہو پس حق تعالےٰ عزوجل اُنکے واسطے پردہ انکی آنکھون
سے مرتفع فرماویگا اور یہ لوگ دیدار کے وقت سجدہ کرنا چاہینگے اور اس سے بکرامت معاف رکھے جاوینگے پس کہینگے کہ اللهم انت السلام
والیک السلام وحق لک الجلال والاکرام پس اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا انا السلام ومنی السلام اور تمپر میری رحمت و محبت ثابت و
مستحکم ہو چکی مرحبا میرے بندو جنہون نے غائبانہ میری طاعت کی اور میرا حکم مانا پھر عرض کرینگے کہ اے رب ہمارے ہم نے تیری
عبادت جیسی چاہیے نہ کی اور جو تیری قدر ہے ہم نہ کر سکے ہم کو اجازت فرما کہ ہم تیرے واسطے سجدہ کرین۔ حق عزوجل فرماویگا کہ یہ گھر محنت
وعبادت ورنج وغم کا نہین ہو بلکہ یہ گھر بادشاہت ونعمت کا ہو اور مین نے تم سے محنت وعبادت برطرف کر دی تو مانگو مجھ سے جو کچھ
اور چاہو تم مین سے ہر ایک کو اُسکی مراد عطا ہوگی پس ہر ایک اپنی اپنی مراد مانگیگا پھر انہین مین سے سب سے کم وحقیر مراد مانگنے والا یہ کہیگا کہ ای رب
میرے دنیا والون نے اپنی دنیا مین جھگڑے اور افتخار پھیلائے تھے اور اُن کو تنگی دی گئی پس اے رب جب سے تو نے اسکو پیدا کیا اور
جب تک ختم کیا جو کچھ تو نے پیدا کیا ہر ایک چیز کے مثل مجھے دیدے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ تیری مراد بہت حقیر نکلی اور تو نے اپنے
درجے سے کم مانگا اچھا تیرے لیے یہ تیری مراد ہے اور دس گونہ زیادہ ہو کیونکہ میری بخشش مین نہ تنگدستی اور نہ بخل و کمی ہے پھر فرماوے گا کہ
میرے بندون پر وہ نعمتین پیش کرو جو اُن کے خیال مین نہ آئی ہین پس پیش ہونے سے انکو اپنے نفس کی خواہشین حقیر نظر آنے لگینگی اور منجملہ
ان نعمتون کے ایک دانہ یاقوت کا تخت آراستہ و نعمتہائے بے قیاس اور حور العین نوجوان لڑکیان جنکو یہ اعتقاد ہوگا کہ ہمارے بادشاہ کو
ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے آفتاب کو کنکرون پتھرون پر ہوتی ہو یا اس سے بھی زیادہ حالانکہ بندہ مومن جنتی کو ان حور العین کی فضیلت
نظر آویگی پس یہ حور اپنے خاوند کو نہایت پیچھے پیارے لینگی اور کہینگی کہ واللہ ہم نہ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ تیرے مثل پیدا کرے گا
پھر ملائکہ بحکم باری تعالےٰ ہر ایک کو اسکی جنت کے گھر مین لیجاوینگے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ تم سے ہر شخص جنت کے اپنے
گھر کو اس سے زیادہ جانتا ہو جیسا کہ دنیا مین نماز سے واپس ہو کر اپنا گھر پہچانتا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے بعد لکھا کہ اس

[illegible]

اس اثر کو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور اس میں اس قدر زائد ہے
کہ اس کے بعد وہب نے کہا کہ پھر ملائکہ اُن کو پروردگار کی نعمتیں دکھلا دینگے کہ دیکھو تم کو تمہارے پروردگار نے کیا کیا نعمتیں
عطا فرمائی ہیں پس بندہ مومن رفیق اعلیٰ میں قبہائے گوہر و زبرجد وغیرہ میں داخل ہوگا جنمیں سونے کے کواڑ اور یاقوت کے
تخت جن پر سندس واستبرق کا فرش اور اُن میں نور کے ممبر ہوں گے ان قبوں کے دروازوں وصحن سے نور جوش مارتا
ہوگا جسکے سامنے سورج کی روشنی ایسی ہے جیسے دن میں تارہ کی چمک ہوتی ہے اور اعلےٰ علیین میں وہ دیکھیگا کہ یاقوت کے
بلند بلند مکانات ہیں جن کا نور تمام محیط ہو رہا ہے اور اگر اسوقت اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کو بندہ مومن کے لیے مقرر نہ فرمایا ہوتا
تو آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی یعنی دنیا کی آنکھ ان چیزوں کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے حتی کہ اسوقت دنیاوی زندگی میں آدمی کی
بینائی جاتی رہے بلکہ مرجاوے اور وہاں حق تعالےٰ عزوجل کے دوبارہ پیدا کرنے میں ایک ظہور قدرت کاملہ ہوگا کہ ہر طرح کے
نورانیات کو متحمل ہوگا بدلیل قولہ تعالےٰ فانشانا ہن انشاء فجعلنا ہن ابکارا۔ جو بوڑھی عورتوں کے وہاں نوجوان ہونے کے
بارہ میں منصوص ہے فافہم۔ پھر وہب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان قصرہا سے رفیع و بلند میں سے جو قصر یاقوت سُرخ کا ہوگا
اس میں سندس سبز کا فرش ہوگا اور جو یاقوت زرد کا ہوگا اسمیں ارغوانی فرش ہوگا مشجر بزمرد سبز وطلائے سُرخ وسیم سپید
اور اُسکے قوائم وارکان جواہر کے ہوں گے اور ان مکانوں کے شرف پہ موتی کے قبہ اور مرجان کے غرفہ ہونگے پس عطائے الٰہیہ سے
اس مرتبہ شرف وممتاز ہو کر واپس ہونگے تو انکی سواری کے لیے گھوڑے پیش کیے جاوینگے اُن کی صفت بیان وقیاس سے برتر ہے
یاقوت سپید کا گھوڑا جسمیں اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت سے روح ہوگی اور غلمان اُنکے خادم ہونگے اور اُن گھوڑوں کی لگام وعنان
سپید چاندی کی جواہرات سے جڑاؤ ہوگی اور زینیں تختہائے موضونہ مفروش بسندس واستبرق ہونگے پس اتپر سوار ہو کر
وسط ریاض جنت میں رواں ہو کر مکانوں پر جاوینگے پس جب اپنی منازل تک پہونچینگے تو دیکھینگے کہ نور کے منبروں پر ملائکہ ان کی
ملاقات کے انتظار میں کھڑے ہیں تاکہ سلام کریں اور اُن کو مبارکباد دیویں پس جب اپنے مکانوں میں داخل ہونگے تو وہ سب
آرزوئیں ومرادیں موجود پاوینگے اور ہر ایک قصر کے دروازہ پر چار جنت یعنے باغ ہونگے اے جنتان ذواتا افنان۔ دو
باغ با افنان۔ وجنتان مدھامتان۔ وفیہما عینان نضاختان وفیہما من کل فاکہۃ زوجان۔ وحور مقصورات فی الخیام پس جب
اپنے اپنے منازل میں جنکو وہ خوب پہچانتے تھے قرار پکڑینگے تو پروردگار عزوجل فرمادیگا کہ تم نے وہ سب پایا جو کہ میں نے تم کو وعدہ
دیا تھا عرض کرینگے کہ ہاں اے رب ہمارے تیری ذات پاک ہے۔ فرماوے گا کہ تم اپنے رب سے ثواب پر راضی ہو عرض کرینگے
کہ اے رب ہمارے ہم راضی ہیں تیری رضا چاہتے ہیں فرماویگا کہ میری رضا تمہارے لیے دائمی ہے تم اس مبارک ملک میں رکھے
گئے اور تم کو میرا دیدار نصیب کیا گیا اور میرے ملائکہ نے تم سے مصافحہ کیا مبارک مبارک تمہارے لیے یہ نعمت غیر منقطع ہے نہ کبھی
اُکتاؤ گے اور نہ کبھی کمی ہوگی۔ پس یہ کرم پاکر کہینگے الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن وادخلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیہا
نصب ولا یمسنا فیہا لغوب ان ربنا لغفور شکور۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سیاق غریب واثر عجیب ہے اور
اس کے بعض مضامین کی صحت قوی کی شاہد ہر دو صحیحین یعنے صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہیں چنانچہ صحیحین میں ہے کہ جو شخص
سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا اس سے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ اپنی آرزو بیان کر پس وہ آرزوئیں بیان کرتے گا یہاں تک

کہ جب اپنی حد بھر مانگ چکیگا تو اللہ تعالیٰ عز وجل فرما دیگا کہ یہ مانگ اور وہ مانگ یعنی خود اُس کو تعلیم فرما دیگا پھر فرما دیگا
کہ تیرے لیے یہ سب اور اس سے دس گونہ زیادہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اثر مذکور مین کسی مقام پر اس کو بڑھا دیا ہی بوجہ
اس کے کہ فضل الٰہی سے صحیحین کی یہ روایت محفوظ تھی فلیعلم واللہ اعلم اور صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کی کہ اللہ تعالیٰ عز وجل فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اگر تم سب ابتدا
سے انتہا تک جسقدر پیدا ہوئے ہو خواہ آدمی ہو یا جن ہو سب کے سب ایک میدان مین کھڑے ہو اور اپنی اپنی مراد (جو کچھ ہووے)
مجھ سے دعا کر کے مانگو اور مین تم مین سے ہر شخص کو اُس کی مراد دیدون تو اس سے میرے ملک و بادشاہت مین کچھ کمی نہوگی مگر جیسے
کوئی شخص سمندر مین سوئی ڈبو کے اور اُٹھا دے دیکھے کہ اس مین سمندر سے کیا کمی ہوئی الحدیث بطولہ۔ اور خالد بن معدان رحمہ اللہ
نے بیان کیا کہ جنت مین ایک درخت ہے جسکو طوبےٰ کہتے ہین اور اس کی نفاست سے پستان ہین جنسے اہل جنت کے بچے
دودھ پیتے ہین اور عورت کا گرا ہوا بچہ جنت کی نہرون مین سے ایک نہر مین قیامت تک آرام سے کروٹین بدلتا ہے اور
قیامت کے روز چالیس برس کا اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند
ابراہیم کے حق مین فرمایا کہ جنت مین اُس کی دودھ پلائی ہے کما فی البخاری۔ اور مترجم کہتا ہے کہ طوبےٰ خواہ درخت ہو یا جنت
ہو دار آخرت زندہ جاندار ہے پس اُس کی کیفیت کا سمجھنا اہل حواس کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت سے
بہشتی مین ظاہر ہے تو جو باتین نعمتین بیان ہوئی ہین وہ سب اللہ تعالیٰ عز وجل کی ادنیٰ قدرت ہین اور اعلیٰ قدرت کی نعمتین بسبب
ہم لوگون کی کم ظرفی کے بیان نہین ہوئین بلکہ بیان فرمایا کہ وہ ایسی نعمتین ہین کہ نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا اور نہ کسی کان نے اُن کو سُنا
اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا خطرہ آیا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ عز وجل نے فرمایا طوبیٰ لہم وحسن مآب۔ پس جسکو اللہ تعالیٰ طوبیٰ و
حسنیٰ فرما دے وہ کس درجہ بلند قدر ہوگی۔ مسئلہ۔ عہد توڑنا نماز مین بے قدری سے کسل کرنا جھگڑے نالش مین فجور کرنا امانت
مین خیانت کرنا جھوٹی باتین کرنا۔ یہ سب جمع ہون تو افعال مین منافق ہوگا اگرچہ روزہ نماز پڑھے۔ مسئلہ۔ ہدایت دینا و
گمراہی دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ اللہ تعالیٰ عز وجل کے علم مین بندہ کی نسبت تھا وہی واقع ہوگا۔ مسئلہ
جو قلب کا گمراہ ہو اُس کو آیات ومعجزات سے نفع نہین ہوتا اگرچہ ہزار بار دیکھے۔ مسئلہ۔ ذکر الٰہی سے قلوب مطمئن ہوجاتے ہین پس
جسکا قلب مطمئن نہو وہ اپنے نفس مین غور کرے اور عالم وفقیہ سے دریافت کرے۔ مسئلہ۔ دنیا مین عزت وآبرو اور مالداری واولاد
سے آدمی کی خوبی پر کچھ بھی دلیل نہین ہے بلکہ اکثر ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر حقیر وخوار ہوتے ہین اور بہت سے محتاج
وفقیر جنکو لوگ حقیر جانتے ہین اور مصائب مین گرفتار ہوتے ہین وے اللہ تعالیٰ عز وجل کے نزدیک معظم ومکرم وآبرو والے ہوتے
ہین پس اصلی پہچان تقوےٰ وعلم ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان اللہ یضل من یشاء الآیہ۔ گمراہون کے بھٹکنے کے
جو سبب سمجھے جاتے ہین اُنکو کاٹ دیا اور اصل اُس کی اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت ہے اور ہدایت انھین مین منحصر رکھی جو اسکی
طرف رجوع لاتے ہین پس بعض نے علامات بیان کیے کہ جو اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے راہ سے بھٹکتا ہے اور جو تمام امور مین اپنے
رب کی طرف رجوع لاتا ہے اور اپنی طاقت وقوت سے پناہ اپنے رب کی طرف لاتا ہے وہ راہ پاتا ہے۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ
نے اشارہ کیا کہ جو کوئی اپنی قوت سے اسکی معرفت چاہے گمراہ ہوگا اور جو اسی سے اسکو چاہے وہ حقائق کو پہونچ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ

کافرون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا یا تو آیات طلب کین حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کون آیت ہوسکتی ہے اور جنھون نے آپ کو دیکھا یا وہ رسالت پر یقین لائے وقد قال الذین آمنوا وتطمئن قلوبهم بذکر اللہ الآیہ۔ اس مین بیان ہے کہ جنکو ہدایت ہوئی اُن کا یاد کرنا ایمان کے ساتھ ہے اول غیب پر ایمان لائے اور یقین کیا پھر یاد سے اُنکے قلوب مطمئن ہوئے۔ اللہ تعالے عزوجل پر ایمان سے بسبب غیب کے اُن کو اطمینان نہ تھا بلکہ ذکر الٰہی سے اطمینان ہوا اور اگر مشاہدہ کشف ہوتا تو ذکر کی حاجت واسطے اطمینان کے نہ ہوتی۔ اور مومنون کا ذکر کرنا دو معنے پر ہے ایک ذکر ظاہر اور دوم ذکر باطن۔ ذکر ظاہر کی دو قسمین ہین ایک ذکر زبان کے ساتھ اور ایک ذکر کان سے یعنے کسی دوسرے سے سنکر پس زبان و گوش سے جو ذکر ہو اس سے طمانینت براہ ترہیب و توحید ہوتی ہے اور ذکر باطن کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ دل مین عظمت وجلال الٰہی سما دے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل کی نعمتون وانعامات کو دیکھے اور اس کی مخلوقات و نشانیون مین فکر کرے اور یہ قلب کا فعل ہے اور دوم یہ کہ ذکر فعلی نہو بلکہ اللہ تعالے کا ذکر اُس کے پاک بندون کے قلب مین آوے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ واردات غیب وتجلیات خاصہ بطریق کشف پیدا ہون اور یہ ذکر خالص الٰہی بدون سبب وعلت کے ہوتا ہے اور طمانینت قلب خالص یہی ہے اور اس کے سوائے جو ذکر ہین وہ معلول ہین اور یہ اسطرح بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل اپنے نیک بندون کو یاد فرماتا ہے پس وے اپنے رب کو یاد کرتے ہین کما فی الصحیح فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر من ملائه پھر واضح ہو کہ ذکر جب محل ایمان مین ہوتا ہے تو اس سے رغبت ورہبت اور وجل وخوف وقلق ورجا وحسن الظن باللہ پیدا ہوتا ہے اور جب ذکر ایمان محل یقین مین ہوتا ہے یعنے جنھون نے مشاہدہ ولقائے الٰہی کا یقین کیا ہے پس وہ نور ایقان کے ساتھ اللہ تعالے کے ذکر کرنے والے ہین اور ایقان کا نور ایمان سے زیادہ روشن ہے جیسے صبح کاذب وصبح صادق کا فرق ہے پس اہل الیقین ذکر کی طمانینت مین بقدر انوار وتجلیات ہین پس جسقدر انکشاف وتجلیات مزید ہین اور وضوح زیادہ ہے اسی قدر ذکر مذکور زائد ہے پس انکے ذکر سے صدق واخلاص وتسلیم ورضا وتوکل وخالص عبودیت پیدا ہوتی ہے اور جب معنے آمنوا باللہ کے مشاہدہ الٰہیہ ہون تو یہان طمانینت بکشف وجودی ہے جیسے طلوع آفتاب بعد صبح صادق کے ہوتا ہے پس اول تو ایمان سے علم الیقین ہے اور دوم ایقان سے عین الیقین ہے اور سوم مشاہدہ الٰہی سے حق الیقین ہے اور واضح ہو کہ مقام مشاہدہ مین بسبب استیلائے انوار عظمت الٰہی کے ذکر زائل ہو جاتا ہے اور یہ مقام طمانینت کا نہین ہے بلکہ مقام فنائے قلوب کا ہے بلکہ عظمت مین قلب وروح وعقل وعلم وفکر وذکر سب فنا ہو جاتے ہین اور اس سے محبت وشوق وعشق ومعرفت توحید وتجرید وتفرید وانس وفنا وبقا پیدا ہوتے ہین اور معنے تطمئن القلوب یعنے اللہ تعالے کی یاد سے ارواح مطمئن ہوتی ہین اور ذکر کا محل چار چیزین ہین ایک قلب اور یہ آیات کے دیکھنے سے ہوتا ہے اول اہل کفر ونفاق وعوام جو آیات کو نہین دیکھتے غافل ہین اور دوم عقل اور وہ مخلوقات ومصنوعات مین افعال الٰہیہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور سوم ارواح اور وہ دیدار انوار صفات سے ذاکر ہین اور چہارم اسرار جنکا ذکر بدیدار سبحات الذات ہے اور یہان ذکر مقصود ہے کیونکہ ذکر غیر فنا ہی ہے پس جب عارف نے صرف ذات پاک کا مشاہدہ پایا یہ دیدار فقط اُسکے وجود کی مقدار پر ہے اور حاشا للہ کہ وہ محیط بوحدت وازلیت ہو جاوے کیونکہ پاک ہے وہ فسبحان اللہ سبحان اللہ وقد قال تعالے لا تدرکه الابصار اگرچہ ادراک ابصار نہین ہے مگر بصیرت اسرار کو بھی مجال نہین پس جسقدر عنایت نے اسکو نصیب کیا وہ بقدر اسکے وجود کے ہے اور محیط ہونا اسکی مجال نہین ہے پس جو غیر مکشوف ہے وہی اسکا مذکور ہے

اور یہ اسی کا ذاکر ہے اور اگر اسکے مشاہدہ مین ہو تو یہ مشاہدہ مذکور نہین ذکر ہے اور یہ ذکر عجیب ہی مین نے معرفت مین کوئی طریقہ اس سے زیادہ
بابرکت نہین پہچانا اور نہ مین کسی کو دیکھتا ہون جس نے اس مقام کا اشارہ کیا ہو سوا ے چند اکابر اولیاء اللہ کے جو مقدم گذرے ہین اور
بھی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی جب اسکو دیکھا اور کشف ذات و صفات مین زیادتی چاہی اور جان گئے کہ ہم نے
اُسکو اسکی قدر کے لائق نہین پہچانا اور اگر اسکو اُسکی قدر کے لائق پہچانتے تو اسمین فنا ہو جاتے تو جہانتک نہین پہچانا اسمین قلوب مطمئن ہوتے
ہین اس امید پر کہ انکو وہان وصال نصیب ہوا اور یہ زیادتی معرفت کی بیشبہہ متصور ہے اگرچہ احاطہ متصور نہین ہی۔ قال المترجم یعنے جیسا سابق
مین ذکر فرمایا کہ وہان انتہا و حصر نہین ہی تو ہر حال مین زیادت متصور ہی اور احاطہ ہر حال مین محال ہی فافہم اور کبھی قولہ الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب کے یہ معنے ہین کہ ازل مین حق تعہ نے انکو اپنی ولایت و معرفت کے لیے پسند فرمایا پس یہ طمانینت اُسکے لیے ابد الآباد تک باقی ہے
بعض مشائخ نے فرمایا کہ قلوب چار قسم پر ہوتے ہین اول عوام کے قلوب ہین کہ اللہ تعہ کی نعمتین و عافیت و سلامتی دیکھکر حمد و ثناء و تسبیح سے
مطمئن ہو جاتے ہین۔ دوم قلوب خواص کہ حسن اخلاق و توکل و شکر و صبر دیکھکر یاد الٰہی سے مطمئن ہوتے ہین سوم قلوب علماء کہ اللہ تعالے کی
صفات و اسماء و نعوت کی یاد سے مطمئن ہوتے ہین پس نظر اُن بندون کی ان صفات و اسماء پر اس راہ سے ہی کہ زمانہ مین ان صفات کے سبب سے
ایسے کیا ظہور ہوتا ہی۔ چہارم قلوب موحدین اور وے مثل غریق کے ہین کہ انکو کسی حال مین سکون نہین ہوتا ہی اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون
جس سے جاہل ہین اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون جسنے انکو خوف دلایا ہی یا مونس نہین کر دیا ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد شیخ کی یہ ہی کہ جو طمانینت
اوپر کی تینون اقسام کو حاصل تھی اس سے ہزارہا گونہ زائد طمانینت انکو اس قسم کی حاصل ہی ولیکن اضطراب دوسری طرح ہی یعنے جیسے
استسقاء کے مرض والا پانی پیتا چلا جاتا ہی اور کبھی سیراب نہین ہوتا اسی طرح انکا حال ہی ولیکن اصل یقین مین انکو کسی طرح کا شبہہ نہین ہے
فافہم واللہ تعہ اعلم۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ جو ازل مین یاد الٰہی مین آیا اور متحیر ہوا وہ ابدتک اُسکے ساتھ مطمئن ہی۔ نہر جوری رح نے کہا کہ اولیاء
کے قلوب مواضع مطالع ہین جنکو کبھی حرکت و اضطراب و گھبراہٹ کسی واقعہ و سانحہ سے نہین ہوتی ہی بلکہ مطمئن رہتے ہین بخوف اسکے کہ ناگاہ طلوع
ہوا اور اُسکو بے ادبی کے داغ سے مرسوم پاوے۔ بعض نے کہا کہ کمال مشغولی سے شہود فقط اُسی کا پاتے ہین تو کبھی انکو اضطراب و جنبش نہین ہوتی ہی
واسطی رح نے کہا کہ اسکی چار قسمین ہین اول قلوب عامہ کہ جب اسکو یاد کرکے دعا مانگی تو مطمئن ہوئے پس انکو یاد الٰہی سے فقط یہی نصیب
ہی کہ دعائین قبول ہون۔ دوم قلوب ہین جنھون نے اسکی طاعت کی اور کامل تصدیق کی اور اس سے راضی ہوئے پس ایسے قلوب مقام زیادات
مین بندھے ہوئے ہین پس انکا ملاحظہ کچھ تو شواہد مین ٹھیک ہین اور کچھ اپنی طاعات پر نظر کرکے فاسد ہین سوم وہ قلوب ہین جو ایسے مرتبہ کے
عارفون کے ہین جنھون نے اسماء و صفات کو پہچانا اور خطاب الٰہی تعہ کو سمجھا پس انکو اطمینان اللہ تعہ کی انکو یاد کرنے سے ہی نہ انکی اسکو یاد کرنے سے اور
انکو اطمینان اسکی اُنسے راضی ہونے پر ہی نہ انکی اُس سے راضی ہونے پر۔ مترجم کہتا ہی کہ خطاب عام ہی اور مرجع وہی لوگ ہین جنکو فہم خطاب نصیب
ہوئی پس وہی خطاب سے مراد ٹھہرے پس گویا انھین کو یاد فرمایا تھا اور یہ نشان رضامندی ہی پس جس بندہ کو ایمان صحیح و یقین واثق
نصیب ہوا اُسکو کمال درجہ شکر کا مقام ہی کہ دونون جہان اس نعمت کے مقابلہ مین ہیچ ہین والحمد للہ علی ذلک۔ چہارم قلوب خاص الخاص
جنکو کشف ذات و علم صفات عطا فرمایا پس انکے لیے ذات کو صفات مین درج کر دیا اور آگاہی حق الیقین دیدی کہ مخلوقات جس درجہ تک اپنی
اپنی ہستی کی مقدار پر اسکی معرفت رکھتے ہین سب انکے خطرات ہین اور تعالے شانہ ذو الجلال والاکرام ایسی معرفت سے پاک برتر ہی پس وہ جانتے
ہین کہ اسکے سوا کہ قدرت نہین کہ اس سے سکون پاوین اور جس شخص کا یہ حال ہوگا جو انکا حال ہی وہ کس سے سکون پاوے اور کیا مطمئن ہو جاوے

جہان اور جب کوئی زیادت سے طلوع کیا اُسنے اسکو حجاب دیکھا کہ استطاعت کوئی ونمت نہین پاتا کیونکہ حجاب مستور ہو پس اگر تو اس مقام
مین آنا چاہے تو اپنے نفس کو راہ مستقیم پر روک دے اللہ تعالیٰ تجھکو جزائے عظیم عطا فرما دے بمترجم کہتا ہو کہ یہ نہایت نفیس اشارہ ہو جس سے بہت سے
مقامات مین علم حاصل کرنے والے کو فیض پہونچتا ہو ازانجملہ ایک مشکل مقام ولایت احدی کا ہو اور توضیح یہ ہو کہ جملہ اقسام ولایت مین سے ولایت
احدیہ سب سے افضل ہو اور یہ قسم اول صحابہ رضہ کو حاصل تھی حالانکہ کرامات وغیرہ کی انکو کچھ تلاش نہ تھی اور کشف کے طالب نہ تھے بلکہ انمین
راہ فقط صراط مستقیم پر سنت طریقہ سے چلتا تھا حالانکہ انسے کرورون درجہ نیچے ولی کو کشف وکرامت حاصل ہوتی ہو تو وجہ اسکی یہی ہو جو اس اشارہ سے
ظاہر ہو کہ اصل کرامت تقویٰ وطاعت ہو اور کشف زیادت یقین یا حصول الیقین کیواسطے ہو اور یہ خود مشعر ہو کہ درجۂ یقین مین قصور ہو اور وہان فیض
نبوت سے یقین بدرجۂ کمال تھا اور تقویٰ بدرجۂ اعتدال تھا واللہ تعالیٰ اعلم شیخ اُستاد رح نے کہا کہ ایک قوم ہین جنکے دل ذکر آلٰہی سے مطمئن ہوئے پس
ذکر سے ان کی تسلی ہو اور ذکر سے صفائی ہو اور ایک قوم ہین کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے لطف سے یاد فرمایا پس طمانیت انکے دلون مین جما دی
اور اُسمین انکی خصوصیت ہو کہا جاتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب بندے کو یاد کیا تو اُسنے زندگی پائی پس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خوش ہو کر مانوس ومطمئن ہو لیے۔
بعض نے کہا کہ اہل معرفت کے دل کسی چیز سے تسکین نہین پاتے سوائے اللہ تعالیٰ کے کیونکہ یہ قلوب ہی اُسکے محل نظر ہین بعض نے کہا کہ قلوب نے سوائے
اُسکے کوئی رب نہ پایا تو اسی سے مطمئن ومانوس ہوئے شیخ نہ ودباری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہوئے جسنے انکو منور ومسرور کر دیا۔ پھر واضح ہو
کہ جن بندون کا حق تعالیٰ نے ایمان وطمانینت ذکر کا وصف فرمایا انھین صرف اسی وصف پر قصر نہین رکھا بلکہ انکے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی
مقرون فرمایا بقولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لہم الآیۃ۔ ان بندون نے چشم اسرار سے انوار ازل وابد دیکھے اور نور سے توحید پر یقین کر کے
جو ہنوز وصول نہین ہوا اُسکے وصال پر حق الیقین کیا پس جو کچھ انھین ہو اُسکو ذاکر کے اُسکو اختیار کیا یعنی فنا ہو کر اعمال صالحہ دیے جسکی جزا اصل حقیقت
نے بقولہ طوبیٰ لہم وحسن مآب بیان فرمائی۔ اصل ذات مرجع ومآب صفات ہو۔ پس قول آلٰہی عین صدق ہو وطوبیٰ لمن حالہ مع اللہ ہذا ۵
طوبیٰ لاعین قوم انت عینہم ومن فی نعمۃ من وجہک الحسن جریری رح نے کہا اسکو طوبیٰ ہو جسکا دل عمر بھر مین ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاکیزہ ہوا
اور کبھی کسی وقت دل سے اپنے رب کیطرف رجوع لایا۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ اوقات عارفین اپنے معروف تبارک وتعالیٰ کے ساتھ طیب مین
ابن عطا رح نے کہا کہ جب تک شرک وریا وعجب سے پاک ہو کر عمل صالح پر خوش ہوا اور تو نے رزق کی ضمانت فرمائی ہو اسپر بھروسا کیا
تو اسکے لیے طوبیٰ ومبارکباد ہو۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ طیب اوقات مین لنکے انفاس طیب ہین بعض نے خوب کہا کہ جن بندون کے لیے
حق تعالیٰ نے طوبیٰ لہم فرمایا ہو انکو طوبیٰ مبارکباد ہو۔ طوبیٰ انکے لیے فی الحال اور حسن مآب فی المآل ہو واللہ تعالیٰ اعلم پھر حق تعالیٰ نے عادت سابقہ پر
رسالت اور عظمت قرآن آلٰہی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اسیطرح تجکو بھیجا ہمنے ایک امت مین کہ ہو چکی ہین اُس سے پہلے امتین تا سنا وے تو انکو جو کچھ بھیجا ہم نے تیری طرف

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ

اور وہ منکر ہوتے ہین رحمٰن سے تو کہہ وہی رب میرا ہو کسی کی بندگی نہین اُسکے سوائے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی کیطرف آتا ہون لوٹ کر

حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر قرآن نازل فرمایا اور اہل ہدایت نے جسکا وصف اوپر بیان ہوا اسکو حق جانا اور وہی اہل بصیرت اور نور قلبی سے
منور اور حق کو باطل سے تمیز کرنے والے اپنے رب کی ازلی ہدایت وقبل وجود کے اُن کے پیٹ سے ایمان کی فضیلت پائے ہوئے تھے پس اس

نورِ معرفت کے ساتھ انکو کسی معجزہ کی ضرورت نہ ہوئی بخلاف کافرون کے جو دنیا کے لیے اور یہان سے جہنم کے لیے مخلوق ہوئے تھے
اس معرفت سے اندھے رہے اور عبرت کا مقام ہو کہ انھون نے ایسے معجزات پر ہٹ کی جنسے دنیاوی آرام و آسائش سے تن کو پالین جیسے
مکہ چوڑا ہو جاوے اور سرسبز شاداب نہرین جاری ہون اور پہاڑ سونے کا ہو جاوے غرضکہ دنیاوی زندگی کے سوا انکے نزدیک
کچھ نہ تھا پس معجزات سے انکی یہ غرض نہ تھی کہ انپر حق ظاہر ہو جاوے اور جنکی مراد حق تھی انکو قرآن مجید سے جو کچھ معرفت حاصل ہوئی
اُسکے سامنے تمام معجزات ابتدا سے انتہا تک جو کسی پیغمبر کو عطا ہوئے یا خیال مین آوین سب قدرت الٓہیہ کا ادنیٰ نمونہ ہین کیونکہ معجزہ
ایک فعل ہو اور قرآن سے اصل صفت کی معرفت حاصل ہوئی اور دونون مین کتنا بڑا فرق عظیم ہو پس جو اس صفت کی بصیرت سے
اندھا رہا اُسکو فعل سے ہدایت کیونکر ہو سکتی ہو پس ہادی و مضل وہی رب تبارک و تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہو اور آنحضرت صلعم کی بشارت کے
لیے ہزارون انبیا پہلے بھیجے گئے تھے اور حق تعالیٰ نے اپنی کبریائی و عظمت کو صاف ظاہر فرما دیا تھا کہ جسکو چاہا وہ ایمان لایا ورنہ کوئی معجزہ
و آیات کافر کو نافع نہ ہوئی پس حق تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ اے مثل ذلک الارسال الذی سبق بالرسل السابقین ارسلنا
یعنے مثل اس ارسال کے جو تجھ سے پہلے تیری خوشخبری سنانے والے پیغمبرون کے بھیجنے مین ہو چکا ہو ہمنے تجھکو بھیجا۔ اقول یہی بیضاوی و
سراج و معالم و جلالین وغیرہ سے مفہوم ہو اور شیخ عکبری رح نے تبیان مین کہا کہ کذلک ای الامر کذلک یعنی بات یون ہی ہو۔ اقول وجیہ
نہین ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ارسال کی عظمت شان کا بیان ہو اور مرجع اسکا اظہار عظمت و کبریائی آلہیہ ہو کہ مخلوق مین دو قسم کرکے ایک صالحین
اہل جنت موصوف بصفات مذکورہ بالا خاص اپنی ہدایت سے کر دیے اور دوم اُنکے خلاف یعنی اہل جہنم بھی خاص اپنی قدرت سے بحسب مشیت کر دیے
کیونکہ جو افعال اہل جہنم سے سرزد ہوئے اور جن حرکات پر مرتے دم تک قائم رہتے ہین اُنکا خالق تبارک و تعالیٰ انکے پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا اور جو وہ
جانتا تھا اُس سے خلاف نہین ہو سکتا تھا پس دیگر اقوال کہ تشبیہ بمضمون قولہ افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق الآیہ ہو یا بمضمون ہدایت و
اضلال ہو یا بانعام سابقین ہو یا بقول ابن عطیہ اجرائے عادت۔ یا ثابت ہو نہ معجزات مقترحہ وغیر ذلک سب اسمین داخل ہین اور معنے یہ ہین کہ ایسی ہی
عظیم الشان قدرت کی ارسال کے ساتھ ہمنے تجھکو اے محمد بھیجا۔ فِیْٓ اُمَّةٍ ایک ایسی امت یعنی گروہ عظیم مین جو موجود عرب و عجم ہین اور قیامت تک
ہونگے جنکی یہ صورت ہو کہ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ گذر چکی ہین اس امت سے پہلے بہت سی امتین یعنی آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک جنکے پاس اُنکے
رسول بھیجے گئے تھے جنھون نے انکو انکے رب کی صفات و معارف سکھلائے تھے ہین بہت پوری کوشش کی پس تیرے بھیجنے کے لیے یہ سب مقدمہ ممہد ہو چکا اور اُنکے
واقعات عبرتناک انپر گذر چکے تاکہ آئندہ آخری مرتبہ والے متواتر عبرتناک اتفاقات سے جاہل نہ بنا ہون اور قدرت کاملہ و صفات الٓہیہ سے آگاہ
رہین اور تیری رسالت خاتمہ فاضلہ کو نیا معاملہ خیال نہ کرین بلکہ مجاہدا آگہی تنے کے لیے اور کمال علم و تصدیق کے لیے تیار ہین وحی خالص پاکیزہ کے
ساتھ جسمین علوم اولین و آخرین مجموعہ ہین لِتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ تاکہ تو پڑھ سناوے انکو وہ قرآن جو ہمنے تجھپر وحی فرمایا یعنی جسمین
آدمی کی ابتداء و انتہاء اور درمیانی خطرات جہالت سے بچاؤ اور تکمیل النفس کے طریقہ اور انجام کی سعادت اور اپنے رب کی معرفت سب کچھ توضیح موجود
ہو جیسے انبیائے سابقین نے اعتقاد اور معرفت الٓہی کی سب سے ایک توحید لا الٰہ الا اللہ سے آگاہ کر دیا اور ہر اُمت کو اسکی تکمیل نفوس کے اعمال و افعال
موافق خلقت اُنکے قلوب و اجسام کی گونہ مختلف تعلیم فرمائی۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ مگر اس آخری امت کی حالت یہ ہو کہ وے الرحمٰن سے
منکر ہین۔ یعنے ان لوگون کی جہالت عجیب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے آگاہ نہ ہوئے جسنے انپر اس سامان عظیم سے کتنی بڑی رحمت فرمائی بلکہ اس نعمت
عظیمہ کے مقابلہ مین ناشکری کی حالانکہ تیرا آنا و قرآن نازل ہونا جس سے آدمی درواقع ناپاک عادات سے بچکر بزرگ اخلاق محمودہ سے آراستہ

ہوکر دنیا اور دین مین کامل مکرم ہوجاتا ہے مگر وے لوگ ایسی جہالت مین تھے کہ الرحمٰن سے منکر تھے چنانچہ معالم مین ہے کہ ابوجہل لعنہ اللہ نے سنا کہ محمد رسول اللہ صلعم دعا کرتے یا اللہ یا رحمٰن پس دوسرے مشرکون کے پاس جاکر بولا کہ محمد اللہ کو پکارتا ہے اور اسکے ساتھ دوسرے معبود کو بھی جسکا الرحمٰن نام لیتا ہے اور ہمین تو کوئی اس نام کا معلوم نہین سوائے رحمٰن الیمامہ کے (یمامہ کے بادشاہ مسیلمہ کو اُس کے لوگ رحمٰن الیمامہ کہتے تھے) یعنی یمامہ والے کا نام اگرچہ رحمٰن الیمامہ ہمکو معلوم ہے ولیکن وہ معبود نہین ہے تو محمد کس معبود کو رحمٰن کہتا ہے۔ اور ابن عباس رضہ سے ضحاک نے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم نے قریش کو اللہ تعہ کی رحمتین نعمتین یاد دلاکر کہا کہ الرحمٰن کو سجدہ کرو تو الرحمٰن سے انکار و نفرت کرنے لگے کما فی قولہ قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا۔ حالانکہ الرحمٰن کا بندہ کہلانے مین اللہ تعہ سے نہایت اُمیدواری ہے جیسے اللہ تعہ کا بندہ کہلانے مین اچھا اخلاص ہے دیکھو حدیث صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعہ کو زیادہ محبوب بندون کے نامون مین سے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ اور اسی طرح واقعہ صلح حدیبیہ ہے کہ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آیا اور مومنین سے صلح قرار پائی پس آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم کیا کہ صلحنامہ لکھنا شروع کرے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ ہم تو سوائے یمامہ والے کے اور رحمٰن نہین جانتے ہین تم ویسے ہی لکھو جیسے ہم لکھتے ہین کہ باسمک اللہم۔ اور یہ پورا قصہ صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے اور بعض علماء مانند حضرت قتادہ وغیرہ نے اسکو شان نزول قرار دیا اور میرے نزدیک یہ اُس معنے مین شان نزول ہے جو حاشیہ مین لکھے دیتا ہون واللہ اعلم۔ بالجملہ یہ عجب تھا کہ ابوجہل اسقدر شرک مین ڈوبا تھا کہ جہالت سے الرحمٰن دوسرا خدا سمجھا اور قریش نے اللہ کو نہ پہچانا تو الرحمٰن کو نہ جانا حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ یعنی بتلا دے ان جاہلون کو کہ دعا مین اللہ پکارو یا رحمٰن پکارو جو نام پکارو ٹھیک ہے وہی خالق وحدہ لاشریک ہے کہ اُسکے پاک نام بہت ہین چنانچہ اس آیت مین بھی فرمایا کہ قُلْ هُوَ رَبِّي تو کہدے کہ الرحمٰن میرا رب ہے یعنی اللہ تعہ بڑا رحم والا ہے کہ کافرون و مشرکون و جورو بیٹا بنانے والون اور اسکو چھوڑ کر غیرون کی پرستش کرنے والون اور سخت نافرمانی کرنے والون سب کو فراخی کے ساتھ رزق دیتا ہے کیسی بڑی اسکی رحمت ہے چاہے تو ایک آن مین سب کو نیست و نابود یا سخت تکلیف و مصیبت مین گرفتار کرے مگر وہ رب پرورش کرنے والا بیشک الرحمٰن الرحیم ہے حالانکہ تم اُس سے انکار کرتے ہو مگر مین اقرار کرتا ہون یعنے تم کو سمجھانے و تعلیم کرنے کو زبان سے کہتا ہون ورنہ مین تو کمال الیقین وحق الیقین سے جانتا ہون کہ وہ میرا رب ہے لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ اُسکے سوائے کوئی معبود نہین ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی اپنے تمام کامون مین میرا بھروسا اسی پر ہے اگرچہ تم لوگ اُنکو منکر ہو۔ وَإِلَيْهِ مَتَابِ اور اسی کیطرف مرجع ہے یعنی جسکی طرف رجوع لائی جاویگی وہ وہی ہے اسکے سوائے کوئی نہین ہے خواہ مین ہون یا تم ہو سب کا وہی مرجع ہے اور متاب اسم ظرف از توبہ ہے یا مصدر میمی بمعنے ظرف ہے اور متاب خاص اپنے لیے مانند توکلت کے نہین فرمایا کیونکہ متاب سب کا اسی کی طرف ہے اور اسمین محمدی سے انکو توبہ کی طرف راہ بتلائی کہ جب تم مقہور ہو کر اسی کی طرف موت سے بلا اختیار کے رجوع کروگے تو ڈرو کہ کفر کا طوق لعنت گردن مین ہوا اور قبل موت کے اُسی کیطرف رجوع لاؤ کہ تاج رحمت سر پر ہے۔ دیکھ حضرت الرحمٰن مین حاضر ہو۔ ف۔ فقہا نے کہا کہ بندہ کو چاہئیے کہ اپنا توکل ہر کام مین الرحمٰن الرحیم اپنے رب پر رکھے اور تو خیال کرتا ہے کہ جب تو نے الرحمٰن پر بھروسا کیا تو وہ تجھکو عذاب مین ڈالیگا لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم۔ ولیکن بندہ کو چاہئیے کہ جبتک زندہ ہے اُسکے خوف سے ڈرا ہوا رہے اور یہ خیال رکھے کہ وہ پاک بے پرواہ ہے چاہے تمام مخلوقات فنا کر دے اور چاہے سب کو جہنم مین ڈالدے اور اگلی امتون مین سے بہت فوجون کو دم کے دم مین عذاب و قہر سے ہلاک کر دیا اُسکو کون پوچھنے والا ہے آمین کرم سے ادنیٰ مخلوق ہو جانا چاہیے غزوہ تبوک جاتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم صالح پر گذرے تو صحابہ کو یونہی منع فرمایا اور غور سے دیکھا کہ کرم بندگان حق تعہ مانند ہوتے

وملائکہ کے بحکم قولہ بل عباد مکرمون الآیہ وقولہ ہم من خشیتہ ربہم مشفقون۔ اپنے رب کی صمدیت و پاک بے پروائی سے ڈرتے رہتے ہیں پس زندگی بھر دلی محبت کے ساتھ اپنے رب کی خشم و ناراضی سے ڈرا ہوا ہو اور جب آخری وقت آجاوے یعنی موت کا تو اسوقت اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے پالنے والے پاک الرحمٰن الرحیم کے سپرد کر دے وہ ارحم الراحمین ہو جسنے اسپر بھروسا کیا اس بھروسے کی قدر مجال عقل سے باہر ہو اسی واسطے حدیث صحیح میں خاص تاکیدی حکم ہو کہ موت کیوقت اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور واضح ہو کہ جہانتک ظاہر ہوا لاآلہ الا ہو ضروری اعتقاد ہو پس شرک سے قطعی اجتناب ہو ورنہ الرحمٰن پر توکل ناتمام ہوگا اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک فیما اعلم واستغفرک لما لا اعلم وانی اعوذ بک من سوء الظن بک وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ قل ہو ربی لا الٰہ الا ہو الآیہ۔ حق تعالیٰ کی درگاہ میں عارف وحدانیت وحقائق توحید سب مخلوق سے بالاتر بندہ اخص اخصاص سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلعم برسالت ہو جسکو حکم دیا کہ بزبان حقیقت اسکی تنزیہ بیان کرے قل ہو ربی لا الٰہ الا ہو۔ ربوبیت کا اقرار کیا کہ بتوز ذات وصفات تنزیہ فرمائی اور غیر کی نفی بیان کی اور حقیقت میں غیر کا وجود ممکن ہی نہیں تو لا آلہ سے دریاے عدم میں غوطہ لگایا اور سوائے ھو کے کچھ نہ پایا پس دائرہ ہو میں سر باطن کو دور ہوا اور اپنے وجود سے مضمحل ہوئے پس اصل کی طلب میں سری حرکت ہوئی بکر عرفان کے ساتھ کہ نابود کو بذات خود ادراک محال ہو پس اسکی معرفت میں اسی پر بھروسا کیا علیہ توکلت۔ اور جملہ مخلوق جب اس معانی کے تحمل سے عاجز ہوئے اور اس سردار والاشان نے اپنے رب کی اصطفائیت سے اسکو اٹھایا تو عالم میں کل کی غرض ہو گئے ولہذا مروی ہو کہ لولاک لما خلقت الخلق۔ اور جب قائم بمقام کل ہوئے تو حضرت خلاق الکل نے کل کی کچھ پروا نہیں فرمائی کہ بجائے کل کے اس فرد مفرد کو پیدا کر دیا والنعم ما قیل ؎ وکنت ذخرت اذکاری لوقت ۞ فکان الوقت وقتک والسلام ۞ وکنت اطالب الدنیا بحر ۞ فانت الحر وانقطع الکلام۔ اور بہر ہوش سے امتحان میں آؤ اور دیکھو کہ باوجود اس شان عالی مکان کے کہ عرش کم پایہ ہو مقام امتحان کا ظہور اس شان سے ہے کہ اہل بصیرت و ذوی الالباب کے سوائے گروہ عمیان نے نہ پہچانا اور در واقع نہ دیکھا پھر کیونکر پہچانتے اور دیکھتے کیونکر کہ نور بصیرت قرآن سے محروم رہے کیونکہ بصیرت پاتے تو اس نور اور روحانی معجزہ کو چھوڑ کر عالم اسفل مجسمات کے معجزات دنیاوی ہرگز نہ مانگتے حالانکہ انھوں نے معارضہ کیا کہ اگر رسول اللہ ہو تو مکہ کی سرزمین سے پہاڑ اڑا دو کہ زمین صاف ہو جاوے اور بجائے انکے نہریں بہا دو کہ پیٹ کے لیے آدمی کھیتی کرے اور میوہ دار درخت لگاوے اور کہتے ہو کہ آدمی مر کر دوسری زندگی پاوینگے تو ہمارے اگلوں میں سے بعض کو جو زمانہ جاہلیت میں مر چکے ہیں بلا دو کہ ہم انسے پوچھیں کہ تم نبی ہو چنانچہ مروی ہو کہ یہ کلام آئندہ میں سے آیات کا نزول ہوا۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ

اور اگر ہوتا قرآن کہ ہٹا دیے جاتے اسکے سبب پہاڑ یا شق کی جاتی اسکے سبب سے زمین یا باتیں کر لئے جاتے اسکے سبب سے مردے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کیلیے ہو امر

جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ

سب کا سب سو کیا مایوس نہیں ہوئے جو لوگ ایمان لائے ہیں کافروں سے اگر اللہ چاہتا تو ضرور ہدایت دیتا لوگوں کو سب کو اور جو لوگ کافر

الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ

کافر ہوتے ہیں برابر پہونچیگی انکو بعوض اسکے جو انھوں نے کیا ہو کوئی ڈھاک یا اترےگی انکے دیار کے قریب میں یہانتک کہ پہونچ جاوے

وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ

وعدہ اللہ تعالیٰ کا بیشک اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرتا ہو میعاد مقررہ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ یعنی اگر اگلی کتابوں میں کوئی کتاب ایسی ہوتی کہ جسکے سبب سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا اُسکے ذریعہ سے زمین شق کیجاتی کہ اس سے نہریں جاری ہوں۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اُسکے سبب سے مردوں سے باتیں کرائی جاتیں کہ وے اپنی قبروں میں سے بولتے یا اُٹھکر قبر سے باہر آتے اور لوگوں سے باتیں کرتے تو بھی قرآن اس وصف سے موصوف ہوتا بنسبت اگلی کتابوں کے یا اسی قرآن کے لیے بدرجہ اولی یہ وصف رکھا جاتا کیونکہ ایک تو یہ قرآن تمام قرآنہا سابقہ کا جامع ہے اور دوم اس میں وہ اعجاز ہے کہ بشر کی خلقت اور تمام نظام عالم کی حکمت اور اس عجائب خانۂ دنیا کا تعلق آخرت سے جسطرح ہے اور اس میں فرشتے جن و بشر جسطرح قبضۂ قدرت آلہیہ میں مسخر ہیں اور ہر ایک عدم و ہلاکت کی راہ چلتے ہیں اس قرآن سے انکو حیات ابدی و زندگانی جاویدی کی راہ دکھلائی گئی اور عجیب قدرت قلب بشر کو ہمیں سے ظاہر ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے رب پر مطمئن اور عجائب قدرت پر متحیر رہتا ہے اور بعد موت کے واصل بانعام و رضوان آلہی ہوتا ہے کہ اسکے انتہا عقل دوراندیش سے محال ہے اور جو کوئی اُسکے علوم سے آنکھیں نہیں روشن کرتا اور اپنی خلقت میں جانوروں سے بدتر ناپاک رہتا ہے تو آج اسکے لیے زیادہ لائق اور بعد موت کے وہ پردۂ عجیب میں سرگردان و سخت غمناک ہوگا اور کوئی تکمیل اُسوقت نہیں کرسکتا پس اس قرآن میں عجیب اعجاز ظاہری و باطنی ہے کہ آدمی و جن ابتدا سے انتہا تک مجتمع ہوں اور تمام کوشش کریں تو اُسکے مثل ہرگز نہیں لاسکتے ہیں اور عاقل سمجھ جائیگا کہ کیونکر لاسکیں کہ یہ علم و حکمت آلہی سبحانہ تعالی ہے اُسکے مثل خواہ سب جمع ہوں یا اُنسے ہزار گونہ جمع ہوں ہرگز نہیں پاوینگے تو قرآن پاک کے مثل کبھی ہرگز نہ لاوینگے لیکن تاریکی و ضلالت نفس کی گرفتاری کے سبب کافر لوگوں کو کچھ سوجھتا نہیں تو باوجود اس عظمت و شان کے اندھے ہوکر دوسرے معجزات ڈھونڈھتے ہیں جو اس سے بدرجہا کمتر ہونگے اور اس سے ظاہر ہے کہ جب انکو ایمان لانا انکو نصیب نہوا تو دوسرے معجزات سے کیا فیض پاوینگے۔ بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ بلکہ امر تو سب کا سب اللہ تعالی کے لیے ہے تمام مخلوقات اُسنے پیدا کی اور ہر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے وہ اسکا علیم و خبیر تھا پس جو اس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوگا پس جسکو ہدایت دی اور قرآن سے اس کی آنکھیں روشن کردیں وہ اسکے بعد کسی اور معجزہ کا مثل مردہ زندہ کرنے و عصا کے اژدہا بنجانے و پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہونے وغیرہ کسی کا طالب نہیں کیونکہ جس صفت آلہیہ سے یہ باتیں ہوں اسکا عارف ہوگیا تو ان باتوں سے ہزار گونہ بے انتہا زائد اسکی بصیرت کے سامنے ہے اور جسکو اُسنے اندھیرے میں ڈالدیا اور کفر و ضلالت اور بدافعال کرنا اسکے لائق کردیا تو وہ اُسی میں خوش ہے اور کوئی دوسرا خالق نہیں جو اس خلقت کو بدلے فَلَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وہ چاہتا تو سب مخلوق کو ہدایت فرماتا جیسے اگر وہ چاہتا تو تمام زمین ہموار اور سب قابل زراعت و سب ہر قسم کے میوہ اُگانے والی پیدا کرتا اور سب مخلوقات کو اپنی اپنی ضروریات میں محتاجی وغیرہ کے دیتا پس ضرور معلوم ہوا کہ یہاں اُسکی حکمت بالغہ ہے اور اس حکمت پر مطلع ہونا ایک مخلوق واہی کا کام نہیں ہے جسکو تم کہتا ہے کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر نے اسی طرح اس کلام کی تفسیر لکھی ہے تاکہ میں نے توضیح سے بیان کردیا اور لکھا کہ قرآن کا اطلاق کبھی اگلی کتابوں پر آتا ہے کیونکہ مشتق از جمع ہے اور امام احمد نے بسند صحیح ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہلکا کردیا گیا تھا داؤد پر قرآن اور حکم دیتے اپنی سواری کا جانور زین کسا جاوے پس قرآن پڑھ لیتے قبل اسکے کہ جانور تیار ہوجاوے اور کھانا نہ کھاتے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے رواہ البخاری اور مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ اور حاصل یہ کہ نفس کی تاریکی دور ہونے اور عقل کی آنکھیں روشن ہوجانے اور روح کی اعلی معرفت کیواسطے کوئی معجزہ خواہ پہلے انکی نظیر گذری ہو یا حال کا اب بحث کریں اس قرآن سے بڑھ کر نہیں کہ اگر پہاڑ اسپر نازل کیا جاتا تو خَشْيَةِ اللّٰهِ کے سبب شق و پارہ ہوجاتے پس جب اسکا فرقان میں اثر نہ کیا تو انکو کسی معجزہ سے کچھ نفع نہوگا بلکہ ضلالت و ہدایت اللہ تعالی کیطرف سے ہے تمام مخلوقات کا اختیار اور جسکو پیدا کیا اور جن کاموں و انجام کے لیے انکو خلق کیا اسی کے علم و

حکمت میں ہو لہذا فرمایا۔ افلم ییأس الذین آمنوا پس کیا مایوس وناامید نہیں ہوئے وہ بندہ جو ایمان لائے ہیں تمام مخلوقات کے ایمان
لانے سے کیونکہ اہل ایمان کو تو معرفت و نور عقل حاصل ہو چکا اگرچہ نہایت شفقت و کمال ترحم سے انکو یہی تمنا ہو کہ یہ قوم کافر بھی اس نعمت کو پاویں
مگر چاہیے کہ وہ جان جاویں اور خلاف حکمت الٰہیہ سے منہ موڑ کر کھلا ہوا الیقین کر لیں کہ۔ ان لو يشاء الله لهدى الناس جميعا اگر اللہ تعالےٰ
چاہتا تو راہ دیتا لوگوں کو سب کو بلکہ یہ عجیب قدرت دیکھیں کہ ایسے اعلیٰ معجزہ قرآن مجید سے کیونکر یہ کفار منکر ہوتے ہیں اور اگر کوئی آدمی آفتاب کو دیکھکر
روشنی سے انکار کرے تو کتنا بڑا تعجب ہوگا حالانکہ عارف کی نگاہ میں قرآن سے انکار اس سے کہیں زیادہ تعجب کا مقام ہے پس صاف نکل گیا کہ عجیب
قدرت و حکمت الٰہیہ ہے اُسنے نہیں چاہا کہ اس مخلوق کافر سے وہ ثمرہ پیدا ہو جو مخلوق مؤمن سے ہوتا ہے جیسے تھوہر سے انگور نہیں ہوتے اور کھاری پانی سے
باران رحمت و آب شیرین کی کیفیت نہیں ہوتی اور جیسے باوجود یکساں باران رحمت کے زمین شورہ سے کچھ بھی گل بوٹے نہیں اُگتے اور زمین پاکیزہ
شیرین کا لطف بے اندازہ ہے پس ایسا عظیم معجزہ قرآن سے یہی حال ہے اور صحیح میں آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں کوئی پیغمبر مگر اُسکو
دیا گیا ایسا معجزہ کہ ایمان لایا بشر اُسکے مثل پر اور جو مجھے دیا گیا وہ تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی فرمایا پس مجھے امید ہے کہ قیامت
کے روز میرے تابعین سب سے زیادہ ہوں شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ ہر نبی کا معجزہ ایسا تھا کہ جب تک وہ رہا لوگ دیکھکر
ایمان لائے پھر اسکی موت سے وہ معجزہ بھی جاتا رہا اور مجھے خالص وحی کا معجزہ یہ قرآن عطا ہوا جو ابدالآباد تک باقی ہے اسکے عجائب کبھی کم نہیں ہوتے
اور متواتر قرأت سے کبھی پرانا نہیں ہوتا اور علماء کو کبھی اس سے سیری نہیں ہوتی یہ فصل الخطاب ہے ہزل نہیں اور جس کسی جابر نے اسکو متروک کرنا چاہا
اللہ تعالےٰ اسکی پیٹھ توڑ دیگا اور جس کسی نے اسکے سوائے دوسری چیز سے ہدایت ڈھونڈھی اُسکو اللہ تعالےٰ گمراہ کر دیگا شیخ حافظ رح نے بعد اسکے ابن ابی حاتم
کی تخریج سے ابو سعید رضہ سے سبب نزول آیات کا مشرکین کے وہ سوالات جو سابق میں ذکر ہوئے اور آیت میں مذکور ہیں بیان کیا اور لکھا کہ ایسا ہی
ابن عباس و شعبی و قتادہ و ثوری اور بہتوں سے سبب نزول مروی ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ اگر سوائے اس قرآن کے دوسرے قرآن سے
ایسا کیا گیا ہوتا تو تمہارے اس قرآن سے بھی کیا جاتا اور قوله بل لله الامر جميعا یعنی اس میں سے جو چاہے کرے اور جو اسکی حکمت و مشیت میں
نہو اس سے تمہارا دعوے کہ ہم ضرور ایمان لاوینگے آئندہ حالت کا دعوے ہے جس سے تم آگاہ نہیں ہو پس وہ نہیں کریگا کذا قال ابن عباس
پھر اللہ تعالےٰ نے اس قوم کفار کے ساتھ جو اس عظیم معجزہ سے ناشکری کرتے تھے یہ چاہا جو بیان فرمایا بقوله۔ ولا يزال الذين كفروا
تصيبهم بما صنعوا قارعة یعنی جو کافر ہوئے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے رسول و قرآن سے ناشکری کرتے ہیں انکے فعل پر اُن کو برابر
پہنچیگی قارعہ یعنی ایسی مصیبت جو انکو دھمکا دے اور کوفتہ کرے اور ان کی بنیاد کو ہلا دے کہ گر جاوے۔ او تحل قريبا من دارهم
یا قارعہ اتریگی اُنکے دیار کے قریب یعنی اُنکے گرد و نواح والوں پر ایسی مصیبت آویگی تاکہ عبرت و نصیحت پاویں مانند قوله تعالےٰ ولقد اهلكنا ما
حولكم من القرى وصرفنا الآيات لعلهم يرجعون۔ قتادہ رح نے حسن بصری رح سے روایت کی تحل قریبا یعنی القارعہ اور یہی ظاہر سیاق ہے اور ابو داؤد
طیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ قتادہ کی روایت سعید بن جبیر سے اُنہے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ تصيبهم بما صنعوا قارعة یعنی چھوٹے
چھوٹے لشکر بسرداری بعض اہل ایمان کے انپر جہاد کرینگے او تحل قريبا من دارهم یعنی اے محمد صلعم تو اتریگا اُن کے دیار کے قریب۔ حتى
يأتي وعد الله یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ آجاوے یعنی فتح مکہ کا وعدہ و وقت آجاوے۔ ایسا ہی عکرمہ و سعید و مجاہد سے مروی ہے اور عوفی نے
ابن عباس سے روایت کی کہ قارعہ یعنی آسمان سے عذاب نازل ہوا و تحل قریبا یعنی رسول اللہ صلعم مع لشکر کے انپر جہاد کے لیے اُتریں ایسا ہی ایک
روایت مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہے اور سب نے کہا کہ وعد اللہ یعنی فتح مکہ اور ابن عباس نے کہا کہ قارعہ یعنی نکبت۔ اور حسن بصری نے کہا کہ

دعاء اللہ یعنی قیامت۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حکم عام کافرون کے لیے ہے یا خاص انھین کو جو قرآن کے سواے دیگر معجزات کی ہٹ کرتے تھے پس بعض نے کہا کہ واقعی یہ حکم عموماً کافرون کے ساتھ ہے تو معنے یہ ہین کہ اہل کفر بوجہ اپنے کفر و بداعمالیون کے دنیا وی تن پر دری مین بھی ہمیشہ قلق و اضطراب مین بسبب بلاے آسمانی کے گرفتار رہینگے یا نزول بلا انکے جوار مین ہوگا جس سے شرارت انکے اضطراب کا باعث ہوت پس دنیا مین انکو بے آرامی ہوگی اور آخرت سے منکر مین اور وہان انکے لیے اس سے بدتر تکلیف ہے پس انھون نے دونون جہان برباد کر لیے۔ قال البیضاوی رہ اور بعض نے کہا کہ آیت درحق کفار کہ ہے کہ جو انھون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا اسکی سزا مین برابر مصیبت مین گرفتار رہینگے چنانچہ آنحضرت صلعم برابر انپر یکے بعد دیگرے لشکر بھیجتے تھے جو انکے دیار و حوالی کو غارت کرتے اور ان کی مویشی گرفتار کر لیتے تھے و قال ایضاً و علے ہذا جایز ہے کہ تحل فرمایا بصیغہ خطاب ہوا اور مخاطب رسول اللہ صلعم ہین یعنی اے رسول تو انکے دیار سے قریب نزول کرے چنانچہ سال حدیبیہ مین آنحضرت صلعم مع لشکر کے انپر اترے اور آخر انھون نے اضطراب کے ساتھ آپ سے صلح کر لی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان اللہ تعالے نے مشرکون کے معجزات طلب کرنے کے جواب مین انکو فہمائش کی اور قرآن مجید کے فضائل سے انکو متنبہ کیا کہ یہ مجموعہ معارف الٰہیہ ہے اور ہوشیار کر دیا کہ جو معجزات مانگتے ہین اس سے انکو کچھ نفع نہو گا جب تک کہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان نہو اور جنکے واسطے ایمان مقدر فرمایا ہے انکو ان معجزات کی حاجت نہین ہے و لیکن بجاے ان معجزات کے انکو علوم غیب مین سے انکے دعوی کے برخلاف بطور معجزہ کے انکا انجام ظاہر کر دیا کہ اہل کفر کے حق مین بعوض ناشکری کے یہ ہوگا کہ انکو قارعہ مضطرب کرنے والی برابر پہونچتی رہے یا انکے نواح مین حلول کرے اور مراد اس سے شک نہین ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ان دونون باتون مین کبھی کوئی اور کبھی کوئی ہوتی رہیگی چنانچہ آخر مین ہو بکر کے واقعہ مین قریش کی شرکت سے عہد ٹوٹ گیا اور نہایت اضطراب کے ساتھ انھون نے آنحضرت صلعم سے بکرسہ کر منت و سماجت سے صلح کی درخواست کی لیکن نامنظور ہوئی پس سچ فرمایا اللہ تعالے نے انکا انجام کہ برابر قارعہ انکو پہونچیگی یا انکے قریب حلول کریگی حتی کہ جو وعدہ اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے وہ آجاوے یعنی مکہ فتح ہوجاوے اور کفر کی جڑ کٹ جاوے چنانچہ سال حدیبیہ مین صلح کے بعد سورہ انا فتحنا نازل ہوئی حالانکہ اسوقت صلح اسطرح ہوئی تھی کہ جو شخص مشرکین کیطرف سے بھاگ کر بغرض ایمان کے مدینہ آوے اسکو آنحضرت صلعم پناہ نہ دین اور جو شخص اسلام سے مرتد ہو کر مشرکون مین مل جاوے اسکو مشرکین واپس نہ دینگے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ شرط ناگوار گذری تھی و لیکن حق تعالے نے اسکے بعد سورۂ فتح نازل فرمائی پس عجب قدرت الٰہی کا ظہور ہوا کہ بسبب صلح کی وجہ سے مشرکین پر قارعہ کا حلول نہوا اور انکے دیار کے قریب حلول ہوا جسکے شر مین قریش بھی گرفتار ہوئے اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ بیشک اللہ تعالے خلاف نہین کرتا میعاد کو۔ اسکے کلام مین دروغ ہونا محال ہے پس جب قریش نے ایک قوم پر چڑھائی کی جو آنحضرت صلعم کے معاہدہ مین تھی اور قریش نے بدعہدی کی تو بحکم الٰہی آنحضرت صلعم نے اپنے معاہدہ کی قوم کے ساتھ عہد پورا کیا اور مکہ فتح ہوگیا اور لوگ ہر طرف سے گروہا گروہ آکر اسلام مین داخل ہوگئے اور کافرون کی ہٹ و سرکشی ختم ہوگئی اور جو حالت اللہ تعالے نے مقدر فرمائی تھی اور جس سے اس آیت مین آگاہ فرما دیا تھا وہ سب پورا ہوگیا والحمد للہ علی ذلک۔ ف قرآن پاک مین علوم عجیبہ اور قیامت تک کے واقعات ہین و لیکن اس قرآن پاک کے بطون مین اور قالب پر حجاب ہین پس حسن طاعت و معرفت سے بقدر تار یک حجاب مرتفع ہون اسیقدر بطون کا ظہور ہوتا جاوے اسی واسطے علماء و حکماء اسکے علوم سے کبھی سیر نہین ہو سکتے ہین اور اسرار تقدیر و علوم الٰہیہ مین کس اعجاز کے ساتھ حضرت خلاق علیم جل شانہ نے مجموعہ فرمائے ہین کہ علماء متحیر ہین اور با آواز بلند لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتے ہوئے اسکی حمد و ثنا کرتے ہین کہ ایسی کی قدرت کاملہ ہے کسی مخلوق کی طاقت نہین کہ ایسی ایک آیت کے مثل لاوے فسبحان اللہ و بحمدہ اللّٰھم اجعلنی من حیات القرآن مع قلوبھم و انت علی کل شئ قدیر۔ ف فی العرائس قولہ افلم ییئس الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعا اس کلام پاک سے مومنین کو اخلاص بمرادات الٰہی تعالے عز و جل کے تنبیہ کی کہ حضرت رب تبارک و تعالے

جل شانہ کے دیدار سے ہماون ارواح پر نظر کر کے پہچانیں کہ برگزیدہ کون ہیں اور مطرود کون ہیں پس جو مردود ہیں وہ حجاب میں ڈالے گئے ہیں اس خلقت میں وہ ایمان لانے پر مطیع نہونگے اور کسی کو استطاعت نہیں ولقد قال تعالے وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین پس تقدیر کا بھید کافروں کو ایمان لانے سے اندھا رکھتا ہے اور جمال الٰہی کے مطالعہ سے محروم۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنا بر تقدیر ہے کہ جو اسکے حکم کی تصحیح اور قبضۂ قدرت کی تقیید ہے اور حق سبحانہ تعالے عزوجل کے نزدیک قول میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ پھر واقعہ تقدیر میں مہلت اور حق کی عزت اور جل شانہ کی قوت اولیاء و اعداء کا انجام بیان فرمایا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور یقین جانو کہ ٹھٹھا کیا گیا تھا جو سے اگلے رسولوں سے سو ڈھیل دی ہمنے انکو جو کافر ہوئے پھر ہمنے انکو پکڑا سو کیا

كَانَ عِقَابِ ○ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ

عذاب ہوا بھلا جو کوئی کہ وہ ہر ایک جان پر رقیب ہے جو اُسنے کمایا اور ان کافروں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنالیے ہیں

قُلْ سَمُّوْهُمْ أَمْ تُنَبِّئُوْنَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

تو کہہ کہ انکے نام تو بھلا تم اسکو خبردار کرتے ہو جسکو وہ نہیں جانتا زمین میں یا یہ ظاہر میں باتیں بناتے ہو نہیں بلکہ رچا دیا گیا

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ لَهُمْ عَذَابٌ

کافروں پر انکا مکر اور وہ روک دیے گئے راہ سے اور جسکو گمراہی دیدے اللہ تعالیٰ تو پھر اسکا کوئی ہادی نہیں ان کافروں کے لیے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○ مَثَلُ الْجَنَّةِ

عذاب رکھا ہے دنیا کی زندگی میں اور یقین جانو کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور انکا کوئی بچانے والا نہیں عذاب الٰہی سے صفت اس جنت کی

الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ

جسکا متقی بندوں کو وعدہ دیا گیا ہے جاری ہیں انکے نیچے بہت نہریں انکا میوہ ہمیشہ ہیں اور ہمیشہ اسکا سایہ یہ آخرت کا گھر ان بندوں کا ہے جنہوں نے

اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ○

تقویٰ کیا اور کافروں کا عقبیٰ تو آگ ہے

ولقد استهزئ برسل من قبلك اور مذاق ٹھٹھا کیا گیا بہت رسولوں سے جو تجھ سے پہلے گذرے یعنی اُن کی باتوں کو یقین نہ کیا گیا اور اُن کو مضحکہ میں اُڑایا گیا اور اُن کی اطاعت نہ کی گئی پس جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو غور سے نہ سُنے اور نہ مانے یا اُسکو حقیر جانے وہ مستہزی کا عذاب پاویگا۔ اور یہ رسل کی تنکیر واسطے کثرت کی ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تقدیر کے بھید سے آگاہی اور تسلی فرمائی یعنی جیسے تیری رسالت سے یہ لوگ منکر ہوتے اور نہیں مانتے ہیں ویسے ہی سابق بہت انبیاء سے بھی استہزاء ہو چکا ہے جس کا انجام کافروں کے حق میں دنیا و آخرت دونوں میں خراب ہوا مگر اس کا وقت مقدر ہے چنانچہ فرمایا۔ فاملیت للذین کفروا پس مدت تک ہم نے انکو مہلت دی جو منکر ہوئے اور جن کافروں پر دنیاوی عذاب آنے والا تھا انکو جس قدر انکار و استہزاء میں زیادتی کرتے گئے اسی قدر زیادہ امن و عافیت دی۔ ثم اخذتہم پھر اُن کو اچانک گرفتار کیا۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا وکاین من قریۃ املیت لہا وہی ظالمۃ الآیہ۔ فکیف کان عقاب پھر کیسے عذاب ہوا یعنی بڑے سخت عذاب میں

پڑ گئے صحیحین مین ہو کہ اللہ تعالےٰ عزوجل ظالم کو مہلت مین چھوڑ دیتا ہے یہانتک کہ جب اُسکو پکڑتا ہو تو پھر نہین چھوڑتا اور پڑھی یہ آیت و کذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ اور واضح ہو کہ یہ کفر واستہزا اس طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل اُنکی عقول کو مضمحل اور غلاف مین کر دیتا ہے اور خالی حواس رہ جاتے ہین یہ لوگ جانتے ہین کہ فہم فقط اسی قدر حواس پر ہے اور امر آخرت و غیب کا ادراک عقل سے تھا نہ حواس سے پس منکر ہو جاتے ہین اور چونکہ افعال آلہی اس خلقت مین اسطرح ظاہر ہین کہ حواس اس سے منکر نہین ہو سکتے ہین تو اللہ تعالےٰ کے قایل ہونے مین حواس پر مدار ہوتا ہے پس دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق پر خالق کا قیاس کر کے گمراہ ہوتے ہین اور جو اسباب ظاہری ہین انکو مؤثر اور شریک کو مانند وزیرون کے قرار دیتے ہین اور حق تعالےٰ عزوجل نے قرآن پاک مین پوری معرفت عطا فرمائی پس جو سمجھا وہ راہ پر ہے اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہوا چنانچہ اس مقام پر فرمایا۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ بھلا کیا وہ پاک خالق جو ہر نفس کے کسب پر قائم ہے وہ تمہاری خیالی صورت کے مانند یا تمہارے بتون ذشرکار کے مانند ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل خالق اور ہر نفس پر حافظ و رقیب ہے جو مخلوق جو کچھ کرے اسکے علم و تقدیر سے ہے ایک ذرہ اُسپر پوشیدہ نہین ہے کما قال تعالےٰ ما تکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ۔ وقال تعالےٰ ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا و یعلم مستقرھا و مستودعھا الآیہ۔ قال تعالےٰ سواء منکم من اسر القول ومن جھر بہ الآیہ۔ وقال تعالےٰ وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ وقال تعالےٰ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا۔ پس جو پاک خالق کہ اپنی تمام بے انتہا مخلوق جاندار و بے جان مین ہر ذرہ سے ہر وقت رات و دن مین آگاہ اور کوئی ذرہ بغیر اُس کی قدرت کے جنبش نہین کرتا اور کوئی چیز بغیر اُس کی مشیت کے کچھ حرکت نہین کر سکتی ہے تو اپنے خالق عزوجل کو تم کیا خیال کرتے ہو کیا وہ تمہارے عقول مین آگیا کہ جس طرح تم اُس کو خیال کرو اسی طرح ہے یا وہ رب تبارک و تعالےٰ تمہارے بتون یا شرکا ر عیسےٰ وغیرہ کی طرح ہے کہ نہ اُن کو نفع پہونچانے کی قدرت اور نہ ضرر دینے کی طاقت حتیٰ کہ جو اُن کی عبادت کرتے ہین ان عابدون جانورون سے اُن کو خبر بھی نہین ہے اور حق تعالےٰ عزوجل تمہارے ہر فعل سے آگاہ اور وہی درحقیقت تم کو رزق دیتا ہے اور کرورون مخلوقات بے انتہا مین سے کسی سے اس کو کچھ غرض نہین مگر تم دیکھو کہ تم نے رب تبارک و تعالےٰ کو چھوڑ کر کس جہالت مین اپنے آپ کو ڈالا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنائے ہین ان کافرون نے اللہ تعالےٰ کے شریک۔ یعنے جو علم و قدرت و صفات پاک اس کی ذات کبیر متعال کے ہین وہ تو کسی مخلوق وغیرہ مین اُس کے سوا نہین ہین حتیٰ کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہین بلکہ جو کوئی قہر مین گرفتار ہو اُس پر شیطان مسلط کیا جاوے تو کسی صفت آلہیہ کو کسی مخلوق مین تصور کرنا شرک تھا اور یہان تو ان کافرون نے کھلا بتون و آفتاب و مہادیو اور عیسےٰ و چاند اور مردون اولیاء وغیرہ کی پرستش شروع کی اور جو کوئی مراد اُن کو حاصل ہوئی اس کو ان لوگون کی طرف سے سمجھی یا دنیاوی بادشاہ مخلوق پر قیاس کر کے ان لوگون کو حضرت کبیر متعال القیوم مین سفارشی سمجھے جو کہ سنکر دوسرے کا کام کرا دیتا ہے حالانکہ سفارش و شفاعت ظہور رحمت آلہیہ ہے لہذا باجازت آلہی عزوجل ہوتی ہے اور قیامت مین حضرت رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یقینی ہے اور وہ مخصوص ان بندون کے لیے ہے جو شرک سے پاک ہون پس اللہ تعالےٰ مشرکون کی خجالت و اُن کی بے عقلی ظاہر فرما دے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت و فضیلت و مومنون پر رحمت کریگا چنانچہ مشرکین خوار ہونگے جن کو بتون وغیرہ سے سفارش کا اعتقاد تھا اور انکو اللہ تعالےٰ عزوجل کی صفات پاک مین شریک بناتے تھے

جیسا کہ یہاں فرمایا کہ ان کافرون نے اللہ تعالے کے شرکا بنائے ہین اور یہ نہایت سخت جہالت ہے اول تو اللہ تعالے عزوجل کو
نہ پہچاننا دوم اپنے نفس کی خوشی پر کسی کو سفارشی اور کسی کو اپنے گناہون کا کفارہ بنانا حالانکہ بغیر حکم الٰہی کے یہ علم نہین ہوسکتا تو
علم غیب کا دعوے اور اپنے گمان کی تابعداری اور کسی چیز کو جو چاہتا بنا دیتا حالانکہ بنانے والا وہی خالق تبارک و تعالے ہے
ورنہ اگر کوئی ذرہ کو آفتاب بنا دے تو وہ بن نہ جاوے گا بلکہ بنانے والا احمق ہے۔ سوم جو صفت قدرت وغیرہ اللہ تعالے مین
ہے وہ اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے کسی کے لیے ثابت کرنا حالانکہ ثابت نہو جائے گی مگر اعتقاد کرنے والا احمق ہے
چہارم اللہ تعالے عزوجل ذرہ ذرہ مخلوق کا علیم خبیر ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس سے انکار کرنا اور جہالت سے
نہ جاننا پنجم مخلوق مین یہ اعتقاد کرنا کہ اس نے جو چاہا ہمارے لیے وہ ہو جائے گا مثلاً ہمارے گناہون کا کفارہ بننا چاہا تو وہ
مختار ہے بن گیا اور بتون نے ہمارے اوپر مہربانی چاہی تو سفارش کر کے ہماری مراد پوری کر دی اور بیٹا دینا چاہا دیدیا اور نوکری
دینی چاہی دیدی حالانکہ یہ جہالت سخت ہے ششم خالق عزوجل کو غافل جاننا اور دوسرون کی آڑ سے اُس کا آگاہ ہونا خیال کیا
اور یہ خیال دوڑایا کہ دوسرے آڑے آجاوین اور کفارہ ہو جاوین تو اللہ تعالے کا عذاب ہم کو نہ پہونچ سکیگا ہفتم آدمی تمام مخلوق
مین اشرف ہے اُسکے لیے پتھر بلکہ چاند سورج کا نفع ہے اس لیے اپنے آپ کو ان سب کے سامنے انکا بندہ بنایا اور حقیقی خالق عزوجل سے
مُنھ موڑا یا شرک کر لیا اب ان باتون کو غور کر دیکھو کس درجہ جہالت اور اپنے خالق عزوجل کی نافرمانی اور بالکل اُسکو نہ پہچاننا اور نہایت
درجہ کی خواری اپنے اوپر خوشی سے قبول کرنا اور انتہا درجہ کی حماقت جانورون سے بدتر ہے پس اگر خالی ساتوین وجہ ہوتی تو ظاہر تھا کہ
یہ جانورون سے بدتر اور یہ انتہا احمق اور اپنے آپ کو خوار کرنے والے ہین جو کسی طرح جنت کے لائق نہین کیونکہ جنت نورانی عقول
والے مکرم و معظم بندگان خالق عزوجل کے آرام و منزلت کا مقام ہے اور ایسے احمق لوگون کی جگہ نہین جو حماقت سے مخلوق کو خالق
جانین اور جو مخلوق کے بندے بنکر خوار ہوں اور جو ایسے احمق کہ پتھرون کو اپنا معبود و قادر قوی خیال کرین اور اپنے آپ کو اُن کے قبضہ
قدرت مین مقہور و انھین سے زندگی و موت نفع و ضرر سمجھین لہذا حق سبحانہ تعالے شانہ نے فرمایا۔ قُلْ سَمُّوْهُمْ تو کہدے کہ تم اُن کے
نام لو۔ اصلی نام لینے سے معلوم ہوگا کہ یا تو یہ مورتین پتھر ہین جن کی حالت انسان سے بھی بدتر ہے کہ آدمی اُنکی چوکھٹ و مونڈھے بناتا ہے
اور یا آدمی وغیرہ کے نام ہین جو اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے ہین اُنکو کوئی ایسی صفت حاصل نہین جس سے خالق عزوجل
کے ساتھ شریک کیا جاوے پس تم اپنی حماقت پر نادم ہو کر اُن کی نسبت شرک سے مُنھ موڑو اور اللہ تعالے کی توحید پر اقرار کرو کہ پس
آیا تم نے نام لیکر اللہ تعالے کی توحید کا اقرار اور اُن کی عبودیت کا اعتقاد کیا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي
الْاَرْضِ یا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالے عزوجل کو ایسی بات سے جو وہ زمین مین نہین جانتا تھا۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل تو
عالم الغیب والشہادۃ ہے اُس کے علم سے ذرہ پوشیدہ نہین نہ رات مین نہ دن مین پس اسکا علم تو محیط ہے تو کیا تم ان شرکا کے وجود
سے اس کو آگاہ کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اُس نے اُن کو پیدا نہ کیا ہوگا کیونکہ اُن مین خود اُس کے مقابلہ کی صفت ہے
(نعوذ باللہ من ذلک) پس تم آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین سواے اُس کی مخلوق کے اُس کے شرکا موجود ہین اور یہ باطل ہے۔ اَمْ
بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری بات بناتے ہو یعنے کوئی بات جو اوپر مذکور ہوئی وہ تو نہین ہے پھر کیا خالی مُنھ سے انکو آلہ و قدرت والا
اور تمہاری مرادین برلانے والا اور شفاعت سے تمہاری مراد پوری کرانے والا اور مانند اسکے کہتے ہو مگر دل مین ایسا اعتقاد نہین کرتے ہو

کیونکہ کوئی بات ہوجانے یعنے وجود میں آجانے کے واسطے تو فقط قدرت الٰہی کا انحصار ہے یعنے کوئی قول اور کوئی فعل ایک ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کی خلق وایجاد سے نہیں ہوتا بلکہ خالق عزوجل کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالےٰ عزوجل نے چاہا پس جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوگا اور جو اس کا ارادہ و مشیت ہے اُس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس گنہگار کو وہ گناہ میں سزا دینا چاہے دوسرا کوئی نہیں جو اُس کے عوض میں کفارہ دے تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں و بتوں وغیرہ کی نسبت جو کچھ گفتگو ہے سب زبانی ہے اعتقاد میں سچ ماننے کے لائق نہیں کیونکہ عقل اس کو تسلیم نہیں کرسکتی پس کیا تم ظاہر میں باتیں بناتے ہو جبکہ حقیقت میں کچھ نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ عزوجل کے ساتھ صفات میں شریک بنائے ہیں یعنے اپنے اعتقاد میں ان لوگوں نے شرکا کی نسبت ایسے باطل اعتقادات کیے جن کو اپنی حماقت سے ان شرکا کی تعظیم و بزرگی و قبولیت و قدرت سمجھتے ہیں اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی صفت ان لوگوں میں ثابت کرتے ہیں حالانکہ اُن کے اعتقاد سے یہ تو ممکن نہیں کہ خالق تعالےٰ شانہٗ کی صفت کسی مخلوق میں ہوجاوے مگر ایسا اعتقاد کرنے والے مشرک و جاہل مردود ہوجاتے ہیں پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ تو اُن سے کہدے کہ تم اُن شرکا کے نام تو یعنے سمجھے کہ یہ تو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی مخلوقات ہیں پس کیا اب تم اس حماقت کے اعتقاد سے پھر کر اپنے رب کی طرف رجوع لائے یا نہیں ابھی اُن کو شرکا بنائے جاؤگے تو کیا تم عالم الغیب والشہادۃ خلاق علیم کو جس پر کوئی ذرہ کسی حال میں پوشیدہ نہیں ہے آگاہ کرتے ہو کہ زمین میں کوئی اُسکا شریک موجود ہے یعنے وہ نہ جانتا تھا تم بتلائے دیتے ہو یا تمھاری یہ غرض ہے کہ تم زبانی یہ لفظ بکتے ہو اُس کے معنے کا کچھ خیال نہیں ہے کیونکہ معنے تو بالکل جہالت و سخت حماقت ہیں بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ کلام پاک اس قدر مختصر مگر نہایت مرتبۂ اعجاز پر واقع ہوا کہ اس نے عقل کو منور کیا اور کافروں مشرکوں کی جڑ کاٹ دی۔ رازی و خطیب و جماعۂ علماء بیان نے بھی ایسی شہادت دی۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلاغت و بیان سے بھی معجزہ ہے چنانچہ اول قولہ افمن ہو قائم علےٰ کل نفس الخ میں اُن کو ملامت ہے کہ تم نے اللہ تعالےٰ عزوجل کی شان میں دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق کا قیاس کیا حالانکہ خالق و مخلوق میں قیاس کی وجہ بالکل دائر نہیں یہ سخت جہالت ہے۔ دوم جعلوا اللہ بجاے جعلوا لہ کے تشنیع و تہدید ہے کہ اس پاک نام کا کوئی شریک نہیں تو ذات و صفات کبیر متعالی میں یہ وہم بالکل باطل ہے۔ سوم قل سموہم۔ وجود شرکاء بالدلیل باطل فرمایا اور کیسے مختصر طور پر کیونکہ نام سے مراد علم ہے یعنے مخصوص نام بتلاؤ کیونکہ موجود ہے تو نام مخصوص ہوگا اور جب ندارد تو وجود بھی ندارد اور یہ عموماً معروف ہے کہ اگر مثلاً وہاں کوئی قاضی ہے تو اسکا نام بتلاؤ یعنی نہیں ہے چہارم ام تنبؤنہ بما لا یعلم یہ کنایہ ہے وجود شرکاء کی نفی سے یعنے جو پاک خالق علیم و خبیر کہ اسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے جب اُسکے علم میں کوئی شریک نہیں تو قطعاً شریک کا وجود نہیں ہے پنجم ام بظاہر من القول بطریق استدراج باطل کیا یعنی بغیر فکر و سمجھ کے زبان سے ایسی بات نکالتے ہو ذرا غور کرو تو صاف معلوم کرو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی جناب میں شریک ممکن ہی نہیں ہے ششم ان تمام اضرابات میں تدریج ہے ایسی لطیف وجہ سے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں ہے چنانچہ جو شخص علوم عقلیہ سے واقف ہے وہ یہاں حسن استدلال میں متحیر ہے پس اس اختصار کے ساتھ ایسے بدیع اسلوب سے احتجاج نہایت صریح ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں بلکہ اعجاز ہے انتہی مترجم مترجم کہتا ہے کہ اگر ہر استدلال کے واسطے دلیل توضیح سے مجھے سمجھانا پڑتا تو للہ الفضل تائید آیہ میں ہر استدلال کو بسط سے بیان کردیتا کہ علوم عقلیہ اُس کے سامنے مکتب کے اطفال ہیں ولیکن نور بصیرت کافی ہے واللہ تعالےٰ عزوجل ہو الہادی

وهو العليم الخبير الحاصل حق سبحانہ تعالےٰ عزوجل نے ہر طرح کافرون کے دعوے شرکا کو رد کردیا اور صاف ظاہر ہوگیا کہ نہ وے اُنکے نام جانتے ہین جو الوہیت کے ہون بلکہ مخلوق کو خالق بتاتے ہین اور نہ اللہ تعالےٰ عزوجل علیم وخبیر کے علم مین ان کا وجود ہے تو ضرور باطل ہین اور رہا یہ کہ کافر لوگ ظاہری قول سے شرکا کہتے ہین اور واقعی کچھ وجہ دان کی قدرت وتاثیر کا نہین ہوسکتا تو یہ جہالت ہوگی پھر اس سے بھی اضراب فرمایا بقولہ بَلْ یعنے یہ بھی کچھ نہین بلکہ کافرون کی خلقت باطل کے لیے ہے اور وہ مقہور تحت قبضۂ قدرت خالق عزوجل ہین۔ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ مزین کردیا گیا کافرون کے لیے اُن کا مکر یعنے جانورون سے زیادہ بدتر حماقت اُن کو عقل سے زیادہ مزین نظر آتی ہے اور یہ فعل حضرت خالق عزوجل کا ہے جس نے شیطان کو اُن پر مسلط فرمایا وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ اور روکے گئے راہ سے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے نقل کیا کہ انہون نے زین وصد والصیغۃ معروف پڑھا یعنے خالق عزوجل نے معروف حکمت کے ساتھ مزین فرمایا اس طرح کہ شیطان کو اُنپر مسلط کردیا اور اُن کے نفوس کے قبضہ مین اُن کو چھوڑا پس شیطان نے باطل کو مکر کے ساتھ اُن کے نفس پر مزین پیش کیا جس نے قبول کیا اور گمراہ ہوئے پس صراط مستقیم سے اُن کو مردود کیا۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ اور جس شخص کو اللہ تعالےٰ عزوجل گمراہ فرماوے فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ تو اُس کا کوئی ہادی نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق آیت مین بیان فرمایا تھا کہ ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب۔ یعنے اللہ تعالےٰ خالق عزوجل ہی ہر چیز وہر فعل کا خالق ہے جیسا اس نے مخلوق کی ذات کو پیدا کیا ویسے ہی مخلوق کے افعال وصفات کو وہی پیدا کرتا ہے اور بقولہ اللہ یعلم ما تحمل کل انثی۔ بیان فرمادیا تھا کہ جب مخلوق اپنی ماں کے پیٹ مین تھا اور پیدا ابھی نہ ہوا تھا اس سے پہلے حضرت خالق عزوجل ہر مخلوق کے افعال کو جانتا تھا تو اُس کا علم قدیم ہے پس ان آیات مین اہل ایمان واہل عقل کو ایک عجیب دلیل معاینہ کرادی کہ دیکھو اسطرح اللہ تعالےٰ عزوجل مخلوق کی ذات وافعال کا خالق ہو کر جو کافر شرک کرتا ہے اُس کے پاس کوئی دلیل شرک کی نہین ہے حتے کہ تم تعجب کرتے ہو کہ اس طرح وحدانیت الٰہی ظاہر ہے پھر حضرت حق تعالےٰ عزوجل کی مشیت وقدرت کو دیکھو کہ جس کافر کو شرک ونفاق وغیرہ سے گمراہ کیا وہ اپنے شرک ہی کو مزین ومقبول جانتا ہے پس اہل عقل وایمان ان آیات سے یقین وعلم زیادہ پاتے ومنور ہوتے ہین اسی واسطے قرآن پاک کی صفت مین فرمایا کہ شفاء ورحمۃ للمومنین۔ اور فرمایا کہ زادتہم ایمانا۔ اور فرمایا وہدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ اے پروردگار پاک ہم کو اپنی بندگی وایمان پر رکھیو اور ہم تجھ سے کفر وشرک ونفاق سے پناہ مانگتے ہین یا ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ ہاد مین دو قراءت سبعیہ متواترہ ہین ایک ہاد بدون یا اور یہی فصیح بکثرت مستعمل ہے اور دوم ہادی بیا اور یہ بنا بر اصل کے ہے پھر اللہ تعالےٰ جل شانہ نے اہل ایمان کو آگاہ فرمایا کہ جیسے پیدا کرنے مین اُس کی مشیت وحکمت کاملہ ہے ویسے ہی بعض کو مومن اور بعض کو کافر کرنے مین اس کی خوشی وحکمت ہے کیونکہ نعوذ باللہ تعالےٰ وہ خالق عزوجل کسی مخلوق سے جاہل نہین ہے تو ہر مخلوق اُسی کے علم وقدرت مین مقہور ہے پس جیسے اُس کا علم وحکمت بالغہ کافرون ومومنون کی تقسیم مین ہے حتے کہ ایسے صاف واضح دلائل کے باوجود کافر اپنے کفر وشرک کو اچھا سمجھتا ہے اور راہ پر نہین آتا جس سے مومن متعجب ہوکر اپنے رب تبارک وتعالےٰ کی عظمت وقدرت پر تسبیح پڑھتا ہے ویسے ہی خالق جل شانہ نے کافرون کا ٹھکانا وانجام دنیا وآخرت کا بیان فرمایا بقولہ۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ کافرون کے لیے عذاب ہے دنیاوی زندگی مین۔ واضح ہو کہ دنیاوی زندگی مین عجیب امتحان ہے کہ آدمی یہان حواس سے عذاب وثواب کا ادراک بخوبی نہین

کرسکتا بلکہ جس بات سے جسم کو تکلیف ہو اُس کو عذاب سمجھتا ہے پس کافرون کے لیے دنیا مین عذاب دو طرح پر ہے اول یہ کہ قتل و قید و مرض و خانہ بربادی وغیرہ ایسی وجہ پر ہو جو حواس سے ظاہر ہے تو آیت کریمہ مین وقت نزول کے جو کافر عرب یا عجم وغیرہ مین موجود تھے اُن کے لیے یہی ظاہر عذاب بطور اخبار غیب کے بیان فرما دیا پس مشرکین عرب بت پرست و یہود و نصاریٰ سب اس عذاب مین مبتلا کیے گئے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ان مین ہوا اور انھون نے انکار و کفر کیا۔ دوم عذاب جو محسوس نہو جیسے قولہ تعالے انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ اور قولہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ یعنے اموال و اولاد کو کافرون کے حق مین عذاب فرمایا کیونکہ اللہ تعالے سے انکار کفر و شرک کے ساتھ جو تصرف ہو سب عذاب ہے اگرچہ ظاہر مین تن پروری و آرام ہو بخلاف اسکے مومنون کو اگر فقر و فاقہ ہونچے تو عین ثواب ہے اور یہ بات سمجھدار ایمان و عقل والا خوب سمجھتا ہے ولیکن عام سمجھ کے لیے یون کہا جاتا ہے کہ آیت کریمہ مین اللہ تعالے عز و جل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافرون و مشرکون کو آگاہ فرما دیا کہ تم کو دنیا مین بھی عذاب پہونچیگا ولیکن قولہ لھم عذاب۔ کو نکرہ کرکے فرمایا تو اُسکے یہ معنے کہ اُنکے لیے دنیا مین کسی قسم کا عذاب ہوگا خواہ قتل و قید و خانہ بربادی کا ہو یا مرض یا مال و اولاد کی پریشانی و اُسکے جمع کرنے کی مصیبت اور پھر چھوڑ جانے کا قلق ہو کیونکہ دنیا درحقیقت دار محنت ہے نہ ملک راحت پس مشرکون کے لیے ہر حال مین کوئی نہ کوئی عذاب ہو وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور یقین کرو کہ بے شبہہ عذاب آخرت بہت شاق ہے کیونکہ دنیا مین تو ظہور جسمانی ہے اور قوی و عقل و روح مخفی ہے اور وہان ظہور روحانی اسی واسطے دار آخرت حیوان یعنی جاندار ہے اور جہنم کے بیان مین اُسکے جاندار اوصاف مذکور ہوئے ہین وقال تعالے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علے الافئدۃ یعنی وہ آگ اللہ تعالے عز و جل کی پیدا کی ہوئی دہکتی ہوئی جو دلون کو جھانک لیتی ہے۔ اور روح باقی ہے اُسکو فنا نہین ہے تو عذاب دنیا چند روزہ ہے اور خفیف ہے اور عذاب آخرت دائمی اور سخت ہے وہ آگ یہان کی آگ سے ستر گونہ زیادہ ہے وقال تعالے زدناہم عذابا فوق العذاب یعنی عذاب پر عذاب بڑھتا جائیگا۔ آتشی سانپ و بچھو اور آتشی نہرین ہین۔ یہ بد انجام ان لوگون کا ہے جو اپنے رب تبارک و تعالے سے منکر یا اس کو نہین پہچانتے بلکہ اُس کے لیے جورو اور بیٹا بتلاتے اور شرک کرتے ہین۔ اور عقل کو خوار کرتے اور جسم و حواس کی خواہش نفسانی سے پرورش کرتے ہین پس وہی جسم و نفس امارہ اُن کو اس عذاب مین مبتلا کرے گا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ۔ اور اللہ تعالے عز و جل کے عذاب سے اُنکا کوئی بچانے والا نہین ہے۔ چاہے وہ اپنی نافہمی سے دنیا پر قیاس کرکے بتون کو یا حضرت عیسے علیہ السلام کو بچانے والا کہین مگر جب عاقل سے بیان کرین تو وہ اُن کی حماقت پر تعجب کریگا کیونکہ کوئی بچانے والا تو ممکن ہی نہین ہو سکتا ہے پھر واضح ہو کہ یہ عذاب تو ان بیوقوفون کے لیے ہے اور جو لوگ عقل کے تابع ہوئے اور اللہ تعالے عز و جل کی فرمانبرداری کی اور اپنے رب تبارک و تعالے کی معرفت موافق تعلیم رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائی اور اللہ تعالے عز و جل کے سب انبیا و رسولون علیہم السلام پر ایمان لائے اور دار آخرت کو سچ مانا اور نیک اعمال کیے جیسا کہ اللہ تعالے عز و جل نے سابق آیات مین بیان فرمایا ہے تو وہ سے لائق انعام کیے ہین ان کا ٹھکانا اور منزلت جنت ہے چنانچہ اس کا حال بیان فرمایا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ یعنے متقی بندے جنھون نے شرک سے اپنے آپ کو بچایا اُن کے لیے جس جنت کا وعدہ دیا گیا ہے اُس کی صفت یہ ہے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ جاری ہین اُس کے قصر و عالیشان مکانات کے نیچے نہرین۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث

سے لکھا کہ اہل جنت جہان چاہینگے نہر وہین پھر جائیگی اور جس جگہ چاہینگے جاری ہوجائیگی مترجم کہتا ہے کہ جو مشقت اس
مکدر دنیا کی خاک وکیچڑ وبیجان چیزون واونچے نیچے نالہ غارون وغیرہ مین ظاہر ہے وہان اس سے نجات وآرام ہے اور اللہ تعالےٰ
عزوجل نے باوجود کمال عزت وقدرت کے اس دنیا کو ایساہی خرابہ کثیف پیدا کر دیا جس سے عقلاً سمجھ گئے کہ یہ جہان اکرام ومنزلت
وآبادکرنے کو نہین ہے اور جو خالق جل شانہ کمال قدرت والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے پس سوائے احمق آدمی کے جو
اپنی خلقت بھول گیا اور اپنے خالق عزوجل سے منکر ہوا کوئی عاقل اس سے منکر نہین ہوسکتا۔ پس جنت مین نہرین و دریا ہین
بعضے خالص شیرین پاک صاف پانی سے خوبصورت مثل موتی کے جسکا قیاس دنیاوی چیز پر بالکل نہین ہوسکتا اور بعضے
سپید دودھ کے مانند جو ہر وقت نہایت لطیف پاکیزہ ہین اور بعضی نہرین شراب طہور کی اور بعضی پاکیزہ شہد کی اور وہان
ہر قسم کے میوہ جات جو کچھ چاہین اور سوائے زیادتی کے کبھی کمی نہین ہے۔ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ہمیشہ ہے اُس کے پھل اور اسکا
سایہ۔ یعنے اس کے ثمرات کبھی منقطع نہین ہوتے کیونکہ ان کا وجود ان اسباب باران وبہار وآفتاب وماہتاب پر نہین ہے کیونکہ جنت
مین آفتاب وچاند واندھیرا وغیرہ کچھ نہین بلکہ ظل ممدود ہے اسی وجہ سے اُس کے سایہ مین کمی بیشی نہین اور کبھی خزان نہین ہے
اور ہمیشہ انواع اکرام سے نہایت دلچسپی وبہار بے خزان ہے۔ اس آیت مین فرقہ جہمیہ کے خیالات مردود ہوتے ہین جنکا قول ہے
کہ جنت کی نعمتین فنا ہونگی بعض علماء نے زعم کیا کہ اكلها دائم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کی حرکات کبھی دائمی سکون کی جانب
متبدل نہونگی مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط عجیب ہے اور مین کہتا ہون کہ ابو الہذیل معتزلی کا رد ہوا جو اس کا قائل ہے کہ آخر
اہل جنت کو دائمی سکون ہوگا اور صواب یہ ہے کہ نعمہائے الٰہی مثل اُس کی قدرت کے غیر متناہی ہین تو ہمیشہ نعمتون مین ظہور مزید ہوگا
اور اہل جنت کی فرحت بڑھتی جائیگی تِلْكَ عُقْبَى یہ آخرت کا گھر ہے الَّذِينَ اتَّقَوا۔ ان بندون کا جنھون نے شرک سے تقوےٰ کیا
وَّعُقْبَى الْكٰفِرِينَ اور کافرون کا آخرت کا گھر جنھون نے اللہ تعالےٰ عزوجل سے انکار اور اسکے ساتھ شرک کیا ہے النَّارُ دوزخ
ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آخرت کے فقط مقام دو ہین۔ ایک جنت وایک دوزخ اور مخلوق مین بھی دو قسمین ہین ایک اللہ تعالےٰ
عزوجل پر ایمان لانیوالے جو اللہ تعالےٰ جل شانہ کو انھین صفات وقدرت وکمال کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین جو اس کی شان
عالی متعالی ہے اور دوم وہ جو اللہ تعالےٰ عزوجل پر اسطرح ایمان نہین لاتے ہین خواہ بالکل اس سے منکر ہون جیسے دہریہ وغیرہ
خواہ مشرک ہون جیسے بت پرست وآفتاب پرست ونجومی وغیرہ اور خواہ نام سے اللہ تعالےٰ کا اقرار کرتے ہون مگر صفات ایسے
گمان کرتے ہین جن سے اللہ تعالےٰ پاک ہے جیسے جورو وبیٹا وغیرہ تو یہ سب کافرون مین داخل ہین کیونکہ نصرانی ویہودی اگرچہ
نام کو اللہ تعالےٰ عزوجل کا قائل ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی خیالی تصویر کو مانتا ہے کیونکہ وہ اپنا معبود اور خالق اُس کو
مانتا ہے جس کا بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے یا جس کا بیٹا عزیر ہے اور خوب معلوم ہے کہ حضرت خالق عزوجل اللہ تعالےٰ
جل شانہ اس سے پاک ہے تو معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان نہین لایا اور ایسے ہی نصرانی اس عیسےٰ کا قائل ہوا جو اللہ تعالےٰ کا
بیٹا ہے یا یہودی اس عزیر کا جو اللہ تعالےٰ کا بیٹا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ وعزیر علیہما السلام جو رسول تھے وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کے
بندے ومعزز پیغمبر تھے پس وہ عیسےٰ وعزیر پیغمبرون کا بھی قائل نہین رہا پس معلوم ہوگیا کہ یہودی یا نصرانی درحقیقت نہ اللہ تعالےٰ
جل شانہ کا قائل ہوا اور نہ عزیر وعیسےٰ علیہما السلام کا قائل ہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ عزوجل نے اہل کتاب کی نسبت قرآن مجید مین

مصرح فرمایا۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ الٰے قولہ وہم صاغرون الآیہ۔ ف
فی العرائس قولہ افمن ہو قائم علی کل نفس الآیہ۔ اللہ تعالیٰ عزوجل قیوم ہے پس قیام تمام جہان کا اسی کی پاک ذات سے
ہے ولیکن سوائے انسان کے باقی مخلوقات امانت عظمیٰ کی برداشت سے محروم ہین پس اُن کا کسب اُس کے سوا سے ہے اور انسان
ایک ترکیب خاص اور صنعت الٰہیہ عجیب ہے اور اُس کے کسب مین قیوم تعالیٰ شانہ نے امانت عظمیٰ کا حصہ عطا فرمایا ہے
پھر مترجم کہتا ہے کہ نفوس انسانی مین دو قسمین ہین ایک وہ جن کا اکتساب قہر ہے اور قیوم عزوجل ان نفوس کا قیوم اسطرح
ہے کہ قہریات سے ان کا حصول ہے اور مراتب ظہور قہریات سے ہر ایک کا اکتساب متفاوت ہے اور شیخ رہ نے دوسری
قسم کو بیان فرمایا کہ ہر نفس بقدر قوت کے ربوبیت کی عظمت اٹھاتا ہے پس بعض نفس پر قیوم تعالیٰ شانہ اپنے فعل سے قائم ہے اور
بعض پر بسبب کشف صفت قائم ہے اور بعض پر بسبب کشف سبحات الذات قائم ہے پس اگر نفس نے اُس کی عبودیت کسب کی تو افعال
الٰہی تعالیٰ کے نور سے اُس کو مشاہدہ ہے اور اگر اس کی محبت کسب کی تو انوار صفات سے مشاہدہ پایا اور اگر معرفت و توحید کمائی
تو سبحات الذات تعالیٰ جل شانہ سے دیدار ہے اور اگر قسم اول یعنے نفس کاسب عبودیت نے تقصیر کی مثلاً اسطرح کہ اپنے حظوظ کیطرف
التفات کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو مجاہدہ کے عذاب مین گرفتار فرماتا اور اگر قسم دوم نے محبت مین تقصیر کی مثلاً اپنے ذوق و شوق
مین طلب سے باز رہا تو اللہ تعالیٰ لذت کو اس سے چھین کر حجاب و فتور مین چھوڑ دیتا ہے اور اگر قسم سوم نے قصور کیا تو اللہ تعالیٰ
اسکو دریائے نکرت مین غوطہ دیتا ہے اور اس کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ گمان کرجاوے کہ مین عین حقیقت تک پہنچ گیا ہون ولیکن
جاننا چاہیے کہ قسم سوم مین جو مواخذہ ہے وہ عقوبت نہین بلکہ معرفت بڑھانے کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندہ عارف پر
بہت مہربان ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل ان نفوس کا قیوم اسطرح ہے کہ صراط مستقیم پر رکھتا ہے اور انکے انفاس کو ان کی طلب حق مین
محفوظ فرماتا ہے شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کے ساتھ اشیاء کا قیام ہے اور اسی کے ساتھ فنا ہے اور
اسی کی تجلی سے نیک کی خوبی ہے اور اُسی کی بزرگی سے بد کی زشتی ہے شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کی کہ اس آیت کو
پڑھ اور مت غافل ہو اُس پاک خالق قیوم سے جو تجھ سے غافل نہین ہوتا اور اسی کا مراقبہ رکھ اور ہوشیار رہ شیخ نے کہا کہ جب
نفس نے خالق قیوم محیط بکل شی کو نہ پہچانا تو یہ اسی کے قہر سے ہے کہ کفر کو اُس کی نظر مین زینت دیدی کما قال تعالیٰ بل زین للذین
کفروا مکرہم۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافرون کی نظر مین ان کے مکر کو مزین کیا اسطرح کہ ازل مین اپنے علم محیط کے ساتھ جو کچھ
نظام حکمت سے چاہا وہی اُن کے حق مین مقدر فرمایا پس کوئی معجزہ اور کوئی آیت اگرچہ سورج کی طرح روشن ہو اُن کو نفع
نہین دیتی بلکہ خالق جل شانہ سے منھ موڑ کر شرک کی طرف جھکتے ہین اور جو چیز بدتر سے بدتر ہے اسکو اچھا سمجھتے ہین حالانکہ یہی اُنکے
مرگ ذلیل خوار کا مقام ہے یہی خیال و اعتقاد جسکو بہت اچھا سمجھتے ہین نہایت قبیح اور انکی گردن مین زنجیر جہنم ہے اسی کی وجہ سے
معرفت حق سبحانہ تعالیٰ سے جاہل اور اُس کے حسن مشاہدہ سے غافل ہین اور کیونکر مکر الٰہی سے انکو نجات ہوگی حالانکہ اپنے مکر کو
معرفت و حسن عقیدت خیال کرتے ہین اور کیونکر جہنم کی زنجیر سے رہا ہون جسکو وہ جنت کا زیور سمجھے ہین یہ فقط تزیین الٰہی عزشانہ ہے جو
چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال وسوء المآل مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے
بلیغ خطبہ سے نصیحت فرمائی ہے اور ہمارے زمانہ کے جاہل جو اسلام کا دعوے کرتے ہین ہوشیار ہون اور اپنی پسندیدگی سے ایسے حسن

عقیدت پر نہ جاوین جس سے توحید و معرفت چھوڑ کر گمراہ ہنجاوین شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث مین ہے
کہ کافر کی پیدایش مومن کے گناہ سے ہے۔ واضح ہو کہ یہی جہالت ہے جو جہنم کے لائق ہے اور سزا حیف کہ ہم سب جہالت
و حماقت مین پڑے ہین اے سب ہمارے اپنے فضل عمیم سے ہم کو اہل عقل مین سے کر دے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ
مثل الجنۃ التی وعد المتقون الآیہ۔ چونکہ جنت کی مثال دنیاوی مکدر و غلیظ مادیات مین تو کیا بلکہ آئینہ خیال مین بھی نہین ہے
لہذا مثل الجنۃ سے مراد صفت جنت ہے یعنے یہ صفت ایسی عجیب و غریب ہے کہ گویا حواس اس کو ایک تعجب کی چیز کے مانند
بطور مثل کے سمجھین پس متقین کے مساکن یہی جنت ہین اور اس آیت کے اشارات مین سے ہے کہ جو کوئی سوائے حق تعالیٰ کے
جملہ اشیاء سے دو جہان سے تقویٰ کرے اور سوائے رب تبارک و تعالیٰ کے کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے تو وہ ایسی جنت
پاوے کہ جنت اُس کی مخلوقات مین سے ادنیٰ چیز ہے یعنے مشاہدہ جنت ذات کہ اس سے انہار صفات جاری ہین اور اسکے آثار
علوم و افعال ہین جو صفات و ذات کے پھل ہین اور حاشا کہ یہان وہم و قیاس کچھ بھی کارآمد ہو بلکہ بیان یہ ہے کہ ماسوائے
اللہ تعالیٰ کے سب سے فنا ہو جاوے تو پاوے جو کچھ پاوے گا وہ پاوے گا جو تمام مخلوقات سے متجرد و متفرد ہو جاوے
اور اکلہا دائم وظلہا یعنے حصول دیدار بلا پردہ اور زندگانی سایہ تجلی مین بلا فرقت ہوگی۔ یہ مقامات و منازل عالیہ ان بندون
کے لیے ہین جو شرک و نفاق سے پاک اور مشتاق دیدار حضرت علیم خلاق جل شانہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اولیاء کے مدارج
و مراتب عالی ہین اور حق تعالیٰ عز و جل نے فرمایا کہ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ چنانچہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود
اور بہت سے سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہین کہ جب اُنکو دیکھا جاوے تو اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اور امام
حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدثنا علی بن حرب الرازی حدثنا محمد بن سعید بن سابق حدثنا یعقوب بن عبد اللہ الاشعری
القمی عن جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اولیاء اللہ قال
الذین اذا راؤا ذکر اللہ یعنے اولیاء اللہ وہ لوگ ہین جب دیکھے جاوین تو اُن کی صورت دیکھکر اللہ تعالیٰ عز و جل یاد آوے
قال الامام البزار رحمۃ اللہ علیہ فقد روی عن سعید مرسلا۔ یہ روایت سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل بھی مروی ہے اور قال ابن جریر
رحمۃ اللہ علیہ حدثنا ابو ہشام الرفاعی حدثنا ابو فضیل حدثنا ابی عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ بن عمرو بن جریر البجلی
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ عبادا یغبطہم الانبیاء والشہداء قیل من ہم
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلنا نحبہم قال ہم قوم تحابوا فی اللہ من غیر اموال ولا انساب وجوہہم نور علی منابر من نور لا
یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل کے بندون مین سے بعضے ایسے بندے ہین کہ انپر انبیاء و شہداء رشک کرینگے بعض
صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وے کون ہین شاید ہم اُنسے محبت کرین فرمایا کہ وے ایک قوم ہین کہ انھون نے
باہم اللہ تعالیٰ عز و جل کی شان مین محبت کی بدون اموال و نسب کا لگاؤ نہ تھا اُن کے چہرے نور ہین وہ نور کے منبرون پر ہونگے
جب لوگون کو خوف گھیرے ہوگا اس وقت اُن کو خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمزدہ ہون ان کو کچھ حزن نہ ہوگا پھر آیت پڑھی
الا ان اولیاء اللہ الآیہ۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا اور اسناد مین ابو زرعہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سے مرفوع روایت کی اور امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اسناد بھی جید ہے ولیکن ابوزرعہ و عمر بن الخطاب کے درمیان واسطہ کا راوی مذکور نہیں ہے اور امام احمد کی اسناد سے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع یہی معنے روایت کیے اور لکھا کہ حدیث طویل ہے اور اسمین تفسیر موجود ہے کہ یہ لوگ متفرق قبائل سے ہونگے جنمین ناتے و رشتہ کا تعلق نہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ عز و جل ہی کے واسطے محبت ہو گی اور واضح ہو کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ولی کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمائی کہ وہ متقی ہوتا ہے پس جو شخص متقی ہو وہی ولی ہو گا اور اسکی شناخت اور اسکے مراتب عالیہ ان روایات مین مذکور ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم باولیائہ اللہم اجعلنی ممن احبہم وانت ارحم الراحمین۔ یہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آیات سابقہ مین طریق ہدایت و معرفت بیان فرمایا اسکی شہادت اگلے پیغمبرون کے حالات سے دیدی بقولہ

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

اور وہ لوگ جنکو ہم نے دیدی کتاب (یعنی توریت و انجیل) خوش ہوتے ہین اس سے جو اتار گیا تجھ پر اور احزاب مین سے

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ

بعض وہ ہین جو بعض بات کا انکار کرتا ہے تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا کہ عبادت کرون اللہ تعالیٰ کی اور نہ شریک بناؤن اسکے ساتھ اسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝

بلاتا ہون اور اسی کی طرف مرجع ہے

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور جن لوگون کو ہم نے کتاب دیدی یعنے علم توریت و انجیل دیا اور یہ وہی گروہ یہود و نصاریٰ کا تھا جس نے کتاب آسمانی سے عقل پائی اور باقیون کی یہ کیفیت تھی کہ کتاب انکو دی گئی مگر اس سے کچھ نفع نہ پایا جیسے اسلام مین قرآن مجید سب کے پاس ہوتا ہے لیکن وہ دنیا کے واسطے عالم ہوتے ہین اور کچھ عقل نہیں پاتے ہین پس جہان قرآن مجید مین الذین اوتوا الکتاب آیا ہے وہان عمر ما یہود و نصاریٰ سے مراد ہین خواہ ان کو نفع ہوا ہو یا نہوا ہو اور بعض مقامات پر اٰتینٰہم الکتاب سے وہی مراد ہین جنکو کتاب دی گئی اسطرح کہ انھون نے اس سے ہدایت پائی جیسے اس مقام پر ہے پس یا معنے یہ ہونگے کہ توریت و انجیل سے جنھون نے فہم پایا۔ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وے خوش ہوتے ہین قرآن پاک سے جو تجھ پر اتار گیا بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یعنے اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے مانند حضرت عبداللہ بن سلام و اُن کے ساتھیون کے اور جو لوگ نصاریٰ مین سے ایمان لائے اور وے اسی آدمی تھے از انجملہ چالیس تو نجران مین سے اور آٹھ یمن کے اور بتیس حبش کے مع بادشاہ کے پس اُن کو قرآن پاک سے فرحت ہوتی ہو یا عام اہل کتاب مراد ہون کیونکہ جو بات اُن کی کتابون سے موافق ہوتی اُس سے خوش ہوتے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا ارجح قول اول ہے اور یہی شیخ مفسر رحمہ نے اختیار کیا کیونکہ اصل فرحت بسبب معرفت شان الٰہی و توحید کے ہے اور یہ فہم انھین کو حاصل تھی جنکو کتاب توریت و انجیل درحقیقت دی گئی تھی کیونکہ جنکو کتاب سے فہم نصیب نہوئی انپر قرآن حجت ہے نہ انکے لیے حجت چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ القرآن حجۃ لک او علیک یعنے اگر قرآن سے ہدایت و نفع پایا تو قرآن پاک تیرے لیے حجت معرفت و منزلت ہے اور اگر دنیا کے لیے اسکو لیا تو یہ تیرے اوپر عذاب و خواری کی حجت ہے اور قولہ تعالیٰ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ کے معنے یہ ہین کہ احزاب مین سے بعض شخص وہ ہے جو قرآن پاک مین کچھ تھوڑی بات کا انکار کرتا ہے۔ پس
حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت اور قرآن پاک کی وحی خالص ہونے کے
واسطے عرب کو سمجھایا کہ ہم نے ابتداے آدم سے اسی طرح رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین چنانچہ اس وقت تمھارے روبرو
یہود و نصارے موجود ہین جنکو توریت و انجیل دی گئی مگر ان کی یہ حالت ہوئی کہ اس کو دنیا کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا و
لیکن بعضے اُن مین سے منتفع ہوئے پس جنکو انتفاع ہوا وہ توحید پر قائم ہوتے ہین اور قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین
اور جنکو انتفاع نہ ہوا بلکہ کتاب اپنے اوپر لادے ہین ان کی بھی یہ کیفیت ہے کہ رسالت اور وحی کے طریقہ سے کچھ انکار نہین کرتے
بلکہ بعض بات کا انکار کرتے ہین۔ احزاب جمع حزب یعنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جماعتین جنھون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم و
قرآن پاک سے کفر کیا اور دنیا کے لالچ مین آپ کی عداوت مین جماعتین جتھے قائم کیے جیسے کعب بن اشرف مع اپنے ساتھیون کے اور
اُسید مع اپنی جماعت کے اور عاقب مع اپنے گروہ کے پس یہ لوگ پرانی تحریف پر قائم تھے اور اسلام کی صفت اور محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کی نعت کو کتاب مین محرف کرتے تاکہ دنیا حاصل کرین اور جب نصرانیون نے حضرت عیسے علیہ السلام کی نسبت بیٹا ہونے
قول نکالا تو انھون نے انکے مقابلہ مین عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی قول نکالا اور عموماً دونون فریق نے یہ اصل بنائی کہ عالم کا قول ماننا
فرض ہے اور اس کو اختیار ہے کہ مثلاً روزہ جس شخص کو چاہے معاف کردے اور چاہے وقت بدل دے اور یہ سب شرک ہے
لہذا توحید کا حکم دیا بقولہ۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ
اللہ تعالے کی بندگی کرون اور اُس کے ساتھ کچھ شرک نہ کرون پس ثابت کر دیا کہ حکم فقط اللہ تعالے عزوجل ہی کا ہے اور پیغمبر
کو بھی تحریف و تبدیل کا اختیار نہین بلکہ حکم الٰہی تعالے بیان کرے اور بیٹا و جورو بنانا اور شریعت بنانا شرک ہے۔ اِلَيْهِ
اَدْعُوْا اللہ تعالے عزوجل ہی کی طرف مین بلاتا ہون نہ کسی غیر کی جانب۔ وَاِلَيْهِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف مرجع ہے ہر حکم
و ہر ثواب و عذاب کا مرجع اسی کے اختیار مین ہے۔ اسی قدر توحید کا اعتقاد ہے جسپر تمام انبیاء متفق ہین اور رہے اعمال
و افعال عبادت تو وہ شرائع مین مختلف ہوتے آئے ہین اُن کی وجہ سے انکار نہین ہو سکتا چنانچہ توریت مین بعض چربی
و شراب وغیرہ حرام تھی اور انجیل مین حلال ہوئی اور توریت مین جہاد فرض تھا چنانچہ حضرت موسے و یوشع و سلیمان و
داؤد وغیرہم انبیاء علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے جس سے انکار ممکن نہین ہے حالانکہ انجیل مین جہاد ممنوع ہو گیا پس یہ
حکم اللہ تعالے عزوجل کے اختیار مین ہے کہ اعمال شریعت جسطرح جس امت پر چاہے مقرر کرے اور توحید و معرفت بالکل یکسان
ہے اس مین اختلاف ممکن نہین ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل انما امرت ان اعبد اللہ الآیہ۔ کمال استقامت ہے کہ ظہور
انوار ربوبیت مین بدیدار حال عبودیت مستقیم رہے کیونکہ یہ ظہور در حقیقت مکر حقیقت ہے چنانچہ جس نے اپنے نفس مین عبودیت
سے بجانب ربوبیت دیکھا وہ مشرک ہے کیونکہ دھوکے مین پڑ گیا۔ شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت دریافت کی گئی تو
فرمایا کہ جو تیرے واسطے ہے اُس کو بالکل چھوڑ دے اور جو تجھ کو حکم دیا گیا اُس کو لازم پکڑ۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ عبودیت یہ ہے کہ حکم دہندہ کے مشاہدہ کے ساتھ حکم کی تعمیل کرے۔ شیخ ابن عطار اور جنید رحمہما اللہ تعالے نے کہا کہ
کوئی شخص توحید کے درجات مین سے کسی درجہ پر نہین پہونچتا جب تک کہ ابتداے حال مین حکم الٰہی عزوجل کا پابند نہ ہوا ہو

یہ احکام فرض و واجبات و سنن و مستحبات کی بجا آوری ہے اور ہر حال میں فضل پر بھروسا کرے اور ادنے درجات اجازت سے اعلے درجات عزم پر ہمت کرے پس جب ابتدا مین اسطرح رہا تو آگے اللہ تعالے اسپر اپنا فضل کرتا ہے بہتر جسم کہتا ہو کہ اجازت سے عزم پر ہمت کرنے کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موزے پر مسح کرنا رخصت و اجازت ہے ولیکن پاؤن دھونا عزم و اعلے ہے پس لازم ہے کہ پاؤن دھووے کیونکہ یہ طہارت اتم و اکمل ہے والاصل فیہ قولہ تعالے وأمر قومك یاخذوا باحسنها سأریکم دار الفاسقین - اب اللہ تعالے عز و جل نے منکرین اہل کتاب و مشرکین کو سمجھایا بقولہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

اور یون ہی ہم نے اسکو نازل فرمایا حکم عربی اور اگر تو پیروی کرے انکی ہوائی باتون کی بعد اسکے

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

آچکا ہے تیرے پاس علم آلہی سے تو نہو گا تیرے لیے اللہ تعالے سے کوئی ولی اور نہ بچانے والا اور بیشک ہم نے بھیجا ہے رسولون کو

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

تجھ سے پہلے اور کیے تھے انکے لیے جوڑے اور اولاد اور نہین ہو سکتا تھا کسی رسول کے لیے کہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ ۖ

لاوے کوئی آیت مگر اللہ تعالے کی اجازت و حکم سے ہر مدت کے لیے تحریر ہے میٹ دیتا ہے اللہ تعالے جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہے

وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اور اسی کے پاس اُم الکتاب ہے

اوپر بیان فرمایا کہ اگلی کتابین اسی قرآن مجید کے موافق ہین توحید و معرفت مین جو اصل ہے اور اہل عقل جنکو اگلی کتاب ملی ہے قرآن پاک کے نزول سے مسرور و خوش ہوتے ہین اور بعضے جہالت سے بسبب شریعت کے اختلاف کے کسی کسی بات کے منکر ہوجاتے ہین حالانکہ یہ افعال کا اختلاف ہر رسول کی رسالت مین پہلے بھی مطابق حکمت آلہی کے کسی قدر مختلف ہوا ہے ولیکن اصل توحید و رسالت و وحی مین وہی طریقہ سابق ہے چنانچہ فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا یعنے جیسے سابق احکام سریانی و عبرانی مین اُتارے تھے اسی طرح ہم نے اس حکم یعنے قرآن پاک کو عربی خالص اُتارا پس اہل کتاب پر اسکا اتباع فرض ہے جبکہ انکو ہم نے اگلی کتاب بھی دیدی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین آیا کہ تین آدمیون کے لیے دونا ثواب ہے ایک اہل کتاب جو اگلی کتاب و پیغمبر پر ایمان لائے پھر سب کتابون کا سچا بنانے والا اور تحریف دور کرنے والا قرآن مجید اُترا اُسپر اور خاتم المرسلین پر ایمان لائے اور دوم مملوک جس نے اپنے آقا کی خدمت کی اور اللہ تعالے کے احکام بجالایا اسکو دونا ثواب ہے اور سوم کسی مرد آزاد کے پاس لونڈی تھی اُس نے اُس کو اچھی طرح تعلیم دی پھر اللہ تعالے عز و جل کے واسطے اُس کو آزاد کر دیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو اس کے لیے دونا ثواب ہے - کما فی الصحاح - پس اس مین اہل کتاب کو فہمائش اور مشرکون کو ہدایت ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کا نزول کوئی نیا طریقہ نہین ہے چنانچہ یہود و نصارے کیسی خوشی کے ساتھ ایمان لاتے ہین مگر جو لوگ انمین سے دنیا کے لالچ سے اندھے و بہرے بنتے ہین وہ عداوت باندھتے ہین - وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ اور اگر اے محمد بالفرض تو انکی

نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو جاوے۔ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اسکے کہ تیرے پاس علم الٰہی آچکا ہے اور تو حق و
باطل پہچان چکا ہے تو مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ تیرا کوئی متولی و بچانے والا اللہ تعالےٰ عزوجل کے عذاب سے
نہیں۔ اس کلام سے جاہل یہودیوں اور جاہل مشرکوں کا گمان توڑ دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو اور عداوت کرو
تو باپ دادا کے طریقہ پر ہو جاوینگے۔ اور سب اہل عقل کو تعلیم ہے کہ جب ادنیٰ غور سے تمکو معلوم ہوگیا کہ دین توحید حق ہے تو اسکی مخالفت
اگر بالفرض رسول کرتا تو کوئی اسکا بچانے والا نہوتا تو تم کو بچانے والا کون ہوسکتا ہے پس یہود کا زعم توڑ دیا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام
و دیگر پیغمبران بنی اسرائیل علیہم السلام اپنے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اسکی فرمانبرداری و محبت کرینگے اور اُس کے محبوب رسول
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کرینگے اور تم فاسق لوگوں کے ویسے ہی دشمن ہیں اور تمام قدرت و طاقت اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کو
ہے اور نصاریٰ کا گمان میٹ دیا کہ تم اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی صفات پاک و توحید سے جاہل اور شرک میں گرفتار ہوا اور اُسکے
محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُسکے کلام پاک قرآن مجید سے منکر و دشمنی کرتے ہو تو رسول اللہ عیسےٰ علیہ السلام اپنے رب جل جلالہ
و اپنے بھائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تمہارا دشمن ہوگا اور جو خیالات باندھتے ہو محض جہل ہے تم نے جانا کہ جو اللہ تعالےٰ
چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مسئلہ جو شخص جان بوجھکر خواہش باطل کی پیروی کرے اُسکو زیادہ عذاب ہے اسی واسطے حدیث میں اول جن
لوگوں سے جہنم بھڑکیگی تین فریق ہیں از انجملہ ایک عالم جس نے دنیا کے لیے علم سیکھا الحدیث مسئلہ علم وہ نعمت ہے جس سے رسول علیہ السلام
پر منت رکھی گئی ہے مسئلہ جو کوئی اللہ تعالےٰ عزوجل کی فرمانبرداری چھوڑکر ہوا و ہوس کے اعتقاد و افعال اختیار کرے اور زعم
کرے کہ فلاں بزرگ مجھکو بچالینگے جیسے نصرانی سمجھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا رافضی سمجھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا
کوئی سُنّی کسی پیر کو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یہ جہالت ہے بلکہ شرک و بداعتقادی سے بچے اور
ایسے اعمال پر نیت رکھے جس سے اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے فضل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نیک بندوں کی شفاعت
اُسکو نصیب ہو۔ الحاصل سمجھا دیا کہ رسالت محمدی و نزول قرآن مجید و تعلیم توحید و اختلاف شریعت مثل سابق ہے اُس سے
انکار کرکے جاہل مست ہوا و جان بوجھکر کفر و شرک کرکے عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچ سکے۔ اب اہل کتاب نے یہ الزام لگایا کہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیاں بہت ہیں چنانچہ تمام تعلیم توحید و معرفت صفات و علوم الٰہیہ و معجزات سب بھول گئے اور
اس الزام پر جم لیے اور مشرکین عرب کہتے کہ رسول ہوتا تو فرشتہ ہوتا پس حق تعالےٰ نے سمجھایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا
مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے ہیں سب کے سب آدمی تھے عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔
کھاتے پیتے بازاروں وغیرہ میں چلتے پھرتے تھے کوئی فرشتہ نہ تھا اور اگر ہوتا تو آدمی کی شکل میں اسی لباس میں ہوتا اور ہر طرح
کھانے پینے وغیرہ کے اعمال و مسائل اُن کو تعلیم دیتا اور استنجا کرنا و طہارت و تجارت وغیرہ سب قسم کے مسائل سکھلاتا لہٰذا
قدرت الٰہیہ ہے کہ فرشتوں کے لیے فرشتہ رسول کیا اور آدمیوں میں انھیں میں سے آدمی رسول بھیجے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا
اور کردیا اُن کے لیے جوڑے یعنے مثل آدمیوں کے اُن کے جوڑے عورتیں کردیں اور جیسے یہ مرد پاک تھے اسی طرح انکی
عورتیں بھی زنا و فواحش سے پاک بنائیں۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یوسف علیہ السلام
کی ایک بی بی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیبیاں یا چھ تھیں اور ابراہیم علیہ السلام کی دو اور داؤد و سلیمان کی

ننانوے اور زیادہ تھین۔ وَّذُرِّيَّةً اور اولادین کردین چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بارہ اور اُن سے تمام
بنواسرائیل کرورون ہوئے۔ اور قولہ جعلنا لهم مین صریح دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل پاک سے ہوا اور
وہی بندون کے افعال کا خالق ہے جیسے اُس نے ان رسولون کو پیدا کیا ویسے ہی ان کو رسول کیا اور ویسے ہی انکے جوڑے
کردیے اور ویسے ہی اُن کی اولادین پیدا کردین پس خالق نرالا وہی ہے کوئی مخلوق کسی چیز کی خالق نہین ہے پس فرشتہ
نہین بھیجے کہ وے سب آدمیون سے الگ تھلگ نہ نکاح کرین اور نہ اولاد ہو اور نہ کھانے کی شناخت اور نہ نکاح کے احکام
اور نہ اولاد کی پرورش جتے کہ کہنے والے کہتے کہ ہم کو یہ سب باتین مشکل بتاتے ہو اور خود کرنا پڑتی تو معلوم ہوتا اور آدمیون کے
رسول ہین سب امت کو یقین واثق ہے کہ ان شہوات وخواہشون مین درجہ اعتدال موافق حکم الٰہی بجالانے مین عجائب علوم
ومعارف حاصل ہوتے ہین۔ بالجملہ سلیمان علیہ السلام کے تین سو بیبیان اور سات سو چھوکریان تحت مین تھین پھر آنحضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت مین چند پاک بیبیون سے کیون الزام لگا کر عقل سے جاہل بنتے ہو حالانکہ رات مین
بیدار رہ کر واللہ تعالیٰ عزوجل کی عبادت کرتے ہین کمال جوش اور دن مین روزہ دار رہنا اور نمازون کو نہایت خوبی سے قائم
کرنا اور شریعت الٰہیہ جسکو نہایت شاق سمجھتے ہو اسپر قائم رہنا اور صدق واخلاق حسنہ وتعلیم قرآن پاک اور مانند اس کے
جو باتین اللہ تعالیٰ عزوجل کے محبوب ہین اور نفس وشہوت انسانی پر شاق ہین سب پر تمام خوبی قائم تھے اور دنیاوی عیش ولذات سے
بالکل کنارہ فرمایا تھا اور اموال وخزائن بیشمار سب تقسیم فرما دیتے تھے پھر کس درجہ حد سے بڑھی جہالت تم لوگون مین ہے کہ عقل
سے بالکل اندھے ہو کر اپنے آپ کو جانورون سے بدتر خوار کرتے ہو اور نصرانیون سے تعجب ہے کہ تمام جہان کے فسق وفجور زنا وبدکاری
وغیرہ کرین اور اپنے خیال سے عقیدہ بنا لیا کہ عیسیٰ مسیح ہم لوگون کے لیے کفارہ ہو گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور
سب کے افعال کا خالق ہے جب اس کا غضب ہو تو کسی کے اختیار مین کوئی فعل نہین جو بچا وے۔ اور آخر یہی کیون نہ
ہوا کہ وہ تم کو گناہ سے بچا لیتا کہ کفارہ ہونے کی ضرورت ہوتی اگر یہ لوگ عقل سے بے بہرہ اور اللہ تعالیٰ کو بالکل نہین
پہچانتے اور ہوا وہوس کے پابند ہین مگر حواس بہت تیز دیکھے گئے ہین جیسے اکثر جانورون کو دیکھے جاتے ہین اسی واسطے تجربیات
سے بالکل انکار کرتے ہین اور حواس سے عجیب عجیب کام کرتے ہین اور عقلی دلائل ومضامین سے بالکل مبہوت ہو جاتے ہین الحاصل
اللہ تعالیٰ عزوجل نے سمجھایا کہ ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے وے فرشتہ نہ تھے بلکہ آدمی تھے اور اُن کے لیے ہمنے جورو بنا
واولاد کردی تھین پس رسول کی جورو اور اولاد ہونے سے اُس کی رسالت مین فرق نہین آتا اور حق تو یہ ہے کہ اس سے کمال رسالت
ہوتا ہے مگر بے عقل لڑکے نہین سمجھتے ہین۔ حسن بصری رحمہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ماجہ والطبرانی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ تبتل کے معنی
انقطاع پس بتول وہ مرد یا عورت جو سب سے الگ ہو جاوے اور جنگل وغیرہ مین تنہا رہے جیسے اگلے زمانہ مین راہب
ہوتے تھے پس نکاح بیاہ وغیرہ سے منقطع ہو جاتے تھے اور یہ منع ہوا اور شخص ذی تجرد ہو کے کبھی تبتل کہتے ہین اور یکسرہ گناہ ہی
اور دنیا سے پیچھے رہنا اور آخرت کی طرف میلان کو کبھی تبتل کہتے ہین اور اس مین مضائقہ نہین بلکہ محبوب ہے [illegible]
ہے قائم ہے اور عورت کو طلاق دینے مین جو لفظ البتہ نقل ہوا وہ بھی انقطاع کے معنی مین ہوا اور واضح ہو کہ ہندوستان مین اکثر

کوئی شخص عورت کو تبتل کہے تو اس سے طلاق بدون نیت کے نہ ہوگی اگرچہ عرب کی زبان میں وہ معروف ہوگیا تھا اور قولہ تعالیٰ
وتبتل الیہ تبتیلا میں مراد اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف رجوع اور ماسوائے اس کے دنیا سے انقطاع ہے اور یہ مرغوب و
محبوب ہے پس اسلام میں جو ترک دنیا کا لفظ بولتے ہیں وہ یہی طریقہ سنت ہے کہ سب کام کرے مگر دل سے سوائے اللہ تعالیٰ
عزوجل کے کسی سے تعلق نہ ہو فافہم سعد بن ہشام نے کہا کہ میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں
حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ تبتل اختیار کروں فرمایا کہ ایسا مت کر کیا تو نے نہ سنا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل
فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ۔ اور کثرت سے احادیث نکاح کی ترغیب
اور تبتل سے ممانعت میں وارد ہوئی ہیں مسئلہ۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک جب آدمی کو جوش اشتیاق ہو تو اس پر
نکاح کر لینا واجب ہوجاتا ہے اور جس کو مہر وغیرہ کی طاقت نہ ہو اس کو روزے رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سات اولاد ہوئیں تین لڑکے اور چار لڑکیاں اس ترتیب سے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد اول
بی بی سے اول قاسم پیدا ہوا جس سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے پھر زینب پیدا ہوئی پھر رقیہ پیدا ہوئی اور یہی دونوں
حضرت عثمان ذی النورین کے نکاح میں مری ہیں پھر سیدۃ النساء فاطمہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ زندہ رہ کر مری ہیں پھر ام کلثوم پیدا ہوئی پھر عبداللہ طیب پھر طاہر اور مصری ماریہ قبطیہ
رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے اور سوائے سیدۃ النساء کے سب نے آپ کی حیات میں انتقال فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے
اپنی قدرت کاملہ ومشیت پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی لقولہ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
یعنی کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی معجزہ لاوے الا اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا حکم ہو پس جب اس نے چاہا
اسی وقت رسول کے ہاتھوں وہ معجزہ ظاہر ہوگیا اور یہ فضیلت رسول کو عطا ہوئی اور یہی حال اولیاء کی کرامت میں ہے کہ
ان میں سے کوئی کچھ نہیں کرسکتا حتی کہ خواہش بھی نہیں کرسکتا مگر جب اللہ تعالیٰ جل شانہ چاہتا ہے تو یہ بندے بھی دعا کرتے
ہیں اور ان کے ہاتھوں کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ یعنی ہر امر جسکو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے اسکے جاری
ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے یا ہر وقت جس میں کوئی بات ہونے والی ہے وہ مقدر وقت ہے پس اس حکمت بالغہ سے انکو آگاہ
کیا تاکہ عقل کی راہ پر آویں اور اپنے نفس کو پاک کرکے جنت کے لائق بناویں اور رسول سے توحید ومعرفت رب تبارک وتعالیٰ
حاصل کریں اور رسول اس لیے نہیں ہے کہ اس سے کھیل کریں اور معجزات مانگیں کہ یہ ہوجاوے اور وہ ہوجاوے کیونکہ انکے
چاہنے پر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی حکمت بالغہ میں ہر چیز مقدر ہے حتی کہ یہ دعوے کرنا بھی جہالت ہے کہ یہ معجزہ لاؤ تو ہم ایمان
والے ہوجاویں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مقدر نہیں فرمایا تو ہرگز نہ ہونگے اگرچہ کل آیات لاوے اور اگر ایمان مقدر ہے تو بلا
معجزہ ہوجاوینگے اور اسی وقت ہوں گے جو وقت لکھا گیا ہے اور یہ بھی سمجھادیا کہ فی الحال جو تم کفر کرکے عذاب مانگتے ہو یہ بھی
وقت مقدر پر ہوگا لیکن انتہائے وقت اسکا تمہاری موت ہے اور اسکو دور مت سمجھو اور ڈرو کہ اس وقت ایسے عذاب میں پڑوگے
کہ سارے حواس کی تیزی اور کانوں کا بچاؤ کرنا سب خاک میں ملجاویگا اور اس وقت تم مہلت میں ہو اور غور سے دیکھو کہ تم کو سوائے
معرفت وتوحید ونیک اخلاق کی کوئی بری بات نہیں سکھلائی جاتی ہے پس خوبی کو چھوڑ کر ایسے عذاب میں پڑنا بالکل وحشت وحماقت ہے

اجل سے مراد موجود کا زمانہ یا خود موجود ہے یعنے زمانہ مقدر لکھا ہے یا موجود مقدر ہے جس زمانہ میں ہوگا ظاہر ہوگا اس میں کمی بیشی نہ ہوگی اور کتاب ایک امر اسرار الہیہ میں سے ہے اور وہ لوح محفوظ سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس قدر عقل میں آسکتا ہے کہ اس میں صفت کتابت و تحریر ہے اور اس سے زیادہ کتابت کی کیفیت و قیاس و شکل نہیں ہوسکتا کیونکہ جب آدمی کے اندر روح کی کیفیت مخفی ہے اور مریم کی کیفیت خیال میں نہیں سماتی ہے تو جہاں خیال کبھی نہیں پہونچا اس کی کیفیت اپنے حواس سے دریافت کرنا یا کوئی صورت سمجھ لینا جہالت ہے۔ یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ۔ الایۃ یعنے اللہ تعالے عزوجل قادر مختار ہے اور مخلوق اگرچہ اپنی عقل سے اتنا جانتا ہے کہ اللہ تعالے عادل کریم رحیم و قاہر شدید العذاب ہے پس اُس کی پاک صفات میں کوئی عیب ممکن نہیں ہے و لیکن کسی واقعہ کی نسبت یہ نہیں کہ سکتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کیونکہ اللہ تعالے عزوجل کا علم محیط و حکمت غیر متناہی اور کامل ہے اس کا ادراک بشر کی مجال سے باہر ہے اور چونکہ یہ آیت خاص امر صفات سے متعلق ہے اور بشر کسی حال میں اُس کی ماہیت نہیں سمجھ سکتا البتہ جب نفس پاک و روح کا انکشاف اور عقل کی تجلی ہو اسی قدر اسپر یقین و اُس کے انوار صدق سے اطمینان ہوگا اسی واسطے علماے سلف صالحین کو اُس کے سمجھانے میں دقت ہوئی اور مختلف اقوال اُن سے مروی ہیں پس اول مترجم ایک بات بطور تمہید کے ذکر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ علم الٰہی سبحانہ تعالے قدیم و پاک ہے وہ کسی وقت کسی حال میں نعوذ باللہ جاہل نہ تھا اسی واسطے رافضی فرقہ کا گمان مردود ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالے عزوجل کو کبھی کوئی بات ظاہر ہوئی پھر دوسری بات ظاہر ہوئی تو دوسری کے موافق ہوا پھر تیسری و چوتھی حتےٰ کہ بعضے لوگ ان میں سے زعم کرتے ہیں کہ بعد کو نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ظاہر ہوئی اور یہ سب کفر و جہالت ہے بلکہ حق صریح و عقل صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالے علیم حکیم قدیم ہے جو اس کا علم ہے سب صحیح اور وہ کبھی جاہل نہ تھا۔ اور جو اس نے مقدر فرمایا وہ حق ہے اور ہر ایک چیز کے لیے قائم ہیں پس کبھی کوئی آدمی یہودی یا نصرانی یا بت پرست ہوتا ہے اور اسی اعتقاد کے موافق کام کرتا ہے پھر اس کو معرفت توحید و راہ عقل نصیب ہوتی ہے پس جو افعال گناہ و معصیت کے پہلے سرزد ہوئے تھے اللہ تعالے عزوجل انکو محو فرماتا ہے اور بجاے انکے نیکیاں کر دیتا ہے اور یہ سب مقدر تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت اس شخص کے لیے سعادت مقدر تھی اور ظاہر میں شقاوت تھی پس شقاوت اللہ تعالے جل شانہ نے محو فرمائی اور سعادت لکھی اور یہ وقت مقرر ہوا اور اعمال کفر و جہالت کے اللہ تعالے عزوجل نے محو فرمائے اور بجاے ان کے نیک اعمال بدل دیے حالانکہ مثلاً ایمان سے دس سال پہلے کسی مہینہ کے کسی روز کسی وقت میں اس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بیٹا کہنے میں مبالغہ کیا یا بت کو سجدہ کیا تھا یا اور کوئی فعل گناہ کا کیا تھا اور اب دس برس بعد اللہ تعالے عزوجل نے اپنے فضل و رحمت سے اس کی برائیاں بدل کر نیکیاں کر دیں تو اسی وقت پر تبدیلی واقع ہوئی اور اس میں نہ مقدر کے خلاف اور نہ علم الٰہی کی تبدیل ہے اور نہ کوئی تغیر ہے۔ اب میں روایات کو لکھتا ہوں حضرت مجاہد رح سے مروی ہے کہ نزول اس کا قریش کی تہدید کے لیے ہے کہ ہم جو چاہیں کریں اور کہا کہ اللہ تعالے عزوجل ہر رمضان میں دوسرے رمضان تک جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے بندوں کے رزق و مصائب و انعامات اور مقدورات سے اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ قولہ لکل اجل کتاب یعنی لکل کتاب اجل اور میں کہتا ہوں کہ لکل اجل کتاب سے یہی معنے حاصل ہیں اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے دنیا کے لیے زمانہ مقرر فرمایا

اور ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مقرر فرمائی ہیں وہ کتاب آسمان سے نازل فرمائی اور اس کی مدت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے پس جب دوسرا زمانہ آیا جو علم الٰہی میں دوسری کتاب کے لیے مقدر ہے تو پہلی کتاب میں سے جو چاہا وہ محو فرمایا اور جو چاہا ثابت رکھا یہاں تک کہ جب قرآن پاک کا زمانہ آیا تو اگلی کتب توریت و انجیل کو منسوخ فرمایا اور قرآن مجید کو مستقل نازل فرمایا پس جو کچھ اہل کتاب و احزاب اس کے نزول میں پاتے ہیں وہی قیامت تک رہیگا اور اگلی کتابوں سے جہاں تک اس کے موافق پایا ہیں وہ ثابت رکھا گیا اور جہاں ان میں مخالف ہے وہ منسوخ و محو کر دیا گیا۔ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے جس میں اگلی کتابیں سب موجود ہیں اور قرآن پاک بھی موجود ہے وہاں کچھ نسخ و تغیر و تبدیل نہیں ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب ہے پس جسقدر زمانہ گذرے جہاں تک محدود زمانہ کے لیے جو کتاب اللہ تعالیٰ عزوجل نے ام الکتاب میں مقرر فرمائی تھی وہ اس زمانہ میں نازل اور ثابت رہی پھر ام الکتاب میں دوسرے محدود زمانہ کے لیے دوسری کتاب نازل ہوئی جیسے زمانہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے زمانہ بعثت حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک توریت رہی پھر زمانہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آیا تو توریت میں سے کچھ محو فرمایا اور کچھ ثابت رکھا اور انجیل میں جو احکام چاہے وہ ثابت فرمائے لہذا حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک وہی رہا پھر زمانہ خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا تو اگلی امتوں کی نحوست و بددیانتی سے اگلی کتابیں جو انہوں نے اپنی بداعمالیوں سے تحریف کر دی تھیں منسوخ فرمائیں اور نہایت اعلیٰ معارف و کمال تقوےٰ کے علوم اس قرآن پاک میں نازل فرمائے۔ پس نسخ کے یہی معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے ام الکتاب میں جو احکام یا کوئی حکم ایک زمانہ کے لیے محدود فرمایا وہ اس وقت تک رکھا پھر دوسرے زمانہ کے لیے دوسرا حکم جو ام الکتاب میں ہے نازل فرمایا چنانچہ توریت میں شراب حرام و بعض چربی و اونٹ کا گوشت حرام تھا اور جس کپڑے پر نجاست جہاں لگجاوے اُسکو کتر ڈالنا فرض تھا اور جہاد کافروں پر اس طرح فرض تھا کہ بعد فتح کے ان سب کو قتل کر ڈالو اگرچہ اطاعت کا اقرار کریں اور اموال غنیمت کو دفن کر دو اور اندر اس کے سنیچر کے روز کوئی کام نہ کرو خالی عبادت کرو پھر انجیل میں سب حلال ہوگئے اور جہاد منسوخ ہوا اور نماز دن کی اوقات میں کمی ہو گئی صرف صبح و شام کے دو وقت رہے لیکن ان امتوں یعنے یہودیوں و نصرانیوں نے اپنی کتابوں کو تحریف کر ڈالا اور ان میں عجیب عجیب تغیرات کیے پس یہ حالت نہایت بدتر ہو گئی کیونکہ گناہ کرنا اور کتاب پر نہ چلنا بڑا گناہ تھا اور یہ بے انتہا ہو گیا کہ کتاب ہی کو اپنی خواہش کے موافق تبدیل بدل کر لیا پس اصلی حکم ہی نہ رہا لہذا اللہ تعالیٰ عزوجل نے بنو اسرائیل کو مغضوب علیہم والضالین کر دیا اور نبوت کا خاتمہ بنو اسمٰعیل میں عطا فرمائی اور تمام معارف الٰہیہ و احوال آخرت جس میں عقل بذات خود کچھ نہیں جان سکتی بدون اس کے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ آگاہ فرما دے انکو ایسے طور پر نازل فرمایا کہ ادنےٰ سمجھ والے کو ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص جس پر نازل فرمایا اللہ تعالیٰ کا رسول ہے کیونکہ وہ محض اَن پڑھ اور اس کی قوم بالکل جاہل جس میں کبھی کوئی رسول نہیں گذرا اور بنو اسرائیل کے اہل کتاب برابر تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں یہی اگلی کتابوں میں نازل ہوا ہے اور یہی معرفت و صفات الٰہی و احوال آخرت توریت وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں جنکی زبان عبرانی و سُریانی تھی پس مشرکین کا انکار عجیب حماقت تھی اور اہل کتاب میں سے بعضے احزاب جملہ معارف و صفات و احوال آخرت میں تصدیق کرتے تھے

اور یہی اُن کی تصدیق کے لیے کافی تھا ولیکن دنیاوی لالچ سے صرف یہ بہانہ نکالا کہ اعمال ہاتھ پاؤں کے ادا کرنے والے نماز روزہ وغیرہ میں فرق ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے سمجھایا کہ جو امور تم شرک کرتے ہو اُس سے بیزاری ہے اور ہر کتاب ایک معین زمانہ کے لیے تھی اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر زمانہ کے لیے جو چاہتا ہے احکام حلال و حرام سے محو فرماتا اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور ام الکتاب جس میں آخر زمانہ تک کے واسطے سب لکھا ہوا ہے وہ اسی کے پاس ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنی اظہر و اوضح ہیں اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن عباس کی اقوی طرق یعنی علی بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یمحو اللہ ما یشاء یعنی جو چاہتا ہے اپنے علم سے تبدیل فرما کر منسوخ فرماتا ہے۔ ویثبت۔ اور جو چاہتا ہے نہیں تبدیل فرماتا ہے۔ وعندہ ام الکتاب یعنی ناسخ و منسوخ دونوں اسکے علم ام الکتاب میں ہیں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت یہ مانند قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الآیہ ہے یعنی مانند قول ضحاک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے جو کتاب آسمان سے اُتاری اسکی ایک مدت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر تھی کہ یہ احکام عملی اس مدت تک جاری ہیں پھر دوسری کتاب اُتاری اور اپنی مشیت و حکمت بالغہ سے اس زمانہ کے لیے جو احکام چاہے تبدیل فرمائے اور جو چاہے باقی رکھے یہاں تک کہ کل کتابیں سابقہ اس قرآن مجید سے منسوخ فرمائیں اور ختم کردیا کہ اب آیندہ قیامت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر مطابق و مناسب سیاق و صریح کلام ہے اور اس سے مشرکین عرب و کفار اہل کتاب دونوں کو تفہیم فرمائی کہ امر آخرت کی راہ مستقیم عقل پر مشکل ہے پس اپنے فضل سے انبیاء بھیجے اور یہ آدم سے لیکر شروع ہوا اور شرائع نازل فرمائے اور توحید و صفات میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک تعلیم تھی اس میں کچھ بھی فرق نہیں ہے اور اعمال و شرائع ہر زمانہ کے لوگوں کے مناسب کچھ مختلف فرمائے پس کوئی شخص ان میں سے احمق و جاہل نہ بنے اور نہیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کبھی ایک امر کا حکم دیا پھر اس میں کچھ نقص کی وجہ سے دوسرا حکم دیا بلکہ اللہ خالق عزوجل ہر ایک چیز کے آغاز و انجام و ماہیت کو بعلم قدیم جانتا ہے اور جو پہلا حکم دیا وہ حکمت کاملہ سے ایک زمانہ میں کے لیے تھا پھر دوسرا حکم دوسرے زمانہ کے لیے پہلے سے مقرر تھا اور وہ سب ام الکتاب میں مذکور ہیں لہٰذا توریت اسوقت ختم ہو گیا جب انجیل نازل فرمائی اور انجیل کا زمانہ اسوقت ختم ہو گیا جب قرآن مجید نازل فرمایا پس اعمال کے اختلاف کی وجہ سے قرآن پاک و خاتم المرسلین سے انکار کرنا محض جہل و نادانی ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ یہ محو و اثبات تو ایسے احکام میں ہے جو اعمال جوارح و اعضاء جسم سے متعلق ہیں اور یہ تمام انواع مکلفین کے لیے عام ہیں اور رہا یہ بیان کہ خاص خاص افراد یا دیگر اقسام کے احکام میں بھی محو و اثبات ہوتا ہو یا نہیں تو یہ ایک قسم کا اقتضا بطریق اشارہ ہو اور بعض علماء سلف سے یہ اشارات کچھ مروی ہیں لیکن غالباً راوی کو فہم مراد میں اشکال ہوا اور مقصود کو ادا کرنے میں تکلف ہوا مگر میں چند اقوال جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھے ہیں ذکر کرتا ہوں قال البغوی اور قولہ تعالیٰ لکل اجل کتاب ہر ایک وقت و زمانہ معین کے لیے ایک کتاب میں بندوں کے لیے احکام لکھے گئے جو بندوں کی بہتری کی اقتضا پر ہیں۔ ایسا ہی معالم و مدارک و کبیر وغیرہ میں ذکر کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اقتضائے مصالح عباد کا لفظ جو بغوی و رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا غالباً یہ شائستہ کئے ہیں جس میں واقع ہوا اور جو مترجم کہتا ہے کہ اکابر علماء سے حق وقت ربانی کے کلمات کے موافق تحقیق مقام یہ ہے کہ ہر ایک امت کے لیے جو کتاب نازل فرمائی وہ شریعت کے موافق تھی اور یہ [illegible] کی سے منزلت و مرتبہ معرفت تکمیل امت ہوا اور اس سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل علیم و حکیم و قادر مختار ہے [illegible]

احکام میں بحکم قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم کل ذی ظفر الآیہ تشدید فرمائی اور انجیل والوں پر آسانی کی پس اکثر اہل توریت
نافرمانی میں ناقص رہے اور اہل انجیل باوجود آسانی کے گمراہ ہوئے اور باوجود اس سب کے انتہائے عروج اور ثواب کو رکھا
تو مشیت واختیار مطلق اپنی مخلوقات پر ہے اور دلیل اسپر حدیث صحاح ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ یہود ونصاریٰ نے عصر تک
کام کیا اور مزدوری کم پائی اور اہل توحید نے عصر سے غروب تک کام کیا اور مزدوری بہت پائی پس اول نے شکایت کی تو
جواب پایا کہ تمھاری مزدوری مقرری میں کچھ ظلم کیا گیا تو کہنے لگے کہ نہیں تو حکم ہوا کہ پھر مالک کو اختیار ہے کہ اس نے عصر سے غروب تک
والوں کو جو چاہا دیا پس جن لوگوں پر جو احکام مقرر فرمائے وہ اس مشیت کے موافق تھے جو اس امت کی نوع بلکہ ہر ایک فرد کے
انجام سے پایا گیا حتیٰ کہ مثلاً نصاریٰ نے یہودیت ماننے سے انکار کیا تو صرف اس جوش خواہش سے جو اُن کے نفس میں دربارہ دائمی
اختلاط عورتوں و کھانے گوشت وشراب کے تھا جس سے یہودیت پر قیام ممکن نہ تھا پھر نصرانیت سے انکار بوجہ عدم اتباع
بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یا مثلاً اسلام و توحید سے پھر اسی وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ شراب کا شوق و دنیاوی
زندگی میں ہوا وہوس کی آزادی و آرائش اُن کے نفوس میں ایسے جوش کے ساتھ ہے کہ ترک اسلام ان کو کچھ ناگوار نہیں
بلکہ نہایت مرغوب ہے اور چونکہ قدرت شفقت الٰہیہ اس جسم و روح وعقل میں یہ ہے کہ جب تک جسم کی پرورش
اپنی خواہش سے ہو روح وعقل پر تاریکی کا پردہ ہوتا جائیگا حتیٰ کہ بحکم قولہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم الآیہ اور قولہ صم بکم عمی
الآیہ اور قولہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیہ بالکل عقل واسکے علوم سے سلب اور الٹے ذہن ہوکر حواس کے قوی تمیز و دستکار وصناع
ہوجاتے ہیں چنانچہ یہ کتابیں معقولات سائنس موجود ہیں جس طرح چاہو پڑھے شور [illegible] پہنچا یا پڑھے شور [illegible] دانشمند کا امتحان کرلو
اور اگر یہ لوگ جسم کو موافق اتباع شریعت کے تروتازہ کرتے تو کچھ مضر نہ تھا اور عقل سے بے بہرہ نہ ہوتے اور اہل الحق کے لیے
اس واقعہ کی خبر بطور معجزہ کے احادیث میں حضرت مخبر صادق علیہ السلام نے اول سے دیدی تھی چنانچہ صحاح کی حدیث میں
ہے کہ آخر زمانہ میں نصرانی روئے زمین پر سب سے زیادہ ہونگے اور انکو مال و اولاد اور کثرت میں سب پر غلبہ ہوگا اور دوسری
حدیث میں موجود ہے کہ اسوقت روئے زمین کے بادشاہ گونگے بہرے ہونگے یعنے حواس کے سوائے عقل و اُس کے نور سے
بالکل غافل ہونگے اور اس کی تاویل اسطرح ظاہر ہوئی جیسے دیکھتے ہو کیونکہ بظاہر اس زمانہ والوں کو تعجب ہوتا ہوگا کہ گونگے
بہرے لوگ کیونکر سب پر غالب ہوسکتے ہیں اب ظاہر ہوا کہ حواس کی تیزی سے آلات حرب و کلیں وغیرہ پیدا کرلیں باوجود دیکھنے
عقل کی کیفیت یہ ہے اور جو پیشین گوئی ہے آخر زمانہ کے عالموں [illegible] اسوقت میں اہل [illegible] کو ہر طرح سے پہنچا اور لیے لیے
میں متبع یا نفس کی خواہشوں کی آرائش و پیدا کرنے میں مطیع ہونگے اور ہر ایک اپنی رائے پر نازاں ہوگا یعنے اللہ تعالیٰ و عقل و اُس کے
رسولوں کی اطاعت واتباع روایات سے اور عقلاء و حکمائے سابقین کے اقوال سے بے پروائی و انکی [illegible] ہوگی اور اپنی رائے پر نازاں ہوگا
مترجم اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے [illegible] وہ دونوں کے لیے ان فتنوں سے پناہ مانگتا ہے اور یہ مضامین درمیان میں
[illegible] واقع ہوئے [illegible] سلف کے اقوال جو اس آیت کے اشارات میں ہیں نقل کرتا ہوں سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی سے
روایت کی کہ حق تعالیٰ اپنے علم غیب سے ایک سال کی تدبیر شعبان کو رمضان میں [illegible] تک سونپ دیتا ہے پس جو چاہتا ہے محو
کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے سوائے شقاوت وسعادت وموت وحیات کے کہ ان کے باب قلم خشک ہوچکا ہے۔ مترجم

کہتا ہے کہ قول تعالےٰ اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ وما تغیض الارحام الآیہ کی تفسیر میں گذر چکا کہ پیٹ کے اندر روح پھونکتے وقت فرشتہ کو
آگاہ فرما دیتا ہے۔ ایسا ہی قول مجاہدؒ سے مروی ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ یہ باتیں متغیر نہیں ہوتی ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ
اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ شعبان کی رات پندرہ تاریخ یعنے شب برات کو ہر بندہ کے سال بھر کے اعمال وارزاق وموت
وحیات لکھی جاتی ہیں اور امام ترمذیؒ کی حدیث سے جس کی اسناد ضعیف ہے استشہاد کیا جاتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ رمضان کی
شب قدر معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم و علیٰ ہذا امر رمضان میں شب قدر میں مقرر ہوتی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور شاذ قول
اسکے خلاف ہے فافہم۔ اور منصورؒ نے کہا کہ میں نے مجاہدؒ سے دریافت کیا کہ اگر ہم میں سے کوئی دعا کرے کہ اے میرے پروردگار
اگر میرا نام تو نے اہل سعادت میں لکھا ہے تو ثابت فرما دے اور اگر تو نے اہل شقاوت میں لکھا ہو تو محو فرما کر اہل سعادت میں لکھ دے
تو فرمایا کہ ان ایسی دعا اچھی ہے پھر میں ایک سال یا اس سے زیادہ کے بعد ان سے ملا اور میں نے یہی مسئلہ ان سے دریافت کیا
تو آپ نے دو آیتیں قول تعالےٰ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ الآیتین پڑھیں اور کہا کہ اللہ تعالےٰ عز و جل شب قدر میں ایک سال
کی ہر بات جو ہر ایک کے رزق یا مصیبت کے متعلق ہیں حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے تقدیم و تاخیر کرتا ہے لیکن سعادت و شقاوت
تو وہ ثابت ہے اسمیں تغیر نہیں ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اول مرتبہ منصورؒ نے صرف دعا کرنا پوچھا تو آپ نے جائز فرمایا اور
یہ صحیح ہے کیونکہ بندہ کو اپنے سوال کی عاجزی واللہ تعالےٰ عز و جل کی ہر طرح قدرت واسکے غضب سے پناہ و اسکی رضا کی
درخواست کرنا بہتر ہے پس بہت ثواب پاویگا انشاء اللہ تعالےٰ اگرچہ تقدیر الٰہی تعالےٰ جو اسکے حق میں ہے وہ نہ بدلے ولیکن
قدرت الٰہی ہر طرح ثابت ہے اور دوسری مرتبہ شاید یہ پوچھا کہ کیا اس دعا سے سعادت و شقاوت بدل جاتی ہے تو اس سے
انکار کیا اور کہا کہ اس میں تغیر نہیں ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ دعا بھی انابت بجناب باری تعالےٰ ہے پس صدق یقین و کمال
ایمان سے اس دعا کا کرنے والا خود اہل سعادت سے ہوگا وقد قال تعالےٰ ویہدی الیہ من اناب۔ اور جسکے حق میں شقاوت ہو
وہ یہ دعا ہی نہیں کریگا۔ اور اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ آدمی خود مختار و موجد و خالق افعال نہیں ہے پس ہوشیاری و عقل سے
سمجھنا چاہیے اور صفات الٰہی عز و جل میں عقل کی مجال تنگ ہے فافہم۔ الاعمش رحمۃ اللہ علیہ نے شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ وہ بہت اکثرت سے اسطرح دعا کرتے تھے کہ اللہم ان کنت کتبتنا اشقیاء فامح واکتبنا سعداء وان کنت کتبتنا سعداء
فاثبتنا فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب۔ یعنے اے اللہ اے ہمارے پروردگار اگر تو نے ہم کو اشقیاء لکھا ہو تو ہماری شقاوت کو محو فرما دے
اور ہم کو نیک بختوں میں لکھ دے اور اگر تو نے ہم کو سعداء لکھا ہے تو اسکو برقرار و ثابت رکھ کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے
اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور تیرے ہی پاس ہے ام الکتاب۔ رواہ ابن جریر۔ اور ابو عثمان النہدیؒ سے روایت ہے کہ حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ دعا کرتے جاتے تھے اللہم ان کنت کتبتنی فی اہل
شقوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب واجعلہ سعادۃ ومغفرۃ۔ یعنے اے میرے پروردگار اگر تو نے کوئی شقاوت
یا کوئی گناہ مجھ پر لکھا ہے تو اسکو محو فرما دے کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو فرماتا اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور تیرے ہی پاس ہے ام الکتاب پس اسکو
سعادت اور مغفرت کر دے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی دعا کرنا صحیح ہوا ہے اور ابن جریر نے کہا
کہ حدثنی حجاج حدثنا حماد عن ابی حمزۃ عن ابراہیم ان کعبا قال لعمر بن الخطاب یا امیر المومنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لانبأتک بما

ہو کائن الے یوم القیامۃ قال وما ہے قال قول اللہ تعالے یمحو اللہ ما یشاء الآیہ۔ یعنے کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کتاب الٰہی میں یہ آیت یعنے قولہ یمحو اللہ ما یشاء الآیہ نہ ہوتی تو میں آپ کو قیامت تک کے واقعات سے آگاہ کرتا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ ان اقوال کے معنے یہ ہیں کہ مقدرات میں سے اللہ تعالے عزوجل جو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور لکھا کہ اس قول کی تقویت کبھی اس حدیث سے لیجاتی ہے جو امام احمد وغیرہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی بسبب گناہ کے جو اس کو پہونچ جاتا ہے رزق سے محروم رہتا ہے اور مقدر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی سوائے دعا کے اور عمر میں کوئی چیز نہیں بڑھاتی سوائے نیکوکاری کے۔ رواہ النسائی وابن ماجہ ایضاً۔ اور صحیح میں ثابت ہوا کہ صلۂ الرحم عمر کو بڑھاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ دعا و قضاء دونوں آسمان و زمین کے درمیان متعالج رہتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اصل مسئلہ تقدیر کا ہے اور میں نے بار احادیث کا نقل کر دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے اندر خوض کرکے کوئی امر اپنی عقل میں فیصلہ کر لینے سے سخت زجر کے ساتھ منع فرمایا اور میں نے اس پر عقلی دلیل بھی ذکر کی کہ تقدیر جب علم وحکمت الٰہیہ ہے اور وہ میں صفت جناب باری تعالے لا انتہا بلکہ انتہاء ولا انتہاء دونوں سے بلند تر ہے تو مخلوق کی عقل مخلوق میں یہ کہاں تاب وطاقت ومجال ہے کہ صفات باری کو محیط ہو جاوے اور اسکی کنہ دریافت کرے حالانکہ اگر کسی جنس آدمی کے سامنے جو قصبہ کا رہنے والا ہو گھڑی کے پرزے علیحدہ کرکے ڈال دیے جاویں تو وہ اس کی ترکیب وترتیب سے جاہل ہوگا حالانکہ یہ اسی کے جنس کے آدمی نے بنائے ہیں اور بہت کثرت سے احادیث وآیات صحیحہ میں صریح بیان ہے کہ انجام مقدر میں تغیر نہیں ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر یہاں جو احادیث آئی ہیں انکو کیونکر سمجھیں تو جواب یہ ہے کہ انہیں جو حکم تم کو دیا گیا کہ مثلاً گناہ نہ کرو اور اللہ تعالے عزوجل سے دعا بہت مانگو اور نیکی وصلۃ الرحم کرو اسکو بجا لاؤ اور دوم یہ کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ قضاء وقدر بدل جانے کے لیے دعا اس شخص سے صادر ہوگی یا نہیں کیونکہ جب وہی مقدر ہوگا تو دعا کا وجود ہی نہ ہوگا اور جب دعا کا وجود ہوگا تو وہ آخری مقدر ہی نہ ہوگا جیسے قوم یونس پر دنیا میں عذاب آخری کا وقوع مقدر نہ تھا اور گناہ سے رزق میں کمی وہ واقع مقدر تھی پس لامحالہ گناہ کا صدور ہوا اور بیان کا فائدہ فقط معرفت ہے اور وہ اعلٰے کمال ہے جس کی قدر بعد موت کے ظاہر ہوگی اگر اسوقت ظاہر نہ ہوئی۔ اور رہا بیان معرفت تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی برائی پہونچنا مقدر ہے تو کثرت نماز وروزہ سے اس شخص کو ثواب ملیگا نیز اگر مصیبت پر صبر کیا تو ثواب اور ملیا وہ ہو جائیگا اگر کوئی ایسی بات نہیں ہوتی کہ برائی نہ پہونچے اور یہ صرف دعا میں ہوتا ہے کہ الٰہی مجھکو ہر فتنہ ومصیبت و برائی سے محفوظ فرما دے پس دعا ایسی چیز ہے کہ اسکا مقابلہ قدر سے ہوتا ہے اور دوسری عبادات چاہے انہیں کیسی قدر ثواب عزیز ہو کر وہ سب محض طاعات ہیں ان میں قدر کا مقابلہ نہیں ہے۔ اور مثلاً ایک شخص ہے کہ اسکی موت دس برس کے بعد مقدر ہے تو درمیان میں کسی بیماری سے وہ نہ مریگا لیکن ممکن ہے کہ درمیان میں اسکو بیماریاں پہونچیں جن سے تکلیف اٹھاوے پس اگر مقدر ہے تو دعا کریگا کہ بیماری نہ پہونچے اور نہیں تو دعا نہ کریگا باوجود یکہ طاعات بہت کرے۔ اب میں کہتا ہوں کہ کعب احبار کی روایت اگر صحیح ہو تو مراد اخبار تا قیامت سے یہی ہے اور میں نے بعض اکابر سے سنا کہ بعض اولیاء اللہ تعالے عزوجل کا کشف بعض وقائع میں اسی وجہ سے غلط ہو جاتا ہے کہ درمیان میں محو واثبات واقع ہوا اسوقت نہ تھا تو عارف نے اسی وقت کا علم بیان کیا پس غلط ہو گیا

وقد قال تعالے کل یوم ہو فی شان۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو دعا فرمائی اُس کو مین سابق مین بیان کر چکا کہ دعا ء کے
فضائل مین سے ہے کہ اگر ایسی دعا ء ہو جو خلاف تقدیر ہے تو اللہ تعالے عز وجل اُسکے مثل اُسکو مقدرت سے عطا فرماتا ہو اور اس
مقام پر تعادل ہی عین مقصود ہے پس اگر جہنم مین ڈالا گیا او رمثل آتش ابراہیم کے جنت کا آرام پایا کیونکہ مقام جس آگ کا نہین یا
مثل تمام مخلوقات کے بحکم قولہ وان منکم الا واردہا الآیہ داخل ہوا اور تعادل ہو گیا تو بھی مراد حاصل۔ علاوہ برین دعاء کے خاص
رکن صدق یقین وانابت ہیں اور یہ انسی کو حاصل ہو گا جو ہدایت پایا ہے لقولہ تعالے ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب
پس اُسکے واسطے سعادت ہے بمنزلہ قولہ اہدنا الصراط المستقیم۔ علاوہ ازین یہ آخرت کا بیان نہین ہے اور خود حضرت عمر
رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے جن سے ایسی دعاء مروی ہے یہ اشارہ پایا جاتا ہے مثلاً کہا کہ شقادۃ او ذنبا یعنی
بصرف نکرہ بیان کیا اور ممکن ہے کہ آدمی اپنی عمر کی اوقات مین مرتد ہو جائے یا دیگر اقسام کے شرک وکفر مین مبتلا ہو پھر آخر انجام مین
سعادت مقدر پر آجاوے پس ان حضرات صحابہ وتابعین نے اس سے بھی پناہ مانگی کیونکہ اول تو اس سے تمام نیکیان مٹ جاوین گی
اور دوم جسقدر زمانہ ایسی حالت مین گزریگا وہ بالکل تباہ وبرباد ہو گا کہ کرورون سانس جو اُسکے واسطے نیکیان ہو سکتی تھین نہین
بلکہ کافر ومشرک کی یہ سانس اُسکے حق مین برائیان ہین پس کرورون بُرائیان نامۂ اعمال مین درج ہوئین۔ علاوہ برین غلبۂ عظمت و
کبریائی الٰہی عز وجل سے بحکم قولہ وہم من خشیتہ ربہم مشفقون نیک بندے خائف ہوتے ہین اور بیشک اللہ تعالے عز وجل پاک بے پروا
ہے وقد قال تعالے ان اللہ لغنی عن العالمین پس اُنکو صرف خوف کا غلبہ نہ تھا بلکہ واقعی ظہور صفت استغناء وعظمت وکبریائی کا تھا
اور یہ بے انتہا خوف کا مقام ہے اور خود مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے۔ اور حدیث صحیح مین یہ مضمون
صریح ہے کہ اگر تمام مخلوق جن وانس مثل شیطان کے ہو جاوین تو اللہ تعالے عز وجل کی ملک وبادشاہت مین سے ذرہ برابر کم نہ ہو
اور اگر سب اُسکے ایسے ہو جاوین جیسا اللہ تعالے کا ایک بندہ سب سے زیادہ متقی ہے تو اسکی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاوے
پس جسکی شان عظمت وکبریائی کا یہ ادنیٰ بیان ہے اور بیان کو طاقت کیا کیونکہ ایک ادنیٰ مخلوق سے بیان مخلوق ہوا ہے
تو وہ پاک خالق کی عظمت کیا بیان کر سکتا ہے بلکہ اسکی عظمت وکبریائی بے قیاس بلکہ جیسا وہ پاک ہے اُسکے سامنے محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے مثل بندہ جسنے اپنی یہ حالت بیان فرمائی اور یہ کہا کہ مین نے تیری عظمت نہ پہچانی اور اپنی حقارت نہ جانی تو بھلا کون دوسرا
ہے کہ اپنی نسبت کچھ خیال کر سکتا ہے۔ علاوہ ازین یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالے قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے
سب مخلوق اسی کی بنائی ہوئی ہے کوئی نہین جو اُس سے سوال کرے تو سوائے گمراہ فرقون کے کوئی عارف اہل السنت مین سے
یہ اعتقاد نہین کرتا کہ اللہ تعالے ایسا مجبور ہو جاتا ہے نعوذ باللہ تعالے عز وجل پس کوئی ایسی بات نہین جسپر اُسکو قدرت نہو اور اگر
وہ چاہے تو ہزارون شقی کو جنت دیدے اور ہزار دو جنتی کو دوزخ مین ڈالدے کیونکہ اُسکے سوائے کوئی خالق نہین اور اس کے
سوائے کسی کی مخلوق نہین ہے اور چاہے جس شخص کو موت دیدے اگرچہ اُسکی عمر باقی ہو اور چاہے جسکی حیات بڑھا دے اگرچہ زمانہ آگیا ہو۔
ع۔ او ست سلطان ہر چہ خواہد آن کند۔ اور حدیث صحیح ہے کہ دو بادشاہون کا قصہ آیا ہے دونون سگے بھائی مگر ایک ظالم
بدکار اور دوسرا عادل نیکوکردار تھا اور عادل کی تھوڑا زمانہ عمر ہو گا مگر حق تعالے عز وجل نے ظالم کو موت دیدی اور یہ عادل
بندہ رہا فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کلبی ہو نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ بندہ کے سب اقوال لکھے جاتے

ہین یہان تک کہ جب جمعرات کا روز ہوتا ہے تو نامہ اعمال مین سے ہر ایسی چیز جس مین کچھ ثواب و عذاب نہین ہے طرح دیجاتی ہے جیسے تو نے سچ کہا کہ مین نے کھایا اور مین نے پیا اور مانند اس کے دیگر اقوال جو صحیح ہوت اور رہے وہ اقوال جن مین ثواب یا عذاب ہے وہ ثابت رکھے جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس اشارہ سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مباحات نامہ اعمال سے مطروح ہونگے ولیکن اُس کو تفسیر آیت سے تعبیر کرنا چاہیے پھر اگر یہ بات ثبوت قطعی کو پہونچے تو اعتقاد کیا دے ورنہ یہی اعتقاد ہے کہ ہر فعل و قول نامہ اعمال مین ثبت ہوتا ہے اور آیا اس مین سے کچھ طرح دیا جاتا ہے یا نہین تو اسکے لیے قطعی ثبوت چاہیے اور واضح ہو کہ یہ قول بنا بر آنکہ مباحات مین ثواب نہین ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے اور اسی واسطے کامل الایمان آدمی مباحات سے احتراز کرتے ہین اور زیادہ تحقیق اس کی مترجم نے مقدمہ فتاوی ہندیہ مین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اس سے بیان ہے ایسے آدمی کا کہ ایک زمانہ تک اُس نے طاعت الٰہی پر عمل کرنے کے بعد معصیات شروع کین پھر گمراہی پر مر گیا تو وہی محو فرمایا جاتا ہے اور دوسرا آدمی ایک زمانہ تک معصیات کرتا رہا اور آخر مین چونکہ اُس کے لیے نیکی مقدر تھی تو اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر مرا پس وہ ثابت رکھا جاتا [illegible] کہتا ہے کہ اشارہ لطیف ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے زمانہ جاہلیت مین نیک کام کیے پھر اسلام لایا اور نیک کام کیے تو فضل الٰہی سے اگلی نیکیون پر بھی ثواب پاویگا اور جو اسلام نہ لایا اور جاہلیت مین بہت معصیات کر چکا ہے وہ اگلی وپچھلی سب پر ماخوذ ہوگا۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اسلام لایا اُسکے اگلے گناہ چاہے جسقدر کبیرہ ہون معاف ہوجاتے ہین۔ سعید بن جبیر نے اس آیت مین کہا کہ یہ بمنزلہ قولہ تعالے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علے کل شئی قدیر۔ یعنے جسکے لیے مغفرت فرمائی تو اُسکا گناہ کو محو فرما دیا اور جس سے مواخذہ ہونا چاہا اُسکے نامہ اعمال سیاہ رکھے اور اُسکو سب قدرت ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل بندہ مومن کو نزدیک فرما کر اُسکے گناہ ایک ایک اُسکو یاد دلاویگا حتے کہ وہ بہت مضطرب ہوگا پھر فرماویگا کہ مین آج انکو تیرے لیے مٹا دونگا پس بجاے انکے ثواب پاویگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس شخص کی موت آئی وہ گیا و محو ہوا اور زندہ ثابت ہوا یہان تک کہ اُسکے مقدر موت کا وقت آوے شیخ حافظ رحمہ نے کہا کہ ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی اشارہ ظاہر ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو مومن مرتا ہے آسمان سے اُسکے رزق کا دروازہ بند ہوتا ہے اور آسمان روتا ہے اور تمام حدیث انشاء اللہ تعالے تحت قولہ فما بکت علیہم السماء والارض الآیۃ آویگی۔ اور لکھا کہ قولہ وعندہ ام الکتاب۔ کہا کہ یعنے حلال و حرام۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ یعنے جملۃ الکتاب و اُسکی اصل۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ رب العالمین کے پاس کتاب ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حسن بصری رح و قتادہ رح وغیرہ کی تفسیر حلال و حرام کی بطور اصل تفسیر کے ہے اور معنے یہ ہین کہ اہل کتاب جو بعض احکام حلال و حرام مین بسبب مخالفت توریت کے یا نصرانی بسبب مخالفت انجیل کے قرآن پاک سے منکر ہوتے تھے یا کفار قریش کہتے کہ کبھی ایک حکم آتا ہے کبھی دوسرا تو معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کہتا ہے پس یہ شبہہ دور کیا کہ اگلی کتابون مین بھی یہ اختلاف موجود ہے اور انبیاء سابقین کے شرائع عملی ہمیشہ مختلف رہے اصل معرفت و توحید مین سب کا اتفاق رہا اور اہل کتاب اس قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین کیونکہ محض اُمی شخص ایسے اعلے معارف و احکام و مانند صاف حالات و واقعات انبیاء سابقین تلاوت فرماتا ہے تو قطعی یہ احکام و معارف از جانب رب تبارک و تعالے ہین پس

جب یقین ہو گیا کہ قرآن وحی الٰہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے صادق رسول ہیں تو غالی اختلاف احکام کا بھید یہ ہے کہ ہر زمانہ
کے لیے ایک کتاب مخصوص تھی۔ لکل اجل کتاب۔ پس ایک کتاب و زمانہ سے دوسرے زمانہ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ
جو چاہتا محو اور جو چاہتا ثابت فرماتا ہے۔ بلکہ ایک ہی وقت میں ایک حکم کسی مدت معلوم کے لیے دیا گیا اور اُس کے گزرنے پر
دوسرا حکم مقرر دیا گیا یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ اور جملہ کتابیں اور جملہ احکام سب ام الکتاب میں موجود ہیں۔ وعندہ ام الکتاب
اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم تمام بندوں و اُن کے اعمال کا خالق اور اُن سے خوب آگاہ ہے اور اس کی حکمت سے آگاہی اُسی کو ہے
پس اُس نے ہر ایک حکم ہر زمانہ میں کمال حکمت و علم سے مقرر فرمایا ہے اور کوئی بات نئی نہیں ہے کہ آج کچھ اور کل کچھ ہو بلکہ اُسکے
علم قدیم میں ہر ایک حکم ایک زمانہ معلوم معین تک کے لیے مقرر ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وقال سفیان
بن داؤد حدثنی معتمر عن ابیہ عن یسار عن ابن عباس انہ سال کعبا الخ۔ یعنے ابن عباس رضہ نے کعب احبار رح سے پوچھا کہ ام الکتاب
(ابن سلیمان ۱۲)
کی تفسیر فرمائیے تو کعب احبار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا جو وہ پیدا کرنے والا ہے اور جو کچھ اُسکی مخلوق عمل کرنے والی ہے پس اُس نے
اپنے اس علم کو فرمایا کہ تو کتاب ہو جا پس وہ کتاب ہو گیا۔ ابن جریج نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ام الکتاب وہ ذکر ہے شیخ سیوطی رح
نے ذکر کیا کہ ابو الدرداء رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب رات کی تین ساعات باقی رہتی ہیں
نزول فرماتا ہے پس ساعت اولیٰ میں ذکر کی حضوری ہے جسمیں سوا اُسکے کوئی نہیں دیکھ سکتا پس جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا
ہے ثابت فرماتا ہے الیٰ آخر الحدیث۔ رواہ الطبرانی وابن ابی حاتم وغیرہما۔ واضح ہو کہ روافض نے اس آیت کو پیش کیا کہ اس سے بدا کا مسئلہ
ثابت ہوتا ہے یعنے روافض کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایک بات ابھی معلوم ہوئی وہ حکم ہوا پھر دوسری بات ابھی معلوم ہوئی تو پہلا
حکم محو اور دوسرا ثابت کیا اور جواب یہ ہے کہ یہ محض جہالت ہے کیونکہ علم تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ازلیہ ہے اسمیں تغیر و تبدیل بالکل محال ہے وہ تو
اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کہ یہ قسم مخلوق پیدا کریگا اور ہر ہر فرد فلاں فلاں وقت اس اس طرح پیدا کرے گا
اور ہر فرد اپنی تمام عمر میں ایسے ایسے یہ کام کریگا پس نعوذ باللہ تعم وہ کبھی جاہل نہ تھا بلکہ علیم حکیم ہے ہر مخلوق کی ماہیت سے وہی آگاہ اور وہی تو
اُسکا پیدا کرنے والا ہے پس بدا کا اعتقاد بالکل کفر ہے اور آیت میں جو محو اور اثبات ہے وہ موافق علم قدیم کے ہے اور یہ بھی مقدر و معلوم الٰہی تعالیٰ ہے
عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ ف فی العرائس قولہ وکذلک انزلناہ حکما عربیا۔ جیسے سابق کتابیں سُریانی و عبرانی وغیرہ میں بطریق
وحی و رسالت نازل ہوئیں کہ توحید و معرفت یکساں تھی اور اعمال ہر امت پر حسب مشیت و علم الٰہی مختلف تھے جہاں تک جس امت کو ثواب
کی مشقت دینا چاہا پس اسیطرح یہ قرآن عظیم حکم عربی نازل فرمایا۔ اور شیخ نے اشارات میں لکھا کہ یہ حکم وہ ہے جو ہم نے ازل میں دیا یعنے قدیم
ہے کہ تو اے رسول عربی صلعم تمام خلق سے اشرف اور قرآن عربی تمام کتب سے اعلیٰ ہے اور ہم نے تجھکو استعداد دی کہ تو متصف بخلق عظیم ہوا یعنے
بقرآن عظیم قولہ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ تو نے سوائے دیدار قدیم کے کسی طرف التفات نہ کیا پس یہ توحید عربی ہے جو ہم نے نازل فرمایا کہ تیری اُمت
تیرے خلق سے متصف ہو بعض نے کہا کہ احکام عربیہ کے تفاوت و تشابہات ہیں۔ حسین بن الفضل نے کہا کہ عرب قیافہ میں منفرد ہیں پس
حکم قیافہ کی تصحیح ہوتی ہے۔ قال المترجم یہ حکم شاید بربنائے شافعیت ہو ورنہ حنفیہ کے نزدیک شرعی احکام میں قیافہ کا اعتبار نہیں
لیکن اطمینان خاطر کے لیے موافق ظاہر کے ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ مدلجی قائف نے جب اسامہ رضہ وغیرہ کے خالی اقدام دیکھ کر کہا ان
ہذہ الاقدام بعضہا من بعض تو آنحضرت صلعم خوش ہوئے اور حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضہ سے اُسکو بیان کیا پس یہ ان ظاہری حال کی

نسب کا یہی تھا اور قائف نے بھی یہی کہا اور طعن کرنا خلاف ظاہر ہے اور شاید کہ آنحضرت صلعم اس بات پر خوش ہوئے ہوں کہ آپکی
امت میں ایسے لوگ ہیں جنکو باطنی ادراک ایسا دیا گیا ہے پس معرفت الٰہی میں انکو نافع ہوگا واللہ اعلم کیونکہ اصلی حالت خود
آپ کو اعلیٰ انکشاف ومعرفت سے حاصل ہوسکتی تھی اور جب لوگ آپ سے سوالات کرتے تو ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا
باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذیفہ حالانکہ لوگ طعن کرتے تھے اور بہتان لگاتے تھے پس انھون نے جا کر اپنی ماں سے بیان کیا انھون نے
کہا کہ ارے تو کیسا لڑکا ہے اگر خدا نخواستہ کوئی اور بات ہوتی تو مجھے فضیحت ہونا پڑتا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتون ومردون کی
کیفیت مثل جانورون کے تھی پس انھون نے کہا کہ اے ماں اگر آنحضرت صلعم مجھے کسی حبشی غلام سے لاحق کرتے تو میں اسکے ساتھ لاحق
ہو جاتا۔ مترجم کہتا ہو کہ سبحان اللہ کیا سچا یقین اور کس قدر اپنے نفس کی پیروی سے دور یہ لوگ تھے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ قولہ تعالیٰ
ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ اس میں آنحضرت صلعم کی تمکین کا بیان ہے کہ معارف الٰہیہ وکمال قرب میں اولاد وازواج مانع نہ تھے
بلکہ معین تھے اور اگر درمیان نہ ہوتیں تو کیسی ہوا سے ازل میں اڑ جاتی اور کوئی شخص ایمان سے مفلح نہ ہوتا اور دیکھتا نہیں کہ کیونکر یا حمیرا یعنی
صدیقہ عائشہ رضہ کو مخاطب کیا اور اسکی بات بھی کہ حق تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب رسول صلعم کو مخلوقات کے درمیان باقی رکھے تاکہ
مخلوق پر رحم فرما دے اور انکے گناہون سے درگذر کرے اور اسکی برکت سے انکو عذاب نہ کرے لقولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم واضح
ہو کہ اس آیت سے اہل دو شہر وین کو آگاہ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ عز وجل کسی بندے کو ولی وصدیق بناتا ہے تو بشری احکام بجا لانے
وازدواج واولاد وعیش اسکو کچھ مضر نہیں ہوتا اگرچہ تمام دنیا اسکو دیدیا دے۔ محمد بن الفضل رح نے کہا کہ اس میں مدح ہے کہ ہم نے
انکو ازواج واولاد دے لیا ہے لیکن بشغل انکو ادائے رسالت وقیام نبوت واظہار شریعت سے مانع نہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ
عز وجل کے ساتھ مشغول ہوا اسکو کثرت عیال وتراکم اشغال کسی حال میں مضر نہیں ہوتا پھر حق تعالیٰ عز وجل نے بیان فرمایا کہ انبیاء
کے معجزات واولیاء کی کرامات انکی تاثیر واختیار سے خارج ہیں اور اسمیں مخلوق کا کچھ دخل نہیں ہوتا لقولہ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا
باذن اللہ الآیہ۔ مریدون کے خیالات اس سے مٹا دیے کہ جو ہرہ در ریاضت بغرض کشف وکرامت کیا کریں اور پھر بیان کر دیا کہ یہ سب
امور بوقت مقدر ولیکن بقدر معلوم ہیں لقولہ لکل اجل کتاب۔ اسمین اشارہ ہے کہ جو شخص ازل میں برگزیدہ ہو وہ اپنے مراتب ومقامات کو
وقت سے پہلے نہیں پاتا اور مقام اپنے وقت مقدر پر ملتا ہے پس استقامت چاہیے وقد قال تعالیٰ ولما بلغ اشدہ آتیناہ حکما وعلما الآیہ اور
ہر کشف صفت کے لیے مراد الٰہی کے موافق ہر صفت ہونا چاہیے کہ قلب سے جو صفات بشریت ہوا و اثبات صفات عبودیت ہو اور
نور ربوبیت سے عرفان ہو۔ اور نیز اشارہ ہے کہ ہر شت ربوبیت وظہور عبودیت اور ہر نعمت وہر بلیت کے لیے علم الٰہی میں موافق حکم
ازل کے ایک مقدر وقت ہے اور یہ بات اسی وقت پہونچی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ دیکھو شیخ رح نے اس معنے کو آیت کے اشارات میں داخل کیا
اور یہ تامہ صریح اس بات کی ہے جو مترجم نے تفسیر میں ذکر کیا ہو واللہ اعلم ذلک۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ میں کہا کہ دیدار کا
ایک وقت ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر علم کے واسطے بیان ہے اور ہر زبان کی عبارت اور ہر عبارت کا طریقہ اور ہر طریقہ کا آدمی پس
جو آدمی کہ ان احوال میں تمیز نہ رکھتا ہو اسکو معارف وحقائق میں گفتگو نہ کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اشارہ کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ازلی
ذات وصفات سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ دونون صفت ارادہ اور علم ہے یعنی ہر ارادہ کے لیے قضا وقدر نافذ کرنے میں ذات باری تعالیٰ میں علم ہے
کہ امور ربوبیت میں سے جس امر کے وقوع کا ارادہ فرمایا وہ کس کیفیت سے واقع ہوگا پس کتاب تو علم ذات ہے ارادہ اسکے علم میں جو چاہتا ہے ثابت فرماتا

اور جو چاہتا ہے قضا و قدر سے محو فرماتا ہے پس کتاب جیسی تھی ویسی باقی رہتی ہے اور ارادہ جیسا تھا ویسا باقی رہتا ہے اور بندوں کے
حق میں قضا و قدر بعلم و ارادہ متغیر ہوتے ہیں کما قال تعالیٰ یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت۔ اور واضح ہو کہ بندگان حق تعالیٰ کیلئے تنبیہ ہے کہ
اپنے ارادات و علم سے خارج ہوں پس او تعالیٰ بارادہ قدیمہ نفس سے صفات بشریہ محو اور صفات روحانیہ ثابت فرماتا ہے اور اہل محبت
سے معارضۂ امتحان محو اور نور ایقان کی حقیقت ثبت فرماتا ہے اور اہل عرفان کے اسرار سے اوصاف عبودیت محو اور اوصاف ربوبیت
ثبت فرماتا ہے۔ اشارہ ہے کہ لوح عقل سے افکار دور اور اذکار ثابت فرماتا ہے اور قلوب سے علم حادث دور اور علم عرفان ثابت
فرماتا ہے اور مانند اسکے اشارات ہیں کہ ایمان آیات و خطرات کو محو اور انوار صفات و استقامت کو ثبت کرتا ہے اور اسرار میں حق قدم
سے فنا کو بقا پر غلبہ اور حق ابدیت سے بقا کو فنا پر غلبہ بظہور نور ذات و انوار صفات سے مقام تغیر ہے جیسا ہو وقال عندہ ام الکتاب سے
مقدورات کی ام الکتاب افعال و صفات ہیں اور صفات کی ذات ہیں اور سب کا مبدء و مرجع وہی ہے اور ذات و صفات محو و اثبات سے
پاک ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض ہیں۔ وہ ان کو حق تعالیٰ عز و جل نے انکے نفوس سے بذات پاک جذب و محو فرمایا تو انکی ذات کیا بلکہ
ربوبیت سے بھی فنا ہوئے اور بعض کے قلوب پر مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل کا قیام ہے کہ سوائے حق تعالیٰ جل شانہ کے کچھ نہ دیکھے اور بعض کے
ظلمات مشاہدہ کا اثر اکثر ہے کہ ہمیشہ اپنے رب سے غائب ہیں۔ ذوالنون سے مثل اسکے خواص عباد کے حق میں اور متوسط درجہ والوں کے حق
میں آیا اور ایک تیسرا درجہ عوام کا بیان فرمایا جو قبضۂ عبودیت میں تا ابد باقی ہیں اور جو ہمیشہ غائب ہونے والے ہیں سوائے مومنین کے
میں شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ القضاء المبرم ام الکتاب ہے جس میں کمی و بیشی نہیں اور اسباب میں محو و اثبات ہے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ مشیت کا تعلق صرف حادث سے ہوتا ہے اور اسی حدوث کے اوصاف سے محو و اثبات ہے اور کلام الٰہی و علم و ارادہ جو اسکی صفات قدیمہ متعالیہ
ہیں انمیں کچھ محو و اثبات کو دخل نہیں ہے البتہ صفات فعل میں محو و اثبات ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے آیا نہیں دیکھتے کہ ہر مخلوق متعلق فعل میں شباب
و جوانی و پیری و دولت سے تغیر ہوتا ہے حالانکہ ہر حال میں اسکا تعلق بقا بصفت فعل الٰہی ہے کیونکہ خود اسکو کسی حال میں بقا نہیں ہے حالانکہ صفت کچھ تغیر
نہیں اور ممکن ہے ایسے ہی محو و اثبات میں کوئی اشکال نہیں فافہم پھر باعجاز قرآنی زوال کفر اور ازدیاد اسلام سے آگاہ فرمایا۔

وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

اور یا تو ہم تجھے دکھلا دینگے بعض بات جس کا ہم انکو وعدہ دیتے ہیں یا ہم تجھے وفات دینگے پس تجھ پر تو یہی کہ تو انکو حکم پہونچا دے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ

اور ہمیں پر انکا حساب ہے کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہمارا حکم آتا ہے زمین پر اسکو ہم کم کرتے ہیں انکے اطراف سے اور اللہ

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

حکم دیتا ہے کوئی توڑنے والا نہیں اسکے حکم کا اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے اور فریب کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گذرے

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سو اللہ ہی کے لیے ہے مکر سب کا سب وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس اور قریب جانینگے کفار کہ کس کے لیے ہے آخرت کا گھر

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

اور کہتے ہیں وہ کافر ہوئے کہ تو نہیں ہے بھیجا ہوا کہدے کہ کافی ہے اللہ شاہد ہونے کو میرے اور تمہارے درمیان

ع

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ع

اور وہ جسکے پاس ہے علم کتاب کا

اول میں کافرون کے حق میں وعدہ دیا کہ لہم عذاب فی الحیوۃ الدنیا اور فرمایا ولا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ الآیہ پس یہان
اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کافرون کو تہدید فرمائی باین طور کہ ہر عذاب و آیات بتقدیر الٰہی ہے اس نے جو خلق پیدا
فرمائی اور جو کچھ اُنکے اعمال ہونگے سب وہ جانتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ ازالہ ہے اور معنے یہ کہ اور اگر ہم نے تجھ کو دکھلا دیا بعض
الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ واقعہ جو ہم کافرون کو وعید دیتے ہیں تو تیرے روبرو ظاہر ہو جائیگا اور اہل الکفر خوار ہون گے۔ اَوْ
نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دیدین قبل دکھلانے کے تو تجھ پر کوئی بازپرس نہیں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ کیونکہ تجھ پر یہی واجب تھا
کہ تو ہماری توحید و احکام انکو پہونچا دے پس تو نے پہونچا دی۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور ہم پر ہے اپنا انکا حساب جنھون نے نہ مانا و کفر کیا وہ
ہم پر ہے اور حاصل یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری کرامت و بزرگی و تیرا فرض منصب یہی ہے کہ تو انکو ہماری رسالت پہونچا دے اور باقی
تجھ پر نہیں کہ جو کوئی ہمارے ساتھ شرک کرے اور نہ مانے اُسکو تو عذاب دے بلکہ یہی ہمارے قبضہ میں ہے اور جیسا ہم نے حکم دیا وہ ضرور
ہوگا اور اُسکا وقت دنیا و آخرت میں علم الٰہی میں مقرر و معلوم ہے پس جو کوئی عذاب ایسے وقت انپر ہوا کہ تو اسوقت زندہ ہے تو دیکھ لیگا اور
جو اسکے بعد ہوا تو اپنے وقت مقدر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی تھے حتےٰ کہ ظاہری عذاب استیصال سے
آپ کی برکت سے کفار بھی بچا لیے گئے اور یہی واضح ہو کہ کثرت سے قریش میں سے سوائے چند بدبختون کے جو دنیا میں طرح طرح کے
عذاب سے ہلاک کیے گئے باقیون کے حق میں ایمان و سعادت مقدر تھی پس بدبخت اشقیا پر جو عذاب مانگتے تھے وہ کیونکر نازل ہوتا جبکہ
انہیں بہت سے اہل سعادت موجود اور اشقیا کے اصلاب میں نطفہ اہل سعادت موجود تھے لہذا اللہ تعالیٰ عزوجل نے معجزات عقلی و آیات
سے سمجھایا اور فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم آتے ہیں زمین پر یعنے ہمارا حکم جاری ہوتا ہے
کافرون کی زمین پر اس طرح کہ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم اسکو کم کر دیتے ہیں اُسکے اطراف و جوانب سے یعنی کس طرح ہم نے
اوقات پر مقدر فرمایا ہے کہ آہستہ آہستہ کفر کی زمین فتح ہو کر حوزۂ مسلمین میں داخل ہوتی جاتی ہے۔ اس میں اول تو کافرون کی تھوڑی
و مجبوری بیان فرمائی کہ ہم نے اسلام کے اقبال و ظہور توحید کا حکم دیا وہ کسی طرح نہیں مٹ سکتا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اللہ تعالیٰ
عزوجل حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی بھی ایسا نہیں جو قصد کرے اُسکے حکم کو پھیرے یا مٹا دے پس
کافر لوگ نہیں دیکھتے کہ برابر یہ حکم بڑھتا چلا جاتا ہے جسطرح حکم فرمایا ہے کسی بت و مشرک کی مجال نہیں کہ اس میں کچھ کر سکے۔ دوم یہ کہ
اہل ایمان کے صدق اور منافقون کے کذب کا امتحان تھا۔ سوم اہل آخرت اپنے تقوے و فنائے دنیا سے آہستہ آہستہ مکمل ہو کر داخل
دار القرار و قرب مزید رحمت ذوالجلال ہوتے جاتے تھے اور چہارم قریش کی اصلاب سے نطفہ ہاے سعادت پیدا ہوتے جاتے اور پھر اہل الکفر
خواری و ذلت و عذاب دنیاوی اُٹھا کر بار سے جاتے تھے اور پنجم تمام زمین دوسرون کے قبضہ میں یکبارگی نہیں دی کہ قریش کی ریاست
بحکم الائمۃ من قریش باقی رکھنی مقدر تھی۔ اور ششم توحید و معرفت جو اصل مقصود تھا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل کامل ہوتے جاتے اور عرب
کے ملکون میں رفتہ رفتہ آدمیت و فکر حاصل کرتے جاتے تھے حتیٰ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا وقت آگیا پس یہان اسی قدر انکو بتا کر دینے والا حکم
سنا دیا کہ تمام زمین عرب پر دین کو لینے بدضمہ [illegible] کردیا اور اس طرح [illegible] وہ اپنے [illegible] لیکن دیکھو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکم دیدیا کہ

ہلاک ہوئے۔ اور واضح ہو کہ جس شخص نے رسول وکتاب الٰہی سے انکار کیا اسکے نفس نے رسول صلعم سے مکر کیا خواہ رسول زندہ ہو
یا نہ ہو اگر زندہ ہو اور اسکے ساتھ جسمانی آزار دینا چاہا تو کافر جسمانی عذاب میں پڑا اور نہ اسکی مہلت پاویگا کہ موت کا وقت مقدر آوے
اور یہ عنقریب ہے وقال تعالیٰ۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ اور قریب وقت میں کفار جان جاوینگے کہ عقبیٰ کا
گھر دائمی راحت ہے قیاس کس کے لیے ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب مشرکین نے بدر کے واقعہ میں عذاب اٹھایا اور قلیب میں انکے
مردے ڈالے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خطاب کیا کہ ہم نے تو جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا ہم نے پایا اور تمکو جو عذاب کا
وعید دیا تھا وہ تم نے پالیا۔ کما فی البخاری اور افسوس ہے کہ یہ اسوقت جانا جب کچھ نہیں ہوسکتا اور وہ عذاب برابر باقی رہیگا نعوذ باللہ
من عذاب القبر وعذاب الآخرۃ۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت وکتاب الٰہی کی تعلیم پر آدمی ذرا غور کرے تو یقین جانے
کہ ان میں فائدہ کے سوا کچھ لگاؤ خود غرضی کا نہیں ہے ولیکن بعض انکار کرتے ہیں اور یہ عذاب اٹھاتے ہیں۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَسْتَ مُرْسَلًا اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ تو بھیجا ہوا رسول نہیں ہے حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس شان وحال وتعلیم
توحید وعجائب آیات ودلائل صفات کے ساتھ مع معجزات وآیات بینات مبعوث ہوئے تھے اس میں کچھ بھی انکار کی مجال نہ تھی۔
قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا کہدے کہ کافی ہے اللہ تعالیٰ عزوجل شاہد بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان
وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ اور وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے پس جو کوئی سابق کتب آسمانی مثل توریت وانجیل کا
علم رکھتا ہے وہ صاف گواہی دیگا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی توحید تمام پیغمبر لائے اور وہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے ہیں اور
نزول وحی وظہور رسالت یونہی ہوتا ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور انکا ذکر مع حلیہ وصفت کے اگلی کتابوں میں موجود ہے
اور جندب رضی اللہ عنہ سے واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں مروی ہے کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور قوم کو اسے
کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی قسم دلاتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ میرے حق میں یہ آیت اتری ومن عندہ علم الکتاب۔ بولے کہ ہاں قسم ہے
اللہ تعالیٰ جل شانہ کی۔ آخر القصہ۔ اور اس میں تامل کیا گیا کہ سورت مکیہ ہے اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ میں اسلام
لائے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہوسکتے ہیں اول آنکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مشرکین مکہ کو راہ بتلائی کہ علماء توریت و
انجیل سے نبوت سابقین اور صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے لو جبکہ تمکو انکار ہے کہ آدمی رسول نہیں ہوسکتا اور انہیں میں عبد اللہ
بن سلام اصل ہیں۔ دوم یہ کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور تفسیر اجواب شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ولیکن میں انکی پوری تقریر آخر میں جو ہے
نقل کرتا ہوں۔ قال الحافظ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تو یہ قول غریب
ہے کیونکہ آیت مکیہ واسلام عبد اللہ اول قدوم مدینہ میں ہوا ہے۔ اور اظہر وہ ہے جو عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
نقل کیا کہ یہ لوگ علمائے یہود ونصاریٰ میں سے ہیں اقول لفظ من عندہ۔ باعتبار لفظ کے مفرد وضمیر مفرد ہے اور باعتبار معنے کے
جمع ہے۔ اور قتادہ نے کہا کہ انہیں میں سے عبد اللہ بن سلام وسلمان فارسی وتمیم الداری ہیں۔ سعید بن جبیر اس آیت کو جو ومن سے
پڑھتے اور عندہ کو مجرور یعنی اور اسی کے پاس سے ہے علم الکتاب۔ اقول اور اسکو زجاج نے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی شہادت پر اکتفا
کیا اور بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ شاہد ہے کہ میں رسول ہوں اور یہ علم الکتاب یعنی لوح محفوظ کا علم قرآن اسی کے پاس سے ہے یہی قراءۃ مجاہد وحسن بصری
کی ہے اور لیکن الصحیح من موصولہ کی قراءۃ پر معنے یہ ہیں کہ تمام علماء توریت وانجیل کو شامل ہے جنکے پاس پرانی کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت

اگلے انبیاء کی بشارت سے موجود تھی کما فی قولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل الآیہ۔ و فی قولہ اولم یکن لھم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل الآیہ یعنی کفار عرب کے لیے یہ نشانی کافی ہوئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو علماء بنی اسرائیل بیقین جانتے ہیں۔ اور لکھا کہ حدیث الاحبار میں عبد اللہ بن سلام سے روایت آئی ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ قبل ہجرت کے مکہ میں ایمان لا چکے تھے چنانچہ دلائل النبوۃ میں جو جلیل الشان کتاب ہے امام حافظ ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا ہے کہ حدثنا سلیمان بن احمد الطبرانی حدثنا عبدان بن احمد حدثنا محمد بن مصفی حدثنا الولید بن مسلم عن محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال لاحبار الیھود انی اردت ان احدث بمسجد ابینا ابراہیم واسمٰعیل عیدا الی آخرہ یعنی محمد بن حمزہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا یوسف سے جو عبد اللہ بن سلام کے بیٹے ہیں روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام نے احبار یہود سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دادا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مسجد یعنی خانہ کعبہ کی مسجد الحرام میں عید کروں پس مدینہ سے روانہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے دیکھا کہ لوگ حج سے واپس ہوئے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ لوگ گھیرے ہوئے ہیں پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھا تو فرمایا کہ تو عبد اللہ بن سلام ہے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ ہاں پس فرمایا کہ میرے قریب ہو پس قسم دلائی کہ اے عبد اللہ سچ کہہ کیا تو مجھے توریت میں رسول اللہ نہیں پاتا میں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے رب تبارک تعالیٰ کی صفت فرمائیے تو کہنا چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ سورۂ اخلاص پڑھ دے پس آپ نے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد آخر تک پڑھی پس عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ میں شہادت ادا کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ پھر عبد اللہ بن سلام مدینہ واپس آئے اور لوگوں سے اپنا اسلام مخفی رکھا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کر کے تشریف لائے تو اسوقت میں اپنے ایک خرما کے درخت پر چڑھا ہوا تھا پس خوشی میں کود پڑا تو میری ماں بولی کہ اگر موسےٰ بن عمران ہوتا تو درخت پر سے تجھ سے نہ کودا جاتا میں نے کہا ہاں واللہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے میں موسےٰ بن عمران سے زیادہ خوشی ہے۔ قال الحافظ ہذا غریب جدا ف فی العرائس قولہ اولم یروا انا نأتی الارض الآیہ ظاہری تفسیر اس آیت کی معروف ہے کہ بلاد کفر کو اسلام کے لیے فتح فرمایا اور اشارہ اس میں عجیب ہے کہ جب اللہ تعالےٰ عز وجل اپنے جلال سے کسی عارف بندہ کی زیارت چاہتا ہے تو ذات و صفات سے اسکے لیے تجلی فرماتا ہے اور آثار اس تجلی کی عظمت و کبریائی کی صفت سے زمین پر واقع ہوتے ہیں پس اسکی ہیبت و جلال سے زمین آپس میں سمٹ جاتی ہے یہاں تک کہ رائی کے مثل ہو جاتی ہے اور یہ امر خلق سے پوشیدہ ہوتا ہے وقد قال تعالےٰ واشرقت الارض بنور ربہا کاش اگر فرشتے انکو دیکھتے تو فرحت سے اڑ جاتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ اولیاء سے موت کم کرتے ہیں کیونکہ اولیاء۔ واوتاد اطراف ارض میں ہوتے ہیں جب کوئی مرا تو طرف میں نقص ہوا اور تو نہیں دیکھتا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں صالح ... ہونگے مگر اطراف زمین میں اور ہر ایک کے لیے مہر روز تو شہید کا ثواب ہوگا اور جب اللہ تعالےٰ عز وجل چاہے کہ زمین خراب کرے تو اولیاء کو اپنے پاس بلا لیگا تاکہ پیچھے زمین والے ہلاک ہوں کیونکہ انکی دعاء و برکت سے اہل زمین عافیت میں رہتے ہیں اور یہ بھی غیرت الٰہی ہے عز وجل کہ انکو کوئی رفیق نہیں ہے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل ولایت کے جانے سے زمین خراب ہو گی پس متواتر انپر مصیبتیں طاری ہوں گی اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کے بندوں کو درست کرتے اور انکو اللہ تعالےٰ عز وجل کی بندگی پر آمادہ کرتے ہیں جب وے مر گئے تو لوگ بھی مردہ ہو جاوینگے شیخ ابو بکر شاشی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ آخر زمانہ میں رزق بہت دیگا مگر برکت اُن سے

دور کردیگا - ابن عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ احکام الٰہی اسکی مخلوقات پر جاری ہین خواہ کوئی خوش ہو یا ناراض ہو نفع کیے ہون یا ضرر کیے ہون - جو اُس نے حکم دیدیا اُس کا کوئی توڑنے والا نہین ہے اور جسکو اُس نے گمراہ کیا اُس کا کوئی ہادی نہین ہے اور اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اہل اشارہ و اولیا اس سے اہل معرفت کی موت سمجھتے ہین حتی کہ نہ مرشد آویگا اور کسی کو نہ پاویگا جو اسکو راہ بتلادے قولہ تعالیٰ فللہ المکر جمیعا ہر ایک مکر اپنی حد تک منتہی بلا اثر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نفس کی تدبیر پر قائم ہے پس وہی ہوتا جو وہ چاہے باقی سب ساقط ہے اور ہر قوم کا مکر یہ ہے کہ اپنا مریدین کے لیے اعمال طاعات کو مزین کیا جس سے انکو سرور ہے اور یہ مکر ہے اور محبین اپنی وجد مین سرور او مکر یہ ہے کہ آگے نہین بڑھتے اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ جو پایا اسپر قانع ہوئے اور گمان کیا کہ آگے نہین ہم واصل ہو گئے اور موحدین کا مکر یہ ہے کہ انکو دریاے بقا مین غرق کردیا اور ابدی مشاہدہ مین کبھی اسپر فنا نہین جو نکرت ہوا اور جو کوئی دریاے نکرت مین غرق ہوا تو وہ رہ جاتا ہے پاس ہے اور سب اُس کے مکر مین ہین حیلہ جوئی کرتے ہین کہ اس سے نکل جاوین مگر انتہا اس کے مکر کے نہین نکل سکتے ہین شیخ حسین رح نے کہا کہ حق تعالیٰ عزوجل کے مکر سے واضح تر کوئی مکر نہین ہے کیونکہ بندے سے وہم مین ڈالدیے گئے کہ ہم کسی حال مین اس کی طرف راہ ہے اور حدوث کو قدم کے ساتھ اقتران ہے حالانکہ حق تعالیٰ عزوجل تمام مخلوق سے بائن ہے اور اسکی صفات بالکل پاک ہین اگر مخلوق نے یاد کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر شکر کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر اطاعت کی تو اپنی نجات کے لیے اس سے حق عزوجل پاک ہے کیونکہ وہ غنی قہار ہے - ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حقیقی مکر وہ ہے جو حق تعالیٰ عزوجل چاہتا ہے وہی ہوتا ہے قولہ تعالیٰ قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم الآیۃ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے کہ اگر کوئی شاہد طلب کرتے ہو تو دیکھو کہ مین مظہر جمال الحق عزوجل ہون پس مین حقیقت سے نظر کرو تو جمال وجلال حق سبحانہ تعالیٰ دیکھو اور نیز اسکے شاہد اولیا و صدیقین ہین جنکو علم ذات و صفات کا معرفت ہوا اور تصدیق اسکی اشارہ قولہ علیہ السلام من رآنی فقد رأی الحق ومن عرفنی عرف الحق جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور جس نے مجھے پہچانا حق پہچانا نیز کلام کتاب مین اشارات اور حروف متشابہ مین آیات مین جس نے انکا علم پایا اُس نے دقائق اسرار ملکوت و جبروت کو پایا اور جس نے فہم خطاب کو پایا اور بلا واسطہ براہ کشف والہام پایا تو محقق ہوا اور رسول صلعم حق تعالیٰ ہے اس کی زبان عموم عجائب علوم الٰہیہ ہے اور زبان خصوص توحید و معرفت ہے اور خصوص الخصوص کی زبان صفات وغیب الغیب کا بیان ہے اور اولیا اسکی آیت ہین وقال علیہ السلام ان فی امتی مکلمین ومحدثین وان عمر منہم - اور اس کی زبان عموم علم مقامات مین صدق و اخلاص و فرق الہام و وسواس و ریاضات و مجاہدات و علاجات بیان کرتی ہے اور وہ زبان حق ہے کیونکہ حق کا علم اُسی سے ہے ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علم الکتاب عزیز ہے اور اُسپر عمل زیادہ عزیز ہے اخلاص عزیز ہے اور اسپر عمل اعز ہے اور مشاہدہ عزیز ہے اور سپردگی اعز ہے اور انس عزیز ہے اور آداب انس اعز ہین فافہم مترجم کہتا ہے کہ تفسیر مین کہا کہ اس سورہ رعد کا مدار یہ ہے کہ کتاب مجید حق ہے اور اسمین نصائح و مکارم اخلاق و علوم مقامات کا بیان ہے اُس سے آدمی کو دنیا و آخرت کی زندگی بھلائی کے ساتھ حاصل ہے اور سعید وہ ہے جسکو اُسی کی ہدایت ملی ہے اور شقی وہ ہے جس نے اس سے اعراض کیا اور استقامت اصل ہے اور موت تک حد ہے اور دنیا ایک ہی عمل کا مقام ہے اور یہان زندگانی کا اعتبار ہے جس نے یہان جہل کیا وہ مردہ عذاب مین گرا ہے اور جس نے یہان زندگی پائی وہ زندہ جاوید ہے - خدا تعالیٰ نے کہا کہ الٰہی ہم کو بھی ایسا کردے کہ ہم تیری ہی کتاب سے تمسک کرین اور اسی کی ہدایت پر چلین کہ گمراہ نہون مترجم کہتا ہے کہ اس سورہ مین ہر مقام پر بے انتہا علوم خزانہ غیب سے عجائب زبان کی مین کہ وہین اور جو کچھ بیان ہوا

وہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے اور اولیاء الٰہی و مفسرین صالحین کی زبان سے ادا کرتے ہیں جبکہ عوام لوگ ظاہری علوم کے فہم سے عاری ہیں اللھم اجعلنا من عبادک المؤمنین وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سُوْرَۃُ اِبْرَاھِیْمَ مَکِّیَّۃٌ وَھِیَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰیَۃً

شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا دو آیت تک۔ اور اس کی آیات کا شمار بچاس پر ایک یا دو چار یا پانچ زائد ہے۔ اور بیضاوی رح نے صرف باون ذکر فرمائی ہیں اور مکیہ ہونا بیضاوی و سراج و ابن کثیر وغیرہ سب میں مذکور ہے اور یہی ابن عباس و زبیر و جابر بن زید و قتادہ و عکرمہ و حسن وغیرہم سے مروی ہے اور بعض نے بجائے دو آیت کے تین آیات کو مستثنے کیا ہے جو مشرکین قتال کرنے والوں کے حق میں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ شمار آیات میں فرق ہے ورنہ الم تر الی الذین سے فان مصیرکم الی النار تک استثناء ہے اور ابن عباس سے یہی روایت ہے کہ سورہ مکیہ ہے سوائے دو آیت کے جو مشرکین کے مقتولین بدر کے حق میں نازل ہوئیں اور میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہی آیات ہیں جو اول مستثنے ہوئیں اور سراج میں کہا کہ باون آیات ہیں اور کلمات آٹھ سو اکتیس ہیں اور حروف تین ہزار چار سو چونتیس ہیں۔ اور مترجم نے بارہا لکھا کہ آیات اگرچہ توقیفی ہیں لیکن مقصود بالذات نہیں کما تقدم فی اول البقرۃ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ بِاِذْنِ

یہ کتاب ہم نے اتاری تیری طرف تاکہ تو باہر لاوے لوگوں کو گمراہیوں سے طرف نور کی بحکم ان کے

رَبِّھِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا

پروردگار کے اس راہ پر جو راہ ہے زبردست غالب خوبیوں والے تعریف والے کی وہ اللہ ہے جس کا ہے وہ سب جو آسمانوں میں ہے اور جو

فِی الْاَرْضِ ط وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۝ نِ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ

زمین میں ہے اور بڑا عذاب ہے خرابی منکروں کے لیے ہے سخت عذاب سے جو لوگ کہ دل سے چاہتے ہیں

الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ط

زندگانی دنیا کو آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ تعالے کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہیں اسکو ٹیڑھا

اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِیْدٍ ۝

یہ لوگ گمراہی میں دور کی گمراہی میں

الٓر۔ سابق میں سورۂ بقرہ وغیرہ میں ان حروف مقطعات متشابہات میں مفصل کلام ہوچکا اور یہاں بھی شیخ مفسر سیوطی نے فرمایا کہ اس کی مراد سے اللہ تعالیٰ عز وجل ہی واقف ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر کا مقصود یہ ہے کہ انجام کو جو ظہور ہوگا وہ

علم میں منحصر ہے جیسے قبر کا عذاب معلوم مگر تحقیق اس کی اس کافر پر ہے جو مر کر اس عذاب میں مبتلا ہوا اعوذ باللہ من عذاب القبر و
عذاب النار پس جن علمار نے مانند شیخ ولی اللہ دہلوی اور متقدمین کے بیان کیا کہ علما سے راسخین کو اسکا علم ہوتا ہے یہ صحیح ہے و لیکن
حقیقت دما یؤول الیہ الامر فقط علم الٰہی میں ہے اور حاصل یہ ہے کہ اسکے معنے دو طرح ہیں اول ما یؤول الیہ الامر پس بالاجماع سب کے
نزدیک یہ متشابہ ہے اور دوم اسکا علم تو یہ علما راسخین کو حاصل ہوتا ہے اور دوسرون کے فہم میں نہیں آسکتا ہے فافہم۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے مخلوق کو اس جسم میں روح کے ساتھ تاریک پردون کے حسن صنعت و کمال قدرت سے پیدا کر دیا اور وے مردہ اندھے کی طرح
ہیں اور انپر رسول بھیجے اور کتاب نازل فرمائی جنھون نے راہ بتلائی پس جو اس راہ معرفت پر چلے اور کجی نہ اختیار کی ان سے تاریکیان
دور ہو کر راہ کشادہ ہوئی اور آخرت سے نہایت عیش و راحت و نعمت میں گئے اور جنھون نے نہ مانا انھون نے اپنے حق میں اور زیادہ
وبال اُٹھایا اور عذاب شدید میں پڑے پس اب کلام الٰہی پر دل سے متوجہ ہو فرمایا۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ قرآن پاک ایک عظیم
الشان کتاب ہے جو ہم نے اے محمد تجھپر نازل فرمائی۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ تا کہ تو باہر لاوے لوگون کو مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیون سے
ہر طرح کی جہالت و طرح طرح کے کفر و شرک و بدعات سے۔ اِلَى النُّوْرِ طرف ایک راہ نور کے وہ صراط مستقیم ہے۔
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ یہ باہر لانا اُن کے رب کے اذن و حکم سے ہو گا حتے کہ جن لوگون کے نصیب میں نور نہیں ہے وہ پروردگار کی
طرف رجوع نہ لاوینگے ہر چند کہ تو اُن کو سب طرح کوشش سے بلاوے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ وہ راہ نور وصراط مستقیم یہ
راہ رب عزیز کی ہے جو سب مخلوق پر قاہر و غالب ہے جسکی ہدایت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ الْحَمِيْدِ وہ رب حمید ہے کہ ہر طرح
اسی کی تعریف ہے جو وہ کرتا ہے اور جس طرح اُس نے مخلوق کو پیدا کیا سب اُسی کی تعریف ہے کوئی چیز اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر
نہیں ہے۔ اسمین علوم و فوائد ہیں اول آنکہ تمام مخلوقات تاریکیون کے پردہ میں ہے اور حق تعالیٰ عز و جل کا نور ظاہر ہے حتے کہ جب آنے
مخلوق سے یہ حجاب دور کیے تو وسے نور کے پردے میں ہوتے ہیں اور وہ صراط مستقیم ہے اور بعضے کافر یہ گمان کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ
اللہ تعالیٰ پردہ نور میں ہے اور یہ کفر و جہالت ہے کیونکہ نور وغیرہ کوئی مخلوق اُسکو نہیں پردہ کر سکتی ہے بلکہ پردہ مخلوق پر ہے اور
حدیث صحیح میں آیا کہ حجابہ النور الحدیث تو اُسکے یہی معنے ہیں کہ مخلوق پر نور کے حجاب ہیں اور یہ خالص مومنون پر ہے اور کافرون پر بکثرت
تاریکی کے پردے ہیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حدیث دیدار میں ذکر فرمایا کہ فیکشف الحجاب کے یہی معنے ہیں کہ انکی نظرون سے
حجاب دور فرما دیگا ورنہ حق سبحانہ تعالیٰ ظاہر ہے وقد قال تعالیٰ اللہ نور السموات والارض۔ اور طبرانی کی حدیث میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ عز و جل کے ستر ہزار حجاب نور کے ہیں۔ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیر میں کہا کہ النور فقط راہ مستقیم واحد ہے اور الظلمات
باطل راہین ہیں اور دلیل صریح ہے کہ سوائے راہ مستقیم کے کفر کی راہین دست کثرت سے ہیں۔ اور بعض علمار نے اس عجیب صنعت الٰہیہ
میں کہا کہ صراط مستقیم کی انتہا جنت میں ہے اور وہ محل نور و رضوان الٰہی ہے اور ظلمات کی راہین سب کی انتہا دوزخ میں ہے اور
دنیا میں دونون کے آثار ہیں پس راہ نور کے آثار میں سے صدق و یقین و ایمان ہے ساتھ تعالیٰ عز و جل و اتباع طریقہ سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی خوشی اور ہر ایک سے چال وہی جسکو اللہ سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے پسند فرمایا ہے اور
جہنمیون کے آثار میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار یا شک اور دنیا کی رغبت و اپنی خواہش اور اپنی رائے کی
پیروی اور آخرت سے بے رغبتی و بداعمالیان نعوذ باللہ من ذلک اور آیت میں بیان ہے کہ قرآن مجید ہدایت اس راہ نور کی ہے جو کوئی قرآن مجید پر

[illegible]

عمل کرے یہ راہ پاوے جو صراط العزیز الحمید ہے اللہ الذی لہ ما فی السموات یعنے عزیز حمید جس کی عزت وقہاری کی
عظمت اور حمید جسکی محبت ورحمت کے جوش سے راہ ایمان نور درمیان خوف وامید کے ہے یہ عزیز حمید وہی اللہ ہے کہ اسی کا ہی
سب جو کچھ آسمانون مین ہے تمام مخلوقات سماوی سب اسی کے خلق وملک وعبید ہین۔ وما فی الارض اور یونہی سب
جو کچھ زمین مین ہے اسی کی مخلوق ومملوک وعبید ہین۔ ان مین جسطرح چاہے تصرف کرے کسی کو یہ مجال نہین کہ اُس سے سوال کرے
وہی قادر مختار ہے اور صراط کو اپنی جانب اضافت فرمانے مین بقول بیضاوی رحمہ اللہ تعالے تنبیہ ہے کہ اس راہ سے مقصود ومطلوب
وہی رب تبارک وتعالے ہے جسکی عزت وعظمت سے بندہ ڈرتا ہے اور اُسکے وصف جمیل سے فضل کے ساتھ محبت مین رہے اور
تنبیہ ہے کہ اس راہ کو وہی پاک پروردگار بندہ پر ظاہر فرماتا ہے اور عزیز کے وصف سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اس راہ پر ہو اُسکو
اللہ تعالے عزوجل ذلیل نہین فرماتا اور حمید سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اپنے رب تعالے سے اس راہ کی درخواست کرے اُس کو وہ
حمید مجید محروم نہین فرماتا۔ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ اور بربادی ہے اُن مخلوقات کی جنھون نے انکار کیا سخت
عذاب کے ساتھ یعنے آدمی اور جن مین سے جنھون نے اس کتاب سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور تاریکیون سے
بجانب راہ نور کے نہ نکلے اُنکی سخت عذاب سے بربادی ہے۔ حدیث ترمذی مین ہے کہ ویل ایک وادی ہے جہنم مین جسکے غار کے اندر
کافر ستر خریف تک چلا جاویگا مترجم کہتا ہے ایک خریف کی تعداد بعض نے کہا کہ ستر برس اور بعض نے کم وبیش واللہ اعلم عند اللہ تعالے اور
سنن وفضائل القرآن کے آثار وبعض احادیث مین ہے کہ الویل کل الویل لمن اعرض عنہ بربادی پوری خواری عذاب کی اُس شخص کے
حق مین ہے جس نے قرآن پاک سے منہ موڑا اور یہان معنے اول ظاہر ہین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ویل دراصل مصدر ہے اور یہان
مفعول مطلق کے مقام پر ہے جس سے نصب ہوتا ولیکن بلاغت سے اسکو رفع ہوا تاکہ ہمیشگی سمجھی جاوے یعنی جملہ اسمیہ کردیا گیا تو سمجھا گیا کہ یہ
ویل ان کافرون کے لیے دائمی ہے سراج مین کہا کہ ویل اس مقام پر بمنزلہ بددعا کے ہے جیسے مومنون کے حق مین سلام علیکم بما صبرتم الآیہ
ف۔ اول آنکہ قولہ صراط العزیز الحمید اللہ الذی یہان قراءۃ اللہ مین نافع وابن عامر کی قراءۃ پیش کے ساتھ ہے یعنے اللہ ہو الخالق الذی الخ
اور باقیون کی قراءۃ مین العزیز الحمید کا عطف بیان ہے کیونکہ اللہ بمنزلہ علم کے ہے یعنے معبود برحق کا گویا خاص نام ہے کذا قال البیضاوی
سراج مین کہا کہ محققین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے اور ایک قوم کے نزدیک الہ سے مشتق ہے رازی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ
ہمارے نزدیک قول اول اصح ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ لا الہ الا اللہ سے توحید ہے تو معلوم ہوگیا کہ اللہ یعنے معبود خود ذات ہین بلکہ گویا علم کے
ہے اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا ہل تعلم لہ سمیا یعنی کیا تو اُسکا نام کا کوئی اور جانتا ہے یعنے اللہ کسی اور کا نام نہین ہے۔ اعتراض واگر پھر دوسری
قراءۃ کیونکر مشہور ہوگی کیونکہ پہلے صفات کو علم آیا تو جواب یہ ہے کہ اس مین خوبی یہی ہے کہ تفسیر کے اشارہ بر بیان ہوئی۔ دوم فائدہ یہ کہ رازی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ بندون کے افعال پیدا کرنے والا وہی اللہ تعالے ہے دلیل یہ کہ لہ ما فی السموات وما فی الارض
سے اسی کا سب معلوم ہوا اور یہ حصر ہے کہ وہی مالک اور وہی حاکم اور وہی خالق ہے اور زمین کی جو چیزین ہین انھین بندون کے اعمال بھی
ہین تو وہ بھی اُسی کے ہونگے اور معنے یہ کہ اُسی کے مقدور ہونگے تو اُسی کی قدرت سے پیدا ہوئے ورنہ لازم آویگا کہ اُسکی مقدور کو بندہ نے
پیدا کیا اور یہ کفر ومحال ہے۔ واضح ہو کہ جو کوئی تاریکیون سے نور کی طرف آیا اُسکو اللہ تعالے جل شانہ نے بحکم قولہ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ پاکیزہ زندگی سے
زندہ رکھتا ہے یعنے برزق حلال واعمال صالحہ گذاردی عن ابن عباس وجماعۃ ولقناعت گذاردی عن علی رضی اللہ عنہ والحسن وجماعۃ اور

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم الحدیث یعنے بیشک فلاح پائی اُس نے جو
اسلام لایا اور اسکو بقدر کفاف رزق دیا گیا اور جو دیا اُسپر اسکو قناعت عطا فرمائی، رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ اور اسی کے
مانند فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی۔ اور واضح ہو کہ تاریکیون سے نور مین نکل آنا یہی ہدایت وایمان ہی
جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت اور قرآن مجید پر آپ کی تعلیم کے موافق عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہی اور اصل اس مین
یقین ہی جسکے ساتھ کچھ شک نہو اور ولی جو کمتر درجہ کا ہو یہی ہے جو ابتدائی پردہ نور پر ہو اور انتہائی پردہ نور قیامت مین رفع ہوگا واللہ تعٰ
اعلم اور کفار یا مشرکین ان تاریکیون سے باہر نہین ہوتے ولیکن بعضے قسم کے منافق ایسے تھے کہ کبھی انکو یقین آیا پھر مشکوک ہو گئے اور کہا کہ
اللہ تعالے عزوجل ہی جانے کہ کیا معاملہ ہی تو انھین کا حال قیامت کا حدیث صحیح مین آیا کہ کبھی نور انکے آگے چمکیگا کہ صراط پر چلینگے پھر
اندھیرا ہو جائیگا اور چونکہ وہ نور کی طرف نہ نکلا تو وہ کافر ہی یا وہ ایمان سے خارج ہی اور بہرا اون قسم کے کافر اُن کے ساتھ تاریکی
جہنم مین گرینگے اور وہان عذاب شدید ہی اور یہ لوگ واویلاہ اور وامصیبتاہ کہینگے چنانچہ قولہ ویل للکفرین من عذاب شدید کی تفسیر مین
بعض نے ویل کے یہی الدعا وویلاہ کے معنے بیان کیے پھر اللہ تعالے نے اُن کی پہچان بیان فرمائی۔ بقولہ الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ
الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ ایسے لوگ ہین جو محبوب رکھتے ہین زندگانی دنیا کو آخرت پر یعنی چنتے ہین یعنے چنتے ہین ولیکن استحباب کے
معنے مین طلب محبت ہی پس اس مین لطیف اشارہ ہو کہ جیسے ایمان دار الابندہ اپنے رب تبارک تعالے کے قرب جنت کی محبت پیدا ہونے کی
جستجو وکوشش اسطرح کرتا ہی کہ کسی عارف وولی کی صحبت ڈھونڈھتا اور دنیا کی برائیان سُنتا ہی تاکہ اس سے دل پھر جاوے اور آخرت
کی محبت آتی جاوے اسی طرح کافر لوگ اسکے برعکس کرتے ہین اور ایسے ایسے سامان ڈھونڈھتے اور ایسے لوگون کی ملاقات وباتین سننے
مین کوشش کرتے ہین جو سوائے دنیاوی زینت وعیش خوار کے آخرت سے منکر وجاہل ہین۔ اور جس شخص کے دل مین نفاق ہوتا ہی اگرچہ بظاہر
مسلمان ہو اُسکا بھی یہی حال ہوتا ہی کہ جب دنیا اور آخرت کا کام جمع ہوا تو وہ دنیا کو مقدم کرتا ہی اور مقدم کرنے سے یہ مراد ہی کہ مثلاً روزہ رکھنے کا
حکم دیا تو وہ نعیم آخرت ورضائے حق عزوجل کو ترک کرتا ہی اور دنیا کی غذا نہین کھاتا اور روزہ نہین رکھتا ہی پس اس قسم کے کافرون کی
بدخصلتون مین سے اول یہ کہ آخرت پر دنیا کو مقدم کرتے مین حتی کہ بعضے آخرت سے بالکل منکر ہی ہوتے ہین اور بعضے اپنی رائے کے موافق
کچھ سمجھ لیتے ہین جو باطل ہی اور بعضے شک مین ہوتے ہین تو آنکھون والا ان اندھون کی نسبت بالیقین یہ کہتا ہی کہ افسوس یہ مردود لوگ ہین
کہ آخرت کو نہین لیتے ہین بلکہ دنیا پر شیفتہ وفریفتہ ہین۔ اور دوسری بدخصلت بیان فرمائی بقولہ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ
اور روکتے ہین اللہ تعالے عزوجل کی راہ سے پس بعضے تو کفر وشرک کے خیالات واپنی رائین عام طور پر بیان کرتے ہین جس سے عوام جو
بدبخت ہے اُن کے ساتھ ہو جاتا ہے اور بعضے قارون کے مثل اور فرعون کی وضع بنا کر لوگون کو دنیا کا بندہ بناتے ہین اور بعضے دوسرون
سے اپنی پیروی لیتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ جھوٹی راہ وباطل اعتقاد کی طرف بلاتے اور دنیاوی لالچ دیتے ہین جیسے نصرانی پادری وغیرہ
اور بعضے کچھ شیطانی کرشمہ دکھلا کر عوام کو اپنے اعتقاد مین لاتے ہین اور کرامت والے پیر مشہور ہو کر خلق کو راہ راست وطریقہ
شریعت وسنت سے روکتے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرتے ہین۔ حدیث مین ہی کہ آخر زمانہ مین لوگ ہونگے کہ ایسی حدیثین وباتین
لاوینگے جنکو نہ تم نے سُنا اور نہ تمھارے باپ دادا اون نے سُنا یعنے یہ لوگ جھوٹے دجال گمراہ کرنے والے ہونگے۔ اور تیسری بدخصلت
کافرون کی یہ ہے۔ وَیَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا اور چاہینگے راہ کو ٹیڑھا یعنے راہ حق کو اپنی خواہشون وخراب مرادون اور غرضون کے موافق چاہینگے

یہ ضلالت نہایت درجہ کی گمراہی وجہ ہے پس بعضے تو اپنی خوشی و خواہش نفس کے فریب مین اپنی راے کے موافق بت پرستی اور ہزارون قسم کے شرک جیسے تیسری تاریخ کے چاند سے رنج پہونچتا ہے اور چھینک دینا کھونٹ ہی اور بلّی کا راستہ کاٹنا اور مانند انکے بکثرت باطل خیالات کو راہ بنانا چاہتے ہین اور بعضے تمام قدرت آلہیہ و مخلوقات کی صنعت کو اپنے حواس مین محصور جانتے ہین اور انبیار کے معجزات و شیطان کے وجود اور آسمان وغیرہ سے انکار کرتے ہین اور جسقدر انکے حواس مین آوے اور جو انکی راے قائم ہو اسی کو راہ بناتے اور ٹیڑھی راہ کو چاہتے ہین کہ یہی راہ مستقیم ٹھہرا وین اور بعضے حضرت عیسے علیہ السلام و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین اپنے خیالات قائم کر کے راہ مستقیم کو ان خیالات پر مطابق یعنی بالکل کج و بیراہ چاہتے ہین اور بعضے اپنی خود غرضیون و دنیاوی خواہشون کے لیے شرک و بدعت و تقلید و تغیر مقلدی و جدال و قتال و کفر و طعن و لعن کو راہ اسلام بناتے ہین۔ ایسی صورتین راہ حق کو ٹیڑھا خواہش کرنے مین داخل ہین اور خلاصہ اسکا یہ نکلا کہ نفس کے ظاہر فریب یا خفیہ مکروہ لیے تاریک کا اتباع کر کے راہ مستقیم اُسی کو چاہتے ہین اور اگر اسلام پر ہوتے تو راہ الٰہی جو قرآن پاک کے موافق حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اسکا اپنے نفس کو مطیع و تبع بناتے اور حدیث صحیح مین ہے لا یومن احدکم حتے یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ رواہ البخاری وغیرہ واحد یعنے تم مین کوئی ایمان والا نہوگا یہان تک کہ اُسکی خواہش تابع ہو جاوے اُسکے جو مین لایا ہون پس مومن کی تو یہ پاکیزہ شان ہو کہ تمام تاریکیون کے ہر طرف ہجوم و تراکم سے جہان مثل اندھیرے کے وہ ہر طرف جہنم کے بکثرت غارون مین پھنسا تھا کہ ذرا اگر قدم بیراہ پڑا اور وہ جہنم مین گرا تو عین فضل و ہدایت الٰہی جل شانہ سے اُس نے حضرت ہادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کلام سے ہوشیار ہو کر آپ کے پیچھے پیچھے سیدھی راہ سے وہ مقام نور مین آگیا جہان آفتاب ایک ذرہ ہی ورا روز بروز بلکہ ہر وقت نیکی کے اعمال سے اسکو عروج ہوا اور نورانی حجاب مین سیر کرتا چلا جاتا ہی اور وہ اپنے نفس کو پہچان گیا کہ تاریکی مین کس طرح بند رہا ہوا تھا جسکی خوشی وہین بلکہ زیادہ بدتر جگہ جانے کی تھی اور کچھ اسکو نہ سوجھتا تھا پس بالکل اُس نے اپنے نفس سے منھ موڑا اور مردانہ ہمت سے اُس نے نفس کو بلا حجت و بغیر اجازت گفتگو کے ایک آواز سے کہدیا کہ کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطیع رہے اور رہے کافر لوگ جنکی ہزارون قسمین ہین وے سب اُسکے برعکس ہین کہ انھون نے شیطان کو پیشوا بنایا اور بیٹھے کو دیتے و اُچھلتے ہر طرف جہنم مین گرتے ہین اور جسقدر نفس و شیطان کی پیروی اور قرآن پاک کا انکار زیادہ اسیقدر تاریکی زیادہ ہوتی جاتی ہی اور نور سے نہایت دور پڑتے جاتے ہین چنانچہ حق تعالٰی عز و جل نے فرمایا۔ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ یعنے ایسے لوگ کافر جنکی یہ خصلتین ہین بعید گمراہی مین ہین یعنے حق و نور سے بہت دور ہین پس سے ظاہر ہوتا ہی کہ بعضے کافر جنمین اصل معمول وغیرہ جمع نہون تو قریب اول البتہ دوزخ مین ہونگے الیسا ہی بعض مفسرین نے لکھا ہی اور حق یہ ہی کہ کلام مین یہ دلالت نہین ہی بلکہ مقصود یہ ہی کہ جس آدمی مین یہ صفت ہو کہ حیات دنیا کا محب ہو یعنے نفس یہ چاہے کہ تمام چیزون سے یہی زیادہ محبوب رہے اور راہ حق سے باز رہے اور باز رکھے اور اپنی خواہش کے موافق اُسکو ٹیڑھا چاہے جیسے اس زمانہ مین نیچیر فرقہ دشمن اسلام ہی تو ایسا شخص حق سے بہت دور پڑا اس سے یہ امید مت کرو کہ ایسی حالت پر قائم ہو کر کبھی نور کی رونق دیکھا کی پاویگا اور یہ قدرت قادر ذو الجبروت۔ ف فی العرائس قولہ تعالٰے الٓر۔ الف۔ لام۔ را۔ الف مین تین حرف آل قف لیں اول اشارہ الفت الٰہی بقلوب اولیا اشد۔ اور لام ولایت ہی گویا وہ الیمنہ بدلے اولیاء خود ہے اور را اشارہ برحمت سابقہ ازلیہ ہی جس سے انکو برگزیدہ فرمایا پس الٓر سے اشارہ فرمایا کہ مین نے ازلی رحمت سے اپنے اولیار کو مختار فرما کر تجھے انھین کا سردار بنایا ہی انھین کو تیری محبت اور وہی کتاب سے مقصود ہین قولہ کتاب انزلناہ الیک۔ اس سے تیری فضیلت اور تجھ پر قرار ہونے والے میرے اولیار کی فضیلت ہی جو مقصود

ہین قولہ لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہ اخراج باذن ربہم ہے پس قلوب مین تروتازگی دپیدا ارفہم وعقل اسی اختیار کا ظہور
ہے اقول حدیث صحیح کی دعا مین ہے کہ اے رب قرآن کو میرے قلب کی ربیع فرماوے اور امثال ونصوص واشارات جابجا سابق
مین مذکور ہوئے ہین قال الشیخ یعنے طبیعت کی تاریکیون سے تبعیت کے انوار مین لاوے اور حاصل یہ کہ سوائے نفس نفیس حضرت
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر نفوس ایک خاص صنعت الٰہیہ سے برعکس میل کرتے ہین پس اتباع حق سے خلاف نفس وطبیعت
ہوتا ہے اور وہی راہ نور ہے اسی واسطے جو لوگ نفس وطبیعت کی پیروی کرتے ہین وہ برعکس راہ چلتے ہین اور ہر دم دوری زیادہ ہوتی جاتی ہے
نعوذ باللہ من الضلال اور لکھا کہ یہ اخراج بہت سی حالات کو شامل ہے مثلاً نفس کی پیروی سے اتباع کے نور مین لاوے اور گمان
وہم کی پابندی سے نور یقین مین اور حالت مردگی سے بحالت زندگی۔ اور تاریکہائے نفس امارہ سے نور مشاہدہ اور تاریکی حجاب سے
نور مکاشفہ ودید اغیار سے بدیدار نور توحید لاوے۔ امام جعفرؒ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نور کتاب سے مخصوص فرمایا
اور تمام مخلوق کے واسطے عہد کردیا کہ اگلی اُمتون کا بیان اور اس امت کی نجات ہو کہ ظلمات کفر وبدعت سے نکلکر راہ سنت پر آوین
اور اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جہالت سے نور علم مین لاوے اور قولہ باذن ربہم سے بیان فرمادیا کہ یہ فعل منوط باسباب نہین ہے
بلکہ فقط قدرت واختیار الٰہی عزوجل ہے وقولہ الی صراط العزیز الحمید۔ یہ راہ طریقہ عبودیت ہے کہ ہر ایک بندہ برگزیدہ کے لیے اسکی
مقدار کے موافق ربوبیت کی معرفت کے لیے ازلی مشیت مین جاری ہوا یس یہین بندہ کی مقدار ہے نہ قدر حق عزوجل کیونکہ وہ تعالےٰ پاک
برتر ہے کہ حقائق قدم کو حوادث مخلوق مطالعہ کرے وہ عزیز ہے اور اپنے افعال وصفات مین محمود ہے اسی سے ابتدا ہے اور اُسی کی طرف مرجع ہے
ماضی ومستقبل وحاضر کا ہے تمام ملک وملکوت اُسی کے قبضہ وتصرف مین ہے قال تعالیٰ اللہ الذی لہ ما فی السموات الآیہ۔ ولیا رصادق الایمان
کے واسطے اشارت ہے کہ سب آسمان وزمین میرا ہے جو کچھ چاہو مجھی سے طلب کرو نہ دوسرے سے اور جو مجھے چاہے وہ دوسری چیز طلب نہ کریگا
واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تمام خلق عالم جو کچھ ہے اسی کا ہے جسے خلق مین سے کچھ چاہا تو اپنی کرامت سے کمتر خلق کی جو چیز ہو اور جسے وحدہ لا الٰہ
الا اللہ خالق عزوجل کو طلب کیا تو وہ تمام خلق اسکے واسطے مسخر فرماتا ہے۔ پھر حق تعالےٰ عزوجل نے کافرون کا حال بیان فرمایا یعنے رحمت اور
قہر وصفات پاک کا ظہور دو قسم ہے اول اولیا مومنین طالب خدا وآخرت پس انکا حال بیان فرمادیا اور دوم اعدا مقہورین کا فرین
پس انکو بیان فرمایا القولہ الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الآخرۃ۔ اسمین اشارہ ہے کہ کافر مشرکین جو بظاہر لباس ایمان کے پردہ مین دنیا
کی دولت وعزت وحرمت چاہتے ہین وہی خود گمراہ اور السیہ راہ دینے والون کو گمراہ کرتے ہین۔ اولئک فی ضلال بعید یعنی قہر کی تاریکی
مین گرفتار ہین اس سے کبھی نہین نکل سکتے ہین اور شیخ ابوعلی جوزجانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جسنے دنیا کو محبوب کر لیا اسپر راہ آخرت مسدود
اور وہ اسکی راہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے آخرت ہی طلب کی اور اُسی کو اپنا مقصود ٹھہرایا تو وہ اپنی نجات کی طلب سے محروم
کیا جاتا ہے اور جس نے راہ نجات کو طلب کیا تو وہ فضل الٰہی سے اپنے نصیب سے محروم کیا جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ دقیق اشارہ نہایت قدر کے
قابل ہے اللہم اہدنی وانفسنی بہا وانت المطلوب انت ارحم الراحمین۔ پھر چونکہ عرب والے رسول کو کوئی فرشتہ اور کتاب کوئی غیر معروف زبان اور
رسول کے لیے دنیا بھر کا مال وفخر اور ریاست ومعجزات رسول کے اختیار مین جانتے تو فرمایا

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ ٱللَّهُ مَن يَشَآءُ وَ

اور نہین بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ انکے لیے بیان کرے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس شخص کو چاہے اور

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہدایت فرماتا ہے جسکو چاہے اور وہی سب قوت قدرت والا اور سب حکمت والا ہے

یعنی کتاب الٰہی اور وحی آسمانی رسول کی قوم کی زبان میں سنت الٰہی جاری رہی اور رسول فقط حکم بیان کرنیوالا ہوتا ہے اور کسی مخلوق میں ہدایت پیدا کرنا یعنی تاریکیوں سے نور کی طرف نکل آنا یا منکر ہوکر اور زیادہ تاریکیوں کی طرف جانا اور کتاب جو نازل ہوئی اس سے فیض پانا تو یہ ایجاد ہے یہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت میں ہے اور اسکی مشیت پر ہے اور یہ مشیت سراسر حکمت ہے جس سے مخلوق عالم نہیں ہو سکتا چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ حرف مِنْ زائدہ تاکید نفی و استغراق کے لیے رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ یعنی ہم نے کسی زمانہ میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسکی قوم کی زبان میں۔ اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ کبھی اللہ تعالیٰ عز وجل نے آدمیوں کے لیے کوئی جن یا فرشتہ رسول نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آدمی ہی رسول بھیجا اور یہ کہ رسول بھیجنا برابر ہمیشہ سے جاری ہے اور جو آدمی کہ رسول بنایا وہ احکام الٰہی کو اپنی قوم کی زبان میں لایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عز وجل کا کلام صفاتی حروف وغیرہ سے پاک ہے لیکن جو وحی و کلام نزولی کہ رسول لایا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام نزولی ہے حتی کہ اس کا منکر کافر مردود ہے مسئلہ قرآن مجید کی نسبت اگر کوئی شخص کہے کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو کیا حکم ہے۔ جواب یہ کہ یہ شخص کافر ہے اور یہی حکم اس توریت کا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور انجیل کا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن جو ترجمہ و تحریف شدہ اسوقت یہودیوں و نصرانیوں کے پاس ہے اسکا یہ حکم نہیں ہے اول تو بلا شبہہ اسکی تحریف ظاہر ہوئی اور دوم اپنی رائے کے ساتھ اسکا ترجمہ کرکے قطعی محرف کر دیا۔ اب رہا یہ فائدہ کہ اسکی قوم کی زبان میں کیوں بھیجا تو فرمایا لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ قوم والوں کے لیے صاف واضح بیان کرے یعنی قوم اس سے اچھی طرح نصیحت حاصل کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر مفسرین کو اس مقام پر اشکال نظر آیا اسطرح کہ قرآن پاک جب زبان عرب ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں بلغت قریش ہے تو آپ کی بعثت فقط قریش یا عرب کے واسطے ہوئی حالانکہ بالیقین آپ تمام مخلوقات آدمی بلکہ جن کے لیے مبعوث تھے پس اول میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ آپ کی بعثت عام تھی پھر مفسرین کے جوابات اور تحقیق ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیان اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اے لوگو بیشک میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف سب کی طرف پس جمیعا سے قطعی تاکید کرکے یہ احتمال دور کر دیا کہ شاید الناس سے مراد فقط عرب ہوں کیونکہ یہ معنی مجازی ہیں اور تاکید سے حقیقی معنے لینا قطعی ہو جاتا ہے جیسا کہ بلاغت عربیہ میں بیان ہوا اور اس قاعدہ پر اجماع ہے۔ قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس یعنے نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام سب لوگوں کے واسطے۔ دیکھو اس میں کافۃ سے نہایت سخت تاکید فرمائی کہ کوئی فرد بشر اس سے نہیں چھوٹا اور کلام کو بطریق حصر کے فرمایا کہ یوں ہی تیری رسالت ہے اور کسی طرح احتمال نہیں ہے اور آیات دیگر قطعیہ موجود ہیں جن میں ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک تمام عالمین کے ذکر ہے کقولہ تعالیٰ ان ہو الا ذکر للعالمین۔ اور مانند اسکے شواہد و آیات بہت ہیں اور تحدی بالقرآن جیسے آدمیوں کے ساتھ ہے ویسے ہی جن کے ساتھ ہے لقولہ تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ اور کثرت سے جنوں کو عدم ایمان پر ملامت فرمائی اور نصیبین کے جنوں کا ایمان منصوص ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ بعثت الی الاسود والاحمر یعنی کالوں و گوروں سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں عطا ہوئیں جو کہ کسی نبی کو نہیں عطا ہوئی تھیں ایک مہینہ کی راہ تک

مین رعب سے فتح دیا گیا اور تمام زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کی چیز کر دی گئی اور غنائم جہاد میرے لیے حلال کر دیے گئے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی فقط اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین تمام لوگون کی طرف بھیجا گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو اور بادشاہ فارس وغیرہ کو خط لکھا اور ہدایت فرمائی چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی صدق کے ساتھ ایمان لایا اور ہرقل نے تعظیم کے ساتھ کہلا بھیجا کہ حاضری سے معذور ہون اگر وہان ہوتا تو مین قدم دھو کر پیتا اور بادشاہ فارس نے خط چاک کر دیا اور قاصد کو جھڑکا چنانچہ جب قاصد نے آکر حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجوس اسی طرح پارہ پارہ کیے جاوینگے جیسے میرے خط کو چاک کیا چنانچہ اسی زمانہ مین ملک مین فساد ہوا اور تمام پارہ پارہ ہوئے یہان تک کہ اہل اسلام نے ایک عرصہ کے بعد ملک پر جہاد کر کے فتح کیا اور لوگون کو راہ اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین وغیرہم اس بات پر متفق تھے ان مین کچھ بھی دوسرا قول نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان والون اور انبیاء سب پر فضیلت دی تو لوگون نے پوچھا پس فرمایا کہ آسمان والون کے حق مین کہا ہے ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ پس آپ کے لیے پہلے سے برات لکھ دی۔ پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیاء پر فضیلت بھی اپنی زبان سے بیان کر دیجیئے تو کہا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل فرماتا ہو وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہر ایک پیغمبر کو اُسی کی قوم پر مخصوص رکھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو تمام آدمیون مشحون کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ بالجملہ یہ امر قطعی اجماعی ہو کہ آپ کی بعثت عام و رحمت تمام ہو۔ بعض مفسرین کو جو اشکال نظر آیا کہ قرآن پاک بزبان عربی ہونے سے آپ کی بعثت خاص لازم آتی ہو اور انھون نے جوابات ذکر کیے وہ یہ ہین کہ قوم سے مراد وہ لوگ ہین جنکو اُس نے راہ حق کی دعوت کی اور اسی جواب کو رازی و سراج وغیرہ مین اختیار کیا اور بیضاوی نے لکھا کہ قولہ الا بلسان قومہ یعنی اپنی قوم کی زبان مین جنمین سے وہ خود تھا اور انہین مبعوث ہوا تھا لیبین لھم۔ جو حکم دیا گیا اسکو انسے صاف بیان کر دے تاکہ آسانی و جلدی سے اسکو سمجھ کر سیکھ لیوین پھر اسکو نقل و ترجمہ کر کے دوسرون کو سمجھاوین کیونکہ قوم والے بہ نسبت غیرون کے رسول سے اولے و اقرب ہین کہ پہلے انھین کو دعوت کرے اور پہلے انھین کو راہ راست پر لاوے اور رب تبارک و تعالیٰ کی معرفت سکھلاوے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحکم قولہ وانذر عشیرتک الاقربین سب سے پہلے حکم ہوا کہ اپنے قرابتیون کو انذار فرماوے اور اگر ایسا منظور ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مختلف اُمتون و تمام عالمون کی طرف بھیجے گئے تھے اُن پر مختلف زبانون کی کتابین نازل کیجاوین کچھ مشکل نہ تھی بلکہ ایک طرح کے معجزہ سے یہ بہت سہل کام تھا و لیکن اس سے کلمات مین اختلاف ہوتا اور الفاظ و معانیہا کے حاصل کرنے اور اصول و فروع سیکھنے و کمال ثواب کے لیے اجتہاد کی قوت مین نفس کو تعب و رنج دینے کا موقع ضائع ہو جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کچھ اشکال ذکر نہین کیا۔ اور جمل حاشیہ جلالین مین کہا کہ اولیٰ یہ ہو کہ قوم کے معنے یہ لیے جاوین کہ رسول جن لوگون کی طرف بھیجا گیا پس دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق مین یہ قوم اسکی قرابتی ہونگی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمام عرب و عجم و مخلوق ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے اسکی زبان مین خطاب کرتے اگرچہ یہ ثابت نہین ہوا کہ آپ نے ترکی زبان مین کلام کیا کیونکہ کبھی کسی ترکی سے بات کرنے کا اتفاق نہین ہوا اور اگر ہوتا تو آپ اُس سے ترکی مین کلام کرتے اس جواب کو غور سے سمجھ لینا چاہیے انتہیٰ مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب بچند وجہ مخدوش ہے اول یہ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام فرعون کی جانب

بھیجے گئے حالانکہ وہ انکی قرابت مین سے نہ تھا اور نہ اسکی زبان مین کتاب نازل ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ فقط اسواسطے بھیجے گئے تھے کہ بحکم
قولہ ان ارسل معنا بنی اسرائیل الآیہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کر دے تو خلاف منصوص ہے کیونکہ صریح اسکو ہدایت کرنے کا حکم ہے اور
ارسال بنی اسرائیل ایک ضمنی یا طفیلی حکم تھا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا وہ عربی مین تھا والکتاب کالخطاب
خط کا حکم مثل کلام کرنے کے ہے۔ سوم یہ کہ اہل حبشہ سے کلام کیا مگر مروی نہین کہ زبان حبش ہو۔ علاوہ برین علماء کا اجماع بلکہ تمام کفار یہود و
نصاریٰ کا اجماع ہے کہ آپ محض اُمّی تھے اور صریح دلیل وحی قرآن کی ہے کہ آپ نے تمام اخبار امم ماضیہ و وقائع انبیاء وحی صریح
سے بیان فرمائے وقال تعالےٰ لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وہذا لسان عربی مبین پس آپ عجمی زبانون سے واقف نہ تھے اگرچہ شان نبوت
اور قدرت معجزات الٰہیہ مین یہ کچھ بڑی چیز نہین کہ آپ تمام جہان کی زبانون مین کلام کرتے جیسے اللہ تعالےٰ عز وجل چاہتا تو تمام جہان کو
راہ راست دیدیتا ولیکن ایسا نہین فرمایا ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ صواب صریح و حق صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ یہان کوئی اشکال ہی
وارد نہین ہوتا کیونکہ سیاق آیت کریمہ کا اصلی مقصود یہ ہے کہ رسول کو حق تعالےٰ اسواسطے بھیجتا ہے کہ قوم کو صاف بیان سے سُنا دے
پھر ہدایت دینا اور نہ دینا اُسکے قبضہ مین نہین بلکہ فقط اللہ تعالےٰ کی مشیت مین ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عام بعثت اس طرح
مقدر ہوئی تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی تعلیم سے کامل مکمل ہو کر خلق کو ہدایت فرماوین جیسے قوم موسےٰ علیہ السلام مین بحکم قولہ ومن قوم موسےٰ امة
یہدون بالحق الآیہ اور ایسا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا ہے اور انکی صفت مین تامرون بالمعروف الےٰ آخر الآیہ فرمایا اور اسی واسطے جہاد
مین انپر فرض تھا کہ جس قوم پر جاوین اُسکو راہ حق کی طرف بلاوین اور سُننے و سمجھنے و ہر طرح اطمینان کرنے کی طرف توجہ دلاوین اور بلاوین پھر اُنسے جزیہ
طلب کرین پھر جب کسی طرح نہ مانین تو تلوار نکالین اور فتاوے فقہ مین تعلیل بیان کی کہ اس زمانہ مین یہ دعوت اسوجہ سے واجب نہ رہی کہ
اسلام و توحید سے سب لوگ خبردار ہو چکے ہین اور ظاہر ہے کہ بیان یہی ہے اور معجزہ خواہ قرآنی ہو یا اور کوئی ہو ہدایت کے لیے مشروط نہین
یعنے آنکو لازمت نہین ہے چنانچہ بکثرت کافرون نے امم ماضیہ و حال مین سے معجزات دیکھے اور انکو ہدایت نہ دی گئی اور کروڑون مخلوق
نے رسول کو نہ دیکھا اور ایمان سے مشرف ہوئے اور بکثرت علماء عرب نہ تھے جنھون نے قرآن مجید کے معجزہ کو صریح پہچانا بلکہ کتابین تصنیف
فرمائین اور مشرکین کی ماتحتی مین اسلام چھوڑ کر دنیا و جہنم نہ اختیار کی پس حاصل یہ ہے کہ آیت مین قصر از جانب لسان ہے یعنی ارسال مقصور
بزبان قوم تھا اور دونون طرف سے قصر نہین ہے تاکہ قوم مقصور بزبان ارسال ہوجے کہ جو زبان رسول کی ہو اسی زبان والے امت رسول
ہوون پس کچھ اشکال نہوا کہ زبان عربی ہے اور جنکے اوپر ایمان لانا فرض ہے وہ عرب و عجم و جن تمام اصناف خلق ہین جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی
رسالت مین ظاہر ہوا۔ البتہ آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر رسول اپنی قوم قرابتی کی زبان پر مبعوث ہوا تھا اور امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے مجاہد
کے طریق سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بھیجا اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو مگر اسکی قوم کی
زبان کے ساتھ یعنی ہر نبی اپنی قوم ہی کی لغت پر مبعوث ہوا ہے اور اسی طرف بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا بقولہ الذی ہو منہم یعنے
اس قوم کی زبان مین جن مین سے رسول کی نسبی قرابت ہے۔ اور یہ اسواسطے کہ اول انذار انھین کو فرض ہے جیسا کہ بیضاوی سے نقل ہوا اور
اسی وجہ سے فقہ و حدیث مین جہاد کی تفریع ہے کہ عرب کا جہاد سب سے اول روم پھر فارس پھر آگے ہے قال تعالےٰ قاتلوا الذین یلونکم
من الکفار یعنی ان کافرون پر جہاد شروع کرو جو تم سے متصل ہین ولہذا عرب و فتح مکہ سے پیچھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روم پر
توجہ نہین فرمائی پس اب معنے کلام الٰہی کے ظاہر ہو گئے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسی کی قوم قرابتی کی بول چال

کے ساتھ تاکہ وہ انسے صاف صاف حکم الٰہی بیان کردے فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ یعنے پھر انذار و بیان کے بعد اور حجت الٰہیہ قائم ہونے
کے بعد جسکو اللہ تعالیٰ عز اسمہ چاہے گمراہ کرتا ہے یعنے ہدایت و سمجھ اور دل کی تاریکی نہین کھولتا پس یہ حکم قولہ لیہلک من ہلک عن
بینۃ۔ جو ہلاک ہوا وہ واضح بیان و حجت کے انکار سے ہلاک ہوا۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
یعنے ہدایت اُس مین پیدا کرتا ہے و قولہ ویحییٰ من حی عن بینۃ۔ کا مصداق کردیتا ہے پس رسول نے اپنا کام ابلاغ کا پورا کیا اور باقی
اختیار حق عز وجل قائم ہے جسکو چاہا وہ حق و باطل مین تمیز کرکے راہ نور پر آیا اور جسکو چاہا مردود فرمایا نعوذ باللہ من الضلال فائدہ
لطیفہ فراء رحمہ نے کہا کہ زبان عربی مین جب ایک فعل کے بعد دوسرا فعل ذکر کیا گیا پس اگر سیاق یکسان نہو یعنے دوسرے کا شکل اول نہو
تو دوسرے کو اعراب رافع بربنا استیناف ہوگا یعنے دوسرے فعل سے جدید جملہ شروع ہوگا اور یہی ایک صورت متعین ہوگی مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ
کہ اول پر دوم کا عطف روا نہین ہے کیونکہ معطوف کا حکم معطوف علیہ ہوتا ہے اور فرض یہ کیا کہ نسق واحد نہین ہے اور یہی آیت کریمہ مین ہے کیونکہ ارسلنا و لیبین
بعد فیضل دوسرا فعل ہے جو اول پر عطف نہین ہو سکتا کیونکہ رسول کا بھیجنا واسطے بیان کے ہے نہ واسطے گمراہ کرنے کے مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے
ارسلنا بصیغہ متکلم ہے اور فیضل بصیغہ غائب چنانچہ ظاہری صنعت التفات از تکلم بغیبت کے ساتھ معنوی بلاغت اعجاز یہ کہ فعل اول یعنی
رحمت ہے بدلیل قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور اسکو بشان تکلم بیان فرمایا اور دوم یعنے فقط فیضل بشان قہر ہے تو اسکو بصیغہ
غائب کر دیا اور اسم اللہ علم الذات فاعل مختار فرمایا اور یہ اسم اعظم جامع رحمت و غضب اور لطف و قہر ہے اور یہین سے بعض اکابر نے کہا
کہ آدمی دعا مین اوصاف الرحمن الرحیم الغفور الشکور وما نند انکے ذکر کرے صرف یا اللہ پر اکتفا نہ کرے کہ ذات باری تعالیٰ عز وجل پاک عالی متعالی
بے پروا اور تمام مخلوقات سے متباین ہے زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس مقام پر نصب فیضل بھی جائز ہے اور لیبین کا لام بمعنے انجام کار لیا جاے
یعنے ارسال رسول کا انجام بیان راہ نور اور راہ باطل ظلمت ہے اسی لغت و زبان مین جو قوم سمجھتی ہے حتیٰ کہ انھون نے رسول کا بیان سمجھ لیا اور باوجود
اسکے مضل و ہادی وہی اللہ تعالیٰ سب مخلوق کا خالق ہے اور بیان کو ہدایت لازم نہین ہے لیکن جب ہادی عز وجل اسکو سبب کردے مترجم
کہتا ہے کہ تفسیر لغت و بیان کے یہی معنے ہین اور اس سے ایک لطیف بات معلوم ہوئی کہ تفسیر و فہم مین بڑا فرق ہے چنانچہ ہو اللہ احد کی تفسیر
لغت بالکل ظاہر ہے اسکے سمجھنے سے کوئی معذور نہین اور ترجمہ اسکا کہ وہ اللہ اکیلا ہے بالکل ظاہر ولیکن کفار کی فہم مین نہ آیا بدین معنے کہ
حق تعالیٰ عز وجل جو خالق افعال ہے اُس نے کافر کی عقل پر یہ فعل فہم کا پیدا نہ کیا اور مومن سمجھ گیا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے اسکے فہم کو اس کلمہ
کے ساتھ پیدا فرمایا یہین سے ظاہر ہو گیا کہ فیضل کو یہدی پر مقدم کرنا اسی لیے ہے کہ رسول کا بیان ایسے آدمی کے واسطے ہوتا ہے جو گمراہ و
کج فہم ہو گیا پس جب عالم قدیم سبحانہ تعالیٰ نے اس مبہوت کو نہ چاہا تو اسکے حال پر باقی رکھا اور جسکے لیے چاہا اُسکے اندر فہم و ہدایت
پیدا کر دی۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہی عزیز ہے یعنے ایسا غالب زبردست کہ ممکن نہین جو کوئی دوسرا اُسکے ملک مین تصرف کر سکے
جو اس نے چاہا وہی ہوگا من یضلل اللہ فلا ہادی لہ جس مخلوق کی نسبت اس نے چاہا کہ تاریکی مین اندھا بھٹکے اسکو نور کی طرف
لانے والا کوئی نہین۔ ومن یہدہ اللہ فلا مضل لہ اور جسکو اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے راہ نور پر لانا چاہا اسکو بھٹکانے والی کوئی چیز نہین ہے
پس وہی ہے عزیز۔ اَلْحَكِيْمُ بڑا حکمت والا پس یہی حکمت ہے جو وہ فرماتا ہے ولیکن مخلوق کی عقل ادنےٰ مخلوق اسکو کیا مجال ہے کہ خالق
عز وجل کی عجیب صنعت کو پہچانے پھر کافرون کی نادانی ہے جو اس مین ہاتھ پاؤن مارتے ہین کیونکہ آسمان چھو لینا آسان اور یہان مجال کوشش
محال ہے۔ ف فی العرائس قولہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم۔ اس مین اشارہ ہے کہ اولیاء کے لیے علیحدہ علیحدہ اشارات و اصطلاحات

بیان مین کہ اہل بحث کو انکے فہم کے موافق بیان سے معرفت مین لاتے مین اور اگر انسے ابتدا مین بزبان حقیقت کلام کرین تو وہ بالکل نہ سمجھین پس ہلاک ہو جاوین پھر حقائق جس مرید کا نصیب اچھا ہو اسپر کشادہ ہوتے ہین اور بعض پر بسبب غیرت کے نہین کھلتے ہین تم کلامہ پھر بعثت و بیان اور بعد اقرار کے اخراج بنور اور عظمت و کبریاء الٰہی تعالیٰ کو آیندہ آیات مین بیان فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور بیشک ہم نے بھیجا تھا موسیٰ کو اپنی نشانیون کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو تاریکیون سے طرف نور کے اور یاد دلا ان کو

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ایام اللہ تعالیٰ کے بیشک اس مین نشانیان ہین ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے

یہ طریقہ رسول بھیجنے کا اور معجزات کے ساتھ راہ ظلمات سے نور کی طرف لانے کا اور باوجود بیان کے اکثرون کا منکر ہونا اور تاریکیون مین سے باہر آنے سے انکار کرنا موافق مشیت الٰہی تعالیٰ کے واقع ہوا چنانچہ جامع واقعات عجیبہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین غور کرنے کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ - وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور بیشک ہم نے بھیجا جیسے تجھ کو افضل الرسل کر کے بھیجا ہے تجھ سے پہلے موسیٰ بن عمران کو بطور اصل کے اور ساتھ ہارون کو بطور وزیر کے - بِاٰيٰتِنَآ اپنی آیات کے ساتھ یعنی توریت وانواع معجزات و واقعات کے ساتھ جن کا بیان اول مین مفصل ہو چکا ہے اور بیان ارسال یہ کہ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ باہر لا اپنی قوم کو یعنی طریقہ و آداب و اعتقادات و شب و روز کا برتاؤ اور قلب کی حفاظت و دنیا مین آسانی و پاکیزگی کے ساتھ بسر کرنے کے باوجود رجوع آخرت سب ان کو بتلا دے تاکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف رجوع لاوین مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاریکی سے نور مین ف یعنی سب تاریک پردے حسب مشیت رفتہ رفتہ دور فرما دے اور نور کی طرف وے لوگ آجاوین - واضح ہو کہ حق تعالیٰ عزوجل نور و ظلمت سب سے پاک ہے ولیکن مخلوقات سے جب سیاہ پردے دور ہوتے ہین تب نور کے پردے نظر آتے ہین اور یہ قبولیت و قرب حق تعالیٰ ہے جہان تک نور کے پردے اٹھتے جاوین پھر اوتعالیٰ نیک بندون سے نور کے پردے قیامت کو اٹھا دیگا و سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ - حاصل یہ کہ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات کتاب کے ساتھ اپنی قوم کی زبان مین بھیجا کہ اس سے اول قریش پھر عرب پھر تمام مخلوقات عالم تاریکیون سے باہر آکر نور مین آوین ایسے ہی متواتر ثابت ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیات توریت و معجزات حسّی کے ساتھ اسکی قوم کی زبان عبرانی مین بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لاوے ف حضرت موسیٰ علیہ السلام جن لوگون کی طرف بھیجے گئے وہ قبطی قوم فرعون اور بنو اسرائیل تھے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل مین سے تھے تو زبان اور توریت آپکو عبرانی عطا ہوئی پس ظاہر ہوا کہ ہر رسول کو زبان اسکی قرابتی قوم کی ملی اگرچہ جن لوگون کی طرف بھیجا گیا وے مختلف اقوام و مختلف زبان ہون پس زبان رسول مخصوص بقوم قرابت ہے اور ارسال مخصوص بقوم قرابت نہین ہوتا چنانچہ ارسال حضرت موسیٰ علیہ السلام بجانب فرعون بھی تھا چنانچہ اوپر اسکی تحقیق بیان ہو چکی ہے فافہم پھر چونکہ انسان پر غفلت آجاتی ہے لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا کہ - وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اور یاد دلا انکو ایام الٰہی یعنی جن ایام مین حق تعالیٰ عزوجل نے وقتاً فوقتاً انپر متعدد انعام کیے اور طرح طرح کے معجزات قاہرات سے دشمنون کو زیر کیا جیسے عصا سے موسیٰ سحر جادو کا مغلوب ہونا اور ساحرون کا ایمان لانا اور طوفان و جراد و قمل و ضفادع و سرطان وغیرہ سے فرعونیون کا مقہور ہونا اور آخر میں غرق کرنا مین عجیب قدرت و انعام

دکھلایا کہ انکو نجات دیکر فرعون کو غرق کر دیا پھر تظلیل غمام و انزال منّ و سلوے وغیرہ سے انعامات فرمائے غرضکہ انکو انعامات سے بجانب محبت خالق عز و جل و تفکر پاک شان حق تعالے عز و جل کی طرف نکالا اور حضرت مجاہد و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ ایام اللہ یعنے ایام انعام الٰہی سبحانہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایام اللہ یعنے اللہ تعالے عز اسمہ کی نعمتیں اور ابن کثیر رح نے کہا کہ مرفوع حدیث میں بھی یہ تفسیر آئی ہو کما رواہ ابن جریر وغیرہ اِنَّ فِي ذٰلِكَ بیشک اس معاملہ میں یعنے جو نیک بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ نجات و فضیلت دینے کا کیا اور بدکاروں فرعونیوں کے ساتھ ہلاک کرنے کا کیا ہے لَاٰيٰتٍ نشانیاں ہیں یا عبرتیں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر بندہ صبر کرنے والے کے لیے جو سختی و مصیبت میں ایمان توحید پر ثابت رہے جیسے بنو اسرائیل با وجود قتل اولاد و تنگی رزق و طرح طرح کے مصائب کے صابر رہے۔ شَكُوْرٍ بندہ شکر گزار کے لیے جو راحت و نعمت میں حق تعالے کا شکر ادا کرے صحیح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ مومن کا معاملہ سب کا سب عجیب عمدہ ہے کہ اللہ تعالے عز و جل اس کے لیے جو کچھ جاری فرماتا ہے وہ اسکے حق میں بہتر ہی ہو جاتا ہے اگر اسکو کوئی مضرت پہونچی اس نے صبر کیا تو اسکے لیے بہتر ہو گئی اور اسکو بھلائی پہونچی اس نے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہو گئی قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بہت اچھا وہ بندہ ہے کہ جب مبتلا ہوا تو صبر کیا اور جب انعام پایا تو شکر کیا۔ شیخ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ قولہ تعالے وذکرہم بایام اللہ تمام گذشتہ امتوں سے تا زمان حضرت موسی علیہ السلام جو وقائع گذرے تھے سب مراد ہیں کیونکہ جب انکو کافروں کا ہلاک کرنا اور نیکوں کا نجات دینا سنایا جاوے تو خوف و عبرت سنتا ہوگی۔ اور صبار شکور کو خاص کرنا اسواسطے کہ اسی کو انتفاع ہوگا اور شاید کہ بندہ مومن کی ابتدائی دونوں صفات کو ذکر فرمایا واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس قولہ وذکرہم بایام اللہ منجملہ اشارات کے شیخ نے ذکر کیا کہ اس سے ایام القدم اور ایام البقاء کا اشارہ ہے پس ایام القدم اولیت اولیہ ہیں جو زمانہ و آثار سے پاک ہے وجود در وجود قبل وجود تھا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے پس خود بخود عاشق ہوا اور وجود میں جز وجود کچھ نہ تھا پس ایام قدم اسپر گذر گئے کہ بلا عشق بلا ہوف و بغیر محب معروف و بدون حیران سکران و عارف مکاشف و مولہ مستانس تھا سے منزلت فرص الوصال واشعرنا الا التصال لا ایام الفراق سے تذکرہ ایا اور پھر اصالعا بقیت مجہودنا فاجعت حزنی۔ اور رہے ایام البقاء تو آخریت آخریہ بلا مرور حدوث و علت آکوان ہیں وہ بقاء سرمدی ہو وہ جمال احدی و وصال ابدی ہو کہ مشتاق کے شہود و اہل شوق کے دیدار اللہ کا لقاء ہو گویا اشارہ ہو کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ وہ اپنی وجود سے فرح و سرور پاویں نیز اشارہ ہو کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ حسرت مافات انکو جوش میں لاوے یعنے ایام وصال عالم ارواح بخطاب الست یاد کریں نیز انکو یاد دلاوے فرحت وصال اور خوف ہجران اور کینکہ ان دونوں کی شان عظیم و خطر جسیم ہو پھر حق سبحانہ تعالے عز اسمہ نے ایام قدم کے فراق کی قدر اُن بندوں کے ساتھ مخصوص فرمائی جو صابر و شاکر ہیں کہ فراق میں ہر مصیبت پہ صبر کرتے ہیں اور بلطف فراق میں امید وصال باقی ہونے پہچان فدا کرکے شکر کرتے ہیں بقولہ تعالے ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور بعض مشائخ نے کہا کہ ایام اللہ وہ ایام ہیں کہ جب اجسام میں حلول سے پہلے انکی ارواح صافی اور توحید میں قربت کے ساتھ باقی تھیں۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ شکر بندے کی عاجزی ہو کیونکہ ہر شکر بتوفیق و انعام الٰہی ہو تو ہر شکر کے لیے شکر ہو پس میں اپنے رب تبارک و تعالے کے شکر کو عاجزی سے ادا کرتا ہوں اور بعض نے کہا کہ ہر فہم و طاعت و اعمال حسنہ مفضل وصال بنعمت کمال کی امید ہو اور بندہ صراط مستقیم پر قائم ہو ہمیشہ اسکا شکر قائم رہنا ہو اسکا مستحکم کرتا ہو کہ حدیث صحیح افلا اکون عبدا شکورا میں صریح اشارہ ہو کہ با وجود تمام گناہ اول و آخر بخشے جانے کے آپ استغفار کرتے اور فرماتے کہ بندہ شکر گزار نہ ہوں لیکن یہ شکر کہتے ہیں اور ہر بار پر مزید نعمت ملتی جاتی ہو اور یہ کہ قدیم ہو وہ لے اسکے جسکو

سختی مین انپر صبر و تسلین دی اور ثواب آخرت مہیا کردیا اور بعد نجات کے سلطنت مین عدل و استقامت و شکرگزاری و طاعت تھی اور ایک مقام پر بنو اسرائیل کے حق مین فرمایا۔ وبلوناهم بالحسنات والسيئات لعلهم يرجعون یعنی ہم نے انکو بھلائیون کے ساتھ اور برائیون کے ساتھ دونون طرح امتحان مین مبتلا کیا کہ وے رب تعالے کی طرف رجوع لاوین۔ اسی واسطے حضرت موسی علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب اعلان دیدیا صاف صاف تمہارے رب تعالے نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یعنے قسم اگر تم شکر کروگے اے بنو اسرائیل تو مین تمہارے لیے بڑھاؤنگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور اگر تم ناشکری کروگے۔ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ تو میرا عذاب سخت ہے اُسکے لیئے جو ناشکری کرے۔ انجام کار جو معاملہ بنو اسرائیل مین واقع ہوا وہ یہ تھا کہ ایک مدت تک صلاحیت و پرہیزگاری پر رہے اُنکے علماء و فقراء و بادشاہ نیک نہاد و صالح عادل رہے پھر یہ لوگ بگڑتے گئے اور شہوات و فتنہ پھیلتے گئے اور پہلا فتنہ ان مین عورتون سے پھیلا کہ زناکاری و فجور و نافرمانی و ترک نماز و بداعتقادی بڑھتی گئی اور اسوقت سخت عذاب مین کئی بار مبتلا ہوئے اور آخر مین ہمیشہ کے لیے خوار کردیے گئے۔ ربیع بن انس رح نے فرمایا کہ حضرت موسے علیہ السلام نے انکو آگاہ کیا کہ اگر تم اپنے رب کا شکر مانوگے تو تمہارے لیے اپنا فضل بڑھادیگا اور رزق مین برکت و وسعت دیگا اور عالم پر تم کو غالب کریگا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمہارے یعنی اس آیت مین تم کو دنیا کے مال و متاع پر نہ لے جاوین یعنے رب تبارک و تعالے نے دنیاوی مال و متاع و عیش و راحت کی اسقدر قدر نہین کی کیونکہ دنیا اللہ تعالے عز و جل کے نزدیک اس سے کہین زیادہ حقیر ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ اگر تم طاعت و حسن معرفت کا شکر کروگے تو مین زیادہ معرفت دونگا شیخ [illegible] نے کئی ایک مشائخ سے یہ معنے بیان کیے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا کی وسعت و سلامتی مرد آخرت کو اسی وجہ سے زیادہ مرغوب ہے کہ وہ طاعت مین فارغ البال ہوتا ہے اور جس نے ایمان و معرفت کی قدر نہ جانی وہ دنیا کی قدر کرنے مین جاہل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر میری نعمت کا شکر کروگے تو مین بڑھاؤنگا اور اگر کفر کروگے اسطرح کہ نعمت چھپاؤ اور انکار کرو تو عذاب دنیا اسطرح ہوگا کہ وہ تم سے چھین لیجاوے اور عذاب دیا جاوے اور کہا کہ حدیث مین آیا ہے کہ بندہ کبھی گناہ کے سبب سے جو اُس نے کیا رزق سے محروم ہوجاتا ہے وقال الامام احمد حدثنا اسود حدثنا عمارة بن زاذان الصيدلاني عن ثابت عن انس رضي الله عنه روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سائل گذرا آپ نے اسکے لیے ایک چھوارے کا حکم دیا اُس نے حقارت سے نہ لیا پھر دوسرا آیا اسکے لیے آپ نے چھوارے کا حکم دیا اُس نے عزت سے لیا کہا کہ سبحان اللہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس آپ نے باندی کو فرمایا کہ ام سلمہ کے پاس جاکر چالیس درم جو انکے پاس ہین لاکر اسکو دیدے۔ قال الحافظ تفرد به احمد وعمارة بن زاذان وثقه ابن حبان واحمد ويعقوب بن سفيان وقال ابن معين صالح وقال ابو زرعة الرازي لا بأس به وقال ابو حاتم يكتب حديثه ولا يحتج به ليس بالمتين قال البخاري ربما يضطرب في حديثه وروى عن احمد ايضا انه قال روى عنه احاديث منكرة وقال ابو داود ليس بذاك وضعفه الدارقطني وقال ابن عدي لا بأس به ممن يكتب حديثه۔ اور تفسیر قول لئن كفرتم ان عذابي لشديد یہ ہے لئن كفرتم لاعذبنكم عذابا شديدا ان عذابي لشديد پس ادب سکھلایا کہ کفران و نافرمانی پر فوراً عذاب ثابت کرد چنانچہ یہ نہین فرمایا کہ اگر کفران کروگے تو تم کو عذاب کرونگا جیسے فرمانبرداری و شکر کی صورت مین اظہار فرمایا ہے بلکہ یون فرمایا کہ خوف کرو کہ میرا عذاب سخت ہے پھر حضرت موسے علیہ السلام نے تصریح کردی کہ یہ شکر یا عدم شکر تمہارے حق مین ہے اور اللہ تعالے عز و جل تمہاری طاعت و معصیت سے پاک ہے کما قال تعالى وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا اور کہا حضرت موسے علیہ السلام نے کہ اگر تم کفر کرو بلکہ أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ

تم اور زمین پر جو رہتا ہی یعنی تم اور تمام عالم جمیعًا یعنی سب کے سب ناشکرے وکافر ہوجاؤ تو تم اپنا ہی برا کروگے۔ اللہ تعالےٰ تمہارے شکر و ناشکری سب سے پاک ہی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ اللہ تعالےٰ عز وجل بے شبہ مستغنی و تعریف کیا گیا ہو۔ صحیح مسلم مین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک وتعالےٰ کا فرمان ہمکو سنایا اور اسمین ہی کہ اے میرے بندو اگر تمھارے اگلے و پچھلے و آدمی و جن سب کے سب تم مین سے سب سے متقی ایک مرد کے قلب پر ہوجاوین تو اس سے میری بادشاہت مین کچھ نہین بڑھیگا۔ اے میرے بندو اگر تمھارے اگلے و پچھلے و انسان و جن سب کے سب ایک وسیع میدان مین کھڑے ہون اور ہر ایک آدمی اپنی اپنی آرزو مین مانگے کہ مین ہر ایک کو اسکی مرادین دیدون تو میرے خزانۂ غیب مین اس سے کچھ کمی نہوگی مگر جیسے سمندر مین سوئی ڈبونے سے پانی مین کمی ہو یعنی کچھ بھی نہین الحدیث پس پاک ہی وہ غنی حمید اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے تاریخ مین اور ضیاء نے مختارہ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا کہ جو کوئی پانچ باتون کی توفیق دیا گیا وہ انکے مقابلہ مین پانچ نعمتون سے محروم نہوگا از انجملہ ایک یہ کہ جو کوئی شکر کی توفیق دیا گیا وہ زیادت سے محروم نہوگا اور حکیم ترمذی نے نوادر مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جسکو شکر کی توفیق ہوئی وہ زیادتی سے محروم نہوگا۔ اور واضح ہو کہ مرد آخرت اول اپنے انعامات ایمان و احسان و معارف و طاعات کو مقدم کرکے شکر کرتا ہی پھر دنیاوی صحت و فراغت و جملہ نعمتون کا شکر کرتا ہی پس رب تبارک تعالےٰ سب مین زیادتی فرماتا ہی۔ ف فی العرائس قولہ ان تکفروا الخ الآیہ۔ بیان فرمایا کہ ذو الجلال والاکرام پاک بے پرواہ ہی شاکرون کے شکر و کافرون کے کفر دونون سے اور شیخ نے لکھا کہ اسمین اشارت ہی کہ جب کہ او سبحانہ تعالےٰ مخلوقات سے مستغنی ہی تو پروا نہین کہ انکو بخشدے اور سب کو دریائے رحمت مین غرق کردے کہ محمود قبل وجود خلق کے بذات پاک ہی اور مخلوق اسکی حمد و شکر سے عاجز معلوم ہی شیخ ابو صالح رحمہ نے کہا کہ غنی وہ ہی جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ ہی اور مخلوق سے اسکا غنا بڑھا نہین بلکہ مخلوق محتاج کو غنی کردیا اور وہ بذات پاک غنی حمید ہی شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایمان مین تاثیر قرب حق تعالےٰ کی نہین اور کفر مین تاثیر دور کرنے کی ولیکن جاری ہوچکا جو ہوچکا سعادت و شقاوت سے ازل مین پس ظاہری کفر و ایمان کی صورت ہی نہ حقیقت اور درحقیقت حقائق وہ ہر فرد کے احکام مین جو زمانہ سے پہلے جاری ہوچکے۔ پھر حق سبحانہ تعالےٰ نے مشہور متواتر علم کے موافق شاکر و کافر کے اعتبار کرنے کو فرمایا۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَالَّذِيْنَ

کیا تم کو نہین پہونچین خبرین ان لوگون کی جو تم سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور وہ جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا

انکے پیچھے ہوئے کوئی انکو جانتا نہین سوائے اللہ کے لائے تھے انکے پاس ان کے رسول کھلی نشانیان پس پھیر لیے انھون نے

اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ

اپنے ہاتھ اپنے مونہون مین اور بولے کہ ہم منکر ہین اس چیز سے کہ تم بھیجے گئے ساتھ اسکے اور بالضرور ہمکو تو شک ہین

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۞ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ڈالنے والا شک ہے اس سے جسکی طرف تم ہم کو بلاتے ہو انکے رسولون نے انسے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ مین تم کو شک ہی وہ پیدا کرنے والا آسمانون

وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

و زمین کا وہ تم کو بلاتا ہی تاکہ تمھارے گناہون کو بخشدے اور تم کو باقی رکھے مقرری میعاد تک

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

بولے کہ تم نہیں ہو مگر بشر ہمارے مثل کہ چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو ان چیزوں سے جنکو پوجتے رہے

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ہمارے باپ دادے پس لے آؤ کوئی کھلا غلبہ ہمارے پاس جواب دیا انکو انکے رسولوں نے کہ بیشک نہیں ہیں ہم مگر بشر مثل تمہارے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ

ولکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے اور ہم کو یہ کہاں پہونچتا ہے کہ ہم تمہارے پاس لا دیں کوئی سلطان

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ

مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسا کریں اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم توکل نہ کریں

عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ پر اور حال یہ کہ اس نے ہم کو ہماری راہ دکھلائی اور قسم اللہ تعالیٰ کی کہ ہم صبر کرینگے اس پر جو تمنے ہم کو اذیت دی اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے

شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ اپنی قوم سے کہا تھا اسی کا تتمہ یہ کلام بھی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے قولہ وذکرہم بایام اللہ کی تفسیر انتقام اللہ اختیار کی تھی اور یہ بھی عرب کی بول چال میں مستعمل ہے پس حکم تھا کہ بنو اسرائیل کو ایام اللہ یاد دلادے یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے اگلی امتوں قوم نوح وغیرہ پر دنیا کی صحت و نعمت وغیرہ کے اور رسولوں کے بھیجنے کے احسان کیے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور کفر کیا پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے جو عزیز منتقم ہے انکو کس طرح ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو یہ اخبار متواتر پہونچے پس انکو یاد دلانے سے عبرت ہوگی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصص بیان کیے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس قول میں تامل ہے اور مجاہد وغیرہم سے ایام اللہ کی تفسیر انعام الٰہی مروی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عبرت فرمائی ہو اور مؤید اسکا یہ ہے کہ کہا گیا کہ توریت میں عاد و ثمود کا قصہ نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ توریت میں نہ ہونا کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ موسیٰ نے انکو آگاہ کیا اور وہ ایک امر انمیں متواتر معروف تھا لیکن الاظہر یہ ہے کہ یہاں سے کلام مستانف ہے کہ پہلے عرب کو انکے سامنے موجود رسالت حضرت موسیٰ علیہ السلام و ان کا غایت مقصود کہ قوم کو ظلمات سے نور کی طرف لاوے بیان کیا ہے قرآن مجید و رسالت خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہی اور اظہار الٰہی سے مقصود جب خسران ہونا اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا غنی حمید ہونا ظاہر فرما کر عرب کو انکے اوہام پر ملامت فرمائی بقولہ الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم کیا نہیں پہونچی تمکو خبر ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے یعنی قریب زمانہ میں متواتر خبر تمکو معلوم ہوا اور ان کا آغاز و انجام و انکا واقعہ عبرت ناک یاد کروا اور بیان کیا کہ اگلی قوم نوح ایک قوم نوح کی تھی و عاد اور دوسری عاد جن میں حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے و ثمود اور تیسری ثمود قوم جن میں حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور یہ عرب ہی میں تھے اور اسوقت تک انکی بستیوں کے نشان پائے جاتے تھے چنانچہ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کی ویران بستی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ اس قوم پر جانے مین دلیری مت کرو روتے ہوئے وہان جاؤ اللہ تعالے غنی حمید ہی اور جن لوگون نے
قوم کے کنوین سے پانی بھر کر آٹا گوندھا اور ہانڈیان چڑھائی تھین جب پیچھے سے آپ مع اکابر صحابہ تشریف لائے تو ہانڈیون کی نسبت
حکم دیا وہ لوٹ دی گئین اور آٹا جانورون نے کھایا اور لشکر کو حکم دیا چنانچہ روانہ ہو کر ایک کوس کے فاصلہ پر ایک کنوین پر اُترے
اور فرمایا کہ یہ کنوان وہ ہے جس سے حضرت صالح و انکے ساتھی پانی پیتے تھے اور تالاب مین ناقہ کی راہ نالہ سے آمد کی اور دوسرے نالہ
سے لوٹ جانے کی لوگون کو دکھلائی پس عرب ان آثار سے خوب آگاہ تھے اور واقعہ عاد و ثمود انمین معروف متواتر تھا صرف
جہالت یہ تھی کہ انکو وجہ ہلاکت وغیرہ سے علم نہ تھا اور یہ بسبب کمال جہالت اہل عرب کے تھا جو جانورون سے کسی طرح برتاؤ مین
کم نہ تھے سواے اسکے کہ سخاوت و شجاعت اور صدق و امانت انمین ذاتی جواہر بیش قیمت تھے۔ ابو مجلز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مین انساب عرب خوب جانتا ہون فرمایا کہ تو نہین بتا سکتا اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین بتلا سکتا ہون فرمایا کہ بھلا
عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور درمیان کی بہت پشتین جانتا ہے اُسنے کہا کہ مین ان سب کے انساب محفوظ رکھتا ہون پس آپ نے پڑھا
قولہ تعالیٰ۔ وَالَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ اور وہ لوگ جو ان اقوام نوح وعاد وثمود کے بعد ہوئے جنکو کوئی نہین جانتا
سواے اللہ تعالیٰ عزوجل کے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکو پڑھا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔ اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ کڑورون آدمیون
کے ہزار دن پشت تک کون محفوظ کر سکتا ہے سواے اللہ تعالیٰ عزاسمہ کے لیکن اصول معروفین کا حال البتہ خاص خاص واقعات کا جو عام مشتہر
ہون بطور متواتر پہونچتا ہے اسی واسطے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علم نسب کا دعوے کرنے والے جھوٹے ہین عروہ بن الزبیر
نے کہا کہ مین نے کسی کو نہ پایا جو معد بن عدنان کے اوپر نسب کے اجداد جانتا ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوپر قریب آٹھ پشت کے بعد
جہانتک بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اوپر نسب معروف نہین ہے اور ابن عباس نے کہا کہ عدنان سے اوپر حضرت اسمٰعیل
علیہ السلام تک تیس اجداد ہین کہ نسب انکا معروف نہین ہوتا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر قوم نوح وعاد وثمود کی خبر سے کیونکر انکو عبرت دلائی تو جواب
یہ ہے کہ عاد یا ثمود کے رؤسا اور ان کی نسبی قرابت نہ معلوم ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ عاد یا ثمود کا حال نہ معلوم ہو جیسے مثلاً کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم
معلوم ہین اور ہر ایک کے انساب کی تفصیل ہم کو نہین معلوم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء وغیرہم بوجہ خبر متواتر
کے قطعی معلوم ہین کہ اولاد ہر ایک کی جو اس وقت تک ہوئی فقط علم الٰہی عزوجل مین ہے کوئی نہین جانتا ہے بالجملہ عاد وثمود کا واقعہ ایسا ہولناک تھا
کہ برابر مثل طوفان نوح کے متواتر مشہور رہا اور بعد کے درمیانی قرون مین بھی شاید رسول آئے جنکا علم اللہ تعالیٰ عزوجل کو ہے پس اللہ تعالیٰ
عزاسمہ نے ان سب کا خبر تھا کہ حال اسطرح بیان فرمایا کہ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَٰتِ اُنکے پاس انکے رسول مع بینات
کے آئے یا بینات الخ یعنی صاف صاف حق راہ نور اور باطل راہ ظلمات ظاہر کر دی اور معجزات قاہرہ دکھلائے پس انہون نے
رسالت صاف بیان کر دی پس فَرَدُّوٓا۟ أَيْدِيَهُمْ فِىٓ أَفْوَٰهِهِمْ پس ان قومون نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا۔
ابو عبیدہ نے کہا کہ عرب کوئی شخص نہین مانتا اور جواب نہین دیتا تو کہتے ہین کہ رد یدہ فی فیہ۔ اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا پس
ضرب المثل ہو گیا اور منشے یہ کہ قوم ایمان نہ لائی اور رسول کی بات نہ مانی۔ اخفش نے بھی ایسا ہی کہا ہے قتیبی نے اس محاورہ مین
کلام کیا اور کہا کہ مراد یہ ہے کہ قوم نے دانتون سے اپنے ہاتھ دبا لئے اور یہ بسبب غیظ و غضب کے ہوا کیونکہ رسول نے شرک کو برا کہا اور اُن کے
بتون کو باطل بتلایا اور انکے افعال کو مذموم و قبیح کہا اور یہ بمنزلہ قولہ تعالیٰ عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ اور یہان بجاے انگلیون کے ہاتھ

فرمایا جسمین دلالت ہے کہ سخت غصہ مین ہاتھ چباتے تھے اور باطل خیالات و اعتقادات پر ایسے جمے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالے نے
یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایت ابوالاحوص و ابو ہبیرہ نقل کی اور کہا کہ اسی کو عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے
اختیار کیا۔ اور لکھا کہ مجاہد و محمد بن کعب و قتادہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ قوم نے رسول کو جھٹلایا اور اپنے مُنھ سے اُن کے نصائح کو رد
کردیا۔ ابن جریر نے کہا کہ فی افواہھم اس صورت مین بمعنے بافواہھم ہے اور اسپر شعر عرب سے شاہد نقل کردیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے
کہا کہ اس قول کی تائید آخر آیت سے ظاہر ہے کہ خاتمہ کلام پر فرمایا۔ قالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک الآیہ پس گویا فردوا ایدیھم فی
افواھھم کی یہ تفسیر ہے عوفی رحمۃ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب قوم نے اللہ تعالے کا حکم و کلام سُنا تو اس سے مضحکہ و
تعجب کیا اور اپنے ہاتھ اپنے مُنھون پر رکھ لیے اور جواب دیا۔ وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ یعنے جو تم لائے ہم اُس کی تصدیق نہین کرتے کہ ہمین اس مین قوی شک ہے بعض نے
کہا کہ قوم نے اپنے ہاتھ اپنے منھ پر رکھکر رسولون کو اشارہ کیا کہ خاموش رہو بعض نے کہا کہ اپنے ہاتھ رسولون کے منھ پر رکھے کہ مت کہو۔
مترجم کہتا ہے کہ قول اول یا دوم اقرب ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ انھون نے اول کفر ظاہر کردیا پھر کہا کہ شک قوی ہے۔ تو جواب یہ کہ انکار کیا
اور آخری مرتبہ یہ کہ قوی شک سے خالی نہین ہے اور مترجم کے نزدیک انکار و کفر تو انکو رسول کے ساتھ تھا اور شک اللہ تعالے کے
ساتھ تھا اور یہ خود مصرح ہے پھر پریشان جوابات بیکار ہین۔ آیت سے ظاہر ہے کہ ان اقوام مین ویسی ہی جہالت تھی جیسے اسوقت نیچر کے
خیالات والے ہین جو اللہ تعالے کے وجود سے منکر ہین اور عاقل اس مقام پر قطعی یقین کے ساتھ اللہ تعالے کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہے کہ
بیشک ہدایت اسی کی عجیب نعمت ہے کہ اسقدر ظاہر سے یہ لوگ منکر ہین۔ لہذا جواب مین رسولون نے بیان فرمایا۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ انکے رسولون نے
کہا اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ کیا تمکو اللہ تعالے مین شک ہے نہایت تعجب و ملامت سے فرمایا۔ اسی واسطے تو دیکھتا ہے کہ امام الموحدین ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے کہ توحید پر ایمان نہ لانے مین کوئی معذور نہین ہوسکتا کیونکہ وہ نہایت واضح ہے پھر اسکے ساتھ دلالات محسوسات سے
تعریف فرمائی بقولہ۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عدم سے وجود مین لانے والا آسمانون و زمین کا۔ یعنے سب چیز محسوس کا جو
ان دونون کے درمیان مین ہے پس اپنے خالق ذوالجلال سے انکار کیونکر کرتے ہو جس نے تم کو عدم سے پیدا کیا اور ہوش گوش
مال و اولاد سے تمپر احسان کیا۔ يَدْعُوْكُمْ وہ تم کو بلاتا ہے اپنی راہ نور کی طرف لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تاکہ بخشے
تمھارے ہی لیے تمھارے گناہون کو۔ یعنے ہم تم کو نہین بلاتے بلکہ ہماری رسالت سے وہی تم کو ایمان توحید کی طرف بلاتا ہے اور
حرف من بقول ابو عبیدہ صلہ زائدہ ہے پس اگلی امتون کے واسطے بھی ایمان سے سب گناہ معاف ہوجاتے تھے جیسے امت محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے لیے ہے بقولہ تعالے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا اور یہی اخفش رحمۃ اللہ تعالے کا قول ہے سیبویہ و جمہور بصریین نے جملہ مثبت مین
من زائد نہین جانا تو تبعیضیہ ہوا پس اس صورت مین یا تو بعض کے ذکر سے سب گناہ کی بخشش مراد ہو یعنے تم سے جو اسوقت تک شرک
ہوا اسکو بخشدے تو باقی گناہ بدرجہ اولے بخشے جاوینگے اور یا یہ ہو کہ تمام گناہون کی بخشش مخصوص اس امت سے ہو اور اگلون کے بعض
معاف ہوتے ہون اور بعض نے کہا کہ من نہ زائدہ ہے نہ تبعیضیہ ہے بلکہ بدل کے معنے مین ہے یعنے تم کو بخشدے بعوض تمھارے گناہون کے یعنے
عذاب کے عوض تمپر رحمت فرماوے پس سب گناہ معاف ہونا لازم ہوگا اور امت محمدیہ کے لیے صریح آیات و احادیث مین منصوص ہے
کہ کافر نے چاہے کوئی گناہ کیے ہون اسلام سے معاف ہوجاتے ہین لیکن قرضہ ادا کرے اور اگر وسعت نہ پائے تو امید ہے کہ اللہ تعالے قیامت مین

اس سے بھی اسکو نجات دیوے جیساکہ احادیث مین دلیل موجود ہے بالجملہ رسولون نے قوم سے کہا کہ تم کو اللہ تعالے مین شک کی
گنجائش نہین اور ہمارے رسول ہونے مین بھی شکایت کرو ہم اپنی طرف سے نہین کہتے ہین بلکہ وہی ہماری زبان سے تم کو اپنی راہ کی
طرف بلاتا ہے تاکہ گناہون کے عذاب کے بدل تمپر رحمت و مغفرت فرماوے وَيُؤَخِّرَكُمْ اور تاخیر دے تم کو بدون عذاب دنیاوی
کے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ ایک مدت تک مُّسَمًّى جو علم آلہی مین تمہارے نیک چال چلن کی صورت مین مقدر فرمائی ہے یعنی اگر نہ مانوگے
تو اس مدت سے پہلے ہی تمپر دنیاوی عذاب کا خوف ہے پھر کبھی عذاب سے رہائی نہ پاؤگے۔ اس جواب پر قوم نے یہ شبہہ کیا کہ
اللہ تعالے اگر رسول بھیجتا تو ملائکہ وغیرہ کو بھیجتا اور اُسکے لیے سلطنت و دولت و عیش و آرام ہوتا اور سب پر اُسکو غلبہ و شوکت و
سلطنت ہوتی چنانچہ انکا جواب یہ ہے۔ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنے لگے کہ نہین ہو تم مگر آدمی ہمارے مثل اور اگر اللہ تعالے
چاہتا تو ملائکہ بھیجتا تم کو ہمپر کچھ فضیلت نہین بلکہ تم تو ہم سے زیادہ مفلس ہو جیسے قریش کہتے کہ اللہ اگر قرآن اتارتا تو مکہ یا مدینہ مین سے کسی
بڑے رئیس مالدار سلطان پر اتارتا۔ اور یہ نہین دیکھا کہ رسول کو دنیا کی کچھ خواہش نہین ہے وہ مفت خلوص کے ساتھ نیک اخلاق و
اعمال بتلاتا ہے بلکہ یہ وہم کیا کہ ہم جو طرح طرح کی بداعمالیون سے خوب روپیہ کماتے ہین اور بتون کی مہربانی سے خوش و خرم ہین اُس سے ہم کو
روکین چنانچہ صاف کہا کہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا تم چاہتے ہو کہ ہم کو روکو یعنے جن دیوتاؤن
کے ہمارے باپ دادا معتقد تھے اور پوجا کرتے تھے اس سے ہمکو باز رکھو اور تم بزرگ بن بیٹھو ہم تمہاری بات کبھی نہ مانینگے۔ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ
یعنے اگر تم سچے ہو تو ہمپر کوئی کھلی حجت و غلبہ ظاہر لاؤ ہر ایک نے اپنی اپنی ہوسات کے موافق مانگا جیسے مثلاً قوم ثمود نے اونٹنی پہاڑ سے اور مانند
اسکے حالانکہ انبیا معجزات لائے تھے مگر عناد سے انپر التفات نہ کیا۔ اور اگر عقل ہوتی اور قسمت مین سعادت ہوتی تو انکی راہ سمجھکر عظیم قدر سے
دیکھتے پھر عجب کہ اونٹنی وغیرہ جن معجزات پہ ہٹ کی تھی اسپر بھی ایمان نہین لائے تب عذاب سے ہلاک کیے گئے کیونکہ حق تعالے نے حکم کر دیا کہ
جو قوم اپنی ہٹ مانگے پھر دیے جانے پر ایمان نہ لاوے تو عذاب کیجاوے۔ بالجملہ رسولون کا جواب نقل فرمایا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ انکے
رسولون نے انکو جواب دیا کہ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہم نہین ہین مگر تمہارے مثل آدمی یعنی صورت و ہیأت مین بلاشبہہ ہم بھی
تمہاری طرح ہین اس سے ہم انکار نہین کرتے ہین۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ ولیکن اللہ تعالے عز اسمہ
احسان کرتا ہے جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے۔ پس اُسکو اپنی قدرت سے جسطرح چاہتا ہے نبوت و رسالت دیدیتا ہے اس مین
رسول کی عبادت وغیرہ کو کچھ دخل نہین بلکہ محض اللہ تعالے کا فضل و احسان ہے۔ اس کلام سے صریح معلوم ہوا کہ جن بیوقوفون نے زعم کیا کہ
آدمی کی نیکوکاری و فرمانبرداری سے اسکو نبوت ملجاتی ہے محض کفر و حماقت ہے بلکہ نبوت و رسالت کا درجہ فقط اللہ تعالے کا فضل و
امتنان و رحمت و احسان ہے کیونکہ نبوت کا حکم قدیم تھا جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپکو نبوت کس وقت پر ہوئی
آپنے فرمایا کہ مین نبی تھا اسوقت کہ ہنوز آدم درمیان پانی و مٹی کے تھے پس ظاہر ہے کہ اسوقت اعمال و طاعات کہان تھین اور
اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے کا اسپر اجماع ہے اور صریح آیات اسپر دلیل ہین حتے کہ جو کوئی سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے
وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ جاہلون نے انبیاء کو صورت و شکل دیکھکر اپنے مثل خیال کیا حالانکہ یہان زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے
مولوی روم رحمۃ اللہ تعالے نے خوب کہا ہے ؎ ہمسری با انبیا برداشتند ؛ اولیا را ہمچو خود پنداشتند ؛ اور یہ ایک عجیب صنعت آلہیہ ہے
جہان عارف و عاقل کی عقل حیران ہے اور چونکہ پانی اور دودھ صورت چاہے یکسان ہو مگر بڑا فرق ہے اس سے کہین زیادہ فرق کفر و ایمان مین

ہو اور وہ بغیر عقل و ہدایت آلہی کے ظاہر نہین ہوتا لہذا انبیاء علیہم السلام نے کافرون کو سمجھایا کہ ہان صورت مین ہم تم یکسان ہین ولیکن معنے کو بھی
غور کرو اور وہ اللہ تعالے کی منت و فضل ہے جو اسنے اپنے بندہ رسول پر فرمایا پھر معجزات کا جواب دیا کہ۔ وَمَا كَانَ لَنَا اور ہمکو یہ نہین پہونچ سکتا کہ
اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ ہم تمھارے پاس کوئی سلطان یعنی معجزہ لاوین۔ یا جو آیات و احکام و معجزات ہم لائے ہین یہ ہماری طرف سے نہین
ہین۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر باجازت و حکم آلہی یعنی خالق قادر مختار وہی ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے پس اس مین انکو صحیح معرفت و
توحید سکھلائی کہ بندہ خالق و مختار نہین ہے بلکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالے عز و جل چاہتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور فقط اللہ تعالے ہی پر۔
فَلْيَتَوَكَّلِ چاہیے کہ توکل کرین۔ الْمُؤْمِنُوْنَ وہ بندے جو ایمان لائے ہین۔ مومنون کو اس سے تعلیم توحید مقصود ہوا اور خود انبیاء
علیہم السلام نے اپنی ذات کو بھی انھین مین داخل کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا لَنَا اور ہم کو کیا ہے کہ۔ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ
بھروسا نہ کرین اللہ تعالے پر۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا حالانکہ اس نے ہم کو ہماری راہ کی ہدایت کی۔ یعنے راہ مستقیم جس سے ہم
اُس کی رضوان و رحمت کو پاوین پس جیسے اُس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت فرمائی ویسے ہی ہم اسی پر بھروسا کرتے ہین کہ وہ ہم لوگون کو
تمھارے فتنہ و فساد سے بچاوے گا کیونکہ تمھارا مکر خود تمھارے حق مین وبال ہوگا اور ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے لہذا فرمایا۔
وَلَنَصْبِرَنَّ اور قسم ہے کہ ہم ضرور صبر کرین گے۔ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اس اذیت پر جو تم سے ہم کو پہونچتی ہے۔ جیسے جھوٹا
بنانا اور عناد و ہر طرح کی دشمنی اور ٹھٹھول و زبان و ہاتھ سے ہر طرح کی تکلیف دہی وغیرہ پس تمھارے نفوس ان بد اعمال کا سبب
ہین جن کا انجام قہر الٰہی ہے اور مومنون کے حق مین یہ امتحان ہے جس پر صبر کرنے سے انکو رضوان و رحمت ہے پس مضبوط عزم بیان کیا کہ ہم
تمھاری اذیت پر صبر کرینگے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالے ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ چاہیے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کرین پس معنے
توکل کے یہ ہین کہ نتیجہ و انجام کی اللہ تعالے کی طرف سے دلجمعی ہونا۔ اور ظاہری بول چال مین یہ گفتگو روا ہے کہ تم نے ہم کو ایذا دی ولیکن
یقین رہے کہ خالق اللہ تعالے ہے اور موذی کا نفس کاسب فعل ایذا رہی ہے بعض نے کہا کہ مومنون کے توکل سے مراد کہ اپنے دل
مین یقین لاوین اور دوسرے مقام پر متوکلین کے توکل سے یہ مراد کہ پھر کسی آزار و ایذا پہونچنے سے توکل مین اضطراب نہو بلکہ خالق
عز و جل پر بھروسا برقرار رکھین۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے فاطر السموات والارض الآیہ علم الٰہی محیط ہے کہ حوادث مخلوقات مین
کوئی آنکھ نہین جو قدم کو دیکھ سکے پس اپنی قدرت سے نشانیان ہر طرح کی پیدا فرمائین تاکہ قدرت کے واسطے سے چشم مخلوق اسکو پردہ
التباس سے دیکھے چنانچہ اس قدرت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ فاطر السموات الآیہ پس انکو اپنی قدرت سے صنعت عجیب پیدا کیا اور
آثار عزت سے انکو چشم انسان مین اتنا بڑا عظیم کر دیا اور جب ایمان باللہ عز و جل سے قلب کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا تو کہتا ہے ربنا ما خلقت ہذا باطلا
بلکہ عجائب انوار قدرت اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ و قولہ یدعوکم لیغفر لکم تمھارے نفوس سے تمکو اپنے آثار قدرت دیکھنے کو بلاتا ہے پس بندہ مومن
اپنے نفس کو مطیع کرتا ہے اور کافر اپنے آپ کو نفس کا مطیع رکھتا ہے پس دعوت حق تعالٰی عز و جل اُسنے قبول کی جس نے نفس کی پیروی چھوڑ کر قدرت کا اپنا نظر کی
اور قلب حاضر کے ساتھ یقین بڑھا اور حق عز و جل نے عارف کو درجات صفات سے ترقی دیکر مشاہدہ آیات قرب کو پہونچایا پس قولہ یدعوکم
لیغفر لکم کے یہ معنے ہین۔ اتنی بات پر مغفرت فرمائی کہ ان آیات کے واسطے سے اسکو انھون نے دیکھا حالانکہ بنظر فکر دیکھو تو کون گناہ اس سے بڑھ کر ہے کہ
او سبحانہ فرد العظمۃ والکبریاء خالق علیم کو کسی واسطے سے طلب کیا جاوے سبحان اللہ دیکھو تمام وجود اسکے وجود مین حیران ہوا اور اسکی بخشش جو تمام وجود
مین غائب ہوا اور یہ تو بالاتر ہے کہ جو وجود مین پیدا فرمایا ہو پھر غور کرو کہ یہ اشارہ ہے کہ تمکو بلاتا ہے اس لیے کہ اسکو پہچانو اس طرح کہ اپنے نفوس کو بھی پاؤ اور دیکھو وہ

سراسر گناہ ہے اور جب تم نے اپنے نفوس کو پہچانا تو تمہاری تقصیرات اُسکے فضل مغفرت سے بڑھکر طاعات ہو جاوینگی شیخ نوری نے
کہا کہ خلق کو بذات خود اپنی ذات کی طرف بلایا اور اپنے ناموں سے پاک ہیں سے فاطر ذکر فرمایا کہ مفطورات و مخلوقات میں کسی چیز سے تعلق
پیدا نہ کریں اور اشارہ فرمایا کہ فاطر آسمانوں و زمین کا میں ہوں ان میں کی چیز چاہو تو میرے پاس ہے اور اگر تم مجھے چاہو تو اُن کی طرف
التفات مت کرو اور ان سے پھر کر میری طرف آؤ۔ بعض نے اس دعوت میں جس کا ثواب مغفرت عظیمہ ہے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
کسی کو اپنی طرف نہیں بلایا اور نہ انبیاء نے اُس کی طرف دعوت فرمائی اور جو کوئی بلایا گیا وہ اپنے حظ و نفع کے لیے بلایا گیا۔ مترجم
کہتا ہے کہ مقصود شیخ کا یہ ہے کہ ابتدائی دعوت گرفتاران نفس کے حظ النفس ہی کے لیے ہوتی ہے پھر جب کسی قدر اُن کی آنکھیں روشن ہوئیں تو انکے
اعمال میں اللہ تعالیٰ کے واسطے خلوص ہوتا ہے کہ خود اُس کی درگاہ میں یعنی اپنی فنا گاہ کی تمنا میں حاضر ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ وقولہ
تعالیٰ قالت لہم رسلہم ان نحن الآیہ سوا تخصی داور مجمل ہیں برابری صنعت عظیمہ الٰہیہ کی طرف سے واقع ہوئی ہے ولیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنی رسالت
و نبوت و ولایت کے لیے بندوں میں سے جسکو چاہتا مختار کرتا ہے اور یہ اختیار وہی ہے جو ازل میں واقع ہوا اور اسی کا اب ظہور ہوتا ہے اور اسوقت کسی کا
یہ وجود طاعت و معصیت موجود نہ تھا پس اس نے اپنے علم قدیم سے جسکو چاہا خلعت کرامت و ولایت سے مشرف فرمایا ہے وہی استعداد معرفت رکھتے
ہیں اور وہی عبودیت قبول کرنے کے لائق ہیں اور وہی دیدار و مشاہدہ کے لیے مختار ہیں اول تو تعریف تو واضح ہے اور دوم خلعت حقائق ہے شیخ ابو عثمان
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خواص بندوں پر اس کثرت سے احسانات فرمائے ہیں وہ شمار سے باہر ہیں اور وہی انکی شکر گزاری سے عاجز نہ
شاکر ہوتے ہیں از انجملہ چند یہ ہیں کہ اول انکو توحید سے مشرف کیا پھر معرفت دی پھر ان میں رسول بھیجے پھر انکو اپنا بندہ نام رکھا پھر سب سانس ہیں انکے
اوپر ایک نعمت ہے جو پہچانیں یا نہ پہچانیں سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تلاوت قرآن مجید و اسکی سمجھ کبھی بندہ پر ایک بڑا احسان ہے۔ استاد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے خلاصہ تفسیر فرمائی کہ ہم تمہاری صورت کے آدمی ہیں ولیکن ہم پر اس نے ایک کان دل دیا اور معرفت اور تمکو نہیں دیا اور ہم کو اپنی رحمت
کے واسطے خالص کیا اور تمکو قہر کے واسطے مردود کیا۔ قولہ تعالیٰ وما لنا ان لا نتوکل علی اللہ الآیہ۔ اول آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے
خبر دی کہ انھوں نے اقرار کیا کہ ہم اور رب تبارک و تعالیٰ کی مملکت میں تصرف کا اختیار نہیں اور ہم کوئی معجزہ نہیں لا سکتے ہیں مگر جب ہی کہ وہی حکم
میں تصرف فرماوے اور اس میں آگاہ فرمایا کہ انھوں نے قوم کی ایذا و آزار کے تحمل سے بھی عاجزی کا اعتراف کیا اور اسی کی طرف رجوع لائے
کہ اسی نے ہم کو معرفت نفس واُس کی ہستی کو راہ نور میں ظاہر کیا اور وہی ہادی اولیاء و ناصر اصفیاء ہے تو ہمیں اجبار ہے کہ ہمارا توکل ہے جو
اُس نے پیدا کر دیا اور تمہاری ایذا سے تحمل ایک ظہور قہر ہے کیونکہ تم مظاہر قہر ہو پس ہم اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں کہ تحمل ہو لیں پس ہمارا
توکل نہ ہمارے ساتھ ہے بلکہ اُسی کے ساتھ ہے اور قولہ سبلنا ہمیں اسی سبیل اس کی جانب ہے جالا الکہ صراط العزیز الحمید وہی راہ مستقیم واحد ہے
اسمیں اشارت ہے کہ ہر ایک کے نفس کا مرجع بقدر وسعت وہی ہے اور قول شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف راہیں
بعدد انفاس خلائق ہیں اور سب میں صرف اسی نفس کی راہ کھل جاتی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کو اختیار کیا۔
پس شیخ نے اسی مضمون کو اشارۃ قرار دیا ہے اور لکھا کہ جن لوگوں نے ان راہوں کو اختیار کیا تو اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو وراء اس راہ کے پایا قول
یہ مقام مشکل ہے اور واللہ اعلم حقیقت یہ ہے کہ راہیں پردہ عبودیت ہیں اور اللہ تعالیٰ راہ وراہی دونوں سے پاک ہے ولیکن کشف حجاب بندہ کی اسی راہ پر
منحصر ہے اور تو نے سنا کہ ایک راستہ دن کو فرائض و واجبات ادا کرنا روح کے واسطے کس قدر دور دراز سفر طے کرنا ہوتا ہے اور یہی راہ وہی مسافر ہو تا کہ
اسی واسطے شیخ نے لکھا کہ جب اس راہ پر چلے اور ہم نے صفات و ذات کی معرفت پائی تو ہم اسی پر توکل کرتے ہیں اور نہ اپنے نفس پر قائم شیخ ...

رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک توکل کیا ہے فرمایا کہ موارد قضاء الٰہی کی تحت میں بالکل خاموش ہو حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس کلام پاک کی تفسیر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ عز و جل پر کیونکر بھروسا نہ کریں کہ اس نے ہم کو اسلام وہدایت عطا فرمائی شیخ ابو العباس ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تجربہ پر بھروسا کرنا مکر و فریب ہے اور بعادت کے ظہور پر تصدیق ایک التباس ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ولنصبرن علیٰ ما آذیتمونا میں اشارہ ہے کہ خالص بندگان حق عز و جل نے نفوس کفار جو قہریات کماتے ہیں اُن کے باقی رہنے پر بپاہ حضرت قہار عز و جل کے ساتھ انھون نے توکل کر لیا تھا کاش اسی پر کفار اکتفا کرتے اور نہ چاہتے کہ مظاہر رحمت کو سمیٹ دین ولیکن جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے کہ آخر کفار نے قدم بڑھایا یعنی کافر اگر مومنون کو ستانا چاہتے تو شاید بچ جاتے ولیکن ایذا کے بعد قتل پر آمادہ ہوئے تو خود مٹ گیے بقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا

اور کہا ان لوگون نے جنھون نے کفر کیا تھا اپنے رسولون سے کہ ہم ضرور تم کو نکال باہر کرینگے اپنے ملک سے یا تم پھر آؤ ہماری ملت میں

فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ

پس رسولون کی طرف وحی فرمائی انکے رب نے کہ بقسم ہم میٹ دینگے ظالمون کو اور ضرور ہم تمکو بسا دینگے اس ملک میں بعد ظالمون کے

ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

یہ فضل اسکے لیے ہر جسنے میری عزت سے خوف کیا اور وعدہ عذاب سے ڈرا اور انھون نے فیصلہ چاہا اور خوار ہوگیا ہر ظالم

عَنِيدٍ ۝ مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ ۝ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا

سرکش اسکے ورے جہنم ہر اور پیاس مین دیا جاتا ہے پیپ لہو یعنی کچ لہو جسکو گھونٹ گھونٹ لیتا ہے اور نہین

يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ

سکتا نگلے اور آتی ہر اسپر موت ہر ایک ٹھکانے سے اور نہین ہر وہ مرنے والا اور اسکے ورے

عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝

عذاب بہت سخت گران ہے

اس سورہ مین حق تعالےٰ نے اگلون رسولون کے ساتھ کافرون کا برتاؤ اپنے ملک سے نکالنے کا یا کافر ہونے کا نقل بیان فرمایا جیسے مفصل دیگر آیات مین مانند قولہ لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا الآیہ۔ وقولہ اخرجوا آل لوط من قریتکم لہذا حق تعالےٰ نے قریش کے مشرکون سے آگاہ فرمایا وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا واذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا الآیہ۔ وقال تعالےٰ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیہ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ کو خبر غیب سے آگاہ فرما دیا تھا کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جسطرح ان کی اقوام کافرہ نے کیا وہی تیرے ساتھ مشرکین قریش کرینگے یہ سنت اگلے انبیاء کی ہے اور بقولہ تعالےٰ تشابہت قلوبہم۔ سے مشرکین عرب کے دلون کی مشابہت اگلے کافرون سے ظاہر کر دی تھی یا جملہ بیان بیان فرمایا کہ جب رسولون نے جو اپنی قوم کے لیے رحمت تھے غایت شفقت سے یہ عزم کر لیا کہ قوم کی ایذاء پر صبر کرین تو قوم بدبخت نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ ایسے تو انکو جھٹلایا اور خالص نصیحت کے عوض انکو لعن و طعن کیا اور انکی شفقت کے عوض انکو اذیت دی

بلکہ زیادہ جرأت کرکے انکو سبقت دینا چاہا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنے قوم جو ازلی بدبخت جہنمی کافر تھی انھوں نے۔ لِرُسُلِهِمْ
اپنے اپنے رسول سے کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا ہم بالضرور تم کو اپنی زمین سے نکال دینگے۔ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا
یا تم ہماری ملت میں عود کرو۔ یعنے ہماری ملت پر آپ ہو جاؤ کیونکہ رسول کبھی اُن کی ملت پر نہ تھا یا شاید قبل بعثت کی عمر کے کفار اس کو
اپنی ملت پر سمجھتے ہونگے اسی وجہ سے قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی یعنے دین سے پھر جانے والا کہتے تھے اور شاید کہ یہ تہدید
مومنوں کو ہوا اور پیشوائے مومنین کو اصل قرار دیا۔ الحاصل قوم ملعون نے رسول کو کہا کہ یا تو ہماری ملت پر ہو جاؤ یا ہم تم کو نکال باہر کرینگے
اب غور کرو کہ رسول اسی زمین کے واسطے مخصوص تھا کہ بفرض الٰہی تعالیٰ اداے رسالت کو بعبودیت ادا کرتا تھا۔ اور وہ اس قوم کے
لیے عین رحمت تھا اور کافروں کی ملت عین قہر پس کافروں نے اپنے حق میں دونوں طرح یہ چاہا کہ وے خالص قہر میں رہ جاویں اور
یہی عین عذاب ہے حتے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو دنیاوی عذاب سے بچتے اور دعوی یہ کیا کہ ہم باختیار خود ان دو باتوں میں سے ایک کرینگے پس قہر
نازل ہوا۔ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی رسولوں کی طرف انکے رب نے یہ کہ۔ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ہم ہلاک کرینگے
ظالموں یعنی کافروں کو۔ یہ جواب کافروں کا ہے کہ تمہارا کہنا باطل تھا بلکہ ہم اپنی زمین سے تم کو نکالینگے اور یہ نکالنا ظالموں کے حق میں
بہت ہی خراب ہوا اور ظالم کا ظلم اس کی جان کے اوپر ہو گیا اور حضرت قادر مختار جل سلطانہ نے کافروں کا الٹا کیا کہ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ اور ہم تم کو بساوینگے کافروں کے نکال دینے کے بعد۔ بیشک زمین اسیکی ہے بندے مخلوق اسی کے ہیں وہ جو
چاہے کرے۔ وقال تعالے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون. وقال تعالے ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا
المرسلین انهم لهم المنصورون الآیہ۔ وقال تعالے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیہ۔ یہ سب آیات کفار قریش کو معجزات تھیں حتے کہ انھوں نے نمونا
اور رحمۃ عامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا اور آخر چند روز میں اللہ تعالے نے قریش کو بالکل مغلوب کر دیا۔ ف دیگر
انبیاء کو اُنکی قوم نکالنے نہ پائی اور ہلاک کی گئی اور کیا نکتہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش نکالنے پائے تو اس میں نکتہ یہ ہے
کہ اور انبیاء فقط اسی قوم و زمین کے لیے مخصوص ہوتے تھے اور آنحضرت صلعم کی بعثت تمام جہان کے لیے عام تھی پس تمام جہان آپ کے
قدم سے سایۂ رحمت میں تھا اور اگر قریش کے واسطے ازل میں رحمت مقدر نہ ہوتی تو ہلاک ہو جاتے پس ان رسولوں و مومنین کے لیے اللہ تعز وجل
نے مفروض فرما دیا ہے کہ غالب رہیں اسی واسطے حدیث میں آیا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہیگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا
وعدہ آجاوے پھر نصرت دنیا میں کن بندوں کے لیے ہوتی ہے تو حق تعالے نے فرمایا۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ یہ فضل اس
شخص کے لیے ہے جو ڈرا میرے مقام سے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مقام ہے چنانچہ فرمایا ولمن خاف
مقام ربه جنتان جس نے مقام رب سے خوف کیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ اور مراد مقام سے حد الٰہی ہے یعنی جو حد اللہ تعالے نے مقرر کر دی
ہے وہیں مقام کرے آگے نہ بڑھے پس جس نے خوف کیا اُس مقام کا۔ وَخَافَ وَعِيْدِ اور ڈرا اس عذاب سے جو اس مقام سے تجاوز
کرنے پر مقرر فرمایا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں معزز و منصور ہے۔ مفسرین نے کہا کہ قولہ ذلک لمن خاف الآیہ کلام معترض ہے جس سے
اللہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ دنیاوی نصرت و غلبہ ان مومنوں کو ملیگا جنکے اعمال ظاہری و باطنی حدود شرع پر مستقیم ہوں پھر واقعہ
انبیاء بیان فرمایا۔ وَاسْتَفْتَحُوْا یعنے وحی الٰہی عز وجل بوعدہ نصرت پہونچنے کے بعد رسولوں نے کافروں کے درمیان فیصلہ
چاہا کما فی قولہ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق مثل اور وحی پہونچنے کے بعد کچھ دنوں تاخیر کی گئی اور کافروں نے شدید ضرر پہونچا دیا لیکن آخر

رسول نے بحال مومنین کے فتح کی دعا مانگی پس وعدہ پورا فرمایا۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ اور خوار ہو گیا ہر سرکش عناد کرنے
والا یعنی حق سے ایک طرف ہو کر چلنے والا اور وہ قوم کافر تھی جنہوں نے رسولوں پر تکبر کیا تھا اور خیبت ناامیدی کی خواری اوران
کافروں کے حق میں یہ خیبت نہایت سخت تھی جسکی انتہا نہیں چنانچہ دنیا میں جن چیزوں کی وجہ سے نفس کی خواہش میں کفر کیا اس
سبب سے محروم ہو کر بری طرح ہلاک کیے گئے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ اسکے ورے جہنم ہے۔ یعنے ہلاکت
دنیاوی کے بعد ہی جہنم میں پڑا اور یہ جہنم عذاب قبر سے جس میں قیامت تک رہیگا متصل ہے پس رسول خالص ناصح امین کی بات نہ
مانی اور اپنے نفس کی پیروی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ نفس نے جن خواہشوں کے لیے اسکو مہربان ناصح کا دشمن بنایا تھا وہ خواہشیں برباد ہوئیں اور
بجائے انکے ہلاکت و خواری ہمیشہ کے لیے نصیب ہوئی یعنی ایسا ناک عذاب دنیاوی یا موت سے وہ قبر کے آتش خانہ میں پڑا اور وہیں سے عذاب
جہنم نظر آتا ہے جسکے خوف سے دعائیں مانگیگا کہ قیامت بہت دیر میں آوے مگر بیفائدہ پھر سامنے عذاب جہنم ہے۔ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ
اور پلایا جائیگا کچ لہو سے یہ کافروں کی کھال وغیرہ سے بہکر جمع ہوگا۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ زانیہ عورت و مرد کی فرج
سے کچ لہو بہیگا وہی پینے کو پاویگا۔ جب پیاس سے بیتاب ہوگا۔ يَتَجَرَّعُهُ اسکو گھونٹ گھونٹ لیگا۔ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ اور لگتا
نہیں کہ حلق سے باسانی اُتار جاوے یعنی ناچار بسبب شدت پیاس کے اتاریگا ولیکن بڑی مشکل سے۔ حضرت ابو امامہ باہلی
رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ یہ صدید کافر کے منہ سے قریب کیا جاویگا پس اُسکی بدبو اور حرارت سے
متلاویگا اور زیادہ نزدیک ہوگا تو اسکا چہرہ جھلس جائیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو اسکی آنتیں کٹکر پیخانہ کی راہ نکل
جاوینگی اور پڑھی یہ آیت وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔ رواہ احمد والنسائی والترمذی وابن ابی الدنیا
وابو یعلی وابن مردویہ والبیہقی وابو نعیم فی الحلیہ و صححہ۔ یہ سب ان خواہشوں کا نتیجہ ہوا جنکے مزہ میں اپنے خالق تبارک و تعالے سے کفر کیا تھا
اور یہاں کی زندگی و وسعت کو وہاں پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ خالق جل شانہ نے وہاں وسعت نہیں رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَيَأْتِيهِ
الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور آویگی اُسپر موت ہر جگہ سے۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہے یعنی آنتیں
کٹ کر گرنا اور کھال جل کر گر جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا ان سب حالتوں میں شدت کی تکلیف ہوگی ولیکن بدستور کھال و آنتیں ہوتی
جاوینگی اور مکرر وہی عذاب ہوگا وہ ہرگز مریگا نہیں بلکہ ایک سے ایک عذاب جسے دنیا میں منکر تھا اُسپر طاری ہوگا چنانچہ فرمایا
وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور اس کے ورے عذاب سخت ہے یعنی ہر ایک عذاب منتہی نہیں ہوا بلکہ دوبارہ درست
ہو کر بھاری عذاب پاویگا اور جس جسم کے لیے دنیا میں کفر کیا تھا اُسکے عوض تکلیف اُٹھاویگا اور جو جسم دنیا میں حضرت اللہ تعالے
عز و جل کے احکام بجالانے پر پاک ہو جاتا اُسکو یہاں اس آسانی سے پاک نہ کیا اور اس تکلیف کو شاق سمجھا آخر اپنے نفس کو
اس عذاب میں مبتلا کیا۔ ف فی العرائس قوله وکاسلطن خافه مقامی وخاف وعید جب اہل کرامت بندوں کے موافق حکم دیا تو ان پر یہ
احسان رکھا پھر انکے شکر چاہا اس طرح کہ طاعت و متابعت کریں اور عصیان سے باز رہیں اور انکو اپنے قرب سے دور ہونے اور اپنے عظیم مقام سے
خوف دلایا اسکا مقام عظیم یہ ہے جو اس نے فرمایا افمن ہو قائم علی کل نفس الآیہ یعنی ہر نفس اور ہر وجود کو محیط اور ہر ایک اسرار و نیات سے علیم و خبیر
ہر جو کام کسی نفس سے ظاہر ہوا سب اسکے علم میں ہے اور ہر غافل کی غفلت اسکے علم میں ہے اور دو متفاوت شان سے مریدوں پر قائم ہے اور یہ تفاوت
اہل ارادت کا تفاوت ہے ورنہ اسکا علم سب کے لیے یکسان محیط ہے چنانچہ ابتدائی اہل ارادت پر اسکا مقام بوجود و مشاہدہ ہے اور اہل محبت پر ہیبت ...

تعظیم اور اہل عرفان پر با جلال وحیا اور اہل توحید پر غلبہ سطوات کبریا اور اہل انس وشوق وعشق پر کشف مشاہدۂ جمال وجلال ہے اور
اس مقام پر مقام الٰہی سے خوف اور اسکی طرف سے لعنت وفراق کا ڈر صرف اہل انس کا منظر ہے کہ کشف مشاہدہ سے خالی ہیں اور نہایت
دقیق اشارہ یہاں یہ ہو کہ مقام الٰہی القدم فی القدم اور بقار فی البقار ہے اور یہ مقام معدن الوہیت ومنبع سرمدیت ہے اور اس سے خوف
وہیبت واجلال ہے اور یہ مقام ربوبیت فی الربوبیۃ ہے کیونکہ حادث تو اول سطوات عظمت میں متلاشی وپارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ
خالق عزوجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے خیال میں کسی چیز کی کوئی عظمت نہیں آسکتی جو اسکو اپنے خالق عزوجل کی ادا کرنی چاہیے
جب غور کرے کہ ہم کو اس نے پیدا کیا ہے اور یہی طریقہ ادب وتعظیم عبودیت ہے پس غور کرو کہ کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ ادب میں قصور ہو
اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ عبادت میں قصور ہو پھر کیسا بے انتہا گناہ کہ خالق عزوجل سے انکار ہو تو جتنے افعال منکر کیے ہونگے سب
بدکاری جبکہ اصل انکار سے بڑھ کر کوئی بدکاری نہیں اگرچہ بعض کافر کے فعل سے دوسری مخلوق کو راحت پہونچے لہذا حق تعالیٰ نے

کافروں کے اعمال کا باطل ہونا بیان فرمایا

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ
مثل — ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا اپنے رب سے — انکے اعمال — جیسے راکھ کہ اسکو ہوا جھکڑ سے اڑا لیگئی — ایسے روز

عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝
کہ آندھی چل رہی تھی — نہیں قابو پاوینگے — اپنے کمائے ہوئے میں سے — کسی چیز پر — یہ جو حال ہوا یہی — گمراہی — بہت دور کی ہے

اکثر کفار مانند کفار قریش کے اپنی رائے ورسم ورواج سے نیک کام ادا کر کے اہل توحید سے اپنے آپ کو افضل جانتے ہیں حالانکہ
جس نے خالق سے کفر کیا اس کے اعمال اس کے نفس کے پسندیدہ ہیں اور ثواب انہیں اعمال میں ہو جنکو خالق عزوجل نے پسند فرمایا ہے
لہذا بطور مثل کے بیان فرمایا اور مثل عرب میں ایسی بات کو کہتے ہیں جس میں کوئی غرابت وعجب ہو فقال تعالیٰ مَثَلُ الَّذِيْنَ لے
مثل اعمال الذین ۔ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا۔ اَعْمَالُهُمْ انکے کاموں کی مثل عجیب یہ ہے
كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ جیسے راکھ کہ اسپر ہوا کا سخت جھونکا آیا۔ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ایسے دن میں کہ وہ دن گرم اندھڑ کا
تھا ایسا ظاہر ہے کہ راکھ کا کہیں نشان بھی نظر نہ آویگا۔ یوں ہی کافروں نے جو کام کیے مانند صدقہ وصلہ رحم ووالدین کے ساتھ نیکیوں کا
چھپانا اور بھلائی کرنا وغیرہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر بجا لانے میں ثواب تکمیل کے کام ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے کفر وشرک کے ساتھ بیکار جاتے ہیں
جیسے اندھڑ کے دن ہوا کا جھونکا راکھ کو اڑا دے۔ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ جو کچھ کمایا تھا اس میں سے کسی چیز پر قابو نہ
پاوینگے یہ نہایت درجہ کا ٹوٹا ہے کہ ان اعمال کا کچھ وجود نہ ہوگا حالانکہ اگر ہوتا تو اس وقت فائدہ تھا کہ جب قادر مطلق عزوجل کی
قبولیت سے ثواب ملتا اسی واسطے فرمایا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یہی گمراہی بعید ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہو کہ جو مخلوق میرے ساتھ غیر کو شریک کرے کوئی ہو تو میں سب شریکوں سے ایک بے پرواہ ہوں جس کسی نے میرے ساتھ شریک کر کے
کوئی کام کیا وہ اس کا ثواب اس کے پاس ڈھونڈھے جسکو شریک بنایا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی ذات وصفات میں شریک ہے
اسطرح کا ایمان لانا جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور قرآن پاک میں آیا ہے توحید ہے اور دل سے اسکو یقین رکھے اور یہ
ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں جمع ہو یعنی الحق سوائے اللہ تعالیٰ عزوجل کے کسی کو نہیں اور الوہیت میں سب صفات الٰہی [illegible]

داخل ہین مثلاً وہی خالق رازق قادر مختار علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہے اور دنیا مین جو اسباب ہین ان مین جب وہی تاثیر فرماتا ہو تو فعل ہوتا ہو پس اگر کسی دوسرے کو پیدا کرنے والا جانے یا اسکی طرف سے رزق ملنا گمان کرے یا مانند اسکے تو وہ مشرک ہو اور کمتر یہ ہے کہ جو اس کا جی کہے وہ کرے اگرچہ اس مین اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہ ہو تو جو لوگ اللہ تعالےٰ سے منکر ہین حالانکہ اسی نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا یا اسکے ساتھ شریک بناتے ہین وہ اپنا خدا دوسرا بنا کر اسکے واسطے کام کرتے ہین تو ان کا یہ کام گمراہی بعید ہوا اور جیسے انکے بنانے سے وہ خدا نہ بنا اسی طرح اسکی شرکت سے یہ کام بھی ثواب کا کام نہوا بلکہ بیکار گیا۔ واضح ہو کہ بعض علما نے کہا کہ مشرکون کے وہ اعمال جو نیک صورت مین ہین دنیا و آخرت مین برباد ہوتے ہین اور انکا کچھ ثواب نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ہان ولیکن یہ بیان مجمل ہے اور تفصیل اسکی یہ ہو کہ کافرون و مشرکون کے اعمال کسی حال مین اعمال حسنہ نہین ہین یعنے ویسے اعمال نہین ہین جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے ہوتے ہین اور یہ تو بسبب شرک و بدنیتی کے ظاہر ہے پس انکا ثواب کچھ نہین ہوتا اب رہا یہ کہ دونون جہان مین سے کسی جہان مین کچھ فائدہ ہوتا ہے یا نہین ہوتا تو جواب یہ ہو کہ اعمال دو طرح کے ہین ایک تو وہ جنکو وے لوگ اعمال عبادت خیال کرتے ہین جیسے بتون کے سامنے سجدہ کرنا اور رات بھر ان کا نام لینا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تسبیح و تعریف پڑھنا باعتقاد شرک اور مانند اسکے تو یہ اعمال بالکل برباد ہین جنکا کچھ فائدہ نہین ہو بلکہ اسکی شامت و عذاب مین دنیا بھی برباد ہوتی ہو اور دوسری قسم وہ اعمال ہین جنسے دوسری مخلوقات کو کچھ فائدہ پہونچتا ہے جیسے صدقات دینا اور قرابتیون کی خبرگیری کرنا اور شفاخانہ جاری کرنا اور مانند اسکے دیگر افعال تو اس کا صحیح حکم بدلیل آیات و احادیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین انہا کا فائدہ انکو پہونچ جاتا ہے اور فنا ہو کر آخرت مین اسکی نیت شرک کا وبال انپر باقی رہتا ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اگر کسی ذمی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو باقی رکھا جاوے اور اگر بت کی زیارت وغیرہ کے واسطے وقف کیا تو باطل کر کے اُس کی قوم کے فقیرون پر وقف قرار دیا جاوے فافہم پھر کفار کو مقہور تحت قدرت اور فنا کے لیے مستعد یقین دلایا بقولہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ

آیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو حق کے ساتھ اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے مخلوق

جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

نئی اور نہین ہو یہ بات اللہ تعالےٰ پر کچھ عزت والی

اَلَمْ تَرَ کیا تو نہین دیکھتا۔ یہ خطاب بعض نے کہا کہ ہر ایک کافر کو ہے بقرینہ یذہبکم اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے امت کو فہمائش ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اصل مقصود کفار کو تہدید ہے ولیکن خوش اسلوبی سے دیکھنے والے رسول یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اور اندھے کافرون کو اس کے نتیجہ سے ڈرایا یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بکمال نور نبوت دیکھتا ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالےٰ عزوجل نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ یعنے یہ نظربندی و باطل نہین ہے جیسا کہ نیک بندون نے کہا کہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ بلکہ حق و صنعت کاملہ الٰہیہ ہے جس سے اہل کفر اندھے واقف نہین ہین اور وہ دنیا کی زندگی لہو و لعب پر مغرور ہو کر آغاز و انجام سے بے فکر اور خالق عزوجل سے شرک کرتے ہین حالانکہ اس کے سوا کوئی خالق نہین بھلا کسی نے کچھ پیدا کیا ایک تنکا بھی نہین پھر قدرت

بالکل خالق عزوجل ہی کو ہو اور باقی سب اُسکے حکم وقیومی پر ہین جب چاہے فنا کردے۔ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے
تو تم کو فنا کر دیوے ایسے کافر و پس ڈرو اس سے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اسی کی عبادت کرو اور دنیاوی زندگی پر غرہ
مست ہو اور گناہ مت کرو کہ وہ جب چاہے تم کو مٹا دے۔ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ اور لاوے نئی مخلوق جو اسکے ساتھ شرک
نہ کرین اور اسی کی عبادت کرین کیونکہ جس نے بغیر کسی نمونہ کی ابتدا مین ایسے بڑے بڑے اجسام عجیب صنعت کے ساتھ کہ وہان عقل
حیران ہو کام نہین کرتی ہو پیدا کر دیئے تو دوبارہ پیدا کرنا اسپر کچھ مشکل نہین اور ایسے ہی دیگر مخلوق پیدا کرنا اُسپر بہت آسان ہو کما قال تعالےٰ
وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور یہ بات تو اللہ تعالےٰ پر کچھ بھی مشکل نہین ہو پس ذرا غور کرو کہ رسول پاک دیکھتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کی
خلقت ہو پھر تم مانو اور دنیاوی حیات کو جو جانتے ہو کہ فانی ہے ثواب طاعات مین صرف کرو کہ بعد موت کے زندگی جاودانی مین ایسے
ارحم الراحمین رب تعالےٰ کے لیے بے انتہا نعمتون مین رہو اور اگر خالق رب سبحانہ سے چند روزہ زندگانی مین کفر کیا تو جسکی قدرت مین
یہ سب ہے اُس کا عذاب بہت سخت ہو اور جسکی سلطنت یہ ہو کہ تم اور تمھارے بزرگ جنکو شریک لاتے ہو سب اُسی نے پیدا کیے تو کسی کی
مجال نہین کہ اُس کی رضا کے خلاف کسی سے اس کا عذاب روک لے پس دنیا مین جن سرکشون کی پیروی کرتے ہو اور انکے مطیع ہو جب وے
خود ہی گرفتار ہونگے اور اپنے اوپر سے عذاب دور نہ کر سکین تو تم سے کیا دور کرینگے چنانچہ حضرت علیم خبیر سبحانہ تعالےٰ نے جو عالم الغیب والشہادۃ
ہے جسکے سامنے گذشتہ و آیندہ تا ابد الآباد یکسان حاضر ہے مشرکون وانکے سردارون کا حال آیندہ بیان فرماتا ہو ف وفی العرائس
قولہ الم تر ان اللہ خلق السموات والارض الآیہ خلق کو بحق ارادہ قدیمہ ومشیت ازلیہ پیدا فرمایا اور یہ ارادت وعلم صفت قدیمہ ہو اور وہ حق ہو
پس اظہار مخلوق بحق ہو یعنی اظہار حق حقیقت حقوق ربوبیت ہو جس سے اہل عبودیت کو معرفت دی اور کلام پاک مین اس سب کا اشارہ
فرمایا اسطرح کہ اول اس صفت کی رویت دی پھر اس سے ذات پاک کی معرفت دی بقولہ الم تر ان اللہ یعنی دیدار صفت خلق سے خالق
عزوجل کو پہچانو پھر ذات سے صفات کو عظمت کے ساتھ دیکھو پھر صفت کاملہ کے انوار افعال عظیمہ مشاہدہ کرو یعنی خلق السموات والارض
بالحق پس مترجم کہتا ہو کہ مخلوق آلہی مین فکر کرنے کا حکم جو حدیث مین ہے اس کا یہی طریقہ ہے کہ مخلوق سے صفت خلق دیکھو شیخ نے کہا کہ
فعل کا نور دیکھنا عقل کی آنکھون کے لیے ہو اور فعل جس صفت پاک سے ظہور ہے اسکا دیکھنا قلب کی آنکھون سے ہو پھر صفت سے نور ذات
تک مشاہدہ ارواح کے لیے ہو اور انوار مین حقیقت نصیب اسرار ہے شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمام اشیا کو اپنی قدرت سے پیدا کیا
اور اپنے علم سے زینت دی اور اپنی حکمت سے حکم فرمایا پس جو نیک بخت سعید بندہ کہ خلق سے خالق کی طرف دیکھتا ہو اسکو خلق مین عجائب
ظاہر ہوتے ہین اور جب اللہ تعالےٰ عزوجل نے اسکو منور فرمایا اور کمال توحید کے بعد اُس نے خالق عزوجل پاک سبحانہ تعالےٰ سے خلق کو دیکھا تو اسکو
آثار قدرت واحکام حکمت وبدایع صنعت ظاہر ہوتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ سمواٰت کو زمین سے مرتفع پیدا کیا اور زمین کی رونق وآبادی کو
آسمان کی برکتون سے کیا کہ جو آسمانون سے زمین کو پہونچتا ہے زمین اس سے لہلہاتی ہے اور یہ تنبیہ ہے کہ تم نفس کو پیدا کرکے قلب کو
اسپر سردار کیا اور تم نفس کی خباثت دور کرتے ہو برکات قلب پر کیونکہ جسکا قلب پاک ہوا اور مشاہدہ ویقین کے لائق ہوا تو اسکو زوائد و
فوائد جلیلہ اوقات مین ازجانب حق جل وعلا پہونچتے ہین اور بغیر آتش جہنم ولعنت دائمی کے وہ جسم ونفس پاک ہو کر دنیاوی لذات سے کہین زیادہ
عیش وآرام آخرت مین مسرور رہتا ہے پس جس عارف نے دنیا مین نفس کو اس کی خواہشون ولذات سے روکا اُسنے اپنی جان پر بہت شفقت کی
اور یہ خالص رسول اللہ صلعم کی اتباع اور نفس کی طفلانہ مزاجی سے اختلاف کرنے مین ہے ورنہ دنیا دنیا ہی بالعار وسردار خود اپنے نفس کی

خواہشون کے غلام ہین اور انکی پیروی کرنے والے خوار بقولہ تعالیٰ

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے پھر کہینگے کمزور بڑائی والون کو ہم تھے تمہارے پیچھے اب کچھ

أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ

بچاؤ گے تم ہم سے مار اللہ کی وہ بولے اگر راہ پر لاتا ہم کو اللہ البتہ ہم تمکو راہ پر لاتے اب برابر ہے

عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ

ہمارے حق مین ہم بیقراری کرین یا صبر کرین ہم کو نہین خلاصی

ع ۹

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ اور ظاہر ہوئے اللہ تعالیٰ کی حضوری کے لیے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا بیان حق تعالیٰ علام الغیوب نے بندون کو ابھی سے ظاہر کر دیا اور یہم لوگون کے علم مین زمانہ ہوتا ہے اور ہم لوگ اپنے علم نظر مین ظاہر و پوشیدہ کی تفصیل کرتے ہین کہ علم الٰہی مقید بزمانہ نہین بلکہ زمانہ منجملہ مخلوقات کے ہے پس اسکے علم مین سب موجود ہے کیونکہ وہ بے ابتدا ازل کو اور بے انتہا ابد کو محیط ہے لہذا یہان برزوا بصیغہ ماضی بیان فرمانے مین دو باتون کی آگاہی عطا فرمائی اول یہ کہ علم الٰہی محیط ہے جو چیز ہماری بہ نسبت ابھی ہوئی نہین وہ علم الٰہی مین ہوئی موجود ہے پس اس کا علم سب گذشتہ و آئندہ کو محیط ہے اور جس شخص نے زعم کیا کہ جو امر کہ آئندہ کل کے روز واقع ہوگا وہ اپنی خصوصیت ابھی موجود نہین تو علم قبل وجود کے ہوا اور کل کا روز آنے و ہونے پر جو خصوصیت بڑھی وہ اسی وقت کا مخصوص علم ہے پس مستقبل واقعات کا مخصوص علم اپنے وقت پر ہوگا اور اس نے استشہاد کیا بقولہ تعالیٰ لیعلم اللہ المجاہدین منکم و یعلم الصابرین۔ مانند اس کے تو اس شخص نے وہم کیا اور علم الٰہی کے ساتھ قیاس کو دخل دیا اور منشار فقط ایک امر ایسا فریب نفس کا ہے کہ باوجود اس اقرار کے کہ علم الٰہی منجملہ صفات قدسیہ ہے جسکا ادراک کسی بندہ کو مجال نہین ہے پھر بھی اُس کے نفس نے علم الٰہی مین آثار و لوازم نکالے کہ خصوصیت وقت معینہ کا علم قبل از وقت کیونکر ہوگا حالانکہ علم الٰہی تعالیٰ محیط ہے اور مقتضائے احاطہ کے قبل وجود کسی چیز کے کیا ہونگے پس ایسے اوہام سے پرہیز ضروری ہے اور جو اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا اُس کے سمجھنے کی اُسی سے دعا کرنی چاہیے اور جس کلام سے استشہاد لاتا ہے وہ اظہار مقرر ہے جیسے اس مقام پر دوسرے فائدہ کے ضمن مین بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوم علم یہ کہ جیسے ہم نے علم الٰہی سبحانہ مین اس امر کا وجود بیان لیا تو ہم کو قطعی معلوم ہوگیا کہ یہ قضاء تغییر نہین ہے اور یہی معنی ہین جو مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہین کہ فعل ماضی سے تعبیر کرنے مین اشعار ہے کہ یہ امر یقینی واقع ہونے والا ہے یعنی یبرزون نہین فرمایا بلکہ برزوا فرمایا تو ظاہر کیا کہ مثل ماضی کے اس کو واقع شدہ سمجھو اور چونکہ تحقیقی وقوع علم الٰہی مین ہے لہذا اپنے نام پاک کے ساتھ اسکا برزوا کو مخصوص کیا اور فرمایا کہ برزوا للہ حالانکہ بروز یعنی ظہور بعد پوشیدگی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم مین یہ لوگ کبھی پوشیدہ نہ تھے ولیکن ہم لوگون کی نسبت بروز فرمایا کیونکہ جو مردے خواہ قبر مین مدفون ہوگئے یا جلا دیے گئے یا بہا دیے گئے ہماری نظرون سے پوشیدہ ہوئے تو ہم کو آگاہ فرمایا کہ ہم خیال کرو اس روز کہ وہ کنار نکالکر ظاہر ہوئے اور شیخ امام حافظ و محققین نے برزوا سے براز لیا جو کھلا میدان ہے یعنی وسیع کھلے میدان مین اللہ تعالیٰ کے حضور مین آئے جمیعًا سب کے سب یعنی سرغنے بھی اور انکی پیروی کرنے والے بھی دونون فریق اپنے اپنے مدفن سے حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کی حضوری مین آئے اور بالاداروں یعنی سرداروں کی پیروی عوام بدبختون نے یہ سمجھکر اختیار کی تھی کہ جیسے یہ لوگ

دنیا مین سرفراز کیے گئے ہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معزز ہین کیونکہ جہالت سے ان کو دنیا ملعون ہونے کا علم نہ تھا اور اس مین ہر قسم
کے گمراہ داخل ہین حتیٰ کہ یہود دین کے عالم اور نصرانیون کے راہب و پادری یہان تک کہ نام کے اور صورت کے مسلمان درویش
جو شیاطین کی خوبصورت جالکیون وغیرہ سے یہ سمجھے کہ ہم مقرب الٰہی ہو گئے حالانکہ وے بالکل شیطان کے پنجے مین گرفتار ہو گئے اور اس کی
شناخت یہ ہے کہ احکام شریعت و صوم و صلوٰۃ کے اتباع کی توفیق ان کو نہو گی پس عوام نے انکی پیروی کر کے اپنا دین و ایمان کھو دیا۔ بالجملہ
جو لوگ گمراہی مین سرغنہ ہوئے اور جو گروہ ان گمراہون کے پیرو ہوئے دونون اللہ تعالیٰ کے لیے یعنے اس کی حضوری و حساب کے لیے
حاضر ہونگے۔ اور واضح ہو کہ وہ وقت اور عالم بعث و حشر بھی عجیب ظہور قدرت الٰہیہ ہے کہ ہوسات جسمانی و کدورات سے بے علمی مثل دنیا
کے نہو گی اور مفسرین علماء نے کہا کہ حالات وقت سے کافرون کو اپنے کفر و شرک پر سخت پشیمانی اور اپنی قطعی گمراہی ظاہر ہو جائیگی اور یہی
کہ لامحالہ ہم لوگ آج کے روز قہر الٰہی مین گرفتار ہونگے پس بدبخت اتباع اپنے اپنے متبوعین سے وسیلہ ڈھونڈھینگے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
پس کہینگے ضعفاء یعنے اتباع جو دنیا کو اصل سمجھ کر اپنے سردارون کے سامنے خوار و کمزور بنے تھے۔ لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا ان لوگون سے
جنھون نے استکبار کیا تھا یعنے اپنے آپ کو کبیر سمجھتے تھے اور ضعفاء عقل و مال و منال کو اپنا کر اور حقیر مطیع بنا کر خود انپر کبیر چاہتے تھے اور انکو
راہ حق سے روک کر اپنا متبع بنایا تھا اور یہان تک تکبر بڑھا تھا کہ رسولون کو حقیر سمجھا اور کہا کہ ہماری راہ چلو ورنہ ہم تمکو نکال دینگے بلکہ یہانتک
خبیث مغرور تھے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت سے استکبار کیا پس آج یہ بدبخت جو نہایت حماقت سے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر
ان سرکشون کے مطیع بنے تھے ان سے کہینگے۔ اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا ہم تو تمہارے تابع تھے تم نے جو کہا اُس کو ہم نے مانا اور جس سے
منع کیا اُس سے باز رہے حتیٰ کہ تمہاری ہی پیروی مین ہم نے رسول سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
عَنَّا پس کیا تم ہم سے روک دوگے۔ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ عز و جل کے کسی عذاب سے۔ مِنْ شَیْءٍ کچھ تھوڑا [illegible] جانورون
کی اسوقت بھی لاعقل کیفیت ہوگی کہ یون کرینگے کہ دنیا کی کیفیت اُن کے سردارون کی سنکر یعنی ہم ان کے تابع تھے تو یہان بھی
بچاوین تو درخواست کرینگے کہ ہم نے سب طرح تمہاری ہی پیروی و فرمانبرداری کی تھی تو آج تم کچھ ہماری مدد کروگے حتیٰ کہ یہ آرزو
کرینگے کہ اللہ تعالیٰ کے انواع عذاب و عقوبات مین سے کسی عذاب مین سے کچھ ہی ٹل جاوے اور وہان سرکش نکو خود عذاب مین گھرا
ہوا ہے نہ اس کو دنیا مین کچھ قدرت تھی تو اپنے واسطے بہتری حاصل کرتا بلکہ رسولون سے سرکشی کرنے مین سراسر اپنا نامہ اعمال
سیاہ کرتا تھا تو آخرت مین بھی اُس کو کچھ عذاب نہین اس وقت ان کو جواب دیگا۔ قَالُوْا لَوْ ھَدٰىنَا اللّٰہُ اگر اللہ تعالیٰ عز و جل
ہم کو ہدایت دیتا تو۔ لَھَدَیْنٰکُمْ تو ہم تم کو راہ راست پر لیجاتے۔ یعنے تم نے ہماری پیروی اس راہ مین کی جسپر ہم تھے اور ہم خود
گمراہ تھے و لیکن ہم نے تمہارے ساتھ قصور نہین کیا اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو راہ راست کی ہدایت کرتا تو ہم تم کو راہ پر لیے چلتے۔ بعضے
مفسرین نے کافرون کے سرغنہ وان کے اتباع کی یہ گفتگو محشر مین قرار دی ہے اور یہ قول عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔ اور اظہر وہ
ہے جو شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ گفتگو جہنم مین جانے کے بعد ہوگی جیسا کہ دوسری آیات مین مصرح ہے حیث قال تعالیٰ و اذ یتحاجون
فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النار قال الذین استکبروا انا کل فیھا ان اللہ قد حکم
بین العباد۔ و مانند قولہ تعالیٰ حتی اذا ادارکوا فیھا جمیعا قالت اخراھم لاولاھم الآیہ۔ اور جو جھگڑا باہم محشر مین کرینگے وہ یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا
بقولہ و لو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین الآیات۔ اور

ظاہر کلام بھی اس پر شاہد ہے کہ ضعفا نے عذاب طاریہ کے کسی حصہ کو دفع کرنے کے واسطے ان سے سوال کیا اور ظاہر ایسا سوال بطور ملامت کے تھا کہ تم ہی لوگون کی وجہ سے ہم اس عذاب مین مبتلا ہوئے اور اب تم سے کچھ نہین نفع ملتا ہے پس وے جواب دینگے کہ ہم کو خود ہی ہدایت نہ تھی اور آخر ان کو اس طرح خاموش کرینگے کہ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا خواہ ہم جزع کرین یا صبر کرین۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ہمارے لیے کسی طرح چھٹکارا نہین ہے۔ پھر ان لوگون کا مخاصمہ شیطان سے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

اور کہا شیطان نے جب حکم پورا کر دیا گیا کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے تمکو وعدہ دیا تھا سچا وعدہ اور مین نے تمکو وعدہ دیا سو مین نے تمسے جھوٹ کہا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور نہ تھا مجھے تم پر کوئی غلبہ زبردستی کا ولیکن مین نے تم کو بلایا پس تم نے مان لیا میرا کہنا پس تم مجھے کچھ ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ

اور ملامت کرو اپنے جیون کو مین تمھاری فریاد رسی کرنے والا نہین اور نہ تم میری فریاد رس ہونے والے ہو مین نے انکار کیا تمھارے

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

شریک کرنے سے میرے ساتھ اس سے پہلے بیشک ظالمون کے لیے عذاب دردناک ہے اور داخل کیے جائینگے جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ایمان لائے اور کام کیے اچھے جنتون مین جاری ہین انکے نیچے نہرین درحالیکہ حکم ہوگا کہ ہمیشہ رہین انمین یہ انکے پروردگار کے حکم سے ہوگا

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

انکا تحیہ ان جنتون مین سلام ہوگا

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ یعنے یقینی یہ واقع ہوگا کہ جب مومنون پر رحمت جنت کا اور کافرون پر عذاب جہنم کا حکم ہوگا۔ یا بقول شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جب کفار دوزخ مین داخل کر دیے جاوینگے اور شیطان کو ملامت کرینگے یا اس سے فریاد چاہینگے تو وہ کہیگا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بیشک اللہ تعالےٰ نے تم سے وعدہ فرمایا وعدہ حق کہ حیات دنیا حقیر ہے اور بعد موت کے عذاب بدکاری اور ثواب نیکوکاری ہے اور اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کے ماننے والے فلاح جنت پاوینگے اور منکر و شرک کرنے والے جہنم مین جاوینگے جہان عذاب سخت ہے پس اس نے سچ وعدہ دیا۔ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور مین نے تم کو وعدہ دیا سو مین نے اسمین خلاف کیا یعنے مین نے باطل و جھوٹ وعدہ تم کو دیا تھا کہ حیات دنیاوی کے بعد کچھ حیات و حساب و کتاب نہین اور دنیا حاصل ہونے کے لیے شرک و کفر کرو۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یعنے مجھے تم پر غلبہ حاصل نہ تھا اور نہ مین نے تم کو کوئی حجت و برہان شرک و کفر پر دی۔ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ ولیکن صرف مین نے تم کو بلایا بطریق وسوسا و دنیاوی زینت کے بغیر کسی قہر و غلبہ و بغیر کسی صریح حجت و دلیل کے۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میرا کہنا مان لیا اور اللہ تعالےٰ نے رسولون کو بھیجا اور حجت و برہان دی اور ہر طرح کی آیات تم کو دکھلائین مگر تم نے ان کا کہنا نہ مانا پس آخر تمھارا یہ انجام ہوا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے

ملامت نہ کرو۔ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے نفوس کو ملامت کرو۔ کیونکہ گناہ تمہارا ہے کہ تم نے حجت وبرہان الٰہی کو چھوڑا اور خالی
میرے وعدۂ باطل پر گمراہ ضلالت اختیار کی اور دشمن کو اتنی بات پر ملامت کرنا زیبا نہیں ہے۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہارا
فریادرس نہیں ہوں یعنے تم جس حال میں ہو اس سے میں تم کو نہیں چھڑا سکتا ہوں۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میرے
فریادرس ہو۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شریک
ہوں جیسا کہ تم مجھے دنیا میں بناتے تھے۔ یعنے مشرکین جنکو شریک بناتے ہیں سب قیامت میں اُلٹے ان کے دشمن ہوں گے اور
ان کے شرک سے انکار کریں گے کما قال تعالیٰ ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر۔ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بیشک کافروں
لَهُمْ کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دکھ دینے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظاہر سیاق یہ ہے کہ ابلیس کا یہ
خطبہ کافروں سے ان سب کے ساتھ جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہوگا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے لیکن ابن ابی حاتم وابن جریر
نے جو حدیث روایت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ وحکم ہو جانے کے بعد قبل مومنوں کے جنت میں جانے اور کافروں کے دوزخ
میں جانے کے واقع ہوگا (یہ حدیث معالم میں بھی موجود ہے) وہ یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع فرما کر انمیں فیصلہ کر دیگا تو مومنین کہینگے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے ہم میں فیصلہ فرما دیا
اب کون ہماری شفاعت کریگا کہینگے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلو پس نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ تک ہر ایک کا اپنی عاجزی و دوسرے
کے پاس بھیجنا بیان فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو بتلا دینگے کہ تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمی کے پاس جاؤ اور وہ
محبوب الٰہی اور مقصود ایجاد ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکے اگلے پچھلے سب گناہ دنیا ہی میں معاف فرمائے ہیں میں تم کو اچھی راہ بتلاتا ہوں پس
تمام اگلے پچھلے مومنین سب میرے پاس آوینگے پس اللہ تعالیٰ مجھے اجازت فرما دیگا کہ میں اسکے حضور میں کھڑا ہوں پس میری مجلس سے
ایسی خوشبو اٹھیگی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی ہے کہ مقام محمود میں حاضر ہو کر قیام کرونگا پس رب تبارک وتعالیٰ میری شفاعت قبول
فرما دیگا اور میرے لیے ایک نور سے ناخن قدم تک لباس عطا فرما دیگا۔ یہ دیکھ کر کافرین کہینگے کہ ان لوگوں نے تو ایک شخص کو پایا جو اُنکے
لیے جناب باری تعالیٰ میں شافع ہوا اب ہمارے لیے کوئی سفارشی ہو جاتا پس کہینگے کہ ہمارا کون ہے لیکن ابلیس کی طرف امید لگاوینگے
کیونکہ اسوقت التباس ہوگا اور ہر ایک اپنی حالت سے اور اپنے پیشوا سے واقف ہوگا پس اسکے پاس جا کر کہینگے کہ تم ہمارے پیشوا ہو مومنوں نے
شفیع پا کر رحمت حاصل کی پس تم ہمارے واسطے اٹھو کیونکہ تمہیں نے ہمکو یہ راہ بتلائی تھی پس وہ اپنے مقام سے اٹھیگا اور اسکی مجلس سے ایسی بدبو اٹھیگی کہ
کبھی کسی ناک میں نہیں پہونچی پھر دوزخ کی امید بہت سخت ہو جائیگی تو شیطان انسے بیزاری کریگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا وقال الشیطان لما
قضی الامر ان اللہ وعدکم الآیۃ۔ اور لکھا کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن المبارک نے بھی رشدین بن سعد کی اسناد سے عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع
روایت کیا ہے۔ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ جب دوزخی کہینگے کہ آؤ ہم چاہے گھبرائیں اور چاہے صبر کریں ہمارا کوئی چھٹکارا
نہیں ہے تو ابلیس انسے کہیگا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تم سے سچا وعدہ فرمایا تھا آخر تک جو اس آیت میں ہے پس جب اسکی گفتگو سنکر کفار اپنے نفس سے دشمنی
کرینگے کہ ہم نے اپنے جی کی خواہش سے کیوں اس دشمن کا کہا مانا پس اسی حال میں انکو ندا دیجائیگی لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان
فتکفرون۔ [illegible] سمجھا دیا گیا ہے کہ آیات واحادیث میں جو واقعہ بیان ہوا وہ ہم کو اجمالی ایمان سے جانتے ہیں کہ ایسا واقع ہوگا
لیکن چونکہ ہماری عقلیں اسوقت پنج حواس میں ہیں لہذا امر آخرت واسکی کیفیات کے تفصیل وترتیب کے ساتھ قادر نہیں ہوا لہذا کبھی یہ وسواس شیطانی نہ آنے

پاوے کہ یہ ترتیب کیونکر ہے کیونکہ کوئی تناقض نہین نہ ایسی کوئی بات جو قدرت کاملہ آلہیہ سے بعید ہو بلکہ علیم خبیر عزّ وجل نے اُن واقعات سے
ہم کو آگاہ فرما دیا والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہان دقیق فوائد بیشمار ہین ازانجملہ جو ہماری سمجھ سے قریب ہین بتوفیق آلہی بیان ہوتے ہین
اوّل آنکہ آیت مین دلیل ہو کہ عرصہ قیامت مین باوجود اشراق نور رب تبارک وتعالے کے کفار پر حجاب ہوگا اور وے واحد القہار کے
سامنے حاضر ہونگے۔ اور اہل ایمان مین سے ایک سو چالیس ہزار فقط امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بلاحساب داخل جنت ہونگے
اور ایک جماعت بلا حجاب ہونگے۔ دوم منکر آلہی تکبر مین گرفتار ہوتا ہو اور عالم کو احتراز چاہیے کہ تکبر سے کوئی تتمہ نہ آنے پاوے کیونکہ اس مقام
مین شیطان کا دخل خاص اس وسواس سے عظیم ہو اور حدیث مین ہو جسنے آپ کو سید کہا تھا اس سے فرمایا کہ سید وہی اللہ تعالے ہو پھر اس نے
کہا کہ آپ ہم مین سے بہتر وسردار ہین آپ نے فرمایا کہ کہو یا تھوڑا کہو اور شیطان تمکو نہ بہکاوے۔ سوم عالم کو چاہیے کہ خلق کی ہدایت مین اسوقت
قدم رکھے کہ خود ہدایت آلہی سے سرفراز ہوا اور یہ اسوقت ہوگا کہ خالص طریقہ سنت سے تجاوز نہ کرے پھر اگر اسکو یہ مرتبہ نصیب نہو تو لوگون کو فقط
شریعت و وعظ قرآنی سے سمجھاوے اور اپنی طرف سے خیالات نہ ملاوے جس سے انکے اعتقادات مین فتور ہو۔ چہارم عوام لوگ جو بغیر
کوشش و توجہ کے اپنی جی کے بھلے معلوم ہونے سے پیروی کرتے ہین انکو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ عز وجل کی توحید سیکھین اور حدیث سے اخلاص
حاصل کرین ورنہ معتقد ورنہونگے یعنی اپنی پرکھ سے کسی کو ولی سمجھنا ٹھیک نہین ہو بلکہ توحید سیکھین اور جو ولی ہوگا وہ اللہ تعالے عز اسمہ کی
رحمت ہو اس سے خلق کو بھلائی بغیر تیرے سمجھے پہونچیگی جسطرح معتقد رہا اور جو شخص کہ شریعت وسنت پر قائم نہو وہ اگر ہوش مین ہو تو وہ شیطان ہو
پنجم جو لوگ دنیا مین بزرگون کو اسطرح مانتے ہین کہ انکی محبت کا دعوے کرکے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہین وے بزرگ قیامت کے روز
خود انکے دشمن ہونگے جیسے کہ اللہ تعالے عز وجل نے آگاہ فرمایا اور بھلا اللہ تعالے عز اسمہ علیم خبیر سے بڑھکر تمہارا خیال ہوسکتا ہو جتنے کہ حضرت
عیسے علیہ السلام ان لوگون کے دشمن ہونگے جنھون نے انکے ساتھ شرک کیا ہو اور یہ اصلی فریب شیطان کا ہو جب نے تمہارے دل مین ڈالا کہ
بزرگون کی محبت سے دنیا و دین کا بھلا ہو پس تمہارے نفس نے یہان تک قبول کیا کہ انکی محبت انکی راہ چھوڑ کر انھین پر بھروسا کرلیا حالانکہ
فقط اللہ تعالے عز وجل ہی پر بھروسا فرض تھا۔ ششم آنکہ وجود آخرت مین لوگ شیاطین سے ہمکلام ہونگے۔ جیسے ملائکہ سے اور جن چیزون
یہان اعراض شمار کیا جاتا ہو وہ حقائق ہین اور فلاسفہ کا اعتراض کہ عرض کا جوہر ہونا اور انقلاب ماہیت لازم آتا ہو بالکل دفع ہو بدلیل
آنکہ علم بالماہیۃ مین قیام جوہر فی الذہن لازم ہی پس جو جواب وہان ہو وہی یہان ہو اور حل سوا اسکے نہین کہ جوہر وجود خارجی مین قائم
بذات ہو اور وجود ذہنی مین دائرہ ہو کہ قائم بذہن ہو تو بدرجہ اولے عالم صورت مین جو عرض ہو غیر مشعور وہ عالم آخرت مین جوہر ہو۔ اور اسی اصل پر
بہت سے اوہام ملحدون کے دفع ہو جاتے ہین مثلا موافق اعمال کے عرصہ محشر مین کوئی ٹخنے تک کوئی کمر تک کوئی گلے تک پسینے مین ڈوبا ہوگا تو
حق تعالے عز وجل کی تاثیر سے پانی مین وہان یہ خاصیت ہوگی کیونکہ عالم دوسرا ہو علاوہ اسکے خود دنیا مین کھاری شور اور شیرین پانی باہم مخلوط نہین ہوتے
حالانکہ دونون ملے ہوتے ہین اور محکم قولہ تعالے بینہما برزخ لایبغیان۔ دونون مین حکم آلہی کا ایک پردہ ہو کہ ایک دوسرے پر تجاوز نہین کرتے ہین
ہفتم شیطان کہ بذات خود کوئی اختیار نہین جیسے زید عمرو کسی آدمی بکر و خالد کو قتل کرڈالنے کا اختیار نہین کیونکہ موت مقدر اور وقت آلہی باذنہ ہو
اور خالق اعمال وافعال کا بھی وہی خالق جل جلالہ اعیان وجواہر کا ہو اور قاتل نفس نے قتل کیا اور یہی فعل قبیح اسکا ہوا لیکن جبر نہین ہو
کیونکہ آدمی اپنا اور پتھر مین فرق ظاہر مشاہدہ کرتا ہو اسیطرح شیطان تحت قدرت آلہیہ مقہور ہی خود اسکو سلطنت و غلبہ قہری ہو اصلا نہین مگر یہی کہ
اللہ تعالے کی طرف سے کسی نفس کی گمراہی پاک سبب سے مقدر ہوا اور فرق یہ ہو کہ شیطان کی تلقین سے ہدایت کی زیادہ تحصیل ہو اور جیسے ہوا اسپر خالی مکان

مین سمائی رہتی ہو اس سے زیادہ شیطان ہر قلب مین جو یاد الٰہی و ایمان سے خالی ہو سمایا رہتا ہو اور برخلاف ہو کے وہ ایک قسم کی خلقت تشکل ہو اور جو ملحد کہ اسکے وجود سے انکار کرے اور یہ ہٹ کرے کہ اسکو محسوس دکھلا دیا جاوے تو اسکو اپنے قلب کا حس پیدا کرنا چاہیے اور فوراً اس کو محسوس ہوگا کہ اکثر اوقات اندرونی جوش سے وہ ایسے اعمال کرنے پر آمادہ ہوگا بلکہ کر گذریگا کہ دوسرے وقت براہ عقل انکو محض ناکارہ و قبیح و معیوب جانیگا حالانکہ ان افعال مین نفس کو کچھ لذت نہ تھی پھر اگر وہ ان آنکھون سے محسوس دیکھنا چاہتا ہو تو گویا یہ کہتا ہو کہ مجھے مر کر عذاب قبر دکھلا دو یا قیامت برپا کر کے جنت و دوزخ دکھلا دو یا آسمان پر چڑھا کر مجھے دروازہ کھلوا دو تو ایسی صورت مین ایسے احمق کی عقل پر لفرین کرو اور اسکے ایمان کی کم امید ہو اور عالم صنعت الٰہیہ مین عجائب آثار و غرائب اسرار بہت ہین جو ٹوٹے قلب کے حفاظت سے اللہ تعالیٰ منکشف فرماتا ہو اور قلب کی حفاظت اسی قدر کہ سوائے توحید کے اس مین باطل کا دخل نہ ہو اور شاہراہ نور پر طریق سنت کی پیروی کرے اسی واسطے تو دیکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے معجزات سے لوگون کو اس راہ مستقیم کیا پھر خود انکو دیدہ بینا و قلب عاقل ملگیا ورنہ بہت مشکل ہے کہ اندھے اور زادکور نے رنگ برنگ پھولون اور غرائب اشیاء دلائل سے کیونکر کوئی مسلم کر اسکتا ہو اور عنین محض کو کیونکر کوئی تماس اعضا سے عجیب لذت حاصل ہونا بدلائل تسلیم کرائے. ف. قولہ انتم بمصرخی. سوائے شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے باقیون نے بفتح یاء مع التشدید پڑھا اور شیخ حمزہ نے بکسر یاء مع التشدید پڑھا. کشاف و بیضاوی نے کہا کہ یہ قاعدۂ متروکہ ہو اور جماعہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشاف و بیضاوی کا یہ قول مردود قرار دیا اور کہا کہ اگر یہ مراد ہو کہ نحویون مین یہ قاعدہ متروک ہو تو ہوا کرے ورنہ قرارۃ متواترہ ثابت ہو اور شیخ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ شاید قاری کا وہم ہوا ہو کیونکہ قاریون مین سے بعض کو وہم ہوا ہو تو یہ ائمہ علماء نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی وہم قرار دیا اور شیخ ابو حیان النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ متواترہ قراءۃ ہو جسکو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے تنزیل رسول رب العالمین سے متواتر نقل کیا پھر یہ کیا اوہام ہین کہ اپنے گڑھے ہوئے قواعد پر اسکو خطا قرار دیا جاوے حالانکہ جماعت ائمہ لغات نے اس لغت کو نقل کیا و لیکن یہ کہا کہ اسکا استعمال کم ہو اور اس سے کچھ قباحت نہین اور قطرب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنویربوع کی لغت ہو اور صریح بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو بن العلاء سے جب پوچھا گیا تو انھون نے زبان عرب مین اسکو صحیح و ٹھیک بیان کیا اور شیخ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو ائمہ کوفہ سے ہین اس کو لغت عرب سے صحیح و صواب بیان کیا. ف. حدیث مین جو ابلیس کا اپنے اتباع کے لیے سفارش کو اٹھنا مذکور ہو وہ بقصد واقعی نہین بلکہ خوشی و تضحیک کے لیے ہو جیسے ذاتی عداوت کے دشمن سے التقاء کرنے کا نتیجہ ہوتا ہو اور اہل جہنم اول ہر طرح کی حرکات جو براہ صواب کی ہوتی کرینگے اور آخر اپنے پیشوا ابلیس کو ملامت کر کے اسی سے خواستگار ہونگے اور اس سے بھی مایوس ہو کر اپنی ذات پر ویل و ثبور کہکر زار زار چلائینگے. ف. فی العرائس قولہ فلا تلوموني و لوموا انفسکم. حق تعالیٰ نے کمال شرک ابلیس سے آگاہ فرمایا کیونکہ مواخذہ کے مقام مین وہ اللہ تعالیٰ عز و جل کو بھولا کہ سوائے اس کی قدرت کے کسی کی قدرت نہین ہو تبھی اس نے کہا کہ فلا تلوموني و لوموا انفسکم کیونکہ اپنے نفس سے نظر ساقط کر کے درمیان مین غیر کو دیکھنا شرک ہے اور اگر کوئی بندہ مقام تحقیق تک پہنچ جاتا ہو تو وہ کسی کو ملامت نہین کرتا اور نہ اپنے نفس کو اور نہ درمیان مین سوائے حق تعالیٰ عز و جل کے کسی کو دیکھتا ہے تو نہین دیکھتا کہ شیخ محقق واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا اور مقام ملامت مقام مریدین ہے کہ اپنے نفوس کو خواہش نفسانی کی طرف کرنے سے اس کو ملامت کرتے ہین کہ وہ اپنے خالق عز و جل کی طاعت کی طرف رجوع نہین لاتا ہو اور یہ ملامت براہ ایمان ہو اور ارادت بجانب حق اسکو مقتضی ہو کہ نفس کو تنبیہ کیا جاوے اور ملامت براہ حقیقت ہو اور اولیاء کی عبادت مین جو اس سے تقصیر ہو گئی ہے اسپر اسکو ندامت حاصل ہوا اور یہ ملامت براہ تقصیر معرفت نہین ہے کیونکہ جس نے

قدم کو حدوث سے فرد واحد پہچانا وہ کسی دوسرے کو درمیان میں نہیں لاتا ہے کیونکہ مقام تفرید و توحید میں وسائط ساقط ہو جاتے ہیں اور رسوم مندرس ہو جاتے ہیں اور اسباب کی راہیں مٹ جاتی ہیں شیخ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نفس خود ملامت کا محل ہے پس جس نے نفس کو ہمیشہ ملامت نہ کی اور کسی حال میں اس سے راضی ہوا تو اس نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا پھر حق تعالیٰ نے کافروں کی محرومی و خواری اور ان پر شیطان کی سرداری و عذاب دائمی میں گرفتاری بیان فرما کر اہل توحید و ایمان کی منزلت و نعمت اور قرب جنت کو بیان فرمایا لقولہ تعالیٰ۔ وَأُدْخِلَ اور داخل کیے جاوینگے یعنی تعظیم و اکرام کے ساتھ۔ الَّذِينَ آمَنُوا وہ لوگ جو ایمان لائے یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل کی توحید کی اور شرک سے بالکل توبہ کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ارشاد کو یقین جانکر قبول کیا۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور نیک کام کیے اور نیک کام وہی ہیں جو قرآن مجید کے اتارنے سے اللہ تعالیٰ عز و جل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اداگی تعلیم فرمائے اور آپ نے اولاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو کامل مکمل کر دیا اور صحابہ ایسے ہوئے جنھوں نے تمام عالم میں پھیلا دیا پس جو طریقہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو اسپر چلے یعنی نیک کام کیا اور اپنے نفس کی خواہش و اپنی ناقص رائے کو دخل نہیں دیا۔ بالجملہ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی توحید پر موافق تعلیم رسول اللہ صلعم کے ایمان لائے اور رسول اللہ صلعم کی پیروی کی خصوص ان اعمال کے بجا لانے میں جنکے نکرنے سے دوزخ میں جاوینگے یعنی فرائض و واجبات ہیں اور انکے ترک میں جنکے کرنے سے دوزخ میں جاوینگے یعنی حرام و مکروہ تحریمی تو ایسے لوگوں کے پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے انکو داخل کیا جائیگا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا جنتوں میں جنکے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں انہیں۔ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کی اجازت سے یعنی داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان و رحمت و اکرام سے ہوگا درحالیکہ فرمان الٰہی اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ انہیں رہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ نہ کبھی انکے کپڑے پرانے ہونگے اور نہ کبھی انکا شباب زائل ہوگا اور آیات میں صریح ہے کہ نہ انکو کبھی غم ہو اور جو کچھ خواہش کرینگے انکے واسطے وہاں موجود ہوگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جسم و روح و عقل کی طہارت و پاکیزگی انہیں موجود ہے تو ظاہر ہے کہ وہ دنیاوی نجاسات خواہشوں کی خواہش نکرینگے سوا لذیذ و پاکیزہ چیزوں کے کیونکہ شراب وہاں طہور ہے اور ازواج وہاں حوریں اور پاک بیبیاں و کہ حوریں جنکی خدمتگار اور انواع میوہ جات و غذائیں وہ کہ جو دنیا میں کبھی خواب میں نظر نہ آئیں۔ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ان کا تحیہ جنت میں سلام ہوگا۔ یہ دو طرح سے کہ اول داخل ہونے میں حق تعالیٰ الملک السلام کی طرف سے انکو سلام پہونچیگا لقولہ تعالیٰ سلام قولا من رب رحیم۔ اور دوم یہ کہ احباب بلکہ بالاسباب دوست وہاں رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ ہمیشہ سلام کو آوینگے۔ واضح ہو کہ جسطرح دوزخیوں کے لیے ہر دم عذاب پر عذاب بڑھایا جاویگا اور صفت قہر الٰہی کا جس کی انتہا نہیں ہے ظہور ہوگا اسی طرح مومنوں کے لیے صفت رحمت غیر متناہی کا ہر دم بڑھتا ہوا ظہور ہوگا والحمد للہ رب العالمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ تحیتہم فیہا سلام۔ السلام اللہ تعالیٰ کے الطف اسما پاک میں سے ہے کیونکہ وہ محل تنزیہ ہے پس عارفین اہل جنت اسکو اسی نام پاک سے یاد کرینگے یعنی جس وقت لوگ اسکو یاد کرینگے کہ اپنے حجاب سے انکو سلامتی عطا فرمائی ہے پس جبکہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرینگے تو اسی نام پاک کی رعایت سے یعنی بمشاہدہ سلام ذو الجلال والاکرام ہیگویا وے دیدار و مشاہدہ میں مسرور ہونگے پس ہر ایک اسکے جمال و جلال کا اشارہ فرماوینگے اور ... اس اکرم پاک سے تحیت کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو احسن تحیت سے بخطاب و کلام سرفراز فرماویگا اور قولہ سلام قولا من رب رحیم سے پہلے ابتداءً عیانا انپر سلام فرماویگا اور یہ تحیہ اس عہد اول کی ہوگی جب اسکو روح سے دیکھا اور اسکا کلام پاک سنا تھا سبحان اللہ پہلا سلام کس درجہ کا پاکیزہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اہل جنت کے مراتب ہونگے پس اعلیٰ درجہ میں کہ سلام انکو انکے رب عز و جل سے ہوگا اور بعض کے واسطے

ملائکہ لاوینگے بقولہ تعالے والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور قولہ تعالے یلقون فیہا تحیۃ وسلاما۔ وقولہ تعالے دعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام وآخر دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ پھر حق تعالے نے ایمان واسکے اعمال کا ثمرہ نیک اور کفر واسکے اعمال کا بطلان متعلق بقولہ تعالے مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد ن اشتدت بہ الریح الآیہ بیان فرمایا بقولہ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ

تونے نہ دیکھا کہ کیسے بیان فرمائی اللہ تعالے نے مثل کہ پاک کلمہ جیسے درخت پاکیزہ کہ اسکی جڑ ثابت ہے اور

فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اسکی شاخیں آسمان میں ہیں دیتا ہے اپنا پھل ہر حین میں اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالے مثلیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ

لوگوں کے لیے شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور مثل اس کلمہ کی جو خبیث ہے جیسے درخت خبیث کہ اس کا جثہ

مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اکھڑا ہوا پڑا ہے زمین کے اوپر نہیں ہے اسکے لیے قرار

اَلَمْ تَرَ تونے نہ دیکھا اے آدمی اپنے دل کی آنکھوں سے کہ تجھے یقین حاصل ہوتا اور محتمل ہے کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہو اور مقصود یہ کہ تو دیکھ یا تو خوب سمجھتا ہے کہ اللہ تعالے نے ایمان وکفر کی کیسی مثال عجیب فرمائی ہے اور الم تر۔ سے عرب کی زبان میں لطافت کا اشارہ ہوتا ہے جیسے قولہ تعالے الم تر الی ربک کیف مد الظل۔ یعنے بہ لطافت اپنے رب کی صنعت کی دیکھ کہ ظل کو کسطرح ممدود فرمایا ہے ویسے ہی اس مقام پر مثل کی لطافت دیکھنے وغور کرنے کی تنبیہ فرمائی اور مثل ایسے ہی قول میں مستعمل ہوتا ہے جس میں کوئی لطافت ہو چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کیسی لطیف بیان فرمائی اللہ تعالے نے مثل۔ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کلمہ پاکیزہ مانند ہے درخت پاکیزہ کے یعنے جس کا پھل پاکیزہ لذیذ ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑ اس کی جمی ہوئی ہے زمین میں۔ اکھڑنے اور دور ہونے کے لائق نہیں ہے۔ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ یا تو یہ محاورہ مجازی حسن کلام میں سے ہے جیسے اردو زبان میں ترجمہ شاہد ہے اور مفہوم اس کا بلندی وبہر ابھرا ہونا۔ اور یا فی جہۃ السماء یعنی آسمان کی طرف اس کی شاخیں بلند ہیں کیونکہ عربی زبان میں شجر اسی قسم نباتات کو کہتے ہیں جو سا قدار قائم ہو ورنہ حشیش بولتے ہیں اور یا سماء ازسمو بمعنے علو ہے یعنے شاخیں اس کی بلندی میں ہیں اور گھاس کی نہیں اگرچہ اونچان کی طرف ہوتی ہیں لیکن شجر نہیں ہے اور وجہ اول الطف اور دوم اقوے اور سوم توجیہ ہے۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ دیتا ہے یا لاتا ہے اپنا پھل ہر حین میں یعنی وقت میں یا موسم میں بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم یا ارادہ ومشیت سے۔ یہ تو زبان کی تفسیر تھی اب معنوی تفسیر یہ ہے کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ کلمۃ طیبۃ شہادت لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی دلی یقین اسکے معانی کا یعنے بندہ یقینی دل سے گواہی دے کہ کوئی معبود آلہ نہیں مگر اللہ عز وجل۔ اور شجرہ طیبہ بندہ مومن ہے کہ اس کلمہ طیبہ ایمانی سے اسکی جڑ مضبوط قائم ہے اور زمین اسکا دل ہے اور فرعہا فی السماء فرماتا ہے کہ اس کلمہ کی شاخیں اعمال حسنہ ہیں یعنی مومن کے اعمال آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اقول یعنی بدلیل قولہ تعالے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بدلیل احادیث صحیحہ۔ شیخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایسا ہی ضحاک وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد وبہتدن کا قول ہے کہ مومن کے قول وفعل طیب وصالح کی بہر وقت وبہ صبح وشام آسمان کو لیجاتے

[illegible]

ہین یا قول مکرر حدیث صحیح گزر چکی کہ فرشتے ستر ہزار نماز عصر کو اترتے ہین اور نماز فجر کے بعد جب آسمان کو اعمال لیجانا چاہتے ہین اسی وقت دوسرے ستر ہزار اُترتے ہین اور دونون نماز فجر مین مجتمع ہین پھر اول گروہ جاتے ہین اور دوم نماز عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت دوسرے ستر ہزار سوائے کل والون کے آتے ہین یعنی ہر روز جدید آتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شجرہ طیبہ کے معنے بندہ مومن فرمائے حالانکہ مراد یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی مثال بندہ مومن ہو چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسدی نے بواسطہ مرہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کیا کہ شجرہ طیبہ وہ نخلہ یعنی درخت خرما ہو اور یہی قول شعبہ نے بواسطہ معاویہ بن قرہ کے حضرت انس رض سے روایت کیا اور حضرت انس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گدر چھوہارون کی گود لائی گئی تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اور فرمایا کہ وہ درخت خرما ہو اور یہی صریح قول مسروق و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ضحاک و قتادہ وغیرہم کا ہو اور مجاہد ہی رحمۃ اللہ تعالے نے نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون درخت ہو جو مشابہ یا مانند مرد مومن کے ہو جسکے پتے کسی موسم جاڑے و گرمی مین گرائے نہین جاتے اور ہر حین مین اپنا پھل دیتا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل مین آیا کہ وہ درخت خرما ہو مگر مین نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ کچھ بولتے نہین ہین تو مجھے اپنا بولنا خلاف ادب معلوم ہوا پس جب لوگون نے کچھ عرض نہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت خرما ہو۔ پس جب ہم وہان سے اٹھے تو مین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے بابا میرے دل مین آیا تھا کہ وہ درخت خرما ہو فرمایا کہ پھر تجھے بولنے سے کس نے روکا تھا مین نے کہا کہ مین نے آپ لوگون کو خاموش دیکھکر بولنا خلاف ادب سمجھا فرمایا کہ اگر تو کہہ دیتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے بہتر تھا امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اسی حدیث کو مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ درختون مین سے درخت ہو جسکی مثال مرد مسلمان سے ہے میرے جی مین آیا کہ کہدون وہ نخلہ ہے پھر مین نے اپنی طرف دیکھا تو جماعت مین سے بہت صغیر پایا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ رواہ الشیخان ایضاً اور مالک رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسکو عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اصحاب سے فرمایا کہ درختون مین سے درخت ہے کہ اُس کے پتے مطروح نہین کیے جاتے اسکی مثال مرد مومن سے ہو لوگون کے خیال جنگلی درختون مین پڑ گئے اور میرے دل مین آیا کہ وہ نخلہ ہو۔ رواہ الشیخان ایضاً سبحان اللہ کہ ان بزرگون کے خیالات ہر چیز سے امر آخرت باقی کا انتفاع حاصل کر لینے مین ایسے رہتے تھا و مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ نہین تھی کہ قرآن مجید مین شجرہ طیبہ سے مخصوص درخت خرما مراد ہو بلکہ یہ درخت بھی اس شان و مثال مین مومن کے مشابہ ہو کہ اسکے فروع ضائع نہین کیے جاتے ہین۔ اور اسکی دلیل وہ ہو جو ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ صاحبان ثروت ہین وہی سب ثواب لے گئے تو فرمایا کہ بھلا مجھے بتلا دے کہ اگر کوئی شخص تمام دنیا کی متاع لیکر تلے اوپر لگا دے تو کیا آسمان تک پہونچ جاویگی پس مین تجھے ایسا نیک کام بتلائے دیتا ہون کہ اسکی اصل یعنی جڑ تو زمین مین ہو اور شاخین آسمان مین ہین اسنے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ فرمایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اور دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھا کر پس اسکی اصل زمین مین اور فرع آسمان مین ہو۔ اقول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحاح مین اول چونتیس مرتبہ اور باقی دونون تینتیس مرتبہ ہین اور بعض روایت مین سب تینتیس مرتبہ ہین اور آخر مین جامع کلمہ توحید و تحمید و تمجید ہو۔ اور اسکے انوار و برکات عجیب مجرب ہین۔ ولیکن لازم ہو کہ ایمان والا اسکے معانی کو اصل یقین کے ساتھ دل سے پڑھے حتی کہ کلمہ اول کے وقت دل سے وہ توحید کہ سب عالم سوائے اللہ تعالے کی نظر سے غائب ہو جائے

اور دوم کے وقت اسکی عجائب شان پاک وقدرت پر نظر ہو اور سوم پر اپنے اور تمام مخلوق پر حسن احسان وہدایت ایمان وانواع انعام پر نظر ہو واللہ
تعالیٰ ہو الموفق۔ یہ کلام درمیان میں آگیا۔ غرضکہ اس روایت سے ان اعمال صالحہ سے مشابہ درخت کو تمثیل کے لیے متعین فرمایا اور درخت خرما ہر موسم
میں پھل نہیں دیتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ شجرۃ طیبۃ وہ ایک درخت جنت میں ہے بلکہ سب درخت جنت کے اسی
شان پر ہیں ولیکن یہ فہم فقط اہل ایمان کے لیے ہے اور ضرور ہے کہ عوام کے لیے زمین کے درختوں میں سے تفہیم کیجاوے۔ قال الامام الحافظ
رحمۃ اللہ علیہ وقولہ تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا یعنی ہر صبح وشام کے جملہ اوقات میں پھل دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ حین سے مراد ایک مہینہ ہے
یعنی ہر مہینہ اور بعض نے دو ماہ اور بعض نے چھ ماہ یا سات ماہ اور بعض نے ہر سال کہا اور مترجم کہتا ہے کہ ہر موسم معہود ہو سکتا ہے اور بعض نے
توجیہ کی کہ خرما چونکہ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے لہذا ہر سال مراد ہے اور شیخ امام حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے
کہ مومن کی مثال ایسے درخت سے ہے جو برابر پھولتا پھلتا ہو اس سے ہر وقت رات و دن اور ہر موسم جاڑے گرمی برسات میں پھل ملتا ہو جیسے مومن
کے اعمال نیک برابر رات و دن وہر موسم میں پاکیزہ حاصل ہوتے اور آسمان کو جاتے ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی مراد شاید یہ ہے کہ کلمہ طیبہ یا
جسکے قلب میں کلمہ طیبہ راسخ ہے یعنی نفاق نہیں ہے اس کلمہ کے حق پر جو فروع ہیں وہ آسمان کو جاتے ہیں اور اگر اسکی مثال کسی درخت سے دیجاوے تو ایسے
درخت سے ہوگی جو مضبوط قائم اور ہری بھری شاخیں بلند اور ہر دم میوہ دیتا ہو۔ مسئلہ۔ ایک نے قسم کھائی کہ تا حین تجھ سے کلام نہ کرونگا یا
ایک نے عورت سے تا حین ایلا کیا یا تا حین طلاق دی تو کیا حکم ہے اور یہ مسئلہ فتاوے ہندیہ کی کتاب الایلا والطلاق سے تلاش کرو اور مقصود یہاں اہل لغت کا
بیان ہے نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حین کا لفظ تمام اہل لغت کے نزدیک سوائے شاذ اقوال کے بمعنے وقت آتا ہے اور قلیل وکثیر زمانہ پر واقع
ہوتا ہے اور بعض مواضع میں حین سے اکثر مراد ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حین وقت خواہ
دراز ہو یا کم ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں چھ مہینے ہیں الا آنکہ اسکی کچھ نیت ہو۔ پس راجح میں لایا کہ انسان کی مثال
نخلہ سے اسوجہ سے ہے کہ نخلہ کا اگر سر کاٹ دو تو خشک ہو جاتا ہے اور دیگر اشجار ادھر ادھر سے پھوٹتے ہیں اور دیگر یہ کہ نخلہ نر مادہ لگانے سے پھلتا ہے اور
کہا گیا کہ فضلہ خمیر آدم سے مخلوق ہوا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ایمان کی مثال درخت سے اسوجہ دی گئی کہ درخت اسی وقت ہوتا ہے کہ ریشہ مضبوط اور
جڑ قائم اور فرع بلند ہو یونہی ایمان تین چیزوں سے تمام ہوتا ہے تصدیق بقلب اور قول بزبان اور عمل بجوارح۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ ضعیف ہے
اور اصل مقصود بیان کا یہ ہے کہ اگر ایک درخت ایسا ہو کہ جڑ اسکی مضبوط اور شاخیں آسمان میں پہنچی ہوں اور پاکیزہ لذیذ حلال میوہ ہر وقت دیتا ہو
اور نظیر اسکے وجود کی نخلہ ہے تو وہ مشابہ ہے مرد مومن کے ایمان کلمہ طیبہ کے کہ بدولت مومن کے اعمال نہایت پاکیزہ خوشگوار آسمان کو جاتے ہیں۔
ویضرب اللہ الامثال للناس اور مثلیں بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے ایسے کلام سے کہ ہر درجہ کا آدمی سمجھ لے کہ شاید آئندہ
لعلہم یتذکرون تاکہ وے لوگ نصیحت پکڑیں۔ اپنے آغاز سے ہوشیار اور دنیاوی زندگی کو آخرت کے لیے غنیمت جانیں
اور آخرت پر یقین کر کے گمراہی کی تاریکیوں اور نجاسات سے نکلکر پاکیزگی وطہارات میں ہمیشہ کے لیے راحت میں رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت
کا بیان کرنے کے بعد اہل شقاوت کا حال بیان کر دیا اور اسلوب بیان کے بدل دینے میں یعنی یوں نہ فرمایا کہ کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ خبیثۃ
اشارہ ہے کہ اسکے بیان میں اظہار خوبی کا اہتمام نہیں ہے بلکہ بطور غیر مقصود انکا حال ظاہر فرمایا بقولہ ومثل کلمۃ خبیثۃ یعنی اور کلمہ خبیثہ جو
سوائے کلمہ توحید کے ہے یعنی دل میں توحید ہی اصل کے سوائے جو کچھ اعتقاد ہو وہ کلمہ خبیثہ ہے اور جیسے کلمہ طیبہ کا اعتقاد رکھنے والا طیب و پاکیزہ ہوتا ہے
اسی واسطے حدیث میں ظاہری احتلام وجماع سے جس نے اپنے کو نجس کہا تھا اسکو متنبہ کیا اور کہا کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے اسیطرح اسکے مقابل میں کلمہ خبیثہ کا

اعتقاد رکھنے والا خبیث ونجس ہو اسی واسطے قولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس الآیہ مین صریح فرمایا ہو اور منافقین بھی اسی مین داخل ہین کیونکہ ان مین
کلمہ طیبہ نہین بلکہ وہ اسکو اکھاڑے ہوئے دور کرتے ہین اور جس بانے بادشاہ عادل کو اپنے ملک مین نہ آنے دیا وہ ہنوز اندھا ہو اور آئین ظلم بھرا ہوا ہے
مگر اس سے وہ زیادہ بدتر ہو جس نے بادشاہ عادل کی خوبیان دیکھین اور اسکو نکالنے اور دور کرنے کے واسطے ساعی اور نجاست کو اپنے یہان مضبوط
کرنے والا ہو پس اس سے دوسرے بھی محروم ہوتے ہین اسی واسطے منافق کو زیادہ عذاب ہو پس حاصل یہ کہ سوائے کلمہ طیبہ والون کے باقی جو لوگ
ہین سب کلمہ خبیثہ والے ہین ان کی مثل کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ جیسے درخت خبیث یعنی تیز یان جسکو حنظل کہتے ہین اور وہ بغیر تنہ کے اور بغیر
مضبوط جڑ کے ہوتا ہو اور اسکا پھل بد مزگی مین مشہور ہو اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر مین ہو کہ امام حافظ ابو بکر البزار رحمۃ اللہ
علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ شجرہ خبیثہ تیز یان ہو اور دوسری اسناد سے اسکو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوف
روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو اپنی اسناد سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور راوی نے کہا کہ مین نے اسکو ابو العالیہ سے جو کبار تابعین مین سے
ہین ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ ہان یون ہی سنتے آئے ہین اور اسکو ابن جریر و ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ ظاہر ایہان بھی عرب کے واسطے
ایسے درخت کی نظیر بدرخت حنظل ہو اور مراد یہ ہو کہ کلمہ خبیثہ جسمین متمکن ہو یعنی کافر تو یہ تمکن بغیر زمین ہو کہ انکے قلوب بکم قولہ تعالیٰ افئدتہم ہواء الآیہ یعنی انکے قلوب
خالی ہین اور نہین سے ظاہر ہوا کہ حکمت الٰہیہ عجیب ہو اور مثال عجیب ہو کہ کافرون مشرکون مین کلمہ خبیثہ ہو گر اسکی یہ حالت ہو کہ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
الْأَرْضِ اسکا جثہ اکھڑا ہوا ہو زمین کے اوپر سے یعنی زمین مین اسکو ثبات نہین ہو مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ اسکے لیے قرار نہین ہو پس ایسے ہی کافر اور اسکے کلمہ کا
حال ہو کہ اسکے واسطے کوئی جمعیت نہین اور نہ ثبات ہو اور نہ اس سے کوئی نیکی حاصل ہوتی ہو اور نہ اسکا کوئی قول و عمل چڑھایا جاتا ہو۔ اور اسمین فرع کا
کچھ حال اسوجہ سے نہین فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کی اصل ہی نہین ہو تو فرع کیونکر ہو اور یہان سے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو اکثر گمان کرتے ہین کہ بعضے کافر بہت سی
عبادات وطاعات بجا لاتے ہین تو یہ محض نادانی ہو اور حق یہ ہو کہ یہ فروع و اعمال سب بغیر اصل ہین اور ظاہر ہو کہ جب اصل باطل ہو تو جسقدر فروع
ہون سب باطل ہین اور یہین سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان باہم فروع پر مخالفت نہ کرین بلکہ سب متفق ہو کر اصل ایمان کو دل مین قائم کرین اور شرک و
فساد کی بنیاد کچھ باقی نہ رہے پھر اعمال انہین اپنی اپنی قسمت سے ملینگے ور دینی عمل انکا نافع ہوگا اور جب تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا اعتقاد دل مین راسخ
نہین ہو اسوقت تک اعمال برباد ہین اور واضح رہے کہ اپنے نفس کے کہنے پر یہ غرہ نہو کہ ہمارے دل مین یہ اعتقاد راسخ ہو اسلیے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ
من فاتتہ صلوٰۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ یعنی جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی گویا اسکے گھر بار آل و اولاد اور مال چھوٹ گیا۔ اور ظاہر ہو کہ سب نہین بلکہ ایک
فرزند کے چھوٹنے سے آدمی کو جسقدر گریہ و زاری و بیقراری ہوتی ہو قیاس کرے کہ نماز عصر چھوٹنے سے اسکا کے ہزار وان حصہ ہوئی پس خوف کرو کہ آج
ایمان ہاتھ سے گم ہو ورنہ کل کیسے روز قبر مین ہیبتناک سامنا ہو نعوذ باللہ من عذاب القبر و عذاب النار۔ اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کے معنے سمجھ لیے اُسنے
تمام ایمان و علم دین حاصل کر لیا اسی واسطے حدیث صحیح مین ہو کہ من قال لا الٰہ الا اللہ صادقا من قلبہ دخل الجنۃ رواہ البخاری وغیرہ یعنی جس نے
لا الٰہ الا اللہ سچائی کے ساتھ اپنے دل سے کہا وہ جنت مین داخل ہوا یہی اصل ہو کہ اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہوتا ہو خالق و مالک و رازق و قادر
مختار وہی اللہ جل جلالہ ہو وہی جو چاہتا ہو وہ ہوتا ہو کسی اور کی شرکت بالکل نہین ہو اور حواس کے موافق تدبیر کرنا و ہر طرح کی کوشش اسی کے پیدا کیے
ہوئے حواس و فہم کو کام مین لگانا ہوتا ہو ولیکن اُسی پر توکل و بھروسا ہو اور جس نے دنیا مین تھوڑی سعی کی اور کم کایا اور تمام وقت آخرت کے کام مین
صرف کیا وہ کل کے روز اچھا رہا اور روٹھ جانے کا گھر وہی ہو۔ خلاصہ بیان تفسیر کا یہ ہو کہ کلمہ طیبہ جسکے دل مین راسخ اور پکا اعتقاد لا الٰہ الا اللہ کا دل مین ہو
اسکے سب قول و فعل جو اعتقاد سے ہین مقبول اور آسمان کو فرشتے لیجاتے ہین ہر دم رحمت جزیل و ثواب جمیل ملتا ہے گویا ایک پاکیزہ درخت ایسا ہے

کہ اس کی جڑ خوب مضبوط قائم ہی جیسے درخت خرما ہوتا ہی اور اس کی شاخین آسمان کو پھیلی ہوئی ہین ہر دم اور ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل
دیتا ہی لہٰذا مومن نے جب ایمان و یقین کے ساتھ زبان سے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کا وظیفہ کیا یا تسبیح و تہلیل و تحمید کا کلمہ پڑھا یا درود شریف
پڑھا یا وعظ کہا یا قرآن مجید پڑھا یا مانند اسکے جیسے کہ دو مسلمانون کے درمیان رنجش دور کرنے کو گفتگو کی یا وضو کیا یا نماز ادا کی یا نفل ادا کیے
یا مسجد کی طرف چلا یا حج ادا کیا یا جہاد کیا جیسے کہ اہل و عیال و اپنے لیے کمائی کی تو یہ سب اسکے فروع ہین جنکے پھل بقبولیت و توفیق پروردگار اسکو
حاصل ہین اور رہا وہ کہ جو مومن نہین ہی تو اسکا اعتقاد شرک یا کفر یا نفاق جو کچھ ہو وہ خبیث ہی اور مثال اسکی خبیث درخت کے ساتھ ہی کہ نہ اسکی
جڑ مستحکم ہی کیونکہ جڑ تو وہ مستحکم ہی جو بآیات بینات و حجت آلٰہیہ ہو اور کافر اگر اپنے دل مین ایک اعتقاد کو جازم کر لے تو اس سے کچھ فائدہ نہین ہی پس جب جڑ ہی
ندارد ہی محض واہی تباہی خیالات کو اعتقاد بنایا ہی تو اسکی شاخین کہان سے آوینگی اور میوہ اسکا مثل درخت حنظل کے باطل ہوگا۔ واضح ہو کہ
بعض مفسرین نے شجرۂ خبیثہ کی تفسیر مین پیاز اور بعض نے کشوثا اور بعض نے کماۃ ذکر کیا و لیکن زبان عرب مین ان چیزون کو شجر نہین بولتے ہین
اور بعض نے کہا کہ وہ ایک بون ہوتی ہی جو بغیر جڑ کے بڑے درختون پر پھیلتی ہی اور درخت کو خشک کر دیتی ہی اور مترجم کہتا ہی کہ وہ تو بالکل شجر کی
اطلاق سے خارج ہی اور ظاہر ان بزرگون نے اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار کی ظاہری تطبیق سے ایسا کہا ہی حالانکہ مراد اس کی جڑ کے ندارد
یا اکھڑے ہوئے ہونے سے یہ نہین ہی کہ جڑ اسکی بالکل نہو معنی یہ ہین کہ کلمۂ خبیثہ اگرچہ کافر کے دل مین خوب جما ہوا ہوتا ہی لیکن بے اصل ہی اس کی جڑ باطل ہی تو
اسکے موافق جو اعمال و اقوال وہ کرتا اور کہتا ہی سب فروع و شاخین بھی بیکار ضائع ہین جیسے درخت خبیث کا حال ہی اور صحیح تفسیر اسکی حنظل ہی پھر واضح ہو کہ
کلمۂ طیبہ کی مثال درخت خرما سے ایک تفہیم کی راہ سے ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ مومن کی تشبیہ خرما کے درخت سے ہر طرح سے ہی اور دوسری طرح سے منافق کی
تشبیہ درخت صنوبر سے حدیث صحیح مین یون ہی کہ بندہ مومن ہمیشہ مصائب و بلیات کے جھونکے کھاتا ہی جیسے دھان کا درخت کہ ہوا و جھکوڑے سے لوٹ پڑتا ہی
پھر کھڑا ہو جاتا ہی اسی طرح بندہ مومن بھی برابر مصائب سے مبتلا ہو کر گناہون سے پاک کیا جاتا ہی یہانتک کہ موت کے وقت پاکیزہ صاف اس دنیا سے
جاتا ہی اور رہا منافق تو اسکی مثال درخت صنوبر ہی کہ بلیات کے جھونکے ہوا اون کے اسکو کچھ صدمہ نہین پہونچاتے ہین یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ ایکبار اس کو
گرفتار کرتا ہی تو جڑ سے مثل درخت خرما کے اکھاڑ دیتا ہی۔ کما فی الصحاح۔ اور اسی بیان سے مفہوم ہوا کہ پیاز ہو یا حنظل اسکو درخت خبیث بنظر تمثیل فرمایا ہی اور
خالق عز و جل اپنی مخلوقات کا علیم ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ حکم اس درخت کا نجس ہی جیسے کہ پیاز حرام و حنظل حرام ہو جاوے فافہم۔ ہان بیان یہ اشارہ ہی کہ
جسقدر آدمی سے مخلوقات کو پاکیزہ نفع پہونچے وہ اچھا ہی اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ لوگون مین سے بہتر وہ ہی جو لوگون کو نفع پہونچاوے فافہم۔ ف فی العرائس
قولہ تعالیٰ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ الآیہ اس کلام پاک کے اشارات لطیفہ مین سے بیان کلمۂ قدیمہ ازلیہ ہی جس سے اپنے برگزیدہ بندون کو اپنی معرفت
کے لیے مختار فرمایا تھا اور وہ کلمہ سب پاکیزہ سے پاکیزہ ہی اور یہ کلمہ قدیمہ درخت صفات ہی کہ اصل ثابت بقدم ہی اور فرع آسمان لقا مین ہی اور یہ درخت
ایسے تغیرات و تبدلات سے جو حوادث مین قہریات سے ہوتے ہین محفوظ ہی اول بلکہ وہی اصل ہی دہان تغیر و تبدل کے کچھ معنے ہی نہین ہین تو محفوظ غیر محفوظ کا
بھی کوئی موقع نہین ہی جبکہ اسکے سوا کے کچھ ممکن نہین ہی و لیکن اوہام باطلہ کے رفع کرنے اور ظنون کاذبہ کے دور کرنے کے واسطے پر مانند قولہ تعالیٰ لا تبدیل لکلمات اللہ
اسکو بیان کر دیا۔ اور واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان داون کے مراتب عالیہ پاکیزہ کو بپاکیزگی و ثمرات پاکیزہ کا نتیجہ دہندہ بیان فرمایا اور ظاہر کفر و
نفاق و شرک کے خوار ہونے اور محض بے نتیجہ و باطل ہونے کو اظہار فرمایا جس سے خوب یقین ہو گیا کہ کفر و اسکے اعتقاد پر اقوال و اعمال سب نابود اور باطل ہین
کیونکہ محض بے اصل ہین اور بغیر جڑ کے درخت شاخ یا پھل کچھ نہین دیتا ہی پس بحکم قولہ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیہ یقین
ہو گیا کہ اہل الکفر عرصۂ قیامت مین بالکل خوار ہونگے اور شیطان اونکا پیشوا ہوگا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے اشارہ مین ایمان سے بالاتر مقام وحدت پاک کو

سمجھا یا کہ اسمین اشارہ ایسا ہو کہ جو شخص قلبی صفات سے ہدایت یافتہ مومن ہوا ور فائز بدرجہ عرفان ہوا و رکسی طرح خیالات وتصورات واوہام کو دخل نہ دے وہ قلب کے بلکہ روح کے ادراک سے صرف یہ سمجھ وہ بھی مثالی طور پر سمجھے کہ اصل قدم پاک ہو لا آلہ الا اللہ درخت ہو اور صفات گویا شاخین ہین مگر سبحان اللہ کہ یہان درخت بیچارہ کیا چیز ہو جب کہ انسان نیست و نابود ہو لیکن یہ یقین رکھو کہ فوراً درخت وغیرہ خیالات سے نظر پھیر دو اور صرف اتنا سمجھو کہ صفات پاک آیہ ہر تغیر وتبدل سے پاک ایک ذات قدیم کی صفات ہین مانند توحید وتفرید دبقا، وغیرہ کیونکہ اسنے عارفین جیسین صدیقین و عاشقین کو ثمرات تجلیات ہر ایک مقام و وقت کے مخصوص بصفت پاک حاصل ہوتے ہین شیخ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ طیبہ قول لا آلہ الا اللہ ہو جبکہ مقام حقیقت مین عین الیقین کے مرتبہ پر ہوا ور شجرہ طیبہ۔ وہ ہو جو اہل توحید کے اسرار کو طمع سے پاک کرتا ہو اور اللہ تعالے پر بھروسا دیتا ہو اور اسکے سوا سے ہر چیز سے منقطع کرتا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ مین یہان حضرت مولانا السید امام الاولیار کا کلام نقل کرتا ہون جو نقل حدیث صحیح کہ یا غلام احفظ اللہ یحفظک اور تسمہ جوتی کا مانگے تو اللہ تعالے سے مانگ کے نوطیہ ذکر کیا لقولہ رحمۃ اللہ کل آفۃ دخلت علی اہل البدایات لموقع نظرہم الی الخلق یعنی ابتدائی لوگون پر ہر ایک آفت جو وارد ہوتی ہو وہ اسی وجہ سے ہوتی ہو کہ انکی نظر مخلوق پر پڑتی ہو الی آخر ما قال رضی اللہ عنہ۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ خزائن آلہی آسمان غیب مین مخفی ہین یعنی ہم لوگون پر حجاب ہو ورنہ خزائن غیب آلہی ظاہر و روشن ہین اور زمین مین اسکے خزائن قلوب اولیاء ہین اور اس اشارہ کو اسی آیت سے نکالا ہو اور کہا کہ پھر اللہ تعالے ایک ہوائے نسیم صبا بھیجتا ہو جو اسکے قلب کو کفر وشرک ونفاق سے پاک کر دیتی ہو اقول الاصل فیہ قولہ علیہ السلام ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث۔ اور کہا کہ پھر ایک ابر رحمت پیدا فرماتا ہو جسکی بارش سے درختان تر وتازہ بار آور پیدا ہوتے ہین جنکا ثمر اسکی محبت و رضا و شکر وصفا و اخلاص وطاعات ہین۔ قولہ تعالے ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ الآیہ۔ اسکے اشارات حکمت مین سے ہو کہ قہر قدیم نے جب زبان نفس امارہ سے جو درخت خبیث ہو کلام کیا تو زبان نفس امارہ کی گفتگو ہوا جس نفسانیہ ہین جن سے وساوس شیطانیہ کا ثمرہ پیدا ہوتا ہو اور یہی کلمات تمام اُن مختلف خواہشون کی جڑ ہین جنکا انجام تاریکی سخت و دوری از رحمت اور فتنہ شہوات واوہام وخیالات مین تباہی وسرگردانی ہوتا ہو اس درخت کو دست قہریات نے قعر طبیعت مین جمایا ہو اور آب ضلالات سے اسکو پانی دیا گیا ہو اور اسکی جڑین اصول نفاق ہین اور پیڑی اس کی اصل الکفر اور شاخین خواہشہا ے مختلف اور اسکے پتے بیہودہ باطل اوہام وظنون ہین اور اسکے پھل شک وشرک وکسل وبخل واترانا ونشاط دنیا وتخیلات وحیلہ بازی وکذب وفریب وبہتان وغیبت وچغلی وحرص وحسد وشہوت وبغض وغضب وجملہ بد خصلتین جو نفس وشیطان کی جانب منسوب ہین پھر ہر وقت وہر دم اس سے یہی پھل حاصل ہوتے ہین اب دیکھنا چاہیے کہ نصیب صادق وبندہ موافق برابر قصد کرتا ہو کہ انکو جڑ سے قطع کر دے اور توحید کی راہ سے اور معرفت ومحبت کی کلہاڑی سے انکو جڑ سے کھود ڈالے پس اگر یہ بندہ موید بتائید ربانی وکرم بالطاف ازلیہ ہو تو اللہ تعالے اسپر یہ کام آسان فرما دیتا ہو وہ اسکو جڑ سے کاٹ دیتا ہو اور کوئی ضرر نہین پہونچتا ہو اسلیے کہ یہ سب عارضی بغرض امتحان قلب ہین اور یہ قلب محل ومنظر نور تجلی حق عز وجل ہو پس قلع وقطع آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ درخت خبیث جما ہوا ثابت نہین ہوتا ہو بلکہ بحکم قولہ اجتثت من فوق الارض ہو بخلاف درخت ایمان کے کہ بحکم اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء وہ ثابت ہو اقول یہ تحقیق صریح معقول لطیف ہو واللہ تعالے اعلم۔ محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ زبان ہو جبتک مومن اسکو نہ روکے اس سے کلمات خبیثہ پیدا ہونگے۔ اقول زبان بھی شجرۂ خبیثہ نفس کی پیروی مین ثمرات بیہودہ کلمات دیتی ہو ورنہ ذکر آلہی حسن ہو فافہم۔ بعض نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ نفاق ہو اور اسکو اسمین قرار نہین یہانتک کہ منافق کو نار مین لیجاتا ہو۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ غیبت وبہتان ہو دونون سے کذب وفجور کا دروازہ کھل جاتا ہو۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ شہوات ہین وزمین اسکی نفوس ہین اور پانی اُسکا امید ہو اور پتے اسکے کسل ہو اور پھل اسکے معاصی ہین اور انجام اسکا آگ ہو۔ ف شجرۂ خبیثہ کی صفت بقولہ اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار بیان فرمائی حالانکہ درخت اسی کو کہتے ہین جسکی جڑ زمین مین قائم اور اسپر پیڑی

اور پھر شاخین وپتے ہون جواب دیا گیا کہ شجرہ طیبہ کے مقابلہ مین اس گھاس کو درخت فرمایا ورنہ صفت مذکورہ کے موافق یہ نجم ہو جو بغیر ساق ہوتی ہی اور حضرت ابن عباس و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہی کہ کلمہ خبیثہ وہ شرک ہی اور درخت خبیث کافر ہی یعنی شرک کی کوئی اصل نہین جسکو کافر اپنا مستند کرے ورنہ کوئی دلیل و برہان ہی اور اس جڑ سے جو اعمال پیدا ہوتے ہین سب خراب ہین کیونکہ ہر عمل کے لیے نیت لازم ہی لہذا آیات و احادیث مین صحیح ہوا کہ شرک کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہین ہوتا پھر اللہ تعالے نے کلمہ طیبہ والون پر اپنا انعام و فضل و احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

ثابت رکھتا ہی اللہ تعالے ان بندون کو جو ایمان لائے ہین قول ثابت کے ساتھ دنیا دی زندگی مین اور آخرت مین اور گمراہی دیتا ہی اللہ تعالے

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝

ظالمون کو اور کرتا ہی اللہ تعالے جو کچھ وہ چاہتا ہے

تثبیت۔ ثابت و قائم کر دینا اسطرح کہ کچھ لغزش و تردد نہو۔ قول ثابت وہی کلمہ طیبہ کہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء ہی۔ فی الحیوۃ الدنیا یعنی زندگی دنیاوی۔ فی الآخرۃ بعض نے کہا کہ قیامت اور بعض نے کہا کہ قبر اور یہی اصح وارجح ہی۔ قولہ تعالے۔ یُثَبِّتُ اللّٰہُ اللہ تعالے جو قادر مختار فاعل حقیقی ہی ثابت و برقرار رکھتا ہی۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اُن بندون کو جو ایمان لائے یعنے کلمہ طیبہ انکے دل مین جم گیا۔ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ متعلق بآمنوا یعنے قول ثابت پر ایمان لائے اور وہ کلمہ طیبہ ہی پس جسطرح وے کلمہ طیبہ ثابتہ پر ایمان لائے ہین انکا رب رحیم انکو ثابت قدم رکھتا ہی اور محتمل ہی کہ یثبت کے متعلق ہو یعنے تثبیت بقول ثابت فرماتا ہی یعنی ایمان والے بانعام و فضل الٰہی ثابت قدم رہتے ہین۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیاوی مین جب فتنہ و مصائب سے امتحانات پیش آتے ہین جیسے اصحاب اُخدود کو کافرون نے آگ مین ڈالا اور جیسے حضرت سیدنا بلال مولا ے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف سخت دی گئی مگر ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالے جل شانہ کا شکر ہی کہ وہی ثابت قدم فرماتا ہی دنیاوی امتحانات و سختیون مین وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت مین بھی۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے حساب و سوال جواب مین ولیکن یہ قول ضعیف ہی اس لیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ قیامت مین جس شخص سے حساب مین مواخذہ کیا جائیگا وہ ہلاک ہو جائیگا اللھم انی اعوذ بک من سوء الحساب۔ اور بعض نے کہا کہ یعنے قبر کے سوال منکر نکیر مین۔ اور یہی اصح ہی اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ قولہ فی الآخرۃ کہا کہ فی القبر۔ اور ابن مردویہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قبر مین ہی۔ اور امام بزار رحمہ اللہ تعالے نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ امت اپنی قبرون مین امتحان کیجا دیگی تو میرا کیا حال ہوگا کہ مین بہت کمزور عورت ہون تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ اور ابوداؤد نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہان ٹھہر جاتے اور کہتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اسکے لیے تثبیت مانگو کہ اُس سے اس وقت سوال کیا جائیگا۔ غرضکہ در بارہ سوال قبر و ثواب و عذاب قبر کے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین حتے کہ جو کوئی ثواب و عذاب قبر پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہی اور واضح ہو کہ منکر و نکیر درحقیقت ملائکہ ہین لیکن انکی صورتین بہت ہیبتناک ہوتی ہین اور یہ فقط امتحان تثبیت ہی کیونکہ جو چیز دل مین جمی ہوئی ہو وہ کسی حال مین خارج نہین ہوتی ہی اور اسی ہیبتناک منظر کی وجہ سے حضرت ام المومنین نے کہا کہ مین ایک کمزور عورت ہون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسکین دی کہ جو کوئی دنیا مین ایمان پر ثابت ہوتا ہی اُسکو اللہ تعالے دنیا کی سخت آزمائش اور قبر کے ہیبتناک منظر مین ثابت قدم رکھتا ہی اسمین طاقتور و کمزور اور مرد و عورت کا کچھ کام نہین ہی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس یہی فرمایا یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ امام مسلم و بقیہ جماعت ائمہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور اسی کو امام احمد نے بسط کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد انصاری کے جنازہ کے ساتھ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز لحد تیار نہوئی تھی پس آپ بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد خاموش بیٹھ گئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے زمین میں کریدتے تھے پس آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالے سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو دو یا تین مرتبہ پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے انقطاع و آخرت کے سامنے جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے کچھ فرشتے اترتے ہیں جنکے چہرے مثل سورج کے روشن ہوتے ہیں انکے ساتھ جنت کے لباس سے کفن اور خوشبو سے حنوط ہوتی ہے پس اُترکر اُسکی نظر کے دور سے پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف چلو پس جیسے سقا کے دہانہ سے قطرۂ آب روان ہوکر نکل آتا ہے وہ روح روان ہوکر باہر آجاتی ہے پس ملک الموت اسکو لے لیتا ہے مگر دے پلک مارنے تک اسکو ملک الموت کے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ لے کر اسی کفن و حنوط سے آراستہ معطر کرکے لے چلتے ہیں اُس سے نہایت اعلی خوشبو نکلتی ہے جو روے زمین پر ہوسکتی ہے پس اسکو آسمان کی طرف چڑھا لیجاتے ہیں راہ میں جس گروہ ملائکہ پر گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ کیسی خوشبودار روح ہے کہتے ہیں کہ یہ فلان بن فلان ہے اسکے دنیا کے ناموں میں سے سب سے اچھا نام لیتے ہیں یہانتک کہ آسمان دنیا تک پہونچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں پس دروازہ کھولدیا جاتا ہے اور مبارکباد کے بعد اس آسمان کے مقربین مشایعت کرتے ہیں یہانتک کہ دوسرے آسمان تک پہونچتے ہیں اسی طرح ساتویں آسمان پر اللہ تعالے جل شانہ کا حکم ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نوشتہ علیین میں لکھو اور اسکو زمین پر واپس کراؤ کیونکہ میں نے انکو اُسی سے پیدا کیا اور اسی میں اعادہ کرونگا اور اسی سے دوبارہ نکالونگا۔ فرمایا کہ پھر اسکی روح اس کے جسم میں دوہرائی جاتی ہے تب اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بٹھلا کر اس سے کہتے ہیں کہ کون تیرا پروردگار ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا وہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ ہے کہتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب الٰہی پڑھی پس اسپر ایمان لایا اور تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا ندا دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اسکے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس دو اور جنت کی طرف دروازہ کھولدو۔ فرمایا کہ پس جنت کی راحت و خوشبو اسکو آتی رہتی ہے اور اسکی منتہاے نظر تک اسکے لیے قبر میں فراخی دیجاتی ہے اور اسکے پاس ایک شخص خوبصورت خوش پوشاک خوشبو معطر آتا ہے اور کہتا ہے کہ بشارت تجھے ایسی خبر سے جو تجھے مسرور کرے یہ وہی تیرا دن ہے جسکا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا اس سے پوچھیگا کہ تو کون ہے کہ تیرے چہرہ سے خوشی کی بشارت آتی ہے وہ کہیگا کہ میں آپ کا عمل صالح ہوں تب کہتا ہے کہ اے رب قیامت قائم فرمادے کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤں۔ اور فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے ہیبتناک ملائکہ اُترتے ہیں جنکے چہرہ سیاہ ہوتے ہیں اور انکے ساتھ موٹے کمل ہوتے ہیں اسکی منتہاے نظر پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس خبیثہ نکل بجانب خشم و غضب الٰہی کے پس نفس مذکور ڈر کر بدن میں چھپتی ہے پس ملک الموت اسکو کھینچتا ہے ایسی سختی سے جیسے کلابی گیلی اون میں سے گرم سیخ کھینچا جاوے پس اسکو ماخوذ کرلیتا ہے پھر وہ ملائکہ ایک دم اسکے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ اُسی ٹاٹ کمل میں کر کے گرفتار کرتے ہیں اور اس سے نہایت سخت مردار بدبو جو روے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہے پس اسکو اوپر لیجاتے ہیں اور ملائکہ کے گروہ میں سے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون روح خبیثہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں دنیا میں جن ناموں سے بولا جاتا انمیں سے سب سے قبیح نام لیتے ہیں یہانتک کہ اسکو آسمان دنیا تک لیجاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط پس اللہ تعالیٰ عز وجل فرماتا ہے کہ لکھو اسکا نوشتہ سجین میں سب سے نیچے طبقہ زمین میں پس اس کی روح بری طرح مطرح پھینکدی جاتی ہے پھر پڑھی یہ آیت ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء

فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مکان سحیق۔ پھر اسکی روح اسکے جسم مین اعادہ کیجاتی ہی اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہین اور اسکو بٹھلاتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تیرا
رب کون ہی وہ کہتا ہی ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم پھر کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہی کہتا ہی کہ ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم۔ پوچھتے ہین کہ یہ شخص کون ہی جو تم مین بھیجا گیا
کہتا ہی کہ ہاہ ہاہ مجھے ادراک نہین ہی پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی کہ میرے بندہ نے جھوٹ کہا پس اسکے لیے آگ سے فرش کردو اور دوزخ کی طرف دروازہ
کھولدو پس اسکو دوزخ کی حرارت و سموم آتی ہی اور اسکی قبر مین اسپر تنگی کیجاتی ہی یہانتک کہ اسکی پسلیان ایک دوسری طرف سے نکل آتی ہین اور
اسکے پاس ایک بدصورت آدمی آتا ہی جس سے بدبو نکلتی ہی وہ کہتا ہی کہ بشارت ہو تجھکو ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے یہ تیرا وہ دن ہی جس سے تجھکو ڈرایا جاتا
تھا۔ اس سے کہیگا کہ کون ہی کہ تیری صورت سے میرے حق مین نشان بدی ظاہر ہوتی ہی۔ کہیگا کہ مین تیرا خبیث کلمہ و عمل ہون تب دعا مانگنے لگیگا کہ اے
رب میرے قیامت نہ قائم کیجیو۔ وقد رواہ اصحاب الصحاح والسنن اور امام احمد رحمہ اللہ تعہ کی ایک روایت مین بعض علوم زیادہ ہین ازانجملہ یہ کہ مومن کی
روح نکلنے پر تمام فرشتے درمیان آسمان وزمین کے اور تمام فرشتے آسمان کے اسپر صلوٰۃ پڑھتے ہین اور تمام دروازے آسمان کے کھلتے ہین اور ہر دروازہ والا دعا
مانگتا ہی کہ اسکا گذر اس دروازہ سے ہو۔ ازانجملہ یہ کہ کافر پر بعد سوال منکر ونکیر کے ایک فرشتہ اس صفت کے ساتھ کہ نہ دیکھتا ہی اور نہ سنتا ہی اور اسکے ہاتھ مین ایک
گرز ہی اسپر مسلط کیا جاتا ہی گرز اتنی ایسا ہی کہ اگر پہاڑ پر مارے تو راکھ ہو جاوے پس وہ اس کافر کو ایک ضرب مارتا ہی کہ وہ راکھ ہو جاتا ہی پھر اللہ تعہ عزوجل اسکو
جیسا تھا ویسا کر دیتا ہی کہ وہ دوسری ضرب مارتا ہی اور وہ اس ضرب سے ناگوار چیخ سے چلاتا ہی جسکو سوائے جن وانس کے ہر چیز سنتی ہی۔ اقول جن وانس کا نہ سننا
محل امتحان الٰہی ہی اور شاید کہ ضرب کا عذاب مخصوص انکا فر موذی ظالم مرتبہ کار ہو اور عموماً کفار اسی فرش دوزخی وحرارت وسموم مین مبتلا کیے جاتے ہون اور
شاید کہ سب اسی عذاب مین مبتلا ہون اور فرشتہ اندھا اور بہرا جو عذاب کرنے کو مسلط ہوتا ہی وہ اسکی خلقت مین عیب نہین ہی بلکہ وہ ایک پاکیزہ مخلوق ہی مگر
جس وقت تک اللہ تعہ کو منظور ہی اسکو قوت بینائی و شنوائی و گویائی بالکل عطا نہین ہوئی تاکہ اس تکلیف دینے والے منظر کو نہ دیکھے اور اکثر دیکھا گیا کہ بعض جدید
قبور کے پاس سے جانور وحشت کرتے اور بھڑکتے ہین اور ممکن ہی کہ شاید کہ بعد چند روز کے وہ آواز منقطع ہو جاتی ہو۔ واضح ہو کہ بعض ایسے لوگون نے جنکے قلوب پر
شیطان حاوی ہو کر انکو شک ونفاق مین ڈالتا تھا امام مالک رحمہ اللہ تعہ سے پوچھا کہ قبر کا عذاب کیونکر ہوگا تو دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا
کہ عذاب ہونا یقینی معلوم ہی اور اسکی کیفیت اللہ تعہ کے علم مین ہی اور اسپر ایمان لانا واجب ہی پھر حکم دیا کہ وہ نکال دیا گیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعہ کی عجائب قدرت
وغرائب صنعت اس آسمان وزمین کے درمیان بے نہایت ہی اور اگر ایمان بالغیب نہوتا تو بطریق کشف عیان کہا جاتا و لیکن اللہ تعہ جسکو چاہتا ہی راہ نور کی
ہدایت فرماتا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین لڑکپن پیدا ہونے والے نظر آتے ہین کہ سوائے زندگانی دنیا اور محسوسات حواس کے سب چیزون سے انکار کرتے ہین اور
یہ لوگ کافر ہین اور جو انکا مشابہ ہو وہ کافر ہی اگرچہ صورت و نام مسلمانون کا رکھین اور بہت سے عوام غریب جنکو رذیل قوم کہکر تحقیر کرین وہ ان امور پر سچا
اعتقاد رکھتے ہین اللہ تعہ انہین برکت دے اور انہین مومنون کے۔ اللہم ہم کا حشر فرما دے اور متکبر امرا و نیچرون کے فتنہ وجاہلیت سے سوائے اولاد ومال کے
مجھکو ومومنون کو بچا وسبحان ربی علی کل شیء قدیر۔ پھر مین بقیہ فوائد حدیث تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ امام احمد رحمہ اللہ تعہ کی بعض روایات مین ہی
کہ یہ امت قبور مین امتحان کیجاویگی اور مومن کے صحیح جواب کے بعد فرشتہ کہیگا کہ یہ دیکھ اپنا ٹھکانا جہنم کا جسکو اللہ تعہ نے اپنے فضل سے تیرے لیے اس نعمت
جنت سے بدل دیا اور مومن دونون کو دیکھکر کہیگا کہ مجھے مہلت دو کہ مین اپنے لوگون کو بشارت دیدون کہا جائیگا کہ آرام کیجیے اور منافق و کافر کے ناپاک جواب
کے بعد کہا جائیگا کہ تیرا برا ہو ہمیشہ نادان رہے یہ دیکھ تیرا ٹھکانا جنت کا تھا اسکے عوض تو نے یہ ٹھکانا جہنم کا اختیار کیا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر آدمی اپنی قبر مین اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر مرا ہی مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر۔ قال الامام الحافظ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعہ اسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی جسکے آخر مین ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ جبکہ سر پر فرشتہ ہیبتناک یکایک آتا ہی لیکر کھڑا ہوگا تو کوئی حواس قائم نہیں رکھ سکتا بلکہ ہول سا جاویگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہیں ہو وفیہ عباد بن راشد التمیمی وقد روی لا البخاری مقرونا ولکن ضعفہ بعضہم مترجم کہتا ہو کہ حاصل یہ کہ اس ہولناک مقام پر صادق الیقین وصحیح الایمان اپنے نور پر ہوگا اور دنیاوی حواس وجسمانی تغیرات کا اثر نہوگا تو وہ بنور الٰہی اپنے سچے حال پر ثابت ہوگا اور یہ فضل الٰہی ہو اللہم ثبتنا وانت ارحم الراحمین اور دیگر روایات امام احمد ومسلم وغیرہ مین ہو کہ روح مومن کو بشارات وخوشخبریان دیتے ہوئے آسمان کو لیجاتے ہین اور حکم الٰہی عز وجل ہوتا ہو کہ اسکو لیجاؤ آخر مدت تک کے لیے اور کافر کی روح بدبودار کہ غضبناک خبرین دیتے ہین اور حکم ہوتا ہو کہ آخر مدت کے لیے لیجاؤ اور ابن حبان کی صحیح مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت مین ہو کہ مومن کو جب آسمان سے مومنون کے پاس لاتے ہین تو وے بہت خوش ہوتے ہین اور پوچھتے ہین کہ فلان کیا ہوا کہتا ہو وہ مرگیا کہتے ہین کہ وہ اپنی مان جہنم کی گود مین گیا اور کافر کو بدبوداری کے ساتھ زمین کے دروازہ پر ڈالتے ہین کہ خازنان زمین کہتے ہین کہ ہم نے ایسی بدبودار چیز نہین دیکھی پس اسکو سب سے نیچے زمین مین ڈالتے ہین اور واضح ہو کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبد اللہ بن عمرو سے ایک اثر روایت کیا جسمین ہو کہ مومنون کی ارواح کو جابیہ مین جمع کرتے ہین اور کافرون کی ارواح برہوت مین جو ایک شورہ ریگستان حضرموت مین ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ امر ایسے کمتر فہم کی رسائی وہان تک ہوتی ہو اور اصلی معانی پر یہ حق ہین اور ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی جسمین ہو کہ مومن کے داہنے بائین سب طرف سے صلوٰۃ وصوم وزکوٰۃ ونیکیان وعبادات اچھی صورتون مین گھیرتی ہین اور اسکو نظر آتا ہو کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو پس منکر ونکیر سوال چاہتے ہین وہ کہتا ہو کہ اچھا ذرا ٹھہر جاؤ مین نماز پڑھ لون کہتے ہین کہ اچھا پڑھنا ذرا ہم سے بتلا دو کہ یہ کون شخص تم مین معبوث ہوا تھا کہتا ہو کہ کیا تم محمد کو پوچھتے ہو کہتے ہین کہ ہان تو کہتا ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب یقینی گواہی دیتا ہو اور اسکے لیے دروازہ جنت کا کھولدیا جاتا ہو جسکو دیکھکر نہایت خوش ومسرور ہوتا ہو پھر اسکے نسمہ کو پاکیزہ نسمہ مین کرتے ہین اور وہ سبز پرندہ ہو کہ جنت کے درختون مین معلق ہوتا ہو اور اسکا جسم یہان کی خاک سے بنا تھا عود کر دیا جاتا ہو اور یہی ہو قول اللہ عز وجل یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ اور بزار رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث مین ہو کہ مومن بوقت موت کے ایسی چیزین معائنہ کرتا ہو کہ وہ چاہتا ہو کہ کسی طرح نکلے یعنی اسکی روح پس اللہ تعالیٰ اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہو اور اسمین مذکور ہو کہ ارواح مومنین اس سے اپنے جان پہچان والون کو پوچھتے ہین اگر کہتا ہو کہ فلان کو مین نے زمین پر چھوڑا تو انکو اچھا معلوم ہوتا ہو اور اگر کہتا ہو کہ فلان مرگیا تو کہتے ہین کہ اسکو ہمارے یہان نہین لائے یعنی وہ جہنم کو گیا اور کافر بروقت موت معائنہ عذاب وغضب سے چاہتا ہو کہ اسکی روح نہ نکلے اور اللہ تعالیٰ اسکے لقاء کو مکروہ جانتا ہو اور جہنم کا دروازہ اسکے لیے کھولا جاتا ہو اور اسکو ضرب ماری جاتی ہو جس سے چیختا ہو کہ سوا جن وانس کے سب اسکو سنتے ہین پھر اسکو کہا جاتا ہو کہ منہوش کی طرح سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منہوش اسکو کہتے ہین جس کو کیڑے مکوڑے وسانپ وبچھو وغیرہ نے کاٹا اور اسکی قبر مین تنگی کر دیجاتی ہو اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی اسمین مذکور ہو کہ مومن کو سب اطراف سے اسکے نیک اعمال گھیرے ہوئے ہوتے ہین کہ فرشتہ کو راہ نہین دیتے اور کافر کے درمیان کچھ روک نہین ہوتی اور کہا کہ فرشتہ عذاب جسکی خلقت مین بینائی وشنوائی نہین ہو مارتا ہو جسقدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہو یہ فرشتہ دیکھتا سنتا نہین کہ اسپر ترس کھاوے کذا فی التفسیر الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اس روایت مین لفظ دابہ واقع ہوا ہو حیث قال ویسلط علیہ دابۃ فی قبرہ معہا سوط ثمرتہ جمرۃ مثل عرق البعیر تضربہ ما شاء اللہ صماء لا تسمع صوتہ فترحمہ یعنی ایک جانور اسپر مسلط کیا جاتا ہے جسکے ساتھ کوڑا ہوتا ہو اسکا سرا انگارا ہوتا ہو مثل گھڑے اونٹ کے یعنی گرگی شکل کا آتشی ہوتا ہو اسکو مارتا ہو جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے بالکل بہرا ہوتا ہو کہ اسکی چیخ نہین سنتا کہ اسپر ترس کرے مترجم کہتا ہو کہ یہ از قسم ملائکہ ہو اور اول سورہ بقرہ مین گذرا کہ ملائکہ نام جن مخلوقات کا ہو ان مین اقسام ہین اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ ضرب وچیخ کا عذاب مختلف

طور پر اقسام کفار کے ساتھ واقع ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ نے اس مقام پر بعض اس مقصد سے متعلق ایسی احادیث
ایراد فرمائین جو مجھے بہت خوش آئین اور بنظر افادہ عام مؤمنین جو آخرت مین نجات کے امیدوار اور عذاب قبر و آخرت سے خوفناک ہین تبرکاً ان کو
ترجمہ کرتا ہون مع اسانید کے تاکہ بعض اہل غفلت کو مجال تکلم بے معنی نہو فقال الحافظ ره وقال ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول حدثنا
ابی حدثنا عبد اللہ بن نافع عن ابن ابی فدیک عن عبد الرحمن بن عبد اللہ عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن سمرة رضہ قال خرج علینا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنی ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کے پاس باہر تشریف لائے اور ہم مدینہ کی مسجد مین جمع تھے پس فرمایا کہ مین نے
رات کچلی بات دیکھی مین نے دیکھا کہ میری اُمت مین سے ایک مرد پر عذاب قبر پھیلایا گیا پس آگیا اسکے پاس اُسکا وضو اور اس حالت سخت سے اسکو
چھڑا لیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو شیاطین نے گھیر لیا تھا پس اسکا ذکر الٰہی آگیا اور اسکو شیاطین مین سے جُدا کر لیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا
جسکو ملائکہ عذاب نے گھیر لیا تھا پس اسکی نماز نے آکر اسکو ملائکہ عذاب کے ہاتھون سے چھڑا لیا اور مین نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا کہ پیاس سے زبان نکالے تھا
جب کسی حوض پر آتا اُس سے روکا جاتا پس اسکا روزہ آیا اور اسکو پانی پلایا اور سیراب کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا اور انبیا حلقہ حلقہ بیٹھے ہوئے تھے
جب وہ کسی حلقہ کے نزدیک ہوتا تو اسکو ہانک دیتے پس جنابت سے اسکا غسل کرنا آیا اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو میرے پہلو مین بٹھلا دیا اور مین نے اپنی اُمت کا
ایک مرد دیکھا اسکے سامنے اندھیرا اسکے پیچھے اندھیرا اُسکے داہنے اندھیرا بائین اندھیرا اوپر اندھیرا نیچے اندھیرا وہ اسمین متحیر تھا پس اسکا حج و عمرہ آیا اور دونون نے
اُسکو اندھیرے سے نکالکر نور مین داخل کر دیا اور ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا کہ مؤمنون سے باتین کرتا ہے اس سے نہین بولتے تھے پس اسکا صلہ رحم آیا اور کہا کہ اے
گروہ مؤمنو اس سے باتین کرو پس انھون نے اس سے باتین شروع کر دین اور مین نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جو اپنے چہرہ پر سے اپنے ہاتھون کو آڑ کر کے آگ کی لپٹ
اور چنگاریان روکتا تھا پس اسکا صدقہ آگیا اور اسکے چہرہ کا پردہ اور سر پر سایہ ہو گیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکو زبانیہ نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا
پس اسکا یہ کام کہ نیک باتون کا حکم کرتا اور برائیون سے منع کرتا تھا آگیا اور دونون نے اسکو زبانیہ کے ہاتھون سے چھڑا کر اسکو ملائکہ رحمت کے ساتھ داخل کر دیا
اور مین نے اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جو گھٹنون کے بل پڑا ہے اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہے پس اسکا نیک خلق آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر حضور الٰہی جل شانہ
مین پیش کر دیا اور اپنی اُمت کا ایک مرد دیکھا جسکا صحیفہ اسکے بائین طرف سے ہاتھ مین آنے کو تھا پس اسکا خوف اللہ تعالیٰ سے آگیا اور اسکے داہنی طرف کر دیا
اور اپنی اُمت کا ایک مرد مین نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا پس اسکا وجل الٰہی یعنی امید کے ساتھ خوف الٰہی آیا اور اسکو اس مقصد سے نکال لیا اور وہ روانہ
ہو گیا اور مین نے ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا جو جہنم مین گرا اُسکے آنسو آگئے جو وہ بخوف الٰہی دنیا مین رویا تھا پس اسکو آگ سے نکال لیا اور مین نے اپنی
اُمت کا ایک مرد دیکھا پل صراط پر کہ کبھی گھٹنون چلتا ہے اور کبھی چوتڑون گھسلتا ہے پس آیا اسکا درود جو اُسنے مجھپر بھیجا تھا پس اسکو کھڑا کر دیا اور وہ صراط
پر روانہ ہو گیا اور مین نے ایک مرد اپنی اُمت کا دیکھا کہ وہ جنت کے دروازہ تک پہونچا کہ دروازہ بند کر دیا گیا پس آگئی اسکی گواہی جو اُسنے یقین کے ساتھ ادا کی تھی
کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پس اسکے لیے جنت کے دروازے کھول دیے اور اسکو جنت مین داخل کر دیا یہانتک ترجمہ ختم ہوا اور امام قرطبی نے اسکو کتاب تذکرہ مین
ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث بہت بزرگ ہے اسمین کچھ خاصہ اعمال ذکر فرمائے ہین جو خاص ہولناک حالات سے نجات دیتے ہین پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ
نے کہا کہ امام حافظ ابو یعلی موصلی نے اس باب مین ایک حدیث غریب مطول روایت کی فقال حدثنا ابو عبد الرحمن احمد بن ابراہیم الکلبی ثنا محمد بن بکر البرسانی
ابو عثمان حدثنا ابو عاصم الحنطی وکان من خیار اہل البصرة وکان من اصحاب حزم وسلام بن ابی مطیع حدثنا بکر بن حبیش عن ضرار بن عمرو عن یزید الرقاشی عن انس
بن مالک رضہ عن تمیم الداری رضہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل الحدیث یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعہ فرماتا ہے ملک الموت
سے کہ تو میرے دوست کے پاس جاکر اُسکو میرے پاس لا کیونکہ مین نے اسکو تکلیف و بیماریون و راحت و آرام مین ڈالکر آزمایا پس اسکو پایا کہ جس سے محبت کرتا ہے

اسکو میرے پاس لاؤ میں اسکو آرام دونگا پس ملک الموت چلتا ہی اسکے ساتھ پانچ سو فرشتے ہوتے ہیں جو کفن اور خوشبو جنت کے لیے ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ
ضبائر الریحان ہوتے ہیں اور ریحانہ جڑ سے ایک ہوتی ہی اور سرے پر بیس رنگ اور ہر رنگ سے نئی طرح کی خوشبو نکلتی ہی اور انکے ساتھ حریر سفید از جنس
مشک اذفر ہوتا ہی پس ملک الموت اسکے سرہانے بیٹھ جاتا ہی اور ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور ہر فرشتہ کے پاس جو کچھ ہوتا ہی اسکے ایک ایک عضو پر رکھتے ہیں
اور یہ حریر سفید و مشک اذفر اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھاتے ہیں اور اسکے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہی پس اسوقت اسکا نفس تعلل میں ہوتا ہی
جنت کی طرف نگاہ ڈالتا ہی کبھی اپنی ازواج کو دیکھتا ہی اور کبھی اُسکے لباس کو اور کبھی پھلون کو جیسے بچہ کہ جب روتا ہی تو اسکے لوگ بہلاتے ہیں اور بیان
فرمایا کہ اُسکے ازواج ایسے وقت میں خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں آراستہ و پیراستہ اور روح اسوقت ظہور کرتی ہی اور وہی حدیث ہر یمانی رحمہ اللہ تعہ
نے کہا کہ یعنی چاہتی ہی کہ جسم کے ٹکڑے سے اپنی محبوب چیز کی طرف نکل جاوے اور ملک الموت کہتا ہی کہ باہر آ او نفس پاکیزہ بجانب سدر مخضود و طلح
منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب۔ اور فرمایا کہ ملک الموت اُسکے ساتھ اس سے زیادہ پیار و شفقت کرتا ہی جو ماں اپنے بچہ سے کرتی ہی وہ جانتا ہی کہ یہ روح اسکے
پروردگار کو محبوب ہی پس وہ اپنی مہربانی سے اسکے ساتھ محبت چاہتا ہی کہ پروردگار کی رضا اسی میں ہی پس اسکی روح جسم میں سے آسان صاف نکل
آتی ہی جیسے خمیر آٹے میں سے بال نکل آتا ہی اور حق عز و جل نے فرمایا ہی کہ فاما ان کان من المقربین فروح و ریحان و جنۃ نعیم۔ کہا کہ روح از جانب ملک الموت
و ریحان وقت ملاقات اور جنت نعیم مقابلہ پس جب ملک الموت نے روح کو قبض کیا تو روح اپنے جسم سے کہتی ہی کہ اللہ تعہ تجھکو میری طرف سے جزائے خیر دیوے کہ
تو میرے ساتھ اللہ تعہ کی طاعت میں جلدی کرتا تھا اور گناہ کرنے میں سست تھا پس تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی چھڑایا اور جسم بھی روح سے ایسا ہی کہتا ہی اور کہا
کہ اسپر وہ پارہ زمین روتا ہی جسپر وہ طاعت کرتا تھا اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اسکے اعمال چڑھائے جاتے تھے اور جس سے اسکا رزق اترتا تھا یہ چالیس روز تک
روتے ہیں پس جب ملک الموت نے اسکی روح قبض کی تو پانچسو ملائکہ کھڑے ہوتے ہیں اسکے جسم کے پاس پس آدمیوں میں سے کوئی اسکو کروٹ نہیں لوٹاتا مگر ملائکہ فرشتے
اس سے پہلے اسکو کروٹ دلاتے ہیں اور اسکو نہلاتے اور کفن پہناتے ہیں آدمیوں کے کفن سے پہلے اور خوشبو لگاتے ہیں آدمیوں کی خوشبو سے پہلے اور اسکے دروازے سے قبر تک
ملائکہ کی دو صفیں کھڑی ہوتی ہیں کہ استغفار سے اسکا استقبال کرتے ہیں پس یہ حال دیکھکر ابلیس ایسا سخت چلاتا ہی کہ اسکے صدمہ سے خود اُسکی ہڈیاں ٹوٹ جاتی
ہیں اور اپنے گروہ سے کہتا ہی کہ خرابی ہو تمپر کہ یہ بندہ کیسے تم سے چھوٹ گیا کہتے ہیں کہ یہ بندہ معصوم تھا یعنی اللہ تعہ نے اسکو نگاہ رکھا تھا پس جب ملک الموت اُسکی روح
لیکر چڑھتا ہی تو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ جبرئیل اسکا استقبال کرتے ہیں ہر ایک اسکے لیے اسکے رب کی طرف سے دوسرے کی بشارت کے سوا وہ بشارت لاتا ہی
پس جب ملک الموت نے اسکی روح کو عرش تک پہنچایا تو روح اپنے رب کے لیے سجدہ کرتی ہی اللہ تعہ ملک الموت سے فرماتا ہی میرے بندے کی روح لیجا کر
سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب میں رکھ پس جب وہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہی تو نماز آکر اسکے داہنے ہوتی ہی اور روزہ آکر اسکے بائیں ہوتا ہی اور قرآن
آکر اسکے سرہانے ہوتا ہی اور نماز کے لیے اسکا جانا آکر اسکے پیروں کے پاس ہوتا ہی اور صبر آکر اسکی جانب قبر میں ہوتا ہی پھر اللہ تعہ ایک عنق عذاب کو اٹھاتا ہی وہ اسکے
داہنے جانب سے آتا ہی پس نماز کہتی ہی کہ دور رہ کہ واللہ وہ برابر اپنی عمر میں دین پر تھا اور ابھی اس نے راحت پائی ہی جب قبر میں رکھا گیا ہی پھر اسکی بائیں طرف سے
تو روزہ اسکو ایسا ہی جواب دیتا ہی پھر سرہانے کی طرف سے قرآن و ذکر اور قدموں کی طرف سے نماز کی طرف جانا ایسا ہی جواب دیتا ہی پس کسی طرف سے
عذاب نہیں آتا مگر آگے پاتا ہی کہ ولی اللہ نے اسکی راہ لے لی پس عذاب دور ہو جاتا ہی پھر صبر ان اعمال سے کہتا ہی کہ میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تمھارے
پاس کیا ہی اگر تم عاجز ہو لیتے تو میں اسکا ساتھی اور عذاب کا مقابل ہو جاتا اور جب تم نے دور کر دیا تو اب پل صراط اور میزان پر اسکا یار ہونگا ابھی ذخیرہ
ہوں اور کہا کہ دو فرشتے بھی مبعوث ہونگے دونوں کی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازیں مثل رعد کے اور دانت مثل صیاصی اور سانس مثل
لپٹ آگ کے اپنے لمبے بالوں میں قدم رکھتے ہوئے اور دونوں مونڈھوں کے بیچ میں اتنا اتنا فاصلہ ہوگا یعنی کئی روز راہ کے برابر دوری اور دونوں سے

زافت ورحمت نکال لی گئی انکو منکر ونکیر کہا جاتا ہے ہر ایک کے ہاتھ میں گرز ہوگا اگر اسکو اٹھانے کو یہ دونوں قبیلہ ربیعہ ومضر کے لاکھوں جمع ہوں تو اسکو
تھوڑا نہ سمجھیں۔ دونوں اس سے کہینگے کہ بیٹھ پس وہ برابر چار زانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اُسکے کمر پر گر پڑینگے اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب و کیا تیرا دین
اور کون تیرا نبی ہے اسدم صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ایسی حالت میں کسکو بات بولنے کی مجال ہوگی اور آپ فرشتوں کی یہ صفت بیان کرتے
ہیں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ پس کہیگا کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا
دین اسلام ہے وہی جو ملائکہ نے پایا ہے اور میرا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں پس اس سے کہینگے کہ تو نے سچ فرمایا پس قبر کو دہکا دینگے
پس اسکے سامنے چالیس گز وسیع کر دینگے اور ایسے ہی داہنے و بائیں و سرہانے و پائنتی سے چالیس چالیس گز وسعت دینگے پس اسطرح دو سو گز وسعت ہوگی
پھر اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو ایک دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا پس کہینگے کہ اے ولی اللہ یہ تیرا مقام ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس حالت میں وہ ایک فرحت اپنے قلب میں پائیگا کہ وہ کبھی اس سے
دور نہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اپنے نیچے دیکھ تو ایک دروازہ کھلا ہوا دوزخ کی طرف ہوگا کہینگے کہ ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس سے بھی ایک فرحت اسکے قلب کو پہونچیگی جو کبھی دور نہوگی پس راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسکے لیے ستر دروازے کھول دیے
جاوینگے کہ جنت سے اسکی خوشبو و ٹھنڈک آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اٹھاوے اور شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسی اسناد سے جو اوپر مذکور
ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دشمن پاس جا کر اسکو میرے پاس لا کہ میں نے اسکو رزق وسیع دیا
اور اپنی نعمت اس پر کشادہ کر دی پس اس نے سوائے مجھ سے نافرمانی کے سب طرح انکار کیا تو اسکو میرے پاس لا کہ میں اس سے انتقام لوں پس ملک الموت اسکے
پاس ایک مکروہ صورت میں جو کسی آدمی نے دیکھی ہو جاویگا اسکے بارہ آنکھیں اور اسکے ساتھ آتشی سفود بہت خاردار اور پانچ سو ملائکہ ہونگے لیے ہوئے
نحاس اور آتشی انگارے اور کوڑے آتشی کہ کوڑوں کی طرح نرم اور آگ جوش زدہ پس ملک الموت اسکو اس سفود سے اس زور سے ماریگا کہ سب کانٹے جڑ
سمیت اسکی رگ وپے و ناخنوں و بالوں کی جڑوں میں دھنس جاوینگے پھر اسکو زور سے مروڑ دیگا پس اسکی روح اسکے قدم کے ناخنوں سے نکلیگی پھر اسکو
دونوں گھٹنوں میں لگا دیگا پھر اس حال میں دشمن خدا سخت بیہوشی سے بیہوش ہوگا پس ملک الموت اس سے عذاب اٹھا لیگا اور ساتھ ہی ملائکہ اسکے
چہرہ اور چوتڑوں پر کوڑے مارینگے پھر ملک الموت اسکو کھینچیگا نہایت شدید سے پس اسکی ایڑی سے روح کھینچ لیگا پھر اسکو لگا دیگا اسکے دونوں گھٹنوں میں پھر اسکی
کمر میں اور دشمن خدا ایسی حالت میں شدید بیہوشی سے بیہوش ہو جائیگا پس ملک الموت اس سے عذاب اٹھا لیگا اور ملائکہ ان کوڑوں سے اسکے چہرہ و پیٹھ سامنے
و پیٹھ پر مارینگے راوی نے کہا کہ فرمایا کہ پھر یونہی سینہ تک پھر حلق تک واقع ہوگا پھر ملائکہ یہ تانبا وانگارے اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دینگے اور ملک الموت
فرماویگا کہ نکل اے روح لعین ملعونہ چلی آ سموم و حمیم و ظل من یحموم لا بارد ولا کریم پھر جب ملک الموت نے اسکی روح کو قبض کر لیا تو روح جسم سے کہیگی خدا تجھکو
بڑی سزا دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں تیز اور اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سست تھا تو نے بھی ڈوبا اور مجھے بھی برباد کیا اور ایسا ہی جسم بھی روح سے
یوں ہی کہیگا اور زمین کے وہ ٹکڑے جن پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تھا اسکو لعنت کرینگے اور ابلیس کے لشکر ابلیس کی طرف بشارت دینے جاوینگے کہ آدم کی اولاد میں سے
ہم نے ایک کو جہنم میں گرایا پھر جب وہ اپنی مدفن میں رکھا جاتا ہے تو اسکی قبر اسپر تنگ کر دیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیاں داہنی بائیں میں اور بائیں داہنی میں
نکل آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اسکی طرف افعی سانپ بھیجتا ہے سیاہ سانپ مثل اونٹ درازی کے کہ اسکے دونوں کان اور قدم کے انگوٹھے پکڑتے ہیں اور کاٹتے ہیں یہانتک کہ گھر تک
پہونچتے ہیں یہاں دونوں مل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دو فرشتے مبعوث فرماتا ہے انکی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازیں مثل رعد غران کے اور دانت
مثل صیاصی کے اور سانس مثل لپیٹ آگ کے ہوگی دونوں اپنے بالوں کو روندتے چلینگے ہر ایک کے دونوں کندھے کے درمیان اتنی دوری ہوگی

انسے رافت ورحمت نکال لیگئی ہوگی انکو منکر کہتے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں گرز آتشی ہوگا اگر ربیعہ ومضر اسپر مجتمع ہوں تو اسکو ہلکا نہ جانینگے پس اُس سے کہینگے کہ بیٹھ پس
چارزانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اسکی کمر تک سرک گرینگے پس اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہے یہ کہیگا کہ میں تو نہیں جانتا کہینگے
بدبخت ایسا ہی بے ایمان جاہل رہ پس اسکو ایک ضرب مارینگے کہ چنگاریاں اسکی قبر میں اڑینگی پھر ویسا ہی ہو جائیگا اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو دروازہ
جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ اگر تو اللہ تعالے کا مطیع ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے
قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس حالت میں اسکے دل پر ایک حسرت طاری ہوگی کہ کبھی یہ غم اُس سے دور نہوگا اور پھر اس سے کہینگے کہ نیچے دیکھ تو
ایک دروازہ جہنم کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ او دشمن خدا تیرا ٹھکانا یہ ہے جبکہ تو نے اللہ تعالے کی نافرمانی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس حالت پر اسکے دل میں ایک حسرت وغم چھا جائیگا کہ کبھی دور نہوگا۔ راوی نے کہا
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جہنم کی طرف ستر دروازے کھولدیے جاوینگے کہ اسکی حرارت ولوں اسپر آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالے اس کو
مبعوث فرماوے۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا حدیث غریب جدا وسیاق عجیب ویزید الرقاشی روایۃ عن انس لہ غرائب المنکرات
وہو ضعیف الروایۃ عند الائمۃ واللہ اعلم۔ اور کہا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی کئی طرق سے بطریق ضحاک عن ابن عباس مرفوعاً تحت قولہ لو تری
اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم الآیہ۔ ایک مطول حدیث غریب روایت کی ہے اور قوی روایت صحاح وسنن میں موجود ہے اور
ابو داؤد نے بھی حضرت عثمان رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ اپنے بھائی
کے لیے استغفار کرو اور اللہ تعالے سے اسکے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو کہ اس سے ابھی سوال کیا جائیگا۔ قال الحافظ تفرد بہ ابو داؤد اقول اراد بذلک
التفرد بالاسناد لا التفرد بالحدیث فانہ صحیح عن غیرہ من الائمۃ الحاصل اس مقام کی تفسیر یہ ہے جو آیات واحادیث سے ثابت ہوئی کہ نیک بندوں کو اللہ تعالے
دنیا میں ثابت قدم فرماتا ہے حتے کہ ہر طرح کی محنت ومشقت اور تکلیف وراحت میں ایمان توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور برابر وے بندے طاعت پر جمے رہتے ہیں
اور جب مرتے ہیں تو سوال قبر منکر ونکیر کی حالت میں بھی انکو ثابت قدم فرماتا ہے کیونکہ جس حال پر مرے تھے اس سے تغیر نہیں ہوتا اسی واسطے کافر ومنافق وہاں
مومن کے حال پر نہیں ہوسکتا چنانچہ فرمایا۔ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ فقولہ۔ اور گمراہ کرتا ہے اللہ تعالے ظالموں کو یعنے جنھوں نے شرک وشک کر کے اپنی
جانوں پر ظلم کیا یعنی کافر مشرک ومنافق۔ پس یہ لوگ اپنی حجت سے جو کلمہ توحید وقول ثابت ہے بھٹکے ہوتے ہیں اسکو زبان سے نہیں ادا کرسکتے جیسے دنیا
میں اس سے منہ موڑتے تھے اور بعض نے کہا کہ ظالم سے ہر وہ شخص مراد ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا خواہ اعتقاد باطل ہو یا کبیرہ گناہ ہوں اور مترجم کہتا ہے
کہ شاید یہ معتزلہ کا قول ہو ورنہ اہل سنت اسکے قائل نہیں ہیں۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ۔ اور اللہ تعالے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کا
دانا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ مومنوں کو کیوں ثابت قدم رکھا اور ظالموں کو کیوں بھٹکایا اس سے کچھ سوال ممکن نہیں ہے کیونکہ
وہی خالق ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔ اسی واسطے بجائے ضمیر کے اسم پاک اللہ فرمایا کہ ہیبت سے جگر لرز جاویں ف قال فی العرائس پھر اللہ تعالے نے
اہل توحید پر اپنا احسان بیان فرمایا کہ ان کی توحید کو ثابت واتکی معرفت کو محقق فرماتا ہے دنیا میں اور آخرت میں بقولہ یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ وازل میں
اپنی توحید سے اہل معرفت کو ہدایت عطا فرمائی تھی پس چونکہ انمیں تغیر بالکل نہیں ہے دنیا میں اور جانب ابدیت انکو ہر حال میں ثابت فرمایا اور بشریت
کے عوارض سے وشہوات کے غلبہ سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوا کیونکہ قول حق قائم بذات وصفات ہے اور انمیں تغیر محال تو یہ لوگ سایہ عنایت میں مصون رہینگے
خواہ مقام دنیا ہو یا آخرت ہو کسی زمان ومکان وامتحان سے انمیں تغیر نہوگا۔ واضح ہو کہ مومن عارف کے لیے ثبات یہ ہے کہ اسکو اپنی مراد کے راستہ پر
مستقیم فرماتا ہے اسطرح کہ سبحات جمال وجلال اسکے دل پر ہجوم کرتے ہیں جس سے کشف مزید ہوتا ہے اور انمیں لطیف اشارہ ہے کہ ظہور ربوبیت عارف پر

ہر وقت ہر اطور سے ہوتا ہے حتے کہ جب اس نے زعم کیا کہ مین عارف ہون تو اسکو بحر نکرت مین ڈالدیتا ہے اور وہ متحیر ہو کر اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ عنقریب بحر قہر مین ڈوب جاوے تو شفقت خاصہ اسکو بصد رحمت ایک جمال کی تجلی سے طبعی کدورت و بشری نجاست سے موقع امتحان سے نکال لیتی ہے اور یہی حال ہر موقف امتحان کا ہے خواہ قبر ہو یا قیامت ہو یہانتک کہ جب متصف بصفات حق ہو جاتا ہے تو ہر امتحان سے نجات پاتا ہے اور یہ خالص بندون کو دنیا ہی مین حاصل ہو جاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بمقدار مواجید معرفت کے خوف ہوتا ہے اور کسی سے خوف نہ دور کیا جاتا ہے اور نہ وہ خوف سے چھوٹتا ہے مگر وہی کہ بقولہ تعالے لایخاف عقبٰہا اپنے زعم مین امن کے ساتھ ہو بیٹھتا ہے اور یہ بھی کہا کہ ایمان دو ہین ایک تو ایمان درحقیقت ہے اور وہ روح کی روشنی ہے اور دوم ایمان محبت بسایہ روح ہے اور یہین سے تجھے معلوم ہوگا کہ ائمہ علما مین سے جس شخص نے انا مومن ان شاء اللہ کہنا جائز قرار دیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے نہ بوجہ شک کے مترجم کہتا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید سے پوچھا جاوے کہ تو مومن ہے اور اس نے کہا کہ مین مومن ہون ان شاء اللہ تعالے تو علماء حنفیہ رحمہم اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مومن نہین ہے کیونکہ اس نے ان شاء اللہ بڑھا دیا اور اس کے بڑھانے سے تحقیق نہین ہوتی چنانچہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے ان شاء اللہ تعالے تو طلاق نہوگی یا قسم کھائی بان شاء اللہ تعالے تو قسم نہوگی اسی طرح ایمان بھی لہذا اور علماء شافعیہ نے کہا کہ نہین بلکہ یہ جواب صحیح ہے یہ اختلاف مشہور ہے اور دونون طرف کے محققین نے فرمایا کہ یہ ناحق کی طول گفتگو ہے حقیقت مین کچھ اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ اگر واقعی اس نے شک کے طور پر کہا تو وہ منافق ہے ایمان نہین ہے اور اگر اس نے یہ مراد لی کہ مجھے جہانتک اپنا اعتقاد معلوم ہے مین مومن ہون ولیکن ایمان ایک نور ہے کہ سینہ مین داخل ہوتا ہے کما فی قولہ علیہ السلام الایمان اذا دخل انفسح له الصدر او کما قال والحدیث قد مر تحت قولہ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام الآیہ اور آدمی کبھی اسکو نہین پہچانتا جیسے قولہ تعالے قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے نہ پہچانا ولیکن اللہ تعالے عالم الغیب نے انکو بتلا دیا پس اس شخص نے ادب کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالے سے مجھے امید ہے کہ حقیقی نور بھی مجھ مین ہے یا خاتمہ میرا ایمان پر ہو تو یہ امر صحیح ہے اور علماء حنفیہ بلکہ کوئی شخص اس سے منکر نہین ہے اب مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے تحقیق بیان کر دی کہ ایمان دو ہین ایک تو محبت کا ایمان بسایہ روح اور اسکو ہر شخص پہچانتا ہے اور ہر شخص جو ایمان لایا ہو بغیر ان شاء اللہ تعالے کے کہے کہ مین مومن ہون حتے کہ اگر اسمین بھی شک ہو تو وہ درحقیقت منافق ہے اور شاید اسی قدر بلعم باعورا کو ملا تھا کہ آخر وہ کرامت سے کفر پر مرا اور دوم ایمان حقیقی نور روح ہے اور وہ حضرت خلاق علیم ذوالجلال والاکرام کے علم غیب مین ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے پردہ دل مین ایمان داخل ہوا تو ان شاء اللہ تعالے اسکے علم پاک پر تسلیم و تفویض و آرزو ہے اور اسکی رحمت پر آسرا ہے یہ شک نہین ہے یہ نفاق بھی نہین ہے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری مین حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے تعلیقاً جو روایت ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی ذات پر نفاق کا خوف کرتے تھے تو اسکے یہی معنے ہین کہ انکو خوف تھا کہ ایسا نہو کہ حقیقی ایمان ثمین نہو یا اللہ مترجم کو اپنی ذات پر ہمیشہ ہزار بار یہ خوف ہے الٰہی مجھکو اپنے فضل سے ایمان پر وفات دیجیو آمین یا ارحم الراحمین - پھر واسطی رح نے کہا کہ بندہ کیونکر امن مین نہو جاوے کہ وہ پاک ارحم الراحمین اپنے وعدہ مین خلاف نہین فرماتا ہے پھر اللہ تعالے نے ظالمین کو بیان کیا کہ اپنی مشیت و ارادہ ازلی سے انکو گمراہ فرماتا ہے بقولہ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء اہل عنایت کو معرفت کے لیے مقرب کیا اور اہل ضلالت کو طاعت سے دور کر دیا جو چاہا حکم فرمایا کسی کو دم مارنے کی مجال نہین اور وہ حکیم علیم قادر قدیم خالق مختار ہے اسکا حکم بدل نہین سکتا اور تمام خلق اسکے قبضہ قدرت کے نیچے مقہور و مجبور ہے کسی کو اپنی ذات کیلئے ایک ذرہ بھی اختیار نہین ہے دیکھو انپر جو پیش آتا ہے سبکو برا جانتے ہین تو اختیار اسی کو ہے جسنے مخلوق و اسکے افعال کو پیدا فرمایا ہے پس اسنے اپنے ارادہ و مشیت پر ایجاد کیا اور کسی کو اسکے تبدیل کرنے کی مجال نہوگی پس جملہ افعال درحقیقت اسی کے افعال ہین اور اسکے فعل کی کوئی علت نہین اور نہ اسکی صنعت کے لیے کوئی غایت حالانکہ یہ تمام خلقت ایک صنعت محکم ہے جسکے عجائبات

عین حکمت ہین شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالیٰ عزوجل تثبیت کی کرامت عطا فرماتا ہی انکو کمال معرفت وکشف وصدق مقال وتوکل واخلاص ویقین دیتا ہی اور مقامات ولایت مین سے جو بے انتہا ہین بقدر وسعت اُسپر کشف فرماتا ہی حضرت صادق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جنکو حیات دنیاوی مین ایمان پر ثابت رکھا ہی انکو آخرت مین منکر ونکیر کے جواب پر ثابت قدم فرمایا مترجم کہتا ہی کہ حکمت یہی ہی کہ جس حالت پر دنیا سے اُسنے انتقال کیا اسمین کسی ہیبتناک منظر وغیرہ سے تغیر نہین ہوسکتا اور نہ کسی خیال کی وجہ سے وہ اچھی حالت پر عود کرسکتا ہی اسی وجہ سے حدیث مین ہی کہ ہر ایک اس حالت پر مبعوث ہوگا جس پر وہ دنیا سے انتقال کرگیا ہی چونکہ یہ علوم الٰہیہ اُخرویہ عقل بشری سے بالاتر ہین وارسال رسل سے حق تعالیٰ عزوجل نے اعلام فرمایا لہذا کافرون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ جَهَنَّمَ

تو نے نہ دیکھا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت کو کفر سے اور جھونکا اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین

يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

جہان وہ جا دینگے اور برا ٹھکانا ہی اور بنائے انھون نے اللہ کے شریک تاکہ بہکا دین اسکی راہ سے تو کہہ کہ کچھ نفع اُٹھالو انجام کو

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

تمہین جہنم جانا ہی کہدے میرے بندون سے جو ایمان لائے قائم رکھین ہمارے نماز کو اور خرچ کرو اسمین سے جو ہم نے تمکو روزی دیا چھپے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن کہ نہ بیع ہو اسمین اور نہ دوستی

اَلَمْ تَرَ یعنے الم تعلم کیا تو نے نہین دیکھا یعنی کیا تو نے نہ جانا جیسے قولہ الم تر کیف فعل ربک اور الم تر الی الذین خرجوا یعنے یہ دیکھنا دل کا ہی جو جاننا ہوتا ہی اور بوار یعنے ہلاک از بار یبور بورا جیسے قولہ تعالیٰ قوما بورا یعنے ہالکین کذا قال البخاری رحمہ اللہ اور احلوا ماخوذ از حلول پس احلال وارد کرنا اور جہنم دار البوار کی تفسیر ہو اور یصلونہا از صلے یصلے اور سابق مین توضیح ہوچکی مصیر محل صیر ورت یعنی مرجع وموئل جہان انجام مین جانا ہو لیضلوا مین متواتر دو قراءتین ہین ایک بضم الیاء اور یہی ہمارے یہان معروف ہی پس اضلال لوگون کو کیا یا یہ کہ اپنی جانون کو گمراہی مین ڈالا اور دوسری بفتح الیاء تو ضلال خود انکی جانون کا ہی اور لام عاقبت کا ہی یعنے انجام اسکا یہ ہوا۔ واضح ہو کہ یہ آیت کریمہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ہر ایک شخص کو جو لائق خطاب کے ہو اور نفع امر کا تعجب دلانا اور استفہام اقراری ہی پس معنے قولہ تعالیٰ الم تر کیا تو نے جانا یعنے تعجب سے دیکھ اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگون کو جنھون نے بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ بدل ڈالا اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی رسول کے ساتھ قرآن پاک کی ہدایت کو کُفْرًا کفر سے پس نعمت کا کفران کیا اور بنانا لازم تھا کہ اسکے ساتھ لپٹنا اور شکر کرتے کہ قرآن سے انکار کیا اور رسول کے ساتھ لڑے تاکہ قتل کرین۔ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم کفار اہل مکہ یہ لوگ مکہ والون مین سے کافر لوگ ہین ایسا ہی نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا اور عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ لوگ جبلہ بن ایہم غسانی واسکے اتباع عرب ہین کہ بھاگ کر روم مین چلے گئے اور نصرانی ہوگئے بعض نے اسپر اعتراض کیا کہ جبلہ مردود اور اسکی قوم تو خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین مسلمان ہوکر مرتد ہوکر روم مین بھاگ گئے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ قرآن پاک نازل ہونے کے وقت اسکا کفر کافی ہی کہ علم الٰہی مین وہ بھی ایسے لوگون مین تھا البتہ اس سے زیادہ لائق توجہ کفار قریش مین اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشہور صحیح روایت وہی قول اول ہی جو بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا اگرچہ آیت کے معنے

عام ہین اور سب کفار کو شامل ہین جنھون نے قرآن و رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور نعمت کے بدلے عذاب و کفر اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ معنے
قرآن درحقیقت تمام وقت و زمانہ کے واسطے عام ہین الا بعض مستثنیات خاص ولیکن جو وقت نزول ہو اُسوقت مصداق موجود تھا تو اسکو بیان
کردیا جاتا ہو اور اکثر آیات ایسی بھی ہین کہ وقت نزول کے تاویل موجود نہ تھی اور آیندہ اسکی تاویل ظاہر ہوئی یا ہوگی اور علماے ربانی ہر زمانہ مین
قرآن پاک کے معانی عجیب اعجاز کے ساتھ اس زمانہ کے واقعات پر منطبق پاتے ہین حالانکہ وقت نزول کے اسکا وجود نہ تھا بلکہ شاید گمان بھی عموماً نہوگا پس
معلوم ہوا کہ بحسب المعنی تو جبلہ بن ایہم وغیرہ جملہ کفار اسمین شامل ہین اور باعتبار موقع نزول کے اول اس مذمت کے لائق کفار مکہ ہین امام ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالے نے کہا کہ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مانند حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو۔ یہی قول جمہور مفسرین علماے سلف کا
ہو۔ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالے نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جنھون نے نعمت کو کفر سے بدلکر اپنی قوم کو دار البوار مین اتارا
وہ کفار قریش بروز بدر ہین اور دوسری روایت مین فرمایا کہ قریش کے منافق ہین مراد منافق سے یہان مجادل یعنی قتال کرنے والے ہین خواہ بروز بدر
لڑے یا بروز اُحد لڑے ہون اور تیسری روایت مین ہو کہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کوئی نہین ہو جو مجھ سے قرآن کا علم دریافت کرے؟ اور مین تو
قسم ہو اللہ تعالی کی کہ اگر کسی کو جان جاؤن کہ وہ مجھ سے زیادہ اسکو جانتا ہو اور وہ دریائی سمندرون کے پار والے ملک مین ہو تو مین اسکے پاس حاضر ہون پس
عبد اللہ بن الکوا نے کھڑے ہوکر قولہ تعالی الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیہ کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مشرکین قریش ہین کہ انکے پاس اللہ تعالی کی
نعمت ایمان آیا تھا اسکو انھون نے کفر سے بدل لیا اور اپنی قوم کو ہلاک و بربادی کے گھر یعنی جہنم مین ڈالا۔ سدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مسلم مستوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیہ قریش سے سب سے بڑھکر نافرمان دو گروہ بنو المغیرہ و بنو امیہ ہین پس بنو مغیرہ نے تو بدر کے
روز اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین اتارا اور بنو امیہ نے اُحد کے روز داخل کیا اور بدر کے روز ابوجہل تھا اور اُحد کے روز ابوسفیان تھا اور ابن ابی حاتم نے
بسند جید عن ابی اسحق عن عمرو بن مرہ روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قولہ احلوا قومہم دار البوار الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ قریش کے دو زیادہ
فاجر گروہ ہین بنو مغیرہ و بنو امیہ پس بنو مغیرہ تو بدر کے روز ہلاک کیے گئے اور رہے بنو امیہ تو انکو ایک ہی وقت تک زندگانی دی گئی ہو وقد روی من
غیر وجہ عنہ رضی اللہ عنہ اور ایک روایت مین ہو کہ یہ قریش کے فاجر ہین کہ مین بدر کے روز انکے ہلاک کرنے کو کافی ہوگیا اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے
سفیان الثوری کی اسناد سے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ذکر کی کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک بنو مغیرہ اور دوم بنو امیہ پس بنو مغیرہ کو تو مین نے بدر
کے روز کافی ہوا اور رہے بنو امیہ وہ چند روز زندگانی دیے گئے۔ قال المترجم وفی اسنادہ علی بن زید یعنے ابن جدعان وہو ضعیف فقال الامام وکذا رواہ
حمزۃ الزیات عن عمرو بن مرۃ قال قال ابن عباس لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین ہذہ الآیۃ الم تر الی آخرہ۔ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمایئے تو فرمایا کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک میرے ماموں اور دوسرے تیرے چچا پس میرے ماموں کو اللہ تعالے نے
بدر کے روز جڑ سے کاٹ دیا اور رہے تیرے چچا انکو اللہ تعالے نے انکی زندگی تک مہلت دی ہو۔ ف اس روایت کے فوائد مین سے ایک یہ ہو کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونون سے بالکل موافق روایت ہو اور دوم یہ کہ دونون نے فرمایا کہ بدر کے روز ہم انکے ہلاک کرنے کو کافی ہوئے حالانکہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا قتال مشہور و معروف ہو اور سوم مترجم کہتا ہو کہ حدیث صحیح یاد کر کہ اشد غضب اللہ علی من قتل نبیا او قتلہ نبی یعنی اللہ تعالے کا سخت غضب
اسپر ہوتا ہو جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا نبی نے اسکو قتل کیا ہو اور تو جانتا ہو کہ ابی بن خلف فاجر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حربہ سے خفیف
جرح دیا تھا کہ اسی کی اذیت سے [illegible] روایت ہوا اور یہ دونون امر اول کا قتل اور ثانی کا [illegible] معروف نہین مگر ثابت پس یہان [illegible] ہین کہ غور [illegible] سمجھنا چاہیے۔
[illegible] الذین بدلوا نعمۃ اللہ [illegible] احلوا قومہم دار البوار سے مراد قریش کے دو فاجر گروہ ہین اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا

کہ مجاہد وسعید وابن جبیر وقتادہ وضحاک وابن زید وغیرہم نے کہا کہ یہ لوگ کفار قریش ہیں جو بدر کے روز قتل ہوئے اور ایسا ہی امام مالک نے بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی اور یہ اسناد جید ہے پھر واضح ہو کہ نزول آیت کے وقت اسکے مصداق یہ دونوں گروہ قریش کے تھے اور معنے آیت میں تمام کفار قیامت تک کے شامل ہیں جنہوں نے قرآن مجید سے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ اور ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جَهَنَّمَ جہنم میں یعنی یہ لوگ بسبب انکی ریاست کے انکے ساتھ ہوئے اور جہنم میں گئے۔ واضح ہو کہ بنو مغیرہ و بنو امیہ کے سرداروں نے اپنی ایسی قوم کو ہلاکت میں ڈالا جو اُن کے رشتہ دار نسبی تھے اور پیروی بھی کرتے تھے اور قیامت تک جو کفار اپنی قوم کو ہلاک کرینگے ضرور نہیں کہ ان کی نسبی قوم ہو بلکہ پیروی کرنے والی قوم میں جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ۔ فعلیک اثم الاریسیین تجھپر اریسین کا بھی گناہ ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ کلام بصیغہ ماضی ہے جو گذشتہ پر دلالت کرتا ہے تو تم قیامت تک والوں کو کیونکر شامل کرتے ہو تو جواب یہ ہے کہ علم الٰہی عزوجل محیط ہے وہاں مستقبل و ماضی سب برابر ہیں اور ممکن ہے کہ باعتبار قطعی وقوع کے بصیغہ ماضی تعبیر ہو حالانکہ جہنم میں داخل کرنا بطریق مجاز اور فی الحال عذاب برزخ میں ہیں مگر انکو جہنم میں داخل قرار دیا بطور مجاز کے بدلیل قولہ تعالے۔ يَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہونگے یعنی ایسے کافروں و منکروں کا جہنم میں داخل ہونا قطعی حکم ہے۔ وَبِئْسَ الْقَرَارُ اور بہت برا ٹھکانا ہے جہنم۔ تنبیہ۔ آیت کریمہ کے اشارات میں سے ایک یہ کہ رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالے کی طرف سے بڑی نعمت ہے کیونکہ عقل بشری عالم آخرت کی راہ جاننے پر مستقل نہیں ہے حالانکہ کسی کو اس سے چارہ نہیں اور اپنے خالق عزوجل کی طاعت جسطرح کہ اسکی رضا حاصل ہو ہر مخلوق پر فرض محکم ہے پس رسول و وحی نہایت ہی اعلے نعمت ہے اور دوم یہ کہ جاہل لوگ جسکی پیروی کرتے ہیں جہاں وہ جاوے یہ بھی جاوینگے پس جو لوگ کہ راہ حق میں کسی عالم ربانی حقانی کی پیروی کریں انکو بشارت ہے کہ وے بھی جنت میں جاوینگے اور اگر اپنی چال پیچ اور خوشنودی کے موافق ایسے شخص کو عالم بزرگ سردار خیال کر لیا جو حقیقت میں خلاف راہ حق تعالے کے مسائل و اعتقاد بتلاتا ہے تو یہ لوگ معذور نہونگے بلکہ اسکے ساتھ جہنم و عذاب میں گرفتار ہونگے لہذا واجب ہے کہ لوگ جہاں تک کوشش ممکن ہے اسی بات پر منحصر کریں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس حال و اعتقاد پر تھے اسی پر اکتفا کریں مثلاً وہ لوگ اول میں تو قبور کی زیارت سے منع کر دیے گئے تھے پھر انکو اجازت دی کہ زیارت کرو کہ اس سے آخرت و انجام یاد آتا ہے و میت کو دعا سے فائدہ ہوتا ہے پس اس سے زیادہ یہ امر کہ قبر سے مدد مانگنا و چادر چڑھانا اور مانند اسکے جو امور ہیں انمیں عالمانہ بحث کہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے کچھ نہ کریں کیونکہ حضرت سرور عالم سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کے منافع حتےکہ پیخانہ پیشاب کے طریقہ سب تعلیم فرما دیے اپنی امت کا بڑا بھاری خیال رکھتے تھے تو اگر انمیں کچھ نفع مضمر ہوتا تو آپ تعلیم فرما دیتے لہذا تم وسواس چھوڑو اور شرع شریف و سنت پاک پر ثابت قدم رہو اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلو اور انکی جانب تعظیم و تکریم کا خیال رکھو۔ خلاصہ یہ کہ جب اس زمانہ میں نہایت ہی کثرت سے طرح طرح کے اقوال و اختلاف پیدا ہو گئے ہیں تو جاہل آدمی کے لیے نجات کا یہ طریقہ بہت آسان ہے کہ وہ تمام مختلف مسائل میں کسی بڑے بھلے سے بحث نہ کرے بلکہ صاف سیدھا راستہ وہ اختیار کرے جسپر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں تاکہ بے کھٹکے نجات پاوے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے کافروں کا بد انجام جہنم بیان فرما کر انکے خیالی مسائل جن سے گمراہ بنے تھے ظاہر فرمائے بقولہ۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ تعالے کے ہمسر یعنی اللہ تعالے کی ربوبیت میں اپنے بزرگوں کے نام کے بت رکھے اور اعتقاد کیا کہ جس بزرگ کے نام کا یہ نشان ہے اُسکی قربانی کرنے کیلئے یا چڑھاوا چڑھانے سے وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری مراد بر لاوینگے چنانچہ یہ سب انکے اعتقاد جو انکے اگلے لوگوں کے ساتھ تھے سابق بعض آیات میں مصرح بیان فرمائے ہیں اور یہ مت سمجھو کہ وے لوگ لات و منات و عزی و ود و سواع وغیرہ کو اللہ تعالے کا ہمسر کرتے تھے نہیں نہیں بلکہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے بندے مخلوق ہیں مگر ایسے مقرب ہیں کہ ہمارے لیے اللہ تعالے

سے سفارش و دعا کرکے ہماری مراد بر لاوینگے پس جب انکے لیے یہ قدرت سمجھی تو شرک ہوگیا اور جو شان خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو وہ دوسرون مین
اعتقاد کرنے سے شرک ہوگیا لہذا جو کوئی اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی صفات پاک مین سے کوئی صفت کسی دوسرے مین سمجھے وہ مشرک ہوا اور اُس نے
ہمسر بنایا جیسے یہان کافران قریش کی نسبت فرمایا کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک و ہمسر بنائے تھے۔ لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اس
انجام کے لیے کہ بہکلین اُس کی راہ سے یعنی ایسے اعتقاد کا اُنکے حق مین نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ ہوئے۔ اور بنابر قراءۃ لیضلوا بضم الیاء
یہ معنے کہ گمراہ کرین لوگون کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے یعنی جاہلون کو پیروی کرنے والون کو یہ مسئلہ بتلایا کہ یہ بزرگ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہین ان سے
تقرب ڈھونڈھو تو تمھاری نجات ہوگی اور جو کوئی اُنسے پھرا وہ بزرگون کا منکر اور اُسکا کہین ٹھکانا نہین ہے حتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
دشمنی اور قتال کرنے مین سرگرم ہوئے اور بدر کے روز ہلاک ہوئے اور اپنی قوم بدبخت کو بھی جہنم مین ڈالا اور قرآن پاک جو اللہ تعالیٰ کی توحید سکھلاتا ہے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو شرک کو مٹاتے تھے کفر کیا اور ہر چند آپ نے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو کچھ نہ مانا اور بہتیرے اُن مین سے ہلاکت سے
بچے اور کچھ مدت تک زندہ رہے پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تہدید فرماوے۔ قُلْ۔ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔
تَمَتَّعُوْا چند روز تک دنیا مین تمتع اُٹھاؤ۔ اسکو بصیغہ امر بیان فرمایا گویا اسی طور سے حکم آلہی سبحانہ تعالیٰ مقدر ہوا ہے کہ نعمت آلہی سے کفر کرین و جو کچھ
جی چاہے وہ اعتقاد کرین و اپنی خواہشون کو پورا کرین۔ فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ پس آخر تمھارا مرجع دوزخ ہے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ دوزخ
گھری ہوئی ہے خواہش کی مرغوب چیزون سے پس جو کوئی نفس کی پیروی کر جاوے وہ پار ہوکر جہنم مین جاویگا پس جبکہ انجام مرجع و انجام جہنم تھا تو لامحالہ ایسکے
سامان و اسباب ضرور ہونگے پس بیان فرمادیا کہ اپنی رائے و فاسد عقیدے سے شرک کرو اور خواہشون پر زندگی بسر کرو۔ اسمین نہایت خوفناک تہدید ہے اور
یہین سے اکابر اولیاء نے کہا ہے کہ نفس کی خواہشون سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شہوات و خواہشیں جہنم کے گرد ہین جو کوئی انکو طے کر جاوے وہ لامحالہ جہنم مین گریگا پھر
حق تعالیٰ عز و جل نے ان بندون کو نصیحت فرمائی جو اپنے نفس کی خواہشون کو چھوڑ کر نصیحت قبول کرتے ہین اور اپنی رائے چھوڑ کر فرمان آلہی و حکم حضرت رسالتپناہی
صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ لِّعِبَادِيَ تو کہدے میرے بندون سے۔ اگر کہا جاوے کہ سب ہی اللہ تعالیٰ کے
بندے ہین تو جواب یہ ہے کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ سب ہی اسکی مخلوق ہین تو کچھ شک نہین ہے کہ سوائے اسکے کوئی خالق ہو نہین سکتا اور سب ہی اسکی
مخلوقات ہین ولیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کاملہ سے مخلوقات مین تفصیل کردی اسطرح پر کہ جو کوئی اپنی خواہش کی پیروی کرے اُس نے اُسکو اپنا
معبود بنایا کما قال تعالیٰ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ بھلا تو نے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ حدیث مین ہے تعس عبد الدینار و عبد الدرہم
ہلاک ہوا اشرفی کا بندہ اور روپیہ کا بندہ۔ اور اسی طرح کفار فاجر کو شیطان کے ساتھ مردود کر دیا اور کمال تکریم سے مومنون کو اپنا بندہ قرار دیا بقولہ ان عبادی
لیس لک علیہم سلطان یعنی جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہو گا۔ اور اسی معنی مین اس مقام پر فرمایا کہ تو میرے بندون سے فرمادے اور انکی صفت
بیان فرمائی۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہین پس اس کرامت سے سرفرازی فقط ان بندون کو ہے جو یقین جانتے اور خالص اعتقاد
رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لاشریک ہے جو پاک صفات اسکی ہین انمین کسی کی کچھ بھی شرکت نہین ہے اگر کہا جاوے کہ یہ مقام بہت مشکل ہے کہ جاہل
وہی مان لیگا جسکو ایسے شخص نے بتلایا جسکو وہ عالم جانتا ہے تو مترجم کہتا ہے کہ پہلے معلوم کرو کہ بالاجماع تقلید اعتقاد و ایمان مین جائز نہین ہے بلکہ
ایمان تو تبھی ہوگا کہ خود اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر ایمان لاوے پس جب وہ مثلاً جان گیا کہ خالق فقط اللہ تعالیٰ ہے اور جب وہی چاہتا ہے
تو ایک مالدار کے ہاتھ مین یہ فعل پیدا کرتا ہے کہ فقیر کو کچھ دیوے یعنی افعال کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اب اگر کسی شخص کی نسبت اس کو عالم ہونے کا
گمان ہے اُس نے بتلایا کہ شیخ سدو کا بکرا کرنا اور بیٹا ہونے کی منت ماننا جائز ہے تو اُسکو صریح معلوم ہوگا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے جو پہلے اعتقاد کر

بالکل مخالف ہو گیا تو یہ شرک ہے لہٰذا ممکن نہیں ہے کہ شرک سے واضح وہ نہ بچا لے پس قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ
نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنے رب بنا لیے ہیں۔ اس سے وہ محفوظ رہیگا کیونکہ یہ اسکا اعتقاد نہ رہا کہ جو کوئی عالم جو کچھ کہے وہی میرا اعتقاد و
عمل ہے پس کافروں سے انہیں صاف فرق ہو گیا جنکی یہ حالت تھی کہ جعلوا للہ اندادا کیونکہ اسنے شرک نہ کیا پس مومن ہوا اور یہ کرامت پائی کہ تو میرے
بندوں سے جو مومن ہیں فرما دے کہ یُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ٹھیک ٹھیک ادا کریں نماز کو بیشک نماز ایک بڑا رکن عبودیت ہے اور شیخ معین الدین چشتی
قدس سرہ نے بعض اکابر سے نقل فرمایا کہ وہ بہت نحیف و زار ہو رہے تھے اور نہایت خوف سے تیس برس سے روتے تھے حضرت شیخ نے پوچھا تو بیان فرمایا
کہ میں اسی خوف سے روتا ہوں کہ کسی وقت کی نماز مجھ سے ٹھیک ادا ہوئی کہ نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ جس نے نماز کو کھویا وہ دوسری
عبادات کو اور زیادہ ضائع کریگا۔ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عبادت کے ترک کرنے کو کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے پس جو کوئی
اسکو عمداً ترک کرے اسپر خوف کفر کا ہے اور ٹھیک قائم کرنا یہ ہے کہ اسکے ارکان سب اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ادا کرے۔ اور روایت صحیح ہے کہ
سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی اور نماز ستون دین ہے اور فرق اسلام و کفر کے درمیان نماز ہے اور اکابر اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح کی کہ تقرب الٰہی اسی
نماز میں ہے اور فضائل اسکے بیشمار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تحیات نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو جو خرچ طیبات مالی ہے مقرون فرمایا چنانچہ یہاں فرمایا۔ وَيُنْفِقُوْا
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ۔ اور خرچ کریں اس چیز سے جو ہم نے انکو روزی کیا۔ ظاہر آیت عام ہے تمام صدقات کو خواہ واجب ہوں جیسے زکوٰۃ یا نفل ہوں۔ اور یہی
قول اولیٰ ہے اور بعض نے کہا کہ مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ مروی ہے کہ زکوٰۃ نے اپنے پہلے صدقات کو منسوخ کر دیا لیکن یہ حجت موجہ نہیں ہے اس سے
یہ معلوم ہوا کہ دیگر صدقات جو زکوٰۃ سے پہلے واجب تھے مثلاً حکم تھا کہ روزانہ خرچ سے زائد صدقہ کر دیں تو انکا وجوب نہیں رہا مگر بطور نفل
انہیں خرچ کرنے سے ثواب جمیل باقی ہے اور یہاں کلام وجوب میں نہیں ہے بلکہ خرچ میں ہے۔ ان یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قولہ ینفقوا الخ صیغہ خبر بمعنے امر ہے
اور امر وجوب کے لیے ہے پس صرف زکوٰۃ مفروضہ پر ہوگا اور اگر عموم لیا جاوے تو بطریق عموم مجاز یعنی لینا چاہیے کہ خرچ کرو مال کو ہر ذوق میں سے
ہر ایک کو اسکے طریقہ پر یعنی زکوٰۃ وہ بطور وجوب کے اور زائد نفل صدقات وہ بطریق نفل کے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ پوشیدہ و ظاہر پس بعض نے کہا کہ
پوشیدہ صدقہ نفل ہے اور علانیہ صدقہ فرض ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ہر ایک پوشیدہ و ظاہر ہوتا ہے و لیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ علانیہ بہتر ہے تاکہ
لوگوں کو نصیحت ہو اور واضح ہو کہ خفیہ دینے کا جواز صرف زکوٰۃ نقدین ہے اور عشر کو سلطان کو ادا کرنا چاہیے ولیکن اصح یہ ہے کہ زکوٰۃ السوائم بھی خفیہ دینے
سے ادا ہو جائیگی اور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو شخص اپنی ذات پر ریاء کا خوف کرے وہ پوشیدہ ادا کرے اور جو کوئی یقین پر مضبوط اور مستقیم ہو اسکو
علانیہ دینا بہتر ہے کہ ایک صدقہ کا اور دوسرے لوگوں کی ہدایت کا دو ثواب حاصل ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ خفیہ میں بھی دوسرا ثواب یہ ہے کہ
فقیر علانیہ زیر دست نہیں ہوا اور حدیث صحیح میں ایسے صدقہ دینے کی کہ بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ کی خبر نہ ہو بہت فضیلت وارد ہے لہٰذا محققین نے کہا کہ
ہر ایک اندیشہ ریا وغیرہ کا لحاظ کر کے نیت کو خالص کرنے کے بعد خفیہ و علانیہ برابر ہیں اور یہ امر محقق ہے کہ اخلاص کے ساتھ خفیہ یا علانیہ خرچ کرو۔ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ۔ پہلے اس سے کہ وہ دن آوے۔ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔ اسمیں نہ بیع ہے اور نہ خلت ہے۔ علماء نے کہا کہ مراد اس سے
روز قیامت ہے کہ وہاں بیع نہ ہوگی۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنی فدیہ نہ ہوگا اور اسکو بیع اس وجہ سے کہا کہ آدمی کا نفس ہو کر گرفتار
عذاب تھا اسکو فدیہ دیکر عذاب سے رہا کرے پس دنیا میں یہ نافع ہوگا جبکہ ایمان ہو اور آخرت میں کچھ فدیہ قبول نہ ہوگا حالانکہ وہاں فدیہ بھی
اسکے پاس نہ ہوگا اور خلال مصدر بمعنے مخالت ہے یعنی باہم دلی دوستی۔ واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ تمام اہل اللغۃ کا قول ہے ابو علی
فارسی رحمہ نے کہا کہ خلال جمع خلت مانند قلال و قلہ و برام و برمہ اصل آنکہ قیامت کے روز نہ بیع کا وجود ہوگا کہ گنہگار قصور وار کچھ فدیہ دیکر اپنے

[illegible]

نفس کو عذاب سے رہا کرے اور نہ وہاں جسمانی خواہشون سے جو دلی دوستی باہم ہوتی ہو اسکا وجود ہوگا کہ ایک دوست سے دوسرے دوست کو امید ہو۔ وقال تعالےٰ لاخلۃ ولاشفاعۃ مترجم کہتا ہو کہ کلام کی بلاغت سے المعتبر و کہ مقصود یہ ہو کہ ایمان والے نماز قائم کرین اور صدقا خالص نیت سے ادا کرین قبل اسکے کہ ان اعمال کا وقت باقی نہ رہے اور وہ وقت ابھی موجود ہو یہانتک کہ وہ دن آجاوے کہ جسمین بیع و خلال کچھ نہین ہو لیکن غور کرو تو ظاہر ہوتا ہو کہ وہ وقت تو آدمی کے مرتے ہی جاتا رہتا ہو قیامت کا انتظار ضرور نہین ہو لہذا حدیث صحیح مین ہو کہ جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی پس اسمین اشارت ہو کہ قبل قیامت کے آدمی کو اسکے لوگون کی ملاقات و دعا سے بھی انتفاع پہونچتا رہتا ہو اور آخری حد قیامت ہو اور نصیحت ہوگئی کہ اسلام سے گناہ سابق سب معاف ہو جاتے ہین اور دوزخ مین ہمیشہ مردود نہ رہیگا لیکن اعمال کے قصور پر مواخذہ ہوگا اور سبب اسلام کے ساتھ مواخذہ موجود ہو تو کافر کے بہشت مین آوین کہ جہان بیع و خلت کچھ نہین ہو وہان انکا ٹھکانا سوائے جہنم کے کہین نہوگا اب معلوم ہوگیا کہ قولہ لم کی صفت مین قولہ لابیع فیہ ولاخلال اصل مین بعض عارفانہ مدارک کی تعلیم اور عموماً کفار کو نصیحت ہو کہ وہان فدیہ نہین اور خلت نداردہی پھر قولہ من قبل الخ کا تعلق بعض نے کہا کہ انفاق ال کے ساتھ ہو بقرینہ بیع کے یعنے ال اس زندگی ہین خرچ کرو اور نفس کو عذاب سے بچاؤ کہ قیامت مین نہ مال نہ بیع نہ فدیہ۔ اور بعض نے کہا کہ اقامت نماز وانفاق دونون کے ساتھ اولے ہو اور مقصود یہ ہو کہ بیع کے شغل اور دوستی کے رسوم مین اوقات و عہود ضائع مت کرو بلکہ نماز وطاعات کو مقدم رکھو اور بیع وغیرہ فانیات ہین کہ وہان انکا وجود نہین ہو اگر کہا جاوے کہ مومنون مین وہان باہم دوستی ہونا بہت کثرت سے نصوص صریحہ نے ثابت فرمایا ہو اور یہان وہم ہوتا ہو کہ نہو گی تو جواب یہ ہو کہ صاف تعریض کر دی گئی کہ یہ بیع و خلت بہ اقتضا سے قوائے جسمانی ہو اور اصل اسکی شہوت نفس ہو اور جو شخص دنیا مین تیرہ کار فاسق رہا و دائمی حال پر موت کے بعد رہیگا گویا تھہرگیا کہ اپنا تغیر نہین ہو اسی وجہ سے سوال منکر و نکیر کی حالت مین اگرچہ اسکو بے ایمانی ظاہر ہو جاوے کچھ تبدیل نہین کر سکتا ہو اور چونکہ اصل اسکی ایک فانی چیز کے ساتھ ہو تو مرتے ہی فنا ہوگئی جیسے عشق و شہوت کا حال ہو کہ بڈھا ہین یا ایک معشوق کے بدصورت ہو جانے سے زائل ہو جاتا ہو تو اس دوستی کا کچھ بھی اثر وہان نہوگا بخلاف مومنین کے کہ وہان محل قامت الحب فی اللہ و اللہ تعالیٰ اور نورانی قلوب سلیم باقی ہین تو انکی خلت ابھی باقی ہو مگر یہ ایسے لوگ ہین کہ انہون نے فدیہ کی بیع کی اعمال ایمان کی بلکہ موافق حکم کے کمال محبت سے نماز قائم کی اور انفاق کیا اور پھر بھی شرمندہ رہے کہ کچھ نہین کیا بلکہ جو کچھ ہوا وہ رب ذوالجلال کے فضل و رحمت سے ہوا آیا واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ الاخلاء یومئذٍ بعضہم لبعض عدو الا المتقین یعنی باہم گاڑھے دوست اس روز ایک دوسرے کے ساتھ دشمن ہونگے سوا متقین کے کیونکہ خلت لقوےٰ امر باقی کے ساتھ دائمی ہو اور خلت کفار و فساق ایک امر فانی سے متعلق فانی ہے اور اسی سے سمجھ کو ثابت ہوگا کہ آخری کلام کا مفاد اہل ایمان کے لئے نصیحت و ارشاد با دنور ہو اور کافرون کے لئے تہدید و تنبیہ کا ظہور ہو۔ عرائس قولہ تعالےٰ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ الآیۃ اسمین اشارت ہو کہ نعمت الٰہیہ عقل و علم واستعداد ان سب کو بھی انھون نے تبدیل کیا چنانچہ عقل کے بجائے غباوت اور بجائے علم کے جہل اور بجائے استعداد حصول نور ایمان کے تاریکی اندھا دھند شرک و کفر کو رکھا اور جانورون مین محل عقل و علم خلقی نہونے سے یہ لوگ اپنے نفس و شیطان کی پیروی مین جانورون سے بلکہ خوک و سگ سے بھی بدتر حالت مین ہوگئے حتی کہ جانداروں کے درجہ سے ساقط ہو کر پتھرون و لکڑون و درختون کو بنا کے شکلیں چونکہ انہین فاسد استعداد شرک و کفر سے موت سے زیادہ بدتر حالت بھی تو پتھرون وغیرہ مین ملی اذانی سے بمقدار بالاتر ٹھہرا کر انکے سامنے سجدہ کرنے اور بندگی کرنے مین انکو کچھ بھی تکلف نہوا شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاہل وہ ہو جو نعمت الٰہی سے گناہ کا کام لیا پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کو تنبیہ فرمایا کہ تم مین تمام مخلوقات سے زیادہ استعداد ظہور قدرت ہو جس سے پیدائی معرفت تمہارا حصہ تھا غور کرو اور ڈھونڈھو فقال اللہ تعالیٰ عزوجل

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اُگایا اس سے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھلون مین سے تمھارے رزق کے لیے اور تابعدار کر دیا تمھارے لیے کشتی کو کہ دوڑا کرے سمندر مین اسکے حکم سے اور تابعدار کر دیا

الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝

تمھارے لیے دریاؤن کو اور مطیع کر دیا تمھارے لیے سورج کو اور چاند کو ایک عادت پر چلتے ہین اور مسخر کر دیا تمھارے لیے رات اور دن کو

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ

اور دیا تم کو ہر ایک اس چیز سے جو تم نے مانگی اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالےٰ کی نعمتین تو انکو گھیر نہ سکوگے بیشک آدمی تو بڑا

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

ظالم ناشکرا ہے

ع ۱۵

اللہ تعالےٰ بندون پر اپنی نعمتین اظہار فرماتا ہے اور چونکہ بحکم حدیث صحیح کے آدمی اسکی طرف جھکتا ہے جو اسکے ساتھ احسان کرے تو اس راہ سے انکو اپنی جانب بلاتا ہے اگرچہ اولیاء اللہ کہتے ہین کہ معرفت کے بعد آدمی بہت شرمندہ ہوجاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی نعمتون کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے محبت کی پھر اسکو پایا حالانکہ یہ حیا و شرم کی بات ہے بلکہ اللہ تعالےٰ حق عز و جل کے واسطے ہر ایک چیز سے التفات کرنا چاہیے تھا اسی واسطے حدیث مین ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ ہی کے لیے دوسرے سے محبت کی اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے دوسرے سے عداوت کی اور اسی کے لیے دیا اور اسی کے واسطے نہ دیا تو اُس نے اپنا ایمان پورا کر لیا پس نعمت جتلا کر نعمت دینے والے کی طرف بلایا ایسے جاہلون کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا گیا جو انھین محسوسات و فانی چیزون پر گرتے ہین اور جب ان چیزون سے بہت محبت کرتے ہین تو جب سمجھ جاوین کہ انکا دینے والا کون ہے تو ضرور اس سے محبت کرنے لگینگے اور جب اس کی طرف دل لگا وینگے تو آخر اسکو پہچان جاوینگے اور اسوقت انکو معلوم ہوگا کہ ہم کس جہالت مین پڑے تھے لہٰذا فرمایا۔ اَللّٰهُ وہ پاک ہے کہ تم سب اسکی مخلوق ہو وہی ہم سب کا خالق مالک ہے تم سب فانی ہو وہی باقی دائمی ہے جس نے اس کی رضا کے ساتھ زندگی پائی وہ بھی ہمیشہ باقی ہے اور ابتدا یا انتہا یا زندگی یا موت یا راحت یا عذاب جو کچھ بات تم خیال کرو سب اسی کی پیدا کی ہوئی چیزین ہین اسکی ذات کوئی خیالی بات کوئی نقص عیب ہے سب سے وہ پاک ہے ابتدا انتہا کوئی اس کی ذات سے متعلق نہین کیونکہ عقل انسانی مخلوق ہے اور جو کچھ اسمین خیال پیدا ہو وہ ادنےٰ مخلوق پس حضرت خالق عز و جل کی شان مین ابتدا یا انتہا یا جو اوہام تمھاری عقل و قیاس مین پیدا ہون وہ یقینی مخلوقات ہین جن سے خالق عز و جل پاک ہے پس لازم و فرض ہے کہ تم اسکی معرفت اسی کی وحی فرمانے سے پاؤ اور خالق عز و جل سے منکر ہونا گناہ عظیم ہے جسکی سزا بہت سخت ہے پس اس نے دوسرا افضل عظیم فرمایا کہ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر وحی نازل فرمائی اور اپنی معرفت بتلائی کہ اللہ اَلَّذِيْ اللہ وہ پاک ہے جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیا آسمانون و زمین کو۔ آسمان تمھارے دیار کی چھت بنائی اور چھت سے ارزاق و آثار قدرت عجیبہ ظاہر فرمائے۔ اور زمین تمھارے لیے فرش کر دی اور اس مین سے طرح طرح کے عجائب تمھارے لیے پیدا کیے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اُتارا آسمان سے پانی۔ واضح کہ عجائب قدرت مین سے ایک یہ ہے کہ اسی سقف محفوظ آسمان سے پانی اُتارا۔ یہان دو مقام ہین اول یہ کہ جو لوگ علم طبعیات سے بحث کرتے ہین وے پانی کی پیدائش اسطرح بیان کرتے ہین کہ جسم تر سے اجزاء ہمیشہ اڑا کرتے اور جاڑون مین بسبب سردی کے دھوئین کی طرح محسوس ہوتے ہین اور اوپر چڑھکر جمع ہوکر بسبب زیادہ سردی کے اولا یا پالا جیسا ہو جاتے ہین اور بعضے مقامات پر بادل زمین کے قریب اڑکر مکانون مین کپڑے وغیرہ بھگو دیتے ہین پس ان لوگون کو سمجھانا چاہیے کہ کلام حق مین جو وارد ہے کہ آسمان سے پانی اُتارا اسکے کیا معنے ہین واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا لقولہ عز و جل

الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یولف بینہ ثم یجعلہ رکاما فترے الودق یخرج من خلالہ وینزل من السماء من جبال فیھا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن من یشاء
یکاد سنا برقہ یذہب بالابصار یقلب اللہ اللیل والنہار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار یعنے اللہ تعالے سحاب کو اٹھا کر اس مین میل کرکے تہ بہ تہ کر دیتا ہی
اسکے درمیان مین سے ودق نکلتی ہی الے آخرہ پس بعض مفسرین متکلمین نے کہا کہ ممکن ہی کہ سحاب کا ظہور ان ابخرات سے ہو جو اجسام تر سے پیدا ہوتے ہین
اور اس کی بحث پوری بیان کر دی اور مترجم کہتا ہی کہ کلام الٰہی عز وجل کی تفسیر مین رعایت خیالات عوام کے جسطرح لائق ہی اسی طرح یہان آہستہ
تقریر سے عالم خلق وامر یعنے عجائب صنعت الٰہیہ سے یہی بحث چاہیے ہی کیونکہ عوام کی نظر عالم اسباب پر زیادہ ہوتی ہی پس مین کہتا ہون کہ آیت کریمہ
کامل معجزہ صادق نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کیونکہ جن لوگون نے اپنی تمام عمر کو اسباب مین غور وفکر کرنے اور تمام حواس وعقلی قوت کو
انہین صرف کرنے مین ضائع کیا انکو اسپر بڑا فخر تھا کہ تمام روے زمین کے لوگ جاہل اور ہم طبعیات کے عالم حکیم ہین اور تمام دنیا سے زیادہ عرب کو جاہل
جانتے تھے جنہین لکھنا پڑھنا گویا اچنبہ چیز تھی پھر دیکھو کہ کسطرح پوری تحقیقات کو آیت یا آدھی آیت مین ختم فرما دیا کہ بڑا حکیم فلسفی متحیر دیکھتا ہی پھر فلسفی یہ
وار دیتا تھا کہ ہوا ہمیشہ عادت کے موافق ایک رخ پر جاتی ہی تو اجتماع ابخرات ضرور نہایت مناسب ٹھیک پر ہونا چاہیے اور سردی گرمی کے تغیر کے سبب
سے ہیٹ ہو جانے مین کبھی تغیر چاہیے حالانکہ اسکا سبب اپنے سبب کے خلاف ہی اور بڑا سخت اعتراض یہ ہی کہ اجتماع ابخرات سے جو پانی برستا ہی اپنی اپنی
خاصیت مین ایک نوع پر ہی پس برسات کے دو موسم لازم تھے ایک بعد جاڑے کے اور ایک بعد گرمی کے بلکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اجتماع ابخرات سے بطور
ایک موسم کے پیدا ہوتا اور محض بلا دلیل ہی کہ ایام برسات سے پہلے جو حالت اجتماع کی موجود ہوتی ہی اس کو ماہ بارش مثلا اساڑھ سے کوئی نسبت
نہین ہی کہ ایک بے شعور چیز جیسکو فلسفی کہتا ہی اس موسم مین اس شعور پر ہو جاوے کہ وہ ماہ بارش ہی یا کسی حال مین قحط پر ہو جاوے کہ ایک قطرہ
نہین برستا اور نیز کوئی وجہ نہین ہی کہ یہی ابخرات کا پانی خلاف موسم بلکہ موسم سے دو ہفتہ پہلے کچھ بھی زمین نہین ہوتا بخلاف موسم کے کہ ایک قوائے نامیہ
نباتات جوش کے ساتھ اگلتے ہین اور وہ پانی انکے لیے حیات ہو جاتا ہی غرضکہ دلیل اس مقام پر قطعی ہونی چاہیے اور فلسفی جو دلائل لاتا ہے وہ
گمان ہین اور جو وجوہ پیش کیے گئے انہین مختلف آثار سیارات کا اجتماع اور مختلف اسباب ارضی یا کرہ ارض وآفتاب کے دورہ مین مقابلہ سے ہونی اثر کا
اختلاف وغیرہ سب تخمینہ ہی کوئی دلیل میسر نہین آئی اور اگر آخری سوال اس ترتیب مین واقع ہو کہ یہ کیون ہوتا ہی اور اگر اسوجہ سے ہو تو اسوجہ کا وجود
کیون آخر سلسلہ پر فلسفی کو اقرار سکوت کرنا ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حق عز وجل نے صحیح فرمایا ہی کہ دسیون مین سے بہت زیادہ حصہ وہ ہین جو گمان و
تخمینہ کی پیروی کرتے ہین اب تحقیق حق یہ ہی کہ اللہ تعالے عز وجل نے عالم اسباب مین پیدا کرنا ہر جاندار وبیجان جنے کر افعال کا فقط اپنی قدرت مین رکھا ہی
اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو اسباب مقرر فرمائے ہین انسے تجاوز کیا جاوے بلکہ ہر ایک چاند وسورج اس قدرت کاملہ کی قوت سے برابر اپنی رفتار پر ہین پس
جس نے یہ کہا کہ اسباب درمیانی بذات خود موثر ہین وہ گمراہ نادان ہی اور جس نے یہ زعم کیا کہ اسباب سے کوئی اثر نہین اور نہ انکا علم کچھ مفید ہے
واسطے کسی چیز کے جاننے کے تو یہ بھی سفسطہ ہی حتی کہ پھر ایک طاعت وعبادت وترقی اسلام کے وسائل بدرجہ کامل محمود ہین اور اس سے تقدیر سے
منافات نہین ہی اور نہ کلام اولیاء سے جو کہتے ہین کہ اسباب پر نظر کرنا شرک ہی کیونکہ انکی مراد یہ ہی کہ اسباب کو موثر خیال کرنا شرک ہی اور یہ صحیح ہی کیونکہ اصلی
قدرت اسباب مین نہین ہے ۔ لیکن جب کبھی چاند کے گرد ہالہ دیکھکر گمان کیا جاوے کہ ہوا مین رطوبت ہی اور پانی برسنے کی علامت ہی تو بارہا یہ امر
صحیح ہوگا لیکن ضروری ہی کہ اسکو ظن وقیاس تخمینہ وغیرہ کہا جاوے جب یہ معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ ابخرات دھواں وسردی وزمہریری سب اسباب ہین اور ان اسباب کا
پیدا ہونا پھر انسے سحاب وبجلی اور بارش کا ہونا اور تمام اسباب کا ایک خاص فصل چار ماہ کے لیے دیا ہو کہ رات دن برستا اور اس پانی مین ایک خاص قوت کہ زمین
کے قواے نامیہ کو زندگی ہو اور زمین کے لیے بعد تھوڑے دنون تک تپ لینے کے اس سے جوش جاہ ونمو ہونا یہ سب امور اس قدرت حقیقی کا ظہور ہین اور جیسا

کبھی اسکی مشیت اُسکے خلاف ہوتی ہے کچھ نہیں ہو سکتا اب غور سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قولہ الم تر ان اللہ یزجی سحابا الآیہ میں اسباب کو ذکر فرمایا اور نسبت
پیدا کرنے کی اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمائی اور قولہ انزل من السماء ماء میں بھی اپنی ہی طرف نسبت فرمانا اسی مانند وجوہ سے ہے جو اوپر مذکور ہوئیں
اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو دو فریق ہوئے ایک گروہ بندوں کا کہنے لگا کہ فلاں ستارہ او تحویل سے ہم پر
پانی برسا تو یہ اللہ تعالیٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور دوسرا گروہ بولا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانی پایا تو یہ اللہ تعالیٰ کا مومن اور ستاروں سے
منکر ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہیں اور ان اسباب کا جاننا مذموم نہیں ہے بلکہ بقول امام غزالی علیہ الرحمہ کے مرد عاقل کو انکے جاننے سے
اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اچھا قدم راسخ حاصل ہوتا ہے ولیکن جو کوئی انھیں اسباب تک جا کر ٹھہر گیا وہ نادان خام رہا کہ اصل سے اسکو ہنوز
وقوف نہیں ہے اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ راہ مستقیم اس درمیان میں قدیم عقل کے ساتھ ہے اور دونوں طرف افراط و تفریط ہے۔ اب میں تفسیر
کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ قولہ تعالیٰ انزل من السماء ماء اُتارا اسماء سے مینہ۔ سماء کے اگر معنے سحاب لو تو صحیح ہے اور مراد یہ کہ سحاب سے اس نے مینہ برسایا
کیونکہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اس کی قدرت ہر دم ہر لحظہ ایسی محیط ہے کہ جیسے قوت باصرہ آنکھ کی ہر نظر کے لیے اصل ہے پس اصلی پیدائش ابتدا سے سحاب
تک اسی نے فرمائی پھر سحاب سے تمہارا مقصود پیدا کر دیا اور اگر سماء یعنے آسمان لیا جاوے تو بھی صحیح ہے کہ آسمان سے مینہ اتارا کیونکہ ہم بیان کر چکے کہ
اصلی علت اس کی قدرت ہے جس سے مینہ کا پانی دریاؤں سے جدا بلکہ ہمیں مینہ والی مینہ سے جدا ہوتا ہے اور یہ قوت اسی کی طرف سے پیدا ہوئی ہے
اور اس نے فرمایا ہے کہ یدبر الامر من السماء الی الارض تدبیر فرماتا ہے امر کی آسمان سے طرف زمین کے یعنے چنانچہ معلوم کہ اسکو تکوین کا امر آسمان سے ہے اور اس میں
گفتگو کو مجال ختم ہو جاتی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج دو کیوں نہ ہوئے یا چاند دو کیوں نہیں ہے یا ہر زمین پر ہر طرح کا میوہ کیوں نہ ہوا یا قطعات یکساں کیوں نہ ہوئے
غرضکہ جہاں عالم اسباب کے درجہ بدرجہ ترقی ہو کر رفتہ رفتہ انتہا اسکی ذات و صفات کی طرف آ جاتی ہے وہاں اختتام ہو جاتا ہے ورنہ دنیا میں
کوئی فرد نہیں جو کسی مذہب و اعتقاد پر ان سوالات کا جواب دیوے پس باعتبار اصلی علت تکوین کے جو کہ امر الٰہی ہے جس سے اس میں یہاں قوت خاصہ
آتی ہے وہ آسمان سے بجانب زمین ہے پس آسمان سے اس نے پانی اُتارا۔ فاخرج بہ پس نکالا اُس کا اُس پانی کے ساتھ من الثمرات
پھلوں میں سے۔ اگر من بیانیہ ہے تو معنے یہ کہ طرح طرح کے پھل و اقسام اقسام کے میوے و ترکاریاں پیدا کیں۔ اگر کہا جاوے کہ بحکم وجعلنا من الماء
کل شیء حی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ بنایا ہے اب ساری چیزیں اس سے پیدا ہوئی ہیں تو ثمرات کی خصوصیت کیا ہے تو جواب یہ کہ یہاں آدمیوں
پر احسان مقصود ہے بقولہ تعالیٰ رزقا لکم یعنے تمہارے رزق کے لیے اور اس بیان خصوصیت کا نہیں بلکہ نفع کے معنے میں یعنے تمہاری
منفعت کے لیے ثمرات کے انواع و اقسام پیدا کیے اس سے چند مسائل و فوائد حاصل ہوتے ہیں اول یہ کہ کاشتکاری کے فنون و آلات اور زمین
کے لیے تردد و اسے ضمناً مباح ہیں کیونکہ بغیر انکے پیداوار نہیں ہوتی ہے اور جو چیز کہ بغیر دوسرے کے حاصل نہ ہو وہ بھی ضمن میں ثابت ہو جاتی ہے حتے کہ اگر
اصل واجب ہو تو واجب اور مباح ہو تو مباح ہوتی ہے دوم یہ کہ ثمرات سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے وقد قال الہم کلوا من الطیبات واعملوا صالحا اور کلوا
من طیبات ما رزقناکم اور اعمال صالحہ کے افراد تو بیشمار ہیں ولیکن انواع اسکے چار ہیں ایک جمہوری سلطنت کا عدل و انصاف و کافروں ظالموں کا دفع
کرنا و اسکے اسباب حتی کہ تمام مسلمانوں میں سے ہر فرد پر آئین کوشش کرنا اعمال صالحہ میں سے ہے دوم ہر شہر و محلہ و ہر قوم و جوار کے حقوق اور آئین مشترک کا عدل و
تعلیم و رعایات حقوق و اصلاحات میں اور سوم تدبیر منزل حتے کہ اپنے اہل و عیال و خدام کے ساتھ نیک رہنا جو حضرت نے فرمایا خیارکم خیارکم لاہلہ بہت نیک وہ ہیں جو
اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں اور چہارم تہذیب نفسی کا درجہ سب پر مقدم ہے یعنے اپنی ذات کو علم و عدل سے در فرائض و واجبات حقوق الٰہیہ اور تمام حقوق اہل و
عیال و محلہ و قوم و سلطان و تمام مسلمانوں اور حقوق تمام مخلوقات حتے کہ جو لوگ مسلمان نہوں انکی بہتری کہ عدل و علم سکھیں و علاوہ سکھلاوے جیسے کوئی اپنی اولاد کو

نہین چاہتا کہ جہنم مین جلے اور حتی کہ جانورون سے کہ کوئی ایذا نہ پاوین یہ سب اعمال صالحہ وحقوق ہین اور یہ شکر ہین ثمرات کے اباحت وانتفاع کا۔ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ اور مطیع ارادہ کردیا تمہارے لیے کشتی کو تاکہ روان ہو سمندر مین یعنی جن اسباب سے تمہاری خواہش
جہاز چلنے مین پوری ہوتی وہ اسباب تم کو دیے اور جہاز ایسی شکل سے کردیا کہ جسطرح تم چاہو تمہاری خواہش کے موافق روان ہو اس سے پھلون
واناج وغیرہ کی تجارت اور جہاز چلانا اور اس کی ترکیبین وغیرہ مباح اور موجب ثواب عظیم ہوین کیونکہ بندگان خدا کے آرام وآسایش کے
لیے جو مباح ذریعہ ہو حتی کہ اسی ذیل مین توپ وبندوق وغیرہ واسباب حرب وحفاظت بھی ہین انہین ثواب وصلاح ہے اور علم طب وغیرہ اسی
مین شامل ہے بلکہ بعض صورتون مین عالمون کے لیے سواے فرض وواجب کے یہ کام دیگر عبادات سے افضل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب مہیا قدرت
آلہیہ ہر شخص وہر چیز کے ساتھ ہے تو یہان کشتی جاری ہونا ہماری تسخیر مین کردیا جواب یہ کہ ہماری تسخیر مین اسی طرح کردیا کہ آخری احاطہ کہ جس سے
وجود فعل ہوتا ہے اپنی ہی قدرت مین رکھا لقولہ تعالے۔ بِأَمْرِهِ اپنے حکم سے یعنی جریان کشتی اپنے حکم پر رکھی اور معلوم ہو چکا کہ یہ امر وہی آسمانی ہے
جس سے وجود فعل ہوتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ اور مسخر کردیے تمہارے لیے دریا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس سے مراد یہ کہ ہر طرح کے
فوائد حاصل کرنے کے لیے۔ اقول یہ اسوقت ہے کہ بحر اور انہار باہم ایک دوسرے پر بولے جاتے ہین تو اول خصوصیت کشتی کی پھر عموماً ہر فائدہ کے
لیے تسخیر بیان فرمائی اور ظاہر انہار دریا ہین کہ اسنے جہاز یا کشتی دخانی وغیرہ اور نہرین کاٹنا اور پانی سینچنا وغیرہ فوائد حاصل ہوتے ہین۔ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ اور مسخر کردیا تمہارے لیے سورج اور چاند کو درحالیکہ دونون ایک طریقہ پر برابر چلتے ہین اور سرا دون فوائد
جو دونون سے حاصل ہوتے ہین غور سے معلوم ہوتے جاتے ہین از انجملہ پھلون کا پختہ ہونا دونون کے اثر سے ہے اور موسم کا ظہور فقط سورج سے اور حساب کا تعلق قمر
سے ہے۔ قال المترجم اس زمانہ مین لوگ اعتراض کرتے ہین کہ اس زمانہ مین تحقیق کیا گیا کہ آسمان تو دوربین سے نظر ہی نہین آتا اس کا تو وجود ہی نہین
ہے اور سورج اپنے مقام پر ساکن ہے اور زمین آفتاب کے گرد متحرک ہے پس اسکا اپنے محور پر دورہ تو رات ودن ہے اور اس مین زیادتی وکمی آفتاب کے
محاذات بیضاوی دور کی وجہ سے ہے اور اسکا اپنے بیضاوی محور پر دورہ وہی شمسی مہینہ وخاتمہ سال ہے اور جسقدر لوگ اسوقت انگریزی یا نیچریہ
تعلیم یافتہ ہین سب اسی کے معتقد اور قرآن مجید کو خلاف حق سمجھتے ہین حالانکہ مقصود آیات کا تو اسی قدر تھا کہ عام لوگ جسطرح چاہین یقین کرین
کہ یہ سب نعمتین جس نے دین اور جس نے پیدا کین اسپر ایمان فرض ہے اور اس سے کفر ایک سخت بدتر گناہ ہے اور مقصود یہان تحقیق فلسفی نہ تھی تاہم مین
ان لوگون کی نادانی پر افسوس کرتا ہون اور ثابت کرتا ہون کہ حق وہی ہے جس سے یہ لوگ انکار کرتے ہین چونکہ سوال مین آسمان کا ذکر آگیا اور یہان
اسکے ثابت کرنے کی ضرورت نہین ہے لہذا مین اس طول دلیل کو ترک کرتا ہون صرف اسقدر کہے دیتا ہون کہ تمہاری یہ دلیل کہ دوربین سے نظر نہین آتا
اسوجہ سے نہین ہے اسوقت یقین کے قابل ہو کہ قولے روحانی وقوت باصرہ وغیرہ کل چیزین دوربین سے حتی کہ ہوا بھی نظر آتی ہو لہذا انکو نظر نہ آنے سے کیونکر
(یعنے وجود آسمان)
یقین ہو جاوے کہ نہین ہے اور جیسے ہوا لیکن کہ کوئی چوٹی کا برت نظر نہ آنے سے یہ لازم نہین کہ اسکا وجود ہی نہین ہے اور دوم یہ کہ عکس نیلگون دریا وغیرہ ہر جگہ پانی
مین نظر آتا ہے یہ آسمان نہین تو کس چیز کا عکس ہے ثابت کرو پھر ہم دلیل سے آسمان کا وجود ثابت کرینگے۔ اب رہا جواب یہان اس امر کا دیا جاتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ زمین گرد
آفتاب کے متحرک ہے مین کہتا ہون کہ اس صورت مین آفتاب گویا مرکز ہے اس دائرہ کا جسپر زمین اسکے گرد متحرک ہے اور آفتاب زمین کی بہ نسبت بہت بڑا ہے حتی کہ وہ
شکل تو زمین ایک مثل ہے اور نصف قطر اس دائرہ کا وہ ہوگا جسقدر آفتاب سے زمین دور ہے اور وہ نو کرور پچاس لاکھ میل یا جیسا کچھ لکھا گیا اور پورا قطر دائرہ کا
دوچند ہوا یعنے انیس کرور اور قطر اور دائرہ مین تقریباً سات وبائیس کی نسبت ہے تو محیط اس سے سہ چند زائد ہوا یعنے ستاون کرور میل اور زمین کا محیط ظاہر ہے کہ بہت
کم ہے صرف چار ہزار میل کے قریب ہے اور تم صرف تین سو ساٹھ دن مین دورہ پورا بتلاتے ہو حالانکہ اسقدر دنون مین صرف چودہ لاکھ سے کچھ زائد میل طے ہو سکے مین چہ

ایک کرور بھی نہوا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ محض غلط ادر مجھے سخت تعجب ہے کہ ایسے بدیہی غلط امر پر اسقدر اصرار کس عقل کا مقتضا ہے اور کس تحقیق کی وجہ سے یہ دعویٰ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب میں کہتا ہوں کہ اے لوگو ذرا غور سے سمجھو یہ باتیں کہ کیا تمھاری دنیا تمکو اسی طور سے حاصل ہو سکتی ہے کہ تم حق و تحقیق باتوں سے منکر ہو جاؤ نہیں نہیں گناہ ایک چیز ہے اور انکار و کفر نہایت بدتر ہے پس حق یہی ہے کہ آفتاب متحرک ہے اپنے محور پر اور زمین ساکن ہے اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے کہ آفتاب کا تحرک اپنے آسمان کے تحرک کے ساتھ ہے اور ہم کسی مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ عقلاً وجود آسمان کے دلائل ذکر کرینگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اسی قدر حکم دیا کہ اس نے تمھارے نفع کے لیے آفتاب و چاند کو اپنے حکم سے ایک معمولی رفتار پر کر دیا ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ اور تمھارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا یعنے اس نے اپنے حکم سے رات و دن کو ایک ایسی پیدائش پر قائم فرمایا کہ تمکو اسے نہایت عظیم نفع اپنی جسمانی حیات میں حاصل ہے وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ۔ اور دیا تم کو ہر اس چیز سے جو تم نے اس سے مانگی۔ اور علماء نے کہا یعنے جو نہیں مانگی وہ دین اور جو مانگیں وہ عطا کیں۔ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ اور اگر تم شمار کرو نعمتیں اللہ کی تو ہرگز انکو نہ گھیر سکو گے کیونکہ ہر ایک انسان کے اوپر کمال نعمت اول اسکی پیدائش ہے کہ محض عدم سے اس کو اپنے فضل سے پیدا کیا اور ابتدائے خلقت رحم مادر ہے وہاں رزق و قیام دیا پھر تاریکی اور بند ہوا کی قبر سے جہاں تپش و گرمی تھی وضع حمل کے ساتھ نکالا اور اعضاء مستقیم و حواس و قوے معتدل و عیوب سے پاک بنائے اور ہر ایک مسام و رگ و پٹھے و جوڑ جوڑ میں ہزاروں حکمتیں اور منافع ہیں جنکا شمار عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور مابعد کے حفظ و رعایت و رزق و علم و عنایت جہانتک آدمی غور کرے کبھی شمار میں نہیں لا سکتا ہے اور انھیں انعامات کے اندر جو باریک حکمتیں و عجائب قدرت و غرائب اسرار الٰہی ہیں ہر ایک کو قطعی وہ یقین دیتے ہیں جو اعتقاد صفات الٰہیہ تعالت وتقدست کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء و مومنین صالحین تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین و آپکی تصریحات سے تا قیامت مسلمین جانتے اور اپنے رب خالق عز و جل کو پہچانتے ہیں۔ (م) حاصل آیت یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو میسر فرمائی ہیں مجمل شمار کرنا چاہو تو کسی وجہ اور کسی حال سے شمار نہ کر سکوگے پھر تفصیل کا کیا ذکر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے ایک عضو یا ایک حواس کی پیدائش میں جو منافع ہیں شمار کرے اور تمام عمر بلکہ بالفرض تمام زمانہ شمار کرے تو ہرگز اسپر قدرت نہ پاویگا پھر تمام نعمتوں کا کیا ذکر ہے اور جب یہ بات ہے تو ہر نعمت کا شکر درحقیقت ادا کرنے کی کون راہ ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ رب العالمین سے شکر قبول فرمایا اور جیسے حدیث میں ہے کہ الحمد للہ حمداً یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ چنانچہ فقہاء نے کہا کہ یہ تمام نعمتوں کا شکر ہے لیکن یہ قبولیت بھی نعمت عظیم ہے اسکا شکر کس زبان سے ادا ہو لہذا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ شکر اسی اللہ تعالیٰ کا جس نے شکر کی توفیق دی اور اس توفیق کی نعمت کا شکر مزید ہے اور ہر مزید نعمت کے لیے شکر ہے پس ہر نعمت و شکر اسی کا انعام ہے سلیمان التیمی (تابعی ۱۲) رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی شان کے لائق انعام کیا اور ان کی ہستی کے اندازہ پر ایسے شکر قبول فرمایا۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے جانا کہ نعمت خالی اسکے کھانے پینے وغیرہ میں ہے وہ نہایت قلیل علم ہوا اور اسکا عذاب اسکے روبرو ہے۔ ابو ایوب قرشی (صحابی ۱۲) نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب اپنی ادنیٰ نعمت مجھے بتلا دے فرمایا کہ داؤد سانس روک لے فرمایا کہ یہ ادنیٰ نعمت ہے (دل) روایت ہے کہ قیامت کو آدمی کے تین نامہ اعمال ہونگے ایک میں اعمال صالحہ دوم میں گناہ اور سوم میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پس فرماویگا کہ اس ادنیٰ نعمت کو حساب کرو پس اس نعمت سے فرماویگا کہ اپنی قیمت اسکے اعمال صالحہ سے لے پس وہ شخص سچے اندازہ پر اپنا پورا نامہ اعمال صالحہ برابر کریگا وہ بھی ناقص رہیگا تو ہٹ کر وہ بندہ روتا ہوا عرض کریگا کہ قسم ہے تیری عزت کی کہ یہ نعمت کہتی ہے کہ میں نے اپنا ثمن نہیں پایا اور اب گناہ میں اور باقی نعمتیں سب ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ اسپر رحم فرماویگا تو حکم ہوگا کہ اے بندہ میں نے تجھے تیری نیکیاں کئی گونہ کر دیں اور تیرے گناہوں سے درگذر فرمائی اور اپنی نعمتیں تجھے بخشدیں۔ اور اثر میں آیا ہے کہ داؤد علے نبینا و علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرے کیونکر میں تیرا

شکر ادا کرون کہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ایک عظیم نعمت مجھ پر ہے پس ارشاد ہوا کہ اب اے داؤد تو شاکر ہوا جب تو نے اپنے دل سے شکر سے اپنے کو عاجز و قصور وار
جانا (ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے) اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک آدمی۔ لَظَلُوْمٌ بڑا ظالم۔ كَفَّارٌ بڑا ناشکرا ہو۔ ظالم تو اس لیے کہ اول
تو نعمت دینے والے کو پہچانتا نہین اور دوسرے غافل اور تیسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر غیر کی طرف سے نعمت خیال کرتا ہے بلکہ اسی کا شکر گزار بنتا
ہے اور چاہیے تھا کہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے نعمت دیکھتا اور چونکہ اللہ تعالے نے درمیانی کسی آدمی کے واسطے سے اسپر نعمت کی تو آدمی کا بھی
شکریہ ادا کرتا کیونکہ حدیث مین ہے کہ لایشکر اللہ من لایشکر الناس۔ جو آدمیون کا شکر گزار نہو وہ اللہ تعالے کا شکر گزار نہوگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ یہان آدمی سے خصوص کافر مراد ہے اور بعض نے کہا کہ خاص کر ابوجہل مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل آدمی مراد ہین جو اسطرح اپنی جانون پر وبال
لاوین اور ظلم کرین۔ کفار اس لیے کہ ہر نعمت کا شکر در کنار اس سے انکار بلکہ دشمنی کرتے ہین چنانچہ نہایت بڑی اور کمال درجہ کی نعمت حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہین دیکھو کسطرح اس نعمت کی قدر کرتے ہوا اور کفران نعمت ہی کفر کہلاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے کہ اللھم اغفرلی ظلمی وکفری الٰہی مجھے
میرا ظلم کرنا اپنی جان پر اور کفر کرنا بخشدے۔ کسی نے کہا کہ یا حضرت ظلم تو ظلم پھر یہ کفر کیا ہے فرمایا کہ ان الانسان لظلوم کفار یعنے اللہ تعالے نے انسان کو بڑا
ظالم و بڑا کافر فرمایا ہے لہذا مین ظلم و کفر دونون سے مغفرت چاہتا ہون (ل) اللھم اغفرلی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا۔
نعمۃ الٰہی یہان عقل و علم و استعداد و جمال صورت اور ہیئت ہے پس کافرون نے عقل کو غباوت سے اور علم کو جہالت سے اور ایمان قبول کرنے کی استعداد کو
شرک اور نفس شیطان کی طرف سے شک قبول کرنے سے اور جمال صورت کو گناہون کی بدصورتی سے بدل ڈالا۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق کے
نزدیک فطری صورت انسان کی آدمی کی ہوتی ہے اور بوجہ معاصی کے قبیح ہو جاتی ہے چنانچہ حرامخوار و سودخوار و شہوت پرست لیے یہان کی
صورت سور کے مانند اور شریر موذی مین سے بعض کی بندر کی اور بعض کی بھیڑیے کی اور اسی طریقہ سے بدلتی ہے اور حدیث مین مسخ کو اسی پر محمول
کیا گیا واحیاء العلوم مین زیادہ تفصیل ہے شیخ نے کہا کہ کاش اس نعمت کے ساتھ عنایت ازلیہ بھی مساعد ہوتی وہ تبدیل سے محافظ ہوتی ہے اگرچہ
ہزار بار کفر و معاصی کے سمندرون مین ڈوب جاوے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی مخلوق مین سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جس نے
نعمتہاے الٰہیہ کو اسکی نافرمانیون مین صرف کیا اور کبھی اسکی طاعت سے کام نہ لیا اور اسکا شکریہ ادا نہ کیا کیونکہ اسکا شکریہ یہی ہے کہ نعمتون کو طاعات الٰہی
مین صرف کرے۔ قولہ اللہ الذی خلق السموات والارض ارواح کے آسمانون وقلوب کی زمینون کو پیدا کرکے آسمانون کو انوار جبروت سے اور زمین کو انوار ملکوت
سے آراستہ کیا ان آسمانون کی بلندی انوار ذات سے ہے اور ان زمینون کا پھیلاؤ انوار صفات سے ہے۔ قال المترجم اللہ تعالے نے آدمیون کے مختلف دلون کو باوجود
ایک ہی جسم سے متعلق ہونے مین مختلف قطعات زمین سے تشبیہ دی ہے ایک ہی تختہ ہے مگر کوئی زمین کا قطعہ شور ہے کوئی شیرین ہے کوئی اور طرح کا ہے کسی مین
میوہ ہوتا ہے کہ دوسرے مین نہین ہوتا غرضکہ زمین کی تشبیہ دلون سے قرآن و حدیث مین صاف ظاہر ہے خصوص قولہ تعالے والبلد الطیب یخرج نباتہ
الآیہ قولہ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم۔ اللہ تعالے نے اپنی قیومیت کی آسمانون سے ارواح کی آسمانون پر انوار تجلی کی امطار نازل
فرمائے اور آسمانہاے ارواح سے زمین قلوب پر معرفت و توحید کی بارش فرمائی پس اس زمین عجیب سے وہ درخت پھل لائے جنکا میوہ محبت و شوق
والفت و عشق و ادب ہے تاکہ بشر کو جسکا نام نفس مطمئنہ و عقل و سر باطن ہے غذا پہنچاوے قولہ وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ۔ ارواح کے لیے مسخر کردیا
کہ قلوب کی کشتی مین سوار ہو کر بحر معرفت مین ازلیت و ابدیت کی سیر کرے اور نسیم شمال جسکا نام وجد ہے اس سے موافق ہو کہ بحر ذات و صفات سے اسرار و
انوار حاصل کرے پس حق عز و جل تائید فرماتا ہے کہ اسی سے اسکی طرف وصول ہے قولہ وسخر لکم الانہار۔ عقول کے واسطے مسخر کردیا کہ افکار و اذکار کے انہار ان ملک
ناپیدا کنار کی سیاحی سے انوار و اسرار حاصل کرے اور حق تعالے نے سرزمین قلوب مین چشمہاے معرفت و محبت جاری فرمائے ہین اور حکمت و شوق و صدق و اخلاص کی

تازگی سے عجائب شگفتگی ہے قولہ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین. نور ایمان و نور معرفت و نور یقین و نور توحید اور نور محبت و شوق اور نور ہدایت و توفیق ایسے
آفتاب و ماہتاب ہیں جنکا شکر واجب اور انکی اصل وہ شروق مشاہدہ ذات و صفات ہے جو مشارق ارواح و عقول و قلوب سے نکلنے میں کبھی انکو غروب
نہیں ہے جنکی روشنی میں معارف و اسرار نظر آتے ہیں قولہ وسخر لکم اللیل والنہار نفس کا اندھیرا محل امتحان ہے اور قلب کی روشنی مقام عرفان ہے اور شب قہر تو ہم
سحرت ہے اور روز لطف ظہور معرفت ہے شب عتاب پردہ حجاب ہے اور کشف نقاب مصر ور آب ہے پس ارواح و قلوب و عقول و نفوس و اشباح جو رہنے والے
ہیں انکو اسرار و فہم و علم و حکم و فطانت و حقیقت و معرفت و محبت و صدق و اخلاص و توکل و رضا سے تربیت فرمایا کہ کبھی اطمینان شب وصل و خلوت
میں کشف جلال صفات سے اور کبھی تجلیات ذات کی چمکا چوندوں میں غرضکہ کامل کرم و کمال حکمت سے تاکہ اپنی نعمت تمام فرماوے اور ولایت و
کرامت کا درجہ بے نہایت و غایت عطا فرماوے اسی واسطے فرمایا قولہ واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا یعنی کشف ازل میں جو کچھ
تم نے جمال باکمال و کشف وصال سے مانگا وہ دیا حالانکہ اسکی کوئی نہایت نہیں ہے تو عدد و زمان و مکان سے اسکا حساب ہو کیا امکان ہے پھر وہ شخص
نہایت نافرمان و خارج از دائرہ انسان ہے جو بجائے نعمت کے کفران کرے لہذا فرمایا قولہ ان الانسان لظلوم کفار مجمل توحید میں اسکو بحر دائم میں غرق کیا
جب نکلا تو خودی کا مدعی ہے بڑا ظالم جاہل ناشکرا ہے کہ قدم سے حدوث کو نسبت دیتا ہے مگر قدم کو نہ پایا تو ظالم نے جہل سے یہ مکر بنایا ورنہ کیا امکان اور کیا اسکی
ہستی و نشان. پھر اس سے بڑھکر کون ظلم ہوگا کہ محل عبودیت میں دعوے ربوبیت کرتا ہے پھر سراب حیرت میں العطش سے اسکا وصف کیا کہ ادراک کنہ معلوم
میں ازل میں مزید کا دم مارتا ہے جو پایا وہ بھول گیا اور جہل طاری ہوا کہ مخلوقیت کہاں اور مطالعہ ازلیت کہاں وہ پاک منزہ ہے مگر وہ جاہل کبھی کمال
استغراق سے کبھی دعوی انانیت و خودی پیدا کرکے ظالم بنتا ہے اور کبھی اپنی ہستی بھول کر جو بات سوائے پاک عزوجل کے ہمہ ادراک سے متعالی ہے اسکے نظر پڑنے کے
انکار سے کافر بنتا ہے پس اہل حق کا کفران انتہائے شوق سے ربوبیت کے ادراک میں العطش کی پکار ہے اور اصل کل الاصل کے خوف میں ظلومیت ہے تو نہیں
دیکھتا کہ استغراق حضرت موسے علیہ السلام اس طلب کا کیونکر باعث ہوا کہ کل کو کل اور آخر کو اول اور اول کو آخر و ذات کو بذات اور صفات کو بصفات
طلب کیا اور یہ انسان کیونکر انسان ہے کہ وہ اٹھایا جو حدثان سے اٹھایا نہ گیا کیا تو نہیں پڑھتا ہے کہ حق عزوجل نے فرمایا انا عرضنا الامانۃ علی السموات
والارض والجبال الآیہ پس درحقیقت تحمل عظیم بذات ہے نہ بذات خودی پس یہ ظلم و جہل ہے کہ اس نے جرأت کرکے خود اٹھایا جس سے آسمان و زمین نے
عجز سے سر جھکایا اسی سبب سے سب اسکے سامنے پست ہیں ~ پرتو رخے ترا در خلوتم دید آفتاب ~ می دود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز جب ہی
اسکے حق میں ظلوم و جہول فرمایا اور سب ہی اسکے لیے مسخر و مجہول فرمایا واللہ المستعان. امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسخر فرمایا تیرے لیے آسمانوں کو
کہ پانی برساتے ہیں اور قطعات زمین کو کہ میوے اور اناج اگاتے ہیں اور سمندر کہ ہمیں تاجر لوگ کشتیاں چلاتے ہیں اور تیرے لیے سورج و چاند کو مسخر کر دیا
کہ ہر روز و موقع موقع سے تیرے گرد پھرتے ہیں تیرے لیے میوے و اناج کی فصول پختہ کرتے ہیں اسی نے مومن کے دل کو اپنی محبت و معرفت کے لیے مسخر کیا
اور بندوں سے اپنا حصہ انھیں قلوب کو مقرر کیا یہی موضع نظر و محل امانت ہے یہی مرکز اسرار و مصدر معرفت ہے شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ
اللہ تعالی نے تجھے بے مانگے سب سے بڑی چیز جو اسکے خزانہ عام و خاص میں ہے دیدی وہ توحید ہے تو پھر جو اس سے کم درجہ ہے وہ کب تجھ سے دریغ فرماویگا
یعنی ثواب جنت و محل عافیت تو پھر تجھے لازم ہے کہ جب درخواست کرے تو اس سے اسی کو مانگے جب رغبت کرے تو اسی میں قربان ہو جب رجوع
کرے تو اسی کی طرف پھرے کیونکہ سب مخلوقات تو اسی کی ہے پس جو کوئی اسکے سوائے دوسری چیز میں مشغول ہوا تو از راہ حقیقت اسپر مسدود ہے اور
جو اسمیں مشغول ہو کر اسکے سوائے سب سے باز رہا تو سب کچھ اسی کی طرف پھر جاتا ہے اور بندہ اسی کی طرف ہے تو جہاں وہ چاہے وہاں سب ہے یہ
ایک انعام عارفین کے مقامات میں سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ ایک ہی نعمت کا احاطہ محال ہے تو پے درپے نعمتوں کا شمار کرنا بھلا کیا مجال ہے بعض نے

کہا کہ بڑی نعمت انسان کی درستی خلقت والہام معرفت وذکر ہی اسکے شکر پر کوئی قائم نہین ہوسکتا بعض نے کہا کہ آدمی خود بڑا ظالم اسوجہ سے ہی کہ گمان کرتا ہی کہ میرا شکر اسکی نعمتون کا مقابل ہی اور بڑا ناشکر یون ہی کہ ابتدا و انتہا کا فضل اپنا اوپر نہین دیکھتا ہی سہل رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ سب سے بڑی نعمت ایک ہی پھر شمار کون کرسکے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو تیرا سردار پیغمبر کیا۔ ابن عطا رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا ان نعمتون مین بڑی نعمت یہ ہی کہ نعمتون کو دیکھے اور جانے کہ مجھ سے اسکے ادائے شکر مین بالکل قصور ہی اور کبھی کہا کہ نعمت تو ازلی ہی پس شکر بھی ازلی ہونا چاہیے حالانکہ تو خود حادث ہی پھر شکر بالکل نادار داور سراسر تقصیر ہی پس اسی تقصیر کو یقین کرنا کچھ شکر ہوجاوے۔ واضح ہو کہ تیرے پاس نفس و روح و قلب ہی پس شکر نفس تو طاعت ہی اور شکر روح اسکا خوف اور شکر قلب الیقین ہی پھر نعمت روح حکمت ہی اور نعمت محبت کی ذکر ہی اور معرفت کی لفت ہی اور نفس تو دریائے طاعت مین پر نعمت ہی اور قلب و معرفت دریائے قرب و منزلت مین عیش کرتے ہین اور کبھی ابن عطا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تیرے لیے شب و روز کو مسخر کیا تو ان دونون کو تیرے لیے عبادت کا ظرف بنادیا اور شمس و قمر کو مسخر کیا کہ تجھے اوقات عبادات بتلاتے ہین تیرے قلب کو اپنی معرفت و محبت کے واسطے مسخر کیا پس یہی محل نظر الحق عز و جل ہی شیخ حسین رح نے کہا کہ نعمتہائے آلہیہ کا احصا کون کرے جو احصا مین نہ آوے وہ بے انتہا ہی تو اسکا شکر یہ بھلا محدود وقت کے اندر معدود شکر سے کون ادا کرسکتا ہی جبکہ بے انتہا کے ساتھ محدود چیز کی کوئی نسبت بھی نہین ہوسکتی ہی کیونکہ جو سب سے بڑی گنتی تم خیال کرو اتنا حصہ بھی نہین کیونکہ وہ تو محدود ہی پھر اللہ تعالےٰ اعلم لیکن بندہ نے جو تم نے شکر چاہا ہی یہ مراد ہی کہ جہالت چھوڑ کر غور کرکے یقینی اقرار کرو کہ آلٰہی ہم بالکل قصور وار ہین شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قلوب کے آسمانون کو چراغ عقل سے روشنائی دی اور آفتاب توحید کا مطلع بنایا جس سے چاند نے عرفان پایا اور زمین قلوب مین خوف و امید کو جاری فرمایا دونون کے بیچ مین برزخ کا پردہ ڈالا کہ کوئی ایک کو میٹ نہین سکتا حالانکہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین پھر تجھے کشتی توفیق و عصمت مین بٹھایا اور حفظ و رعایت سے سرفراز کیا اسیطرح راتین تو مریدین کی طلب کے لیے ہین اور محبین کے اُنس و خلوت کے لیے اور توبہ کرنے والون کے مطلب ہین اور دن تو عارفین کے لیے خلوت مین کہ انکو نور یقین سے کوئی ظلمت مانع نہین ہی واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ فرمایا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ مین ڈالے گئے تو کچھ دعا نہ مانگی کیونکہ محل امتحان تھا مقام خلت مین عدم التفات کا اظہار تھا اور اس مقام پر دعا مانگی کیونکہ محل امتنان تھا اور اس دعا پر کسقدر نعمتین قریش و عرب کو عطا فرمائین اور دعا مین سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ بہت سی اولاد دیا اسکو بت پرستی سے بچایا جو نہ بچا وہ ناخلف ہی اور آلٰہی ان مین ایک خاتم المرسلین پیغمبر پیدا فرمائیو یہ بڑی عظیم نعمت ہی تو شکر کرو ان نعمتون کا قال تعالےٰ

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کردے اس شہر کو محل امن اور دور رکھ مجھے اور میرے بیٹون کو اس سے کہ ہم بتون کی عبادت کرین

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي

اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہت لوگون کو سو جو میرے تابع ہو وہ مجھ سے ہی اور جسنے میری نافرمانی کی

فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ

تو بیشک غفور رحیم ہی اے رب مین نے بسائی اپنی بعض اولاد بیچ وادی مین جو کھیتی کے قابل نہین ہی تیرے

بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَ

گھر پاس جو بزرگ کیا گیا ہی اے رب تاکہ یہ لوگ قائم کرین نماز سو تو کردے دل بعض لوگون کے کہ جھکین انکی طرف اور

ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ○ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَ

انکو رزق دے پھلوں سے امید ہو کہ یہ لوگ شکر کریں اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاویں اور جو کھولیں

مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى

اور اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں سب شکر اللہ تعالیٰ کو جسنے بخشا ہے مجھے

الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ

بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحٰق کو بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے کر دے نماز ٹھیک سے ادا کرنے والا اور میری

ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

اولاد میں سے کر دے اے رب اور دعا قبول کرلے ہماری اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن قائم ہو حساب

ع ۱۸

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عرب کے مشرکوں پر علم غیب سے ظاہر کر دیا کہ تم لوگ خانہ کعبہ کے اہل نہیں رہے کیونکہ جب وہ وضع کیا گیا تو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے واسطے تھا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنایا تو اس نے ہر ایسے شخص سے جو شرک کرے بیزاری کی اور اسکو اپنا نہیں کیا پس فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور بیان کر جب کہا ابراہیم نے یعنے ابراہیم نے دعا کی اور یہ دعا اسوقت کی جب خانہ کعبہ کو اپنے فرزند اسمٰعیل کی شرکت و مدد سے بنایا تھا در حالیکہ طوفان نوح کے وقت سے اسکی عمارت نہ تھی ولیکن خانہ کعبہ کا وجود تو بہت اول سے بلکہ اول بیت ہے لقولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا الآیہ و اسکی تفسیر میں بیان ہو چکا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بحکم الٰہی اپنے فرزند اسمٰعیل کو مع انکی ماں کے یہاں لائے اور چھوڑ گئے ہیں اسوقت نشان تھا اور عمارت نہ تھی اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسوقت بھی یہ دعا کی تھی کہ۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب تو کر دے اس شہر کو مقام امن یا محفوظ مقام کہ اسپر کسی متمرد کو یہ قدرت نہیں کہ اسکو ڈھا وے اور قیامت تک ایسا ہی رہیگا پھر یہی دعا بعد بنانے کے بھی اس مقام پر فرمائی پس جو کوئی خانہ کعبہ میں داخل ہو جاوے وہ بھی بوجہ حرمت خانہ کعبہ کے مامون ہے لیکن قدرتی حفظ اس بلد مکرم کو ہے کہ ابرہہ وغیرہ کو ہلاک کر دیا جس نے ڈھانا چاہا اور جو شخص وہاں پناہ پکڑے اسکے لیے حکمی حفاظت ہے حتے کہ جو کوئی اس حکم کو نہ مانے وہ عذاب شدید کا مستحق ہوا اور اس دعا میں اشارہ کیا کہ اس بیت کے رب کی عبادت کریں اور بتوں کی عبادت نہ کریں لہذا کہا۔ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ اور دور رکھیو مجھکو اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم لوگ بتوں کو پوجیں پس پہلے تو حفاظت شہر کی دعا کی تو بحمد اللہ تعالیٰ وہ ہر حال میں خراب و ویران ہونے یا ویران کیے جانے سے محفوظ رہا پھر چاہیے کہ اپنی اولاد کو دعا میں شامل کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شامل کیا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام اپنی مخلوق پر قاہر قادر ہے پس دعا کی کہ اپنے لطف سے مجھے اور بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے دور رکھیو مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ بعد اسکے انکی اولاد میں سے کسی نے بت نہیں پوجا بعض نے کہا کہ بیٹے سے مراد ہیں جو خاص انکی پشت سے پیدا تھے اور ظاہر یہ ہے کہ صرف اسمٰعیل و اسحٰق تھے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ تمام بیٹے پوتے پرپوتوں کے لیے دعا کی ولیکن مقصود وہ ہیں جو انکی ملت توحید پر مومن ہوئے کیونکہ انکو انہیں کو اپنا فرمایا ہے اور باقی اگرچہ اولاد نسل ہیں مگر فرزند دعوت نہیں ہیں لہذا اگر قریش نے بت پوجے تو انکے فرزند نسل میں سے بعض نے بت پوجے جنکو انھوں نے اپنا نہیں کہا پھر قریش کی اولاد میں سے جو مسلمان موحد ہوئے وہ انکے فرزند دعوت ہوئے پس خلاصہ یہ ہے کہ بیٹوں سے مراد وہ بیٹے جو لائق رہے ورنہ کافر بت پرست تو جہنم کا بیٹا ہو جاتا ہے جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نوح انہ لیس من اہلک اے نوح وہ ہرگز تیرا بیٹا نہیں ہے حالانکہ نسل کی راہ سے ضرور انکا بیٹا تھا اور انکی جورو فاجرہ بدکار نہ تھی اور نظیر اسکی یہ ہے کہ تمام آدمی اللہ تعالیٰ کے مخلوق بندے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں سے اپنی عبادت و توحید

کرنے والون کو اپنا بندہ کہا لقولہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو کہا کہ جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہین ہے پس ایسے ہی حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی کہ انکے بیٹے جو کہ نسل و دین دونون طرح انکے بیٹے رہے انکو اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے بچایا جیسے خود انکو بچایا اور
خود پیغمبر تھے معصوم مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آگے خوف سے دعا کی کہ مجھے بھی بت پرستی سے بچائیو۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہتون کو آدمیون سے۔ بت پتھر کے بیجان ہین مگر اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بہت آدمی جاندار ہوش و حواس والے ایسے
احمق کر دیے گئے کہ اپنے آپ کو ان بتون کا بندہ بتاتے ہین جب انکے معبود کی یہ حالت ہے کہ بیجان محض جو چاہے توڑ کے پھینکدے یا بے حرمتی کرے
تو قیاس کرو کہ ایسے معبود کے بندے کس درجہ بدتر درجہ پر ہونگے جب پتھر سے کوئلہ بنایا جاوے تو یہ لوگ شاید کوئلہ کے ہیں (الی) نہون پس
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ مین تضرع کیا کہ ایسے فتنہ سے بچائیو چونکہ بت ان لوگون کی گمراہی کا ظاہری سبب و فتنہ تھے
تو کہا کہ انھین نے گمراہ کیا جیسے قولہ تعالیٰ غرتہم الحیوۃ الدنیا یعنے زندگانی دنیاوی نے انکو فریب دیا۔ و قولہ غرتہم الامانی یعنے بنائی امیدون نے
انکو دھوکا دیا۔ اسی قسم سے مجازاً یہان فرمایا کیونکہ حقیقی معنے تو کوئی نہین سمجھ سکتا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ بہت سے بت پرست ہونگے تو کہا
فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سو جس نے میری پیروی کی یعنی مسلمان موحد ہوا تو وہ مجھ سے ہے یعنے میرے دین والون سے ہے یا وہ حقیقت مین میرا بیٹا و نسل ہے
کیونکہ جو کافر ہوا وہ مسدود و نجس ہوا تو اسکا عدم وجود برابر ہے البتہ دنیا مین نسل ہے مگر اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ اصل زندگی آخرت کی ہے اور روایت ہے
کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزندون کی سپید روحین دیکھکر ہنستے اور سیاہ روحین کافرون کی دیکھکر روتے ہین یعنے اسی وجہ سے کہ انسے کچھ فائدہ
نہین وہ ہمیشہ جہنم کے ہین اور حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی یعنے دین توحید سے پھر گیا۔ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ تو مجھ سے نہ رہا اور تو بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے چاہے انکو بخشدے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے
چاہے کافرون کو بخشدے لیکن اس نے فرمادیا ہے کہ مین مشرک و کافر و منافق کو نہ بخشونگا تو ہم جانتے ہین کہ وہ نہین بخشیگا مگر اسکی قدرت و اسکا اختیار
ویسا ہی ہے حضرت خلیل علیہ السلام بڑے رحم دل تھے کافرون کی نسبت کچھ نہین کہا صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف کردی کہ تو بڑا غفور رحیم ہے بیشک آدمی
بدن پر بال ور وئین لاکھون ہین جب کوئی بال توڑ و تو دکھ ہوتا ہے چاہے وہ کیسا ہی بال ہو اسی واسطے یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی شخص کسی کافر سے اسکے
کفر پر خوش ہو تو یہ بھی کافر ہے۔ پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ اے ہمارے رب یعنے تو ہم سب کا رب ہے
بیشک مین نے بسایا ہے اپنی بعضی اولاد کو یعنے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو اسکی مان ہاجرہ کے ساتھ۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ ایسے وادی مین جو
زراعت والا نہین ہے یعنے مکہ مین جہان زمین قابل زراعت کے نہین ہے۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے بزرگ بیت کے پاس جو بزرگی کے واسطے
اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی طرف منسوب کر کے بیت اللہ کہلاتا ہے پس مراد یہ کہ مین نے انکو یہان زراعت وغیرہ کے لیے نہین بسایا ہے بلکہ۔ رَبَّنَا
لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے رب ہمارے مین نے انکو اسواسطے بسایا ہے کہ تیری نماز کو ٹھیک ادا کرین۔ خانہ کعبہ کو بیت عتیق اسواسطے کہتے ہین کہ سب
سے پرانا گھر عبادتخانہ ہے یا طوفان سے آزاد رہا و بیت محرم اسلیے کہ سرکشون پر حرام ہے یا کہ حدیث مین آیا کہ وہان ظلم و تعدی حرام ہے اسکا جانور نہ چھیڑا جاوے
کانٹا نہ کاٹا جاوے درخت نہ نوچا جاوے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ سو تو کر دے دل تھوڑے آدمیون کے جو
انکی طرف جھکین ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ اگر تھوڑے آدمیون کو نہ کہتے تو فارس و روم و یہود و نصاریٰ و تمام مشرق و مغرب کے
لوگ انکی طرف جھکتے لیکن تھوڑے کہے تو مسلمان ہمین خاص کر دیے گئے۔ (ابن کثیر) قال السیوطی رواہ البیہقی بسند حسن یعنے تھوڑون سے مسلمان مراد ہین۔
مسئلہ جو کوئی خالص نیت سے حج کو جاوے وہ سچا مسلمان ہے۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور رزق دے انکو اقسام پھلون سے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔

امید ہے کہ وے تیری نعمتوں کا شکر کریں۔ قال تعالے یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیٔ اس مقام پر لائے جاتے ہیں پھل ہر قسم کے یعنی بطور پیداوار کے و بطور تجارت کے اور محمد بن مسلم رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے شام کے گاؤں سے ایک گاؤں منتقل کر کے طائف کر دیا۔ ف واقدی و ابن عساکر نے عامر بن سعدی سے انکے بیٹے باپ سے روایت فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ سے مدت تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو یہ دیکھکر انھوں نے ہاجرہ اپنی قبطیہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تب تو سارہ رضی اللہ عنہا کے دل میں رشک پیدا ہوا ایک روز غصہ میں قسم کھائی کہ تیرے اطراف جسم سے تین عضو سے خون بہاؤنگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قسم پوری کرو عرض کیا کہ کیسے پوری کروں فرمایا کہ اسکے دونوں کانوں میں سوراخ کر دو اور ختنہ کر دو یہی کیا پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانوں میں بالی ڈالیں جس سے زیادہ خوبصورتی ہو گئی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی غصہ آیا پس اللہ تعالے نے سارہ رض کی خاطر گوارا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے بیٹے کو عرب کے فلاں وادی میں بسا دے جب لائے تو مکہ کو بالکل وادی بے آب و گیاہ دیکھا ثابت قدمی سے یہاں چھوڑ چلے مگر ہر روز شام سے براق پر سوار ہوکر دیکھ جاتے تھے کیونکہ دل میں جوش محبت پنہان تھا۔ مل مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت محل تامل ہے ظاہرا یہودیوں سے لی گئی ہے کیونکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام وہی ہیں جنکو سوائے حق تعالے کے کسی سے خلت نہ تھی اور شاید مراد محبت طبعی ہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض ازواج و اولاد سے تھی ولیکن صحاح کی حدیث میں ہے کہ جب ہاجرہ کو مع اسمٰعیل کے کہ اسوقت دودھ پیتے تھے اس جنگل میں چھوڑ چلے تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کیا تم اپنی رائے سے مجھے چھوڑتے ہو تو میں قبول نہیں کرتی اور اگر اللہ تعہ کے حکم سے چھوڑتے ہو یعنے اس نے تمکو حکم دیا ہے کہ مجھے یہاں ریگستان میں چھوڑ جاؤ تو مجھے قبول ہے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعہ کے حکم سے ہے تو کہا کہ جاؤ میں نے اللہ تعہ پر بھروسا کیا وہ مجھے ضائع نہیں فرماویگا پھر جب تک مشک میں پانی رہا تو پیا اور جب بالکل نہ رہا اور پیاس سے بیتابی ہوئی اور اسمٰعیل علیہ السلام نے سختی میں گردن ڈالنی شروع کی تو ہاجرہ اٹھکر مضطرب وار کوہ صفا پر چڑھیں وہاں سے کوئی نظر نہ آیا اترکر وادی میں روان ہوئیں اور بار بار بچہ کو دیکھتی تھیں کہ کس حال میں ہے روان ہوکر کوہ مروہ پر چڑھیں کوئی نہ دیکھا اسی طرح سات بار مضطربانہ دوڑیں کہ رحمت الٰہیہ نے جوش کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جہاں پاؤں رگڑتے تھے اس سے چشمہ جاری ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر سے نکال دیا حضرت ہاجرہ نے اسکو حوض کرکے پانی کو روانی سے روکا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہاجرہ پر رحم کرے اگر چھوڑ دیتی تو چشمہ رواں ہو جاتا (صحیح) اقول یہی چشمہ ماء زمزم ہے جو شیرینی و لطافت میں ایسے ریگستان میں عجائبات سے ہے اور واضح ہو کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس انکا آنا اسطرح ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تو جاتے جاتے مصر پہونچے وہاں مشہور ہوا کہ ایک مسافر کے پاس بڑی خوبصورت عورت ہے وہاں کا ظالم بادشاہ کافر آمادہ ہوا اور انکے پاس آدمی بھیجا انھوں نے کہا اے سارہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں تیرا شوہر ہوں تو یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے اور میرے تیرے سوا اس ملک میں کوئی مسلمان نہیں پس کہا کہ یہ میری بہن ہے یعنے ایمان والے باہم دینی بھائی بہن ہیں پس بادشاہ ظالم نے سارہ کو زبردستی پکڑوایا آنحضرت علیہ السلام اپنے رب کی حضور میں نماز میں کھڑے ہوئے وہاں اس ظالم نے جب حضرت پاک بی بی سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یکایک جیسے سختی سے کسی نے اسکا گلا گھونٹ دیا اور ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اس نے گھبرا کر اشارہ کیا کہ میرے لیے دعا کرو اور جاؤ پس اچھا ہو گیا مگر دوبارہ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اول مرتبہ سے بھی زیادہ بدحال ہو گیا اور خیانت کنندگی کی تلخی کا مزہ چکھنے کو تھا کہ اس نے مستحکم عہد کیا پس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے چھوٹا ہوا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ عورت آدمی نہیں بلکہ جنیہ ہے اسکو ہاجرہ بھی دیدو اور زاد راہ دیدو اور حکم دو کہ اپنے بھائی سمیت اس ملک سے چلی جاوے پس آنحضرت علیہ السلام پاس پہنچیں اور بیان کیا کہ اللہ تعہ نے کافر کا مکر دفع کر دیا اور یہ ہاجرہ مجھے ملی (صحیح بخاری) اور روایت ہے کہ ہاجرہ کو بھی اسطرح اس نے ظلم سے گرفتار کیا تھا لیکن ہمیشہ انکے سامنے وہ نامرد ہوتا تھا اسی وجہ سے انکو بھی متوحش ہوکر حوالہ

کر دیا تھا مگر اس روایت کی تحقیق ہونا چاہیے۔ اگر یہ وہم ہو کہ ہاجرہ اس صورت میں غصب کی ہوئی تھیں تو سارہ کو بھی ملک حاصل نہو گی تو جواب
یہ ہے کہ جب ایک شخص کا دست قہر مسلط ہو جاوے اور حال معلوم نہو بلکہ احکام جاری ہوں تو حکم ثابت ہوتا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
قبل زمانہ اسلام کے اسی طرح عرب میں پکڑے گئے اور کئی بار فروخت ہوئے لہذا آنحضرت علیہ السلام نے انکو بطور بیع خرید کر آزاد کیا اور یہ بیان فقہ میں
مفصل مذکور ہے ف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافر ذریات کے لیے کہا کہ فانک غفور رحیم۔ حالانکہ کافر کے واسطے مغفرت نہیں ہے تو جواب کا اشارہ
ایک تو اول ہوا اور دوم یہ کہ قبل علم کے تھا ولیکن شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ یہاں صرف اسقدر ہے کہ انکا حال باری تعالیٰ کی مشیت پر
چھوڑا ہے یہ نہیں کہا کہ تو بخش دے مانند قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان تعذبهم فانهم عبادك الآیۃ یعنے تجھکو سب قدرت ہے قال الحافظ قال عبد اللہ
بن وہب حدثنا عمرو بن الحرث ان بکر بن سوادۃ حدثہ عن عبد الرحمن بن جبیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلا قول ابراہیم الحدیث
یعنے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب انہن اضللن کثیرا من الناس الآیۃ تک اور
قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان تعذبهم فانهم عبادك الآیۃ تک پھر روئے اور فرمایا اللهم امتی اللهم امتی اللهم امتی پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ محمد سے پوچھ
کہ کیوں روتا ہے حالانکہ رب تبارک وتعالیٰ دانا تر ہے پس جبرئیل نے آکر آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے کہا کہ میں نے یہ عرض کیا ہے پس جبرئیل سے اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ جا کر محمد سے بشارت دیدے کہ ہم عنقریب تجھکو تیری امت کے معاملہ میں خوش کرینگے اور تجھکو ملال نہ دینگے ہکذا ذکرہ الحافظ اور بعض روایات میں اسقدر
زیادہ ہے کہ اسکے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں اپنے رب کے فضل پر بھروسا کر کے راضی نہونگا جب تک میری امت کا کوئی آدمی دوزخ میں
جاوے یعنے سب کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے تب راضی ہونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ الٰہی ہم سب کو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر موت دیجیو اور تو ہر بات پر
قادر ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ۔ اے رب ہمارے تو جانتا ہے جو ہم دل
میں رکھیں اور جو ہم زبان سے ظاہر کریں یعنے مقصود بندوں کا تو جانتا ہے چاہے سب انکی زبان سے ادا ہو سکے یا نہو سکے حدیث میں ہے کہ اعمال
تو نیتوں پر ہیں۔ معلوم ہوا کہ دل میں جو مقصود اور جیسی کیفیت دعا میں ہو اسکا اعتبار ہے ظاہری الفاظ کا اعتبار نہیں ہے ولیکن جان بوجھ کر
ظاہر میں بیہودہ لفظ نہ کہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی بقولہ۔ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ اور کچھ بھی نہیں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں اور نہ آسمان میں یعنے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں
کہیں ہو سب اسپر ظاہر ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سب نیت کی التجا کی کہ انمیں ایک پیغمبر پیدا فرمائیو چونکہ وہ پیغمبر
عظیم الشان رفیع المکان خاتم المرسلین حبیب رب العالمین تھا تو حضرت ابراہیم ع نے اللہ تعالیٰ سے حیا کر کے صریح یہ نہ کہا کہ وہ سرور عالم
میری ذریت میں سے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فخر حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واسطے مقدر فرمایا تھا چنانچہ بعض مقام پر کسی قدر اسکو
ظاہر بھی فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی کہ وہ سب التجا کو جانتا ہے کچھ بھی اسپر پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
اس بڑی نعمت کے لیے پہلی نعمتوں کا شکریہ مقدم کیا اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ یعنی
سب تعریف وشکر کرتا ہوں اپنے اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے بڑھاپے میں بخشا اسمٰعیل اور اسحٰق کو۔ بعض علماء کو جیسے کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہاں یہ وہم ہوا
کہ پہلی دعا کے شمول میں رہا چاہتا تھی کیونکہ ننانوے برس کے سن میں اسمٰعیل پیدا ہوئے وہ شیر زادہ دودھ پیتے تھے کہ انکی ماں سمیت بحکم الٰہی یہاں لا کر چھوڑا اور
دعا کی انکی پیدائش سے تیرہ برس بعد اسحاق پیدا ہوئے ہیں تو اسحاق اس وقت موجود نہ تھے اور جواب یہ ہے کہ یہ دعا اسوقت ہے کہ اسمٰعیل کے ساتھ خانہ کعبہ
بنایا تھا اگرچہ چھوڑتے وقت بھی ایسی ہی دعا کی تھی اور یہ تحقیق شیخ ابن کثیر نے سورہ بقرہ میں لکھی ہے پس یہ شکر اپنے وقت پر اول دعا کے ساتھ

شامل ہو۔ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب خوب دعا کو سننے والا ہے یعنے بندون کی دعائین خوب سنتا و خوب قبول فرماتا ہے
پس اور زیادہ دعا بڑھائی اور کہا۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ اے رب کر دے مجھکو مقیم الصلوٰۃ یعنے نماز کو ٹھیک ارکان و آداب سے
محافظت اوقات کے ساتھ ادا کرنے والا پس نماز اعلےٰ عمل ہے جسکی دعا ایسے متبرک مقام مین مانگی باوجودیکہ خود خلیل اللہ تھے پس وہ بڑی چیز ہے
کہ دعا مانگی اپنے لیے اور کہا۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور بعض میری ذریات کو پس اگر بعض سے اہل اسلام مرادین تو بعض مقیم نماز اور بعض متساہل نماز
ہونگے یہ تو ظاہر ہوا اور اگر جملہ ذریات نسبی مرادہین تو معنے یہ کہ بعض بالکل نماز والے نہونگے اور بعض ہونگے اگرچہ نماز کو بالکل عمدہ نہ پڑھین پس انہین
عمدہ پڑھنے والے بھی ہونگے پھر تضرع و ابتہال کیا کہ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے رب ہمارے اور میری دعا قبول کرلے پھر عام دعا فرمائی اگرچہ
اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے دور نہین مگر بعض انمین سے حسب مشیت سابقہ قابل قبول نہ تھی اور شاید کہ بعض مشرکون کی مغفرت انھون نے اجتہاد
سے سمجھی ہو جیسا کہ بعض کا زعم ہے حالانکہ یہ ٹھیک نہین ہے مگر یہ کہ انپر کوئی حکم اتارا نہ گیا ہو یا مراد نہو چنانچہ کہا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ اے رب ہمارے
مجھے بخشدے اور میرے والدین کو بعض نے کہا کہ جب تک آنحضرت علیہ السلام کو یہ معلوم نہوا تھا کہ انکے والدین موافق علم الٰہی کے دشمنان حق
مین سے کافر ہین اسی زمانہ مین دعا کی تھی اور بعض نے کہا کہ والدہ مسلمان تھین اور بعض نے والدین سے آدمؑ و حوا مراد لیے ہین اور بعض محققین نے
فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ انکو ایسا کردے کہ تیری مغفرت کے لائق ہون اور یہ اسطرح ہے کہ وے مسلمان ہوجاوین اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے
دوسرے مقام پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے دعاے مغفرت کرنا ذکر فرمایا ہے لیکن وہ قبل اسکے تھا کہ انکے باپ کا ازلی کافر
ہونا معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ۔ یعنے نہ تھا استغفار کرنا ابراہیم کا
اپنے باپ کے لیے مگر ایک موعد سے جو وعدہ دیا تھا اسکو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کھلا کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو باپ سے بالکل بیزاری کی پس
یہ صریح ہے کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے مغفرت مانگی ہو خواہ باپ کی زندگی مین خواہ مرنے کے بعد وہ اسی وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ
نے انکو یہ ظاہر نہین ہونے دیا کہ وہ ازلی کافر ہے اور نیز ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو باپ سے کردیا تھا یعنے ایک مقام پر قرآن پاک مین مذکور ہے کہ ابراہیم
نے اپنے باپ کو بت پرستی چھوڑنے اور توحید کرنے کی نصیحت کی تو آزر نے اُسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دے بہت مدت تک یا بالکل مجھ سے قطع تعلق کر مگر
ابراہیم علیہ السلام نے حقوق پدری کے ادا کرنے کے لیے پھر شفقت سے کہا کہ میرا رب مجھپر بڑا مہربان ہے مین تیرے لیے استغفار کرونگا اور شاید یہ
اسوقت ہوا ہو کہ جب نمرود کی آگ سے صحیح سالم رہے اور اُسنے انکو نکلوا دیا تو انھون نے اپنے باپ سے اپنا ساتھ دینے کو کہا ہو مگر اس نے نہ مانا اور
ایسے کہا کہ۔ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا جیسا کہ قرآن پاک مین فرمایا ہے پھر اس وعدہ کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام پردیس مین ملک شام مین یا جہان رہے
اسکے لیے استغفار کیا اور تمام [illegible] و باپ ماں وغیرہ کی محبت ترک کرنے سے اللہ تعالیٰ نے انکو خلیل اللہ کا مرتبہ دیا پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو
آگاہ فرمایا کہ تیرا باپ عدو اللہ مرا ہے تو پھر اس سے بیزار ہوکر استغفار نہین کیا اور یہ تقریر جو مترجم نے بیان کی بالکل واضح و صاف ہے اور عوام اہل تفسیر کے
تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہے پھر یہان ایک وہم بعضے لوگون کو اور واقع ہوا وہ یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت مین اپنے
باپ آزر کو دیکھینگے کہ منہ کالا اور تمام صورت بدشکل جیسے کافرون کی ہوگی انکی بھی ہے پس وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین فرمانبرداری سے کچھ بھی منحرف نہین
ہون تو آنحضرت اپنے رب کی حضور مین دعا کرینگے کہ اے رب تونے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے روز حساب کے شرم و خواری نہ دیگا اور یہ بڑی خواری ہے کہ
میرا باپ اس مجمع عظیم کے روبرو ایسا خوار ہے حکم ہوگا کہ اے ابراہیم ادھر دیکھ پس حضرت اُدھر کو دیکھینگے تو انکے ورے ایک سیاہی نجاست مین لتھڑی ہوئی
نظر آویگی اس سے پناہ مانگینگے کہ الٰہی اسکو مجھ سے دور کردے پس ملائکہ عذاب اسکو ٹانگین پکڑکے جہنم مین پھینکدینگے وہان نظر آویگا کہ وہی آزر تھا اس سے

ظاہر ہو کہ وے قیامت مین بھی استغفار کرینگے مترجم کہتا ہو کہ یہ بالکل وہم ہو اس سے کچھ ظاہر نہین ہوتا سواے اتنی بات کے کہ جب حساب ختم اور
لوگ اپنے اپنے ٹھکانے لگائے جاوینگے اور مومنون پر اللہ تعالے کی تمام رحمت کا وقت ہوگا ہر ایک شفاعت کریگا اور رب تبارک وتعالے اُن کی
دعائین وسفارشین قبول فرماویگا تو آذر اسوقت اس امید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتجی ہوگا اور کمال رحمت کے وقت آنحضرت علیہ السلام
صرف یہ موقع پاوینگے کہ وعدہ الٰہیہ سبحانہ وتعالے کو عرض کرین اور اس سے ایک غرض نکالین یعنے تو نے عدم خزی کا وعدہ دیا اور یہ بھی ایک
خزی ہو تاکہ شاید مشیت الٰہی مین جو ہر طرح قادر مختار ہو جل شانہ وعز برہانہ کوئی بات ہو اور کوئی استغفار نہین کرینگے پس اللہ تعالے آزر کی صورت
جسپر وہ شامت اعمال سے مسخ ہوگیا تھا یعنے بجس ساہی لتھڑی ہوئی ظاہر کردیگا جو جنت کے لائق نہین اور نہ اس سے ایسا اعلے درجہ کا پیغمبر
خلیل اللہ اپنا تعلق رکھنا شایان سمجھ سکتا ہو چنانچہ اس سے پناہ مانگینگے اور قبول ہوکر پناہ دیدیجاویگی کہ اسکو ملائکہ جہنم مین پھینکدینگے اس سے
یہ فائدہ سمجھ مین آگیا کہ آدمی کی صورت گناہون اور کفر وبداعتقادات سے خراب جانورون کی ہوجاتی ہو اور یہ بات صحیح دلائل سے بھی ثابت
کیجاتی ہو۔ حاصل مقام یہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسوقت تک یہ علم نہ تھا کہ انکا باپ حالت کفر وگمراہی پر وطن مین مرگیا ہو پس دعا مین
کہا کہ اے رب بخشدے مجھے اور میرے والدین کو وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنون کو۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہووے حساب مومنین
سے شاید آنحضرت علیہ السلام کی مراد اپنی ذریات مین سے مومن ہون یا تمام مومنین خواہ ذریت ہون یا نہون اور اسمین بڑی بشارت ہو اللہ تعالی اپنے
فضل سے ایمان عطا فرما دے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کردے تو اسمین شک نہین کہ اللہ تعالے نے اپنے خلیل علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی دعا
قبول فرمائی ہو الٰہی مترجم وتمام مسلمانون کا خاتمہ ایمان پر بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالے واذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا
البلد آمنا حقیقت تفسیر تو ظاہر ہو یعنے جو مذکور ہوئی اور اشارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ بلد قلب اور وہ بلد بدن ہو عقل بلد قلب اور روح بلد عقل
اور سر بلد روح ہو اور معرفت ومحبت بلد سر ہو اور وہان مشاہدہ معروف بلد معرفت ومحبت ہو اور رہنے والے یہان کے انوار افعال وتجلیات صفات
مین ازلی وابدی ہین لیکن بلد شہوات اور رہنے والے لشکر قہریات پس یہان کے بلاد مین جنود قہر سے جنکا مسکن نفس امارہ ہو پناہ مانگی کہ اپنے لطف
کے ساتھ روح وقلب کو اپنے قہر سے نفس واسکی ہواجس وشہوات سے پناہ دیدے چنانچہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بک منک یعنے تجھ سے
تیرے ہی ساتھ پناہ چاہتا ہون قولہ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام بتون سے پناہ تو ظاہر ہو اور جیسے بت ظاہری معبود بنائے جاتے ہین
ویسے ہواجس نفس کے بت باطنی ہین وقال تعالے افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہو پس
ضرور ایسے بتون سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ جس نے ظاہری بت چھوڑے مگر اپنے نفس کو بت بنالیا تو وہ بھی مشرک ہو ایسے ہی سواے اللہ تعالے کے
غیر پر نظر رکھنا یہ بھی شرک خفی ہو اور مراتب معرفت مین جو کوئی چیز کسی کو معرفت حق سے مانع ہو وہ اسکا بت ہو اور عارف تو جو چیز اپنے رب کی طرف سے
ایسی مشاہدہ کرے جسمین حق عز وجل کا مشاہدہ نہو وہ اسکے واسطے بت ہو۔ قولہ رب انہن اضللن کثیرا من الناس پس اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ کثرت سے
لوگ شرک خفی کی باتون سے گمراہ ہوئے ہین اقول سابق مین تفسیر قولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مین گذرا ہو کہ حدیث مین آیا کہ شرک
میری اُمت مین کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال کی نظر آنے سے زیادہ مخفی ہو الٰہی مترجم کا شرک خفی وجلی اسکی تمام عمر دنیا کا بخشدے الٰہی
وہ اندھا ہو اسکو آنکھین دیدے اور ثابت قدم ہدایت پر رکھ یہان تک کہ ایمان پر اسکا خاتمہ بخیر کردے آمین یا مجیب الداعین شیخ نے کہا یعنے سواے اللہ تعالی
کے غیر پر نظر اور ان شہوات کی پیروی نے بہتون کو قہریات مین ڈالا غفلت وہلاکت مین مرگئے پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس کو بطور اظہار نعمت کے امامت سے سرفراز
بیان کیا کہ یعنی قولہ فمن تبعنی فانہ منی اتباع چاہیے طریقہ مجاہدہ وریاضت ومحبت وخلت مین پس تیرے حضور مین اپنی جان قربان کرے وہ مجھ سے ہو یعنے میری

طینت سے اسکا قلب میرے قلب سے اور اسکی روح میری روح سے اور اسکا سر میرے سر سے ہے اسکا مشرب محبت و معرفت و خلت میں وہی گھاٹ ہے جو میرا مشرب ہے قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم تیرے عصیان سے جو حجاب میں پڑے وہ مجھ سے نہیں ہیں لیکن تو غفور رحیم ہے کہ انکے عصیان کو معاف کر دے کہ وے تیرے طالب ہیں اور کمزوری میں ٹھوکریں کھاتے چلتے ہیں بس کلام میں اشارت ہے کہ گنہگاروں کا گناہ اور ناشکری انکے بحر رحمت میں غرق ہے اسکو کچھ پروا نہیں کہ چاہے انکو اپنی جناب میں داخل کر دے اور پھر اہل طاعت کے لیے رضوان من اللہ اکبر جسکی تفسیر نہیں ہو سکتی ہے باقی ہے۔ یہاں ایک نکتہ ہے کہ حضرت نے مقام تضرع و عاجزی میں فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے۔ اور یہ نہ کہا کہ جو تیری نافرمانی کرے۔ ایک تو اپنی طرف انکی نافرمانی کا نسبت کرنا مقتضائے خلت ہے اور دوم یہ کہ مقام خلت سے محبت اس مودت کے شوق سے عشق پیدا ہوتا ہے اور عشق مقام عین الجمع و جمع الجمع ہے پس جسنے میری نافرمانی کی تیری کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے تیری اطاعت کی۔ علاوہ ازیں اول من تبعنی کہا اسکی موافقت سے من عصانی فرمایا گویا اشارہ ہے کہ طاعت و عصیان کا مرجع درحقیقت خود مخلوق ہے اور وہ بیشک سب سے پاک منزہ ہے پس شے میرے جنس سے اور نہ انکے جنس سے ہوں ان کے افعال و صفات میرے لائق ہیں بلکہ جو شخص کسی درجہ عرفان پر سرفراز ہوا ہو وہ سمجھے کہ مخلوق کا اپنے خالق کی نافرمانی کرنا بالکل ناممکن ہے انکے جملہ افعال و حرکات میں سب تحت قدرت قاہر جل و علا مقہور ہیں یہی ارادت و مشیت قدیم و ازلی ہے وہ فی الحقیقت عین الطاعت ہے اگرچہ بسبب تکلیف الشرع انکی صورت اتباع ملت حنیفیہ حضرت خلیل ہو شیخ عبد العزیز مکی نے کہا کہ ابراہیم نے دعا میں اپنے رب عز و جل کی تعظیم کو ادب سے ملحوظ رکھا پس نہ کہا کہ تیرا عصیان کیا کیونکہ کسی کو مجال نہیں کہ اسکا عصیان کر سکے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو عبادت اسکی بارگاہ قدیم کے لائق ہے ادا کر سکے کیونکہ قدیم کے لائق قدم ہے اور حادث خود حادث تو اسکے فعال بدتر حادث ہیں پس درحقیقت تمام مخلوق اسکی طاعت و عصیان سب سے عاجز ہے اللہ اللہ کہاں میں اس طاعت و عصیان کا ذکر کرتا ہوں جن سے بارگاہ عظمت و کبریائے قدم پاک ہے اب تو جو طاعت و معصیت ہے سب تیرے ہی واسطے ہے کرم و معظم بندے کی طرف رجوع ہے سبحان اللہ وبحمدہ وہو الغنی عن العالمین۔ قلب مامون ہو فراق و حجاب سے یہ خواہش ابن عطا رح ہے اور جعفر بن محمد نے کہا کہ قلوب عارفین مامون اسرار الدین میں۔ ساری رح نے کہا کہ اصنام ہوا ہیں جعفر رح نے کہا کہ خلت و نبوت کو دیکھنا یا ولایت وغیرہ پر نظر یہی عبادت اصنام ہے جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالی کی طرف وسیلہ سوا اپنی محتاجی کے دوسرا قرار دینا بت پرستی ہے قال المترجم جو کوئی اپنے اوپر غرہ ہو کہ لائق بارگاہ نبوت خاتم المرسلین ہے وہ منافق ہے اور جو عاجزی سے وہیں جا وے اور اپنے کو لائق نہ دیکھے اللہ تعالی رحمت فرماوے اسی واسطے شیخ جنید رح نے کہا جو کہا مجھو بعض نے اس سے منع نکالا کہ سوائے حق تعالی کے حق عز و جل کی طرف دوسری چیز سے تقرب چاہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت خلیل نے کمال ادب سے اہل عصیان پر کوئی حکم نہ لگایا جیسے اہل طاعت پر یہی کہا کہ مجھ سے ہیں اور میں تیری بارگاہ میں جب قابل ہوں تو جانے ایسے ہی اہل عصیان تو نافرمان ہوئے مگر تیری شان غفور رحیم ہے تو جانے اور تیرے بندے مجھے کچھ قابو نہیں ہے حضرت علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن الامام جعفر صادق نے کہا کہ خلت میں بہت خطرات ہیں یعنی حضرت یوسف کے قصہ سے آگاہ ہو اور دیکھی فرمایا کہ ابراہیم تو بڑھاپے میں بت پرستی سے بفضل الٰہی خلیل ہونے کے بعد محفوظ تھے جبکہ بچپن میں انکو توڑ ڈالا تھا مگر جانتے تھے کہ ہوائے نفس آدمی کی گھات ہے اس سے پناہ مانگی اور فرمایا کہ حضرت خلیل نے تو نافرمانی والوں کی نسبت اشارہ سے کہا کہ آپ غفور رحیم اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلی ابیہ خلیل کے لطف و کرم و سوال صریح کو دیکھو جب اپنی قوم قریش کی حرکات ملاحظہ کر و زاحد کے بعد فرمایا اللھم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ یعنے اے رب میری قوم کو بخش دے کہ وے جانتے نہیں ہیں پیغمبر نے کہا ہے کہ ظاہر بخشنا اس خطا کا مراد ہے جو آنحضرت صلعم کے دندان مبارک شہید ہونے میں واقع ہوئی فافہم بما فیہ من الاشارۃ وتامل۔ قولہ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ اللہ تعالی جل شانہ نے اپنے خلیل کو بڑی بڑی بلاؤں میں مبتلا کر کے امتحان فرمایا تاکہ تمام دنیا کی مخلوقات سے بلکہ اپنے نفس سے جدا ہو کر خالص ہوں اور کوئی چیز مخلوقات میں سے انکے واسطے حجاب نہ رہے اور بڑھاپے

خواہشہائے نفس ۱۲

میں ایک لڑکا دیا بہت پیارا انہوں نے اسے دودھ نہ چھوڑا تھا کہ حکم دیا کہ اسکو لیجا کر وادی حرم میں بغیر آب و دانہ کے چھوڑ آوے تاکہ خلیل کا توکل و اعتماد
اپنے رب تبارک وتعالیٰ پر صاف ہو جاوے پس اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو رب کے نام پاک سے دعا میں پکارا کہ تربیت کامل کا ظہور ہوا اور باقی ہے
کہ کمال لطف سے اہل وعیال کی تربیت بدرجہ کمال پہونچائی جاوے اور وادی غیر مزروع سے کلی اعتماد اللہ تعالیٰ پر تھا کہ نباتات سے دہانی کسی پر
اعتماد نہ کیا اور بیت محرم جہان بارگاہ کبریائی کی حضوری کیسے سوائے سب حرام ہے کسی سے انس یا دانہ میں اور یہان کی تربیت یہ ہے کہ حقیقت توکل و رضا و
تسلیم کے ساتھ تربیت ہو اور انہی سوائے عزوجل کے کسی بندے کو اما اکثر نرسیم پر اعتماد نہ ہونا چاہیے وکمال تربیت وحصول بدرجہ مناجات رب تبارک وتعالیٰ ہے بقولہ ربنا
لیقیموا الصلوٰۃ اور بعد استقامت کے ائمہ ہادی مہتدی ہوں کہ لوگ انسے رجوع لاویں۔ قولہ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم ارادت ومحبت واقتدار شان سخت کرین
قولہ وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ثمرات ظاہری اعضاء وجوارح کے جو دنیا سے حاصل ہیں کام آویں معروف ہیں وہی نتیجہ دیتے ہیں ثمرات اصل کا کہ طاعات و
مقامات ودرجات ہیں اور وہاں شہود انوار صفات وتوحید ہے اور یہ ثمرات ہیں وہ اولاد میں جو انبیاء ہوا اولیاء وصدیقین وشہداء ہوں اور اس دعا میں اشارت
بحضرت خاتم المرسلین ﷺ فرمائی وقد قال ربنا وابعث فیھم رسولا الآیہ یہی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکو ثمرہ دعاء پدر بزرگوار خلیل اللہ قرار دیا
پس کون پھل بہتر ہوگا اصفی الاصفیاء واتقی الاتقیاء وافضل الانبیاء وسید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ الصدیقین والشہداء والصالحین اجمعین سے اور سراج
منیر دونوں آفتاب رسالت والحمد للہ رب العالمین اور قولہ لعلھم یشکرون سے اشارہ ہے کہ نعمت آلہیہ سے شاکروں کا شکر جوش کرتا ہے بنظر رضامندی الٰہی تائید
اہل احتیاج۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ایسے وادی میں بسایا جہاں اپنا یا انکا تعلق سوائے حق عزوجل کے کسی کے ساتھ باقی نہ تھا بعض نے کہا کہ ایسے وادی میں
بسایا جہان عالم اسباب ورسومات سے نکلکر بارگاہ حضوری کا سامنا ہے بعض نے کہا کہ بیت المحرم کے پاس جہان عالم اسباب کی کوئی چیز انکو تیری حضوری
سے مانع نہیں ہے بعض نے کہا کہ ایسے مقام پر بسایا نسنہ انکو تعلیم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اسباب پر نظر چھوڑیں۔ امام جعفر رح نے کہا کہ
قلوب العباد اپنے رب کے حکم میں ہیں بعض کو اپنی طرف رجوع کیا اور وہ طرف سے پاک ہے تو بیت الحرام کیطرف ان رہنے والوں کیطرف رجوع کرینگے
یعنی مومنین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جس نے خلق سے الگ ہو کر اطاعت کیا تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف خلق کے منہ موڑ دیتا ہے اور سب سینہ اسکی محبت سے بھرتے ہیں
اور قلوب اسکی الفت سے تازہ ہوتے ہیں چنانچہ دعاء خلیل ع فاجعل افئدۃ من الناس الآیہ میں دیکھو بعض نے کہا رزق ثمرات سے عمدہ رزق
یہ ہے کہ مخالفت چھوڑ کر موافقت اختیار کریں۔ واسطی رح نے کہا کہ ثمرات قلوب میں حکمت ہے جس سے احسان الٰہی نظر آوے تو شکر لازمی سے عاجز ہونا چاہیے
پس شکر گزاری کی امید اسی واسطے فرمائی کہ ہر ایک کو یہ دانائی حاصل نہیں ہوتی کہ شکر الٰہی ادا ہونے سے عاجزی کا اقرار کرنا لازم ہے اقول قولہ تعالیٰ ان
تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا کے ساتھ ان آیات کا تعلق بھی ظاہر ہو گیا اور شیخ واسطی رح نے یہ بھی فرمایا کہ ثمر حکمت سے امراض قلوب زائل ہو جاتے ہیں
جیسے ثمر اشجار سے امراض بدنی زائل ہوتے ہیں پھر دعاء مذکور میں اظہار مافی الضمیر تھا حالانکہ ایسے عالم الغیب کے حضور میں جو ذرہ ذرہ جانتا دیکھتا ہے
پس حضور الٰہی میں اسکا اقرار کیا کہ یہ تیری رضا کے موافق عرض ہے ورنہ تو سب جانتا ہے بقولہ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیء فی
الارض ولا فی السماء۔ اسمیں شامل ہے تضرع باطنی اور اظہار ظاہری موافقت شریعت کے اور اسرار باطنی واظہار عبادات اور اسرار علم مجہول و
اظہار صورت علم معروف اور اسرار شوق واظہار شکر وصد وذوق اور اسرار غیب الغیب واظہار الہام وغیرہ اور اسرار حقیقت وتوسع حکمت آلہیہ
بر وجہ خوب وپسندیدہ واظہار العجز کر و بات لفظ جسمیں شائبہ شکوی ومنازعت بقدر ہے حضرت خواص رح نے کہا کہ اخفاء محبت واظہار شکر ہے اور اسی کے
قریب شیخ حسین رح کا قول ہے اور ابن عطاء رح نے اخفاء احوال واظہار آداب کو بھی شامل کیا اقول نعامات غیر متناہیہ پھر ناشکری وانکار الوہیت حق تعالیٰ
وانکار ماسوائے دنیا کے آخرت وغیرہ کا باوجود دعوائے علم ودانشمندی بابینات کے حالانکہ وتو قادر علیم ہے ولقد قال تعالیٰ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝

اور ہرگز مت خیال کر اللہ کو غافل ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں انکو تو وہ تاخیر دیتا ہے ایسے دن کے لیے جسمیں پتھرا وینگی آنکھیں

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ

اوپر کو ٹکٹکی باندھے سر اونچے کیے ہوئے انکی طرف انکی پلک پھر نہ آویگی اور انکے دل اُڑ گئے ہوئے خالی ہونگے اور ڈر سنا دے لوگوں کو جس دن

يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ

آویگا انپر عذاب سو کہینگے وہ لوگ جنھوں نے اپنا اوپر ظلم کیا کہ اے ہمارے رب ہمکو بہت نزدیک مدت کی تاخیر دیدے کہ ہم تیری دعوت قبول کرلیں اور تیرے

الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

رسولوں کی اتباع کرلیں بھلا کیا نہ تھے تم کہ قسم کھاتے تھے اس سے پہلے کہ تم کو کبھی نہیں کچھ زوال ہوگا حالانکہ تم بسے تھے گھر دن میں ایسے لوگون کے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ

جنھوں نے ظلم کیا اور تمپر کھل گیا تھا کہ ہم نے انکے ساتھ کیا کردیا اور تمھارے لیے مثالیں بنا دیں اور بیشک انھون نے اپنا مکر کیا

وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

اور اللہ کے یہاں تھا انکا مکر اور انکا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ اپنی جگہہ سے دور ہو جاوین

یہ خطاب اپنے پیارے رسول صلعم کو کیا اور وہ تو ازل سے اسرار و علوم کے واسطے سب خلق سے زیادہ برگزیدہ تھا مگر حسن خطاب یہ ہے کہ جنکے حق میں سعادت ازلی جاری ہوئی ہے وہ سنکر ہوشیار ہو جاویں اور ہیبت کلام حق تعالیٰ سے انکے رونگٹے کھڑے ہوں اور قریب ہے کہ دل پھٹ جاویں پس فرمایا کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور کبھی مت خیال سمجھیو کہ ظالم و کافر بندے جو کچھ کرتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ غافل ہے اور وجہ گمان کی ایک امتحانی پردہ ہے کہ آدمی کو دنیا و اسکی نعمتوں کے سوائے آخرت کی کوئی چیز ظاہر نہیں فرمائی جسکے سامنے اس تمام دنیا کو آدمی نجس و خوار دیکھتا بلکہ کمال قدرت یہ کہ نیکوں و خالص بندوں کے ساتھ بھی اسکی ضرورت لاحق فرمائی پس جب یہ دنیائے حقیر ان کافروں کو اسطرح وسعت سے دیدی تو منافق و بے ایمان لوگ تو سمجھنے لگے کہ یہ لوگ جنکو کافر کہا جاتا ہے بُرے ہوتے تو یہ نعمتیں کیوں پاتے بلکہ تمام طریقہ ثروت و حکومت کی عقلیں انہیں میں ہیں پس خود بھی کافر ہوگئے اور جنکو آخرت کا حصہ ملا ہے وے تمام دنیا اور اسکے حاصل کرنیکی عقل جو درحقیقت حواس بہائم ہیں سب کو خوار سمجھتے ہیں مگر انپر شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ پھر کیا اللہ تعالیٰ انکے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے جیسے آدمی کسی دوسرے کی بدگوئی و بدکاری سے واقف نہو اسی واسطے تاکید سے فرمادیا کہ اسی نے اپنی خوشی و اختیار سے سب مخلوق کو پیدا کیا پس ایمان والو تم شکر و ہمت کا کہ تمکو وہ نور ایمان دیا جس سے تمکو اپنا مالک نظر آتا ہے اور ان کافروں نے یہی دار فانی و خوار اختیار کیا تو انکو یہ نجس گھر دار لینے دو اور ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے جو انکو مہلت دی اور چھوڑ رکھا ہے۔ وَاِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور انکو تو اسنے ایکدن آنے والے کے لیے تاخیر دی ہے جسمیں آنکھیں پتھرا وینگی ٹکٹکی باندھے یعنی قبروں سے اٹھکر عذاب کی شدت و ہولناک معاملات دیکھکر آنکھیں اسی طرف ٹکٹکی لگاکر ایسے ہو جاوینگی جیسے پتھرا گئی ہیں کھلی کی کھلی رہ جاوینگی مُهْطِعِيْنَ بکارنے والے کی طرف جاری کرتے ہوئے نظر اٹھائے ہوئے کقولہ تعالیٰ مهطعین الی الداع اور کہا گیا کہ اسرافیل صور قیامت پھونکینگے اور جبرئیل پکارینگے اسوقت دہشت و حیرت و خوف سے کافروں کی آنکھیں پتھراوینگی جلدی سے نظر اٹھائے دوڑتے جاوینگے مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ اپنے سر اٹھائے ہوئے اور بعض نے کہا کہ ذلت و خواری کی صورت بنائے ہوئے مگر پہلی تفسیر حضرت ابن عباس رض و مجاہد و غیرہم نے بیان کی ہے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ انکی طرف انکی نظر پھر نہ لوٹیگی یعنی شدت خوف و دہشت سے

ایسی ٹکٹکی ہوگی کہ پلک نہ جھپکیگی برابر نظر اسی طرف لگی رہیگی الٰہی ہم تیری پاک درگاہ مین کفر وظلم سے پناہ مانگتے ہین اور عذاب قبر وقیامت سے نجات مانگتے ہین
ہمکو کافرون وظالمون مین شامل نہ فرمائیو آمین۔ کافرون پر یہ بڑا سخت وقت ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ اور انکے دل اُڑے ہوئے خالی
ہونگے یعنے گویا انکے سینون مین دل ہی نہین ہے بلکہ کلیجے منہ کو آجاوینگے جیسا کہ فرمایا القلوب لدی الحناجر کاظمین۔ انکے دل گھٹے ہوئے منہ کو آجاوینگے پس خالی
ہونے کے معنے حضرت قتادہ ودیگر علماء نے یہی بیان کیے کہ اپنے ٹھکانے نہونگے تو دلون کی جگہین خالی ہونگی بعض نے کہا کہ ہوا یعنی برباد ہونگے کیونکہ ہر چیز
سوائے نام اللہ تعالیٰ کے اس دن برباد ہوگی اور کافرون کے دلون مین نام اللہ نہین ہے وہ سب برباد ہونگے پس معلوم ہوا کہ کافر مخلوق نے اس دنیائے فانیہ کو لیا
تو آخرت کے دن عذاب وخرابی کے لیے یہی مخلوق ہے جسکو آج ہر چند سمجھایا اور کہے کہ اگلون پچھلون کا آغاز وانجام دیکھکر سمجھو اس دنیا کی ناپائداری دیکھو اور
خالق عزوجل کی قدرت ظاہرہ جسپر ہزارہا دلائل ہین دیکھکر یقین لاؤ مگر نہین مانتے ہین آنحضرت صلعم کو حکم دیا۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور ڈر سناوے لوگون کو
یعنے کافرون کو کہ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ جس دن انپر عذاب آویگا اور وہ دن قیامت ہے حالانکہ عذاب انپر انکی روح نکلنے کے وقت سے شروع ہوجاویگا
فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا تب کہینگے کافر لوگ جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا کیونکہ کافرون کی بدکاری وظلم کا وبال درحقیقت انھین پر ہے رَبَّنَا اَخِّرْنَآ اے رب
ہمارے ہمکو مہلت دیدے۔ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ اسدن تو رب کو پہچان جاوینگے اور جو رسولون نے کہا تھا سب معائنہ ہوجاویگا تو
رب کا اقرار کرکے تھوڑی سی دیر کی مہلت مانگینگے کہ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ تیری دعوت قبول کرین یعنی رسولون کی زبانی جو تو نے ہمکو اپنی طاعت کے واسطے
بلایا تو ہم بہت جلد قبول کرین۔ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم رسولون کی پیروی کرین جیسے قولہ تعالیٰ حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون الآیہ یعنی جب انمین
کسی کی موت پہونچی تو بولا کہ اے رب ہمارے ہمکو پھیر دے آخر آیت تک۔ مسئلہ معلوم ہوا کہ بعد موت کے بھی علم ہوتا ہے یہی شیخ اکبر ابن العربیؒ واکثر علماء کا بلکہ جمہور کا
قول ہے سوائے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آدمی جس حال پر مرا ہے قدر اسکا ثابت رہا مگر یہ مراد ہے کہ اسکے اندر جو علم قائم ہوگا جیسے
لوح پر نقوش مرتسم ہوتے ہین تو نہین ہوسکتا کیونکہ قبر مین کافر باوجود سب دیکھنے وجاننے کے وہی جائزہ دیویگا جسپر وہ مرا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکو معائنہ کے سبب
حق بات ظاہر ہوجاویگی تو ٹھیک ہے مگر اسکو کچھ نفع نہوگا اس سے معلوم ہوگیا کہ یہان ایمان لانا البتہ نفع دیتا ہے کہ گویا وہ نور اسکی روح کے ساتھ نقش ونگار ہے
اور موت کے وقت معائنہ سے دیکھنا اسکو کچھ فائدہ نہ دیگا پس ایمان وہی ہے جو غیب پر ہو لقولہ تعالیٰ یؤمنون بالغیب۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے
خالی جان لیا مگر روح وقلب مین اسکو قبول نہ کیا وداخل نہوا تو کچھ فائدہ نہین جیسے بہت سے کافر یہودی وغیرہ آنحضرت صلعم کو سچا پیغمبر جانتے تھے لقولہ تعالیٰ یعرفونہ
کما یعرفون ابناءہم مگر دنیاوی ہوس وغیرہ سے قبول نہ کرتے تھے انکو فائدہ نہوا اور قولہ لما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنے ہنوز تمہارے دل مین ایمان داخل نہین
ہوا ہے صریح ہے کہ دنیا مین خالص رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا ایمان لاوے اور دل سے تصدیق وقبول کرے تو نفع ہے ورنہ آخرت مین تو خود ظاہر
ہوجاویگا اسوقت اسکو کچھ نفع نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ مین بیان فرمایا۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ
زَوَالٍ اور کیا تم نہین قسم کھاتے رہے اس سے پہلے کہ تمکو زوال نہین ہے یعنی اس حالت سے پہلے تم بڑے سخت یقین سے قسم کھاتے تھے کہ جو حال تمہارا موجودہ ہے
اس سے تمکو زوال نہین ہے نہ کوئی آخرت ہے اور نہ کچھ ثواب وعذاب ہے پس وہی یقین جو حقیقت حال سے برعکس تم مین تھا قائم رہیگا دوبارہ لوٹایا نہین جاتا
ہے اور حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ زوال نہین یعنے اس دنیا سے انتقال آخرت کو نہین ہے کیونکہ آخرت پر یقین ہی نہ تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واقسموا باللہ جہد
ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت الآیہ یعنی قسم کھائی ان کافرون نے بڑی شدومد کی قسمون سے کہ جو مرے اسکو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ نہین کرتا ہے آخر آیت تک
پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کی جہالت بیان فرمائی۔ وَسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور بسے تم بستیون مین ان لوگون کی جنھون نے
اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی بستیان جنمین تم رہتے ہو آخر انمین کون لوگ تھے اور کہان گئے اور اس دار فانی کو چھوڑ گئے تم انکی جگہ آئے ہو تمہارا بھی یہی انجام ہے مگر

سخت جہالت سے تم جانتے ہو کہ وے سب خاک ہو گئے اور تمکو نہین معلوم کہ انکا انجام کیا ہوا ہی ۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ اور تمکو کھل گیا کہ ہمنے انکے
ساتھ کیسے برتاؤ کیا یعنے بالیقین تم سب کو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ عاد و ثمود کی بستیان ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے بسبب نافرمانی پیغمبرون کے ہلاک کر ڈالا کہ انکا وجود
ونسل منقطع ہو سوائے مطیعین کے وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ اور تمہارے لیے ضرب المثل کر دیا یعنی پھر بھی تمکو ہوش نہین اور کچھ عبرت ونظر وعلم نہین
حاصل کرتے ہو ف آیت مین دلیل ہی کہ جو خبر متواتر ہو پہنچے اور صدق کی دلیل اسکے ساتھ ہو تو اس سے ظہور ہو جاتا ہی پس آنحضرت صلعم کے معجزات
وقرآن کی بلاغت معجزہ کا تمام عرب کا تسلیم کرنا اور یہودیون ونصرانیون کا آنحضرت صلعم کی بشارت توریت وانجیل مین موجود ہونے کا اقرار سب متواتر ہے
اور تمام کافرون پر یہی حجت قطعی ہی یاد رکھنا چاہیے ۔ الحاصل کفار قریش وتمام کافرون کو قیامت تک متنبہ کیا کہ اگلی قومین کسطرح ہلاک ہوئین تم عبرت
پکڑو اور اپنے بد افعال وشرک اور دنیاوی چیزون پر مت غفلت کرو کہ انھون نے بھی یہی کیا تھا ۔ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ اور بیشک ان لوگون نے
مکر کیا تھا یعنے انھون نے امر حق کے رد کرنے اور شرک وکفر کے غالب کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا بلکہ ظاہر وباطن اسپر اڑے رہے بعض نے کہا کہ یہ کفار قریش کا
بیان ہی کہ انھون نے مکر کیا لیکن حکم عام ہونا چاہیے پس ارشاد ہی کہ ہر زمانہ مین جو گروہ عظیم انسانون کا مشرک وکافر ہوتا ہی وہ اپنا اعتماد ایسے امور پر کرتا ہی جو ظاہر بین
لوگون کو مانند مکر کے پھندے معلوم ہوتے ہین اور جسکو ذرا بھی نور عقل ہی سو وہ دیکھتا ہی تو اسکو محض اوہام وخیالات سمجھتا ہی اور برخلاف اسکے اہل الکفر کا وطیرہ ہی کہ اوہام و
ظنون پر اپنی بنیاد رکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ مضبوط ہی اور باقی امور جو اہل الحق کہتے ہین وہ سب اوہام ہین پھر جب مرگ نے انکو زچ کیا تو سارا مکر برباد ہوا اور
انکو نظر آیا کہ تقدیر الٰہی اُنکے ساتھ اسطرح جاری ہوئی تھی کہ ایسے طریقہ سے انکو یہ غضبناک نتیجہ نظر آیا گویا کسی نے مکر سے انکو اس ورطہ مین ڈالدیا لہذا فرمایا:
وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ اور انکا مکر اللہ تعالیٰ کے یہان ہی یعنی کوئی فعل انسے سر زد نہین ہوتا سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہی پس علم الٰہی اس کو
محیط ہی تو نتیجہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے ۔ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ اگرچہ تھا انکا مکر کہ زائل ہو جاتے اس سے پہاڑ ۔ یعنے ان کا مکر جو بالکل
شرک تھا کہ مثلاً اللہ تعالیٰ کے واسطے جورو وبیٹا بتلاتے تھے یہ ایسا سخت کلمہ تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جاوین کقولہ تعالیٰ تخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا ۔ یعنے
اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا کہنے سے قریب ہی کہ پہاڑ گر پڑین اسلیے کہ تمام مخلوقات آسمان وزمین اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی عظمت ویکتائی پر شاہد ہی اور آدمی اگر اپنے مان باپ
کے حق مین ایسی گالی سُنے جو آدمی بعضے کرتے بھی ہین تو غیظ کے سبب سے اسکا دل پھٹ جاتا ہی کہان کہ حضرت سبحانہ تعالیٰ ذوالعظمۃ والکبریاء کی شان مین ایسی
بات کہ بالکل اُنکی شان سے لگاؤ نہین رکھتی ہی اور نہایت قبیح ہی کون سُن سکتا ہی یہ تفسیر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہی اور ایسا ہی ضحاک
وقتادہ نے تفسیر بیان کی ہی اور حسن بصری رح نے کہا کہ ان کان بمعنی ما کان ہی یعنی انکا مکر کچھ نہ تھا کہ اس سے جبال کو زوال ہو ۔ اسکی توجیہ ابن جریر رح نے
یہ بیان کی کہ محاورہ مین بولا کرتے ہین کہ اتنا کیون سر اُٹھاتے ہو کیا پہاڑ چھانٹ سکوگے جیسے آیت سورہ بنی اسرائیل مین نظیر آئی ہی اور ابن جریر رح نے مجاہد رح سے
یہ معنے روایت کیے کہ اگر انکے مکر ہوتے تو پہاڑ زائل ہو جاتے یعنے خود ان کافرون کو کچھ قدرت نہ تھی وہ سب قہر الٰہی کے تحت قدرت مین مقہور تھے انکے ساتھ وہ
معاملہ ہوا کہ اپنے نزدیک انھون نے کچھ کیا اور سمجھا تھا اور نتیجہ کچھ ہوا جیسے مکر کا نتیجہ نکلتا ہی ۔ اور حضرت علی وعمر وابن مسعود وابی بن کعب رض نے وان کاد مکرہم ۔
پڑھا یعنی انکا مکر ایسا تھا کہ قریب تھا کہ اس سے پہاڑ گر جاوین ۔ اور اس مقام پر بعض کفار کا قصہ مروی ہی کہ اسنے جہالت سے یا بطریق مکر کے یہ فریب کیا کہ آسمان کے
حالات دریافت کرے اور لوگون سے کہے کہ وہان کچھ نہین ہی تاکہ پھر ایسا اس مکر سے کافر ہو جاوے اور فرعون کا یہ قصہ تو ظاہر ہی کہ ہامان سے کہا کہ ایسا بلند مینار
بناوے کہ اسباب سموات پر مطلع ہو کر موسیٰ کے رب کو دیکھون اور دوسرا قصہ نمرود وغیرہ کا کہ بذریعہ نسر طائر کے اُڑا اور آخر مایوس ہو کر گرا بعض لوگون نے اس
قصہ کو بعید اسوجہ سے جانا کہ اسمین جان کا خطرہ ہی اور تکذیب پیغمبر کے لیے اسقدر خطرہ برداشت کرنا مشکل تھا اور مین کہتا ہون کہ روایات تمام واقعات و
تفصیل کے ساتھ نہین ہین اور جو شخص عقل سلیم رکھتا ہی وہ جانتا ہی کہ اکثر اوقات بات صحیح ہوتی ہی مگر آدمی اسکو معمول نہین کر سکتا تو اسکو بعید معلوم ہوتی ہی

پس مین کہتا ہون کہ بخت نصر یا نمرود کے ایام مین دنیاوی آبادی و انکی لذات مین خوض و املاک و لشکر کی کثرت و تجارت و زراعت و صنعت و حرفت اور
فنون ریاضی و طبعی وغیرہ کا بہت زور تھا اسی زمانہ مین حضرت خلیل ہوا بخت نصر کے پیچھے دو پیغمبر کے بھی کہہ سکتے ہین کہ توحید حق کا اعلام دیا گیا مگر
جب دنیا کی ثروت و حکومت و خیالات کی یہ حالت تھی تو پیغمبر صلعم کا بیان بالکل مضحکہ کر ڈالا گیا اور سرگروہ اسپر یقین نہوا لیکن ریاضی کی تحقیقات کے لیے
رصدگاہ بلند اور آسمان کیطرف چڑھنے کے لیے جیسے اس زمانہ مین اہل فرنگ غبارون پر خطرات برداشت کرتے ہین قصد کیا اور آسمانی تحقیقات کی غرض سے
بادشاہی دعوی یہ ہوا کہ اگر واقعی آبادی ہے تو کیا صورت و کیا ذریعہ ہے اور فرعون کے منارہ سے بھی جہان وہ قصد تھا کہ خالق موسی کو دیکھون کیونکہ معجزات
پیغمبری لیسان احمقون کو بیشک متحیر کر دیا تھا پس حضرت باری تعالی کی شان مین محسوس کا گمان کیا اور کبھی وہان رصدگاہ عظیم کا قصد تھا حالانکہ اس نے کمال
ٹھوس موٹے دماغ سے حضرت موسی کے بیان سے رب تبارک و تعالی کو بالکل نہ پہچانا بلکہ جیسے آجکل مشاہدہ ہے صرف حسی باتون پر مدار رکھا یون ہی نمرود و بخت نصر کا حال
تھا چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ وقد روی شعبۃ رح عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن ارباب عن علی کرم اللہ وجہہ یعنی اس اسناد سے حضرت علی سے روایت ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابراہیم سے رب تبارک و تعالی کی جناب مین حجت کی تھی اُسنے دو بچہ نسر طائر کے پالے جب بڑے ہو گئے تو ایک تابوت مین انکو مضبوط
باندھا اور بھوکا رکھا پھر ایک نیزہ دراز پر گوشت رکھکر تابوت سے باندھا اور وہ مع ایک شخص کے تابوت مین بیٹھا تھا پس گوشت کیطرف طائر اڑے اور
بلند ہوئے یہانتک کہ پہاڑون سے اونچے ہو گئے حتی کہ اسکے ساتھی نے کہا کہ تمام زمین ایک مکھی نظر آتی ہے پھر نیزہ کا سر نیچا کر دیا تو طائر اسطرف جھکے حتی کہ زمین پر
اُتر آیا اور حضرت علی رض نے فرمایا کہ قولہ تعالی وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال ایسے معاملہ مین ہے اور یون ہی سفیان الثوری و اسرائیل نے بذریعہ ابو اسحق کے
آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور عکرمہ سے بھی مذکور ہے کہ سیاق درباہ نمرود مردود ہے کہ اس حیلہ و مکر سے اسنے اسباب السموات پر اطلاع چاہی تھی اور مجاہد رح
سے ایسا ہی قصہ بخت نصر کے بارہ مین مروی ہے واضح ہو کہ تحقیق کھلا ہوا سو وجہ سے نہ تھا کہ زمہریر کی سردی سے بچاؤ لازم تھا اور اہل یورپ تو بذریعہ گیاس
کرتے ہین اُسنے اُسی تابوت مین کسی دوسے بچاؤ نکالا ہوگا خصوص جبکہ مصر وغیرہ کے ملک مین ہزارہا برس پیشتر کی لاشین اسوقت تک ایسا عمدہ مصالحہ دی ہوئی ملتی ہین
جو اس زمانہ مین کسی کو معلوم نہین ہے اور تاویل و تفسیر آیت اس قصہ پر موقوف نہین ہے بلکہ یہ قصہ اگر اسناد صحیح ہو تو اس کی دلیل ہے کہ باوجود دنیاوی امور
و ثروت و حکومت مین اسقدر ہوشیاری تھی پھر عقلی امور مین اور معرفت حق تعالی مین ایسے سخت جاہل تھے کہ بذریعہ غبارہ وغیرہ کے سماوی قبضہ و فتوحات اور
رب تبارک و تعالی کی ملاقات چاہتے تھے اور یہ کمال جہل و حماقت ہے شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ مختار قراۃ بکسر اللام لتزول کا لام مکسورہ ہے اور ان یہان
مشددہ سے مخففہ ہے لیسے وانہ کان اور لام کا زیادہ کرنا برائے فرق ان نافیہ و ان مخففہ ہے اور پہاڑ ٹل جانا یا انکے گرنے کی بڑائی اور برائی یعنی شدت قبح باطنی و ظاہری
کی تمثیل ہے پھر اگر بیان قبح قریش ہے تو زجاج رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکے مکر اگرچہ اسقدر شدید و قبیح ہوئے کچھ چیز نہین کہ اللہ تعالی اپنے رسول کو فتح دیگا اور بعض نے کہا کہ
آیات الہیہ و شرائع دین کو رسوخ مین پہاڑ سے مشابہ فرمایا کہ جو انکے مکرون سے زائل نہونگے پس ان نافیہ ہے اور آیت ما بعد اس سے مناسب ہے ف فی العرائس قولہ
ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون واضح ہو کہ ظلم قبیح کفر و شرک ہے اور وہ تفسیر ظاہر ہے اور بعض لوگ ایمان و مغفرت کے لائق بھی باعتبار کمال التقوی نہونے
کے ظالم ہوتے ہین چنانچہ قولہ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیۃ کی تفسیر مین صحیح ہے کہ کل منہم علی خیر یعنی یہ سب بہتری پر ہین پس ظلم کا
یہان وہ مرتبہ نہین ہے جو کفر و شرک کا ظلم ہوتا ہے بلکہ جیسے انسان کو حمل امانت پر ظالم و جاہل فرمایا ہے پس ایسے ظالم کے حق مین اللہ تعالی کیطرف سے تاکید ہے کہ ادب و
حسن مراقبہ و تعظیم مین کوشش رکھے اور دعوے انانیت مین مستغرق نہو جیسا کہ بعض مجذوبون کو واقع ہوا اور مخصوص لعمار انکے حق مین یہ ہے کہ ظہور اکبر کے و سطوات
عظمت مین ایسے مستغرق ہونگے کہ انکی نظرین بالکل خودی سے فانی ہو جاوینگی کسی طرف التفات کی قدرت نہوگی اور ہوا القلوب انکا خالی ہونا جمیع تصورات
و ادراکات سے بلکہ معقولات و ارواح سے بھی کہ ہیبت و جلال قدم سے انکو کچھ ادراک نہوگا کہا گیا کہ شہود دیدہ محل حضور ہے اور شہود الحق عز و جل حالت عظمت ہ

کمال ہے۔ احمد بن خضرویہ رح نے کہا کہ اگر مجھے شفاعت دیجاوے تو پہلے اپنے ظالم سے شروع کرون جس سے مجھے اللہ تعالےٰ کی پرستش نصیب ہوئی یعنے قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون میمون بن مہران رح نے کہا کہ یہ آیت کافی وعید ہے ظالم کو اور تسکین ہے مظلوم کو۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اہل الحق کے قلوب سوائے حق عز و جل کے کسی سے آرام نہین پاتے ہین اسی کی مشیت پر قائم ہین۔ قولہ و سکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم ظالمون کے وطن مین سکونت یہ ہے کہ جسم پر نفس امارہ و شہوت کا قابو زیادہ ہے جو ظہور قہریات کے مظاہر ہین اور آدمی جب تک خلوص ارادت سے دعوی والون کے پڑوس سے باہر نہو تو اسکا نفس باطل دعوے اور ظلم کا عادی ہو جاتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ جو شخص بلا ضرورت فاسقون اور گناہ کرنے والون کے ساتھ میل کرے اور انکی مصاحبت و پڑوس اختیار کرے تو یقین جانے کہ اسکے دل مین فسق و معصیت پوشیدہ ہے جسکو ظہور کرنے کی خواہش ہے اور حیلہ ڈھونڈھتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ظالمون کے پڑوس مین رہنے والون کی مذمت فرمائی اور وہان مقام کرنے والے کو معذور نہین رکھا لقولہ تعالےٰ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا کہا جاتا ہے کہ فاسقون و فاجرون کے ساتھ رہنے والے انہین شرارت مین جو وہ پاوین وہی یہ پاوین اور حق شرع ادا کرنا انہین آسان نہین ہے بہ نسبت انسے دوری اختیار کرنے کے واللہ تعالےٰ اعلم قال اللہ تعالےٰ

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

لیس تو مت خیال کیجیو اللہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کا اپنے رسولون سے اللہ بیشک سب قدرت والا اور بدلا لینے والا ہے جس دن بدلی جاویگی زمین اسکی جگہ

غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ

دوسری اور سب آسمان اور سب لوگ نکل آوینگے واسطے اللہ واحد القہار کے اور تو دیکھیگا نافرمانون کو آج کے دن بندھے ہوئے

فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا

قیدون مین انکے پائجامہ ہونگے قطران کے اور ڈھانکے ہوگی انکے چہرون کو آگ تاکہ بدلا دیوے اللہ ہر نفس کو جو کچھ

كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا

اسنے کمایا ہے بیشک اللہ تعالےٰ جلد حساب کرنے والا ہے یہ پہونچا دینا ہے لوگون کو اور تاکہ انکو ڈر سنایا جاوے اور تاکہ جان لیوین کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

وہ تو اکیلا ہی اللہ ہے اور تاکہ نصیحت مانین سمجھ والے

ع ۱۱ / ۱۹

منجملہ انذار کے یہ آیات بھی ہین اور قدرت حق عز و جل ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ جنکے قبضہ مین اسقدر ملک و سلطنت تھی کہ آجتک کسی کو نصیب نہین ہوئی ہے اور اصحاب رض جنکے پیچھے دولت دنیا و خزانہاے قیصر و کسری ہاتھ باندھے تھے گروے لوگ دنیا سے بیزار اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور راتون کو جاگنے والے نمک و روٹی پر کفایت کرنے والے تھے انکو یہ آیات نافع ہوتی تھین کہ بیہوش ہو جاتے تھے اور انکے سوائے کافر مشرک منافق محض دنیا کے کتے انکو کچھ نفع نہین ہوتا ہے اور سچ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مین صحیح آیات سے یہ خبر دی ہے اور کافرون کو کچھ نفع نہین ہوتا بلکہ گمان کرتے تھے کہ صحابہ رض بالفعل اسقدر ضعیف و کمزور ہین کہان سے ملک کسری و قیصر فتح کرینگے و قال تعالےٰ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ سو تو کبھی نہ گمان کیجیو اللہ تعالےٰ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ مین اپنے رسولون سے۔ اسمین تمام امت کو اطمینان ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول کو غلبہ دیتا ہے و لیکن اسکی حکمت ایسی خوبصورت پیرایہ مین ہے کہ مومنون کو اپنے فضل و ہدایت سے مستقیم رکھتا ہے ورنہ کافر لوگ تو ہرگز نہین سمجھتے اور گویا خوشی سے کفر مین گرفتار و گمراہ ہین حالانکہ پھر تو کچھ شک نہین رہا کہ اللہ تعالےٰ نے سلطنت کسری و قیصر کو انہین فقیرون پر فتح کر دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ بیشک اللہ تعالےٰ غالب ہے سب کچھ اسکے قبضہ مین مقہور ہے۔ ذُو انْتِقَامٍ بدلا لینے والا ہے یعنے نیک بندون کے لیے ظالمون سے

بدلا دیا جاتا ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ قسم ہے اسی کی کہ بیشک اپنے حکم میں بالکل غالب ہے اسکا برتاؤ ایسا محکم اور غالب ہے کہ کفار کے حق میں ایسا ہے جیسے کوئی کرمین ہلاک ہو جاوے
اسکا مکر بہت زبردست قوی ہے یوم تبدل الارض بیان کرتے جس دن بدلی جاویگی یہ زمین یعنی جو تم مشاہدہ کرتے ہو۔ غیر الارض دوسری زمین سے یعنی کافر جو اپنے
آپ کو اور سب کو مثل گھاس کے خودرو اور خواہ نخواہ پیدا اور بے انجام جانتا ہے وہ بالکل بیوقوف ہے اسکے آگے وقائع ہولناک و عجائب قدرت کے آثار ہیں۔ واضح ہو کہ
دہریہ و نیچری وغیرہ جو ایسا خیال کرتے ہیں انسے پوچھو کہ پھر تم لوگوں کے واسطے زمین و اسکی چیزیں نہیں بلکہ تم زمین کے لیے ہو کہ گھاس کیطرح پیدا ہو کر اسکو درست کرو
عمارتیں بلڈنگیں بناؤ پھر مر جاؤ دوسرے دین اور مزدوری کریں تمہاری عقل خوار ہے جب پانی زیادہ برسے تو تمہارا گھروندا اکھڑ جاوے۔ زمین و آسمان باقی و دائمی
کہتے ہو یوں ہی رہینگے مگر تم محض بیقدر خودرو گھاس ہو۔ زمین وغیرہ میں عقل نہیں پس اگر افضل ہے تو تمہاری عقل محض ہیچ ہے۔ تھوہڑ کا درخت کئی سو برس باقی رہا مگر تم
اس قابل بھی نہ تھے تو تم سے وہ بیشک اچھا ہے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں ان احمقوں کی جہالت سے صحیح یہی ہے کہ انسان افضل اور اسکے واسطے غایۃ و انجام ہے اور اپنی
عقل سے استدلال کرتا ہے کہ نظام عالم ایک خالق عز و جل کی مخلوقات ہے اور وہ اسکو ہر طرح بدلکر پیدا کر سکتا ہے پس ذرا بھی شبہ نہیں جو اسنے فرمایا کہ یاد کرو وہ دن کہ
زمین بدلیجاویگی سوائے اس زمین کے۔ اب جاننا چاہیے کہ تبدیل کبھی ذات میں ہوتی ہے اور کبھی صفات میں ہوتی ہے اور زمین کی تبدیل جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہوتا کہ
دونوں طرح بدلیجاویگی۔ والسمٰوٰت اور آسمان بھی اسی طرح بدلے جاوینگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا وہ اس دن ہو جاویگا جس دن یہ تبدیل
واقع ہوگی اور صحیحین میں سہل بن سعد رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حشر کیے جاوینگے لوگ قیامت کے روز زمین صاف پر جیسے میدہ کی روٹی جس میں کسی
شخص کا نشان نہوگا یعنی تودہ وغیرہ کچھ نہوگا اور حضرت ام المومنین صدیقہ رض نے پوچھا کہ اس دن آدمی کہاں ہونگے فرمایا کہ صراط پر ہونگے۔ رواہ مسلم والترمذی و ابن ماجہ
و قال الترمذی حسن صحیح و احمد اور دوسری روایت میں قولہ والارض جمیعا قبضتہ والسموات مطویات بیمینہ الآیہ کی تفسیر میں پوچھا کہ لوگ کہاں ہونگے فرمایا کہ جہنم پر
پل سے گزرتے ہونگے اور صحیح مسلم میں ثوبان رض سے روایت ہے کہ میں حضرت کے پاس کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور کہا السلام علیک یا محمد تو میں نے اس کو
ایسا دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے تو مجھ سے بولا کہ تو نے مجھے کیوں دھکیلا میں نے کہا کہ تو نام لیتا ہے رسول اللہ نہیں کہتا بولا کہ جو نام اسکا انکے گھر والوں نے رکھا ہے
وہی نام لیتا ہوں آنحضرت نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے پھر یہودی نے کہا کہ میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ بھلا تجھے نافع ہوگا۔
جو میں بیان کرونگا بولا کہ میں اپنے کانوں سے سنونگا پس آنحضرت نے ایک چھڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین کریدی پھر فرمایا کہ پوچھ پس اسنے کہا کہ جس دن
زمین و آسمان تبدیل ہونگے لوگ کہاں ہونگے آپ نے فرمایا کہ اندھیری میں جہنم کے پل سے ادھر ہونگے بولا کہ پھر اول کسکو اجازت ہوگی فرمایا کہ مہاجرین میں سے فقراء کو
بولا کہ پہلا تحفہ انکا کیا ہوگا جب جنت میں پہنچینگے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کا زائدہ پھر بولا کہ اسکے بعد کیا ملیگا فرمایا کہ ثور الجنہ جو اسکے اطراف سے چرتا ہے ضیافت ہوگا
پوچھا کہ کیا پینے کو ملیگا فرمایا کہ چشمہ سلسبیل کا پانی کہنے لگا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر بولا کہ ایک اور بھی بات امتحان کرنے آیا ہوں جسکو سوائے نبی یا ایک یا دو آدمیوں کے
کوئی نہیں جانتا فرمایا کہ کیا تجھے نفع ہوگا میرے بیان سے بولا کہ اپنے کانوں سنونگا پوچھا کہ میں فرزند کو پوچھنے آیا ہوں فرمایا کہ مرد کا پانی سپید ہے اور عورت کا زرد ہے
جب دونوں مجتمع ہوئے پھر عورت کی منی پر مرد کی منی چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی اوپر چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے لڑکی ہوتی ہے یہودی بولا
کہ بیشک آپ نے سچ فرمایا اور بیشک آپ نبی ہیں پھر رخصت ہو گیا پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسنے جو کچھ مجھ سے پوچھا مجھے اسکا علم نہ تھا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیدیا۔ رواہ الامام
مسلم فی صحیحہ اور ابن جریر کی روایت میں ہے کہ لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ ہے وہ لوگوں کو عاجز نہیں کریگی۔ و رواہ ابن ابی حاتم اور
شعبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کی کہ زمین کے بدلے زمین ہوگی جیسے سفید چاندی خالص نہ اسپر کوئی خون بہایا گیا اور نہ اسپر کوئی گناہ کیا گیا نظر اسکے پار ہوگی
اور آواز پکارنے والے کی سنائی دیگی لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ جیسے پیدا کیے گئے تھے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ کہا کہ کھڑے ہونگے یہانتک کہ پسینہ انکو گھیر لیگا۔ عمرو
بن میمون نے اور زر بن حبیش نے اسکو عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کیا ہے۔ رواہ ابن جریر اور زید رض سے روایت ہے کہ آنحضرت نے صحابہ کو تبدیل الارض میں

فرمایا کہ صاف سفید مثل چاندی کے ہوگی پھر مدینہ کے گرد یہودی عالموں کو بلانے بھیجا اور بعض اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیوں میں نے بلوایا ہے اسلیے بلوایا کہ
وے لوگ توریت سے بیان کریں جب آئے تو انسے فرمایا کہ تبدیل الارض بیان کرو انھوں نے کہا کہ زمین سفید مثل میدے کی روٹی کے ہوگی رواہ ابن جریر ایسی ہی
تفسیر حضرت علی وابن عباس وانس بن مالک ومجاہد سے مروی ہے کہ زمین اس دن چاندی کی ہوگی اور حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ آسمان سونے کے ہونگے اور واضح
ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ وتابعین سے زمین کا میدے کی روٹی ہونا اور آسمانوں کا باغ ہونا بھی مروی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ زمین تانبے کی اور حضرت
عبداللہ بن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ زمین وسمندر سب آگ کے ہونگے اور صحیحین میں ابوسعیدؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ زمین اس دن ایک روٹی ہوگی کہ حضرت جبار
جل جلالہ اپنے دست قدرت سے اسکو کوٹ پوٹ دیگا نزل اہل جنت کے لیے یعنی ہنوز وہ لوگ جنت میں نہیں پہونچے ہونگے امام قرطبی وغیرہ نے اس کی تحقیق
کردی ہے اور صحیح یہ ہے کہ زمین کی تبدیل صفاتی وذاتی دونوں طرح کئی بار واقع ہوگی پس نفخ صور وقیام محشر میں زمین صاف سفید ہوگی کہ نہ اسپر علامت اور
نہ خون وگناہ کا اثر ہوگا پھر جب خلائق تہ جہنم کے پل پر ہونگے تو کفار کے لیے آتشی وتانبے وغیرہ کی ہوگی اور تاریکی ہوگی اور اس پار مومنوں کے لیے مثل روٹی کے
پھر جنت میں درکہ بیضا رشاک خالص ہوگی اور حق یہ ہے کہ یہ سب امور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے واقع ہونگے انمیں کوئی تفصیل اسوقت ممکن نہیں ہے کیونکہ محشر کے اوقات
وحالات مختلف ہیں اور امر آخرت کی کیفیات بالکل مخفی ہیں پس اہل ایمان وعقل ان سب امور کو صحیح وقدرت حق تعالیٰ میں ادنی امور دیکھتے ہیں اور خوب ظاہر ہے کہ
جو لوگ اس خاکی زمین کو خراب اونچا نیچا دیکھتے ہیں باوجودیکہ چورس مربع باد ور جیسا بنانے اور کوشش کرکے ہلاک ہوتے ہیں قادر قیوم جل شانہ کی قدرت میں
آسان تھا اگر نمونہ اسکی خواری کا ہے اور ہموار خوبصورت جو دنیا میں نہ آوے جہاں باقی ہے حالانکہ ایک پھول ایسے نمونہ پر دیا کہ ہم اسکے مثل کسی طرح نہیں بنا سکتے
ہیں پس اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفات پاک ہیں اور کلام سچا ہے اور رسول برحق ہے وہی صحیح ہے جو اسنے فرمایا ومراد لیا ہے پس ایمان لائے ہم کہ بدلی جاویگی زمین سوا اسے
اس زمین کے اور بدلے جاوینگے آسمان۔ وَبَرَزُوْا۔ اور ظاہر ہونگے تمام لوگ اپنی قبروں سے یا مراد فقط ظالم لوگ ہوں اگرچہ سب ظاہر ہونگے کیونکہ سیاق ظالموں کا
ہے یعنی قبروں سے نکلینگے تاکہ اپنے اعمال وکردار کے بدلے اٹھاویں۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ واسطے حکم اللہ واحد قہار کے۔ وہ قاہر ہے سب اسکی قدرت میں مقہور
ہیں انکو ایک زجر سے آواز دیجاویگی کہ سب کے سب اس زمین تبدیل شدہ پر قائم ہونگے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ۔ اور تو دیکھیگا نافرمانوں کو یعنی اللہ تعالیٰ کو
نہ ماننے والے کافروں مشرکوں وغیرہ کو اس دن۔ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ۔ زنجیروں سے ملاکر جکڑے ہوئے اصفاد زنجیریں بقول سعید بن جبیر یا بندان بقول
ابن عباس یا بیڑیاں وطوق بقول قتادہ اور باہم مجرموں کا مقرون ہونا اپنے اپنے خراب عقائد واعمال کی شرکت سے ہے مانند قولہ واذا النفوس زوجت یا
اپنے اپنے شیطان کے ساتھ جو دنیا میں باطنی نزدیکی پر ہیں وہاں یوم ظہور میں ظاہری نزدیکی پر کھلے کھلے ہونگے مانند قولہ نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین اور ظاہر یہ ہے
کہ آدمیوں میں سے ہر قسم کے گمراہ لوگ مع اپنے ظاہری پیشوا آدمی کے اور مع باطنی پیشوا شیطانوں کے یکجا جکڑے ہونگے اور سب شیاطین کا پیشوا شیطان ابلیس بھی
سب کے آگے ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم پھر انکی ہیئات قبیح بیان فرمائی مع لباس کے۔ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ۔ قمیصیں یا پاجامے انکے قطران سے ہونگے یعنی انکے جسموں پر
قطران بدبودار ملا ہوا اس عالم میں سربیل ہوگا اور قطران ایک چیز مٹی کے تیل کے مانند زمین سے ابلتی ہے اسکا چشمہ ہوتا ہے سیاہ رنگ بہت بدبودار قتادہ نے کہا
کہ اسمیں آگ بہت لگتی ہے ابن عباس کہتے تھے کہ قطران گلا ہوا تانبا جسکی حرارت انتہا کو پہونچ گئی اور ایسا ہی مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وحسن وقتادہ سے
مروی ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ قطر بمعنے تانبا اور آن بمعنی شدید الحرارۃ پس قطران پگھلایا ہوا تانبا جسکی حرارت حد کو پہونچی ہے اور حدیث میں ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے
کہ حضرت نے فرمایا چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت سے ہونگی انکو نہیں چھوڑینگی ایک تو حسب پر فخر کرنا اور دوم نسب میں طعن کرنا اور سوم نجوم پر پانی مانگنا یعنے
فلاں ستارہ سے پانی برسیگا اور چہارم میت پر بین کرکے پیٹنا اور مرے پر پیٹنے والی رونے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہیں کی تو قیامت کے روز کھڑی
کیجائیگی اس حال سے کہ اسپر قطران کی سربال ہوگی اور جرب کی کرتی ہوگی رواہ مسلم واحمد۔ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۔ اور چھائی ہوگی انکے چہروں پر آگ

جیسے دوسری آیت مین فرمایا وتلفح وجوھھم النار اور آگ کا گھیرنا اگرچہ عام بدن کو ہوگا مگر چہرہ اشرف جزو تھا اور قبیح صورت کے لیے کافی تو اسکو بیان فرمادیا
اور سنن کی روایت مین پیٹنے والی عورت کے حق مین ہے کہ اگر بے توبہ مر گئی تو دوزخ وجنت کے درمیان راہ پر کھڑی کیجائیگی اسپر قطران کی سربال ہوگی اور اسکے
چہرہ کو آگ چھائی ہوگی۔ لیجزی اللہ یہ فعل ان لوگون کے ساتھ اسلیے ہونگے کہ اللہ تعہ بدلا دیوے۔ کل نفس ہر نفس کو مرد ہو یا عورت ہو۔ ما کسبت
وہ جو اسنے کمایا یعنے اسکی کمائی کے موافق اسکو جزا دیوے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعہ ہر نفس کی بدکاری وگناہ سے پاک بے پروا ہے جیسے ہر ایک کی طاعت سے مستغنی ہے
ہر نفس جو کرتا ہے اسکا نفع وضرر اسی پر عائد ہے گویا کہ اس جہان کے اعمال وافعال دوسرے جہان مین اپنی اپنی جزا کے ساتھ ہونگے۔ ان اللہ سریع الحساب
بیشک اللہ تعہ سریع الحساب ہے اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہے کہ دریافت کرنے مین دیر ہو اور تمام خلق اسکے نزدیک بمنزلہ ایک ذرہ کے ہے یا کم لیکن بندون پر
حجت کے لیے ایام دنیا کے آدھے دن کی مقدار پر حساب فرماویگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کما ذکر ذلک السیوطی اور اہل ایمان جنکو اللہ تعہ بخشیگا انکو نامہ اعمال
دکھلا کے جادینگے اور پوچھا نہ جاویگا۔ اللہ تعہ تجاوز فرماویگا اور جس سے پرسش ہوگی وہ ضرور مواخذہ مین آجاویگا اللہ تعہ اہل اسلام سے تجاوز فرماوے
برحمتہ ومغفرتہ آمین۔ ھذا یہ قرآن بلاغ للناس پہونچادیا گیا ہے لوگون کو یعنے اللہ تعہ کا حکم لوگون کو پہونچایا گیا کہ اپنی نیکی بدی پہچان کر سعادت کے مراتب
حاصل کرین اور شروع سورہ مین بھی فرمایا تھا کہ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور پس ختم بھی کردیا کہ ان دلائل توحید سے آغاز وانجام
وکام معلوم ہوگیا ہر ایک اپنے لیے راہ راست ڈھونڈھے اور فرمایا لانذرکم بہ ومن بلغ یعنی اے عرب تکو مین انذار کرون اور جسکو پہونچے پس جن لوگون کو قرآن
پہونچا سب پر اتباع فرض ہوگئی اور آنحضرت صلعم نے سوائے عرب کے باقیون کو بذریعہ صحابہ رض کے پہونچایا پس صحابہ آپ کے قائم مقام ورسول کے رسول ہین لہذا
جو انپر طعن کرے وہ رسول پر طعن کرکے کافر ہوگا۔ پھر یہ قرآن کس طور سے پہچانا جاوے کہ اللہ تعہ کا کلام ہے تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعہ نے دو باتون پر صریح کردیا کہ
ذرا بھی شک نہین ہوسکتا اول تو محمد رسول اللہ پیغمبر صادق مصدوق تھے کہ قریش وتمام عرب آپکی سچائی پر متفق تھے تو صریح ہے کہ کوئی آپس مین جھوٹ نہ بولے پھر
اللہ تعہ پر جھوٹ باندھے پھر کیونکر جھوٹا شخص اتنے معجزات دکھلا سکتا ہے دوم یہ کہ جو بات لاکھون آدمی ہر زمانہ مین بیان کرین وہ خبر بالکل سچ ہوتی ہے اور قرآن سب
جہان کے نزدیک متواتر چلا آتا ہے لاکھون آدمیون نے ہر زمانہ مین اسکو حفظ کیا اور پڑھا پڑھایا ہے اسمین کہتا ہون کہ اس قرآن مین جابجا تمام عرب کو کہا گیا کہ تم اسکے
چھوٹے سورہ کے مثل لاؤ اگر تم اسکو آدمی کا کلام سمجھتے ہو لیکن انسے ہرگز ممکن نہوا اور تلوار سے جان دینا ولڑنا قبول کیا اگر لاسکتے تو کیون ایسا کرتے اور سبنے اسکو
معجزہ بےمثل تسلیم کیا اور جیسے جادو کو عجیب سمجھتے ہین اسکو جادو قرار دیا اور جب تمام عرب اول سے آخر تک اسکے اعجاز بلیغ ہونے کا اقرار کرچکے تو سوائے عرب کے کون
زباندان عربی کا ہے جو مقابلہ کا دعوی کرے اور جو دعوی کرے وہ محض جھوٹا اور بالکل بیوقوف ہے تب ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن بیشک آدمی کا کلام نہین ہے پس اللہ تعہ کا
پیغام بندون کے لیے ہے تاکہ اسپر ایمان لاوین۔ ولینذروا بہ اور تاکہ اس سے انکو ڈرسنایا جاوے پس بدکاری وگمراہی مین نہ پڑین اور اپنے رب سبحانہ وتعالی سے
شرک نہ کرین اور ایسے فعل نہ کماوین جو دوسرے جہان مین انکے ساتھ آگ وعذاب ہون کیونکہ جو کچھ اپنے ساتھ اپنے ظاہر وباطن پر لباس پڑھاوینگے وہی دوسرے جہان مین
انپر ظاہر ہوگا۔ ولیعلموا اور تاکہ یقین جانلین قرآن کی صریح وصاف صاف سچی دلیلون سے کہ انما ھو الہ واحد وہ تو اکیلا اللہ ہے کسی صفت مین اسکا
کوئی شریک نہین ہے۔ ولیذکر اولوا الالباب اور تاکہ نصیحت پاوین عقل والے لوگ۔ پس سے معلوم ہوا کہ جس نے قرآن سے نصیحت نہ پائی وہ احمق بےعقل ہے
کیونکہ قرآن مجید مین مخلوقات کی وجود وصفات سے اور آدمی کی خود ذات وصفات وحالات سے ایسے صریح دلائل بتلائے ہین کہ بعد انکے ہرگز وہم ووسواس کو
مجال شبہہ نہین رہتی سوائے اس شخص پر جسکو بالکل عقل نہین ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار تفسیر اس کی
سابق مین مفصل مذکور ہوئی اور اشارت مین سے ہے کہ اللہ تعہ واحد قہار کے واسطے بروز وظہور اسوقت ظاہر ہوجاتا ہے جیسے آدمی کی دونو زمین قلب وبدن جسپر ظلم و
فسق وفجور وحرام کاری وحرامخوری وکبر ورعونت ونامردی وغیرہ اخلاق ذمیمہ وافعال قبیحہ بھرے ہوئے تھے پس جب اسنے اس زمین کو بدیون سے پاک کردیا اور

وہ بدلی کہ اسمین سے صفات بشری وخطرات رذیلہ نفسانی زائل ہوئے اور روحانیہ خصائل واسطے نور شہود جمال حدیث کے پیدا ہوئے تو آسمان مانند ارواح بھی مبدل ہوتے ہین بدین معنے کہ انکو ذاتی استعداد وحدانیت سے خارج کرتی ہے کہ انوار عظمت کو برداشت کرین پس صفات لطائف آلہیہ کا ظہور ہوتا ہے بالجملہ ارواح وقلوب بدلکر محل ضیق سے نکلکر محل بسط مین آتے ہین اور خوف سے امید مین اور رسوم عبودیت سے مشاہدہ ربوبیت مین ظاہر ہوتے ہین پس بروز ظہور ان قلوب وارواح کا اماکن غیب سے بیہوش وحیران بسبب غلبہ شوق وعشق کے جمال دائم وحق پر ہوتا ہے اگر تو انکو دیکھے تو رداء کبریا، ورداء عظمت سے متعلق اپنے پاک رب جلشانہ سے اپنے فراق سے فریاد کرتے ہین اور ظاہر ارض وسماء تاریکی خلقت وظلمت سے بدلکر استیلاء انوار قدم کی تحت قہر مین منور ہونگے اور بحکم کل شیٔ ہالک الا وجہہ تمام وجود ذیل قدم مین داخل ہوگا اور سچ پوچھو تو وہ تھے کب جو اب ہالک ہون وہ تو وجود حق کے پہلو مین لاشیٔ ولا وجود سے کمتر تھے ۔ واسطی رح نے کہا کہ جب ابدان پر انوار حق تعہ کا ظہور ہوگا تو ارض وسماء ثابت نہین رہ سکتے ہین قولہ ہذا بلغ للناس ولینذروا بہ الی قولہ اولوا الالباب۔ یہ آیت اصل مین مقام عبرت عارفین ہے کیونکہ اہل عقل وآدمی وہی ہین پس معرفت سے انکا شوق بجانب جمال اور انکا خوف از فراق بڑھیگا خوب جانو کہ اسکی معرفت سے تا دوام لاعلمی ہے لیکن عوام لوگ تو ظلمات مین بیراہ ہین اور وے لوگ ہین کہ نور مین روبراہ ہین مگر معرفت حق سبحانہ تعہ مین تو درحقیقت ظنون ہین یا رسوم ہین جب بفضل ورحمت ارحم الراحمین اسکو معائنہ کرینگے تو اسکو پہچانینگے اور اپنی جہالت بھی جانینگے اور جو کچھ اسکی معرفت وعبادت مین سراسر قصور ہوا ہے جب بحر توحید ودیدار پاک مین غرق ہونگے تو سمجھینگے کہ اتنا ہوا کہ واحد اور یہ شان تو اہل عرفان کی ہے پس کافرون وبے ایمانون کا حجاب خیال کرو کہ فرمایا کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ پھر یہ معرفت وادراک انہین کو ہے جو اہل عقل وعلماے حقیقت وصاحبان معرفت ہین وہی عاشقان مشاہدہ ہین جنہون نے بحکم قولہ یجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم۔ اپنی جان و مال کو اسپر قربان کرتے ہین اور شرمندہ ہین اور اس مین انذار ہے کہ اہل سعادت ہمیشہ بدصحبت وبدون سے اور مخالف ومخالفون سے پرہیز کرین اور بہت دور رہین کہ جب قلب اسکا عادی ہوا تو اندھا ہوجاتا ہے اور صحیح حدیث سے صحبت نیک وبد کا اثر ثابت ہے واللہ تعالے اعلم۔ واضح ہو کہ ایک آیت اس پارہ سے سورہ حجر کی تکمیل کے لیے پارہ ۱۴ مین ہے

تم الثالث عشر ویتلوہ الرابع عشر من سورۃ الحجر۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۸/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲/
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ ۱۲/
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۳/
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۸/

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عہ/
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف۔ ۱۲/
گنج انجح۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عہ/
تذکرۃ الجمعۃ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام۔ ۳/
تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔ ۱/
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲/
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۱/
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۴/
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ عہ/
مسالک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی الٰہ یار خان۔ عہ/
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ۱۲/
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابوالقاسم۔ ۴/
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی۔ ۱۵/
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳/
مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۶/
شرح مختصر وقایہ کو رہبری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ۱۲/
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ۱/

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح۔ ۳/
فتح القدیر۔ حاشیہ المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کا ہے چار مجلد ضخامت کنندہ ضخیم جدید الطبع۔ ۴۰/
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات۔ ۱۲/
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ ۱۲/
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد ہین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ ۱۲/
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ ۱۲/
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ ۱۲/
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔ ۱۲/
شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰/
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ۵/
ملا مسکین۔ از بورع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے۔ ۱۲/
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ ۱۲/
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہین۔
(۱) جلدین اولین عبادات ہین۔ ۱۲/
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔ ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم ۔ ۱ر

کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلالی ۔ ۷ر

باب دانش ۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش ۔ ۳ر

اوقات عزیزی ۔ از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمہ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی ۔ ۱۲ر

تزئینہ دانش ۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش ۔ ۳ر

بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس میں ۔ ۲ر

تنبیہات ۔ اخلاق و موعظت میں مصنفہ منشی کامتا پرشاد ۔ ۳ر

کیمیائے حکمت ۔ حصہ اول بیان شریف علم و ادب ۔ ۲ر

پیراہن یوسفی ۔ اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف ۔ کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳ ۔ زیر طبع

(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ ۔ زیر طبع

شمیم معرفت محشی ۔ منتخبات مثنوی مولانا روم مرتبہ سید غلام حیدر صاحب ۔ ۱۲ر

چشمہ فیض ۔ نظم ترجمہ اُردو پندنامہ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ از منشی عبد الغفور خان بہادر ۔ ۱ر

مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل ۔ ۶ر

تہذیب احسانی مولفہ حکیم احسان علی ۔ ۱۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان ۔ جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۔ ۱۲ر

گلستان مع فرہنگ ۔ متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۔ ۱۲ر

گلستان باتصویر ۔ کاغذ حنائی و سفید رسمی ۔ ۹ر

گلستان مع فرہنگ ۔ متوسط قلم رسمی محررہ منشی شمس الدین صاحب مرحوم ۔ ۸ر

گلستان محشی اُردو ۔ اسمین طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین ۔ ۱۴ر

شرح گلستان ۔ از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے ۔ ۱۴ر

گلستان مترجم ۔ فارسی با ترجمہ اُردو ۔ ۱۲ر

گلستان خرد ۔ فارسی ۔ ۵ر

تضمین گلستان سعدی ۔ منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے ۔ ۶ر

بہارستان جامی ۔ اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی ۔ ۵ر

خارستان ۔ حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین ۔ ۸ر

عقد گل و عقد منظوم ۔ یعنی انتخاب گلستان و بوستان ۔ ۹ر

بوستان جلی قلم ۔ محررہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی ۔ ۱۰ر

بوستان محشی کلان ۔ اس میں ضروری حواشی درج ہین ۔ ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم ۔ چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے ۔ ۸ر

بوستان محشی خرد ۔ ۵ر

بوستان مترجم منظوم ۔ معمولی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا ۔ ۱۳ر

بہار بوستان ۔ بوستان کی جامع شرح از منشی سکھ چند بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے ۔ ۱۲ر

اخلاق جلالی محشی ۔ منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے ۔ ۱۲ر

اخلاق ناصری ۔ منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ ۔ ۱۲ر

اخلاق محسنی ۔ داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی ۔ ۹ر

مثنوی سلسبیل ۔ اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۔ ۲ر

مجموعہ صد پند سود مند ۔ حضرت لقمان کے نہایت قابل قدر نصائح ۔ ۲ر پائی

المشتہر مینجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ